

سلطانِ الحَقِّین حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

کے دو سونا درو نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرقی فردوسی مدظلہ

تصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی



سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵- این، مین آباد، لاہور

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف
کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج محمد ارشد قریشی رحمۃ اللہ علیہ

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب
اُن کی یاد سے وابستہ ہے۔



سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں

خصوصی معاونت کے لیے ادارہ

محترم جناب سردار محمد فیصل خان چشتی صاحب

کا بے حد ممنون ہے۔

سُلطانِ تحقیقین جہانِ منور جہانِ شرف الدین احمد یحییٰ امینیؒ

کے دوستوں نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات صدی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی فردوسیؒ مدظلہ



تصحیح و ترتیب نو

سید محمد سیف الدین فردوسیؒ



سیرت فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا تحقیقی و اشاعتی ادارہ
۸۵۵۔ این۔ سمن آباد۔ لاہور

جملہ حقوق اشاعت، طباعت و نقل بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: ————— اردو ترجمہ مکتوبات دوسری
- کاتب مکتوب: ————— سلطان المحققین حضرت مخدوم الملک شیخ میرٹ الدین احمد کھنجر منیری
- مترجم: ————— سید شاہ قسیم الدین احمد شرقی البلیغی فردوسی
- ناشر و طابع: ————— سیرت فاؤنڈیشن - لاہور
- مطبع: ————— قادری پرنٹرز - لاہور
- کاتب: ————— ظفر صادق، عمران علی
- اشاعت اول: ————— ربیع الاول ۱۴۲۲ھ بمطابق مئی ۲۰۰۳ء
- تعداد اشاعت: ————— پانچ سو
- قیمت: ————— دو سو پچاس روپے

۲۹۷۵۶۲
ش ۷۵۳۳ م

۶۶۷۱۶

بسی و اہتمام
نصراقبال قریشی

سیرت فاؤنڈیشن - لاہور فون ۷۵۶۰۸۸۲

تقسیم کار

- دربار ایک شاپ - دربار مارکیٹ - گنج بخش روڈ - لاہور
- المعارف - گنج بخش روڈ - لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز - گنج بخش روڈ - لاہور
- " " " " - اردو بازار - کراچی
- نظامی کتب خانہ، دربار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، پاکپتن شریف

۱۹/۱۱/۵۲

فہرست مضامین مکتوبات دو صدی

کتاب نمبر	مضمون	کتاب نمبر	مضمون	کتاب نمبر
۹۵	عشق و محبت میں	۱۱	۱۳	”میری باتیں قصہ اور افسانہ نہیں“
۱۰۰	وصول الی اللہ	۱۲	۲۲	حرفِ محبت
	محبت کا اثر اور ظاہری و باطنی	۱۳	۲۴	ابتدا کے دو حرف
۱۰۸	ولادت میں		۲۶	دیسپاچہ از جامع مکتوبات
۱۱۶	مرید کی اطاعت پیر کے حکموں میں	۱۴	۳۱	دین کی راہ اور یقین کی درستی میں
۱۲۲	پیروں کی صفت اور فضولیوں کی مذمت	۱۵	۳۸	علم کی طلب اور اس کی تحصیل میں
۱۳۱	اپنے افلاس اور طلب کی صداقت میں	۱۶	۴۵	محنت و مشقت -
	احکام الہی کے اجرا میں انبیاء اور	۱۷	۵۲	نیت کے خلوص اور ارادت کی درستی میں
۱۳۹	ادبیاء کا عجز	۱۸	۵۹	بلاؤں کا نزول اور اہل بلا کی برداشت
	دوستی و دشمنی اللہ کے لئے اور اپنی	۱۹	۶۵	دنیا کا ترک اور عقبی سے رغبت کرنا
۱۴۳	خواہش نفس کے لئے اس کا ترک	۲۰	۶۹	مریدی اور مریدی کے مجاہدہ میں
۱۴۹	ظاہر و باطن کی طہارت میں	۲۱		ہمت کی بلندی اور دونوں جہاں
۱۵۳	علم کی رغبت اور صحبت نیکیاں	۲۲	۷۶	کے حاصل ہو جانے کے باوجود خود
۱۵۶	گردش و روش میں	۲۳		کو مفلس دیکھنے میں
۱۶۰	تزکیہ اور تصفیہ میں	۲۴		توبہ اور خداوند تعالیٰ کی طرف
۱۶۴	تجرید و تفرید میں	۲۵	۸۴	رجوع ہونے کے ذکر میں
۱۶۹	بندگی کرنے اور بندہ ہونے میں	۲۶		اپنے اوپر بدگمان رہنے اور
	بلاؤں کے نزول میں اللہ کی رضا سے	۲۷		دوسروں کے ساتھ نیک گماں
۱۷۳	راستی رہنے میں	۲۸	۹۰	رکھنے میں
		۲۹		دنیا کی محبت اور اس کی مذمت میں

فہرست

۱۹/۱۱/۵۲

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۱	خاتمہ کے خوف اور اپنے افلاس میں	۳۹	عادت کے ترک اور طاعت کی	۲۶
	معرفت خداوند تعالیٰ اور عقل معرفت	۴۰	کوشش میں	۱۷۵
۲۰۵	کی علت نہیں ہیں	۱۷۸	وضو اور نماز تہجد میں	۲۷
۲۰۹	عشق میں	۴۱	طاعت و عبادت میں استقامت	۲۸
۲۱۴	محبان خدا سے محبت کرنے میں	۴۲	کی کوشش فتوح نذرانہ قبول کرنے	
۲۱۹	ظاہری ملاقات کے ترک میں	۴۳	اور جاہلوں کی جماعت سے دور رہنے میں	۱۸۱
	جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ کی بے نیازی	۴۴	عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی	۲۹
۲۲۱	میں۔ (بنام مولانا صدر الدین)	۱۸۳	تاکید میں	
۲۲۴	دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں	۴۵	مرید کو نصیحت اور غیر دل کو ایذا	۳۰
	(مولانا صدر الدین کے نام)	۱۸۵	پہنچانے سے پرہیز میں	
	مصیبت میں صبر اور بلاؤں کی برداشت	۴۶	مرید کا پیر کی خدمت میں اپنے احوال	۳۱
۲۲۹	(ملک خضر کے نام)	۱۸۶	سے متعلق عریضہ لکھنے کے جواز میں	
	خوشنودی و ناخوشنودی کی شناخت	۴۷	اور اذنی و ظائف کی پابندی میں	۳۲
	اور علم کی طلب خلق خدا کو راحت پہنچانے	۱۸۹	طالب حق اور عشق میں	۳۳
۲۳۵	میں۔ (ملک خضر کے نام)	۱۹۳	بلندی ہمت اور حصول استقامت میں	۳۴
	کام میں مشغول ہونے اور امید خدا سے	۴۸	کلمہ طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے	۳۵
۲۳۹	رکھنے میں۔ (خضر مذکور کے نام)	۱۹۵	ترک میں	
	ازل کا فیصلہ اور عقل کی معزولی میں	۴۹	دین کے کام میں کوشش و اس میں	۳۶
۲۴۲	(ملک خضر کے نام)	۱۹۷	دل کی تنگی کی مانعت میں	
	حکم خداوند پر راضی ہونے اور عقل کا	۵۰	نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں	۳۷
	معرفت حق سے معزول ہونے میں	۹۸	حال و وقت کے مشاغل اور ممال و	۳۸
۲۴۴	(ملک خضر کے نام)	۲۰۰	زر کے اندیشہ کے ترک میں	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۲	مسلمانی و مسلمان ہونے اور دعویٰ مسلمانی پر دلیل میں	۶۲	تقدیر پر راضی رہنے اور حکم خدا کی فرمان برداری میں	۵۱
۲۸۳	عشق اختیار کرنے اور اس کی زیادتی کی کوشش میں	۶۳	(ملک خضر کے نام)	۵۲
۲۸۴	حدیث شریف یا لیت رب محمد لم یخلق محمد ا کے مفہوم و معنی میں	۶۴	(ملک شمس الدین کے نام)	۵۳
۲۸۹	ہمت کی بلندی اور خداوند جل و علا کی طلب میں	۶۵	(ملک شمس الدین کے نام)	۵۴
۲۹۲	اسرار کو چھپانے خاموش رہنے اور گھمنڈ سے دور رہنے اور رب و زنا کی شناسائی	۶۶	بقدر ضرورت پر قناعت اور بقدر حاجت پر اکتفا میں	۵۵
۲۹۵	خداوند تعالیٰ کی حکمت اور بندوں کی مقہوری و بیچارگی میں	۶۷	(خواجہ خاص پوری کے نام)	۵۶
۲۹۸	فقر اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت و شہود کے ساتھ	۶۸	حکم خداوندی پر صبر اور نزول بلا پر رضا میں	۵۷
۳۰۰	حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں	۶۹	نفس کو اکھاڑ پھینکے میں	۵۸
۳۰۲	خداوند جل و علا کے حکم کے مقابلہ میں عقل کی برطرفی اور در ماندگی میں	۷۰	تقدیر خداوندی سے راضی رہنے میں	۵۹
۳۰۴	مردوں کی توصیف اور مخمضوں کی مذمت میں	۷۱	قاضی کے عہدہ کی مشغولی دل کی رغبت اور خوشی سے قبول کرنے کی	۶۰
۳۰۸	لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور حق بجاتے	۷۲	مذمت میں	۶۱
	تعالیٰ کے بندوں کی راحت رسائی میں	۷۳	محبت کا دعویٰ اور دوستی کے اظہار میں	
		۷۴	ابستار و خوف و امید میں	
		۷۵	عمل کرنے میں فیصل پر ہو عدل پر نہیں	
		۷۶	کیونکہ ثمرہ کا برابری فضل سے ہے	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۷	دنیا کو دشمن جاننے اور عقبی کو دوست رکھنے میں	۸۶	روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں	۷۲
۳۶۱	حق کی طلب اور مخلوق سے علیحدگی میں	۸۷	محبت کے کمال اور ہمت کی بندی میں	۷۳
۳۶۲	دنیا کی مذمت اور اس کی بیوفائی میں	۸۸	محبوب کے غلبہ اور مطلوب کے بے پروائی میں	۷۵
۳۶۶	یافت کی خوشی اور نایافت کی حسرت میں	۸۹	اللہ رب العزت کی بے نیازی اور	۷۶
۳۶۹	حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ اور نفس و خلق کے ترک میں	۹۰	علت سے عقل کی ردی میں	۷۷
۳۷۲	رغبت دلانے اور ڈرانے میں	۹۱	راز انسانی اور اس کی لا علمی میں	۷۸
	مجبوروں لاچاروں کی امداد کرنے اور	۹۲	دنیا کی نفی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے اثبات میں	۷۹
۳۷۵	حاجتمندوں محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں	۹۳	دوستوں پر سختی اور دشمنوں پر الطاف نوازش میں	۸۰
۳۷۶	چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنے اور اوصاف	۹۴	کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں	۸۱
۳۸۱	مسلمان کے ظاہر ہونے میں عاجزی انکساری اور موافقت میں	۹۵	بنی آدم کی فضیلت اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ عشق میں	۸۲
۳۸۲	(حضرت شیخ اسحق مغربی کے نام) عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں	۹۶	خداوند تعالیٰ کے احکام و افعال کسی علت کے معلول نہیں یا اس سے پاک میں	۸۳
۳۸۶	کمال تواضع اور نواخت میں	۹۷	دنیا کے ترک کرنے اور عقبی کی جانب مائل ہونے میں	۸۴
۳۸۸	مطلوب کی طلب اس دولت کے حاملوں	۹۸	مبتوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں	۸۵
۳۹۲	محبوب کی بلاؤں پر عاشق کی برداشت	۹۹	آخرت کے کاموں کی طرف مائل ہونے اور حرص و شہوت کے ترک کرنے میں	۸۶
۳۹۴	معذرت کرنے میں	۱۰۰		
۳۹۵	نبوت کے معنی پر ولایت کے معنی کی تفصیل میں			

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۳	جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے	۳۹۶	۱۰۱ قدرے علم مکاشفات میں	
۳۳۴	فضیلت دینے میں	۳۹۷	۱۰۲ اسرار کے چھپانے اور شریعت کی	
۳۳۸	عمل کے طریقے اور عشق کی روش میں	۴۰۵	پیر دی میں	
۴۴۰	محبت کی طلب اور محبوب قربت میں	۴۱۰	۱۰۳ افسوس و ندامت کے اظہار اور	
۴۴۲	موت کے لئے آمادہ رہنے اور زندگی	۴۱۲	دوسرے کے دفع کرنے میں	
۴۴۴	کو غنیمت جاننے میں	۴۱۴	۱۰۴ درویشوں کے ساتھ اعتقاد رکھنے	
۴۵۰	افسوس کا بیان (دوسرے طور پر)	۴۱۸	۱۰۵ میں (ملک مفرح کے نام)	
۴۵۲	دین کی راہ میں استقامت	۴۲۱	شغل لاجل و لا قوۃ میں	
۴۵۵	خداوند جل شانہ کی جانب لوٹ آنے	۴۲۲	۱۰۶ پلندی ہمت میں (بجارت دیگر)	
۴۵۹	میں یعنی توبہ میں	۴۲۴	۱۰۷ عمر رفتہ پر افسوس اور گزٹے ہوئے	
۴۶۱	خداوند تعالیٰ سے پُر امید رہنے میں	۴۲۶	حال پر ندامت	
۴۶۳	نفس کی بیخ کنی	۴۲۸	۱۰۸ بُرے عادات و خصائل کو پسندیدہ	
۴۶۴	حسرت و ندامت (دوسری عبارتیں)	۴۲۹	اخلاق سے تبدیل کرنے میں	
۴۶۹	نامعلوم چیز میں مبتلا ہو جانے کا خوف	۴۳۱	۱۰۹ مختصر سے آدمی کی لیاقت و بزرگی اور	
	فقر و فقر کی فضیلت دولت مند کی اور	۴۳۲	خلاصہ موجودات و محبوب ہونے کا بیان	
	دولت مندوں کی مذمت میں	۴۳۴	۱۱۰ راہ شریعت و طریقت و حقیقت	
	ملک و ملک اور جملہ موجودات پر بشر	۴۳۶	۱۱۱ اپنے حال پر افسوس و ندامت	
	کی فضیلت میں	۴۳۸	(دوسری عبارت میں)	
	اپنے حال کی ابتری اور خداوند ذوالجلال	۴۳۹	۱۱۲ تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد	
	سے اُمید داری	۴۴۱	کرنے اور اپنے و مخلوق کے اختیار سے	
	راہ کی طلب اور نفس بدخواہ کو جڑ سے اکھاڑ	۴۴۲	دور ہونے میں	
	پھینکنے میں	۴۴۳	۱۱۳ فقر و فاقہ سے رغبت (دوسری طور پر)	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۵۱۷	علمائے آخرت کی صحبت کو غنیمت جاننے میں	۱۴۳	۲۷۲	۱۲۹
۵۲۰	مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان کے مغلوب کرنے میں	۱۴۴	۲۷۲	۱۳۰
۵۲۳	گردش و روش میں	۱۴۵	۲۷۲	۱۳۱
۵۲۴	فضول بات کے ترک کرنے اور راہِ مسلمان میں قدم رکھنے میں	۱۴۶	۲۷۲	۱۳۲
۵۲۶	خاکساری و انکساری اور دل کے صفات میں	۱۴۷	۲۸۲	۱۳۳
۵۳۰	بندگی کرنے اور صبر و شکر میں	۱۴۸	۲۸۲	۱۳۴
۵۳۲	صبر (دوسرے طور پر)	۱۴۹	۲۹۰	۱۳۵
۵۳۴	دل کی صفائی اور نیت کے خلوص میں	۱۵۰	۲۹۲	۱۳۶
۵۳۹	معوذتیں سورہ فلق اور سورہ ولئاس کے قرآن ہونے میں	۱۵۱	۲۹۴	۱۳۷
۵۴۱	توکل میں	۱۵۲	۵۰۰	۱۳۸
۵۴۳	بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی رہنے میں	۱۵۳	۵۰۳	۱۳۹
۵۴۸	امراء اور سلاطین کے دربار میں جانے کے بیان میں	۱۵۴	۵۰۶	۱۴۰
۵۴۹	قناعت و ترک دنیا میں	۱۵۵	۵۱۰	۱۴۱
۵۵۳	کشف اور تمثیل و تشکل میں	۱۵۶	۵۱۳	۱۴۲
۵۵۵	حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں	۱۵۷	۵۱۳	۱۴۳
				۱۴۴
				۱۴۵
				۱۴۶
				۱۴۷
				۱۴۸
				۱۴۹
				۱۵۰
				۱۵۱
				۱۵۲
				۱۵۳
				۱۵۴
				۱۵۵
				۱۵۶
				۱۵۷
				۱۵۸
				۱۵۹
				۱۶۰
				۱۶۱
				۱۶۲
				۱۶۳
				۱۶۴
				۱۶۵
				۱۶۶
				۱۶۷
				۱۶۸
				۱۶۹
				۱۷۰
				۱۷۱
				۱۷۲
				۱۷۳
				۱۷۴
				۱۷۵
				۱۷۶
				۱۷۷
				۱۷۸
				۱۷۹
				۱۸۰
				۱۸۱
				۱۸۲
				۱۸۳
				۱۸۴
				۱۸۵
				۱۸۶
				۱۸۷
				۱۸۸
				۱۸۹
				۱۹۰
				۱۹۱
				۱۹۲
				۱۹۳
				۱۹۴
				۱۹۵
				۱۹۶
				۱۹۷
				۱۹۸
				۱۹۹
				۲۰۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۵۹۷	دنیا ————— کے بیان میں	۱۷۷	۵۵۷	۱۵۸
۵۹۹	فقر اور فقرائے بیان میں	۱۷۸	۵۵۸	۱۵۹
۶۰۰	محبوب و مطلوب کے بیان میں	۱۷۹	۵۶۰	۱۶۰
	شیخ اراتا اور جلاتا ہے کی معنوی	۱۸۰		۱۶۱
۶۰۲	تشریح میں		۵۶۲	
۶۰۴	تفکر، غور و فکر اور اس کا معنی	۱۸۱	۵۶۵	۱۶۲
	ترتیب و تفکر، تعین وقت اور تفکر کے	۱۸۲	۵۶۹	۱۶۳
۶۰۹	ثمرات		۵۷۰	۱۶۴
۶۱۲	دل کے احوال میں	۱۸۳	۵۷۲	۱۶۵
۶۱۴	ظاہر و باطن کی مہارت	۱۸۴	۵۷۴	۱۶۶
	بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالیٰ	۱۸۵	۵۷۷	۱۶۷
۶۱۵	کے ساتھ		۵۷۹	۱۶۸
۶۱۸	اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا	۱۸۶		۱۶۹
۶۱۹	سیر طالبان حق تعالیٰ	۱۸۷	۵۸۲	
۶۲۳	صبر و شکر	۱۸۸	۵۸۵	۱۷۰
۶۲۵	غیبت کے بیان میں	۱۸۹	۵۸۶	۱۷۱
۶۲۷	خاتمہ کے خوف میں	۱۹۰	۵۸۸	۱۷۲
۶۳۰	قیامت کے دن کے بارے میں	۱۹۱	۵۹۰	۱۷۳
۶۳۲	موت کے بیان میں	۱۹۲	۵۹۲	۱۷۴
۶۳۷	دفن کے بارے میں	۱۹۳	۵۹۴	۱۷۵
۶۳۹	قبر کے بارے میں	۱۹۴		۱۷۶
۶۴۱	دوزخ کے تذکرہ میں	۱۹۵	۵۹۵	
				۱۷۷
				۱۷۸
				۱۷۹
				۱۸۰
				۱۸۱
				۱۸۲
				۱۸۳
				۱۸۴
				۱۸۵
				۱۸۶
				۱۸۷
				۱۸۸
				۱۸۹
				۱۹۰
				۱۹۱
				۱۹۲
				۱۹۳
				۱۹۴
				۱۹۵

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۶۷۶	خوف خاتمہ کے جواب میں	۲۰۸	۴۲۴	۱۹۶
۶۸۱	مناجات			۱۹۷
	مناجات دیگر مخدوم اللہ شیعہ			
۶۸۲	شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ		۴۶۵	
۶۸۳	ترجمہ مناجات			۱۹۸
۶۸۵	قطعہ تاریخ تکمیل ترجمہ مکتوبات دوسری			
۶۸۶	عظمت شرف			
			۴۲۸	
				۱۹۹
			۴۵۲	
			۴۵۵	۲۰۰
				۲۰۱
			۴۶۰	
				۲۰۲
			۴۶۳	
			۴۶۵	۲۰۳
			۴۶۸	۲۰۴
			۴۷۰	۲۰۵
			۴۷۳	۲۰۶
				۲۰۷
			۴۷۴	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت مخدوم جہاں

کے علم و فضل، سلوک و معرفت، ریاض و مجاہدہ، عجز و انکساری، عشق الہی
اور حب رسول ﷺ کی شانِ عظمت میں

✽ جامع مکملات دو صدی شریف شیخ بن رکن کا خراج ✽

حضرت مخدوم مولانا شیخ زماں، سبب امن و امان، شریعت کے نکات
و باریکیوں کے نکتہ دان، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے لوگوں سے
ظاہری احکام بیان فرمائیے، بڑے بڑے اہل اللہ پر باطنی اسرار و رموز کھولنے
والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرئیے، احادیث مصطفویٰ کو ظاہر
فرمانے والے، بدعتوں کے دین کو مٹائیے، پرہیزگاری و پارسائی کے دین کو قائم
کرئیے، بلند و بالا درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ و ارفع نعمتوں کے پائیے، گناہ
کی تاریکیوں سے تاریک لوں کے قلوب کو روشن و منور فرمانے والے، حشر میں
خاطی اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی اللہ تک
پہنچانے والے ندا و پکار کے دن لوگوں کے کام آئیے، اگلے تمام بزرگوں کی ہدایت،
تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون؟ شرف الملتہ والدین احمد بن یحییٰ منیری قدس سرہ
جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ مٹو لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر
سے مسلمانوں کو نصیب یاب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالا مال کرے۔

آمین!

(ماخوذ دیباچہ جامع مکتوب)

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَعْظِيمِ شَرِيعِ
سنة ۱۹۹۰ء

عظمت شرف
سنة ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء

اِذَا قُلْتُ مَا اذْنُبْتُ قَالَتْ مُحِبَّتُهُ
وَجُودُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهِ ذَنْبٌ

(پوچھا میرا گناہ کیا ہے؟ محبت نے جواب دیا تیرا وجود ہی ایسا گناہ
ہے جو قیاس میں نہیں آسکتا۔)

کلبہ گنج سعادت قبول اہل دل است
مباد کس کہ دریں امر شک و ریب کند

(حافظ شیرازی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میری باتیں قصہ اور اسے شانہ نہیں

حضرت مخدوم جہاں کے اس قول مفصل سے متعلق

بہ تجھ باتیں

ان :- (سید شاہ محمد سیف الدین سرودی)

بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

سُلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد کبیری منیری رحمۃ اللہ علیہ جب کوہ و بیاباں و جنگلات میں ساہا سال کی سخت ترین ریاضت و مجاہدہ اور روحانی مدارج و کمالات کے بلند ترین زینے طے کر کے خلق خدا کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کے لئے بہار شریف تشریف لائے، تو اُسی وقت سے آپ کی خانقاہ میں روحانی تعلیم و تربیت کا ایک ایسا مبارک سلسلہ شروع ہوا، جو بہت جلد اپنی قوت تاثیر، سحر انگیزی اور قبولیت کے لحاظ سے مشہور و معروف ہو گیا۔ جہاں ایک طرف آپ کی خانقاہ میں ملک و بیرون ملک آئے علماء و فضلاء اور متلاشی حقیقت و معرفت کا مجمع رہتا تو دوسری طرف عوام الناس آپ کے رُخ زیبائی زیارت کیلئے شہر و قصبہات امنڈتے چلے آتے، جو ایک نظر آپ کو دیکھ لیتا ہمیشہ کیلئے جان و دل قدموں پر نثار کر دیتا۔ ہر خاص و عام پر آپ کی نگاہ لطف و کرم اور شفقت و محبت کی مثال اس بارانِ رحمت کی طرح تھی جو امیر و غریب و بادشاہان و فقراء کو یکساں فیض پہنچاتی ہے۔ آپ کے اخلاص و محبت و صحبت پر تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ نہ ہوتا وہ ایک ہی لمحہ میں سب کچھ ہو جاتا بمصداق اس مصرعہ کے یہ

”عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام“

آپ کی خانقاہ جہاں ذاکرین کے ذکر سے پر نور و پر کثیف رہتی وہیں اہل دل کے اجتماع سے عجب بارونق نظر آتی۔ آپ کی فرحت بخش درُوح پرور مجلس میں جو یان علم اپنی علمی پیاس کی سیرابی کیلئے حلقہ بنائے۔ اس طرح

مؤدب بیٹھتے گویا اُنکے سرور پر پندے بیٹھے ہوں، دیکھنے والوں سیرت کی کتابوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس کے جانشین صحابہ اسی صنف رضی اللہ عنہم کے اخلاص و محبت کی پاکیزہ تصویر نظر آجاتی۔ عوام و خواص دونوں اپنی روزمرہ کی دینی و دنیوی مشکلات اور پریشانیوں کا حل پوچھتے اور آپ قرآن و سنت، صحابہ و تابعین اور اولیاء کا ملین کے اقوال و زریں و پاک زندگی کی روشنی میں ان کے ذہن و فہم کے مطابق اس طرح دلنشین پیرائے میں جواب عنایت فرماتے جس سے کہ انکی پوری طرح تشفی و تسکین ہو جاتی۔ جب گفتگو کسی دقیق و عمیق مسئلہ پر ہوتی تو اس کو نہایت سہل انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی خود ہی شبہ وارد کرتے اور اس کا جواب دیتے، سائل اس بات پر حیران و ششدر رہ جاتا کہ یہ شبہ و سوال تو خود اُسی کا تھا۔ دلچسپ و معنی خیز نکات آپکے کلمات کی جان ہوتے۔ خصوصی اوقات میں علماء و فضلاء آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک ”الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی“ کے دقیق نکات و لطیف معنی کے متعلق استفسار کرتے اور حضرت مخدومؒ اُن کے فہم و ادراک کے مطابق اس طرح گوہر ریز ہوتے گویا علم و معرفت کا خزانہ لٹا ہے ہیں۔ بات سے بات نکلتی اور ہر بات وسیع و عمیق معنی، دلچسپ نکات و لطائف سے پُر وہی اجتہادی قوت اور بلند فکری صلاحیت کی آئینہ دار ہوتی۔ آپ کے گرانقدر مکتوبات و ملفوظات نے اپنے فصیح و بلیغ طرز اسلوب، مؤثر انداز بیان اور جاذبیت و کشش سے ایک زمانہ کو متاثر کیا اور آج تک کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے اور کیوں نہ کریں جبکہ کاتب مکتوب ایسے علوم کے حامل تھے جس کی جڑیں دل میں پیوست تھیں، اس کا صدور وہیں سے ہوتا جس کے بارے میں یہ قول مشہور ہے انا عند المنکسرات قلوبہم لاجلی اُن کی حکومت زبان و حروف پر نہ تھی بلکہ نطق و گویائی تو ان کے وسیع و عمیق علوم کا ذریعہ بننے کے لئے بے چین رہتی، کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہی نہیں بلکہ داعی و مبلغ تھے کہ علوم و معنی کو لفظوں کے سہارے پیش کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ علم و عرفان کا وہ دریا جس کا سوتا دل سے پھوٹتا ہے کسی طرح موجزن و متلاطم ہو جائے تو پھر الفاظ و حروف خود بخود افشائے علم کے لئے مدد و معاون ہوتے رہیں گے۔ اس وقت اُن کلمات یا تحریر کی روشنائی مصنوعی نہ ہوگی بلکہ اس کی نوک قلم میں خون جگر شامل ہوگا لیکن اس کے لئے علم و عمل کے ساتھ ساتھ احساس و جذبات سے مغلوب شکستہ دل کی ضرورت ہوگی۔ اگر ایسا ہو تو

پھر اس کی قوت تاثیر و زندگی کا یہ عالم ہو گا کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس میں وہی ترقی و تازگی، حلاوت و شیرینی اور اثر انگیزی پائی جائے گی جو ابتداء میں تھی۔

جب افکار ایسے پاکیزہ و بلند ہوں تو تحریر و گفتگو میں ثقیل و غیر مانوس الفاظ کا استعمال، غیر ضروری عبارت آرائی کو کیسے پسند کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے آپ کی تحریر و گفتگو ان عیوب سے پاک نظر آتی ہے۔ میں یہاں خود حضرت مخدوم الملکؒ ہی کے مکتوب سے ایک اقتباس نقل کرنا چاہوں گا جسکے آپ کے نظریہ تعلیم و تربیت، اصول تحریر اور آداب گفتگو کی پوری وضاحت ہو جائیگی۔ ”علم گفتگو نہیں ہے، علم دوسری چیز ہے اور گفتگو دوسری چیز زبان کا علم کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں“ اور آگے علم و زبان کے منسرق و حقیقت پر ایسی فیصلہ کن و دو ٹوک بات کرتے ہیں جو حرف آخر کا درجہ رکھتی ہیں ”علم یہ ہے جو دین کے راستہ میں آدمی کے کام آئے اور علم کے ساتھ نطق کی حیثیت مجاز کی حیثیت ہے۔ علم میں صدق کی صفت ہوتی ہے اور علم کا وجود سوائے دل کے اور کہیں نہیں ہوتا اور زبان کی حکومت حرفوں پر ہے اور حرف ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور علم دل سے نکلتا ہے اور دل کے لئے فنا نہیں اس کا تعلق عالم حقیقت سے ہے اور ہر شخص کو خدا علم نہیں دیتا مگر گویائی سے کسی کو محروم نہیں رکھتا، زبان کی نعمت ہر شخص کو دی ہے پرندے بھی زبان رکھتے ہیں مگر دل نہیں رکھتے چونکہ ان کے پاس دل نہیں اس لئے علم بھی نہیں ہے، اگر کسی چڑیا کو کسی کا نام سکھایا جائے تو سیکھ جائے گی مگر فرق نہیں کر سکتی۔ خلاصہ یہ کہ ان کا دربار فقیرانہ ایک ایسا انوکھا دربار تھا جہاں علم و عرفان بچا نہیں جاتا۔ جذبات و افکار کا سودا نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔“ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر“ وہ ایسی سبیل ہے جو ہر خاص و عام کے لئے جاری و ساری ہے۔ آپ کی خدمت میں روز و شب آنے والے وہ خوش نصیب حضرات جن کے لئے آپ نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا آپ سے مختلف سوالات کرتے اور آپ اس کے جواب عنایت فرماتے۔ مخلص مریدین و متوسلین روزانہ جو بھی آپ کی زبان گوہر فشاں سے سننے فوراً ترتیب کے ساتھ ضبط تحریر کر لیتے، پھر حضرت مخدوم کے حضور آپ کو پیش کرتے آپ بغور مطالعہ فرما کر حسب ضرورت حذف و اضافہ کرتے۔

حضرت مخدوم کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت و ریاضت میں انہماک و یکسوئی اور اس میں بے انتہا ذوق و شوق تھا، آپ اس قول فیصل ”الصلوة معراج المؤمنین“ کے قائل و داعی ہی

نہیں بلکہ اس پر عامل، اس کے لطف و لذت سے پوری طرح واقف و آشنا تھے، اس کے باوجود اپنے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات خواہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کے دلوں کی راحت رسانی ان کے لئے دل سوزی و فکر مندی میں صرف کرتے۔ اور اس کام کو نوافل و سنن سے بھی زیادہ اہمیت دیتے اور اپنے مریدین و متوسلین کو بھی اس بات کی تاکید و تبلیغ فرماتے اور اس کام میں سخی بلیغ پر آمادہ و تیار کرتے۔

خدمتِ خلق سے افضل اور مفید تر کوئی عبادت نہیں ۱۶
اپنے ایک عزیز مرید بلک خضر رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک
مکتوب میں اس طرح رسم طراز ہیں :

”اے بھائی! جب دنیا صلا التوں اور گمراہیوں میں ڈوبی ہوئی ہے، تمہیں چاہئے کہ اپنے قلم، اپنی زبان اپنے مال و جاہ اور مرتبہ کے ذریعہ جس قدر ممکن ہو ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرو، اور ان کو آرام پہنچاؤ، تمہارے پاس نماز، روزہ اور نوافل کا جو کچھ ذخیرہ موجود ہے، بلاشبہ وہ بہت مفید ہے، مگر اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جائے، بھوکوں کو کھلایا جائے اور ننگوں کو کپڑے پہنائے جائیں یقیناً اس سے زیادہ مفید اور سودمند عبادت تمہارے لئے کوئی اور نہیں۔“

مکتوبات دوسری مکتوب ۴۷

شکستہ تر، عزیز تر ۱۷
ایک دوسرے مکتوب میں انہی مرید کو اس بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اے بھائی! ہمیشہ اسی فکر اور غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگا رہنا چاہئے دنیا کی تمام چیزیں ٹوٹنے کے بعد سیکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل جس قدر شکستہ ہوتا ہے، اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے شکستہ ہیں) اس لئے اے بھائی! شکستہ دلوں کی مدد کرو، کھانے، کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی سے حاجتمندوں کی خدمت کرو در ماندہ اور مظلوموں کو اپنے ہاتھ، قلم، کاغذ

اور زبان سے سہارا دو۔ یہ واقعہ تو تم نے سنا ہو گا کہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو اتنا بڑا مرتبہ صرف ایک مرتبے ہوئے پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ملا۔ کیوں نہ ہو؟ اگر تم نے کسی ضرورت مند مومن کی ایک ضرورت پوری کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری شتر ضرورتیں پوری کرے گا۔“

مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنالو || ملک شمس الدین کو ایک مکتوب میں اپنے ملفوظات و مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنانے اور اس کے فوائد و ثمرات سے فیضیاب ہونے کے اصول و طریقہ کار کی و مناحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں، انھیں آداب کے ساتھ مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعت اور قوت کی مطابق عمل کیجئے اس قانون کے تحت قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ اقلیم احد اللسانین ملفوظات و مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں کرو کہ (گویا) اس فقیر کی زبان سے سُن رہے ہو۔“

مکتوبات دُوسری کے ایک خط میں حضرت مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات مبارک کی اہمیت و قدر و قیمت اور قوت تاثیر کے بارے میں نہایت پر جوش انداز ہے جو باتیں رسم فرمائی ہیں، وہ آپ کے اس دل شکستہ کی صحیح ترجمان ہیں جو حق تعالیٰ سے ہی سُنتی اور دیکھتی ہیں، اور اسی کے عشق و محبت کے درد و سوز کی ایک جھلک ہیں جو آپ کے قلم مبارک سے صفحہ قرطاس پر نقش ہو کر خدا کے بندوں کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر مضبوطی کے ساتھ صحیح طریقہ سے چلنے کی دعوت دے رہی ہیں۔

میری باتیں قصہ اور افسانہ نہیں ہیں || برادر عزیز! جو کچھ میں تمہیں لکھتا رہا ہوں، اسے حضوری دل کے ساتھ پڑھتے

رہو۔ عادتاً نہیں۔ اس لئے کہ یہ قصہ اور افسانہ نہیں ہے۔ تنہائی میں مطالعہ کرو اور بہتر ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ بزرگانِ طریقت نے جو مجاہدے اور کام کئے ہیں جب ہم ان کو نہیں کر سکتے تو ان کے ملفوظات اور ان کی کتابوں سے ہمیں کیا فائدہ۔ انھوں نے

جواب دیا کہ شاخ طریقت کے مکتوبات و کلمات روئے زمین پر خدا کے لشکر کی حیثیت رکھتے ہیں اس کو جو شخص پڑھتا رہے گا اگر وہ شیر ہے تو شیر نہ ہو جائے گا اور اگر نامرد ہے تو مرد ہو جائے گا۔

مکتوبات دوسری کے مکتوب ۱۲ میں دوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے || اپنے مکتوبات کے پڑھنے، لکھنے اور

اس کی ترویج و اشاعت میں دلی شوق و محبت کے ساتھ کوشش کرنے والوں کو حوصلہ و ہمت اور دونوں جہاں میں ان کو سعادت و خوش بختی کا مزدہ جانفزا دیتے ہوئے انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ یوں تحریر فرماتے ہیں :

”اے بھائی ! اسی طرح اپنا حال برابر لکھا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی لکھنا ممکن ہے بہانہ بن جائے، میرے اور تمہارے نصیب میں لکھنے اور پڑھنے کے سوار کھا ہی کیا ہے شاید یہ لکھا ہوا کسی کے کام آئے، اور وہ ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے مجھ کو اور تم کو (حق سبحانہ تعالیٰ) قبول کر لیں اسکو بھی کم نہ سمجھو ”دوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے“ درماندہ لوگوں کے لئے کام کی شرط ہے۔“

مکتوب ۱۲

خلاصہ یہ کہ آپ جو کچھ لکھتے اور فرماتے اس کا مطلوب و مقصود خالصاً رضائے الہی و خوشنودی رسول ہوتا۔ ناموری و شہرت کو اس میں قطعاً دخل نہ ہوتا کیونکہ زیادہ شہرت و نیک نامی کو ”شیطان کی شہرت“ پر قیاس کرتے ہوئے خائف رہتے۔ حضرت مخدومؒ کے دورِ حیات میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے ملفوظات و مکتوبات اور فرمودات سے لوگوں نے اپنے لئے رہبری و رہنمائی اور چراغِ راہ کا کام لیا وہ اس طرح ہے

ناقصاں را پیرِ کامل کا ملاں را رہنما

خانقاہوں میں باقاعدہ آپ کی کتابوں کے درس کا نظم کیا گیا، شیوخ کبار نے خلوت نشیں ہو کر اس کا مطالعہ کیا۔ اور حقیقت میں آپ کے اقوال و کلمات نے، ایک پیرِ کامل کی طرح لوگوں کی اس طرح رہبری و رہنمائی کی کہ بے شمار لوگوں کی دین و دنیا سنور گئی، باطل و گمراہ کن خیالات کے متاثر مردہ ذہنوں میں نئی جان پیدا ہو گئی، اور سب سے بڑھ کر بے شمار سالکین راہ و طالبین معرفت نے

اس کی روشنی میں اپنی مراد و منزل کو پالیا، گذشتہ سات برسوں سے بیشمار لوگ حضرت مخدوم جہاں کی کتابوں سے فیضیاب ہوتے آرہے ہیں، لیکن موجودہ وقت اور حالات میں جبکہ اُردو زبان جس میں کافی حد تک ہمارا قدیم دینی و علمی اور ثقافتی سرمایہ منتقل ہو چکا ہے اس کے بھی روز بروز ہمارا تعلق ختم ہوتا جا رہا ہے، ایسی صورت حال میں اصل عربی اور فارسی زبانوں میں کتابوں کی طباعت قطعاً مفید و سودمند نہیں ہو سکتی، شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی دینی و اسلامی تعلیمات کا پیش قیمت ذخیرہ ہمارے بزرگوں نے بطور وراثت ہمارے لئے رکھ چھوڑا ہے، خواہ وہ ارشادات کی شکل میں ہو یا ملفوظات و مکتوبات کی صورت میں اس کو جلد از جلد مختلف زبانوں میں فوراً منتقل کیا جائے، اس سلسلہ میں اگر مقامی زبانوں میں بھی ترجمہ کی صورت نکل آئے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیئے، جیسا کہ کچھ دنوں پہلے بنگلہ زبان میں مکتوبات صدی کے ترجمہ سے لوگوں کو کافی فائدہ پہونچا ہے۔

حضرت مخدوم الملکؒ اور آپ کے خلفائے کبار رحمہم اللہ علیہم کی کتابوں کے اُردو ترجمے اور طباعت کا کام جو کچھ برسوں سے شروع ہوا ہے، الحمد للہ اس نے تو اب ایک تحریک تصوف اسلامی کے نشر و اشاعت کی شکل اختیار کر لی ہے، مکتوبات دو صدی کا اُردو ترجمہ اسی سلسلہ کی ایک روشن اور مبارک کڑی ہے، اور ہمارے جدِ محترم حضرت جناب حضور سید شاہ محمد سجاد فریدیؒ سابق سجادہ نشین مخدوم جہاں کی آرزوؤں و تمناؤں کا یہ وہ حسین خواب ہے جس کی خوبصورت تعبیر اب سامنے آرہی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ انھوں نے اس مبارک کام کی ابتداء اپنے دور حیات میں ہی کر دی تھی، لیکن کام اب بھی بہت زیادہ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ اپنے محبوبوں کی خواہشوں کو ان کی پیاری پیاری باتوں کو اور ان مخلصانہ کوششوں کو بولوگوں کی رہبری و رہنمائی کا بہترین ذریعہ میں ضرور پائے تکمیل و مقصد تک پہونچائے گا۔

آخر میں ہم اپنی طرف سے اور مکتبہ شرف کی طرف سے مترجم کتاب جدِ محترم جناب سید شاہ قسیم الدین احمد فریدی صاحب مدظلہ کے خلوص و محبت اور ان کے بے پایاں احسانوں کا ذکر کرنا اپنی سعادت تصور کرتا ہوں جنہوں نے اپنی پوری زندگی خاتقاہ اور مخدومیات کے وسیع علمی ذخیرہ کی خدمت میں صرف کر دی، ترجمہ کی شروعات سے تکمیل کے مرحلے تک جس لگن و شوق اور جذبہ خلوص کا اظہار ہوا اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مکتوبات دو صدی کے کسی قلمی نسخوں کا

ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا اور پھر مخطوطات میں کئی جگہ کاتبوں کی ایسی غلطیاں جس سے ذہن الجھ کر رہ جائے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت مخدوم جہاں کی فکر و طرز اسلوب کو سامنے رکھ کر صحیح مفہوم کو ادا کرنا بے حد مشکل کام تھا، جس کو انھوں نے نامساعد حالات اور خرابی صحت کے باوجود بحسن و خوبی انجام دیا۔ میں جب کبھی ان کے پاس حاضر ہوتا اور انھیں متن کتنا کا ترجمہ جس تیزی سے کرتے دیکھتا تو مجھے بے حد تعجب ہوتا لیکن فوراً یہ بات آشکارا ہو جاتی کہ مکتوبات مبارک کے الفاظ و معانی، اس کی لطیف و بلیغ عبارت، نادر نکات اور تعبیرات کا برمحل استعمال اور اس کا حسین امتزاج جو بلاشبہ قدیم عالمی ادب اسلامی کے انمول نمونوں میں شامل ہے، جس سے ان کی ایسی ذہنی ہم آہنگی ہو چکی ہے کہ پھر ترجمہ کے وقت ان کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں ہوتی۔ تقریباً پندرہ سو صفحات پر مشتمل ترجمہ کے مسودہ کو خود ہی خوشخط نقل کر کے کاتب کو دینا۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کو حضرت مخدوم جہاں اور ان کی کتابوں سے انتہائی عقیدت بلکہ جنون کی حد تک شغف و محبت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، میرے لئے ترجمہ کے متعلق کچھ کہنا گویا اپنے ہی گھر کی تعریف یا تحقیر اپنی ہی زبان سے محمود نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ اب تو یہ آپ کے سامنے ہے، اچھا ہے یا برا بہر حال ترجمہ ترجمہ ہے اصل کہاں؟ لیکن عبارت آرائی تصنع اور خوشنما الفاظ کی سجاوٹ سے الگ ہٹ کر جو قطعاً مقصود نہیں ترجمہ کو اصل متن کا پورا پورا فیضان اور تاثیر کا مجموعہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔

ترجمہ کے بعد کتابت کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر کتابت شدہ اوراق میں جو غلطیوں کا انبار نکلا اس کی درستگی اور ترتیب میں کافی وقت ہوئی اور بہت زیادہ وقت لگا جس کی وجہ کر طباعت میں کافی دیر ہوتی گئی، جوں جوں تاثیر ہوتی رہی لوگوں کا اصرار بھی اسی قدر بڑھتا رہا لیکن اب کسی طرح کا عذر قابل عذر نہیں ہوگا۔

کتاب کی طباعت کے موقع پر خانقاہ مجیبہ پھلواڑی شریف کے موجودہ سجادہ نشین مدظلہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے نایاب کتب خانہ سے مکتوبات دوسری کا ایک قدیم نادر تسلی نسخہ جو ۲۰۸ خطوط پر مشتمل تھا بڑے خوش دلی کے ساتھ دیا جس سے ترجمہ کے وقت کافی مدد ملی اور آسانی ہوئی۔

مکتوبات دُوضدی کے کتابت شدہ اوراق کی تصحیح، درستگی اور ترتیب میں جن لوگوں نے میرا تعاون کیا اُن کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں خاص طور سے برادر عزیز مولانا کفیل احمد ندوی سلمہ کا جنھوں نے بڑے شوق و محبت کے ساتھ اپنا قیمتی وقت دیا اور بڑی محنت کی، اسکے علاوہ اُن بھی لوگوں کے لئے دعا گو ہوں جنھوں نے اس عظیم الشان کام کی ابتدا سے لیکر تکمیل طباعت کے مرحلے تک قدم قدم پر رہنمائی کی اور اپنا قیمتی تعاون دیا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک بار پھر اخلاص کے ساتھ دعا گو ہوں کہ ہم سبھوں کی اس ناپتیز کوششوں کو جس کا شمار کسی نیکی میں تو نہیں، لیکن نیکی کی نقل میں ضرور ہے سمجھ کر قبول فرمائے اور اس کھوٹے سگے کو اصل بنا کر اپنے خزانہ رحمت سے ہم سبھوں پر اپنی رحمت کا ملہ نازل فرمائے۔ اور اُس کام سے دُور رکھے جس میں اس کی رضا شامل نہ ہو۔ اور اس ترجمہ کو عامۃ المسلمین کی رہبری و رہنمائی کا ذریعہ بنادے۔ (آمین)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا، وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

خانقاہ فردوسیہ نمبر ۱۸ لندن الشریط کلکتہ ۱۲

۴ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۹۳ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ محبت

(انس: عزت مآب گورنر بہار محمد شفیع مدیح قریشی)

اس کے مختصر سی عبارت میں حضرت مخدوم جہاں کی سیرت نگاری اور شریعت و طریقت پر مبنی اُن کی اس گہر بار تخلیق کا احاطہ و تبصرہ تو ممکن نہیں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ انھوں نے رستم فرمایا ہے۔ اُس سے شریعت و طریقت کی حقیقت و غایت اور صوفیائے کرام کا کام و مقام مکمل طور پر سامنے آجاتا ہے واقعہ بھی یہی ہے کہ تصوف، شریعت و طریقت کی روح اور جوہر ہے اور صوفیائے کرام اس بیش بہا و بیکراں سرمایہ کے امین و محافظ ہیں اور اُمت نبویؐ اپنے دینی تشخص کے لئے کبھی تصوف اور صوفیائے کرام سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لئے جو انتظام فرمایا ہے۔ اس میں صوفیائے کرام کا تسلسل بھی شامل ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کی دینی شخصیت ان کے نمایاں صفات، ان کا اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق باللہ۔ خلوص و محبت، فیض و تاثیر۔ معرفت و سلوک اسی سلسلہ تحفظ میں شامل ہیں۔

حضرت عمر بن عثمان مکیؓ کے نام مکتوب میں ایک مقام پر حضرت جنید بغدادیؒ نے رستم فرمایا ہے کہ تم احتیاط کا لبادہ اوڑھ لو اور خدا کی خاطر اپنے نفس کے محاسب بن جاؤ۔ یہی پیغام حضرت مخدوم جہاںؒ کا بھی ہے۔ کیونکہ آج باطن کو آباد کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ہمارا غافل معاشرہ بدستور مادیت سے پامال ہو رہا ہے۔ اقدار سیال ہو گئے ہیں۔ انسان ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا ہے۔ اور مستقبلِ مخدوم ہے۔ اس صدی کے آغاز میں ہی جدید ترکی کے فلسفی ضیاء گو کالب نے انسان کو محفوظ رکھنے کے لئے تصوف کی رہنمائی کو ضروری بتایا تھا۔ برٹنڈرسل نے بھی اس امر پر اصرار کیا ہے کہ مشنِ معاشرے سے پناہ تصوف میں ہی ہے۔

کیونکہ انسان دراصل جسم سے نہیں بلکہ اپنے شعور کے باعث زندہ رہتا ہے۔ اور صوفیانہ شعور ہی انسان کو مادی استحصال اور مشینی کلچر سے آزاد کرتے ہوئے بہتر مستقبل کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ کیونکہ تصوف انسان کے عجز و انکسار کو فروغ دیتا ہے۔ قلب اور ضمیر کی تاریکی کو دور کرتا ہے۔ اور سرکش و گمراہ ہزار کی نگرانی کرتا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے شریعت و طریقت کے توازن و امتزاج کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

ان کی تحریر بابرکت سے یہ مترشح ہے۔ ”مونس المریدین“ کی سوئس میں مجلس میں حضرت نے حضور اکرمؐ کے اس ارشاد پر اصرار فرمایا ہے کہ شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال۔ جب تک شریعت حاصل نہ ہو طریقت درست نہیں۔ مزید وضاحت آئی کہ وضو کرنا شریعت ہے اور شب و روز با وضو رہنا طریقت ہے۔ نادر مکتب کے اس مجموعہ میں خود احتسابی اور نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنے کے اہم ابواب کے علاوہ علم و دانش اور صحبت با اہل دل پر بھی حضرت مخدومؒ نے اصرار فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہد و ریاضت کرتا رہے۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی برسوں بے وضو نماز پڑھتا رہا ہو اور بغیر ایمان لائے ہوئے (یعنی کافر) قرآن کی تلاوت کرتا رہا ہو۔ اس صحیفہ بابرکت کا ترجمہ سلیس، سادہ، بامحاورہ اور فکر انگیز ہے۔ جناب شاہ قسیم الدین صاحب نے اس ترجمہ سے صدقہ جاریہ کا فخر حاصل فرمایا ہے اور شاہ محمد سیف الدین فردوسی صاحب نے ان مکتوبات مطبوعہ کو ترتیب دے کر اہل ایمان کے لئے روشن مستقبل کے امکانات واضح کئے ہیں۔

میری دعائیں ہیں کہ خداوند کریم ان کی مساعی کو قبول فرمائیں اور جزائے نیر عطا فرمائیں اور یہ متبرک مجموعہ ہم سبھوں کے لئے حاضری و حضوری کا وسیلہ شرف ہو۔

امین!

محمد شفیع قریشی عفی عنہ
اررہضان المبارک ۱۴۱۳ھ راج بھونٹ

ابتداء کے دو حرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلیاً

مکتوبات دُوحِدی، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد سہمی منیری قدس سرہ
محتاج تعارف نہیں۔ اصل کتاب دو بار طبع ہو چکی ہے دونوں مطبوعہ ۱۵۴۲ مکتب پر
مشمول ہے لیکن حقیقتاً یہ ۲۰۸ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۱۵۴۲ مکتوب کے بعد کا حصہ مخطوطہ ہے
اور کیا ہے۔ یہ ترجمہ کامل و مکمل کتاب کا ہے۔ اس کے ترجمہ کے لئے اعزہ اور احباب
کا اصرار تھا۔ ترجمہ کا یہ کام میں نے کسی کی خاطر نہیں کیا ہے اور نہ جلب منفعت کے لئے، نہ
کسی معاوضہ کی طلب میں نہ نام و نمود و شہرت و داد و تحسین کے لئے نہ کسی ادارہ و مکتبہ کیلئے
اور نہ اس خیال سے کہ میں نشر دین کا کوئی کام کر رہا ہوں۔ ان جملوں کے لکھنے کے وقت میرا دل
لرز رہا ہے کہ میں نے حضرت مخدومؒ کی کتابوں میں حدیث بالمعنی دیکھی ہے۔ دقائق الرباء
والشہوة الخفیہ کے ضمن میں حضرت مخدومؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:
”دُرّے کی سب سے بڑی چیز جس میں اپنی اُمت کے لئے دُرّتا ہوں ریا
کے دقائق اس کی باریکیاں اور پوشیدہ و بہناں خواہشیں ہیں اور یہ اس
درجہ پھی ہوئی ہیں کہ جیسے کالی رات میں کالے پتھر پر کالی چوٹی سیٹ گئی ہے
اسی طرح آدمی کے اندر ریا کے خفی اور خواہش پنہاں داخل ہوئی ہیں۔“
اسی سے ظاہر ہے کہ جب سالکین راہ اس کی شناخت سے عاجز ہیں تو یہ خاکی و خامر کس
شمار میں ہے۔

یہ لکھنا اور پڑھنا میرا ذاتی ذوق ہے اور میری بیکاری کا ایک مشغلہ ہے جسے میں طاغوت
سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے حضرت مخدوم جہاں کے کلمات الٰہی میں دیکھا ہے۔

”جو چیز تمہیں اسس کی یاد یعنی ذکر و فکر سے باز رکھے وہی تمہارا طاغوت ہے
خواہ وہ بڑی سے بڑی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔“

میرا حال ایک شرابی کا ہے جو شراب نوشی کو گناہ تو سمجھتا ہے مگر پھر بھی وہ پئے جارہا ہے اسکے
بغیر اسے چین نہیں۔ یہ ایک نشہ ہے۔ اگرچہ منہف پیری نے اس لائق بھی نہیں رکھا ہے لیکن
بقول غالب :

ع رہنے دو ابھی سا غر و مینا مرے آگے

اب بس کا جی چاہے میرے اس تکلیف میں شریک ہو جائے۔ پے تو ساقی کی عطا کا پیالہ ہی
حضرت مخدوم جہاں کے میخانہ کے بادہ خوار اپنی پیاس بجھالیں اور اس بادہ تاب سے سرشار
ہو جائیں۔ یہ اور بات ہے۔ اگر کسی کا وقت خوش ہو جائے تو وہ اس فقیر کی مغفرت کے لئے
دُعا کر دیں۔

والسلام

جارو بکش استانہ مخدوم حسین نوشہ توحید بنی قمر

سیم عفی عنہ

۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء



دیس بچہ

ان

جامع مکتوباتِ صدیِ حاضر اشرف ابن کثر رحمہ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مشائخ کو توفیق دی ان اسرار کے کھولنے کی جس کا کھولنا جس حد تک جائز ہے اور مریدوں کو ان کی کوشش اور اختیار کے ذریعہ ان اسرار کے قبولیت کی روزی ارزانی فرمائی ان مشائخ کے انفاس طیبہ کی برکتوں کے وسیلہ سے نفس اور شریروں کی شرارتوں سے ان لوگوں کی حفاظت کی طرح طرح کے انوار و کشف کے ذریعہ ان کے دلوں سے حجاب دیر دے اٹھا دیئے۔ درود اس کے نبی اس کے رسول محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل و اصحاب و امت ابرار پر۔

تم جانو! اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت فراوان بخشے اور تحصیل علم و عمل کی توفیق بے پایاں دے سو مکتوب (یعنی مکتوباتِ صدی) کی تالیف کے بعد جو قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ کے نام ہے اور وہ نسخہ شہرت پذیر ہو کر مشرق و مغرب میں پہنچ چکا ہے اب یہ دوسرا مجموعہ دو سو چند مکتوب مرغوب کا جو مطارب و مقصود (حق تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت محسن دمناد مولانا شیخ زان سبب امن و امان شریعت کے نکات و بایکویں کے نکتہ دان، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے، لوگوں سے ظاہری احکام بیان فرماتے والے بڑے بڑے اہل اللہ و باطنی اسرار و رموز کے کھولنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہوں کو زندہ کرنے والے، احادیث مصطفویٰ کو ظاہر زمانے والے، بدعتیوں کے دین کو مٹانے

والے پر ہیزگاری و پارسائی کے دین کو قائم کرنے والے، بلند بالا درجات پر پہنچنے والے،
 اعلیٰ و ارفع نعمتوں کے پانے والے، گناہ کی تازیکیوں سے تار یک دلوں کے قلوب کو روشن
 و منور فرمانے والے، حشر میں غاٹی اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی
 اللہ تک پہنچانے والے، نداء پکار کے دن لوگوں کے کام آنے والے، اگلے تمام بزرگوں کی
 یادگار، تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون؟ شرف الملتہ والدین احمد بن حنبل، یحییٰ بن سیر، (اللہ
 سرہ العزیز) جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ موڑ لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر
 سے مسلمانوں کو فیضیاب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالا مال کرے۔

قطرہ

(وصف و مدح محمد میں)

شکر ہا می کنم بدرگہ حق گرچہ شکرش نہ کار آساں است
 میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہزاروں ہزار شکر کرتا ہوں گرچہ اس کا شکر بجا لانا آسان کام نہیں ہے
 در میان مشایخ و علماء ذات پاکش چو مہر تاباں است
 علماء مشایخ کے درمیان آپ کی ذات پاک آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن ہے
 کاندیں عصر پر ز کفر و جہل گفت او محض راہ ایماں است
 کفر و جہالت سے بھرے ہوئے اس دور میں آپ کے کلمات ارشادات خاص ایمان کی راہ ہیں
 ہر چہ در راہ دیں شود مشکل صد عبارت ز بانش گویاں است
 دین کی راہ میں جتنی مشکلیں ہوں آپ کی زباں مبارک سو غماں سے اسے بیان فرما کر حل کر دیتی ہے
 وصف او در زباں نمی گنجد ہر چہ گویم ہزار چن داں است
 آپ کی توصیف زباں سے ادا نہیں ہو سکتی جس قدر بیان کروں اس سے ہزار گونہ زیادہ ہے
 خواستم تا ز صدیکے گویم گفتن صدق کار مرداں است
 میں نے چاہا تھا کہ میں سے ایک حصہ بھی بیان ہو جائے لیکن صدق میں گفتگو کرنا مردوں کا کام ہے
 بات فغیب در سخن آمد کار تو نیست کار خاصاں است

غیبی فرشتہ نے آواز دی یہ تمہارا کام نہیں یہ خاصان خدا کے کام ہیں
 باوجود ملوثی بہ گناہ باو پاکاں بکن کہ باداں ست
 گناہ میں ملوث ہونے کے باوجود پاک نفوس کا ذکر کرو کہ ذکر یہی ہے
 صفت اولیا خدا کردہ است ذکر شان در قراں فراداں ست
 اپنے اولیاء کی صفت خود خدا نے کی ہے قراں کریم میں ان کا ذکر بہت زیادہ ہے
 وصف خود گر کند ز جہل بود کود کے کو بچہاہ زنداں ست
 اگر کوئی اپنی جانب سے وصف بیان کرے تو یہ حیات ہوگی اسکی مثال انس کی ہے جو کنواں میں بند ہو
 مادھاں راز مجلت و صفش لب گزیدہ بہ زیر دنداں ست
 آپ کی توصیف کے بیان میں اپنی ناکامی کی شرمندگی سے مدح کرنا والے ہونٹھ دانوں کی بچے دباے ہیں
 بانوں و علوم کا ندریں عصہ پیش فضلش نہادہ دنداں ست
 اس دور کے علوم و فنون کے ماہرین آپ کے فضل کے آگے عاجز و لاچار ہیں
 دوستاںش مدام در خندہ زان سودش ہمیشہ گریاں ست
 آپ کے محبین ہمیشہ خوش و خرم ہیں اور حاسدین حسد سے غمزہ رہتے ہیں
 اشرف رکن مدح او کند وصف آں ذات کار پاکاں ست
 اے اشرف ابن رکن تو مخدوم پاک کے مدح کی جرات نہ کر اس ذات کی توصیف پاک نفوس کا کام ہے
 اے خداوند خاکیا لیش کن بر سرم کاں نہ لائق آں ست
 اے خدا تو مجھے ان کے تلوں کی خاک بنا دے کیونکہ میرا سر اس خاک پاک کے لائق نہیں ہے
 ہذا تفسیر بندگی ہر دم می بخوابد چو زان پشیاں ست
 بندگی میں ہر لمحہ تصور و کوتاہی کی معافی چاہتا ہے کیوں کہ بندہ اس کوتاہی سے شرمندہ و پشیمان ہے
 گر قبول افتدش عجب بود صفت لازمیش احساں ست
 اگر آپ کی جناب میں یہ قبول ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ احسان و جلال الہی کی لازمی صفت ہے
 بر امید قبول حضرت اد روز و شب زیر پائے دربان ست
 اس در اقدس پر قبولیت کی امید میں رات دن دربان کے قدموں میں پڑا ہوا ہوں
 گشت آزاد ہر کہ شد بندہ بر درش گر چہ شاہ شاماں ست

آپ کے در پر اگر کوئی شہنشاہ بھی آپ کا بندہ ہو جاتا تو وہ دونوں جہاں سے آزاد بے پردہ ہو گیا
 جسے آتے رفت اندر میں گشتی زیں سبب جاں چو بید لرزاں ست
 اس طرح و نقبت میں اپنی ہمت صلاحیت ختم ہے اسی سبب سے جاں بید کی طرح لرز رہی ہے
 وہ تو توفیق بر نوشتہ شیخ

اے خداوند ہر چہ شایاں ست

اے خدا تو شیخ کے ان مکاتیب کے اسرار و معانی کی سمجھ اور اس پر

عمل کی توفیق عطا فرما جیسا کہ اس کے شایاں نشان پر

یہ مکتوبات تدبیراً مختلف وقتوں اور متفرق مواقع میں اپنے مقام سے نزول فرما کر یعنی
 اپنے علم کے اندازہ کے مطابق نہیں بلکہ مکتوب الیہ وسائل کی فہم کے بقدر اپنے قلم مبارک سے
 تحریر میں لاتے اس کے خواستگاروں، خواہشمندوں، طالبوں کے پاس بھیجنے کا حکم فرمایا ان
 میں سے کچھ خطوط مریدوں کے پاس اور کچھ معتقدین بارگاہ کے پاس کہ جو شیخ کی خدمت اقدس
 و مجلس شریف کی حاضری اور محسوس سے محذوم کے کلمات لطیف کے سننے سے بوجہ دوری محذور
 تھے ان میں سے ہر ایک شخص کسی نصیب یا شہر میں تھا اپنے اپنے مسکن سے اپنے حال کی اتاری،
 انتہائی بیچارگی اور اپنی دورافتادگی کا اظہار بذریعہ عرضی یوں کیا کہ یہ در ماندگان عاجزان
 تعلقات کی زیادتی اور اسباب و سبب آمد و رفت کی کمی کی بنا پر آستانہ عالیجناب اور بارگاہ
 نزت مآب تک نہیں پہنچ سکتے وہ لوگ جواہل و عیال کے کھانے کپڑے کی فکر میں گرفتار ہیں وہ اس
 سے کلیتاً نکل بھی نہیں سکتے۔ اگر غیبی علوم اور لاری معانی و نکات سے کچھ اپنے قلم مبارک سے
 تحریر فرما کر ہم زمانہ کے قیدی اور فریبی نفس کے گرفتار ان جواہر بے نصیبی سے اس آستانہ معظم
 اور بارگاہ کرم سے محروم ہو گئے ہیں جسے اپنی بدبختی کم نصیبی کی علامت سمجھتے ہیں کے پاس
 بھیجنے کا حکم فرمایا جائے تو بمصدق مَن مَنَعَتِ عَنْ النَّظَرِ تَسْلِيًا بِالْأَثَرِ (جو دیدار کی دولت
 سے محروم رہتا ہے وہ آثار و نشانات سے تسلی حاصل کرتا ہے) ہم لوگوں کے لئے مونس و توت
 ہو اور اس کے مطالعہ سے رشد و ہدایت، دولت و نعمت و صورت دین کی راہ میں اور یقین
 کے کاموں اپنا جمال دکھلائے اور نفس، ریاضت و مجاہدہ سے مغلوب ہو جائے راہ دیں کے

سلوک میں جو دشواریاں آئیں وہ ان تحریروں سے حل ہو جائیں اس قول کی بنا پر کہ اَشْفَقَ
 النَّاسُ فِي الدُّنْيَا وَارْتَحَمَهُمْ فِي الْعُقْبَىٰ مَشَارِخُ كَرَامِ دُنْيَا میں لوگوں پر انتہائی شفقت
 اور عقبیٰ میں بہت بڑے مہرباں ہوتے ہیں ان کی اس درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا اور چند
 سطروں پر مشتمل مکتوب ہر ایک کے حالات، وقت و ضرورت کے لحاظ سے اپنے دست مبارک
 سے ارقام فرماتے اور ان لوگوں کے پاس بھیجنے کا حکم دیا کرتے اور بعض ایسے لوگوں کو بھی ان کی
 درخواست کے بغیر یہ دولت بخشتے جو حق خدمت رکھتے تھے اور کچھ حادثے اور واقعات
 سخت ان پر آپڑے یہ اس لئے تھا کہ شدت ابتلا سے مغلوب ہو کر حد شرع سے نہ گذر جائیں
 ان آیات و احادیث، حکایات و کلمات کو پڑھ کر سن کر قوت پائیں ہر طرف جانے والوں
 کی معرفت یہ خطوط ارسال فرمائے جاتے۔ یہ خدمت گار بلکہ آستانہ عالیہ کی خاک نے ان
 مکاتیب کو جو بعض عزیزوں کے ہاتھ کے نقل کئے ہوئے تھے اور وہ سب جو خود حضرت مخدوم
 کے دست مبارک کا تحریر کردہ تھا نقل کے لئے مانگ لیا مکتوب طویل ہوا مختصر ایک رقعہ کی
 مقدار میں ہو، مکتوب ہی ہوتا ہے کیوں کہ اعتبار معانی کا ہے لفظ کا نہیں ان خطوط کا لکھنا
 نے اپنے اوپر لازم کر لیا اور اس کے کسی حصہ کے ضائع کرنے کو جائز نہیں سمجھا اس لئے کہ اگر
 اللہ تعالیٰ کے کلام پیغامبر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ضائع کرنا جائز
 ہوتا تو مشاریخ رحمہم اللہ کے کلمات کا بھی ضائع کرنا درست ہوتا۔

چنانچہ ماہ جمادی الاول کی پہلی تاریخ سے ماہ رمضان المبارک ۱۲۶۹ھ کی آخری تاریخ تک
 اس فقیر نے جو کچھ حاصل کیا سب اس مجموعہ میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد اگر کوئی اور چیز کسی کے نام تحریر
 فرمائی گئی ہو اور وہ اس بندہ کے ہاتھ آئے اور اس کے لکھنے کی توفیق ہوئی تو اس کا ایک مجموعہ
 اور جمع کر دے گا تاکہ جب کسی مومن کو یہ دولت سرمدی اور سعادت ابدی ملے اور توفیق اس کے
 شامل حال ہو تو ان خطوط و مکاتیب سے بہرہ ور ہو اور بقدر امکان ان سب پر عمل کرے امید ہے کہ ان
 بزرگوں کے طفیل میں کامل حصہ ملے گا ذَالِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ۔ (اللہ جس کو چاہے
 اپنے فضل سے نوازے) مصرعہ۔ وَالْاَرْضُ مِنْ حَرَامِ نَصِيْبُ۔

شرقا کے شراب کے پیالہ کا ایک حصہ زمین کو بھی ملنا ہے
 (اشرف ابن رکن)



مکتوب ۱

دین کی راہ اور یقین کی درستی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز شیخ عمر ساکن قصبہ انگلی۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔
جانو! پیغمبران علیہم السلام کی مثال طبیعوں کی ہے آدمیوں کی مثال بیماروں کی
ہے اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانہ کی ہے وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (ہم نے قرآن میں مومنوں کے لئے شفا و رحمت نازل کی ہے) آدمیوں کی تمام مختلف بیماریوں
کے لئے معجونوں اور شربتوں کی تشریح ہے مَا فَتَرْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ یَّعْنٰی عَسَلَوْا
دین و دنیا سے عجبی چیزیں درکار ہیں اس میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں
ہم نے نہیں کیا ہو۔ لیکن جب تک کوئی شخص دین کی رافطے کئے ہوئے نہ ہو اور کاموں کی
حقیقت تک اُس کی نگاہ پہنچی ہوئی نہ ہو وہ اسے نہیں جانتا ہے۔

خوشید نہ مجرم ارکے نابینا است

(اگر کوئی اندھا ہے تو اس میں آفتاب تصور مار نہیں)

اے بھائی! خداوند تعالیٰ کی راہ چلنا یہ بے انتہا اہم کام ہے۔ ہاں دل کی طاقت
اور قوت سے اس راہ میں چل سکتے ہیں۔ اور دن کی سعادت و شقاوت مرض و صحت کے لئے
روائیں ہیں کہ جسے طبیان دل ہی جانتے ہیں وہ اطباءے دل پیغمبران علیہم السلام ہیں۔

ان کے بعد علما، آخرت میں کہ جو پیغامبران علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں اور نبوت حضور
خاتم النبیین جسے اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی ہے۔ ہمیں، تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو اہم
ترین ہمتا درپیش ہیں (اس ہم کے حل ہونے کی یہی صورت ہے) کہ کسی ایسے صدیق وقت
کی جھڑتوں کی خدمت کریں جو دین کی راہ طے کئے ہوئے ہوں اس کام کی حقیقت سے بنیاداً گاہ
ہوں ایسے کہ وہ دلوں کی بیماریوں کے طبیب کا بل ہو چکے ہوں۔ اسی کو کہا ہے۔

راہ دور است و پز آفت اسے پسر راہ و رومی بسا ید راہ بر
کو رہرگز کے تواند رفت راست بے عصا کش کو رہر رفتن خطا است
(اسے عزیز راہ لمبی ہے آفت سے بھری ہوں۔ ایسے میں اس راہ کے چلنے والے
کے لئے راہ مبتلانے والا ضروری ہے۔ اندھا کب راہ چل سکتا ہے اندھے کے لئے
بغیر لٹھی پکڑ کر چلانے والے کے راہ چلنا ہی خطا ہے۔)

گر ترا در دست پیر آید پدید قفل در دست را کلید آید پدید

(اگر تجھے در دہے اور کوئی پیر مل جائے، تو یہ سمجھ لے کہ تیرے درد کی دوا تجھے مل گئی۔)

عالم حقیقت میں یہی لوگ ہیں نہ وہ کہ جن کو لوگ عالم کہیں یا عالم جانیں روایات کو
یاد کر لینے والے، اقوال نقل کرنے والے، بحث و مباحثہ، جھگڑا و تکرار کرنے والے دوسرے
ہوتے ہیں ان کی مثال مثلہم کمثل الحماد یحمل اسفاً (اس گدھے کی جیسے پر بیت
ساری کتابیں لدی ہوئی ہوں) علماء آخرت اور ہی لوگ ہیں مثلہم کمثل الانبیاء (ان کی مثال
انبیاء کی ہے) جیسا کہ ہمارے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے علماء امتی کانبیاء
بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) خواجہ فضیل غیاض رحمۃ اللہ علیہ
کا قول ہے وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَكَهْنٌ يُظِلُّ فِي أُمِّهِ (کوئی نبی ایسے نہیں جن کی نظیر ان کی امت
میں نہ ہو) کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

پیر رہ کبریت احمد آمد است سینہ ادب بحر اخضر آمد است

پیر ہم بست این زماں پہاں شدہ ننگ خلقاں دیدہ از خلقاں شدہ

(آن گل پیران طریقت سرخ گندھک ہیں، ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔ اس زمانہ میں پیر

نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لوگ ان کی گدڑی کو حقارت سے دیکھتے ہیں تو وہ گدڑی میں چپک گئے ہیں)

ہمارے تمہارے اور ہم جیسے اور دوسروں کی مرشد سے یہ ممکن نہیں کہ کوئی حرکت
وسکت کوئی فعل و عمل خاصاً اللہ کے لئے وجود میں آئے۔ ہاں مگر کوئی کام جو کسی صاحب وقت
کے حکم سے ظہور میں آئے وہ کام یقیناً طاعت ہی ہوگا اور ایسی طاعت جو مقبول ہو سیکن یہ
قبولیت ہمارے سبب نہیں بلکہ ان بزرگ کی قرا تیر داری کے طفیل ہوگی۔ صاحب وقت
بزرگ یقیناً عزیز ترین ہمارے ہوتے ہیں اور حیب وہ عزیز ہیں تو طفیلی بھی بلاشبہ عزیز ہوں گے۔
فَاَسْعَاؤُا اَحَدًا لِّدِكْرٍ اَوْ اَحْكَمٍّ لَا تَعْلَمُوْنَ (دکرا کو اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے معنی علم کو علم
واہوں سے پوچھو) عوام کے لئے شیع کا یہ حکم ہے کہ عوام جو کچھ بھی کریں وہ کسی صاحب روزگار بزرگ
کے حکم سے کریں اگر صاحب وقت معنی سیر کے حکم سے کریں گے تو اگرچہ وہ کام غلط ہی کیوں نہ ہو اخذ
نہیں ہوں گے اس پر ان کی پکڑ نہیں ہوگی بلکہ ثواب ملے گا۔ اگر اپنی رائے خواہش سے کریں
گے تو اگرچہ وہ کام ثواب ہی کا کیوں نہ ہو گنہگار ہوں گے اور اس پر سختی ہوگی۔

اس کی یہ اصل ہے کہ خواہ اس اپنے علم و اجتہاد پر مامور ہیں وہ اپنے علم و اجتہاد پر
کام کریں سیکن عوام کو یہ حکم ہے کہ وہ خواہ اس کے علم و اجتہاد پر کام کیا کریں اس لئے کہ جو
چیز اپنی خواہش و مراد پر کی جائے وہ ہوا و ہوس ہوگی دین نہیں۔ ہوا و ہستی دوسری چیز
ہے خدا پرستی دوسری چیز۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی عالمی ایسی مسکن کو قبل
دخول طلاق دیدیتا ہے اس پر اتفاق ہے کہ اس عالمی کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ
ایک ایسے عالم کی طرف رجوع کرے جس کے متعلق اس کا گمان غالب ہو کہ یہ صحیح عالم ہے
پھر وہ عالم اس مسئلہ میں کہ قبل دخول طلاق ہوئی ہے یہ فتویٰ دیدے کہ وہ ٹوٹا ہے اور اس
کے اس فتویٰ پر اس نے ٹوٹا بھی لیا۔ یہ تمام عالموں کو معلوم ہے کہ یہ فتویٰ غلط تھا
اس کے باوجود اس عالمی کو اس صورت میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کسی عالم سے رجوع کئے
بغیر محض اپنی رائے اور اپنی خواہش سے ٹوٹا لیا تو وہ قطعاً گنہگار ہوگا۔ اگرچہ راہ صواب ہی پر
ہو اور اس کی نظیریں بہت ہیں۔ یہاں یہ روشی سر منساب ہے

کوہ ہرگز کے توانہ رفت راہ : بے عصا کش کوہ راہ رفتن خطاست
ہاں یہاں تمہیں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جو یہی تر طاعت ہے اسے قطعاً کرنا چاہیے
اس میں کسی کے علم کی کیا ضرورت ہے ؟

اے بھائی! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خاطر مبارک میں آیا کہ جو کچھ ان کی ملک میں ہے وہ صدقہ کر دیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں ایسا نہیں کیا؟ اور کیوں یہ نہیں کہا کہ یہ تو طاعت ہے اس میں اجازت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آخر ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی بات عرض کی حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو تاکہ تمہاری ملکیت میں کچھ رہے اس کی مثالیں جماعت کی کتابوں میں بہت ہیں۔ اور یہ باریک نکتے ظاہر بینوں کی نظروں سے بہت دور ہیں۔ دین کے حقائق اور شریعت کے اسرار کا جاننا اہل نظر اور علماء آخرت ہی کا کام ہے ان لوگوں کا ذوق ان کی فہم ہی کچھ اور ہے جیسا کہ کہا ہے

اہل دل را ذوق دہمی دیگر است کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست
ہر کرا آن فہم در کار انگشت خویش را در بحر اسرار انگشت
آبداں فہمے کہ ہم چوں وحی خواست در کلام او سخن گویند راست

(اہل دل کے ذوق دہم ہی دوسرے ہوتے ہیں، ان کی سمجھ دونوں عالم کی فہم سے بالاتر ہے۔ جو

کوئی اپنے معمولات میں اس فہم سے کام لیتا ہے، وہ خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیتا ہے)

جب ان کی فہم وحی کو سمجھ لیتی ہے تو اللہ کے کلام میں جو بھی تفسیر داخل کرتے ہیں ان کی شکاری گفتگو

صحیح و درست ہوتی ہے) اسی لئے اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ مرید سے جہاں تک ممکن ہو سکے وہ جو کچھ بھی کرے پیر کے فرمان کے موافق کرے یہاں تک کہ رمضان کا روزہ پانچوں وقت کی نمازیں کیوں نہ ہوں کیوں کہ اس کو اس کا علم نہیں ہے کہ دین کے اسرار، شریعت کے حقائق جان سکے اس لئے کہ شرع میں کوئی وقت ایسا آتا ہے جب واجب حرام ہو جاتا ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ حرام واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مردار حرام ہے، کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ اس کا کھانا واجب ہو جاتا ہے اور ماہ رمضان کا روزہ جو فرض ہے ایسا وقت آتا ہے کہ اس فرض روزہ کا رکھنا حرام ہو جاتا ہے اگر یقین کے ساتھ یہ جان لے یعنی گمان غالب ہو کہ روزہ رکھنے اور دوانہ کھانے سے ہلاک ہو جائیگا تو اسے کچھ کھا لینا واجب ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شرع میں شراب پینا حرام ہے اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہو جائے جس پر طبیبوں کا بالاتفاق فیصلہ ہو کہ اس مرض کی

دو شراب ہی ہے اگر شراب نہ پئے گا تو مر جائے گا ایسی صورت میں شراب پینا قطعاً واجب ہو جاتا ہے اور تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر شراب نہ پیئے اور مر جائے تو وہ گنہگار۔ پس مختلف ضرورتوں اور مختلف حالتوں اور خاص وقتوں میں احکام بدلتے رہتے ہیں مرید بیچارے کو اس کی کیا خبر کیوں کہ دین کے اسرار اور شریعت کے حقائق کا جاننا اس کا کام نہیں ہے۔ یہ علوم خداوندان بصیرت اور اصحاب قلوب ہی کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نوسیاں را دہند

(پاکبازوں کی غذا نئے نیاز مندوں کو نہیں دیتے۔)

دیکھو بزرگان وقت اور اصحاب قلوب سے اگر کوئی فعل و عمل خلاف شرع تمہیں معلوم ہو تو تمہیں چاہیئے کہ ہرگز انکار پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ یقین کر دو کہ سب صحیح و درست ہے اگر نفس سامنے آئے اور شیطان بہکائے تو اس وقت جناب موسیٰ پیغامبر اور خضر علیہم السلام کے قصہ کو یاد کرو۔

عجیب معاملہ ہے ایک وہ ہیں کہ سیر ہو کر کھاتے ہیں اور میٹھی نیند سوتے ہیں کوئی وہ عین دن کو روزہ رکھتے اور رات کو شب بیداری کرتے ہیں کوئی وہ ہیں کہ سبھوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو سب سے بھاگتے ہیں ایک وہ ہیں کہ پھٹے پرانے گڈری پہنتے ہیں اور ایک کا بہترین لباس ہوتا ہے کوئی بالکل ساکت و خاموش رہتے ہیں اور کوئی رات و دن گفتگو کیا کرتے کوئی اپنے حال و احوال چھپاتے ہیں کوئی ظاہر آشکار کرتے ہیں ایک ایسے ہیں جو عوام کی خدمت کرتے ہیں خواہ فاسق ہو یا صالح سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جو فاسق کے سلام کا جواب نہیں دیتے ایک وہ ہیں جو لوگوں سے کوئی چیز طلب کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو طلب نہیں کرتے بے طلب اگر مل جائے خواہ وہ کسی سے بھی ہو لے لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو کسی سے بھی نہیں لیتے۔ اسی طرح تمام افعال میں یہ لوگ مختلف ہیں اور ان صاحبان دل کے یہ مختلف احوال سب کے سب صحیح و درست و نیک ہیں۔ اور یہ سب ان کے مکاشفے اور مشاہدے کی بنا پر ہیں۔ اہل ظاہر و اہل صورت یہاں ہنگامہ و شور و غوغا کرتے ہیں انہیں دیوانگی کے ساتھ منسوب کرتے اور دیوانہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے یہی جواب ہے کہ

تو چہ ذاتی زبان مرغان را : چوں ندیدی گئے سلیمان را

(تم یہ بندوں کی زبان کو کیا سمجھو جب تمہیں خطاب سلیمان کی تلافیب نہیں ہے)

اور وہ سب اعمال و افعال مختلفہ جو کسی صاحب دل پیر کے حکم سے مریدان کرتے ہیں وہ سب کے سب نیک صحیح و درست ہیں۔ اور اگر کوئی انہیں مختلف کاموں کو اپنی رائے و خواہش سے کرے تو وہ سب غلط و محبت ہوگی۔ یہاں معلوم ہوا کہ اس راہ کے لئے پیر کا ہونا شرط ہے اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ او گئے گرفت از خاک پیر : خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر

(جس نے پیر کے خاک قدم کا سرمہ لگایا وہ اس جہاں سے پاک جائے یا پاک کچھ نہ کریں)

یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بیچارہ مبتدی کیا جانتا ہے کہ یہ حکم دینے والا صاحب دل ہے یا مدعی کذاب۔ یہاں خود کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے کہ جس کسی کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو بیشک کسی صاحب دل یا صاحب وقت بزرگ کو اس کے پاس بھیج دیتے ہیں یا خود اس کو ایسے پیر کے در پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دولت سے وہ بالکل ہو جاتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے کہ دولت پرستہ و آلودہ ملک پہنچتی اور جس کو ادب و تقویٰ کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس پر آسان کر دیا جاتا ہے، یہ دونوں ہی طرح کے لوگوں کا حال بیان ہوا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب قرض منقطع نہیں ہے بلکہ مبادیہ فیاض کا فیضان ہر وقت جاری و ساری ہے تو کسی کے لئے ایسا کیوں کر ممکن ہے؟

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ آفتاب اپنی ذات سے نور شمس فیاض و فیاض ہے لیکن اگر کوئی اپنے ادبار سے و لیبار کی اوٹ میں چلا جائے اور سایہ میں چھپا رہے تو یہ فیضی اس کی جانب سے ہوئی یا آفتاب کی جانب سے نور کی فیاضی کا فیضان منقطع ہوا یہاں پر اپنے ادبار کی شرکایت چاہیئے جیسا کہ کہا ہے۔

دھل خاصاں راست من زیشاں نیم اے بخت بد
بہر من اندازہ ادبار من کارے بسیں

(دھل تو خاصاں بارگاہ کے لئے ہے اے مری نصیبی میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں)

میرے لئے مرنے کاموں کا ادبار تو دیکھ لے)

اگر کوئی یہ کہے دونوں بندگی میں برابر ہیں پھر یہ فرق کہاں سے پیدا ہوا تو کہد آسمان
وزین میں ڈھونڈو راپیٹ دیا گیا ہے ایسا کیوں اور ایسا کیوں نہیں میں زبان بند ہے
لایسا لعمال فعل (کوئی اسکے لئے ہوئے پر سوال نہیں کر سکتا) یہاں کس کا کلیجہ ہے کہ
دم مار سکے۔

کازہرہ آں کہ از بسیم تو : کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

(تیرے دہکے آگے یہ کس کا زہرہ ہے کہ وہ تسلیم خم کرنے کے سوا زباں کھول سکے)

اگر کوئی کاتب کاغذ پر جیم لکھے اور دال لکھے تو وہ ہرگز قاف و کاف نہیں ہو سکتا تقدیر

نے کسی کو اگر ابو جہل بنا دیا ہے تو وہ کبھی ابو زید نہیں بن سکتا۔ زباجی سے

بدبختی را گرہ کشودن نتوان احوال بہر کے نمودن نتوان

گرچہ رخ فلک ز بہر ما غم کارو شادی بہمہ حال درودن نتوان

(کسی بدبخت کو خوش بخت بنایا نہیں جاسکتا، کسی کو اس کی آئندہ زندگی کے احوال سے آگاہ

نہیں کیا جاسکتا اگر آسمان میرے لئے غم کے بیج بوتلے تو ہم کسی حال میں خوش کیجھل نہیں کر سکتے)

یہاں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

یہ وہ عیشی دریا ہے جہاں ہزاروں ہزار گھڑیاں تاک میں ہیں، اس راہ کے طالب صالک

کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے خواجہ کی وصیت کو دل و جان سے سنے اور قدم بڑھاتا

جائے اذاکر القدر فامسکوا (جب تقدیر کی بات سامنے آئے تو خاموش ہو جاؤ) اسی

طرح علماء کو بھی چاہیے کہ وہ انہیں باتوں کو بیان کریں جس کا انہیں حکم ہے کلمہ والناس

علی قدر عقولہم (لوگوں کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں) اگر دودھ پیتے بچے کو تم گوشت دئی

کھلا دو گے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ طعمہ کاں پاکبازاں ادہند : ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند

(وہ غذا جو پاکبازوں کو دیکھتی ہے وہ ہرگز نئے نیاز مندوں کو نہیں دیتے) — والکلاہ

مکتوب ۲

علم کی طلب اور اس کی تحصیل میں محنت و مشقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ مہاشین عمر کاتبِ مکتوب کا خصوصی سلام و دعاء
تم جانو! حکم یہ ہے اطلبوا العلم ولو بالضعفین (علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو) لیکن
لوگوں کا حال آج اس کے برعکس ہے گویا ان کو علم دیا گیا ہے کہ اطلبوا الدنیا ولو بالضعفین
(دنیا حاصل کرو اگر اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے)

اگر کل قیامت کے دن یہ سوال ہو کہ کیا تم تک طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم
و مسلمۃ (علم حاصل کرنا تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر فرض ہے) کا فرمان نہیں پہنچا تھا۔ اگر
پہنچا تھا تو کیوں تم نے حاصل نہیں کیا؟ پتہ نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے گا شاید
یہ جواب دیں کہ زن و فرزند کا غم کھانے پکڑے کی فکر نے فرصت نہیں دی۔ اگر یہ عذر قبول
ہو گیا تو پورے طور پر چھٹکارا مل جائے، کیا کہا جائے یہی ناکہ پھر تو اچھا ہے یہ مال و اسباب
جو موجود ہو جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

سگ چو مردار یافت جان شمرد خرو جو یافت زعفران شمرد
(کتنے لے اگر مردار پایا تو اس نے سمجھا جان مل گئی، گدھے کو جو مل گیا اس نے جانا کہ زعفران ہے)
اے بھائی! جب کہ شرع میں بغیر علم کے عمل کی درستگی قطعاً ممکن نہیں اور ایسے عمل کو
کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مقصود تک پہنچنا عمل کے بغیر نہیں تو ضروری ہے کہ علم کا طلب کرنا فرض
ہو جائے۔ مثنویات

تہانہ بینی رہ سعادت را نفی بینی رسوم و عادات را
اہل بینی قرین فرع شدہ طبع بینی غلام شرع شدہ

(سعادت کی راہ رسوم و عادات کو ترک کئے بغیر نہیں دیکھ سکتے، فرع کا دیکھنا ہی اصل کا دیکھنا ہے، طبیعت و خصائل پر نگاہ رکھنا شرع کا غلام ہوتا ہے۔)

لیکن علم وہ نہیں ہے جو اُملا و سلاطین کے در تک تمہیں پہنچائے یا تمہیں قاضی و مفتی بنادے۔ علم سے میری مراد آخرت کا علم اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کا علم ہے دیکھو کہیں غلطی میں نہ مبتلا ہو جانا علماء دنیا سے خود کو ایسے بچاتے رہو جیسے شیطان سے بچتے ہو۔

ادریہ حدیثوں میں آیا ہے، کسی سزائے نے کہا ہے۔
 ایں علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است
 حرف کو کاغذ سیاہ کند کے دل تیرہ را چو ماہ کند

(یہ سارے علوم جسم مختصر کے ہیں، خدا کی راہ میں چلنے کا علم دوسرا ہی ہے۔ حرف تو کاغذ

کو سیاہ کرتا ہے وہ قلب تاریک کو کہاں ماہ تاباں بناتا ہے۔)
 ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار و معطل بیٹھا ہے۔ انہوں نے پوچھا
 ملعون، تو بیکار کیوں ہے؟ اُس نے کہا اب جب کہ علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں، میرا کام ختم ہو گیا ہے۔

تو تمہیں معلوم ہو کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو تجھے خدا تک پہنچاتا ہے مثلاً تمام طاعات و نیکیاں اور دوسرا عمل وہ ہے جو خدا سے تجھے دور کرتا ہے وہ گناہ اور برائیاں ہیں۔ طاعات و معاصی ان دونوں کا جاننا ہر آدمی پر فرض عین ہے، اور تمام مہمات میں اہم ترین مہم ہے۔ ان دونوں یعنی طاعات و معاصی کے احکام کے علم کے ساتھ اگرچہ تھوڑا ہی عمل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اور اس علم کے بغیر اگر کوئی جان کی بازی بھی لگا دے اور کتنا ہی زیادہ عمل کرے تو وہ بہت تھوڑا ہے بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ مثنویات۔

علم نرا آمدہ عمل مادہ دین و دولت بدو شد آمادہ
 کار بے علم بار و بر بندہ تخم بے مغز جسم ثمر بند ہد

(علم کی مثال نر کی ہے عمل مادہ ہے دین و دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے عمل بغیر علم کے سود مند نہیں ہوتا۔ بے مغز کے بیج سے خوشے اور شگوفے نہیں نکلتے۔)

یہ علم تو اعضا و جوارح کے عمل کا علم ہے جو کہا گیا۔ اور وہ صفات ممکنہ کہ دل جس کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے یہ بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان صفات کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے وہ صفات محمودہ یعنی تمام اچھی صفات ہیں جیسے توبہ، زہد، توکل، رضا و تسلیم وغیرہ اور دوسری قسم اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی صفات ہیں یعنی صفات مذمومہ جیسے دنیا کی محبت، مال و جاہ کی محبت، حقد، حسد، کبر، نخسل اور اسی طرح کی دوسری تمام بری صفات۔ ان دونوں قسموں کے احکام کا علم بھی فرض عین ہے۔ کیوں کہ اس علم کے بغیر عمل صحیح نہیں ہو سکتا اور بغیر عمل کے مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے کہ

بر بند زباں کہ عاشقانش در عشق نمی خستند گفت
در بنگہ در آئی و بنشین بر بند بروے خرقہ ز نار

(زباں بند رکھو کہ اُس کے عاشقوں کو عشق میں بولنے کی اجازت نہیں بستہ دینا اور بیٹھو خرقہ کے اوپر نہ نار باندھ لو۔)

آخر تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہے من کان یزجوا لفاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشک بعبادۃ ربہ احداً (جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) عمل صالح عدم شرک کے ساتھ شرط ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ مشروط کا وجود بغیر شرط کے محال ہے تو مقصود کا وصول بھی بغیر عمل کے محال ہوگا۔ یہاں تمام سالکان راہ سر پر خاک و دھول اڑا رہے ہیں اور اپنی مصیبت پر ماتم کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں اگر مال و مرتبہ زن و فرزند کا قربان کرنا شرط ہو تو یہ آسان ہوتا۔

عاشقان بر سر ہی ریزند خاک : من بجائے خاک آتشِ ریختم

(عشاق اپنے سروں پر خاک ڈالتے ہیں۔ میں خاک کی جگہ آگ اُٹیل رہا ہوں۔)

ہمیں اور تمہیں تو یہ غم و امن گیسر ہے کہ کھاؤں گا کیا، پہنوں گا کیا؟ ان اللہ خلق

للحرب رجالاً للقصۃ والثرید و جلال (بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مہین

کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ کو ثرید و پیر رکھے) مردوں کی راہ دوسری ہے

توں کی دوسری۔ اسی کو کہا ہے۔ مشنویات۔

مرد درجہ سے راہداریا باز جان مردان ہمہ پاس فراز
سیر کشتی ز آرزو دان پُر بے دریاست جاسے طالب دُر
(موتی کے متلاشی کو دریا کی تہ سے کام ہے، مردوں کی جان ہمیشہ بلند کام کی طرف پرواز کرتی
ہے۔ کشتی پر سیر و تفریح کرنے والے آرزو اور تمناؤں میں بھرے ہوئے ہیں، موتی نکالنے
والوں کی جگہ سمندر کی تہ میں موتی ہے۔)

اب تم یہ سمجھ لو کہ آخرت کا علم شاخ طریقت اور علما۔ آخرت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہمیشہ
خدمت کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے زمانہ میں سرخ گندھاک ہیں، اٹھ کیا کیا جاتے
وہ تمام مکتوبات جو لکھو اگر شیخ کا کا لطف آبادی کے داماد زین الدین کی معرفت تمہیں بھیجے گئے ہیں
مل گئے ہوں گے ان میں سے ایک دو مکتوب نہایت غور و فکر سے روزانہ مطالعہ کیا کرو۔ اگر تنہا
میں ہو تو یہ بہتر ہے۔ اور یہ شعر پڑھو

گرتنگ شکر خرید می توانم : بارے گس از رنگ شکر می رانم
(اگر میں شکر کے بورے نہیں خرید سکتا، اتنا تو کر سکتا ہوں کہ شکر کے بورے سے کھیاں چکایا کروں)
فان لم یحبھا وابل فطلد اگر بارش بندہ پیچھے ہے تو شبنم ہی پر اکتفا کیا جائے جب کسی کی نگاہ سے
آفتاب چھپ گیا تو کیا کرے چراغ ہجی کام لے گا۔
از بخت بدم اگر فرد شد خورشید از نور شدت بہا چہ سراغ گیرم
(اگر مری بخت سے سو۔ ق ڈوب چکا تو لے چاند سے محبوب تمہارے چہرے کی چمک میں چراغ
کا کام ہوں۔)

لیکن خود کو معطل و بیکار رکھنا اور چوپایوں کی طرہ کھانے پینے میں لگے رہنا سمجھداروں
اور ہوشیاروں کا کام نہیں۔ مثنویات۔

ہر کرا ایں درد نیست اوم و نیست : نیست درماں گرترا ایں درد نیست
کنز کافر را و دین دیندار را : ذرہ دردت دل عطارد را
(جس کسی کو یہ درد نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے۔ یہی درد درد کا دریا ہے اگر یہ نہیں تو علاج
بھی نہیں۔ دین دینداروں کے لئے ہے کفر کافروں کے لئے عطارد کے دل کو تو آپ کے درد
کا ایک ذرہ ہی چاہئے۔)

اے بھائی! اس راہ میں یہی دو اصل کام ہیں اسے تھوڑا نہ سمجھو پورے دوش کئے سنو۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس پر عمل کرو۔ ایک ظاہری اعضا کو معصیت اور گناہوں کی گندگیوں سے پاک کرتا ہے اور دوسرے دل کو بڑی صفتوں کی آلودگیوں سے صاف کرتا ہے جس وقت ظاہر و باطن کی یہ طہارت نہیں حاصل ہوگئی اسی وقت ملک و ملکوت کے اسرار تم پر کھل گئے۔ اور شربت منوی امیر احیم ملکوت السموات والارض (اسی طرح ہم نے دکھائے امیر احیم کو زمین و آسمان کے اسرار) تم نے نوش جان کر لیا۔ اور ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزگی قبول فرماتا ہے) کی خلعت خاص زیب تن کر لی۔ ساتی کا در کھلا ہوا ہے ساغر چل رہے ہیں جسے ہمت ہے بڑھ کر جام اٹھائے سچ کہا ہے جس کی نے کہا ہے۔

تشنہ از دریا جدائی می گشتی : بر سر گنج گدائی می گشتی

(پیارا ہے اور دریا سے کنارے ہو رہا ہے سائے خزانہ کا مالک ہو کر بھی گدائی اختیار کرتے ہوئے ہے) اور یہ یہیں کی بات ہے۔

جہاں پر ز آفتاب و دیدہ پاکور : جہاں پر از حدیث و گوشتہا کر
اسارا جہاں آفتاب کی تابش سے جگمگ کر رہا ہے گرا آکھیں اندھ میں سارا عالم اور باتوں سے گونج رہا ہے گر کان بہرے میں)

اگر تم اپنے کام میں لگے رہے تو ایک دن اپنی خوشنہیبی سے وہاں پہنچو گے جہاں دوسرے پہنچے ہیں، تم بھی وہ سب دیکھو گے جو دوسروں نے دیکھے ہیں اور تم بھی وہی کہنے لگو گے جو اور دوسروں نے کہا ہے۔ رہنمائی

معتوق غیاں بود نمی دانستم بامن بمیاں بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ ایں بود نمی دانستم

امیر محبوب میرے ملنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں میرے

کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔

کمال ہمت کی علامت یہ ہے کہ جس حال میں ہے اس سے قدم پیچھے ہٹنے نہ پاتے بغیر کربائے ظاہر نہ ہونے دے اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا پتہ چلتا ہے کہ بشریت کے جامہ سے باہر نہیں آیا ہے اور صحرائے دل تک خود کو اس نے نہیں پہنچایا ہے۔

اگر بغرور یا ہزار بادہ شمشیر ہنوز ہمت من بادہ دگر بکشد
ورنہ شطامن کشادہ تر باشد کہ مست با شمشیر ساقی مرا بکشد

(شراب کے ہزاروں دریا اگر میں گھونٹ جاؤں پھر بھی میری ہمت تو وہ ہے کہ دریا جیسا ایک عالم اور طے تو وہ بھی نہیں۔
میری خوشی کا اس وقت کیا پوچھنا جب میں سستی میں ہوں اور ساقی مجھے اپنے پیسوں میں کھینچ لے۔)
اے بھائی! اگر کسی وقت تمہیں کوئی چیز لگنا ہو تو ہمت مانگو، مرد کو سائبہ ہمت ہونا چاہیے
کیوں کہ آدمی کی قدر و قیمت ہمت ہی سے ہوتی ہے۔ ہمت وہ چیز ہے کہ تمہیں بت پرستی سے
نکال کر خدا پرستی تک پہنچا دے گی۔ اس راہ کے چلنے والے کو جب تک یہ گمان ہے کہ اسے
بھی کچھ حاصل ہے تو وہ ابھی تک بت پرست ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جناب صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ساری پونجی ثنادی اور وہ نعمت و دولت جو ان کا لقمہ وقت تھا سب
کو غارت کر دیا تو اس وقت بالکل خالی ہو کر عرض کرتے ہیں ما الایمان یا رسول اللہ! (ایمان کیلئے
یا رسول اللہ!) اسی کو کسی نے کہا ہے۔ مثنویات

ایں چہ درگا بست قفلش بے کلید : ایں چہ دریائست قعرش ناپدید
آپنہ نزد تو پیش زان رہ نیست : غایت وہم تست اللہ نیست
ہر دے را کیں طلب حاصل بود : تا قیامت مست ولا یعقل بود
(یہ کیسے بارگاہ ہے جہاں کے قفل کی کنجی نہیں۔ یہ کیسا دریا ہے جس کی گہرائی کا کچھ پتہ نہیں۔
جو کچھ ترے پاس ہے اس سے آگے نہ ہیں، وہ ترے وہم کی انتہا ہے اللہ نہیں ہے۔
جسے اس کی طلب مائل ہو جانتا ہے۔ وہ قیامت تک کے لئے مست و بے عقل ہو جاتا ہے۔)
سبحان اللہ! کیا اپنی ہمت ہے ایک شخص ایک دن میں شراب طلب کی کند عرش کے گنگرہ
پر ڈالتا ہے اور دوسرا وہ ہے کہ دو شک روٹیوں پر نمازاں ہے۔ ایسے ہی شخص کے لئے یہ شعری
سک چوم دریافت جان شمر : خرچ جو یافت ز عفران شمر

(کتنے مرد! پایا سمجھا جان آگئی، گدھے کو جو مل گیا زعفران سمجھ لیا۔)
لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ کی معرفت کا کمال جہاں تک بشر کے لئے ممکن ہے
کسی صدیق وقت کو جب حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اب تک جو
کچھ حاصل ہونے سے رہ گیا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اس حاصل

وقت کا وجود اور اس کا عدم دونوں ہی ان کی نظر میں ایک ہوتا ہے۔ اور وہ یہی بات ہے جو اگلے بزرگوں نے کہی ہے کہ ہمارا اور بڑی عورت و مکتب کے بچے کا دین ایک ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر زمان میں راہ بے پایاں تراست خلق ہر ساعت در حیران تراست
گر فلک گرہر و ماہ و اختر تراست ہر شب و ہر روز سرگرداں تراست

(ہر زمانہ میں یہ راہ بڑی لمبی و دراز رہی ہے اس راہ کے راہی ہر دم بے انتہا حیران و سرگرداں رہے ہیں۔ اگرچہ یہ آسمان ہے اور یہ چاند و سورج و ستارے تا باں و درخشاں ہیں تو کیا ہوا رات و دن چکر میں ہیں) اگر کوئی کہے کہ ایک عارف کا بل کا دین کسی مقلد کے دین کے برابر کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یوں دو کہ سو کا عدد ایک سے بلاشبہ زیادہ ہے لیکن اگر تم کروڑوں اور اربوں کے اعداد و شمار پر نگاہ کرو تو یہ سو کا عدد بھی اس کروڑوں اور اربوں کی عدد کے مقابلہ میں ایک ہی عدد کے جیسا ہوگا۔

یہ تو تم نے سنا ہوگا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے سبحان
ما اعظم شانی (کس درجہ مری پاکی ہے اور کتنی بڑی ہے مری شان) ان کا معاملہ معراج کمال تک پہنچ
چکا تھا لیکن جب وہ آخری گھڑی آئی تو کیا فرمایا۔ کہا ان قلت یومئذ سبحانی ما اعظم شانی
فانا الیوم مجوسی اقطع زناری و اقول اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبدہ
و رسولہ (اگر ایک وقت سبحانی ما اعظم شانی میں نے کہا تھا تو میں آج تک مجوسی تھا اب اس وقت وہ زار
توڑتا ہوں اور پھر اقرار کرتا ہوں اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبدہ و رسولہ۔ رباعی)

کہ با کف پر سیم کہ درویشم کہ بادل پر نشاط کہ دل ریشم
کہ باز سپین خلق کہ درویشم من بو قلموں روزگار خویشم

(کبھی تو مری مٹھی سونے و چاندی سے بھرتی ہے، کبھی مراد دل مغلس و تلاش ہوتا ہے، کبھی دل خوشی میں مست اور کبھی گھائل رہتا ہے، کبھی لوگ مجھے پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور کبھی ان کا پیش رو ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

و السلام
شرف نبوی



مکتوب ۳

نیت کے خلوص اور ارادت کی درستگی میں

بجانب شیخ عمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز شیخ عمر کاتب مکتوب احمد یحییٰ زیری کا سلام و دعا

تم جانو! شرع کا فتویٰ ہے بحسب الناس یوم القیمة علی نیاتہم۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص کا شر اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔ اگر تمہارے باطن میں اللہ کی جانب ارادہ اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب کا غلبہ ہے تو تمہیں اس کے طالبوں اور عشاق کے زمرہ میں ٹھمایا جائے گا اور اس کا اجر یتجلی ربنا ضاحکا (ہمارے رب کی تجلی ان پر ہنستے ہوئے ہوگی یہاں بہشت و دوزخ کی کہاں گنجائش ہے؟ جیسا کہ کہا ہے۔)

ایں جانبہ قدرے مرد و زن و بچہ تاشدہ حجاب ما آئندہ کہ تو میدان

(یہاں بہشت و دوزخ کی کیا قدر ہے۔ یہ سب تو ہمارے حجاب ہیں جسے تو خوب جانتا ہے)

اور اگر تمہارے اندر بہشت کی طلب و خواہش ہے تو تمہیں نیکو کاروں کے جھرمٹ میں اٹھائیں گے۔ اور اس کا معاوضہ لہم جنت الفردوس نزل (فردوس کے باغ ان کی قدم گاہ بن گئے) حضرت عین القضاہ رحمہ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہاں بھی کھانا پینا اور وہاں بھی کھانا پینا، خدا بچائے سب کے سب بہائم و چوپاؤں کے ہم نوالہ ہو گئے ہیں۔ سبحان اللہ عاشقوں کی ہمت مروانہ کا کیا کہنا۔ مثنوی

سگ دون بہت استخوان جوید : پتہ شیر خیز جاں جوید

(مکینی بہت والا تھا ہر جگہ بڑی بوٹھ تھا ہے۔ مگر شیر کا بچہ زندہ مغز چاہتا ہے۔)

اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب اس کی خواہش اس کا ارادہ غالب ہے تو تمہیں دنیا

دالوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔ اور اس کا اجر وحیل بینہم و بین مالیشہون (ان کے اور اس چیز کے درمیان روک لگادی جائے گی جس کے وہ طالب و خواہشمند ہیں) یہاں سو پر خاک ڈالنا ہے اور اپنی بد نصیبی کا ماتم کرنا ہے اور وہی کہنا ہے جو کسی بیچارہ نے کہا ہے۔

درد را دار و کجا خواہسیم کرد
عمر شد ماتم کجا خواہسیم کرد
بزد غفلت روز گام چوں کنم
بر نہ آید هیچ کارم چوں کنم
(درد کا مدد کہاں ڈھونڈھوں، عمر ختم ہونے کو آئی کس کس چیز کا ماتم کروں، ساری زندگی غفلت سے گزر گئی کوئی کام نہ بن سکا، ہائے اب میں کیا کروں)

اپنے باطن کا جائزہ لو، ایک ایک کر کے غور کر دو کہ تمہارے اندر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا عشق اس کی محبت غالب ہے یا دنیا کے عشق و محبت کا غلبہ ہے یا بہشت کی خواہش کا غلبہ ہے جو چیز غالب ہے سمجھ لو کہ تم اسی میں سے ہو۔ مثنوی سے

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود تا بد راہ و صالت آن بود

(دنیا میں جس چیز کا خیال تم پر غالب ہوگا قیامت میں تمہارا حشر اسی چیز کے ساتھ ہوگا۔)

اس حدیث کے یہی معنی ہیں، ان الله لا ينظر الى صوركم ولا الى اعمالكم ولكن ينظر الى قلوبكم و دنیا تکم۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے) اسی کو کہا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو دیکھتا ہے جو تمہارے سینہ کے اندر ہے۔ اس حدیث کی انتباہات صدیقیوں کی جان پر وہ گزرتی ہے جو قیامت کے دن کفار کی جان پر دوزخ کے شتاب گزرے گی۔ اور اہل غفلت تو اپنی غفلت سے رات کے جشن میں مگن ہیں۔ مثنویات سے

تا چہ داند عشق را دور در را
تو نہ کار ادا نہ عشق
مردہ تو عشق را کے لا لقی

(جب تک کسی کو عشق سے واسطہ نہ پڑا ہو، وہ عشق کو اور اس کے درد کو کیا جانے۔ زعم عاشق ہی ہو اور نہ اس کام کے تجربہ بہ کار ہی ہو، تم تو مردہ ہو تم عشق کے لائق کہاں ہو۔)

اے بہانے! ہمارے اور تمہارے عمل کا حال تو معلوم ہی ہے کہ کیسے ہیں، جہاں تک ہر کے نیت و ارادہ کو درست کر دیوں کہ مومن کا عمل ایک ہی ہو سکتا ہے وہ نہیں مثلاً اگر کسی

کی ماں زندہ ہے اور وہ حج کو چلا جائے تو ماں کی رضا و خدمت ترک ہوتی اور اگر ماں کی رضا و دشمنی کے سبب حج کو نہیں کیا تو حج نہیں کر سکا۔ دو فرض میں ایک ہی فرض انجام دیکھا اور اسی طرح دوسرے اعمال ہیں لیکن اس کی نیت تمام نیکیوں اور طاعتوں کی بجا آوری تک پہنچی ہوتی ہے۔ مومن کے عمل کا ثواب محدود ہوتا ہے کیوں کہ اس کا عمل ہی محدود ہوتا ہے۔ اور مومن کی نیت کا ثواب محدود ہے پایاں ہے کیوں کہ طاعات و خیرات میں نیت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں نیتہ المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کا مطلب یہی ہے۔ اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی نیت اور اس کا ارادہ کیا لیکن معذوری کے سبب وہ اس عمل کو نہ کر سکا۔ جیسے بیماری کی وجہ سے حج نہ کر سکا اور عیسیٰ و ناتوانی کے باعث جہاد میں شریک نہ ہو سکا، مفلسی نے صدقہ و خیرات کا موقع نہ دیا۔ اس پر بھی یقیناً اجر و ثواب میں وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے یہ سب کام کئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے مسلمانانِ ساتھ تھے اس غزوہ میں حضور و صحابہ کو محنت و مشقت اور شدت و سختی بہت اٹھانی پڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ سچ ہے اور درست ہے کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ گئے ہیں، کوئی ایسی وادی نہیں جس سے ہم لوگ گزرے ہیں اور کوئی ایسا خرچ نہیں جو ہم نے کیا ہے اور کوئی ایسی تکلیف و مشقت نہیں جو اس راہِ خدا میں ہم لوگوں نے اٹھائی ہے۔ وہ لوگ جو ہماریساتھ نہ آ سکے وہ سب ہمارے ساتھ ان تمام کاموں میں برابر کے شریک ہیں صحابہ رضوان اللہ جو ساتھ تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ تو مدینہ میں ہیں؛ ارشاد ہوا حَبَبُ الْعَذَى فَشَرُّ كُونًا يَحْسُنُ الْيَتِيمَ، ان کو ان کے غدر نے روک لیا ہے یعنی وہ معذوری کے سبب نہ آ سکے تو وہ سب ہم لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اپنے حسن نیت کے سبب۔ اسی سے ثابت ہے کہ عمل کا تعلق دل سے ہے گل (گلی) سے نہیں، دل اگر گل میں ہزاروں ہزار کوس کی دوری ہے اسی سے جانا چاہیے کہ نیت کا محل دل ہے گل نہیں۔ ہاں یہاں ہوشیار و خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہ ماری جائے۔ مثنویات۔ ۷

از در جستم با کعبہ دل عاشقان را ہزار یک منزل
اندریں رہ رفیق کن دل را توشہ کن صد ہزار منزل را

(جسم کے دروازے سے دل کے کعبہ تک عاشقوں کے لئے ہزار کوس کی ایک منزل ہے اس راہ میں
دل کو رفیق بنا کر لاکھوں منزل کا توشہ تیار کرے۔)

اے بھائی! نیت کا علم نہایت ہی باریک و لطیف ہے، ہر آدمی کی پہنچ وہاں تک نہیں
ہو سکتی، صاحبانِ دل جو کچھ کرتے ہیں اپنی نیت کے انداز سے کرتے ہیں اس لئے کہ ہر آدمی کی نیت
اس کے ایمان کے انداز سے ہوتی ہے۔ مقلد کی نیت اس کے تقلیدی ایمان کے انداز
سے اور دلیل والوں کی نیت ان کے استدلالی ایمان کے انداز سے عارفوں کی نیت ان
کے اپنے مشاہداتی ایمان کے انداز سے ہوتی ہے۔

عجیب معاملہ ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زن و فرزند کو مکہ میں چھوڑ کر حضور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر لیتے ہیں اور حضرت خواجہ ادیس رحمۃ اللہ علیہ ماں کو نہیں چھوڑتے
ہیں، اگر تم ان دونوں حضرات کی نیت پر غور کرو تو دیکھو گے، دونوں ہی کی نیتیں جائز، درست،
اور صحیح ہیں۔

بعض اگلے بزرگ ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے طاعات ترک کی ہیں چونکہ انہیں
اس طاعت کے کرنے کی نیت ہی نہیں ہوئی چنانچہ کہتے ہیں کہ ابن سیرس رحمۃ اللہ علیہ نے
خواجہ بن بصری رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی، لوگوں نے پوچھا تو کہا نیت ہی نہیں ہوئی،
اس بار میں بزرگانِ دین کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا غل نہ کرنا دوسروں کے کرنے سے ہو سکتا
ہے کہ ثواب میں بہتر ہو۔

لوگوں کو کیا خبر مردانِ راہ کیوں نماز پڑھتے ہیں اور کیوں نہیں پڑھتے کیوں روزہ رکھتے
اور کیوں روزہ نہیں رکھتے، کون جانے ان کس کس نے کیا وجہ ہوتی ہے اور حج نہ کرنے کی کیا
وجہ ہوتی ہے۔ اہل رسم و عادت یہاں حیران و سرگرداں ہیں۔ یقیناً رسم و عادت دوسری چیز ہے
اور انبیاء اولیاء کی راہ دوسری ہے چنانچہ کہا ہے۔

کے تو اندیشہ دریں رہاے خلیل عنبکو تے مبتلا ہم سیر پیل

(اے دوست اس راہ انبیاء و اولیاء میں کب چل سکتے ہیں اس کی مثال تو یہ ہے کہ کڑے کو

بھی ہاتھی کے چال چلنے کا شوق ہو گیا۔)

اے بھائی! آج ہر شخص باطل خیال پر بھروسہ کئے ہوئے ہے اور غلط گمان میں مبتلا ہے۔

اگر دین اسی آسانی سے حاصل ہوتا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کے جگر پانی نہ ہوتے۔
مردانِ خدا کے دل جل بھین کر کباب نہ بن جاتے۔

اے بھائی! تمہیں مردانِ خدا کے دین کی کیا خبر؟ فی الحال رات و دن اسی حسرت میں
جلتے رہو، اگر تم سے ہو سکے تو خود کو ان کی جوتیوں کی خدمت میں لگا دو۔ یہ خود بہت بڑا کام ہے مَنْ
أَحَبَّ قَوْمًا حَبَشَ مَعَهُمْ (جو شخص جس گروہ سے محبت کرتا ہے قیامت میں وہ اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا)۔
سبحان اللہ یہی کیا کچھ کم دولت ہے؟

اے عزیز! اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا۔ اِنَّا فَتَنَّا
اِلٰی صِلٰۃِ السُّتَقِیْمِ (بیشک آپ مرادِ ستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں) تو پیروں کے حق میں ارشاد ہوا۔
وَمِنْ خَلْقِنَا اُمَّةً یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (ہماری مخلوق میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے)
انبیاء کے جوتیوں کے سایہ دولت میں پناہ لے لو تاکہ خدا تک پہنچ جاؤ، پیروں کی جوتیوں کی خدمت
کرتے رہو، کام یہی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسرے کام ہیں۔ مثنوی۔
گر ترادر دست پیر آید پدید : قفل دردت را کلید آید پدید
(اگر تجھے پیر کی دستگیری حاصل ہو جائے تو تیرے درد کا مداوا تجھے مل گیا۔)

ہوشیار رہو جس کسی کی ہمت خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی ہے، اگرچہ وہ جنت الفردوس
ہی کیوں نہ ہو جو اپنے تمام ناز و نعمت کے ساتھ آراستہ ہے، مردوں کی راہ سے وہ بہت دور ہے۔
مردوں کی راہ ہے کیا؟ تو لو ایک شاعر کے سنو۔

جز وصل تو احم حرام باوا : حاجت کہ بخوام از خدا من
(آپ کے دصال کے علاوہ میرے لئے حرام ہے کہ کوئی اور حاجت خدا سے میں مانگوں۔)

اور بھی ایک دوسرے کے سنو۔

گرم باصالماں بے دست فردا در بہشت آرند
ہماں بہتر کہ در دوزخ کنندم با گنہگار اں

(اگر کل قیامت کے دن مجھے نیکو کاروں کے ساتھ محبوب کے بغیر بہشت میں داخل کریں تو اس سے

کہیں بہتر ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیں۔)

بہشت اپنے آب و نان، حور و قصور کے ساتھ معروف و مشہور ہے ایسی کہ سارا عالم اس کی طلب میں

مصرف ہے۔ قطعہ۔

زاہداں راجت الفردوس باشد نزل گاہ صادقان لذت اندر عرزاں ست و بس
 لطف اور انعام و خاص نیک بد پایندہ اند قہر اور اپیش فتن کار خاصاں ست و بس
 زاہدوں کے لئے جنت الفردوس ان کی قدم گاہ ہے، صادقوں کے لئے اس قید خانہ کے گڈھے کی لذت کافی ہے
 اس کے لطف کو نام و خاص اچھے بُرے، سب نے پایا ہے مگر اس کے قہر کو اختیار کرنا خاص انخاص ہی کا کام ہے۔
 جانتے ہو مردان خدا کی جنت کیا ہے؟ ان اللہ جنتہ لیس فیہا حور و قصور (بیشک اللہ کی ایک
 جنت ایسی ہے جس میں حور و قصور نہیں) پھر اگر تم یہ کہو کہ آخر یتجلی ربنا صاحکا (مراب تجلی فرمائے گاہتے ہوئے)
 جو فرمایا ہے وہ کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے جو کہل ہے۔ مثنوی۔

دیگر اں را وعدہ گرفتار بود : لیک مارا نقد ہم ایں جا بود

(دوسروں کے لئے جس چیز کا وعدہ کل کا ہے، ہمارے لئے تو آج ہی یہاں وہ نقد حاصل ہے)
 ہمیں یہ جانا چاہیے کہ عالم محبت کے کار و بار ہی دوسرے ہیں اور اہل محنت یعنی رنج و مشقت
 اٹھانے والے دوسرے ہی گروہ کے لوگ ہیں۔ انہیں انتظار کی طاقت نہیں ہوتی کل کا وعدہ جس
 چیز کا ہے وہ اسے آج ہی طلب کرتے ہیں اور سب کے سب عشق کی مستی میں یہی کہا کرتے ہیں :
 یا مراد من بدہ یا فارغم کن از مراد : وعدہ فردار ہا کن یا چناں کن یا چنیں
 (یا میری مراد پوری کیجئے یا مجھے مراد سے فارغ کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑے یا یہ کیجئے یا وہ کیجئے)

حضرت رابعہ مہریر رحمۃ اللہ علیہا سے لوگوں نے پوچھا آپ بہشت کیوں نہیں چاہتی ہیں؟
 فرمایا الجارشم اللہ (پہلے بڑی پھر مکان) ایک دامنی پوش یعنی دو پٹہ اوڑھنے والی کی ہمت
 دیکھو اور اپنے جبہ و دستار پر ماتم کرو اور سمجھ لو کہ حقیقتاً نہ مرد نہ عورت پھر غور کرو آخر ہو کیا؟
 ایک وقت حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے مریدان ان کی تلاش میں نکلیں
 محنتوں کا لباس پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں، لوگوں نے سر پیٹ لیا فریاد کرنے لگے
 اے مقتداے وقت یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا میں نے غور کیا تو دیکھا کہ صورتائیں عورت نہیں ہوں اور
 معنایا بھی نہیں ہوں تو ضرور میں محنت ہوں اور محنت کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ محنتوں کے ساتھ ہے
 خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مثنویات۔

چوں زند دیوانہ زین شیوہ لاف : تو ز سر کورے کن بااد مصاف

تو زبان از شیوہ او دور دار عاشق دیوانہ را مسذور دار
عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است
لاجرم دیوانہ را اگرچہ خطاست ہرچہ میگوید بگستاخی رواست

(جب کوئی دیوانہ اپنے شیوہ دیوانگی کی ڈینگ مارے تو تم اپنے اندھے بن سے اس کے ساتھ صف
آرائی نہ کر دو تم اس کے دیوانگی کے شیوہ سے زبان کو دور رکھو، ان دیوانے عاشقوں کو مسذور سمجھو۔

عاقلوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں، اور بے دلوں کے لئے عشق کا شرف و بجد ہے، دیوانہ

یقیناً غلطی پر معلوم ہوتا ہے، لیکن شوخی و گستاخی میں جو کچھ کہہ جاتا ہے وہ سب روا ہے۔)

اے بھائی! الغرض، ہر وہ کام جو آدمی کرتا ہے وہ کسی نہ کسی نیت و باعثہ سے خالی نہیں ہوتا۔
اگر اس کے باطن میں دنیا کی محبت غالب ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعثہ دنیاوی ہی
ہوتا ہے اگرچہ روزہ، نماز، حج و صدقہ ہی ہو دنیا داری ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اور اگر اس کے
باطن میں عقیقہ کی محبت کا غلبہ ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعثہ وہی ہوتا ہے اگرچہ وہ کھانا
پینا، سونا ہی کیوں نہ ہو سب کو عبادت ہی میں شمار کیا جائے گا۔ یہ مثل مشہور ہے کل اِنَاءٌ يَتَرَشَّحُ بِمَا
فِيْهِ (برتن سے وہی چیز بھرائیگی جو اس میں ہوگی)

ایک اور دوسری قوم ہے جسے سلطان ہمت کہتے ہیں یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں خالصاً اللہ کے
لئے کرتے ہیں اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ بِشَہِدَةِ الْعَالَمِيْنَ (بیشک میری نماز، میری
قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے) ان کی صفت ہے۔
پرسیدون و جہمہ کا جلوہ ہے صرف اس کی رضا کے لئے عبادت کرتے ہیں۔ پاؤں ان کے دنیا
کی طرف اور سر آخرت کی طرف نہیں جھکے اس وقت تک، جب تک دوست کی بارگاہ سے یہ
ندانہ سُسن لی کہ انتم ادبیائی حقاً (حقیقت میں تم ہمارے حقیقی دوست ہو)۔ اس شعر میں اسی کی طرف
اشارہ ہے۔

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگر است : جز دوزخ و فردوس مکانے دگر است

(ہمارے لئے اس جہاں کے علاوہ ایک دوسرا جہاں ہے، دوزخ و بہشت کے علاوہ دوسرا ہی مکان ہے)

سبحان اللہ کس رتبہ کے یہ مردان خدا ہیں ان کی صفات میں جو کوئی بھی جس قدر اور جتنا زیادہ
لگاہ سلٹا ہو لکھے، یا کہہ سکتا ہو، کہے وہ سب ان کی صفت میں سمندر کے ایک قطرہ کی مثال ہو۔

ہمیں، تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو ان مردانِ خدا کے بارے میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا اور کیا حقہ و نصیب ہے؟ مہر۔ عشق آمدنی بود نہ آموختنی۔ کیا کیا جائے، عشق ہو جانے کی چیز ہے سیکھنے کی نہیں۔ کہا گیا ہے لَيْسَتِ الْمُحِبَّةُ مِنَ تَعْلِيمِ الْخَلْقِ وَإِنَّمَا الْمُحِبَّةُ مِنَ تَعْلِيمِ الْخَالِقِ (محبت مخلوق کی تعلیم سے نہیں بلکہ خالق کی تعلیم یعنی دین سے ہوتی ہے) راز یہی ہے جسے کہا ہے۔

دوستداری تو آزار ہے بود : دوستی اُدترا کار ہے بود

اں کہ عشق کاں ز سوسے تو بود : اں کہ اندر خور دروسے تو بود

(تیری دوستداری ہی تیرے لئے عذاب ہے۔ اس کی محبت ہی تیرا اصل کام ہے۔ جو عشق تیرے

سمت سے ہو وہ ایسا ہے جیسے آئینہ میں تیری صورت)

اس سے زیادہ لکھنے کی مکتوب میں گنجائش نہیں العلم یوخذ من افواه الرجال (علم لوگوں کے

انفاس طیبہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔)



والسلام
شرف منیری

مکتوب ۴

بلاؤں کا نزول اور اہل بلا کی برداشت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِبُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ کَمَا یَجْزِبُ النَّهْبَ

اَخَذَ کُمْ بِالنَّاسِ۔ (اللہ تعالیٰ مومن کا ویسے اٹھان کر لے گا جیسے تم سونا کو آگ میں ڈال کر جاپختے ہو) اللہ تعالیٰ

کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ مومن کو بلا کے ذریعہ جانچتا ہے تاکہ مخلوق میں سچے اور جھوٹے

کا فرق ظاہر ہو جائے جس طرح سونے کو ہم آگ میں ڈال کر پرکھتے ہیں تاکہ کھوٹا اور کھرا یعنی خالص اور

گاد والا صاف ظاہر ہو جائے۔ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ جس وقت کہنے والے نے لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کہا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں آپ کا دوست ہوں۔ دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔ دعویٰ نبی

قبول نہیں ہوتا۔ وہ جو تم نے سنا ہے وہ یہی ہے اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْاَنْبِيَاءِ ثُمَّ بِالْاَوْلِيَاءِ (بلا مسلط کی جاتی ہے پہلے نبیوں پر پھر ولیوں پر) آفتاب کے عاشق کے لئے سایہ کی راحت محال ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

گر دوست مرا بلا فرستد شاید کال دوست خود از بہر بلائی باید

(اگر میرا محبوب مجھ پر بلا بھیجے تو وہ میرے لئے بہت بہتر ہے کیوں کہ ایسی بلا کے لئے تو محبوب مجھے مطلوب ہے)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِنِّیْ اُحِبُّ اللہ (اے اللہ کے رسول میں اللہ سے محبت کرتا ہوں) ارشاد ہوا اِسْتَعِذْ بِالْبَلَاءِ (بلا کے لئے آمادہ رہو) یہ اشارہ دعویٰ کے دلیل کے مطالبہ کا ہے کیوں کہ بغیر دلیل پیش کئے کسی کو نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ اسی کو کہا ہے مصرعہ۔

”از تو زدن سخت ز من آہے خوش“

(تمہاری طرف سے سخت مار کٹاں اور میری طرف سے لذت آئینہ آہ)

ساری چیزیں راحت و آرام سے قائم رہتی ہیں اور بلا و مصائب سے نیست و نابود ہوتی ہیں اس کے برعکس محبت کی غذا ہی بلا ہے۔ مصرعہ

حلوہ بکے وہ کہ محبت نہ بخشیدہ است

اعلوہ اُسے دیجئے جو محبت کی لذتوں سے نا آشنا ہو

حلوہ کی بات اور ہے عشق و محبت کے لطف و مزے کی حکایت ہی اور ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔

بر در گہ اذ رکشتہ عشق قصہ چہ کنم دو صد ہزار است

وہ در رواد ہزار عشق آدہ نختہ از طناب دار است

(اس کی بارگاہ کے کشنگان عشق کا قصہ کہاں تک بیان کیا جائے وہ تو لاکھ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اس راہ میں

اس کے ہزاروں عشاق سول کی دُور سے ٹکے ہوئے ہیں) یہاں حلوہ کھانے کا کیا ذکر؟

ایک دن جنسور علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یا حارثہ؟

(اے حارثہ تم نے صبح کس حال میں کی؟) عرض کی اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا (میں نے حقیقی مومن کے حال میں صبح

کی۔ یعنی حق ایمان کے ساتھ) سوال ہوا اس کی دلیل اور بُرہان تمہارے پاس کیا ہے؟ بِکَلِّ حَقِّ حَقِیْقَتُہٗ

فَمَا حَقِیْقَةُ اِیْمَانَاکَ (ہر حق کی ایک حقیقت ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے) حضرت حارثہ نے

یہ دلیل و بُرہان پیش کی عَرَفْتُ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا وَاسْمَعْتُ لِسِیْلِیْ وَاطْمَأَنَّنْتُ بِنَهَارِیْ وَاسْتَوْرِیْ

عِنْدِي ذَهَبُهَا وَفِضَّتُهَا وَمَدْرَهَا وَحَجَرُهَا وَكَأَنِّي أَلْقِي إِلَى عَرْشِ رَبِّي نَاطِرًا إِلَى آخِرِ قَتْلَا
(میں نے اپنے نفس کو دنیا سے کنارہ کر دیا، میں رات کو شب بیدار رہتا ہوں اور دن کو روزہ دار، میرے نزدیک سونا
چاندی، اینٹ، پتھر برابر ہو گئے ہیں میں اپنے پروردگار کے عرش کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آخر قصہ تک) جب انہوں
نے اپنی دعویٰ کی یہ دلیل پیش کی تو حضورؐ نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ فرمایا اَصْبَبْتُ
فَالْزَمِ۔ تم نے سچ کہا تم حق تک پہنچ گئے اور اس پر مغبوطی سے قائم رہو اور اپنے ایمان کو لازم کر لو۔
تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ دعویٰ کی دلیل پیش کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تاکہ سچے اور جھوٹے کا فرق ظاہر
ہو جائے۔

جب جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود ملعون نے تسمہ سے باندھا اور منجنیق میں
رکھ کر آگ میں پھینک دیا تو زبان مبارک پر جاری ہوا حَسْبِيَ اللّٰهُ (مجھے اللہ کافی ہے) ابھی آپ نصفا
ہی میں تھے کہ جناب جبریل علیہ السلام آگئے، اور پوچھا هَلْ لَكَ حَاجَةٌ (آپ کو کوئی حاجت ہے؟)
فرمایا اِمَّا اِلَيْكَ فَلَا (حاجت تو ہے لیکن تم سے نہیں) فرمایا سَلْ سَأَلْتُكَ (اپنے رب سے کہئے) فرمایا
حَسْبِيَ عَنْ سَوَالِي عَلَيْهِ تَحَالِي (اللہ مجھ کو کافی ہے، وہ میرے سوال کے بار میں اور وہ میرے حال سے واقف ہے)
۔ بُرْهَانٌ وَدَلِيلٌ تَحٰی ان سے اپنے اس دعویٰ پر جو انہوں نے کہا تھا حَسْبِيَ اللّٰهُ۔ یہی وہ بات ہے جو کہتے ہیں
کہ دعویٰ کرنا تو ہت آسان ہے لیکن اس دعویٰ کی دلیل و بُرْهَان پر قائم رہنا سخت مشکل ہے۔
”زاد اللارواح“ میں وہب بن منبہ سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اگلی
کتابوں میں پڑھا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو دیکھا اس سے کہا کیا
ہو جاتا، اگر تو سجدہ کر لیتا۔ اس نے کہا میں دعویٰ میں جھوٹا ہو جاتا۔ جیسے آپ اپنی محبت
کے دعویٰ میں ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَدِ (پہاڑ کی طرف دیکھو) تو آپ نے پہاڑ کی
طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔ اور میں نے غیر کے سجدہ پر لعنت و سختی قبول کر لی، تاکہ میرے دعویٰ میں
جھوٹ کو دخل نہ ہو۔ اسی کو کہا ہے۔

سعدی بحفا ترک محبت نتواں کرد بر در بنشینم گراز خانہ برانند

(سعدی، جو ردِ ستم کے سبب محبت ترک نہیں کر سکتا، میں اُن کے در پر بیٹھوں گا اگر گھر سے نکال دیں گے)

وہ بیچارہ مصیبت کا مارا اپنی لعنت پر ناز کرتا ہوا کہتا ہے۔ رَبِّ سَاعِی

ہمہ جو رشم بتاؤ بستی نرم باہر تو دیگرے ناسینم

جانے دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سرکارت نشود نگریم
(اے منم میں ظلم و ستم اٹھاتا ہوں اور اس میں جنگ بھی کرتا ہوں، ترے برتاؤ کے ساتھ کسی اور کے
سلوک کو میں نہیں مٹنے دیتا۔ میں وہ سخت جاں رکھتا ہوں جو تیرے عشق کا بار اٹھائے جب تک
میں اس کام کو پورا نہ کروں میں ہٹنے والا نہیں۔)

بلا میں یہ راز ہے کہ نعمت میں آدمی کو سکون و قرار ملتا ہے اور بلا میں گریز ہے جب کسی کو
محبوب کے غیر کے ساتھ آرام و سکون ہوا تو وہ محبوب سے دور ہوا اور بھاگا۔ اور جب بلا کے اندر آرام و
سکون ملا۔ تو وہ دوست تک پہنچ گیا۔ تو معلوم ہوا کہ نعمت "دور سے دور کرنے والی ہے اور بلا دور پر
رکھنے والی ہے۔" عطا و منع کے معنی کارا نہ بھی ہے۔ اسی کی طرف یہ اچھا اشارہ ہے۔
ہر بلا کیس قوم راحق داد و داست زیر آن گنج کرم بہر سادماست
گر شراب وصل او خواہی مدام قطع کن وادی قہر او تمام
زانکہ تا این نبودت آل نبودت بے بلا و درد در ماں نبوت

(یعنی بلا میں اس قوم کو اللہ نے دی ہیں ان سب کے نیچے اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔
اگر تو اس کے وصل و لطف کی شراب ہمیشہ نوش جاں کرنا چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو مکمل طور
پر طے کرے یہ اس لئے کہ جب تک یہ نہ ہوگا، وہ بھی نہ ہوگا، درد و مصیبت کے بغیر کس دریا میں نہی ہوگا۔)
فرعون کو عاقبت و آرام، ملک و بادشاہی چار سو سال تک بے طلب دیدی، اگر وہ جناب
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد، سوز، اور بھوک کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اسے نصیب نہیں ہوتا۔
فرعون رانہ دادیم لے دوست در دہر زیرا کہ او نہ داشت کسر در دلے ما
(اے مرے پیارے! سنو۔ فرعون کو ہم نے کبھی سر کا درد بھی نہیں دیا اس لئے کہ وہ اس کا سر ہلکے درد کے
فاق ہی نہیں تھا۔)

ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا۔ خداوند اپنے دوستوں کو تو اس
درجہ بلا میں گنج ڈال کر قتل کرتا ہے؟ ارشاد ہوتا کہ وہ دیت (خون کا بدلہ) پائیں۔ پھر پوچھا ہے میرے
اللہ ان کی دیت کیا ہے؟ فرمایا میرا جمال اور میری لقمان قتلہ فانا دیتہ (جس کو میں نے قتل
کیا اس کا خون بہا میں ہوں)۔ جس کسی نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔
بے جرم و گناہ عاشقان میکش پس بر سر گورشاں زیارت میکن

(عاشقوں کو بے جرم و خطا قتل کیا کیجئے، اور پھر ان کی قبروں کی زیارت کا مشغلہ بنائے۔)
بندہ کا مصیبت و بلا بھیلنا خداوند عزوجل کی دوستی کی دلیل ہے۔ معصومہ۔

”نازش یکشم چو صبر نتوانم کرد“

(جب صبر نہیں کر سکتا تو اس کے ناز و ادائی برداشت کرتا ہوں)

محب کے لئے بغیر محبوب کے آرام و سکون حرام ہے تو سوائے بلا و مصیبت کی سختیاں اٹھانے کے اس کے لئے اور کیا رہا ہے۔ قطعاً

دردے تو دوا شد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

دشنام تولے نگار ہوش حقا کہ دما شد است مارا

ازیں ہر توام بلا ز دجاں از دیدہ رضا شد است مارا

(یہ وہ درد ہے جو ہمارے لئے دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے درد کی خاک ہی ہماری قیمت ہو گئی ہے۔)

(اے میرے چاند سے چہرے والے محبوب! قسم ہے خدا کی آپ کی گایاں تو ہمارے لئے دعا ہو گئیں۔)

آپ ہی کے لئے تو میں اپنی جان پر بلائیں لئے ہوئے ہوں، آپ کی رضا و خوشنودی پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔)

ایک دقت ایک فقیر نے کہا لَيْسَ بِصَادِقٍ فِي حُبِّهِ مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى ضَرْبِهِ (دعویٰ محبت میں

وہ سچا نہیں جو محبوب کی مار پر صبر نہ کرے) یہ سن کر ایک عارف نے آواز بلند کی اور کہا۔ اَخْطَاَتِ يَا فَتَاهُ

بَلْ لَيْسَ بِصَادِقٍ فِي حُبِّهِ مَنْ لَمْ يَسْلُذْ ذُبْحُ بِيهِ (اے فقیر تو نے غلط کہا وہ شخص اپنی محبت

میں سچا نہیں جسے محبوب کی مار میں لذت نہ ملے)۔

اُو بر سر قتل من درد حیرانم کان راندن تیغش چہ نکوی آید

(وہ میرے قتل پر آگاہ اور میں حیرت میں ہوں، اُن کا تلوار جھلانا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے)

کہتے ہیں کہ محب اپنے محبوب کے جمال میں مست ہوتا ہے وہ اپنی ذات سے نیست ہوتا ہے

محبوب کی ہستی کے ساتھ ہست ہوتا ہے۔ ایسے کے ساتھ درد کیا کرے گا اور بلا میں اس کے

لئے حلاوت ہی حلاوت ہے۔

در صومعہ ازاں نشست عابد : کوراز جمال تو خیر نیست

(عابد تو نہاد خانہ میں اسی سبب سے پڑا ہے، کہ اُسے آپ کے حسن و جمال کی خبر ہی نہیں ہے)

ر دایت ہے، حضرت رابعہ بصریؒ پر جس روز بلا نہیں آتی تو وہ مناجات کرتیں، خداوند اتونے

روٹی تو دی لیکن بلا کی وہ لذت کہاں ہے؟ جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔
 جانے دارم کہ یارِ عشق تو کُشد تادرسِ کارت نشود نگذارم
 (میں وہ جان رکھتا ہوں جو ترے عشق کا اٹھائے یہاں تک کہ تیری محبت کی راہ سے قدم
 پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔)

اے جُبتہ دستارِ پوشاؤ! ذرا ایک دوپٹہ پوششِ عورت کی قوت کو دیکھو! اس بارگاہ میں
 معاملہ عمل کا ہے صورت و جسم کے بناو دستکار کا نہیں۔ رُبَاعِی
 جویندہ مابشہر در بسیار است ہر کس کہ مرا جوید کارش ز راست
 بر در گہ مازدہ ہزاراں دار است روزاں و شبان طالبِ ماخونبار است
 (ہمیں ڈھونڈھنے والے شہر اور شہر کے در پر بہت سارے بڑے ہیں مری طلبِ دستجو کز خواہوں
 کا حال بُرا ہے ہمارے دولت سرار میں ہزاروں دارِ نیسب ہیں دن رات ہمارے طلبکاروں کے خون بہہ رہے ہیں۔)
 روایت ہے کہ جب حضور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر یا بادشاہت درمیں سے
 ایک کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، چوں کہ حضورؐ محب تھے اس لئے فقر اختیار فرمایا کیوں کہ فقر،
 درویشی بلا کا گھر ہے اور محبوب فرماتا ہے۔ رُبَاعِی

مارا خواہی تن یغماں اندردہ چوں شیفنگاں سزجہاں اندردہ
 دل پر خون کن بدید گاں اندردہ وانکہ زبے دوریدہ جاں اندردہ
 (اگر ہم کو تو چاہتا ہے تو رنج و غم میں اپنے کو تھوٹا کر دیاؤں کی طرح جہاں میں خاک چھانتا رہ
 دل کو خون بنا کر اکھوں کے سپرد کر، پھر دونوں اکھیں کھولنے کے بعد جہاں بھی گنوارے۔)
 اور حضورؐ نے یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مَسْكِيْنًا وَاخْزِنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسْكِيْنِيْنَ
 (اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین ہی مجھے بلا اور مسکین ہی کے زمرہ میں میرا حشر فرما)

لنگا، بھوکا ہوں مگر تیرے ساتھ رہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تیرے بغیر بادشاہی اور
 سلطنت کروں اس معنی میں کہا ہے۔

غزت جو دراشتاید بے پیچ شکِ سلاک : در کون و مکان مارا جز خوار نیاید بود
 بردار چوئی بینی پیوستہ جمالِ ادرا : در چار سوئے عشقش بے دار نیاید بود
 بلے سلاک بلاشبہ غزت اسی کے لئے زیبائے نجات تود دونوں جہاں میں خوار و خوار ہی ہونا چاہیے

عاشقوں کو دار پر جب اس کا جمال سسل نظر آتا ہے تو پھر اس کے عشق کے چاروں سمت داری دار ہونچا بیٹے

فرعون، نمرود اور تارون کو چوں

کہ عالم محبت سے بہرہ و حصہ نہ تھا اس لئے ان سب کو دنیا کا صاحب ملک و مال و جاہ و مرتبہ بنایا تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ دوستوں اور محبتوں کے ساتھ معاملہ اور ہے دشمنوں کے ساتھ اور ہے

اے آشنا کو بے محبت صبور باش : بیدار دنیویاں ہمہ بر آشنارود

اے محبت کے کوچے کے شباب صبر سے رہا کیوں کہ ان حسینوں کے جو رستم ہمیشہ اپنوں ہی پر ہوتے ہیں

نقل ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بلا نہ تھی جو حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ

علیہ کو صاحب زادہ کے قربان کرنے کا حکم ہوا اور وہ بھی بلا نہ تھی جو ذکر یا علیہ السلام کے سر پر

آرہ چلوا یا گیا، مصیبتیں تو وہ تھیں جو میرے سر پر ڈالی گئیں۔ کبھی تو فرمایا لَوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتُ

الْأَفْلَاقَ (آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) سب آپ کے لئے ہے کبھی کہا گیا لَيْسَ لَكَ مِنَ

الْأَهْرِ شَيْءٌ (کوئی کام آپ کے بس کا نہیں ہے) کبھی ہمارے عمر کی قسم کھائی جاتی ہے بِعُمُرِكَ (آپ کے

عمر کی قسم) اور کبھی یہ کوڑا لگایا جاتا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا كَذِيٍّ (کیا تمہیں یتیمی میں پناہ نہ دی)

کبھی عرش کو مرفرش بنایا جاتا ہے اور کبھی ایک پیمانہ جو کے لئے یہودی کے در پر بھیجا جاتا

ہے اور کبھی دَسَّ فَعْنَا لَكَ ذِكْرُكَ (بلند کیا میں نے آپ کے ذکر کو) ہماری رفعت آشکا ایک جاتی ہے

اور کبھی اُونُٹ کی ادھیری گردن پر ڈلوادی جاتی ہے مَا اُوْذِيْ نَبِيٍّ مِّثْلَ مَا اُوْذِيْتَ (کسی نبی

کو اتنی ایذا نہ ملی جتنی ایذا تمھیں ملے) اسی کو کہا ہے۔ رُبَّاعَى

گہ باکف پر سیم و گہ دریشم گہ بادل پر شاد و گہ دریشم

گہ واپس جملہ خلق گہ دریشم مابو قلمون روزگار خویشم

(کبھی تو میری سٹی سونے چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی غلّ و تلاش ہوں کبھی تو مراد دل خوشی

میں مست اور کبھی گھائل و چور رہتا ہے کبھی سائے غلوں کے نیچے و محکیل رہا جاتا ہوں کبھی امام بن کر سب

کے آگے ہوتا ہوں میں اپنے زمانہ کا ایک عجوبہ تماشہ بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں جو سب سے پہلا حرف لکھا گیا "محبت" تھا پھر ب کے نقط

کو نوں کے نقط سے بدل دیا گیا محنت ہو گیا۔ دونوں حرف کی ترکیب ایک ہی ہے صرف

نقط کا فرق ہے۔ اگر تم خوب غور سے دیکھو تو دونوں کو ایک ہی پاؤ گے۔ یہی ہے جسے ایک

بزرگ نے فرمایا کہ ہر نقطہ میں ہزاروں تہر ہے اور ہر حرف میں ہزاروں زہر ملائے ہوئے شربت کے پیالے ہیں۔ اس کے دوست ہر وقت یہی چاہتے ہیں کہ نیست و پست کر دیا جاؤں اس کے باوجود یہ خطاب ہوتا ہے اَصْبِرْ وَاصْبِرْ وَاَدْرَاكِ ابْطُوا وَاَتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ط
(صبر کرو، صابر بنو، صبر کرو اور مقابلہ کئے لئے تیار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پرے فلاح پالنے والوں میں ہو)
اللہ کہنے والے کی جان پر رحمت فرمائے۔ رَبَّاعِي

جانا دلم بزلف خود آونخستہ دایں جاں بغم عشق بر آونخستہ
تا در دلم ایں شور برانگنخستہ خوں از جگر م رویدگاں رنخستہ
(مشتوق نے میرے دل کو اپنی زلف میں اُلجھایا، عشق کے غم میں اس جاں کو گھلا ملا دیا یہاں تک کہ میرے دل میں ایسا اُبال پیدا ہوا کہ میرا جگر خون بن کر آنکھوں سے بہہ گیا۔)

وَالسَّلَامُ
فَیْقَرُ شَرَفَ مِیْرِی



مکتوب ۵

دنیا کا ترک اور عقبتی سے رغبت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ شیخ عمر! کاتبِ مکتوب شرفِ میزری کا خصوصی سلام و دعا،
آں برادر کو معلوم ہو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْذِّیْنِیْلْمُلْعُوْنَہُ
رَمَانِیْہَا دُنْیَا اَوْ دُنْیَا مِیْنِیْہَا جُوْجِہُہُہُ وہ سب ملعون ہیں۔ اب یہ جان لو دنیا میں جتنی چیزیں
جتنے اعمال ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ ایک وہ کہ صورتاً و معناً دنیا ہے کہ جس کی نیست اور اس کا قصد
دونوں ہی دنیا کے لئے ہو کسی صورت بھی خدا کے لئے نہیں ہو۔ وہ سب ہر خشیت سے گناہ ہی
گناہتِ بکا اس صورت میں مباحِ نعمت و لذائذ کو بھی کہتے ہیں کہ اس قسم میں داخل ہے اور ایسا
اس جہت سے کہتے ہیں کہ مباحِ توبے کیا نفس کی لذت اور اس کا حصہ ہے جس طرح تمام

گنہگاروں کے نفس کا حصہ اور اس کی لذتیں ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو صورتاً یعنی بظاہر تو وہ خدا کے لئے ہو لیکن نیت و ارادہ دنیا کے لئے ہو جیسے خواہشات، شہوات کا ترک اس لئے کہ لوگوں کی نگاہ میں پرہیزگار نظر آوے لوگ زیادہ سمجھیں۔ اور علم حاصل کرنا اس لئے کہ لوگوں میں صاحب جاہ و مرتبہ نظر آئے لوگ عالم سمجھیں اور اس علم کے ذریعہ دنیا کی دولت جمع کرنے کا سامان ہاتھ آجائے یہ سب ملعون ہے گرچہ ظاہر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب خدا ہی کے لئے ہے سلامتی اسی میں ہے کہ تمام دنیاوی نیت و ارادہ کو ترک کر کے صرف خدا ہی کے لئے ہو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ انچھوں چرخ سرگرداں شوی

ہرچہ باتو در نیاید زیر خاک آں ہمہ زیبا بود نہ دین پاک

(دنیا ترک کر دو تا کہ تم بادشاہ ہو جاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو آسمان کی طرح رات دن گردش میں ہو گے)

وہ چیزیں وہ اعمال جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جائیں اور وہاں کام نہ آئیں وہ سب آئیش و زیبائش میں پاک دین نہیں)

تیسری قسم وہ ہے کہ صورتاً یعنی بظاہر تو وہ دنیا ہی دنیا ہو لیکن اس میں بندہ کی نیت اور اس کا قصد و ارادہ خاص اللہ کے لئے ہو وہ ملعون نہیں مثلاً کھانا، پینا، سونا اس نیت سے کہ اللہ کی عبادت کر سکے گا اور نکاح کرنا بیوی سے لے کر اس نیت سے کہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو گا اس سے اولاد پیدا ہوگی تو وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا ہو گا اور اپنی پیشانی سے اس کی مسجدوں کو آباد رکھے گا اور تھوڑے سامان و اسباب کا ہتیا کرنا کہ اس سے طاعت و عبادت میں فراغت اور اطمینان حاصل ہو گا۔ اور مخلوق کا محتاج نہ رہے گا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

پچوں ترانائے و خلقائے بود ہر سروے تو سلطانے بود

(اگر ترے پاس ایک روٹی اور پھٹا پیرانا ایک ہی کپڑا ہو تو اس وقت تیرے بدن کا برہنہ بادشاہ ہے)

خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز و عمل جس میں نفس کا حظ و حصہ ہے آخرت کے کاموں اور احوال میں ایسے اعمال کی کوئی حاجت نہیں وہ سب دنیا ہی دنیا ہے اور دین کی تباہی و بربادی ہے جیسا کہ کہا ہے۔

خرچ کردی برائے نام جان را و پئے تن بادی ایمان را

(روٹی کے لئے تو نے جان گنوا دی اور تن بدن کی زیب و زینت کے لئے ایمان کی دولت گنوا دی)

آخرت کے کاموں میں جن چیزوں کی حاجت ہے اور ان کاموں میں اس کی نیت بھی اخروی ہو وہ دنیا نہیں، اگرچہ وہ ظاہری طور پر دنیا ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ جیسے سفر حج کے لئے خرچ و اخراجات خوراک و سواری، سواری کا سامان اس کا کرایہ وغیرہ کا انتظام،

علماء نے دنیا کے تین درجے قائم کئے ہیں۔ پہلا درجہ ضرورت کی مقدار میں کھانا، کپڑا پہننے کا مکان۔ دوسرا درجہ حاجت کی مقدار میں۔ تیسرا درجہ حاجت سے زیادہ بمقدار زیب و زینت، حسن و جمال، فخر و بڑائی کے اور اس کی کوئی حد و انتہا نہیں جس طرح حاویہ دوزخ کے گڑھے کی گہرائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہاں نجات و سلامتی اس کے ترک ہی میں ہے۔

ترک دنیا گیر تادینت بود آن بدہ از دست تادینت بود
گردت آگہ زمعنی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(دنیا چھوڑ دو تاکہ تمہارے پاس دین ہی دین رہے دنیا سے ہاتھ بھاڑ لو یہاں تک کہ مرنے ہی رہے۔

اگر تمہارا دل معنی سے آشنا ہو چکا ہے تو پھر تمہارا دینی کام دنیا کا ترک کرنا ہی ہے۔)

تو نے جس مقدار ضرورت پر اکتفا کیا اُس نے جھٹکا پایا اس لئے کہ مقدار ضرورت معاف ہے اور جس نے مقدار حاجت پر اختصار کیا یہ خطرہ سے خالی نہیں۔ اور جس نے بمقدار زیب و زینت اختیار کیا فخر و بڑائی کا اظہار کیا، کہا گیا ہے کہ وہ دوزخ کے سب سے بڑے گڑھے حاویہ میں گر پڑا۔ ایسا گڑھا کہ جس کی تہہ کا پتہ ہی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرگز است اندہ بیشی ہمرہ اوست کفر و درویشی
اولین سہ در رہ آدم بود نامے گلو و طبل شکم

(جس کو دنیا کی فراوانی کی فکر ہو اس کی زیادتی کا غم ہو اس کے ساتھ کفر و افلاس دونوں لگتا ہوا ہے)

اس راہ میں آدمی کے لئے سب سے پہلی رکاوٹ حلق کی بانسری اور پیٹ کا ڈھول ہے۔)

اسی لئے بزرگان دین نے ضرورت کی مقدار پر اکتفا فرمایا ہے۔ وہ راہ دروش کے مقلد اور امام خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے اوپر دنیا کو ایسا تنگ کر دیا تھا کہ دنیا والے سمجھتے تھے دیوانہ ہیں۔ سال دو سال گزر جاتے لوگوں کی نگاہ ان پر نہیں پڑتی ان کی غذا خرمائی وہ گٹھلیاں، تو میں جو راستے میں گرنی پڑتی رہتیں اسی کو چن کر تناول فرمالتے اور آپ کا لباس وہ گڈری، تو میں کے ٹکڑے کوڑے سے چن چن کر اٹھالاتے اور اسے دھو دھولا کر صاف کر کے ہی

سے خرقہ بنالیتے اور اسی کو زیب تن فرماتے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور دنیا کی آفتوں کو دیکھے ہوئے ہیں ان لوگوں کی روش اور سیرت وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی ہے اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چنڈالی سیماں کا داشت کز زمیں تا غرش گیر و دار داشت
مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل بانی ساخت او
(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ معرفت و مشاغل تھے کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے
لیکن جب اپنے مسکنت کی قدر پہچان لی تو پھر تخیل بننے کو اپنے آذوقہ کا ذریعہ بنا لیا۔)
لیکن آدمی اگر اس درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ حاجت کی مقدار پر اکتفا کرے
تاکہ دین سلامت رہ سکے جیسا کہ کہا ہے۔

چیت دنیا ز خالق استظهار : خاک دلے پُر از سگ و مردار
ادنیٰ کیا بے خلق سے پشت نہا ہی اور مخلوق سے امداد ڈھونڈنا اس کی مثال اس مگھٹ کی ہے جو مردار و کتوں
سے بھری ہوئی ہے۔

بزرگوں کے اقوال میں آیا ہے اِشْتَغِلْ قَلْبَكَ بِاللَّهِ بِأَرْكَائِهِ وَكُلْ لَا تَشْغَلْ قَلْبَكَ بِاللَّهِ
يَشْغَلْ بِالْغُمِّ وَالْهَمِّ اپنے دل کو پوری طرح اللہ میں مشغول کر دیا نہ کر دے کہ تو وہ تمہیں غم و اندوہ
میں مبتلا کر دے گا اور وہ دل جو غیر اللہ میں مشغول ہو اللہ کے در سے ہٹا دیا گیا۔

ہرچہ از عادت رود روزگار : نیت آن دایا حقیقت بیج کار
لیکن تادرنخود نبود ترا : در حقیقت ایں نظر نبود ترا

(لیکن جب تک تو اپنے اندر سفر نہ کرے گا اس وقت تک تجھے یہ نظر حاصل نہیں ہو سکتی
عبادت اصل عادت نہیں ہو جاتی حقیقت میں نظر تجھے حاصل نہیں ہوگی۔)

اور جس کے دل میں زن و فرزند کا غم ان کے کھانے پینے کی فکر ہو اسے باطن کی مشغولیت کیے
حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ وہ دل تباہ و برباد ہو چکا ہے اور تباہ و برباد دل سے باطنی مشغولیت نہیں
سکتی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ وَهَنَ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا
جس نے میرے ذکر سے مڑ پھیرا تو یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس کے عیش میں تکی ہوگی عیش کی تکی کیا ہے؟
وہ یہ ہے کہ اس کا دل ہمیشہ دنیا کے غم و اندوہ میں مبتلا رہے گا اور جب کوئی دل دنیا کے غم و اندوہ

کا گھر ہوتا ہے تو وہ شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دل کے منظر ریت ر بان خانہ دیو را چہ دل خوان

دل تو اللہ کی نظر گاہ ہے۔ شیطان کے گھر کو تم دل کیوں کر کہو گے۔

اور اعتراف روگردان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دو طرح کے ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنے

اُوراد و وظائف ترک کر دے۔ دوسرے یہ بے کراستے ادا تو کرتا ہے لیکن دل حاضر نہیں رہتا

اور جب حضوری دل نہیں تو ترک ہوا۔

زیر کاں را چور و ز معسوم است : کہ شب و روز غافلان شوم است

(ہوشمندوں پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ غفلتوں کے روز و شب نحوست و ادبار میں ہیں۔)

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ کسی کو بھی کھانے پینے لذت و شہوت رانی کے لئے

پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ■

(آدمیوں اور جنوں کو ہم نے عبادت کے لئے پیدا کیا) اسی کو کہا ہے۔

آدمی بہر بے غمی را نیست پلے در گل جز آدمی را نیست

شادی از اہل عصر بگیا ز است آدمی را خود اندہ از خست

(آدمی کے لئے غم سے خالی ہونا درست نہیں، حیران و پریشانی تو آدمی کی صفت ہے خوشی و شادمانی

زمانہ والوں سے بیگانہ ہے۔ حزن تو خود آدمی کے وجود میں ہے۔)

فقیر کے پاس کھانے کی چیز موجود ہے اُسے کھائے اور اگر موجود نہ ہو تو قرض سے کرکام چلانے

ایسا شخص فقیر کیسے ہو سکتا ہے۔

پہ خوری بیش پیل باشی تو نہ خوری جبریل باشی تو

باش کم خوار تا بمسال دیر کہ اجل گز سناست در دیر

(جب تم بہت زیادہ کھاؤ گے یا تھی کی طرح ہو جاؤ گے اور اگر بالکل نہیں کھاؤ گے تو فرشتہ بن جاؤ گے

کم کھانے کی عادت ڈالتا کہ تمہاری عمر دراز ہو اس لئے کہ موت نہ سے زیادہ کھانے والے کی بھوک بھتی ہے۔)

بزرگوں کا قول ہے اگر فقیر کو فاقہ ہو تو وہ رات اس کے سراج کی جوتی ہے فقیری میں سب

بڑا کام فاقہ اور بھوک ہے۔ سیر و آسودہ ہو کر کھانے والا آدمی ہرگز دین کی راہ میں نہیں چل سکتا کہتے

ہیں کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا اس کی اس بے حیبت کا سبب شکم سیری ہی تھی۔

اور کہا گیا ہے سیر و آسودہ شخص نماز ادا کرتا ہے تو وہ شیطان کے گود میں ہوتا ہے۔ اور بھوکا اگر سویا ہوا بھی رہتا تو شیطان اس سے بھاگا ہوا رہتا ہے مسلمان اور اہل ایمان کے بہتر فرقتے کافروں کے ساتھ سو فرقتے سب نے فاقہ کی تعریف و تحسین کی ہے اور سیرنگی کو ناپسند کیا ہے۔ شہوات و خواہشات کی مثال لکڑی کی ہے بھوک آگ ہے تمام شہوتیں اسی فاقہ سے جلا کرتی ہیں۔ بھوک ایک ایسی بدلی ہے کہ جس سے حکمت کی بارش ہوتی ہے۔ سیری وہ آفت و بلا ہے کہ جس سے کفر و گناہ کی راہ کھلتی ہے۔

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی می کند
دوست رازاں گر سہ دایم دایم تاز جان خویش سیر آید متم
(تھوڑے پر قناعت کرنے والے جان رکھنے والا اگر گدائی کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی کر رہا ہے دوستوں کو اس لئے بھوکا رکھتا ہے تاکہ وہ اپنی جان سے پورے طور پر سیر ہو جائے۔)
چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ مہینوں گزر جاتے سرور عالمیان ہتھ دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک سے دھواں برآمد نہ ہوتا اور اکثر راتیں ایسی گزرتیں کہ چودہویں رات کے اس ماہ کامل کے حجرہ پاک میں چراغ کی روشنی نہ ہوتی۔ زبان حال گویا یوں گہر نشان ہے۔

ہر رنج کہ از تو آید اے جاں بردل حقا کہ عزیز است چو احسان بردل
تقصیر کن در غم من خوشی نہ بہ ہر درد کہ آں کشید نتوان بردل
(اے دوست! ہر وہ رنج و مصیبت جو آپ کی جانب سے میرے دل پر آئے قسم ہے خدا کی وہ احسان کے مانند مجھے عزیز ہے میرے غم میں ہرگز کوتاہی نہ کیجئے مجھے اسی میں خوش رہنے دیجئے ہر وہ درد جو برداشت نہیں کر سکتا ہو وہ بھی اس دل کو دید دیجئے۔)

والسلام

حقیر شرف مینیری



مکتوب ۶

مریدی اور مریدی کے محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ مہتمم شیخ عمر ایک مہم و دعا کے لئے مخصوص۔

اے بھائی! مرید اس کو کہتے ہیں جو خود کو پیر میں گم کر دے اِلَا سَلَاةً وَّ تَرْكًا اِلَا سَلَاةً (ارادت معنی مرید ہی اپنے ارادہ کا ترک کرنا ہے) یوں کراپنی خواہشات سے ایسا نکل آئے جیسے سانپ کھلی پیوڑ کر نکل آتا ہے اور مردہ جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر ذرہ برابرے اعتراض باقی رہ گیا یا کسی طرح کا چون و چرا اس کے نہاد میں ہو تو وہ خود پرست ہے مرید نہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مرید کو پیر پرست ہونا چاہیئے یہاں تک کہ وہ خدا پرست ہو جائے مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَسَدَّ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی) کی رہبری اسی طرف ہے اَصْحَابِیْ كَالْبَحْرِ يَأْتِيهِمْ اِذَا شَاءُوْا اِخْتَدَّ يَتَمُّ (میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی اتباع کرو ہدایت پانے والوں میں ہوں گے) کا اشارہ اسی کی جانب ہے۔

پیر پرستی کی علامت یہ ہے کہ مرید اپنے دین کو پیر کے دین پرند کر دے۔ اور اپنے دین کو فدا کر دینا کیا ہے؟ اگر پیر دین کے خلاف کوئی کام کرنے کا حکم دے تو یہ نہ کہے کہ یہ خلاف دین ہے میں یہ کام کیسے کروں اس کا اعتقاد ایسا ہونا چاہیئے جیسے اُترن ہوئی وقی پر ہوتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اپنے مراد کا مرید بت پیر کا مرید نہیں۔ پیر کا مرید ہونا یہی ہے جسے ان اشعار میں کہا گیا ہے۔

اود لسیل آولس تو راہ بخوئی اوز بان تو بس تو یا و اگوئی

ہرچہ اودلفت راز مطلق دان ہرچہ اود کرد و نہ حق دان

فناک اوباکش بادشاہی کن آن اوباکش ہرچہ خواہی کن

(تیار یہ باتیں ترے لئے دلیل راہ ہے تو اور کوئی راہ نہ ہو نہ تیرے پیر کا بیان ہی تیرے لئے

کافی ہے۔ پیر نے جو کچھ حکم دیا اسے حقیقت کا راز جان اور پیر کے فعل کو حق سبحانہ تعالیٰ کا نال

پیر کی گلی کی خاک بن جا اور بادشاہی کر بس اسی کا ہو جا پھر جو جی چاہے کرتا رہ۔

کیا کہتے ہو؟ دودھ پیتے بچے کو مردانِ راہ کے کاموں پر انکار صحیح ہے اور نابالغ بچے کو دین کے اور اسرارِ شرع کے حقائق کی کیا خبر؟۔

آفتابے بایداً بخسَم سوز بچراغ تو شب نگر در روز

در دمسندی بگرد عیسیٰ کرد داردے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(ایسا آفتاب ہونا چاہیے جو ستاروں کو گم کر دے، تیرے اس ٹٹھاتے دلیسے اندھیری

رات روز روشن نہیں ہو سکتی مسیحائی جناب عیسیٰ نے کی، راہ میں چوم ہو کر بیٹھنے والے کی دوام کیا کر گئے۔)

مریض کو کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب سے کہے یہ دوا کھاؤں گا وہ دوا نہیں کھاؤں گا

مقتدی جب امام کی اقتدار کر لیتا ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ امام کی پوری اقتدار کرنی ہوتی ہے

زہر مہلک ہے بہت سی ایسی بیماریاں ہیں کہ طبیب اسی زہر سے اس کا علاج کرتا ہے۔ حلال

دواؤں سے صحت نہیں ہو رہی ہے تو ضرورتاً حرام دوا سے معالجہ کرنا مباح ہے۔ صاحبِ مختصر یعنی

انتہائی بھوک کی علت دالے کو مردار جو حرام ہے اس کے کھانے کے سوا کیا چارہ ہے طبیب کسی

بیمار کو میٹھی دوا اور کسی مریض کو تلخ دیتا ہے جس کو تلخ ہی دوا دینا ضروری ہے اگر میٹھی دوا دیدے

تو اس کی ہلاکت ہے اور جسے میٹھی دوا دینا ہی ضروری ہے اگر اسے تلخ دوا دیدی جائے تو یہ

بھی ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص طبیب نہیں بلکہ جاہل ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

روشن تر از آفتاب باید رائی تا بشناسد مزاج ہر سودائی

(طبیب کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن دماغ ہونا چاہیے تاکہ وہ ہر دیوانہ و سودائی کے

مریض کے مزاج کو پہچان سکے)

پیغمبروں کی مثال طبیبوں کی ہے، خالق کی مثال بیماروں کی ہے۔ قرآن کو دواؤں کا خزانہ سمجھو

وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ (اور ہم نے قرآن میں جو بھی اتارا شفا ہے؟ چنانچہ ہر مرض کے

اندازہ سے دوا تجوید کرتے ہیں اور ان دواؤں سے ہر مریض کے لئے مختلف معجون بناتے ہیں تاکہ ہر مریض

صحت میں تبدیل ہو جائے اور آدمی ہلاکت سے نجات پائے اور دین کا جمال مشاہدہ کرے جیسا کہ

کہا ہے۔

آن ہولے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بودندیں باشد
(اس سے پہلے جو تیری خواہشیں تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں۔)

اسی طرح وہ جماعت ہے جو پیغامبروں کی وارث ہے۔ کَلِمَةُ النَّاسِ عَلَى قَدْرِ عَقُولِهِمْ
لوگوں کی سمجھ کے مطابق باتیں کریں اسی کا ان کو حکم ہے اور ہر شخص کے مرض کے اندازے سے دوا
تجویز کریں اسی کو کہا ہے۔

پیر رہ کبریت احمر آمدہ است سینہ اذخر اخضر آمدہ است

(پیران راہ سُرخ گندھک یعنی نایاب ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔)

ہر وہ حکم و فرمان جو پیران کریں اس پر مرید کا اعتقاد و جی منہزل کی طرح ہونا چاہیے اور اگر ایک بال
برابر بھی چون و چرا تمہارے باطن میں باقی ہے تو تم انکاری ہو مرید نہیں۔

حکایت ہے، ایک روز مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ آج کی رات میں نے یہ خواب دیکھا
ہے کہ آپ نے کسی کام کا مجھے حکم دیا اور میں نے کہا یہ کیوں کر پیر نے سنتے ہی مرید کی جانب سے
رُخ پھیر لیا اور کہا اگر بیداری کے حال میں تمہارے باطن میں چون و چرا نہ ہوتا تو تم خواب بھی کیوں
کہتے اسی معنی کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

یوسف تو ہنوز در چاہ است کش نہ ہنگام افسر و جاہ است

مہر نادیدہ ماہ کے شود او بندہ نابودہ شاہ کے شود او

(تیرا یوسف تو ابھی تک کنواں میں ہے، ابھی اس کے تاج و تخت کا وقت نہیں آیا۔ جس نے سوچ

ہی کو نہیں دیکھا وہ چاند کیسے بن سکتا ہے، اور جو بندہ نہ بنا وہ بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے۔)

اے بھائی! مرید کو سراپا تسلیم و رضا ہونا چاہیے۔ بچے کو مردوں کے معاملات سے کیا سُرکار؟
اگر کہیں کہ اس وقت رات ہے اور تم آفتاب دیکھ رہے ہو تو تمہیں یہی کہنا چاہیے کہ مری آنکھیں
خطا کر رہی ہیں بیشک رات ہی ہے۔

مریدی و ارادت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ تک بہت سی راہیں ہیں لیکن
یہ راہ تمام راہوں سے زیادہ نادر اور زیادہ عزیز ہے۔ لاکھوں میں کوئی شخص ایسا ہوتا ہے جو اس
راہ ارادت میں چلتا ہے، اگرچہ سارے جہاں کو اسی کی آرزو ہے۔ اسی کو کہا ہے۔
آن را کہ چناں جمال باشد : گر ناز کند حلال باشد

در عالم خویش عاشقان را : گر بار و بد محال باشد
(جولے جمال والا ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے اور اگر عاشقوں کو اپنی حریم
خاص میں باریابی نہ دے تو یہ اس کے لئے درست ہے۔)

نقل ہے کہ ابوالقاسم کرگانی رحمتہ اللہ علیہ جو انسانوں اور جنوں کے پیر تھے جن کے ہزاروں
ہزار مرید صاحب وقت تھے اس کے باوجود فرماتے ہیں سارے جہاں میں ایک ایسا مرید ڈھونڈ
ہوں جس کی کھال کھینچ کر اس میں بھس بھر کے آفتاب کی تابش میں لٹکا دوں تاکہ سارا عالم اس سے سبق
حاصل کرے۔ بیشک یہ لوگ خود مریدی کئے ہوئے تھے جانتے تھے کہ مریدی کیا ہے اور مرید
کون ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است : گر گدای می کند شاہ آمدہ است
(جس نے اس راہ میں ہمت کے ساتھ قدم رکھا اگر گداگری کرنا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔)

اے بھائی! ان مردانِ خدا کی نظر میں سارے جہاں کے لوگ شیر خوار بچے ہیں بلکہ اس
سے بھی کم وہ بچہ جو ابھی ماں کے شکم میں ہے، یہ بھی کیا بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں۔ اس سے
بھی کم جو ابھی عالم عدم ہی میں ہیں۔

حال یہ ہے کہ آج ہم لوگ خود فریبی میں مبتلا و مغرور ہیں اور خود پرستی میں مشغول ہیں اس کے
باوجود پیری اور مریدی کا دم بھر رہے ہیں، وائے حسرت کیسے گھٹے اور خسارے کی وہ گھڑی
ہوگی جب موت آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹائے گی فکشفنا عنک غطاءک فبصرتک الیوم
حدید کی ندا آئے گی۔ (اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے) اس وقت ہم سب
پر ظاہر ہو جائے گا کہ ہم کافر تھے یا مومن، موحّد تھے یا مشرک، زنا ربن تھے یا دستار بند کیا پتہ
ہماری نیشست بت خانہ میں تھی یا مسجد میں یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

سوف تری اذا تجلی الغبار : تحتك فرش ام حمار

(جب غبار چھٹ جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا۔)

یہاں سر پر خاک ڈالنا اور اپنا ماتم کرنا ہے۔ اور یہ شعر دروزبانِ رب ہے۔

نمی دانم کرا نام بدیں ستیر گرفتارم : نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے خبر نہیں میں کیا ہوں، اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)

اور یہ جو کچھ یہاں ہوا حکمِ حال ہے اعتقادی نہیں (یعنی حکمِ حال کی بنا پر ہے عقائد پر نہیں)
یہاں کسی کو یہودہ گوئی کرنا نہیں چاہیے۔ یہودہ گوئی کرنے والوں کے جواب میں ایک عزیز نے کہا ہے۔

گر ترارِ وزے دریں سداں کشند ایں رقمِ بینی کہ بر مرداں کشند

آنگھے زیں شیوہ معنی مسہ ہزار بینی ودانی و داری استوار

(اگر کسی دن تجھ کو اس سیدہ ان میں کشاں کشاں بجائیں، تو تو وہ نوشتہ دیکھے گا جو مردوں کے و منف

میں تحریر ہے اس وقت اس شیوہ سے لاکھوں معنی دیکھے گا بجان لے گا اور یقین کر لے گا۔)

ہاں وہ لوگ جو اس گروہ صوفیہ کی دوست سے بے نصیب ہیں ان کی یہودہ گوئی اپنی جگہ پر۔

والسلام

والشداظم۔



فقیر شرفِ منیری

مکتوب

ہمت کی بلندی اور دونوں جہانِ حاصل ہو جانے کے باوجود خود کو

مفلس دیکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ شیخ عمر! شرفِ منیری کا خصوصی سلام و دعاء

اے بھائی! حدیث شریف کے مطابق آدمیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک جانوروں سے

مشابہہ ہیں ان کی ہمت کھانا، پینا، سونا اور مباشرت کرنا ہے۔ اُولَئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْہُمْ

اَحْنُلٌ سَبِیْلًا (یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) ان کی صفت ہے۔ اور ایک

قسم فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں ان کی ساری ہمت تسبیح، تہلیل، طاعت و عبادت ہے

ان کی صفت فرشتوں کی صفت ہے۔ اور ایک قسم ان کی ہے جو انبیاء کے مشابہہ ہیں ان کی ہمت

مولا کی محبت اور اس کا عشق ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رُبَّاعِی سے

صاحبِ خیراں کہ عالمِ دل دارند در نکتہِ غیبِ محرم اسرار اند
ہر آئینہ صفا، شاں زنگے نیست ناں روئے ز نقشِ دون حق نیزا راند

(حقیقت اکاہان جو دل کا ایک جہاں رکھتے ہیں وہ غیب کے باریکیوں کے محرم راز ہیں، ان کے آئینہ دل میں ذرہ برابر زنگار نہیں، اسی بنا پر حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنے نقش و نگار ہیں، سب تعلق ہیں ان کی صفت انبیاء کی صفت ہوتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں فِیْمَا المرءِ ہمتہ ہر شخص کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔ خداوندانِ ہمت کہتے ہیں کہ تجھے آدم صغی اللہ کی صفوت، ابراہیم خلیل اللہ کی خلعت، موسیٰ کلیم اللہ کی مکالمت، عیسیٰ روح اللہ کی روحانیت اگر عطا فرمائیں اس وقت ان انعامات کی جانب ذرہ برابر تجھے رغبت ہو تو تو صوفی نہیں ہے سہ سہ گل آمد و صد گونہ خواہاں چمن باؤ با جملہ جہاں بے تو سر یاد ز تنہائی (پچھول کھلنے کے ساتھ ہی سینکڑوں حسینانِ چین کے گلشت شروع ہو گئے، مگر آپ کے بغیر سارے جہاں کی موجودگی کے باوجود میں تنہائی کی دہائی دے رہا ہوں) —

یہی وہ مقام ہے جہاں اس گروہ کو "سلطانِ ہمت" کہتے ہیں۔ اور ایک بزرگ نے کہا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایسی کمان دے دی ہے کہ جس کا چلہ جبریل و میکائیل نہیں کھینچ سکتے وہ کمان "یہی ہمت" ہے۔

حسّت کہ بڑھ نہ بادی کرد چرخِ فلک اے سپر کمانم
(اے لڑکے! قسم ہے خدا کی آسمان میری کمان کو نہیں جھکا سکتا)

اور یہ دولت ان کو نفخت فیہ من روحی (میں نے اپنی روح ان میں پھونکی) سے حاصل ہے۔ یہ وہ راز ہے کہ کسی کو اسکے لکھنے کی اجازت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ رباعی
دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند در نکتہ دل بجز خود می کوشند
مئے از گفت دوست ہر نفس می نوشند سر میبازند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو۔ صوفیاء کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتہ، باریکی میں خود کو محور کھنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمہ دم محبوب کے ہاتھوں سے شراب کے پیالے پیتے رہتے ہیں، سردے دیتے ہیں مگر ستر حق تعالیٰ انہیں کھولتے)

ہاں ایک وہ تھا جس نے مستی میں عشق کے اس راز کو کھول دیا اور اس کی غیرت کی سولی پر چڑھ گیا۔
جیسا کہ کہا ہے۔

زہنہار لکوی بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار
دید کی کہ نیکر عشق رمزے علاج بگفت و رفت بردار
(اگر تم عاشق صادق ہو تو جمع عام میں عشق کے اسرار ہرگز بیان نہ کرو، دیکھا نہیں نشہ میں عشق کا ایک راز
منصور نے کھول دیا اور دار پر چلے گئے)

اس جماعت صوفیہ کا سرمایہ دولت یہی دو چیز ہے۔ ”ہمت اور افلاس“۔ دونوں جہان کی ملکیت
رکھنے کے باوجود خود کو مفلس وبے نوا جانتے ہیں، اور اپنی ہمت سے دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر
آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

خاک را چوں کار بیا پاک اوفتاد پیش آدم عرش در خاک اوفتاد
(جب اس مٹی کے پتلہ کا معاملہ اس پاک ذات سے ہوا، تو آدم کے سامنے عرش خاک پر آگیا۔)

حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، اگر تو کسی وقت خداوند عزوجل سے کچھ
مانگنا چاہے تو ہمت طلب کر۔ کیونکہ تجھے ہمت ہی کے ساتھ رہنا ہے۔ ایسا شخص جو کمالات کا حامل
ہو، کسی اور کمال کی طرف مائل ہو جائے کہ یہ بھی ہوتا تو وہ ہر ایک کمال جو مطلوب ہے اسی کے ساتھ
رہا۔ ایسا شخص کم حوصلہ ہے۔ اسے اصحاب ہمت میں شمار نہیں کیا جائیگا۔ صاحبان ہمت ساری
دولت کے موجود ہوتے ہوئے، یہی کہتے ہیں۔

زہدے نہ کہ در کنج مناجات نشینم و جدے نہ کہ برگرد خرابات بر آئیم
لے اہل صلا حیم و نہ مستان خرابات اینجا و نہ آنجا نہ چہ بوسیم کجا سیم
(نہ تو ایسا زہد کہ حبس میں بیٹھ کر مناجات کیا کروں نہ ایسا وجد کہ شراب خانہ کے گرد چکر کاٹتا رہوں نہ
تو صالحین میں ہوں، نہ شراب خانہ کے مستوں میں، نہ یہاں ہوں نہ وہاں ہوں، میں کونسی جگہ ہوں اور کہاں ہوں)

ہمت والوں کی نشانی یہ ہے کہ اپنے نقد و حاصل پر نظر نہیں رکھتے بلکہ اُن کی نگاہ اس پر رہتی
ہے جو انہیں حاصل نہیں ہے اور جس کا حصول عقلاً ممکن ہے۔ کم ہمتوں کو جتنا بھر حاصل ہے اُسی پر
قناعت کرتے ہیں لیکن اس امر میں صاحبان ہمت کیلئے قناعت حرام ہے۔ کہتے ہیں کہ سالک کی
نگاہ جب تک حاصل و نقد پر ہے وہ اس وقت تک بت پرست ہے۔

زانکہ گرموئے بے انداز خودیت ہفت دوزخ پر برآید از بدیت

(اگر تیری خودی تجھ میں بال برابر جی باقی ہے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں)

جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نقد وقت ان کی ہمت عالی پر نچھاورا تو پوچھتے ہیں
 ما لا یمان یا رسول اللہ (ایمان کیا ہے؟ یا رسول اللہ) سبحان اللہ۔ باوجود اس دولت
 عظمیٰ افضل الخلائق بعد الانبیاء ابوبکر صدیق (نبیوں کے بعد تمام لوگوں میں
 ابوبکر صدیق افضل ہیں) اور باوجود اس نعمت کبریٰ کے لواثرین ایمان ابوبکر مع
 ایمان امتی لرحب (اگر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ جھک جائے) پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟)
 پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟) پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟) پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟)
 پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟) پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟) پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے؟)

مارانہ علم پرس نہ زہد و نہ معرفت را ہے، ہی رویم بامید واری !!

(پوچھو نہ مجھ سے معرفت و زہد و علم کو، اک نہ چل رہا ہوں امیدیں لئے ہوئے)

کہتے ہیں یہی وہ مقام ہے کہ جب سے عالم قائم ہے نہ ایسا مرید دیکھنے میں آیا نہ ایسا پیر صلی اللہ علیہ وسلم
 سبحان اللہ۔ جب پیر کی یہ شان ہے کہیں مازغ البصر و ماطغی (نہ نگاہ بہی نہ حد بڑھی)
 پھر ان کے مرید ان تمام کمالات کی بلندی کے باوصف کیوں نہیں پوچھتے ما لا یمان۔ کیا ہی
 اعلیٰ ہمت پیر ہے اور کیا ہی خوب ہمت مرید۔

اے بھائی! ارباب ہمت کو دنیا و آخرت کہاں آسودہ کر سکتی ہیں۔ مصرعہ۔

بارالبان تو باید شکر چہ سود کند — (مجھے تو آپ کے لب ہائے شیریں چاہئے شکر سے مجھے کیا علاوہ ملے گی)
 اور ایک دو سکر عزیز نے کہا ہے۔

باوجود لب شیریں تو حیفے باشد خضر گر گرد لب چشمہ حیواں گردد

(افسوس ہے آپ کے لب شیریں کے ہوتے ہوئے خضر چشمہ لب حیواں کے گرد چکر کاٹتے رہیں)

در بہشت ملک ہمہ خاماں در بہشت تو دوزخ آشا ماں

بر درت خوب وزشت را چکنم چوں تو بستی بہشت را چہ کنم

(خامکاروں کی جگہ غلہ آسانی ہے، دوزخ آساموں کی سترا گاہ آپ کے دیدار کی جنت ہے)

آپ کے در پر اچھے اور بُرے سے نبھے کیا کام، جب آپ ہیں تو بہشت سے نبھے کیا مطلب)

لیکن جس کا دماغ اس ہمت سے خالی ہے وہ دور ولی میں مگن ہے۔

سگ ذون ہمت استخوان جوید پیچہ شیر مغز حباں جوید

گس و گربہ سوئے خوان پوید سگ و زاغندہ کا استخوان جوید

(کمینی ہمت والا کتا بڈیوں کی کھونٹ میں رہتا ہے۔ شیر کا پیچہ زندوں کے مغز کی تلاش کرتا ہے مکھی اور بلی دستہ ترخوان کی طرف لپکتی ہیں۔ کتے اور کوسے ہڈیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں) یقیناً ہاتھی کی قوت ہاتھی کے حوصلہ کے لائق ہے، چیونٹی کے حوصلہ میں ہاتھی کے قوت کی کہاں گنجائش ہے؟

اہل ظاہر کو ظاہر سے واسطہ ہے، ظاہر رستوں کو اس کام کی حقیقت کی جانب راہ نہیں۔ جو لیلیٰ کا عاشق نہیں ہے راہ عشق میں مجنوں کے فریضے اس کے لئے فرض راہ نہیں۔ بات مردوں کی کہی گئی ہے محنتوں کی نہیں کہ لوگ فضول گفتگو شروع کر دیں۔ جو تلوار کھانا اور تلوار چلانا جانتے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہوتے ہیں اور جو پیالے چاٹنے اور حلوہ کھانے والے ہیں وہ اور ہیں۔

نمبردار! ان میدانِ خاص کو اپنے رکیک عقل کے ترازو پر تولنے کی کوشش نہ کرو اسلئے کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہارے ترازو پر تولے جائیں، ان کی ہمت عالی تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ جب آدمی کی قیمت ان کے درجے ان کی ہمت ہی کے مقابلہ میں ٹھہرائی گئی ہے تو یقیناً درجات میں بھی شرف ہوگا ان الله يتجلى للناس عامة ولا یبکر حناسة۔ تمام لوگوں پر حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی عام ہوگی اور ابوبکرؓ پر خاص تجلی ہوگی۔ جانتے ہو! جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ تجلی خاص کہاں سے ہے؟ یہ اُس جُرعہ خاص کے اثر سے ہے جو اُن کو اپنے پیڑ سے ملا ہے۔ اور یہ تجلی خاص مازاغ البصر و ماطغی (نہ نگاہ ہی اور نہ نظر پہنچی) کی ہے۔ کیا ہی خوب ہمت ہے کہ اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین پر قدم زن ہیں یہ کیا ہے؟ ان الله يحب معالی الامور و یبغض سفلاھا (اللہ تعالیٰ بلند و بالا

امور کو محبوب رکھتا ہے اور ناقص و حقیر کاموں کو ناپسند فرماتا ہے) جس کی ہمت جس قدر بلند و برتر ہے اس کے کام اتنا ہی زیادہ اعلیٰ و ارفع ہیں۔ آدمی کی اس مختصر سی صورت پر کیا نظر رکھتے ہو وہ جو اس کے اندر ہے اُسے دیکھو۔ اگر چشمِ بصیرت ملی ہے تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان سب کا عکس آدمی کی صورت میں موجود ہے اور لوح و قلم و بہشت میں جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان سب کا عکس

آدمی کے باطن میں تقدیر موجود ہے، اور الوہیت کے عالم میں جو کچھ ہے اس کا عکس آدمی کی جان میں نقد حاصل ہے *وفی النفسکم افلا تبصرون* (ہم تمہارے اندر ہیں مگر تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی جانب ہے *من عرف نفسه فقد عرف ربه* (جس نے خود کو پہچانا اُس نے رب کو پہچانا) اسی مقام کی بات ہے اور اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔

یہ بینی نقشہ ہمارے خود خلافت رومی و چینی اگر ازل دل تو وقتے یکدم بادوست نیستی
(اگر تم ایک ذرا دیر کیلئے بھی محبوب کے حضور میں دل سے بٹھو تو تم خود اپنے اندر ان تمام نقوش کا مشاہدہ و معائنہ کرو گے جو روم و چین میں نہیں)

اور ایک دوسرے ہم لوگوں کے حال پر اس عبارت میں ماتم کیا ہے
در نہاد تو بھی محبوب ماندے زیر ہم خاک بادہ برت کر کیں کار تو بس مشکلت
(یہ ساری حقیقتیں تیری ذات میں موجود ہیں تو خود ان سے محبوب یعنی پردہ میں ہے تیرے سر پر خاک تیرا کام بہت نوار ہے)
اور وہ جو اہل نظر کہتے ہیں کہ خداوند عزوجل کی راہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں بلکہ بہشت عرش میں بھی نہیں، خداوند تعالیٰ کی راہ تو خود تیرے باطن میں ہے *قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ* (مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) اسی کی شہادت میں ہے اور وہ یہ ہے جو ایک شاعر نے اس میں کہا ہے
اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوی این سعی ترا چہ سود دارد گوی !!
چیزے کہ تو جو بیان نشاں آوی بات ہی تو جاے دیگر جوی
(اے وہ شخص کہ تو سارے جہان کی چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ کتنے کیا فائدہ دیگی جس چیز کی تجھے تلاش ہے اس کا پتہ کیا؟ وہ تو خود تیرے تھلے ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے)
جس نے دل کے ارد گرد چکر کاٹی اس نے مقصود پالیا اور جس نے دل کی راہ غلط اختیار کی وہ گم کردہ راہ مقصود سے بہت دور ہو گیا۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے

گفتم ملکا ترا کجا جویم من دار خلعت تو وصف کجا گویم من
گفت کہ مرا جوئے بر عرش و بہشت نزد دل خود بجو کہ نزد دل تویم من !!

(میں نے کہا اے مرے بادشاہ تجھے میں کہاں ڈھونڈوں۔ اور تیرے لوازمات کی توصیف کہاں پر میں بیان کروں؟ اس نے کہا۔ مجھے نہ عرش پر تلاش کرو نہ بہشت میں۔ میں تو تمہارے دل کے قریب ہوں اس لئے مجھے اپنے دلیں ڈھونڈو) اسباب ہمت کہتے ہیں

آں لقمہ کہ درد ہاں نہ گنج بطلب و آں سر کہ درد نشان گنج بطلب سرت میان دل دریش خداوند جبریل امین درانہ گنج
(وہ لقمہ ڈھونڈ جو منہ میں نہ سما سکے اور وہ راز طلب کر لے جس کا پتہ نہ ملے۔ فقیر کے دل اور خدا کے درمیان ایک
ایسا راز ہے کہ جبریل امین کی بھی جہاں گزرتا نہیں وہ راز طلب کر) — سبحان اللہ! کیا ہی خوب ہے یہ آں خاک
ہے خاک تو آئینہ خستہ رنجہاست بر سر این خاک بے گنجہاست
(تیری خاک رنج و محن سے گوندھی ہوئی ہے اس خاک پر بہت سارے خزانے ہیں)

کبھی اس کی یاد سے خالی نہ رہ ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہ لعل اللہ یحدث بعد
ذلك امراً (شاید اسکے بعد خداوند عزوجل کوئی نئی راہ پیدا کر دے) جیسا کہ کہا ہے
در سرائے مرا گاہ گاہ حلفت بزن صواب نیست کہ بیگانہ وار بر گزری
(کبھی کبھی آتے جاتے مرے گھر کے در کی زنجیر ہلایا کر یہ درست نہیں ہے کہ غیروں کی طرح تو ادھر سے یونہی گزرجائے)
من ادمن قعر الباب یوشک ان یفتح له جو شخص ہمیشہ در سے لگا ہوا کھڑا ہے قریب
ہے کہ اس پر دروازہ کھول دیا جائے۔ طالبوں کیلئے یہ بہت بڑی تسلی ہے۔ اگر قسمت میں ہے تو فتح باب
ضرور ہوگا ورنہ مادر زاد نکبت کا کیا علاج؟

ہر کہ دایم حلفت بر در می زند غایت روزیش باشد فحیاب
(جو شخص ہمیشہ دروازہ کی کڑی کھٹکھٹاتا رہتا ہے آخر کار ایک روز فستحیابی ضرور ہوگی)

سرتیت دراں زلف تو بر بستہ اما چہ تو اں کرد کہ بامانک شای!
(اے محبوب آپ کی زلف میں ایسے ایسے راز سر بستہ ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ آپ مجھ پر نہیں کھولتے)
تو اسی غم میں جان گنوا دے، خون کے گھونٹ پیتا رہ اور اسی حسرت میں جلتا رہ اور یہ پڑھا کر۔

دل را چہ خطر باشد و جاں را چہ محل (دل کا کیا خطرہ اور جان کی کیا پر واہ) — مصرعہ
در کوئے تو مردہ بہم نہ از روئے تو زند

آپ کے دیدار سے حرمِ مہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ کے کوچہ میں دم نہ نکل جائے۔

قدم پیچھے نہ پٹنے پائے اگر خلق کے مارے ہوئے کا خون بہا دینا رو در ہم ہے تو اس محبوب حقیقی
کے قتل کئے ہوئے کا عون اس کا دیدار ہے من قتلت فانا دیتہ زجنہ اس کو قتل کیا اسکے خون کا بدلہ
میں ہوں) ایسے قتل کے شکرانے میں اگر ہزار جان ہو تو وہ بھی شربان کر دیا جائے وہ بھی کم ہے۔

یہ رباغی سنو!

روزے کہ دلت بردہ جانا نست بدو شکرانہ ہزار جاں فدائے توں کرد
 کاندہ سر کوئے، عاشقانہ لے مرد بے شکر قفاح نیوواں نتواں کرد
 (جس روز ترادل محبوب کے دیر درد سے بھر جائے، اس کے شکرانہ میں ہزار جان فدا کرتی چاہئے۔
 اے شخص اس کے عاشقوں کی گلی میں شکر کے بغیر نیووں کو گردن نہیں جھکانا چاہئے)

والسلام
 خاکسار شرف منیری



مکتوب ۸

توبہ اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع ہونیکے ذکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درویش عزیز شیخ عمر، شرف منیری کے سلام و دعا، کیلئے مخصوص۔
 اے بھائی! پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک و صاف رہنا فرشتوں کا کام ہے، ابتداء سے
 آخر تک گناہ کی ناپاکی میں مبتلا رہنا شیطان کا کام ہے۔ گناہ کرنا گناہ کے بعد توبہ کرنا آدم اور
 آدم کی اولاد کا کام ہے۔ رباعی ۷

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
 بشتاب سوئے توبہ کہ از مادہ رگیتی! از گردن تاخیر بے واقعہ زادہ است

(اے بڑھے گنہگار! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہشت میں طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہیں،
 توبہ کرنے میں جلدی کر، تاخیر میں خطر ہے کیونکہ اس دنیا میں روزانہ بہت سالے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں)
 حقیقت یہ ہے کہ محض گناہ کرنے سے بندہ کی گرفت نہیں ہوتی، گناہ سے توبہ نہ کرنے پر پکڑ ہوتی
 ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے اگر کسی نے گناہ کیا اور گناہ کے بعد توبہ کر لی تو اس پر اجماع ہے کہ وہ مآخوذ نہیں
 ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے
 جس نے گناہ کیا ہی نہیں)۔ آدمی سے گناہ سرزد ہونے میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیونکہ آدمی کی

نہ رشت ہی شہوتوں، خواہشوں کا مجموعہ ہے۔ اس پر شیطان چبھے لگا ہوا ہے اور نفس کا فراقالب کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے

کاشکہ ہرگز نہ زادی مادر م

تاکردی کشتہ نفس کا سرم

کاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی۔ تاکہ نفس کافر کے ہاتھوں میں ہلاک نہ ہوتا

آدمی کا توبہ کرنا ایک نادر بات ہے۔ آدم کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس گناہ سرزد

نہ ہو۔ لیکن بہترین گناہ گار وہ لوگ ہیں جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لیتے ہیں

قطرہ چند از گنہ گر شد پدید

در چپناں دریا کجا آید بدید

(اگر گناہ کے چند قطرے وجود میں آگئے تو ایسے دریا رحمت میں وہ کہاں دکھائی دے سکتے ہیں)

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اللہ کی عصمت کی پناہ میں ہوئے یعنی گناہوں سے معصوم

ہونے کے باوجود لغزش سے خالی نہیں ہیں، ان کی ادنیٰ سی لغزش ہی ان کے رتبہ غائی کے اعتبار

سے گناہ ہے اور اولیاء اللہ اگرچہ اللہ کی حفاظت میں ہیں یعنی گناہ سے محفوظ ہونے کے باوجود گناہ معینہ

سے خالی نہیں ہیں، کبیرہ کے امکان کے ساتھ۔ کسی نے اسی معنی میں کہا ہے

آدمی بہر بیعی رانیست

پائے در گل جز آدمی رانیست

شادی از اہل عصر بیگانہ است

آدمی را خود اندوخت از خانہ است

(آدمی غم و اندوہ سے خالی رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا۔ گناہ میں گرفتار ہونا آدمی ہی کیلئے ہے۔

خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے۔ آدمی کو رنج و الم خود اس کے اصل سے ہے)

اے بھائی! بہشت جیسی قیام گاہ، اور جناب آدم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے بندہ

جن کے سر پر عصمت کا تاج، اور جسم پر خلافت کی قبا، ہزاروں ہزار کرامات و نوازشات سے

سرفراز، صرف وہی ایک منہا ہی جو تم نے سنا ہوگا۔ ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمین

اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ گناہ گاروں میں ہو جاؤ گے) پر قائم نہ رہ سکے، قدم ٹکھڑا ہی گیا۔ آج

اس دنیا میں جہاں ہزاروں ہزار بلائیں، آفتیں اور ہزار ہا احکام و امر نواہی کا سامنا ہے اس پر نفس و

شیطان درپے آزار ہے۔ کیا کہتے ہو؟ ایسے میں آدمی اگر گناہ نہ کرے اور قدم نہ ڈگمگائے تو یہی

بڑے تعجب کی بات ہے۔ معرکہ:

آدم انجا با بلعدید است سکیں آدمی (جب آدم بہشت میں ڈگمگائے توبہ بیجا دے سکیں آدمی کی)

قطعہ ہے

از فتنہ و بلا نتوانی گریستن گری فی المثل چوم غ بر آری ہزار پر

من زند آدم است کہ ہر جا کہ فتنہ است در ہر دو کون ہست بسویش نہادہ سر

(فتنہ و بلا سے تم گریز نہیں کر سکتے، اگرچہ پرندوں کی طرح ہزاروں بال و پر نکال لو۔ یہ آدم کی اولاد ہی ہے

کہ دونوں جہاں میں جہاں کہیں بھی فتنہ ہے وہ اسی کی طرف سر رکھتے ہوئے ہے)

آدمی دو حال پر ہے۔ "داشت و گذاشت" (اللہ کی حمایت اور اسکی بے اعتنائی) جب آدمی

کو عصمت کی داشت میں رکھتا ہے تو اس سے طاعت و وفاقت کے سوا کچھ وجود میں نہیں آتا۔

ھذا افضل اللہ۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور جب آدمی کو اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو پھر

اسکے گناہ و مخالفت کیسے نہ ہو۔ یہ بھی اس کا عدل ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے

کہ باز پس جملہ خلق و کہ در پیشم من بومسلموں روزگار خویشم

(کبھی میں لوگوں کے پیچھے پیچھے ہوں، اور کبھی سب آگے ہوتا ہوں، میں اپنے زمانہ کا تماشہ بنا ہوا ہوں)

ایسے میں آدمی کیا کرے، یہی کہے "اعوذ بک منک" (میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھی سے) جیسا کہ کہا ہے

چوں از تو فر و مانم غائب گردم از دست تو قصہ ہم بدست تو دہم !

(جب میں آپ ہی کا گرایا ہوا اور عاجز کیا ہوا ہوں تو آپ کے ہاتھوں کا یہ کرشمہ آپ ہی کے حوالہ کرتا ہوں)

اور دوسرا معاملہ بھی کیا ہی تعجب تیز ہے

القاء فی البحر سدودا وقال له اياک و اياک ان لاقتبل بالماء

(ہاتھ پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا اور کہتے ہیں خب در تر نہ ہونا۔ کیا مشکل معاملہ ہے)

عراقی کی جان پر اللہ کی رحمت ہو جیو۔ جو کہا ہے

اے کاشش نبودی اے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی نہ

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا کیونکہ یہ ساری خرابی تیری وجہ سے ہے)

اہل بعیرت اس مقام میں غلام کی تمنا کرتے ہیں لیکن یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ ایک عارف

نے کسی نے پوچھا۔ آپ کی کیا آرزو ہے؟ کہا ایسا غلام کہ جس کا وجود نہیں ہو۔ اسی کو کہا ہے

آن رہ کہ من آدم کدامت اے دل باز روم کہ کار خامست اے دل

(اے دل وہ کون سی راہ ہے جس میں آیا ہوں، تاکہ میں لوٹ جاؤں کیوں کہ کام ابھی تک بنا ہی نہیں)

ایک دن جناب آدم علیہ السلام نے شیطان لعین کو دیکھا، کہا اے ملعون تو نے مرے ساتھ یہ کیا کیا؟ اس نے کہا اے آدم تمہارے ساتھ تو میں نے کیا۔ میرے ساتھ کس نے کیا؟ جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

صیاد ازل دانہ کہ بردام نہاد مرغ بگرفت وادش نام نہاد
ہر نیک و بدے کہ درجہاں میگذرد! خود می کند و بہانہ بر عام نہاد
(ازل کے شکاری نے جال بچھایا، دانہ رکھا، ایک پرندہ شکار کیا اور اس کا نام آدم رکھ دیا، دنیا جہاں میں جتنی نیکی و بدی ظہور میں آتی ہے ان سب کا فاعل حقیقی وہی ہے لیکن عوام کو بہانہ بنا رکھا)
شیطان ہوتا کون ہے؟ اور نفس کیا ہے؟ يفعل اللہ مایشاء (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)
تقدیر کے پول کو کھیلنے والے کے بلے کے آگے گیند بنجانیکے سوا اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟
اب گیند کی قسمت جہاں پہنچے۔ جیسا کہ کسی درد مند دل نے کہا ہے۔

بر من دلم نہ اند جز نام دلم تا خود بجار سدا سرانجام دلم
(میرے پاس میرا دل ہی نہیں رہا، صرف نام باقی ہے، اب دیکھنا ہے کہ اس دل کا انجام کیا ہوتا ہے)
گرچہ بات یہی ہے لیکن اختیار کی تہمت تجھ پر باقی ہے، ہوشیار رہنا کہیں غلط راہ پر نہ پڑ جاؤ۔
اے بھائی! جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام عصمت و جلالت کے باوجود انتہائی خوف و ہیبت کے ساتھ ہمیشہ یہ فرماتے رہیں کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (اے دلوں کے اُلٹ پھیر کرنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ) اسی سے سمجھنا چاہئے کہ ہم لوگوں کا کام کہاں آپڑا ہے۔ اگر زنا باندھنے کو دیں تو کیسے نہیں باندھا جائے اور اگر مسجد سے نکال کر بت خانہ بھیج دیں تو جانے کے سوا کیا کرتا ہے۔ ابلیس جو معلم الملکوت تھا اس کا حال دیکھو
کیا ہوا صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کند در گردنی

(سو ہزار سال تک عبادت میں لگائے رکھنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)
اور بلعم باغور جو عالم و زاہد تھا اور سینکڑوں کرامت کا حامل تھا کا حشر دیکھو۔ منزی سے
ہیبت آن راہ کارے مشکل است سد جہاں زیریں ہم پر خوں دل است
(اس راہ کی ہیبت ایک مشکل کام ہے۔ سو عالم کے لوگوں کے دل اس دہشت پر خون ہیں)
کیسی سرگردانی اور حیرانی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

چوں موئے شدم زرنج ہر بیدائے درد ہر کہ دیدست چو من ناشادے
 برخیزد اگر بجد بن ناگہ بادے چوں چنگ بہ ہر رگے زمن فریادے
 (طرح طرح کے جو رستم سہتے سہتے ہاتھ کی طرح ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندوہ لگیں زمانہ میں کسی جہاں دیکھا ہے
 اگر اپنا تک ہوا کی لہر مرے باطن سے اٹھے تو چنگ کی طرح میرے ہر رگ سے فریاد و فغاں کی جھنکا پیدا ہو)
 یہ خود ایک دوسری قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

گرچہ رہ جُستند ہر سوئے ازیں پے نہ بردند اے عجب موئے ازیں
 خون صد لقاں ازیں حسرت بر نیت آسمان بر سرق ایشاں خاک نیت
 (گرچہ اس سے نکلنے کی راہ ہر طرف ڈھونڈھی لیکن تعجب ہے بال برابر بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ صد لقاں
 کے خون اس حسرت و افسوس سے بہہ رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ آسمان ان کے سروں پر خاک ڈال رہا ہے)
 غرض یہ کہ پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے۔ گرنا اور گر کے اٹھنا
 آدمی کا کام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ آدمی دونوں جہاں کے مصائب و آلام اٹھا سکتا ہے لیکن
 اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ایک دن بھی صحیح مسلمان کے ساتھ زندگی گزار سکے۔
 دور دور است در بلا خوردن بندہ بودن و بندگی کردن
 (بلا میں مبتلا رہتے ہوئے بندہ ہونا اور بندگی کرنا بہت دور ہے)

اسکے بھی بڑھکر یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے شہنشاہ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ
 ستر بار استغفار کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْكَ (اپنی خطا سے معافی
 مانگتے رہئے) تو انتہائی فرماں برداری میں ستر سے ستر بار بڑھا دیا۔

اور وہ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام خلائق سے افضل ہیں باوجود اس دولت عظمیٰ
 لواتزن ایمان ابی بترمع ایمان امتی لوحج (اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو اپنی تمام امت کے ایمان
 سے وزن کرو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ زیادہ وزنی ہو) عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا
 بتائی جائے جسے من نمازوں کی ادائیگی کے بعد پڑھا کروں۔ ارشاد ہوا رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ
 نَفْسِیْ ظَلَمًا کَثِیْرًا فَاعْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے میرے
 پروردگار میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا پس تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں)
 پڑھا کیجئے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔

بردرحق بگردزار بگرد کز بزاری شوی دریں رزمرد

(حق کے درپرگریہ وزاری کے ساتھ گھومتا رہے کیونکہ اس راہ میں عاجزی ہی سے مرد ہوتے ہیں)

فقیہہ امت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا کروں؟ ارشاد ہوا، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ مُّجْتَبِ الْعُفُوفا حَفْتُ عَنِّيْ يَا عَفُوْرُ يَا عَفُوْرُ يَا عَفُوْرُ (اے اللہ! عفو تری شان ہے، تو معاف کر نیکی پسند فرماتا ہے، مجھے معاف کر دے، اے معاف کرنے والے، بخشنے والے، غفور) اسی سے نشان دہی ہوتی ہے کہ جو جتنا زیادہ

فرمانبردار، پاک تر ہوتے ہیں وہ توبہ استغفار سے کسی وقت خالی نہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی کی ہلاکت توبہ واستغفار کے ترک کرنے سے ہے، محض گناہ کرنے سے نہیں۔ جناب آدم علیہ السلام اور ابلیس لعنتی کے قصہ میں غور کرنا چاہئے۔ آدم علیہ السلام کرنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہہ اٹھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے مرے رب میں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا ہے) اور وہ ملعون جو کرا لعنتی نافرمانی کی ویسے ہی پڑا رہا یہاں تک کہ اس کی پیشانی پر لعنت کا داغ لگا دیا گیا۔ وَ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰی يَوْمِ الدِّينِ (بیشک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک کیلئے)

اے بھائی! بندہ کو قصداً گناہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر گناہ میں جا کرے تو فوراً اٹھ کھڑا ہو جائے اور مغفرت چاہے۔ جیسا کہ ہمارے باپ آدم اٹھ کھڑے ہوئے اور درخواست کرنے لگے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا گناہ پر اصرار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ پر اصرار کفر کا پیش خیمہ ہے۔ جیسا کہ قابیل نے کیا اور آخر کافر ہو گیا۔ آدمیوں میں جس نے سب سے پہلے گناہ کیا وہ قابیل ہی تھا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی جباری و قہاری سے پاکبازوں اور فرمانبرداروں کو سکون و قرار نہیں تو ہم کو، تمکو جو نہ تو ہندو ہیں اور نہ مسلمان کیوں کر سکون و قرار مل سکتا ہے۔ تم بھی یہی کہو جو میں کہتا ہوں۔

نمیدانم کرامتم بدین شیر گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں، میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

اللہ رب العزت کے منشاء و ارادہ کی اطلاع جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو جب نہیں تو ہم تم، اور

ہمارے جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے ۵

ہیچ کس از سر کا آگاہ نیست زانکہ اینجا ہیچ کس را راہ نیست

نیت کس را از حقیقت آگہی! جملہ می سیرند بادست تہی

(اس کی بارگاہ کے بھیدوں سے کوئی واقف نہیں، کیونکہ یہاں کسی کی بھی گزر نہیں ہے۔
 کسی کو بھی حقیقت کے اسرار سے آگاہی نہیں۔ جتنے ہیں سب کے سب اس معاملہ میں تہی دست ہو گئے ہیں)
 نقل ہے کہ ابلیس کا جب یہ حال ہوا تو جناب جبریل و میکائیل علیہما السلام مدتوں روتے رہے
 استفسار ہوا، تمہارے اس قدر رونے کا سبب کیا ہے؟ گرچہ اُسے خوب معلوم ہے پھر بھی عرض کیا:
 یا رب لا نامن من مکوک (اے میرے رب ہم آپ کے پوشیدہ کرموں سے مامون نہیں ہیں) حکم ہوا
 ہکذا کوناولا قاتما من مکوی۔ (ہاں ایسے ہی رہو میرے کرموں سے بخوف نہ ہو۔)

اُس کی بے نیازی کی کیا ہی بارگاہ ہے قبل من قبل بلا علة و مرد من مرد بلا علة
 (جسے اس نے قبول کیا بلا کسی سبب کے قبول کیا اور جسے رد کیا اسے بھی بغیر کسی علت کے رد کیا) ایسے اطمینان
 کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

زندہ با بقت نہ اتم کیست خواندہ خاتمت نہ اتم کیست

کہ نہ اندر کار سازی تو !! کہ نہ ترس ز بے نیازی تو

(ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے کچھ پتہ نہیں۔ خاتمہ کس حال پر ہو گا کچھ معلوم نہیں۔ کوئی آپ کی کا سازی
 کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے بخوف ہے)

اے بھائی! کسی کے ایمان اور طاعت سے اُس کی جلالت و کمال میں نہ اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی
 کے کفر و معصیت سے اسے کوئی نقصان و زوال ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ کفر و ایمان ایک ہی رنگ میں ہے۔
 اس کا مفہوم یہی ہے۔ اگر سارا عالم خانہ کعبہ بن جائے اور تمام اجنا و انسان، نمرود و فرعون ہو جائیں
 اس کی، اور اگر سارا عالم بت خانہ بن جائے اور تمام جن و انس ابو بکر رضو و عمر خطاب کی طرح ہو جائیں
 تو اس کی کیا ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

بے نیازی میں راہ کفر چہ دیں بے نیازی میں راہ شک چہ یقین

چہ مسلمان چہ کسبر بردر او چہ کشت و چہ صومعہ بردر او

(اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر و کیا دین، اس کی بے پروائی کے آگے کیا شک اور کیا یقین

اس کے در پر کیا مسلمان اور کیا آتش پرست، اس کی بارگاہ میں کیا آتش کدہ اور کیا عباد خانہ)

نہ از عیسیٰ رسد سودیت و موسیٰ نہ از نمرعون زیاں بودیت نمرود

(نہ عیسیٰ موسیٰ سے اُسے کوئی عظمت، نہ نمرود کے ہونے سے کوئی نقصان و زوال)

..... لیکن یہاں تو گفتگو گناہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ جس کسی کو بلند رتبہ کیا ہے طاعت کی راہ سے بلند کیا ہے اور جس کسی کو گرایا ہے اسے اُسکے گناہوں کے ذریعہ گرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین کوئی ایسی طاعت و عبادت نہیں ہے۔ جسے چھوڑتے ہوں اگرچہ وہ طاعت چھوٹی ہی ہو شاید کہ اللہ کی خوشنودی اسی میں ہو۔ اور کسی گناہ کے قریب نہیں جاتے اگرچہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی گرفت و پکڑ اسی پر ہو۔ اسی کو کہا ہے۔

بردر حق بگرد زار بگرد کہ بزاری شوی دریں راه مرد

از تو زاری نکو و زور بد است شور ز نور خانہ شور بدست

(حق کے در پر گریہ و زاری کے ساتھ پڑا رہو، کیونکہ آدمی عاجزی و انکساری ہی سے مرد بنتے ہیں۔)

تیری گریہ و زاری بہتر ہے اور زعم و زور بُرا ہے، شہد کی مکھی کے چھتے میں ہمبھنا ہٹا کر دے دیتی ہے)

ہاں تو آدمی کو چاہئے کہ گناہ کے قریب نہ جائے اور اگر گناہ میں گر جائے تو چاہئے کہ فوراً اُٹھ

جائے اور کہے: ربنا ظلمنا انفسنا (اے میرے پروردگار میں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا) اور گناہ پر

اصرار یعنی پیہم گناہ کرتے رہنے سے ایسے بھاگے جیسے کفر سے گریز کرتا ہے۔ ساری تباہی و ہلاکت گناہ

پر اصرار ہی سے ہے لا صغیوة مع الاصرار ولا کبیرة مع الاستغفار (اصرار کے

بعد گناہ صغیرہ و بصرہ نہیں رہتا کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور استغفار کے ساتھ کبیرہ ختم ہو جاتا ہے) یہ شرع کا فتویٰ ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ جب اس مکتوب کے مضمون سے تم آگاہ ہو جاؤ گے تو کرامات، حال و مقامات

کے تذکرے اور سودا و صفر اسے پیا ہوئے والے فاسد خیالات کو یکور کھ کر گنہگاروں کی طرزِ رات دن

تضرع و زاری کے ساتھ یہ استغفار کرتے رہو گے رب ظلمت نفسی ظلمنا کثیرا

فاغفر لی ذنبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر

بہت زیادہ ظلم کیا ہے تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں) سے

بہوں بے توبہ بے فائدہ کردی ہو پس توبہ کن توبہ اگر یک نفس حاضر است

(جبکہ توبہ بواہر ہو سی کے ساتھ بے فائدہ بہت زیادہ توبہ کی تو ایسی توبہ سے توبہ کر لے اگر ایک نفس ہی باقی)

اور رات کے درمیانی حصہ میں روتی ہوئی آنکھ اور جلے بجھنے دل کے سخت گنہگاروں کی طبع گریہ و زاری

کرتے رہو گے اور سوز دل کے ساتھ یہ مناجات کرو گے

بود عین عفو تو عاصی طلب
 عرصہ عصیاں گرفتہ زمیں سبب
 بہتوں بستیاریت دیدم کار ساز
 ہم بدست خود دریدم پردہ باز
 رہنمایم باش و دیوانم بشوی
 وز دو عالم تختہ چاتم بشوی
 (آپ کی بخشش کو گنہگاروں کی طلب تھی، اسی سبب میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا،
 چونکہ آپ کی پردہ پوشی کو میں نے کار فرما دیکھا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا پردہ چاک کر دیا
 میری رہنمائی فرمائیے، میرے برے اعمال کو دھو دیکھئے، اور دونوں عالم کی طلب میرا سینہ پاک کر دیجئے)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۹

اپنے اوپر بدگمان رہنے اور دوسروں کی شانیں گمان رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر شیخ عمر، شرف منیری کی دعا کیلئے مخصوص

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کی یہ روش ہے کہ اپنے باپے میں بدگمان اور دوسروں کے
 حق میں خوش گمان رہتے ہیں، خود کو دنیا و آخرت میں کسی چیز کے لائق نہیں سمجھتے۔ جب قرآن وحدثہ
 میں وعدے یعنی خوشخبریاں سننے میں یہاں کیلئے ہو یا قیامت کیلئے تو ان تمام خوشخبروں کا مستحق
 دوسروں کو سمجھتے ہیں اور جب وعید یعنی عذاب کی دھمکیاں سننے میں تو ان سب کو اپنے حق میں
 جانتے ہیں۔ ایسا کہ جو بھی انہیں دیکھے وہ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ بالکل ناامید ہو گئے ہیں۔
 اسی کو کہا ہے

ہر کہ شد لحظہ ز خود خوشنود الہا بند شد بدوزخ بود

(ایک لمحہ کیلئے جو اپنے آپ سے خوش ہوا، اس نے برسوں کیلئے دوزخ کی قید کا بندوبست کر لیا)

نقل ہے ایک بزرگ دن میں چند بار آئینہ اس خیال سے دیکھتے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ویسا ہی ہے

یا سیاہ ہو گیا ہے۔ اسی اعتبار سے یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

در شہر نیست مرد ز من نابکار تر مادر پرنہ زاد ز من خاک تر

دعویٰ کنم کہ نیست در آفاق چوں منی وز کافرانِ روم زنار دار تر !!

(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بدکار نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے زیادہ کمترین اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں دعویٰ

سے کہتا ہوں عالم میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں، روم کے زنار دار کافروں سے بھی بڑھکر میں زنار دار ہوں)

ایک عارف کی حکایت ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ خداوند! از تو میخوام کہ

جائے میرم کہ مرا کہے نشاند (خداوند! میں تجھ سے یہی چاہتا ہوں کہ ایسی جگہ مروں جہاں کوئی نہیں پہچانتا ہو)

لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم! یہ کیسی مناجات ہے؟ کہا یہ اس لئے کہ جب میں مروں اور مجھ کو

قبر میں دفن کریں تو ہو سکتا ہے کہ زمین قبول نہ کرے اگر ایسا ہوا تو اس وقت کیسی فضیحتی ہوگی

خرواں در رہش کلمہ بازاں سروراں بردر کش سراندازاں

چہ سوئے ناکاں چہ سوکساں قہر و لطفش بہر کہ ہست رساں

(شاہانِ وقت اس کی راہ میں تاج کی بازی لگانے والے ہوتے ہیں۔ سردارانِ زمانہ اسکی چوٹ پر سر ڈال رہتے ہیں

ناموراں و حقیر جو بھی ہیں سب کی طرف اس کا لطف قہر پہنچتا رہتا ہے)

اس راہ کے خطروں کو وہی لوگ جانتے ہیں جو اس راہ کو طے کئے ہیں۔ جسے محض اس کا نام ہی سنا ہو

وہ کیا جانے

شرم بادت کہ نمیدانی و آگاہ نہ کہ ترادر رہاں بادیہ چندیں خطر است

(مجھے شرم آتی چاہئے کہ تو اس راہ کو نہیں جانتا، اور اسکی بھی آگاہ نہیں ہے کہ اس راہ میں میرے لئے کیا خطر ہیں)

حکایت ہے۔ ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کل قیامت کے دن آپ کو کہاں ڈھونڈھوں؟

کہا، پلصراط پر، پھر پوچھا اگر وہاں نہ پاؤں؟ کہا اگر وہاں نہ ملوں تو دوزخ میں پتا لگانا۔ پوچھا، اگر وہاں

بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا دوزخ میں نہ ہوں گا تو پھر بہشت ہی میں رہوں گا۔ اسی معنی میں کہا ہے

بر سرے کز تو دست ہمدردم بز نش چوں سر چراغ و مستلم

زانکہ ہر سکہ کہ دیدنی باشد در طریقت بریدنی باشد

(اے میرے ہمدرد ہر وہ سکہ جو تجھ سے کسرشن ہوا، اس سکہ کو چراغ و مستلم کے سر کی طرح اڑا دے۔ اسلئے

کہ ہر وہ سکہ جو بلند ہوتا ہے، طریقت میں وہ سکہ قلم کئے جانے کے لائق ہے) ایک عارف نے کہا ہے

دریابا تے کہ نہ پاؤ نہ سردار دپدید ہر زمان سرگشتہ تر ہر ساعت حیراں ترم
(ایک ایسے دیرانے میں ہمہ دم سخت حیران و سرگرداں ہوں کہ جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا کی خبر ہے)
حضرت خواجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرفہ کے روز لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم!
آج عرفات کے میدان میں جو لوگ ہیں ان کے بالے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ان تمام اہل عرفات
میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو کہ جو بخشنا نہ گیا ہو۔ تو یہ مرے ادبار کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ ان کے
درمیان میں ہوں۔ اسی مضمون کی طرف اس شعر کا اشارہ ہے

چند گوی رسیدگی چہ بود در رہ دیں گزیدگی چہ بود!
بند برتن نہی گزید شوی! پائے بر خود تہی رسیدہ شوی
(کب تک پوچھتے رہو گے اس تک رسائی کیسے ہوتی ہے، دین کی راہ میں پسندیدگی کسے کہتے ہیں؟
سنو! اپنی تمام جسمانی خواہشات پر قید لگا دو، مقبول و پسندیدہ ہو جاؤ گے اور اپنی جان پر قدم رکھو اس تک پہنچ جاؤ گے)
بزرگوں کا قول ہے حقیقتاً بندہ کا ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے کہ اگر مخلوق پر آسمان سے بلا کا نزول
ہو تو وہ یہ یقین کرے کہ یہ سب مری ہی بد بختی کے سبب ہے۔ اور اگر دینی یا دنیاوی نیکیاں اور بھلائی
اس پر پہنچیں تو یہ گمان کرے کہ یہ سب خیر و برکت اور لوگوں کے طفیل سے ہے۔

خویشتن را فگن کہ برگسیرند خوار در خود ببس کہ بپذیرند
(خود کو گرا دو تاکہ تمہیں اٹھالیا جائے، خود کو ذلیل و خوار کر دو تاکہ تمہیں قبولیت کا شرف بخشیں)
جناب عیسیٰ پیغامبر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا، اس درجہ سفر کرنے کا مقصد کیا ہے؟
ارشاد ہوا اس امید میں کہ کوئی ایسی جگہ ہوگی جہاں کسی حدیق وقت نے قدم رکھا ہوگا میں وہاں پر
سجدہ کر سکوں اور ان کے قدم کے نیچے کی وہ خاک مری شفاعت کرے الدمخلصون علی خطر
عظیم (بیشک مخلصین کے لئے بڑے بڑے خطرے ہیں نہ یہ کہ ہر ایسے کیلئے)۔ مصرعہ:

نزدیکاں را بیش بود حیرانی - اشرے قربت رکھنے والوں کے لئے بہت زیادہ حیرانی ہے
اہل غفلت اس معنی کو کیا سمجھیں، ان کو تو یہ محال معلوم ہوتا ہے پاں اسے ارباب عقل ہی جانتے ہیں۔
جیسا کہ کہا ہے

گر چہ غافل ہیں عمل خستہ لیک عاقل جزایں نہ پسند
راہ دیں صنعت و عبارت نیست جز حیرانی در و عمارت نیست

(اگرچہ اہل غفلت اس پر ہنستے ہیں، لیکن ارباب عقل اس کے سوا کسی اور چیز کو پسند نہیں کرتے
 دین کی راہ کا ریگری اور عبادت سے پاک ہے اس میں ویرانی کے سوا تمیہ و عجلت نہیں)
 ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا۔ آدمی بڑا کب بن جاتا ہے؟
 فرمایا جب خود کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے
 کسی نے کہا، حدیث شریف میں ہے آخری شخص جسے دوزخ سے باہر لایا جائے گا وہ سات ہزار سال
 کے بعد نکالا جائے گا۔ کہا کاش وہ شخص میں ہی ہوتا۔

در عشق تو عاجزی سراستادیت در کوئے تو بندگی در آزادیت !
 ویراں شدن اندر رہ تو آبادیت اندوہ تو جان عاشقاں را شادیت
 (آپ کے عشق میں عاجزی ہی سر بلندی ہے۔ آپ کے کوچہ کی غلامی آزادی ہے۔

آپ کی راہ میں ویران ہو جانا ہی آبادی ہے۔ آپ کا غم ہی عاشقوں کی جا کیلئے شادمانی ہے)
 روایت ہے کہ جناب ابراہیم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی خطا (جو ان کے نزدیک ان
 کے اپنے مرتبہ کے اعتبار سے تھی) یاد کرتے تو بیہوش ہو جاتے، غم و اندوہ سے آپ کے سینہ مبارک
 کے جوش، اور اس کی دھڑکن دور دور تک سنائی دیتی۔ اس حال میں جناب جبریلؑ پہنچ جاتے
 اور کہتے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آپ نے کہاں دیکھا ہے کہ دوست دوست سے خوف کرے۔
 کہا اے بھائی جبریل! ہاں ہے تو ایسا ہی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ جس وقت میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں
 تو اپنی خلیلی بھول جاتا ہوں۔ یہی وہ راز ہے فلا یا من مکر اللہ الا القوم الخاسرون (نہیں
 مطمئن رہتے وہ لوگ اللہ کے پیغمبروں سے لیکن وہ جو خسارہ والے ہیں)

ہست با قہر و علم یزدانی تا توانی نکو و نادانی !

(اللہ کا علم قہر کے ساتھ غالب ہے۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اپنی نادانی پر نظر رکھو)
 نقل ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ہلال جو مغیرہ رضی اللہ عنہ
 کے غلام تھے ان کو دیکھتے تو آگے بڑھتے اور فرماتے اے ہلال! محمدؐ کیلئے دعا کرو اور جب
 ہلال رضی اللہ عنہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے۔ اسی کو کہتے ہیں۔
 یتیں میدان کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از موریاری
 (یقین کرو کہ شیران شکاری نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد چاہی)

کہتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے دس حج حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کیا اور دس حج دس صحابہ کی طرف سے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ اے شیخ یہ کیا تھا جو آپ نے ایسا کیا؟ فرمایا میں نے ایسا اس اُمید پر کیا ہے کہ طفیلی بن جاؤں اس لئے کہ جب مہمان پیارا ہوتا ہے تو اس کے طفیلی بھی پیارے ہوتے ہیں۔ عارفوں کا قول ہے کہ مخلوق کی نظر سے خود کو گرا دینا آسان ہے اس سے کہ اپنے آپ کو اپنی نظروں سے گرا دے۔

چند پرسی کہ بندگی چہ بود بندگی جز فگندگی چہ بود

(کب تک پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہے کیا۔ بندگی خود کو خلق اور اپنی نظر سے گرا دینے کے سوا کیا ہے) اہل طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص خود کو فرعون سے ذرہ برابر بہتر جانتا ہے وہ ابھی تک اس گروہ صوفیا کی نظر میں متکبر اور خود پرست ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو درخت اونچا، بلند ہوتا ہے اس کا پھل چھوٹا ہوتا ہے اور جو درخت جتنا چھوٹا ہوتا ہے اس کا میوہ اتنا ہی زیادہ بڑا ہوا کرتا ہے۔ روایت ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیغام بھیجا کہ میں اپنے ایک پیغمبر سے تم میں سے ایک کے اوپر کلام کروں گا تو ہر ایک پہاڑ نے اپنی گردن بلند کی اس اُمید پر کہ یہ دولت مجھے ملیگی لیکن کوہ طور کہ جس نے اپنی گردن نہیں اٹھائی بلکہ خود کو اسی طرح پست رہنے دیا اور یہ کہا کہ میں کب اس لائق ہوں۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے اسی کوہ طور پر کلام فرمایا۔ اسی بنا پر اہل بصیرت کہتے ہیں کہ نیاز مندی سے بڑھ کر کوئی راہ قریب تر نہیں ہے اور دعویٰ سے زیادہ کوئی حجاب سنگین تر نہیں۔ غور کرو تو ابلیس و آدم میں یہی فرق ہے۔

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا، سالک نیاز مندی کے کمال تک کب پہنچتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ جب خود کو کسی لائق نہیں جانتا ہے۔ اور جہاں میں اپنے سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتا۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے جس کسی پر نگاہ کی اُسے اپنے سے بہتر دیکھا مگر ایک شخص کو جس کی وجہ سے اس دن میں سخت دھول کھائی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ دجلہ کے کنارے ایک حبشی بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اس کے پہلو سے لگی ہوئی تھی ایک مٹکا اس کے سامنے رکھا تھا بار بار اس مٹکا سے کچھ انڈیتا اور پیتا۔ مجھے اس کی جانب سے بدگمانی ہوئی اور میرے اندر اس کی طرف سے حقارت پیدا ہوئی، دیکھا کہ تین آدمی دجلہ میں ڈوب رہے تھے وہ حبشی کو دا اور ان ڈوبنے والوں میں سے دو کو اس نے نکال لیا اور پکار کر کہا۔ حسن! اس ایک کو تم نکال لو۔ میں اس کا آئیں عاجز رہا۔

وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: ابھی تک تم مرد ظاہر میں ہو۔ میں تو تمہارے امتحان کیلئے یہاں آیا تھا۔
یہ میری ماں ہے اور اس گھڑیل میں پانی ہے۔

اے بھائی! عرفا معرفت کے نور سے نفس کے آفت و شر کو دیکھے ہوئے ہیں اور جانے پہچانے ہوئے ہیں۔ اگر ایک بال برابر کبھی نفس باقی ہے تو شرک و کفر کا خوف لگا ہوا ہے۔ جس طرح ایک جنبی کے غسل میں ایک بال بغیر دھلا رہ جائے تو جنابت (نپاک) باقی رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے: ۵
گرمیاں دوزخ از من دور گرد نفس شوم در میان آتش سوزاں در آب کو شوم!
تاکہ بالنفسم فرود ہفت دوزخ ماندہ ام چوں ماند نفس شوم از ہشت جنت برترم
(اگر دوزخ کے اندر یہ منہوس نفس مجھ سے دور ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ اس دہکتی ہوئی آگ کے اندر ہوتے ہوئے بھی
میں نہر کوثر میں ہوں۔ اور جہنمک میں نفس کے ساتھ ہوں تو ساتوں دوزخ کے نچلے حصہ میں پڑا ہوا ہوں اور اگر یہ بد بخت
نفس میرے ساتھ نہ ہو تو سمجھ لو کہ آٹھوں جنت سے میں برتر ہوں)

خواجہ بابزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی مناجات میں کہا الہی کیف الطریق الیک
(اے اللہ تجھ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے) ہاتھ غیبی نے آواز دی دَعِ نَفْسَكَ وَتَعَالَ نَفْسُكَ كَوَجْهِ
دو اور چلے آؤ۔ اسی کو کہا ہے: ۵

بت است نفس و متبول خلق زناہ شریعت با حقیقت گفت یکبار
(شریعت نے حقیقت سے ایک مرتبہ کہا۔ نفس ہی بت ہے اور لوگوں میں معتبول ہونا زناہ ہے)
وہ جو مردانِ خدا کے خون کے گھونٹا پینے کے بارے میں تم نے سنا ہے ان کا یہ خون پینا
اسی بت کے توڑنے کے لئے ہے۔ ہم لوگوں نے تو اس نفس کو خدا بنالیا ہے۔ کہاں ہم اور تم کہاں مسلمان! ۵
افسوس صد افسوس! قرآن سے سُنو افرایت من اِتَّخَذَ اللہُ ھُوَاہ (کیا تم نے ان لوگوں کو
نہیں دیکھا جنہوں نے خواہشاتِ نفسانی کو خدا بنالیا ہے) یہاں اپنا ماتم آپ کرنا چاہتے جیسا کہ اس بیمار
نے کیا ہے۔ ۵

دردِ دار و کعبہ خواہیم کرد عمر شد ماتم کعبہ خواہیم کرد

(ہم اپنے درد کا علاج کہاں ڈھونڈیں، عمر ختم ہو گئی اب ماتم کیا کریں)

اور وہ جو کسی عزیز نے کہا ہے: ۵

ندارد دردِ من دزماں درینا مانندم بے سرو ساماں درینا

میرے درد کا کوئی علاج نہیں، افسوس میں بے سرو سامان پڑا ہوا ہوں)

والسلام
فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۰

دنیا کی محبت اور اس کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور مثنوی:

علم آن قدر ندارد کہ برود شک برسد یاد جود مددش را غم بیہودہ خورد
(دنیا اس قابل نہیں کہ اس پر رشک کیا جائے، اس کے ہوتے اور نہ ہونے کا غم کرنا بے فائدہ ہے)
آغریز کا خطا و تخطا قبول ہوا اللہ جزائے خیر دے۔ مکتوب پڑھا گیا بہت خوب،
قابل توجہ، سنجیدہ اور سارے مضامین پسندیدہ تھے، اللہ جل شانہ آغریز کو ان مضامین پر استقامت
عطا فرمائے اپنے فضل و کرم سے۔ اور دنیا کی آفتوں اس کے شر سے مہزون و محفوظ رکھے اپنے کرم و
احسان سے۔

اے بھائی! ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا وہ ویران ہے۔ اجار گھر جب ہمارے تہا لے
اُترے کے قابل نہیں تو ویران دل اللہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے اور دل ایک سے زیادہ نہیں
ہوتا جب وہی دل دنیا کی محبت سے بھر گیا تو آخرت کے لئے اس میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ معشرہ
”یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست“ (گھر میں سامان دنیا ہی ہے یا دوست کا تقوٰی)
ایسے حال میں دین، دل سے رخصت ہو جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ دل سے دُور ہو جاتی ہے۔
اسی کو کہا ہے

از تن و جان و عقل و دین بگذر در رہ دین دے بدست آور
آن چہ تاں مل کہ وقت یہ چاہیچ اندر و حب خداے بودیچ

(جسم و جاں و عقل و دین سے آگے بڑھ جا۔ دین کی راہ میں چلنے والا دل حاصل کر۔ ایسا دل کہ افکار و ترددات کے وقت بھی اس میں سوائے خدا کے اور کچھ نہ رہے)
 اے بھائی! اچھی طرح غور کر لو کہ آج دل میں کس چیز کا غلبہ ہے۔ اگر دنیا کی طلب و محبت غالب ہے تو ہمیں دنیا داروں میں شمار کیا جائے گا اور اگر آخرت کی طلب و محبت غالب ہے تو آخرت والوں میں شمار کیا جائے گا اور اگر خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کی طلب کا غلبہ ہے تو انشروالوں میں داخل کریں گے اور یہ مضمون اس حدیث کے مطابق ہے **للمرء مع من احب** (آج اس عالم میں تجھے جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ مشر ہوگا۔ یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اس دانشور موت کے وقت ہی سے دیکھنے میں آجائے گا۔ جب دنیا کی طلب و محبت غالب ہوتی ہے تو دنیا کو اس کی ہولناکی اور سختیوں کے ساتھ موت کے وقت سامنے کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ دنیا کا یہ شیدائی اس کی ہولناکی دیکھ کر سخت دشواری و سختی میں جان دے۔

اور جب آخرت کی طلب و محبت غالب ہوتی ہے تو آخرت کو اس کے تمام حسن و جمال و زیب و زینت کے ساتھ اس کے متوالے کے سامنے لا کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ اسکے دیکھنے سے ہزار راحت و آرام کے ساتھ جان دے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود تا بید راہ وصال آن بود
 زانکہ ہر چیز ہے کہ سوئے تو آت چوں بمر دی نقد فرداے تو آت

(دنیا میں جس خیال کے ساتھ تو رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن تک تیرے وصال کی راہ وہی رہے گی، اس لئے کہ ہر وہ چیز جس کا تو شیدائی رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرا مایہ ہوگی) اور جب خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کی طلب غالب ہوتی ہے تو درمیان سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے تاکہ دوست کے مشاہدہ میں ایک جہان کیا ہو جو جان بھی ہو تو ملک الموت کے واسطے کے بغیر دوست کے سپرد کر دیں ایسے کہ ملک الموت کو اس کی خبر بھی نہ ہو اسی کو کہا ہے۔
 در شوق تو عاشقاں چیتاں جاں بند کاغذ ملک الموت نغمہ ہرگز
 (آپ کے اشتیاق میں عشاق یوں جان دیتے ہیں کہ جہاں ملک الموت کی گزر ہی نہیں ہوتی) اور ساتوں آسمان میں یہ تدا بند ہوتی ہے کہ وصل الحبيب الی الحبيب دوست کا دوست سے وصل ہو گیا، طالب مطلوب سے مل گیا، سارے واسطے اٹھ گئے۔

چوں در آمد وصال را حالہ سرد شد گفتگو سے دلالہ

(جب وصال کا سرو سامان درست ہو گیا، تو درمیانِ دلالہ کی گراماگری سرد پڑ گئی)
ایک درویش کا قصہ ہے کہ سکراتِ موت کے وقت ہنسنے لگے لوگوں نے کہا عجیب حال
ہے مرنے کے وقت ہنستے ہیں۔ جواب میں کہا ہے

خوبرویاں چو پردہ برگزیدہ عاشقاں پیشِ شاں چنناں میرند

(حسن والے جب رخ سے پردہ اٹھا دیتے ہیں تو عاشق اسکے آگے اسی طرح جان دیا کرتے ہیں)

سچ کہا ہے جس نے کہا ہے

رہبرِ اول ارپہ یاد بود رسد آنجا کہ یاد باد بود

(اگرچہ اول تیری رہبری محبوب کی یاد ہی سے ہوتی ہے، پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں یاد بھی ختم ہو جاتی)
من لہ المولیٰ فلوہ کل مولیٰ جس کا ہو گیا سب کچھ اسی کی سلطنت و مملکت میں

اے بھائی جب پیشِ لفظ ثابت ہو گیا تو اب یہ بھی جان لو کہ مومن، کافر، مخلص، منافق
سب اس پر متفق ہیں کہ دنیا بُری چیز ہے اور تمام فتنہ و بلاؤں کا سرچشمہ ہے۔ فرعون و نمرود کو خدائی کا
دعویٰ اسی دنیا کے سبب پیدا ہوا، بلعم باعور، اور برصیتا زہد کی ہلاکت بھی اسی دنیا کی وجہ سے ہوئی
آج اولادِ آدم کی تمام خرابیوں کی جڑ یہی دنیا ہے۔ اللہ کی رحمت اسکی جان پر ہو جو جس نے کہا ہے

تا ترا اندرین سرے خراب شکم از نان پرست و پشت از آب

پائے کہ برہتی بہ بام و ملک یاد کے در کشی زہامِ ملک

(کب تک اس دیرانِ کدہ دنیا میں روٹی سے پیٹ اور پانی سے پیٹھ بھرتے رہو گے، اگر یہی حال رہا تو
آسمان کے بالا خانہ پر تم کب قدم رکھ سکو گے اور فرشتوں کے ہاتھ سے شرابِ ناب کے جام کیسے پی سکو گے)
اسی مقام پر ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے کہے کہ دنیا قبول کرو ورنہ تمہاری
جگہ دوزخ ہوگی تو میں دوزخ قبول کروں مگر دنیا نہیں اسی سے سمجھ لو کہ دنیا کس درجہ بُری چیز ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر صاحبِ تجربہ مسیحی میں رہا کرتے تھے جب ان کے انتقال کا وقت آیا
جسم پر جو کپڑا تھا وہ بالکل پارا پار تھا اسے بھی جسم سے اتار کر الگ کرنے لگے لوگوں نے کہا یہ آپ کیا
کر رہے ہیں انھوں نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ جس حال میں آیا ہوں ویسا ہی یہاں سے جاؤں۔ یہی وہ راز
ہے جو کہا ہے

جملہ در باز و فرو کن پائے راست گر کن را بیچ نگذاری رواست

(سب کچھ ٹٹا دے یہاں تک کہ تیرا پاؤں برہنہ ہو جاوے بلکہ کفن کیلئے بھی کچھ نہ چھوڑ تو یہ بہتر ہے)
 نقل ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں شجر ممنوعہ یعنی گیہوں کے کچھ دانے کھائے
 تو حاجت کی خلش پیدا ہوئی ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا کہ کوئی ایسی جگہ ملے جہاں فراغت کیجائے۔
 ندا ہوئی اے آدم بہشت اس کی جگہ نہیں اس کے لئے دنیا میں جانا ہوگا وہاں جا کر اس فضلہ کو نکالے
 اسی بنا پر بزرگوں نے کہا ہے الدنيا كنيف آدم یعنی آدم کا پائخانہ ہے۔ کنف پائخانہ کو
 کہتے ہیں۔

اے بھائی! دنیا کی حیثیت جب پائخانہ کی ہے تو پائخانہ سے نعمت، لذت، راحت و ذوق کے
 کیا معنی؟ اور اس کا اشارہ اسی جانب ہے کہ مومن کو چاہئے دنیا میں ایسے رہے جیسے بیت الخلا میں
 وقت گزارتا ہے یعنی ضرورت کی مقدار میں وہ بھی ناخوشی، نفرت و کراہت کے ساتھ رغبت و خوشی
 کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہتا جب ساری دنیا کا یہی حال ہے جیسا کہ تم نے سنا تو کسی کو اس سے کیا
 فائدہ پہونچا اور پہونچے گا جو دین کو چھوڑ کر دنیا اختیار کرے۔ اور دین و دنیا دونوں کا ایک جگہ جمع
 ہونا بھی محال ہے۔

تا بود این جہاں نباشد آن تا تو باشی نباشد تیرداں !!
 (جب تک تو دنیا سے وابستہ ہے دین سے بے تعلق ہے، جب تک تیرا اپنا وجود باقی ہے اللہ رب العزت تو دور)
 بزرگوں کا قول ہے کہ دنیا کی قیمت ایک دانگ ہے۔ دانگ چاندی کا سکہ ۶ رتی وزن کا
 اس میں سے نصف دانگ قارون کو مل گیا۔ اور دوسرا نصف سائے عالم میں تقسیم ہوا۔ اب اسی
 سے حساب کر لو کہ ایک شخص کے حصہ میں کتنی دنیا آئے گی؟

اے بھائی! واقعہ بہت سخت اور بڑے مشکل کی گھڑی ہے جس میں ہم لوگ ہیں۔ اور وہ یہ
 ہے کہ اگر کوئی کافر طیب کسی کو کہے کہ فلاں چیز تمہارے لئے مضر ہے نہ کھاؤ تو اُسی وقت پر ہنر
 کر لیتے اور نہیں کھاتے، مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم السلام آئے اور سب نے یہی کہا
 حب الدنيا رأس كل خطیة۔ دنیا کی محبت تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہے لیکن ہم میں
 سے کسی نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی تو یہ ایسا ہوا کہ گویا ایک کافر طیب کے قول پر یقین
 محکم ہے مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول پر یقین کامل نہیں تو ایسے
 حال میں ایمان کہاں رہا، اس پر یہ گمان کہ ہم اہل ایمان ہیں۔

خواجہ پست دارد کہ مردِ عالم حاصلِ خواجہ یکسہ پندار نیست
(جواب دلا اس گمنام میں ہیں کہ ہم بھی کچھ رکھتے ہیں مل یہ ہے کہ حضرت کی ساری پونجی سوا غرور کے کچھ بھی نہیں)
سبحان اللہ! پاک ہے اس کی ذات! یہ کیا وقت ہے جس کا حال ابھی تم نے سنا ہے
حال ہم لیا زندہ لوگوں کا ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ہے مَيَّاكِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمْ مُسْلِمٌ
اس حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجد میں نماز تو ادا کریں گے
لیکن ان کی جماعت میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔ صدق یا رسول اللہ! یہ فرمایا یا رسول اللہ آپ نے۔
تو ہم لوگوں کو سروں پر خاک ڈالنی چاہئے اور اپنا ماتم آپ کرنا چاہئے۔ ویہ شعر سنو یہاں ہے خسرو
نے اسی اعتبار سے کہا ہے اُن کی جان پر اللہ کی رحمت ہو۔

خلی گویست دم بر وزنار بندے بُت پرست در تن خسرو کد اہی رنگ کہ آن فدا نیست
(لوگ مجھ کو کہتے ہیں اے بُت پرست جہاں نار بندہ لے لے خسرو کے جسم میں وہ کوئی ملک جو نار نہیں آتا)
اس مقام میں ہاتھ، قلم، کاتب، کاغذ سب دروازہ و عاجز ہیں، لیکن مکتوب ختم کر لے کے پہلے
امید کی راہ نکالی جائے کیونکہ ناامیدی جائز نہیں اور وہ یہ کہ حدیث شریف ہے حب الدنیا
مرأس کل خطیئة یعنی ارشاد ہے دنیا کی محبت ساری برائیوں کی جڑ ہے یہ نہیں فرمایا گیا
ہے کہ دنیا کی ملکیت برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور محبت کی جگہ دل ہے ہاتھ نہیں تو اگر کسی کی
ملکیت میں سارا جہاں ہو مگر اس کی محبت اس کے دل میں نہ ہو اور طاعت و عبادت، حسنات
و خیرات میں شرع شریف کی نوسے اسے خرچ کرتا ہے۔ شہوات و لذات و خواہشات نفس کیلئے
نہیں کرتا تو اس میں کوئی خیریت نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ سارے عالم کی ملکیت مغرب و مشرق
مک جناب سلیمان علیہ السلام کو تھی جب اس کی محبت ان کے دل میں نہیں تھی تو انھیں اس کے
کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اس حال کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کا
ہونا اور نہ ہونا دونوں یکساں ہو نہ دنیا کے ہونے اور اس کے پاس رہنے میں اُسے خوشی ہو۔ اور دنیا
کے نہ ہونے اور اس کے ضائع ہو جانے سے اُسے ناخوشی ہو۔ اور یہ بہت بڑا کام ہے ہر شخص
کے لئے آسان نہیں کہتے بادشاہوں کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے اور کس میں یہ قوت رکھی گئی ہے۔
یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

محرم دولت خود ہر سرِ یارِ سیاحِ نیکو خروے
 (ہر دولت مند دولت کا اہل نہیں ہوتا۔ مہی کا یار ہر گدھا نہیں اٹھا سکتا)
 اے بھائی! اپنے ہاتھ، زبان، قلم، کاغذ اور اعمالِ خالص و پختہ سے لوگوں کے دلوں کو راحت
 پہنچانے کا سامان کرو۔ اور ہمیشہ اُردو وار ہو کر ہر صبح دولت اچانک تو دیاں ہوگی۔ جیسا کہ کہا ہے
 ملکِ دوست شبائے می نہد منت اُور جہاں تے می نہد
 (ملکِ بادشاہی ایک چوہا ہے کے ہاتھ میں دید تیا ہے اور مائے جہاں کو اس کا اعلان منبر تدا ہے)
 والسلام
 خاکسارِ شرفِ میری

مکتوب ۱۱

عشق و محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

براہم عزیز شیخ عمر! مخصوص بہ دعاء
 اے بھائی! جس طرح ظاہر میں نماز و نذر و فرض پر اسی طرح باطن میں عشق و محبت فرض
 ہے اور عشق و محبت کی خمیر اس کا مایہ و دودِ غم ہے۔
 دم در کشم و جلد غمت و شر کم تا آنہ پس من یکس نماز غم تو!
 (ایک ماں کو بچہ لیا اور آپ کا غم گھونٹ جائیں تاکہ میرے بعد آپ کا غم اور کسی کے لئے باقی نہ رہ جائے)
 وہ جو تم نے سنا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن و دائم الفکر
 یعنی آپ ہمیشہ اندوگیں اور سستقل فکر نہ رہتے تھے، وہ یہی ہے۔
 گداے بادشاہے را شوخی و دو میبارد نہ بے او میواں بودن نہ با او میواں گفتن
 (ایک بیماری اپنی دھیری سے بادشاہ کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ مشکل یہ ہے کہ نہ تو اس کا ہمیشہ ہو سکتا ہے اور نہ اس کو
 نکال سکتا ہے)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے اسی معنی میں عشق کو فرضِ راہ قرار دیا ہے یہ
مان لو اور سمجھ لو کہ زندگی عشق ہی سے ہے گر عشق نہیں تو موت ہے۔ ۷

مجنون عشق را در گرام و زحالت است کا سلام دین لیلی و دیگر فضالت است
سعدی بشوی لوح دل از غیر نقش دوست علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است
(عشق کے مجنون کی آج حالت ہی دوسری ہے۔ لیلی کا دین ہی اسکے لئے اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے
اے سعدی، دل کے تختہ پر محبوب کے نقش کے بوجہ تھے نقوش ہیں سب دھو ڈال، ایسا علم جو حق تعالیٰ کے راہ کی رہبری
نہ کرے وہ جہالت ہے)

کہا گیا ہے کہ عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ
جو دل جتنا زیادہ سوختہ ہے اتنا ہی زیادہ عزیز ہے۔ ۷

خاکے از مردم بماند در جہاں و ز وجود عاشقان خاکستری
(اس دنیا میں آدمی کے مرنے کے بعد خاک رہ جاتی ہے۔ لیکن عاشق کے وجود ہی جہاں میں خاکسترا ڈھیر ہے)
اسی کو کہا گیا ہے العشق هو الطريق والروية هو الجنة والفراق هو النار والعذاب
(عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے، اور جدائی یعنی دیدار سے محرومی ہی دوزخ اور دوزخ کا عذاب ہے)
پیغمبر ان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا چاندی نہیں ان کی جو دولت تھی وہ ان دل حلوں
تک پہنچ گئی اور یہ سوختہ دل ان اپنی اس سوختگی و سوز و گداز پر نازاں ہیں۔ قطعہ ۷
گر عشق ہی مونس ہم خانہ ماست غمنا ہمہ یک جزو پیمانیہ ماست
از عقل فرگذر کہ در عالم عشق آں نیز عن سلام دل دیوانہ ماست
(اگر عشق ہمارا مونس و ہمنام ہے تو سارے جہاں کا غم ہمارے پیمانہ کا ایک گھونٹ ہے۔ عقل و خرد سے آگے بڑھ جا۔
کیونکہ عشق کی دنیا میں عقل و خرد بھی ہمارے دیوانے دل کا غلام ہے)

کہتے ہیں عشق آگ ہے یہ جہاں پہنچتی ہے سب کچھ جلا ڈالتی ہے اور عاشقوں کا دل سجا ہوا
آتش کدہ ہے۔ اگر اس آتش کدہ کی ایک چنگاری باہر آجائے تو دونوں جہاں جل بھن کر خاکستر ہو جائے
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ۷

پیچ عاشق را مایامت رو نیست سوختن او تا قیامت رو نیست
ہر کہ او یکبار نہ صدمہ سوخت چوں تو آں از بہر آتش فروخت

(کسی عاشق کے لئے ملامت روا نہیں، اس کے جلنے کے لئے قیامت کا آنا ضروری نہیں، جو ایک نار نہیں سو بار جل چکا ایسے سوختہ کے لئے آگ دہکانے کی ضرورت ہی کیا ہے)
 کہا گیا ہے سارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے ہوگا اور دوزخ کی آگ کو عذاب محبان خدا کے دل کی آگ سے کیا جائے گا۔ اور یہ اس مقام کی بات ہے جو ایک بزرگ نے اپنے حالتِ سُکر کی مناجات میں کہی۔ الہی بکرم خود مرا بگذار کہ در دوزخ گذر کنم تا ہمہ بیگانگاں خلاص یابند۔
 (اے میرے اللہ تو اپنے کرم سے مجھے اجازت دے کہ میں دوزخ میں رہا کروں تاکہ تیرے بیگانوں کیلئے وہاں بھی ٹھکانا باقی نہ رہے) ایک عزیز نے کہا ہے۔ ۵

لاحرم دیوانہ را گرچہ خطاست ہرچہ میگوید گستاخی رواست
 خیر و شر چوں جملہ آنجا می رود گفتہ دیوانہ زیبای رود
 (یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں، لیکن گستاخی میں وہ جو کہہ جاتا ہے جائز ہے جب نیکی و بدی سب اسی کی جانب سے ہے تو دیوانہ کی باتیں بھی پسندیدہ اور اچھی ہوتی ہیں)

اگر دنیا کے سارے دریاؤں کا پانی ان کے باطن کی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کا تمام پانی آگ بن جائے۔ عالم ظاہر کی تمام آگ کو ان کے باطن کی آگ کا ایندھن جانو اسی کو کہا ہے ۵
 ہر کہ اودر عشق چوں آتش شد عیش اودر عشق ہرگز خوش نشد
 (جو شخص عشق میں آگ ہی آگ نہ ہو گیا ہو، تو عشق میں، عشق کے آرام و آسائش اسے کبھی نصیب نہ گئے)
 کہتے ہیں کہ ایک بزرگ عالم کہہ یحییٰ عشق کے نشہ میں کہہ رہے تھے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے در پر کھڑا ہو جاؤں گا اور ایک ایک کو نکال کر بہشت میں بھیج دوں گا اسی معنی کو کہا ہے ۵
 اے الہی چوں شود شر آشکار برب دوزخ خوشی گیرم قرار
 پس بدست آرم یکے خنجر ز نور خلق را میرالم از دوزخ بدور
 تا ز دوزخ سرسرا میں شوند در بہشت جادواں ساکن شوند

(اے میرے اللہ جب قیامت قائم ہو تو میں دوزخ کے دروازہ پر خوش و خرم کھڑا ہو جاؤں۔ پھر نور کا ایک خنجر لے لوگوں کو دوزخ سے نکال کر بھگا دوں تاکہ لوگ دوزخ سے مامون ہو کر ہمیشہ جنت میں سکون سے رہیں)
 اے بھائی! اگر ہو سکے تو عشق و محبت کے آگ کی ایک چنگاری آج حاصل کر لو تاکہ یہی سوز اور عشق و محبت کی صفیتیں تمہارے تھکا قبر میں جائیں۔ یومر لا ینفع مال ولا بنون الا من

الحی اللہ بقلب سلیم (جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہ پہنچائیگی مگر وہی قلب سلیم : جو اللہ کے پاس لے کر جائے گا)۔

گر گور برم از سر گیسوے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت
(آپ کے گیسو کے چند تار قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن وہی سرے سر یہ سایہ فگن ہو)
اور یہ اُسی وقت ہمیں میسر ہوگا کہ جب تم اپنے دل کو ماسوا اللہ کی محبت سے پاک کر لو۔ اور جو کچھ ہے یعنی
اللہ اسی کے ساتھ رہو۔ اگر بہشت ہی اپنے ناز و نعمت کے ساتھ سامنے کیوں نہ آئے۔

مصرعہ - یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان دنیا ہی پیسے یا دوست کی یاد)
تم نے سنا ہوگا جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل مبارک ایک ذرا سا ہنزاوہ (اسمعیلؑ)
کی جانب مائل ہوا، خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو شربان کر دو۔ اور جب بیٹے کی محبت دل سے
نکال دی، فرمان ہوا مجھے اس پیوٹے سے محسوس بے گناہ کی گردن کاٹنے کا شوق نہیں بلکہ میرا ارادہ تو
آپ کے دل سے غیر کی محبت منقطع کرنا تھا۔ اب جب کہ آپ کا دل اپنی جگہ آگیا تو بیٹے کو اب چھوڑ دیجئے
روزاں و شبان شستہ ام در کارت باہر کہ بازی شکم بازارت

(میں تو رات دن تیری کار سازی میں لگا ہوا ہوں اگر تو میرے سوا کسی اور سے ساز باز رکھے گا تو تیری ساکھ
ختم کر دوں گا) — ہر وہ دل کہ جس میں اللہ کے سوا غیر کا گزرو بسر ہو وہ دل ویران ہے اور ویران
گھر جب ہمارے تمہارے ٹہرنے کے لائق نہیں ہوتا تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ پلید
قدموں سے ہم بادشاہوں کے فرش پر نہیں چلتے تو پلید سرگندہ دل بیکر حق تعالیٰ سے کیسے قریب
ہو سکتے ہیں۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولا کن ینظر
الی قلوبکم و نیا تکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے
دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے)۔ اس کی یاد گاہ میں صورت و اعمال نہیں دیکھے جاتے بلکہ وہ لطیفہ
جسے دل کہتے ہیں وہ دیکھا جاتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے

نیت کن ہر چہ راہ و راہے بود تادلت خانہ خدائے بود

(اپنی رائے اور اپنی راہ سب نیت کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)
کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص طریقت سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کی ظاہری خوشنما پوشاک عبا
کی جگہ ہو جاتی ہے۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست کمر بنی مت سلطان بہ بندھونی باش

(اہل طریقت کی مراد لباس ظاہر سے نہیں ہے بادشاہ کی خدمت کیلئے کمر باندھ لو اور صوفی بجاؤ)

یہتین کرو ! کہ آدمی کے دل کا آج جس چیز کے ساتھ لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز اس کے آگے آئے گی چنانچہ اگر کسی کا دل دنیا میں لگا ہوا تھا اور اس کا مطلوب و مقصود دنیا ہی تھا تو موت کے بعد دنیا کو مکر وہ صورت میں اس کے سامنے لا کھڑا کریں گے اور اگر کسی کا دل حور و قصور، شراب و طہور میں لگا ہوا تھا تو بہشت کو آراستہ کر کے اس کے سامنے لائیں گے اور اگر کسی کا دل یہاں اللہ تعالیٰ سے وابستہ اور متعلق رہا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہی تھا تو موت کے بعد اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان جو حجاب ہے وہ اٹھا دیں گے اور جمال باکمال حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی اس پر ہوگی ہے دین مارے جمال آں بت جانانہ ایت کفر با از ابر و زلف سیکانہ ایت

از جمال خدو خالش عقل مادیوانہ ایت و شراب عشقش اس ہر دو یکے پیما ایت
روح باچوں آن تست قلب مابتنجانہ ایت ہر کر املت نہ اینست اوز با بیکارہ ایت

(ہمارا دین اس محبوب معشوق کے رخ کا جمال ہے۔ اور ہمارا کفر اس کی سیاہ بھویں اور معشوقانہ کالی زلف ہے۔

اس کے خدو خال کے حسن سے ہماری عقل دیوانہ ہے اور یہ خدو خال دونوں ہی اس کے عشق کی شراب کا پیما ہے

جبکہ ہماری روح و جان وہی بت ہے تو ہمارا دل بھی ہمارا بت خانہ ہے۔ جس کا یہ دین نہیں وہ ہم سے بیگانہ ہے)

یہ اشعار اور اس جیسے اور دوسرے اشعار ان دیوانوں کے دل کے نوحے ہیں، غافلوں اور

عاقلوں کو تو یہ دیوانوں کی بڑا اور ہزلیات ہی معلوم ہوں گے۔ مگر جسے ان دیوانوں کے عالم دیوانگی

سے حصہ ملا ہے وہی اس کے لطف و مہرے کو جانتے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے۔

ہر کر ازیں ذرہ آتش باشد نوحہ دیوانگان خوش باشد

زانکہ کار جملہ شاں دلدادہ گیت سرنگوں ساری و کار افتادگی است

(جس کسی کو اس آگ کی ایک چنگاری بھی مل گئی ہے ان دیوانوں کے اس نوحہ میں اسے ذوق ملتا ہے

یہ اس لئے کہ ان کا کام ہی دل فدا کرنا ہے اور خود رسوا و خوار ہونا ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم سابق بالخیرات اس

آیت کریمہ کی تفسیر میں آدمیوں کی تین قسم بتائی گئی ہے۔ کہا گیا ہے۔ ایک ظالم یعنی گنہگار، دوسرے مقتصد و میانہ۔ تیسرے سابق بالخیرات۔ اس تیسرے قسم کے لوگ درجہ میں بڑے اور سب آگے ہیں۔

اپنی جان پر ظلم کرنے والے۔ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت تو کرتے ہیں لیکن ان کا مقصود و مطلوب دنیا ہوتا ہے۔ اور درمیانی درجہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت حورو و قصور کی طلب و مقصد سے کرتے ہیں۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ سابق بالخیرات، درجہ میں سب آگے اور بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ وہ جو خدا کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصود و مطلوب ذات پاک حق سبحانہ ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور مردانِ خدا کا دین بھی دوسرا ہی ہوتا ہے۔ حبش کہا ہے خوب کہا ہے۔ رباعی۔

عالم شہ را و خسرو و خاتان را تسبیح فرشتہ را و صفایان را
دوزخ بدر را بہشت مرزبان را جانان مارا و حب ان من جانان را
(جہاں بادشاہ کے لئے اور خسرو و خاتان کیلئے، تسبیح فرشتوں کے لئے صفا انسان کے لئے۔
دوزخ بُروں کے لئے بہشت نیکوں کے لئے۔ معشوق ہمارے لئے اور ہماری جان معشوق کیلئے)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۲

وصول الی اللہ، اللہ تک رسائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درویش عزیز شیخ عمر! شرف منیری کی جانب سے سلام و دعا، مطالعہ کریں۔
اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے خدا تک پہنچنا بہت آسان اور بہت مشکل ہے۔ اگر کوئی دنیا کی محبت ترک کر دے اور اپنے کھانے پہننے کا غم، بیوی بال بچوں کے کھانے پیرے کا غم دل سے نکال دے اور اس طلب میں اُسے صدق و خلوص بھی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا آسان ہے۔
یہ شعر اسی معنی میں ہے عاشق جاں سوز خواہد سوز عشق روز محشر شب شود در روز عشق!
عشق بر معشوق چشم افتادن است بعد ازاں از بے دلی جاں دادن است

(جان کو بھیڑ میں جھونکنے والا عاشق سوز عشق کا طلبگار ہے اسکے عشق کے آفتاب کے تابش کے آگے
قیامت کا پتہ ہوا دن، رات بن جائے۔ معشوق پر نگاہ پڑ جانا ہی عشق ہے، پھر دل کی بازی ہار
جانے کے بعد جان کی بازی ہار جانا ہے)

اور جس کسی کے دل میں دنیا کی محبت گھر کر گئی ہو، اور اسے کھانے پکڑے کا غم لگا ہوا ہو
طلب میں صدق و اخلاص بھی کا بل نہ ہو تو ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا مشکل اور بہت مشکل ہے
اسی کو کہا ہے

مصلحت اندیش نبود مرد عشق بے ستاری خواہد از تو در عشق

عاشقان را نیست با اندیشہ کار مصلحت اندیشہ باشد پیشہ کار

(عشق کے مرد مصلحت اندیش نہیں ہوتے، عشق کا درد تم سے بے تابی کا تقاضہ کرتا ہے۔

عاشقوں کو سوچ و فکر سے کیا کام، مصلحت ملحوظ رکھنے والے روزگار پیشہ ہوا کرتے ہیں)

ایک بزرگ کے پاس ہر روز صبح صبح شیطان آیا کرتا اور کہتا آج کھاؤ گے کیا؟ وہ کہتے موت

کا جام پی لوں گا۔ اور جب یہ کہتا کیا پہنؤ گے؟ تو کہتے کفن پہنوں گا۔ اور جب یہ کہتا رہو گے کہاں؟

جواب دیتے قبر میں رہوں گا۔ آخر نا اُمید ہو کر واپس ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے

میںدیش ازین حدیث در پوش کفن مردانہ دو دست خویش آنگاہ بزن

(اس کی باتوں کو مت سوچ کفن پہن لے۔ اور مردانہ وارد دونوں ہاتھوں سے اسے طمانچہ لگا)

حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو چاہئے کہ اپنے کھانے کا سامان موت کے پیالے کو جانے،

اپنی پوشاک کفن کو مان لے، اور اپنی قرار گاہ قبر کو سمجھ لے تاکہ اپنے اصل کام کا غم کھاسکے اور مسلسل

حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہو سکے جب ایسا ہو جائیگا تو اور کوئی دوسرا غم اسکے دل

کو خراب نہ کر سکے گا۔ اور جس دل میں دوسرے کے غم نے گھر کر لیا ہو وہ دل تباہ و برباد ہے

لیس علی الخراب خراج (بنجر زمین شاہی خراج کے لائق نہیں ہوتی)

کہا گیا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے

اور توبہ کی، مُرید ہوئے۔ گھر آئے پہلے دن دنیا ترک کر دی دوسرے روز عقیقی، تیسرے دن

خدا تک پہنچ گئے۔ چوتھے دن کسی نے پوچھا، خدا تک کب پہنچے؟ فرمایا گذشتہ

کل کے دن۔ پھر سوال کیا کیسے؟ کہا پہلے دن جب میں نے توبہ کی تو اپنے سر سے دنیا کا خیال

نکال دیا۔ دو سکر دن اپنے سر سے آخرت کو بھی نکال دیا۔ اس کے بعد کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔
کل کے دن خدا تک رسائی ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے

تا بود یک ذرہ ہستی در میاں بر کناری از صفات صوفیاں

تا بود یک ذرہ ہستی بجائے کفر باشت گر نہم در عشق پیائے

(جب تک کسی کے ہستی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے وہ صوفیوں کی صفات سے بہت دور ہے۔

جب تک اپنے وجود کا ایک ذرہ بھی دل میں ہے۔ اس حال میں اگر عشق میں قدم رکھوں تو وہ کفر ہے)

اے بھائی! جس دل میں یہ درد اور یہ طلب داخل ہوا، اس دل سے ہر قسم کے درد اور

ہر طرح کی خواہشیں رخصت ہو جاتی ہیں تو لازماً قلب المؤمن بیت اللہ۔ (مومن کا دل اللہ کا گھر

بن جاتا ہے) شرک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مصرعہ: آنجا کہ سلطان خیمہ زد غوغا مانند عمارا

(جہاں بادشاہ کا خیمہ لگتا ہے وہاں عوام کا شور و مہنگا مہنگا بند ہو جاتا ہے) ان الملوك اذا دخلوا قرية

افسدوها وجعلوا عزة اهلها اذلة۔ (بادشاہ جب کسی قریہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے درہم برہم

کر دیتا ہے اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل و خوار کرتا ہے) ایسے ہی اہل طلب کو یہ شعر کہنے کا حق حاصل ہے۔

محراب جہاں جمال رخسارہ ماست سلطان جہاں درد دل بیچارہ ماست

(عالم کا بالا خانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سائے جہاں کا بادشاہ ہمارے غریب دلیں ہے)

لیکن دیکھئے — کس خوش قسمت کے دل میں یہ درد طلب جاگزیں ہوتا ہے۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں

ذره درد درد دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

کفر کا فرا و دین دیندار را ذرہ درد دست دل عطارد را

(حق تعالیٰ کی طلب کا درد اگر ایک ذرہ برابر تیرے دل میں ہو تو یہ تیری پونجی دونوں جہاں کے سرمایہ سے بہتر ہے۔

کفر کا فروں کو، دین دینداروں کو، عطار کے دل کو تو اپنے درد کا ایک ذرہ ہی دے دے)

اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔

صوفی شوم و خستہ کفیر ذرہ دردے سازم درد ترا ہر روزہ

زنبیل بدست دل دیوانہ ہم تا از در تو درد کند در ویزہ

(صوفی بن جاؤں فیروزی خرقہ پہن لوں اور روزانہ آپ کے درد کا ورد کیا کروں۔ اس

دیوانے دل کے ہاتھ میں بھیک کا تو بڑا دیدوں تاکہ آپ کے دروازہ سے درد کی بھیک مانگ کر لیا کرے)

اے بھائی! اقبال مندوں کے لئے سعادت کے سارے شرائط و اسباب موجود ہوتے ہیں اور تمام بد بختوں کے لئے شقاوت (بد بختی) کے اسباب شرائط موجود ہوتے ہیں۔ اقبال والوں کی راہ میں ایک تنگ بھی حائل نہیں ہوتا اور اداوار والوں کی راہ میں سیکڑوں پہاڑ اکھڑے ہوتے ہیں۔ کیا کہا جاسکتا ہے؟ کل میسر لما خلق لہ۔ (جو جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہی کام اسکے لئے آسان ہو جاتا ہے) اگر کوئی کہے دوڑوں ہی بندہ ہونے میں براہیں۔ پھر یہ فسق کہاں سے پیدا ہوا؟ بتاؤ۔ اس بار میں علماء کے علوم، عقلا کی عقلیں گم ہیں تو جواب کون دے؟

بیروں ز تحب اے پر حسیت گو واقف شدہ ہر کار جہاں کیست گو
(اے عزیز! بتاؤ اس تحب، اچنبھے سے باہر کیا۔) تو اسکے کارخانہ عام سے آگاہ کون ہے؟
وہ خوب جانتا ہے کہ سعادت کس کے نصیب میں ہے اور عاقبت کس کے اندر ہے۔ اللہ اعلم
حیث یجعل رسالتہ۔

بادم نکتہ غلط شماری کہ کن۔ جو رے نکتہ در اختیاری کہ کن۔
(میری سانس کی کوئی غلط شماری نہیں کی جاتی۔ اور کوئی نظم نہیں کر جاتا بدہ نتیجہ بھی دینا ہوتا ہے)
یہی وہ خواجہ فنیل عیاض ہیں جو راز زنی میں مشغول رہا کرتے، خطاب ہوتا ہے۔ اے فنیل!
تم یہاں آ جاؤ کیونکہ تم میرے خاصان میں سے ہو۔ بلعم باغور جو سو سال سے عبادت کا منہا بچا ہے
بیٹھا تھا اُسے حکم ہوتا ہے میرے سامنے سے دُور ہو جا۔ کیونکہ وزیر ارشد ہوا ہے اور حضرت عمر
خطاب رضی اللہ عنہ کو بت کے سامنے پکڑ لاتا ہے اور سو ہزار دولت و نعمت ان کے دست پر
نثار کر دیتا ہے۔ معلّم الملکوت کو ثبات سو ہزار سال سے ان کے دیہے محتک تھا وہاں سے نکال کر
رانڈہ درگاہ کر دیتا ہے۔ اِن عَلِیکَ لَعْنَتِی (تجھ پر میری لعنت) کا داغ اس کی پیشانی پر لگادیا
جاتا ہے کس کا کیجہ ہے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور دوسرا کیوں نہیں مدت ہوئی ڈنکا پیٹ دیا گیا
فعال لسا یرید (جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے) کی مہر سکوت سار جہاں کے منہ پر لگادی گئی ہے۔
اسی کو کہا ہے۔

اِس شہر ہست من در اِن خود میرم تا خود ز نم و خود کشم و خود گیرم
(یہ میرا اپنا ملک ہے میں اس ملک کا مالک مطلق ہوں، میں خود وار کرتا ہوں خود قاتل ہوں اور خود گرفتار بھی کرتا ہوں)
لانہ مالک المطلق فله التصرف المطلق جب وہ مالک مطلق ہو تو تصرف کا حق بھی پورا پورا

اسی کو ہے۔

مزن دم چوں نہ در خورد ایں راز تن اندر دہ و تو ہم با وقت می ساز
قبائے راز بر بالائے جان نیست کہ جاں را از چشیں رازے نشان نیست
دریں دریاست در ہائے نہانی! کہ می داند یگو تا تو بدانی !!!
(دیکھو ساکت رہو، جب تم اس راز کے لائق نہیں ہو، پس خود کو ڈال دو اور وقت کے ساتھ گزارا
کرتے رہو۔ اسرار کی قبا جان کے اوپر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وہ راز ہے کہ خود جان کو بھی اس کی خبر نہیں
اس سمندر میں پوشیدہ موتیوں کا انبار ہے۔ بتاؤ! اسے کون جانتا ہے جو تم جان لو گے)
ہاں تو اس پر اعتقاد رکھو اور بندگی کرتے رہو کیونکہ بندہ کے لئے سرداری محال ہے
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرماں رود کز خداوند آنچه خواہد آن رود
(بہترین بندہ وہ ہے جو اس کے احکام پر چلتا رہے اور اپنے مالک کے تقاضے کو پورا کرتا رہے)
خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ قیاس کرے کہ اس ذریعے
اس راہ کی کچھ چیز اس پر کھل جائے گی یا یہ گمان کرے کہ مجاہدہ و بندگی کو لازم کر لینے سے عالم اسرار
سے کچھ اس پر منکشف ہو جائے گا تو وہ غلطی پر ہے۔ و باعی

جاں باز کہ وصل او بدستار نہ ہند شیراز قدح شرع بہ ستار نہ ہند
آنجاکہ بہم باغ بنوشند مردان یک جرعه ازاں بخود پرستار نہ ہند
(جان پر کھیل جا کہ وصل جان بازوں کے سوا ہوشیاروں کو نہیں دیتے ہیں۔ شرع کے جامے ستاروں کو دودھ
نہیں پلاتے ہیں مردان راہ اکٹھے ہو کر جہاں عشق کی شراب پیتے ہیں اس مینانہ سے ایک چلو بھی خود پرستوں کو نہیں دیتے
خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے آپ نے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مردونگے
درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ چھ گھاٹیاں طے نہ کر لے اول یہ کہ آسان طلبی کا دروازہ اپنے
اوپر بند کر لے اور سختی و مشقت کا دروازہ کھول لے۔ دوسرے عزت کا دروازہ خود پر بند کر لے اور
ذلت و رسوائی کا در کھول لے۔ تیسرے آرام و آسائش کا در خود پر بند کر لے اور غم و رنج کا در
کھول لے، چوتھے نیند خود پر حرام کرے اور ہمیشہ بیدار رہے، پانچویں دولت مندی کا در اپنے
اوپر بند کر لے فقر کا دروازہ کھول لے۔ چھٹے زسیت کی امید کا دروازہ بند کر لے اور ہمیشہ موت کی

آماده دستدر ہے۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔ ۷

جانے دارم کہ بار عشق تو کشد تاد سرکارت نشود نگریم
(میں وہ جان رکھتا ہوں کہ جو آپ کے عشق کا بار اٹھاتا ہے۔ جب تک یہ جان آپ کا کام نہ آجائے اس وقت تک
قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا ہوں)

دُنیا کا غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ من احب الدرهم لا يحب الاخره۔

(جس نے روپیہ پیسہ کو محبوب رکھا اسے آخرت کی محبت نہیں ہوگی) اور یہ جو کہا گیا ہے الدنيا
دار للمرضى والناس فيها مجانين وللمجانين دار الشفاء الغل والقيد۔

(دنیا بیماروں کا گھر ہے دنیا والے پاگل ہیں اور پاگلوں کو شفا خانہ میں قید اور سیڑیاں دی جاتی ہیں)

تو یہ صحیح ہے کہ ہماری نفسانی خواہش ہمارے لئے بڑی ہے اور ہمارے گناہ ہمارے لئے قید ہیں۔

اصحاب بصیرت کہتے ہیں مال کی محبت ”دیدہ دل“ کا اندھا پن ہے اور جاہ و مرتبہ کی محبت

”دیدہ اسرار“ کی نابینائی ہے۔ جب دل نابینا ہوا تو آخرت کے احوال اس سے پوشیدہ ہو گئے اور جب

سر نابینا ہوا تو حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ ہو گئی۔ ازلی بدبختی کا کیا علاج۔ رباعی ۷

بدبختی را گرہ کشودن نتوان بد احوال بہر کسے نمودن نتوان!

گر چہ سرخ فلک بہرہ ما غم کارد شادی بہمہ حال دسودن نتوان!

(کسی کی بدبختی کی گرہ کشودن نہیں جاسکتی، ہر شخص پر حقیقت کے احوال کھولے نہیں جاسکتے۔

آسمان اگر ہمارے لیے غم کا بیج بوتا ہے تو کسی حال میں بھی ہم اس کے خوشی کے پھل کاٹ نہیں سکتے)

میری تحریروں میں سے جو کچھ آں برادر تکت پہنچی ہے اُسے ہمیشہ مطالعہ میں رکھیں، دل کی

پوری حاضری کے ساتھ عادت کے طور پر نہیں جیسے افسانے اور قصے پڑھے جاتے ہیں۔ اگر تنہائی

میں ہو تو بہت تر ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ یہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کروں؟ انھوں

نے فرمایا ان کی کتابوں سے ایک جز بھی روزانہ پڑھ لیا کرو۔ یقیناً جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے

تو روشنی چراغ سے لی جاتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ۷

از بخت بدم اگر فرد شد خورشید از نور رخت مہا چراغ گیرم

(اگر میری بدبختی سے آفتاب غروب ہو گیا تو اے مرے چاند سے محبوب ہیں کیوں آپ کے رُخ سے روشنی نہ لوں)

جیسا کہ کہا ہے القلم احد اللسانین (قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے) تو جو کچھ ان بزرگوں کی زبان قلم سے سُنتے ہیں گویا ان کی زبان سے سُنتے ہیں گویا اُنکے دل سے نکلی ہوئی بات سُنی جاتی ہے اس لیے قلم کے فرمان پر حکم زبان کے بیان کا ہوگا اور زبان کے بیان پر دل کے بیان کا حکم ہوگا اور ان بزرگوں کا دل حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کا کلام سُنتا ہے تو گویا ان کے دل سے نکلی ہوئی باتیں کلام حق سبحانہ تعالیٰ ہوں یقیناً جس نے ان کے قلم سے نکلی ہوئی عبارت کی اطاعت کی وہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کا مطیع ہے اور جو زبان کا مطیع ہے وہ دل کی عبارت کی اطاعت کرنے والا ہے اور جو دل کی اطاعت کرنے والا ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔
ومن يطع الرسول فقد اطاع الله۔ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)
رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ایک ہوئی۔ غور کرو ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واسطہ میں قوم را برخواست است قول ایشان لا جرم بس راست است

چوں نمی بینند غیرے در مجاز جملہ زدشوند وز گویند باز!

(جب اس قوم کیلئے سارے واسطے اٹھ گئے تو لازماً ان کا فرمودہ صحیح و درست ہے۔ وہ جب عالم مجاز میں غیر اللہ کو نہیں دیکھتے تو جو کچھ اس وحدۃ لا شریک سے سُنتے ہیں اسی کو بیان کر دیتے ہیں)

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ارادہ (ذات) کو پیر کے آئینہ میں دیکھنا ہوتا ہے۔ وہ یہی ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خدا کو حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک میں دیکھا، معرفت کے معنی میں۔ اور اوامر و نہی کی معرفت حق تعالیٰ سے آپ کے دل مبارک کو پہونچی تو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک حضرت ابوبکر صدیق کے لئے آئینہ تھی۔ خدا کو اس آئینہ میں دیکھا (اسی طرح پیر کا دل مُرید کیلئے آئینہ ہے) اس معنی کے اعتبار سے اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ خدا پیر کی جان کے اندر ہے؟ تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً۔

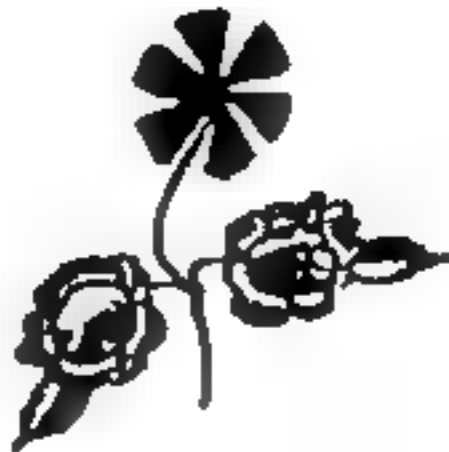
اے بھائی! اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے خود کو آئینہ میں دیکھا۔ کیا اس کے یہ کہنے سے لازم آتا ہے کہ وہ آئینہ کے اندر تھا اسی سے سمجھنا چاہئے یہاں بھی یہ لازم نہیں آتا صانع اپنی صنعت کے اندر ہوتا ہے لیکن جیسا کہ صنعت بغیر صانع کے محال ہوتا ہے تو جس کسی صنعت میں نگاہ کی تو اس نے یہ جان لیا کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اور اس کا یہی جاننا صنعت میں صانع کا دیکھنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ مصرعہ۔ در ہر چہ نگہ کنم ترا می بینم۔

میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تبھی کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح بلا منقہ پیر کی جان پاک میں مرید کا خداوند تعالیٰ کو دیکھنا ہے المؤمن مرآة المؤمن (ایک مومن حقیقی دوسرے مومن کا آئینہ ہے) کا اشارہ اسی طرف ہے اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ خود کو دیکھے کہ وہ مومن ہے یا کافر، منافق ہے یا مخلص، تو اس سے کہو کہ وہ مردانِ کامل کے آئینہ کمال میں دیکھے کہ وہ کیا ہے؟ لیکن اس کے لئے چشم بینا چاہئے۔ اندھے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ آئینہ میں اپنے اندھے پن کو دیکھے۔ اس کے لئے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح دیدہ ور ہونا چاہئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ میں اپنی کمی کا معائنہ نہ فرمایا۔ ابوہل جو نیٹ اندھا تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ سے اُسے کیا فائدہ پہنچتا۔

آہ، آج یہ غم کسے دامنگیر ہے؟ دریا میں مچھلیاں، ہوا میں پرندے۔ ہمارے تمہارے حال پر گریہ کناں ہیں۔ آج ہی اپنے حال پر نوحہ و گریہ کر لینا چاہئے کہ کسی اور کو ہمارے تمہارے مرنے کا غم نہ رہے۔ اموات غیر احیاء بل لا یشعرون (یہ دیکھنے میں زندہ نظر آتے ہیں درحقیقت یہ مردہ ہیں اور ان میں کوئی شعور نہیں) ہماری یہ صفت ہو چکی ہے۔ ہم لوگوں سے یہ بھی محال ہی نظر آتا ہے (کہ ان کے کلمات سے بہرہ ور ہوں)۔

من جملہ کتاب شاں زیری خوانم خواہم کہ درایشاں برسم نتوانم
(میں ان بزرگوں کی ساری کتابیں پڑھ جاتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس کے مغز تک پہنچوں لیکن رسائی نہیں ہوتی)

والسلام
حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۲

صحبت کا اثر اور ظاہری و باطنی ولادت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر شرف منیری کی جانب سے خصوصی دُعا

اے بھائی! بہت قبل یہ کہا جا چکا ہے۔

صحبت نیکانِ نر جہاں دور گشت خوانِ عمل خانہ زنبور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی، شہید کا چھتاہرنوں کا گھر ہو گیا)

اگرچہ ہم بید و لتوں کا زمانہ ایسا ہی ہے لیکن جب کہ اس گروہ صوفیاء کے اخلاق و اوصاف کا حصول جو ولادت معنوی ہے اور آج یہ ان کی تقلید کے بغیر دشوار ہے۔ اور وہ جو کہتے ہیں مرید پیر کا فرزند ہوتا ہے یہ اسی اوصاف و اخلاق کی رو سے کہا جاتا ہے ظاہر و صورت کے اعتبار سے نہیں۔ اور یہ ولادت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور صفت کی یہ نسبت جو ولادت ثنائی ہے ان پر ثابت نہیں ہوتی تو جہاں تک ممکن ہو اس کے حصول میں کوشش کرنی چاہیے المرء علی دین خلیلہ (ہر آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے) وقت کا اہم تقاضا ہے اور آدمی کے اپنے محبوب کے دین پر ہونے کا اشارہ صحبت ہی کی جانب ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو اور اسے اچھے لوگوں کی صحبت حاصل ہے تو وہ بھی نیک و اچھا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، بُروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ نیک صفت آدمی بُرا ہی بن جاتا ہے۔ الصُّحْبَةُ تَوْشِّرُ (صحبت اثر کر جاتی ہے) یہ بالکل سچ ہے۔

باہداں کم نشیں کہ درمانی نو پذیر است نفس انسانی
صحبت نیک راز دست مدہ کہ مہ و یہ شوی ز صحبت بہرہ

صحبت باغہا بفصل بہار باد را ہر زمان کسند عطار
 روغن کجندی کہ بودش عام شد ز گلہا عزیز و نیکو نام
 (بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم بھی بُرے ہو جاؤ گے۔ انسان کی جان
 خصلتوں کو قبول کرنے والی ہوتی ہے۔ دیکھو، اچھی صحبتوں کو ہاتھ سے جانے
 نہ دو، اس لئے کہ اچھوں کی صحبت میں رہ کر تم بھی چاند کی طرح اچھے بن کر چکو گے۔
 باغیچوں کی صحبت فصل بہار میں ہوا کو عطر بنی بنا دیتی ہے۔ تل کا تیل جو معمول ہوتا
 ہے پھولوں کی صحبت کی وجہ سے پسندیدہ قیمتی اور نیک نام ہو جاتا ہے۔)

اور خواجہ سعدیؒ کے اشعار ہیں۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بستم
 بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری کہ از بوئے دل آویز تو بستم
 بگفتا من گل ناب حینہ بودم و لیکن مدتے با گل نہ بستم
 جمال منشیں در من اثر کرد و گر نہ من ہماں خاکم کہ بستم
 (ایک دن حمام میں کچھ خوشبو مٹی پیارے محبوب کے ہاتھ سے بچھے لی، میں نے
 اس مٹی سے پوچھا تو زعفرانی ہے یا مشکی ہے؟ کو تیری اس دل آویز خوشبو سے میں
 مست ہو رہا ہوں۔ اس نے کہا میں ایک ناب چیز مٹی تھی لیکن مدت تک بھولوں کے
 ساتھ رہی ہوں، میرے منشیں کی خوبیوں نے مجھ میں اثر کر لیا ہے، ورنہ میں تو
 وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی۔)

اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ صاحب استعداد طالب کو کسی سرو کال کی ایک
 روز کی صحبت اگر میسر ہو جائے تو یہ ایک روز کی صحبت وہ کر دیتی ہے جو چالیس پچاس
 سال کی ریاضیت و مجاہدے سے ہوا کرتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔
 محبوب شدی ز صحبت خود اے دوست برو قلندر ی شو

(اپنی صحبت ہی کی وجہ سے تو حجاب میں ہو گیا ہے۔ اے دوست! جا اور قلندر ہو جا۔)

لا محالہ ان بزرگوں کی صحبت کے بغیر مرید و طالب کی ہلاکت ہے الشیطان مع الواصلہ
 (لکھنے والے کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے) اور جہاں دو شخص ہوتے ہیں، ہاں سے وہ دور

بھاگتا ہے۔ مشائخ طریقت اسی سبب سے مریدوں کو ہمیشہ صحبت کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ صحبت کا اثر کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ باز (جو ایک شکاری پرندہ ہے) آدمی کی صحبت سے دانا ہو جاتا ہے۔ اور طوطی آدمی کے سکھانے سے بولنے لگتا ہے۔ گھوڑا آدمی کی تعلیمی کاوش سے بہیمی صفات سے آدمی کے عادات اختیار کر لیتا ہے۔ اور ایسا چوپایہ جو جفت نہیں ہوتا اُسے کچھ روز جفت ہونے والے چوپایہ کے ساتھ باندھ دیں تو وہ سیدہ ہو جاتا ہے اور جفتی ہونے لگتا ہے۔ یہ سب صحبت ہی کے اثر سے ہے، صحبت میں بڑی تاثیر ہے اور بہت زبردست قوت ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اسپ تو سن ز اسپ ساکن رگ گشت پچواگر نہ شد ہم تنگ

(سرکش گھوڑا پر سکون گھوڑے کے ساتھ رہ کر نیک ہو جاتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کا ہم پلہ نہیں ہوتا)

چنانچہ کہتے ہیں اگر کسی مردار کو نمک کے ڈھیر میں ڈال دو تو وہ

آہستہ آہستہ کچھ دن میں نمک ہو جاتا ہے پھر اسے نمک ہی کہا جائے گا۔ تو کیا کہتے

ہو ان بزرگوں کے بارے میں جن کی نگاہ دوا ہو اور جن کی باتیں مرض کے لئے شفا ہوں۔ اور

خدا ہی سے بولنے والے اور خدا ہی سے خاموش رہنے والے ہوں۔ تمام عادات و خصائل

کو تَخْلَقُوا بِاِخْلَاقِ اللّٰہ سے آراستہ کئے ہوئے ہوں اور شیطان و نفس کے دست رس

سے باہر اور آزاد ہو چکے ہوں۔ ان کے اسرار و روامز مقام اسرار الہی ہو گئے ہوں سلطان الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء

بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) کی مثال خلق اللہ کی دعوت کے سجادہ پر فائز ہوں۔ ایسے

لوگوں کی صحبت تمہیں کیا سے کیا بنا دے گی۔ اگر مردہ ہو تو زندہ کر دیگی، اگر شیطان ہو تو

فرشتہ بنا دے گی، اگر تانبہ و لوہا ہو تو سونا میں تبدیل کر دے گی، اور اگر مرد زندہ ہو تو

تمہیں سارے جہاں کے لئے اکسیر بنا دے گی اور اگر تم اسفل السافلین میں گر چکے ہو

تو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے گی۔ اسی کو کہا ہے

گرد تو حید گرد بالفریہ چکنی صحبت کہ آن قلبہ

(ایسی صحبت کہتے کیا کرنا جو صرف قلبہ ہی قلبہ ہو توحید کے گرد و نگر کسی

صاحب تفرید کے ساتھ)

ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف دیکھو یہ سب کے سب بتخانہ میں بتوں کے آگے سجدہ
 ریز تھے گمراہی کے صحرائیں گرے پڑے تھے یکایک سلطان الانبیار والاویار کی صحبت پاک
 کا آفتاب جہاں تاب عالم پر طلوع ہوا اور وہ سب کے سب دین اسلام کے آسمان کے
 درخشاں ستارے بن گئے سارے جہاں کے مخلوق کی ہدایت ان کی اقتدار کے ساتھ وابستہ
 ہو گئی سارے عالم میں ان کی اس دولت عظمیٰ اَصْحَابِی کَالْجُومِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَايُتُمْ اِهْتَدَا
 (میرے صحابی ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پانے والوں میں ہوں گے۔)
 کا نقارہ بجا دیا گیا۔

سبحان اللہ! کہاں تھے کہاں پہنچ گئے صحبت کی کیا ہی اعلیٰ کیا گری ہے اسی سے
 خوب جان لو کہ یہ تمام نعمت و دولت اس گروہ صوفیاء کی صحبت ہی میں ہے اسی کو کہا ہے۔
 سایہ خورشید سواراں طلب رنج خود و راحت یاراں طلب
 (خورشید سواروں کا سایہ طلب کرو اپنے رنج و تکلیف اور دوستوں کے لئے
 راحت و آسائش مانگو۔)

خورشید سوار حقیقتاً یہی لوگ ہیں کہ اپنی ہمت سے کون و مکان کے بالا خانہ پر قدم رکھے
 ہوئے ہیں، ان خورشید سواروں کے آگے خود آفتاب کی کیا حقیقت ہے۔ ان بزرگوں کی
 خدمت کے لئے کمر باندھ لو ان پر دل و جان، مال و مرتبہ، زن و فرزند، گھر در، سب قربان کر دو
 شاید ان کے سایہ دولت میں کوئی جگہ تم کو مل جائے۔ اسی کی جانب اس شعر میں اشارہ ہے۔
 تائیکے بایزید یعنی نسرود خدمت صدیرید باید کرد۔
 (ایک بایزید یعنی دنیا دار مرد کامل کو دیکھنے کے لئے سویرید یعنی دنیا دار کی

خدمت کرنی پڑتی ہے۔)

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کتنے سال عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آپ
 رہے؟ انہوں نے سائل کی طرف شرر بار نظر سے دیکھا اور کہا میں صحبت میں نہیں رہا بلکہ خدمت
 میں رہا ہوں۔ اور حقیقتاً بات بھی یہی ہے۔ صحبت دراصل خدمت ہی ہے گرچہ گفتگو میں صحبت
 کہتے ہیں۔ جب طالب صادق ان بزرگوں کی صحبت میں داخل ہوتا ہے تو ان کے آداب
 ان کے اخلاق اسے میسر آتے ہیں اور پاکیزہ حوال، لطیف معانی صحبت کے اثر سے ان میں

سرایت کرنے لگتے ہیں جس طرح ایک نیا چراغ جب دوسرے روشن چراغ سے متصل ہوتا ہے تو وہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ پیری و مریدی کا حقیقی مسئلہ اسی سے ثابت ہوتا ہے اور پیری و مریدی کے اسرار اسی سے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حسن الطاف سے صحبت کی بنا پر جو پیر و مرید کے درمیان ہے مرید پیر کے اجزائیں سے پیر کا ایک جز ہو جاتا ہے جیسے فرزند ظاہری ولادت میں باپ کی صورت یعنی جسم کا ایک جز ہے تو اسی سے دو ولادت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک ولادت ازراہ صورت یعنی ظاہری اعتبار سے اور دوسری ازراہ صفت یعنی معنوی اعتبار سے۔ تو ازراہ صورت بیٹا اپنے باپ کا فرزند ہے اسی طرح ازراہ صفت مرید اپنے پیر کا فرزند یعنی معنوی اولاد ہے اور وہ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا لَنْ يَلْجَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَنْ لَمْ يُولَدْ مَرَّتَيْنِ جو شخص دوبار پیدا نہ ہوا وہ آسمان و زمین کے ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جس طرح ولادت ظاہری سے "ملک" یعنی دنیا میں داخل ہوا اور عالم ملک یعنی دنیا کا مشاہدہ کیا اسی طرح ولادت معنوی میں آسمان و زمین کے ملکوت یعنی عالم باطن میں داخل ہوا اور اس عالم ملکوت میں اللہ تعالیٰ کے جملہ خزانے اور اسرار و راز الہی سب کے سب اس پر کھل گئے۔ اسی کو کشف کہتے ہیں۔ "ملک" ظاہری دنیا کو کہتے ہیں۔ اور "ملکوت" باطن دنیا کو۔ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (اور اس طرح ہم نے دکھائے ابراہیم کو ملکوت ارضی و سماوی تاکہ یقین محکم ہو جائے۔ اور حرف یقین بدرجہ کمال۔ "ولادت صفت" یعنی ولادت ثانی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ لَوْ كَشَفَ الْغِطَاءُ مَا زِدَتْ يَقِينًا (اگر پردہ ہٹ جائے تو کیا یقین میں زیادتی نہ ہوگی؟) درجہ کمال میں یقین کے بعد اور کیا اضافہ۔ اور اس ولادت صفت یعنی معنوی ولادت سے انبیاء علیہم السلام کی میراث کے مستحق ہوتے ہیں الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (علماء انبیاء کے وارث ہیں) حقیقتاً ہی لوگ ہیں۔ نہ یہ کہ وہ لوگ جو آج اپنی خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ ہم عالم ہیں، ان بزرگوں کے نزدیک ابھی تک ایسے ہی ہیں کہ ماں کے شکم میں باپ کے صلب سے بھی نہیں پہنچے۔ ایک عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے

ماہ رویاں چوتیرہ ہوشا نند جاہ جویاں دین فردشا نند
ہمہ در علم سامری دارند از بروں موسی از دروں مارند

سرباغ و دل زمین دارند کہ دل عقل و شرع و دین دارند
از رہ شرع و شرط برگشته تشنه خون یکدگر گشته

(ظاہری چمک دمک والے تاریک عقل والے ہیں۔ جاہ و مرتبہ دنیا کے طالب اور دین فروش ہیں۔ سب کے سب علم میں سامری کی طرح ہیں؛ باہر سے موسیٰ اور اندر سے سانپ ہیں۔ سرباغ میں اور دل زمین میں رکھتے ہیں۔ دل، عقل، شرع اور دین والے کب ہیں۔ شرع کی راہ اور اس کی شرائط سے برگشتہ ہیں۔

اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔)

اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے کہ جس کسی تک انبیاء کی میراث نہیں پہنچی ہے وہ اب تک پیدا ہی نہیں ہوا ہے اگرچہ وہ دانشوری کے کمال تک پہنچ چکا ہو۔ (یعنی بڑی سے بڑی وگڑیاں رکھتا ہو) ایسی عقل جو شرع کے نور سے غاری ہو وہ ملکوت میں سیر نہیں کر سکتی اور کائنات کے رومز و اسرار سے آگاہ نہیں ہو سکتی اور شرع کے نور سے منور نہیں ہو سکتی۔ جب تک ولادت صفت یعنی ثانوی ولادت نہیں حاصل ہوتی۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ اور وہ لوگ یعنی علماء ظاہر جن کا ذکر اوپر نہیں ہوا وہ انبیاء کے میراث کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ان کی نگاہ صورت و ظاہر سے آگے نہیں بڑھتی ہے وہ صرف ظاہری عبارت ہی میں غمر بسر کرتے ہیں۔
راہ دین صنعت عبارت نیست جز خرابی در و عمارت نیست
(دین کی راہ بناوٹ و عبارت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو تخریب کے سوا کوئی تعمیر نہیں ہے)

اے بھائی! یہ ساری دولت و نعمت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت ہی سے وابستہ ہے۔ آج ہر شخص گھڑیں بیٹھ کر شراق و چاشت پڑھ کر اسے حاصل کرنا چاہتا ہے حسرت و افسوس ہے شاید خواب میں بھی نہیں دیکھے گا۔ یہ ریائی کسٹو کیا ہے۔

اسرار خرابات بدستار نہ بری تا سجدہ بہ پیش بت پرستان نہ بری
پاکیزہ نہ گردی تو ز آلائش خود تا بر سر خود سبور مستان نہ بری
(خرابات کے اسرار باہر نہ لیجاؤ۔ جب تک بت پرستوں کے آگے سجدہ نہ کرو۔ تم اپنی آنکھوں سے اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتے جب تک مستوں کے شراب کا گھڑا اپنے سر پر نہ لیجاؤ۔)

حضرت ابو بکر طستانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اصبحوا مع اللہ فان لم تطيقوا
فاصبحوا مع من یصحب مع اللہ لیوصلکم برکات صحبت الی صحبتہ اللہ۔
صحبت کر و خدا تعالیٰ کے ساتھ اور اگر یہ استعداد نہیں رکھتے ہو تو ایسے شخص کی صحبت اختیار
کر جو خدا کی صحبت میں رہتا ہو تاکہ ان کے برکات تمہیں خدا کے حضور تک پہنچا دیں۔ اور ان کی
پہچان یہ ہے جو کہا ہے۔

جانفروشاں بارگاہ عدم خرقہ پوشاں خانقاہ قدم
خوردہ یک بادہ بر رخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در باقی
معتکف در سرائے راز ہمہ بے نیازان از پئے نیاز ہمہ
(بارگاہ عدم کے جانفروش، خانقاہ قدم کے خرقہ پوش نے ساقی کے سامنے ایک باپنی
کے جو کچھ بیچ رہا اُسے چھوڑ دیا، سب سرائے راز میں معتکف ہیں اور بارگاہ ایزدی میں
نیاز مندی کی وجہ سے سب بے نیاز ہیں۔)

گروہ صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے ساتھ دو وقت خاص ہے ایک
وقت شیر خوارگی (دودھ پینے کا) اور دوسرا وقت دودھ چھوڑنے کا جس طرح فرزند ظاہری
اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں ماں سے جدا ہو جائے تو اس بچہ کی ہلاکت ہے اسی طرح فرزند
صفائی یعنی اولاد معنوی اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے پیر سے جدا ہو جائے تو ہلاک
ہو جائے گا اور فرزند ظاہری کے ایام رضاءت یعنی شیر خوارگی کی مدت معلوم ہے لیکن فرزند
معنوی کے دودھ پینے کی مدت جانتے ہو کیا ہے؟ پیر کی صحبت کو اپنے لئے لازم کر لینا اور
کیوں کہ پیر ہی اس کی مدت رضاءت کو جانتا ہے تو مرید جو اپنے پیر کا فرزند معنوی ہے
اُسے اپنے پیر سے اس وقت تک جدا نہ ہونا چاہیے جب تک پیر حکم نہ دے۔ مرید کے
اس شیر خوارگی سے جدا ہونے کے وقت کو پیر ہی جانتا ہے کہ مرید اپنی ذات سے مستقل
صاحب صلاحیت ہو گیا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ اس کے دل کی آنکھ روشن ہو جائے
اور خداوند تعالیٰ کی معرفت اور اس کی تمہیبات یعنی منشاء و ارادہ کو سمجھنے لگے کہ ہذا فضل
من اللہ اور یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے۔ اور اگر اس مقررہ و منظم وقت پہلے ہی
جدا ہو جائے گا تو راستہ ہی میں علیل ہو جائے گا اور دنیا و دنیا کے حرص و ہوس میں مبتلا

ہو جائے گا اور اس کی سنگین ہلاکت ہوگی جس طرح فرزند ظاہری کے شیر خوارگی کے زمانہ سے پہلے جدا ہونے میں ہوتا ہے اسی طرح بلا فرق فرزند معنوی میں بھی ہوتا ہے اور یہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا ہے لیکن دیکھئے! کس خوش قسمت کو یہ راہ ملتی ہے اور کس بد نصیب کو بے راہ چھوڑ دیتے ہیں۔ رباعی سے

از تو بچے نالم کہ دگر داور نیست وز دست تو بچ دست بالا تر نیست
و آں را کہ تو رہبری کنی گم نہ شود و آں را کہ تو گم کنی کس رہبر نیست
(آپ کے کئے کی فریاد کس کے آگے کروں، کہ آپ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں، اور آپ کی حاکمیت سے بڑی کسی حاکمیت نہیں۔ جس کی آپ رہبری کریں وہ بھی گمراہ نہیں ہو سکتا، اور جسے آپ ہی بھلا دیں اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔) مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلاَ هَادِيَ لَهُ (جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں) یہ کسی کی اپنی طاقت سے نہیں یہ محض عطا فرمانے والے کی عطا و نوازش ہی سے ہوتا ہے۔

شب تاریک دوستانِ خداے می درخشد چو روزِ درخشندہ
ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ
(محبانِ خدا کی تاریک راتیں، روزِ روشن سے بھی زیادہ تابندہ و درخشندہ ہوتی ہیں اور یہ سعادت کسی کو اپنی قوتِ بازو سے نہیں ملتی جب تک خداوندِ علم نوالہ نہ عطا فرمائے۔)
اے بھائی! جس طرح اس گروہِ صوفیاء کی صحبت عزیز و لطیف ہے، ان کی صحبت کے آداب بھی عزیز و باریک ہیں اور ان آداب کی رعایت نگہداشت بھی صحبت کی واجبات میں سے ہیں۔ ان ساری باتوں کی گنجائش مکتوب میں نہیں ہے اَلْعِلْمُ يُؤْخَذُ مِنْ اَفْوَاهِ الرِّجَالِ (علم اہل علم کے انفاسِ طیبہ یعنی ان سے کلام کر کے حاصل کیا جاتا ہے)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا، علوم میں اس درجہ پر آپ کیسے پہنچے؟ فرمایا جو میں نہیں جانتا ہوں اس کے پوچھنے میں کسی سے میں نے شرم نہیں کیا۔

بہرِ پس ہر چہ ندانی کہ ذلّ پر سیدن دلیلِ راہ تو گر دو بعز و دانائی
دجس کا تجھے علم نہیں وہ جاننے والے پرچہ کیوں کر پوچھنے کی ذلت ہی تیری عزت و دانائی کا چراغِ راہ ہوگا
والسلام

مکتوب ۱۲

مرید کی اطاعت پیر کے ان تمام حکموں میں جو وہ فرمائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

آں برادر کا مکتوب ملا اس کے مطالعہ میں باطنی انس تھا، لکھا ہے برسات کے بعد آنا ہوگا ہرگز ظاہری عذر کی موجودگی میں خود کو سفر کی مشقت میں نہ ڈالو کیوں کہ یہ بات تمہیدی یعنی یقینی ہے کہ القلوب تتشاهد والضمائر تتناجی 'دل' دل کے مشاہدہ میں ہوتا ہے ضمیر میں سرگوشی کرتے ہیں۔ جب ایسا ہے تو امید ہے ملاقات کی غرض حاصل ہوتی رہے گی۔ اگر تم یہ کہو وہ استعداد اور کمال مجھے کہاں ہے کہ دل سے دل تک بات بیٹے اور کان و زبان کو خبر نہ ہو۔ مرید کو ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جیسا ہونا چاہیے، پیر کو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند جیسا کہ ارشاد ہے مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَقدْ صَبَّ فِیْ صَدْرِیْ سَائِبِیْ بِکَیْفٍ جو کچھ اللہ کی جانب سے میرے دل پر پڑتا ہے وہ بعینہ ابابکر رضی اللہ عنہ کے دل پر پڑتا ہے۔ اور یہ انصباب دل سے دل میں ہوتا ہے ایسے کہ کان و زبان کو خبر نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ کیا ہی بلند مریدی ہے اور کیا ہی اعلیٰ میری ہے جب سے یہ عالم قائم ہے نہ ایسا مرید دیکھا گیا اور نہ ایسا پیر سننے میں آیا۔ تو میرا جواب یہی ہوگا اور میں کہوں گا اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانِیْنِ (قلم دو زبانوں میں سے ایک زبان ہو) کی بنا پر اس دُعا گو کے جو خطوط آن عزیز تک پہنچے ہیں یا پہنچتے رہیں گے وہ سب اس دُعا گو کی زبان سے ہے اور جو بات میری زبان سے نکلی وہ میرے دل سے نکلی ہوئی ہے اور جب تم نے میری زبان کے حکم کو مانا تو میرے دل کے حکم کو قبول کیا۔ مَنْ یطیع اللسان فَقَدْ اطاع القلبَ وَمَنْ یطیع الرسولَ فَقَدْ اطاع اللّٰهَ (جس نے زبان کی اطاعت کی اس نے قلب کی اطاعت

کی اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جب تم نے دیکھ لیا کہ ایک ہی ہے تو اس میں غور و فکر کرو وہ جو سنا ہے کہ مرید پیر پرست ہوتا ہے وہ یہی اطاعت ہے۔ اگر تمہارے حرکات و سکنات پیر کے ارشاد و فرمان کے موافق ہیں تو تم پیر کے مرید ہو۔ اور اگر اپنی مراد اور اپنی خواہش کی موافقت میں ہو تو تم اپنی مراد اور اپنی خواہش کے مرید ہو پیر کے مرید نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

تار بہر تست عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش

خود را بر کاب رہبرے بند تا باز رہا ندت ازین بند

(جب تک تیری عادتیں تیرے خصائل تیرے رہبر ہیں اس وقت تک تو شیطان و منافق ہے

درویش نہیں۔ خود کسی راہبر کی رکاب پکڑ لے تاکہ وہ تجھے اس قید سے نجات دلا دے۔)

چنانچہ آج سارا جہاں پیر و مرید سے بھرا ہوا ہے اور ابھی اور بھی بڑھیکے کیوں کہ آخری زمانہ کا فتنہ دن بدن زیادہ ہی ہوتا جا تیگا یہاں تک کہ وہ نوبت آجائے گی جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں ہماری امت پر وہ دن آئے گا کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوں گی مگر ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔

مگر وہ صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر پیر کسی مرید کو ایسے کام کا حکم دے جو دین کے خلاف ہو اور مرید اپنے دین کے خلاف پیر کے حکم کی موافقت میں کرے تو وہ پیر کا مرید ہے۔ اور اگر پیر کے اس حکم کے خلاف اپنے دین کی موافقت میں عمل کرے تو وہ اپنے دین کا مرید ہے پیر کا مرید نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

او دیل تو بس تو راہ مجوی او زبان تو بس تو یادہ گوی

ہرچہ او گفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں

واسطہ این قوم را برخواست است قول ایشان لا جرم بس راست است

چوں نمی بیند و غیرے جز مجاز جملہ زو شونہ زو گویند باز

(تیرا پیر ہی تیرے لئے چراغ راہ ہے اس کا فرمان ہی تیرے لئے سب کچھ ہے تو فتنوں کوئی نہ کر

جو کچھ پیر نے کہا اسے راز مطلق جان، اور جو معاملہ تیرے ساتھ انہوں نے کیا اُسے حق کا کیا ہوا مان

جب اس گروہ سے واسطے اٹھ گئے تو یقیناً ان کا قول بالکل صحیح و درست ہوتا ہے جب سوائے

بجائے کے غیر حق کسی کو نہیں دیکھتے تو اسی سے باتیں سنتے ہیں اسی سے بولتے ہیں۔
ایسے شخص کو پیر کا مرید نہیں کہا جائے گا متعلم کہا جائے گا جو ابھی اپنے دین کی تعلیم حاصل کر رہا
ہے۔ اگر پیر پیری کرنے کے لائق نہیں ہے تو ایسے پیر کی اقتدار کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اور اگر پیر
قابل اقتدار ہے تو پھر مرید مقتدی کو پیر (مقتدا کے خلاف کرنا کیا۔ مریض کو طبیب کے حکم پر چلنے کے
سوا چارہ نہیں ہے اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب کو یہ کہے کہ فلاں دوا مجھے دوا اور فلاں
دوا نہ دوا اور یہ کہے مجھے اس طرح رہنے دوا ایسے نہ رکھو اگر اس کو خود اس کا علم ہوتا تو اسے اپنے
لئے طبیب کی کیا حاجت ہوتی اپنا علاج آپ کر لیتا۔ زہر جو بھلک اور جان لیوا ہوتا ہے وہی زہر
بعض بیماریوں میں دوا ہو جاتا ہے پیران طریقت باطنی علتوں کے طبیب ہوتے ہیں ہر مریض کی
بیماری مختلف ہوتی ہے اور مختلف بیماری کی دوا بھی مختلف تجویز فرماتے ہیں۔ یہی اس شعر میں ہے یہ
ظاہر کار تو دیراں می کند لیک خارت را گلستاں می کند

پس عداوت ہا کہ آن یاری بود بس خرابیہا کہ معساری بود

(بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے لگائے ہوئے پودے کو کاٹ چھانٹ کے دیراں کر رہا ہے)

لیکن درحقیقت ان کانٹوں کو گلستاں بنا رہا ہے۔ بہت ساری عداوتیں وہ ہوتی ہیں جو حقیقتاً

دوستی ہیں اور بہت سی دیرانیاں ایسی ہیں جو فی الحقیقت آباد کاری ہیں۔)

اگر پیر امراض باطن کا طبیب نہ ہو تو وہ پیری کے لائق نہیں بلکہ ابھی وہ خود مریض اور بیمار ہے
اور طبیب کا محتاج ہے۔ اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں کا علاج کرے تو معلوم ہوا
کہ آج ساری خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ نہ مرید جانتا ہے کہ مریدی کیا ہے اور نہ پیر جانتے ہیں
کہ پیری کیا ہے۔ لوگوں نے ایک رسم بے حقیقت پر قناعت کر لی ہے اور اسی کا نام پیری و
مریدی رکھ لیا ہے یہی سب بڑی گمراہی اور سب بڑی ہلاکت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا
کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے۔

ایچ نہ در کاسہ و چندیں گس ایچ نہ در قافلہ و چندیں جس

(پیالہ میں کچھ بھی نہیں اور کھیاں ہیں کہ بھنک رہی ہیں۔ قافلہ میں کوئی نہیں اور گھنٹیاں ہیں)

کہ بھتی جا رہی ہیں۔)

اے بھائی! جہاں امام جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں فرمائیں علمنا قد طویۃ

خلل ہوگا۔ اور بلا فرق اسی طرح پیری و مریدی میں ہے۔
 یہ ساری تقریر صرف اس ایک جملہ کی وجہ سے کی گئی ہے جو لکھا گیا ہے کہ ”اگر پیر کوئی
 ایسے کام کے کرنا حکم دیں جو ظاہر کے خلاف معلوم ہو تو مرید پیر کے حکم کی موافقت میں اس خلاف
 دین پر عمل کرے اسی کو کہا ہے۔“

او دلیل تو بس تو راہ بخوی اوزبان تو بس تو یاد انگوی
 ہرچہ او گفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں
 (وہی تیرا حقیقی رہنما ہے تو خود سے کوئی راہ نہ دھونڈھا وہی تیری زبان ہے تو اپنی جانب
 سے کچھ نہ بول جو کچھ اس نے فرمایا اُسے حقیقت کا راز جان اور جو کچھ اس نے تصرف کیا اسے حق
 تعالیٰ کا کیا ہوا جان)

ہرگز کوئی جاہل و منکر اعتراض و بحث و مباحثہ نہ کرے کیوں کہ یہ ان لوگوں کے اندازہ و
 حوصلہ سے باہر ہے ان بیچاروں نے اپنی زندگی میں کہاں ایسی باتیں سنی ہیں تو ضرور وہ یہی کہیں
 گے کہ یہ تو پیرانی گڑھی ہوئی باتیں ہیں۔ اس گروہ صوفیاء کی جانب سے بغیر کسی بحث و تکرار کے
 عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا ہے۔

نہ ہمراہی تو مرا راہ خویش گیر و برد ترا سلامت بادہ مرا نگون ساری
 (تم ہمارے ساتھی نہیں ہو تم اپنی راہ لو، تمہیں تمہاری سلامت رومی بہتر ہے مجھے مرے حال پر
 چھوڑ دو)۔

اے بھائی! ستری و مریدی کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ یہ ہر جھوٹے نقال و
 بہر و پئے اور جاہل کا کام ہے لیکن یہ ستر و مریدی جو آج کل پیدا ہو گئی ہے یہ بہت آسان
 ہے یقیناً اس میں کیا دشواری ہے۔ کیا یہ ہیں دیکھتے کہ عالم پیروں اور مریدوں سے
 بھرا ہوا ہے۔ یہ اپنی نشستوں میں کشف و کرامات احوال و مقامات ہی کی گفتگو کیا کرتے ہیں
 اور اگر ان سے پوچھو تو اپنے کفر کی بھی انہیں خبر نہیں۔ اس کی جان پر رحمت ہو جو جس نے
 یہ کہا ہے۔

ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست حقائق کہاے ایمان را چہ دانی
 (تمہیں تو ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں تم ایمان کی حقیقتوں کو کیا جانتے۔)

یہ تو آج کا حال ہے کل کہاں تک معاملہ پہنچے گا اور کیا صورت حال ہوگی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ بلا جہالت و غفلت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور جہل و غفلت میں ہر روز زیادتی ہی ہے۔

زیر کاں راجو روز معلوم است کہ شب و روز غافلان شوم است
علم خواں شوخ و برگد آمد علم داں خاصہ خدا آمد
علم خواں گر ز آدم است رگے زان کہ شد خاص شہہ بعلم گے

(ہوشمندوں پر روز رکشن کی طرح ظاہر ہے کہ غفلوں کے مات و دن دونوں ہی دوست میں ہیں ایسا علم حاصل کس کا تعلق آدم سے ہو (یعنی جو انسان کو زیب دیتا ہو) کیوں کہ گناہ انسانی تعلیم کی وجہ سے مقرب ہے) (اس جہالت و غفلت سے نکلنے کے لئے) اس آیت کو مسلسل ہمیشہ پڑھتے رہو۔ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رِبًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيْرًا (اے پروردگار مجھے ایسی آبادی سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اور مجھے اپنی طرف سے کوئی ہمدرد و مددگار عنایت فرما)

اسی طرح ہمیشہ خط لکھا کر و شاید اسی لکھنے کا حیلہ ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ ہمارے تمہارے نصیب میں لکھنے پڑھنے کے سوا اور کیا ہے شاید یہی لکھنا پڑھنا کسی کے کام آجائے اور اس کے طفیل میں ہمیں قبول کر لیں، اسے بھی تھوڑا نہ سمجھو یہ بھی کچھ کم نہیں ہے دُوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔

ہاں گرے پڑوں کے لئے کام کی لگن شرط ہے۔

یقین میدان کہ شیران شکاری
دریں رہ خواستند از موریاری

(یقین کر دو کہ شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے)

والسلام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۵

پیروں کی صفت اور فضولیوں کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ عِبَادِيْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ اللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا:

(اوسیطان! بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تری حکمرانی نہیں)۔ وہ جو عالمِ دل تک پہنچ گئے شیطان کے دسترس سے نکل آئے، امام و مقتدا ہو گئے پیری انہیں کے لئے مسلم ہے ان لوگوں کے لئے نہیں جو نفس کی دنیا میں مبتلا ہیں دل کی دنیا تک نہیں پہنچے۔ مردانِ حق اور ہی ہیں اور مردانِ ابلیس دوسرے لوگ ہیں۔ جانتے ہو مردانِ حق کی صفت کیا ہے؟ یہ ہے جسے کہا ہے کہ

چنگ در حضرتِ خدائے زودہ ہرچہ آن نیست پست پائے زودہ

ساختم ہر یک از میانِ ضمیر از قل اللہ شَمَّ ذَسَّہُمْ پیر

خوردہ یک بادہ بر رُخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در بانی

(بارگاہِ خداوندی کو اختیار کئے ہوئے اس کے سوا جو کچھ ہے اسے لات مارے ہوئے ہیں۔

سب نے اپنے ضمیر کے اندر قل اللہ شَمَّ ذَسَّہُمْ، سب کو چھوڑ کر اللہ کا نام لے) سے پیر بنالیا ہے۔

محبوبِ بَرُخ میں ساقی کے رُخ کے سامنے جامِ شراب دید چڑھا گئے ہیں در باقی سب کو یونہی چھوڑ دیا ہے)

جب تک آدمی نفس کی تاریکی میں گرا ہوا ہے اس کا دل شیطان کا گھر بنا ہوا ہے جو عمل اس سے

ظہور پذیر ہوتا ہے وہ نفسِ اتارہ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ کوئی عبادت ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ

اس کا ماٹن شیطان کا مسکن ہو چکا ہے اور ہر چیز سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں ہوتی

ہے۔ تو اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے ایسے کام ظہور میں آئیں جو شیطانی نہ ہوں تو اپنے

کام کی باگ ڈور ایسے مردانِ حق کے ہاتھ میں دیدے کہ جن کا نام اِنّ عبادِ حق لیس لکھ
 علیہم سلطان کے دفتر میں مندرج ہوتا کہ وہ تمہیں ہدایت دیتے رہیں کہ یہ کام کرو اور
 وہ کام نہ کرو کیوں کہ انکی ہدایتیں اور ان کے احکام شیطان کا فرمان نہیں ہوتے اس لئے کہ
 ابلیس کو ان مردانِ حق تعالیٰ تک راہ نہیں ہے ان کے دل سے جو فرمان صادر ہوتا ہے وہ سب
 رحمانی ہوتا ہے شیطانی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرچہ اوگفت راز مطلق داں ہرچہ اوکرد کردہ حق داں
 خاک او بخش بادشاہی کن آں او بخش ہرچہ خواہی کن
 (اس نے جو حکم دیا اسے راز مطلق جانو، اس نے جو تصرف تمہارے ساتھ کیا اسے حق تعالیٰ
 کا تصرف سمجھو اس کے در کی خاک بن جاؤ بادشاہی کرو، ان کے ناز و انداز کے لائق ہو جاؤ پھر
 جو دل چاہے کرتے رہو۔)

اگر یہاں کوئی یہ سوال کرے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جس تک شیطان کی پہنچ نہ
 ہوئی ہو؟ اے بھائی! کوئی شخص شیطان سے نہیں بچا اور نہیں چھوٹا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار
 انبیاء علیہم السلام بھی اس کے زخم کھاتے ہوئے ہیں۔ لیکن ہاں شیطان کے خاص متبع اور
 اس کی رعایا اور ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبھی کبھی ابتلاء کی طور پر اس کی چوٹ کھاتے
 ہیں وہ پھر شیر کی طرح پھر کر کھڑے ہو جاتے ہیں (اور اس کی نگ و بولی اڑا دیتے ہیں) جیسا
 کہ کہا ہے۔

تو مراد دل وہ دلیری ہیں رو بہ خویش خواں دلیری ہیں
 (آپ میری دلہی تو کیجئے اور پھر میری دلیری دیکھئے، اپنی لوٹری کہہ دیجئے اور میری شیریں لافطہ کیجئے)
 کیا خیال ہے تمہارا ایک خاص گھوڑا تمہارے سواری کا ہے اگر تمہارا غلام تھوڑی دیر کے لئے
 اس پر بیٹھ کر اسے پانی پلانے کو لے جائے تو کیا اتنی دیر اس کی سواری میں رہنے کے سبب گھوڑا
 اس کا ہو جائے گا قسم اللہ کی نہیں ہوگا۔ دَعَصَىٰ آدَمَ (آدم سے چوک ہوئی) تمام لوگ آدمی
 ہونے میں برابر ہیں لیکن خیر الخاطیٰن المستغفرون (بہترین گنہگار مغفرت چاہنے
 والے ہیں) ہاں تو خیر کی بنا پر سب میں فرق ہے۔

پیر کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ راہِ خداوندی طئے کئے ہوئے

ہوں اور کاموں کی حقیقت تک ان کی نگاہ پہنچی ہوئی ہو۔ مثلاً تم اگر یہ چاہو کہ کسی سے علم حاصل کرو اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ معصوم ہو بلکہ شرط یہ ہے کہ اس علم کا وہ ماہر ہو معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کے لئے ضروری ہے بیروں کے لئے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو راہ خداوندی میں اس کی عصمت اور اس کے فضل کے ساتھ چلنا ہے کیوں کہ نبیوں کے حق میں حکمت کا یہی تقاضہ تھا اگرچہ یہ راہ بہت ہی سخت دشوار و پرخطر ہے۔ کیا خیال ہے جس ذات کی یہ صفت ہو کہ یُخَدِّیْ مَنْ یَّشَاءُ وَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ (جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اس بارگاہ کے لئے صحبت اور مرید کرنا پر خطر اور دشوار تر نہ ہوگا۔ ؟ اسی کو کہا ہے۔

در رہ آتش سلامت کے بود مرد مجنوں را ملامت کے بود
(آگ کی راہ میں کوئی سلامتی سے گزر سکتا ہے۔ دیوانے کو کبھی ملامت کا اثر نہیں ہوتا ہے)
پروانے کو شمع کے گرد چکر کاٹنے اور رُوئی کی بتی کو اپنے اندر آگ لے کر روشن ہونے میں، جانتے ہو کتنے بڑے خطرے ہیں۔ المخلصون علیٰ خطیہ عظیم (مخلصین کے لئے بڑی بڑی مصیبتیں ہیں) کے یہی معنی ہیں۔

ازیں سو عجزِ زناں سوبے نیازی چہ نسبت با تو مارا عشق بازی
(اس طرف سے عاجزی اور اس جانب سے بے پراہی تمہارے ساتھ عشق بازی کے لائق ہیں کب ہوں۔)

دوسروں کے لئے کوئی پینا مبر موجود ہونا چاہیے یا ایسا پیر کہ راہ خداوندی کو طے کئے ہوئے ہو اور حقیقت کار کا آشنا ہو۔ یہ راہ پر خطر ہے بیروں کی صفت یحیدی ہدایت دینے والوں سے زیادہ نہیں۔ تو یہی ہے جو کہا ہے۔

گر ترادر دست پیر آمد پدید قفل دردت را کلید آید پدید

واسطہ میں قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس راست است

(اگر تجھے درد ہے اور پیر کا ہاتھ تجھے مل گیا تو سمجھ کے تیرے درد کا مداوا ہو گیا۔ اس جماعت

کے لوگوں سے واسطہ اٹھ گیا ہے اس لئے یقیناً ان کا قول سب صحیح و درست ہوتا ہے)

اور یہ جملہ جو کہا گیا ہے اسی معنی میں ہے "پیر پرستی بہرہ کہ خدا پرستی" (پیر پرستی بہتر ہے کہ

خدا پرستی) اور دوسری عبارت میں یوں بھی کہتے ہیں ”پیر پرورد بہ کہ خدا پرور“ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ جن معنی میں یہ جملے ہیں اسی معنی میں اور لوگ بھی اس کو سمجھتے ہیں یا نہیں۔
 اے بھائی! کچھ جانتے بھی ہو کہ مردان خدا کے صفات کیا ہیں؟ کھاتے بھی ہیں، سوتے بھی ہیں، پہنتے بھی ہیں، بیوی بال بچے بھی رکھتے ہیں اور بازار بھی جاتے ہیں مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَا كُلَّ الطَّعَامِ وَمِيشَى فِي الْأَسْوَاقِ (یہ کیسے رسول ہیں جو کھاتے بھی ہیں اور بازاروں میں سیر بھی کرتے ہیں) شکایت۔ ”ظاہر پرستوں کے حال اور اُن کے طعن پر ہے۔“ کہ ان کی نگاہ ظاہر حال پر ہوتی ہے۔ (اس سے آگے نہیں بڑھتی) لیکن وہ دولت عظمیٰ جو مردان خدا اپنے دل کے اندر رکھتے ہیں جہاں ہم کو تم کو اور ہم جیسے سارے لوگوں کو راہ نہیں۔ خواجہ سنائی نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

جانفروشان بارگاہِ عدم خرقہ پوشان خانقاہِ قدم

مَا عَبَدْنَاكَ اجتهاد ہم مَاعَرَفْنَاكَ اعتقاد ہم

يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ از ہوش ساختہ بند وار حلقہ بگوش

(بارگاہِ عدم کے جانفروشان، خانقاہِ قدم کے خرقہ پوشان، ان سب کا فیصلہ ہے کہ مجھ سے آپ کی عبادت کیسی نہ ہو سکی جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے۔ اور ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی وہ معرفت مجھے حاصل نہ ہو سکی جیسا آپ کو پہچاننے کا حق ہے يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پر پورے ہوش گوش کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے کان میں غلامی کا بالا پہننے تا بعداری و فرماں برداری میں لگے ہیں)۔

کمیا تم نے کبھی اکسیر کی کیا گری دکھی ہے؟ جس تانہ پر وہ پہنچتا ہے اسے سونا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جس مردہ دل پر ان کی ایک نظر شفقت اثر پڑ جائے وہ مرا ہوا دل حیات جاودانی پالے۔

یک نظر دوست صد ہزار سعادت منتظرم تا کے وقت آن نظر اید

(دوست کی ایک نظر سو ہزار خوش قسمتی ہے۔ میں تو اسی کا منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)

ایک عزیز نے کہا ہے۔

من نہ دانم کیں چہ مرداں بودہ اند کز عمل یکدم غمی آسودہ اند

لاجرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشان شدند
در ایشان نیست از کسب و عطا است کہ خنیں در سے شود از کسب است

(نہیں معلوم یہ لوگ کس رتبہ کے مرد ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی عمل سے آسودہ نہیں ہوتے یقیناً اپنی اس بندگی سے بادشاہ ہو گئے ہیں، حقیقتاً ہی لوگ سارے مخلوق کے سردار ہیں، ان کا درد کسی نہیں ہے بلکہ یہ مہبت اپنی 'اللہ کی دین ہے' ایسا در کسب سے کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔)
اے بھائی! یہ صاحبانِ دل 'قیامت کے دن دیکھنے میں ایسے نظر آئیں گے جس طرح آج آفتاب عالم تاب نظر آتا ہے۔ اگر کسی نے آج اس دنیا میں ظاہری حیثیت سے ان میں سے کسی ایک کی بھی کوئی خدمت کر لی ہو یا ان کے ساتھ نیک گمان بطور اعتقاد رکھا ہو تو کل قیامت کے دن ان کی پناہ میں ہوگا۔ ان صاحب دلوں کا معاملہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ تقریر و تحریر میں آسکے یا ہم لوگوں کی رکیک عقل ان عالی مقاموں کے مقام کے گرد پہنچ سکے
نوسنوا بھی ایک شاعر کا شعر سنو۔

نشستہ بر سر خوان فتوت بہر دو کون در دادہ صلائے
ز سدرہ بر ترا ایشان را مقامے درلئے عرش و کرسی مشکائے

(دونوں جہاں کو دعوت دیتے ہوئے فیاضی کے دسترخوان پر تشریف فرما ہیں۔ سدرہ سے بلند تران کا مقام ہے عرش و کرسی سے پرے ان کی تکیہ گاہ ہے۔)
کہو! کس میں قدرت ہے کہ اس گروہ کے لوگوں کے بارے میں کچھ کہہ سکے یا لکھ سکے۔
چشم خفاش را چہ از خورشید مرغ مجوس را چہ از گلزار
(چمگادڑ کی آنکھ کو آفتاب سے کیا فائدہ، پیچڑے میں مقید پرندہ کو چمنستان سے کیا لطف)
اور یہ شرط نہیں ہے کہ سارے جہاں میں ایک وقت میں مرد کامل ایک ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ دس بیس اور سئوں کی تعداد میں ہوں اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ شہر ہی میں ہوں یہ بھی روا ہے کہ دیہات میں ہوں۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ دیہات میں رہا کرتے تھے۔ ان کے کمال کا وہ درجہ تھا کہ ہزاروں ہزار سال تک لوگ آتے جاتے رہیں اور مجاہدہ و ریاضت کرتے رہیں پھر بھی اس میں احتمال ہے کہ ان کے کمال تک کوئی پہنچے یا نہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یَوْسَیْہِ مِنْ یَشَآءُ (اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے جتنا دے) اور اگر کوئی یہ کہے کہ یقیناً

ان میں سے کوئی ایک کامل تر ہو گا۔ تو کہو کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دس بیس، تیس، چالیس اور اس سے بھی کم و بیش ایک ہی جگہ ہوں لیکن معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں صاحبان کشف جن کو کشف کامل ہو وہ معلوم کر سکتے ہیں اور وہ تمام آدمیوں میں تصرف کر کے یہ معلوم کریں کہ عالم میں کتنے ہیں اور کس کس مقام پر ہیں۔

لیکن محققین کے قول کے مطابق جب حضرت علیہ السلام یہ کہیں کہ مَا خَطَرَ بِيَالِي لِمَا
اِنِّي نَقِيتُ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ كُلَّهُمْ اِلَّا دَسَمَاتِ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَيَالٍ مِّنْ اَرَاةُ قَطُّ اِيكٍ دَن
میرے دل میں یہ بات گزری کہ میں اللہ کے اول کامل کو دیکھوں تو میں نے

کسی ایک ولی کو دیکھا جسکو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن جب بھی میں نے دیکھا تو اسکو یعنی ایسے کو دیکھا جیسا کہ اس سے قبل کسی دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ تو دوسرے کو یہ تصرف کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور اس حلیث میں اشارہ ہے کہ تم اپنی عقل کو دخل نہ دو اور خود کو عاجز سمجھو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کیوں کہ اللہ کے ولی جو مردان خدا ہوتے ہیں ان کی ولایت میں کسے گفتگو کا یا رہے۔ ایک اہل عزت نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

نیت گشتہ ہمہ بعزت ہست عظیم بے نیازی اندر دست
چشم شاں تا ولایت آدم اسم شاں تا نہایت آدم
در بقا از بقا فنا گشتہ از چرا و چرا جدا گشتہ
مغلف در سراے راز ہمہ بے نیاز از پئے نیاز ہمہ

اللہ رب العزت کی ہستی میں سب کے سب نیت۔ ہو چکے ہیں اس کی بے نیازی کی شان لئے ہوئے ان کی آنکھ آدم کی مملکت کو دیکھنے والی ان کے نام منتہائے آدم تک کھلے ہوئے بقا میں بقا سے بھی فنا ہو چکے ہیں ایسے ویسے کیون کر کیسے سے غلیظہ اور پاک ہیں سب اس حریم راز میں مغلف ہیں اور اس بے نیاز سے نیاز مندی کی وجہ سے سمجھوں سے بے نیاز ہیں۔

ایک بزرگ تھے جو روزانہ آئینہ دیکھتے اس خیال سے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ویسا ہی ہے یا سیاہ ہو گیا ہے۔ ان بزرگان دین نے اعتقاد کی جہت سے نہیں اعتبار کی رو سے اس طرح کے اشعار کہے ہیں۔

در شہر دنیست ز من نابکار تر مادر پیر نہ زار ز من خاک رتر

دعویٰ کنم کہ نیست در آفاق چوں منی دزد کافران روم و ز ناردار تر
(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بُرا و ناکارہ نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے کمتر اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں
دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے جہاں میں مری طرح کوئی نہیں، میں روم کے کافروں سے بھی زیادہ
سخت ز ناردار ہوں۔)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام عارفوں کے سردار، عرب و عجم میں سب سے بڑے فصیح و بلیغ
کی شبِ مقامِ قرب و کرامت میں پہنچے تو عاجزی کے ساتھ عرض کی لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ
أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ (مجھ سے تیری ثنا ہو نہیں سکتی تو دیا ہی ہے جیسی کہ تو نے خوفناکی ثنا
کی ہے) اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام مخلوق میں افضل و اکمل ہیں یعنی جنابِ صدیق اکبرؑ وہ بھی
پیر کے نقشِ قدم پر عاجزی سے کہتے ہیں الْعَجْزُ عَنِ الْإِدْسَاءِ إِذْ سَأَلْتُ (پالینے اور معلوم
کر لینے کے بعد بھی بر پائے عجز پالینے سے خود کو عاجز جاننا اصل ادراک ہے یعنی ادراک سے عاجزی ہی
ادراک ہے) یقیناً مرید جب حقیقی مرید ہوتا ہے رسمی نہیں تو اس سے متابعت ہی ظہور میں آتی ہے
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

در عشق تو عاجزی سراستاد لیست در کوئے تو بندگی در آزاد لیست
ویراں شدن اندر تو آبادی ست اندوہ تو جانِ عاشقان راں شادی ست
(آپ کے عشق میں عاجزی سر بندی ہے، آپ کے کوچہ کی غلامی ہی آزادی ہے، آپ کی راہ میں
ویران ہو جانا ہی آبادی ہے، آپ کا غم ہی عاشقوں کے جان کی شادمانی ہے۔)
اس تقریر پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیچارہ مبتدی یہ کیوں کر جان سکتا ہے کہ یہ
صاحبِ دل ہیں اور اُن بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ
کے دفتر میں مندرج ہے یا محض دعویٰ رہی ہیں۔

اے بھائی! یہ سوال حقیقتاً فضا و قدر کے مسئلہ کی طرف لوٹتا ہے۔ تقدیر نے
ازل میں جس شخص کے لئے خوش قسمتی کا خرچہ تیار کر دیا ہے اور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بایزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تک رسائی مقدر کر دی ہے ایسے شخص کی راہ میں یہ ترغیبات پیدا ہی
نہیں ہوتے۔ اور جس بد بخت کے لئے محرومی و بد بختی کی میلی کبلی بٹی گئی ہے اس کی راہ میں
رُکاوٹیں بندشیں اور اس طرح کی دوسری چیزیں حائل ہوتی رہتی ہیں۔ مَحَلِّ مَيْسَرَةٍ مَخْلُوقٌ لِّهُ

(جو شخص جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہ کام اس کے لئے آسان ہوتا ہے) اس سوال کا یہی مکمل جواب ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بفلک ہر دو مرد پیشہ درند آن یکے در ذی و دیگر جولاہ
آن بدوز و مگر قباے ملوک دیں نہ بافد بجزر گلیم سیاہ

(ازل ہی میں دو پیشہ ور آدمی ہوئے ایک کپڑا سینے والے اور دوسرے بننے والے ایک کی قسمت میں بادشاہ کے لباس ہی کی سلائی ہے اور دوسرے کی تقدیر میں بدبختی کی میلی کیلی کی بنائی ہے)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر چہ استاد در نمشتہ براند طفل در مکتب آن تواند خواند
لا جرم اینجا سخن کوتاہ شد بہرورہ رو بساند راہ شد

(بچہ مکتب میں وہی پڑھیں گا جو استاد نے لکھ کر دیدیا ہے۔ قصہ مختصر راہ بتانے والے راہ چلنے والے تھک گئے اور راہ ختم ہو گئی۔)

اور یہ جو قول ہے کہ ”قلم اس جا رسید سر شکست“ (قلم یہاں پہنچا اور قلم کا سراٹھٹ گیا) اسی معنی میں ہے۔

اور دوسرا سوال یہ ہے۔ کیا کہتے ہو اس بار میں کہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بندہ کو بغیر پیر کے حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس معرفت سے اگر تمہاری مراد خداوند تعالیٰ کی ہستی اور اس کی یکتائی ہے تو اس کا حصول بغیر پیر کے خود عقل سے ممکن ہے۔ اگر اس معرفت سے وہ کمالات مراد ہیں جو معرفت خداوندی میں اس راہ کے چلنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں جیسے خواجہ یازید بسطامی، خواجہ اویس قرنی، خواجہ معروف کرخی رحمہم اللہ اجمعین کے کمالات ہیں۔ یہ بھی ان مجاہدوں، ریاضتوں کے ذریعہ جو پورے شرائط کے ساتھ کئے گئے ہوں بغیر کسی پیر و رہبر کے ممکن تو ہے لیکن نادار الوتوع، شاذ اور بہت ہی کم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کور ہرگز کے تواند رفت راست بے عصاکش کور رفتن خطاست
گر تو بے رہبر فرد آئی براہ گر ہمہ کو ہی فرورفتی بحپاہ

(اندھا کب صحیح راہ چل سکتا ہے، بغیر لٹھی پکڑ کے چلانے والے کے اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔)

اگر تو کسی راہبر کے بغیر راستہ چلتا "اختیار کر لیا تو" تو اگر چہ پہاڑ کے جیسا ہی جیم کیوں نہ ہو کھوٹاں میں گر پڑے گا۔
 "حلیۃ الاولیاء" میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ہر زمانہ میں جالیس آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کا دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے اور سات شخص ایسے ہوتے ہیں جن کا دل جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے (آخر حدیث مکمل) چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ایسے ہوتے ہیں جن کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل کے مانند ہوتا ہے اور ایک جماعت ایسی ہے جسے اولیاء بیان کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو میر کی حاجت نہیں ہوتی ہے نبوت خود اپنے آغوش تربیت میں پیر کے واسطہ کے بغیر پرورش کرتی ہے جیسے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی پرورش کی گئی۔ اگرچہ اویس قرنی نے سرور کائنات سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن آپ پرورش پائی یہ نادر الوقوع اور بہت ہی کم ہے۔ اس لئے کہ ایسی استعداد و قابلیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن بہت زیادہ غالب تر طریقہ و دستور یہی ہے کہ یہ نعمت کسی پیر اور راہبر کے سایہ دولت ہی میں حاصل ہوتی ہے۔ سالکین کے کمالات میں سے جس کمال کو چاہو اسے دیکھو اور اسے انہیں کے لئے ہونے دو۔ میری گفتگو اس بار میں نہیں ہے۔

ہاں! مانہ نہیں پاتے دریں راہ بیازی زیرا کہ دریں راہ نشیب و فراز است

(ہاں) دیکھو! اس راہ میں کھیل سمجھ کر قدم نہ رکھنا کیونکہ اس راہ میں نشیب و فراز اچھا بھلا سختی بہت ہے۔

"اس مکتوب کو" غور و فکر کے ساتھ خوب سمجھ کر عالم دل سے بار بار مطالعہ کرو۔ رسم و عادت کی طور پر نہیں جیسے اہل رسم و عادت افسانوں اور قصے کو پڑھا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم ان بزرگوں کے کلمات سے اہل ظاہر کا حصہ الفاظ ہی میں جو زبان پر جاری ہوتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے کلمات قلبی ہوتے ہیں کسی نہیں ادب بینی سہجی میرے رب نے مجھے پڑھایا ہے" گئے عالم سے ہوتے ہیں ان بزرگوں کے کلمات علمی ابی (میرے باپ نے مجھے پڑھایا ہے) گئے عالم سے نہیں ہوتے۔ ان بزرگوں کے یہ کلمات اسرار کے انکشاف کے ہیں۔ بحث و تکرار سے نہیں۔ یہ دیکھئے ہوتے اور چکھے ہوتے پڑھے اور سنے ہوئے نہیں۔ کیوں کہ اہل دل کی بصیرت، اشکافہم، ان کا ذوق سب جدا گانہ ہی ہے جو اہل ظاہر سے پوشیدہ ہے جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔

اہل دل را ذوق و فہم دیگر است کان ز فہم ہر دو عالم برتر است
ہر کرا آن فہم در کار افگند خویش را در پائے اسرار افگند
تا بیاں فہمے کہ پنجوں وحی خواست در کلام او سخن گویند راست
آیند ایشان را دریں رہ رُخ نمود کے تواند شرح اس پاسخ نمود

(دل والوں کا ذوق و فہم ہی دوسرا ہے کیوں کہ ان کی سمجھ دو تون عالم سے بالاتر ہے۔ اس فہم نے جس کو اس کام میں لگایا، اس نے اپنے آپ کو اسرار کی تہ میں پہنچا دیا۔ جب ان کی فہم وحی کو جیسا سمجھنے کا حق ہے سمجھنے کے لائق ہوتی تو اس کے کلام میں یہ جو گفتگو کریں گے سب درست ہوگی۔ اس راہ میں جو کچھ ان لوگوں کی نظروں کے سامنے آیا ہے۔ جواب اس کی شرح کیونکر ہو سکتی ہے)

وَالسَّلَام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۶

اپنے افلاس اور طلب کی صداقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر مذکور کے نام۔ آں برادر کے دونوں خط ملے تھے پڑھا۔

اے بھائی! اپنے اور اپنے کاموں کی ناکامی، اور مریدوں کے احوال و مقامات سے مفلسی و ناامیدی، مردان راہ کے کمالات و معانی سے تہی و امانی و بینوائی، دل کی شکستگی اور اپنے وجود سے وحشت، مریدی اور ارادات ہی ہے اور بس۔

نہی دانم کرا نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)

یعنی سب کا ایسا ہی حال ہے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ازل میں اس کے حق میں کیا مقدر ہوا ہے اور کیا حکم ہو چکا ہے اور یہ شک کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے حال کی نفی و کشائش کی بنا پر ہے۔

اے بھائی! طلب کا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے دل قوی رکھو اور اس کو ایک بہت بڑی نشانی سمجھو کلام مجید میں اس آیت کو تحقیق کی نظر سے دیکھو ارشاد خداوند تعالیٰ ہر
 وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَهُوَ هِيَ جُوفَانِ بَرَسَاتَا هِيَ اس حال میں
 جب تم مایوس ہو چکے ہو جس طرح مخلوق کے لئے بارش بھیجنا ان کے ناامید ہو جانے کے بعد
 ہوتا ہے اسی طرح مریدوں اور طالبان حق تعالیٰ کے کاموں کی کشائش ان کی ناامیدی
 کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

بارد گر پیر ما خرقہ بزنا ر داد زہد نو د سالہ را بردہ یکفار داد
 زہد بہ یکسو سناہد راہ قلندر گرت بہر یکے کوزہ مے خرقہ و دستار داد
 قبلہ بدل کرو زود و متکلف دیر شد رونے محبوب کرد دوست در بار داد

(ہمارے پیر نے دوسری بار خرقہ زنا ر پر قربان کر دیا، تو سالہ زہد کافروں کو دیدیا۔ زہد کو کنارہ رکھ دیا قلندری و آزادی کی راہ اختیار کر لی، ایک پیالہ شراب کے عوض جبہ و دستار دیدیا، قبلہ بدل کر فوراً بت خانہ میں جا کر بیٹھ گئے، رنج محبوب کی طرف کر لیا، دوست نے ان کو باریابی دیدی۔) ان مذکورہ اشعار کے تمام کلمات مخصوص معانی سے مستعار ہیں۔ اہل سلوک کی جماعت کے نزدیک حال کا کھولنا یہیں سے ہے حکمتہ اللہ بآئۃ لا یفوتہ البشیر یدین شیئاً من احوال الا بعد یا سہم منها (اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ مریدوں پر ان کے احوال میں سے کوئی چیز یا کوئی کمال اس وقت تک نہیں کھولے جائیں جب تک وہ مایوس نہ ہوں۔) اللہ تعالیٰ کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ کیا کیا جائے۔ تمام مریدوں کے ساتھ ابتدا میں یہی ہوتا ہے، بیچارہ مرید روتا ہے، گریہ و زاری کرتا ہے اور کہتا ہے۔

دل گم گشتہ را رہے بنمائی مردم دیدہ را درے بکشتائی
 ہستم از ہر چہ ہست جملہ گزیر ناگزیرم تو ی مرا پسزیرم
 (میں اس گم شدہ دل کو راہ دکھلا دیجئے، مری آنکھوں کی پتلیوں کے لئے دروازے کھولا دیجئے۔ اس عالم ہست میں جو کچھ ہے میں ان سب سے غلجہ اور بے پرواہ ہوں، کہیں آپ کے بغیر چارہ نہیں مجھے قبول فرمایا لیجئے۔)

جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظمت و جلالت کے باوجود اپنی مناجات میں کہیں
اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں؟ فرمان ہوا، جہاں ٹوٹا ہوا دل ہو یعنی جہاں اپنی
نجات سے مایوس ہو، عرض کی خداوند اکوئی دل مرے دل سے زیادہ شکستہ نہیں ہے اور کوئی
دل مرے دل سے زیادہ مایوس نہیں ہے۔ حکم پہنچا، تو میں وہیں ہوں جہاں تم ہو یقین کر لو کہ
الْقَلْبُ عَرْشُ اللَّهِ دل ہی اللہ کا عرش ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

گر کمال عشق می یابد ترا جز زو لایں پرودہ نکشاید ترا

عقل اندر حق شناسی کامل است لیک کامل ترازو جان و دل است

(اگر تجھ کو عشق کا کمال مطلوب ہے، تو تیرے دل کے سوا تیرا یہ پردہ کوئی نہیں کھول سکتا۔ حق شناسی
میں اگرچہ عقل کامل ہے لیکن دل اور جان عقل سے بھی میں زیادہ کامل ہے) عام طور سے یہ مشہور معرّف
اور مشاہدہ میں ہے کہ جو چیز جتنا زیادہ ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے اتنی ہی بے قدر و قیمت ہوتی ہے
لیکن مومن کا دل جتنا زیادہ شکستہ ہوتا ہے اس کی قیمت دونوں جہاں سے افزوں تر ہوتی
ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَبِرَاتِ قُدُوبُهُمْ لَا جَلِي (میں شکستہ دلوں کے قریب رہتا ہوں جن کا دل مری
خاطر شکستہ ہو) اور اسی معنی کا یہ راز ہے مَنْ كَانَتْ مَحَبَّتُهُ فِي اللَّهِ لِلَّهِ فَحُزْنُهُ قَدْرًا وَجَلَلُ
خَطَرُهُ (جس کی محبت اللہ کے ساتھ ہو اور اللہ ہی کے لئے ہو اس کا رتبہ بلند اس کا درجہ بڑا ہے) اس
کی بلندی و عظمت کا سرمایہ یہی دردِ محنت و حسرتِ نایافت اور مفلسی و بینوائی کا اتمام اور اس کی
مصیبت ہے۔ اہل معرفت کا گروہ کیا ہی تعجب خیز گروہ ہے یہ ارباب معرفت باوجود علم و
معرفت اور دولت و نعمت کے خود کو مفلس و بینوا جانتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ سنائی نے کہا ہے۔

فارغ از نفس و دین و کیش ہمہ گور خانہ ہواے خویش ہمہ

علم شان زیر حرف نادانی است چہ عجب گنج زیر ویرانی است

برورخت بقائے دو جہانی از رہ کفر و مسلمان

(نفس دین رسم و عادات سب کے آزاد۔ ان کا گھر ان کی تمام خواہشات کا قبرستان بن چکا ہے۔ ان کا علم،

انکی ہچمدانی، میں کچھ نہیں جانتا کے لفظ کے تہہ میں پوشیدہ ہے اس میں کیا تعجب؟ قیمتی خزانے اجاڑ

کھنڈرات میں ہوتے ہیں جو کفر کی راہ سے اسلام میں آیا اس نے دونوں جہاں کے درخت بقا پر جگہ پائی)

اے بھائی! ارباب سلوک، اصحاب طلب اپنے دردِ نایافت اور مفلسی سے ہر آن اسی

تمنا میں ہیں کہ معدوم ہو جائیں اور ان کے وجود کا دفتر ان کی وحشت سے پاک و صاف ہو جائے کیا کریں کام کی سختی اور اپنی بے مائیگی کو جانتے ہیں اس کا مشاہدہ کئے ہوئے ہیں جب کہ تاجدارِ نولادِ ماخلقت الا فلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) اور قبا پوش قبابِ قوسین اودادنی (دو دمان کا فاصلہ یا اس سے بھی قریب کی تالہ و فریاد یہ ہو کہ یالیت رب محمد لم یخلق محمداً) (کاش محمد کا پروردگار محمد کو پیدا ہی نہ کرتا)

عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کون جان سکتا ہے کس حال میں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یالیت رب محمد لم یخلق محمداً کہا ہے فلا یا من من مکر اللہ الا القوم الخاسرون (سوائے خاسرین کے اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ کرشموں سے کوئی بے خوف نہیں) اس شعر میں شاید اسی رمز کی طرف اشارہ ہے۔

کہ نداند ز کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بنی نیازی تو

(آپ کے کاموں کو کون نہیں جانتا آپ کی بے نیازی سے کون نہیں ڈرتا)

عجب معاملہ ہے سارے عالم میں منادی کر دی گئی دالہ میدعو الی دار السلام (اللہ اپنے سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) اور جب لوگوں نے طلب کی کمر باندھی اس اُمید میں سب دوڑ پڑے جان و تن کی بازی لگادی تو ارشاد ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو طلب کے سوا چارہ نہیں تمہارا کام دوڑ دھوپ، دوا و دوش ہی ہے اسی میں لگے رہو سکون و قرار کا نام نہ لو اور خوب یاد رکھو طالبِ لوطیا بھی جاتا ہے راہ بند بھی ہوتی ہے اما الطلب مرد والطریق سد ہی وہ راز ہے جو کہا ہے

من بر سر کوئے آستین جنیانم تو پنداری کہ من ترا میخوانم !!

نے نے غلطی کہ من ترا میخوانم! خود رسم من است کاستین جنیانم

(میں نے گلی کے نکر پر آستین ہلائی، تم سمجھے کہ میں تمہیں اشارہ کر رہا ہوں، نہیں نہیں ایہ

تمہاری غلطی ہے جو تم نے سمجھ لیا کہ میں تمہیں بلاتا ہوں آستین ڈالنے کی مری تو یہ عادت)

مُردی کی ابتداء میں طالبانِ راہ اور سالکین طریقت کو اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور اس طرح کے کاموں سے سابقہ پڑتا ہے ایسا کہ لوگ نیست و نابود ہو جانا چاہتے ہیں اور اپنے کام سے ناامید ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اپنی ہلاکت پر دل سے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

حشرۃ ز سر بر کشید بجمہ ہمار داد کوزہ پر از یادہ کرد تھہ بہ گفت ارداد

نفت دو سالہ راہ پر کیے جاگئے از سرستی عشق رفت بخمار داد
 (ایک پیالہ شراب سے بھرا، خرقة سر سے اتارائے فروش کو دیدیا تبیح لی اور کافر کو تحفہ دیدیا۔
 نوٹ: سال کی پونجی ایک پیالہ شراب کے عوض عشق کے نشہ میں شراب خانہ کے مالک کو دیدی)
 ان تمام باتوں کا راز کیا ہے جانتے ہو؟ یہ اسلئے ہے کہ طلب کی صداقت ظاہر ہو جائے اور
 صادق و کاذب کی تمیز ہو جائے، جھوٹے دعویٰ اور حقیقی طالبوں سے جدا ہو جائیں۔ ابتدائے
 ارادت و مربی میں سب کو دعویٰ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔
 امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ خود کو دیوانہ کہلانے کے بعد گھر کے اندر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔
 ایک جماعت حضرت کے پاس آئی آپ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ کہا ہم لوگ آپ کے قدیم
 چاہنے والوں میں ہیں ایک ایک کو پتھر مارنا شروع کر دیا سب بھاگنے لگے۔ فرمایا یہ جھوٹے
 میری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو میرے اس جو رو ستم سے بھاگتے کیوں ہیں؟ اسی
 سے تم جان لو کہ بغیر ثبوت اور دلیل کے دعویٰ محض جھوٹ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

زناں زہد پر نفاق و زین دلی پر زرق واللہ کہ سیر گشتم و زنا رم آرزوست
 (اس نفاق بھرے زہد سے اور اس پر فریب گذری سے قسم ہے اللہ کی میرا جی بھر گیا، مجھے زنا کی آرزو ہے)
 اعتقاد کے رو سے نہیں بلکہ اعتباری طور پر نفاق اور فریب کو زنا ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور
 سمجھتے ہیں کیوں کہ حجاب کے معنی میں دونوں برابر ہیں۔

اے بھائی! منافقین زبان سے کہتے تھے نشہد انک لرسول اللہ (ہم
 گواہی دیتے ہیں بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں) ان کا یہ قول، قول کی حیثیت سے تو درست
 تھا لیکن اپنے اس قول پر وہ دلیل و برہان نہیں رکھتے تھے یعنی جب ان کے اس قال کے سنا
 سنا حال نہ تھا تو یقیناً جھوٹ ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ (بیشک
 یہ سب منافقین جھوٹے ہیں) اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت حارثہؓ کو دیکھا تو پوچھا کیف أصبحت (تمہاری صبح کیسی گذری یا حارثہ؟) عرض
 کی أصبحت مومنًا حقًا (حقیقت ایمان کے ساتھ یا رسول اللہ) یہ حضرت حارثہؓ کو اپنے
 ایمان کی حقیقت پر دعویٰ تھا تو یقیناً حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر دلیل پیش کئے انہیں
 نہایت نہیں دی۔ فرمایا لکل حق حقیقۃً فبا حقیقۃ ایمانک (ہر چیز کی ایک حقیقت

ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کا کیا حال ہے؟ یعنی ہر حق کے لئے اس کی صحت و درستی کی علامت و دلیل ہوتی ہے تمہارے ایمان کے صحت کی نشانی و دلیل کیا ہے؟ حضرت حارثہؓ کی اور اپنے دعویٰ کی دلیل و علامت یہ پیش کی اعرضت نفسی عن الدنیا واسہرت لیلی واطمنا نہاری واستوی عندی ذہبھا وفضھا وحجرھا ومد رہا وکانی انظر الی عرش ربی بارزا وکانی انظر الی اهل الجنة تیزا وروان وکانی انظر الی اهل النار تیخادرو (کہ دنیا میں منہ موڑ لیا ہے ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہوں اور راتیں نماز و قیام میں گزارتا ہوں میرے لئے سونا، چاند اینٹ، پتھر کے برابر ہو گئے ہیں اور گویا میں خداوند تعالیٰ کے عرش کو عیاں دیکھتا ہوں اور گویا اہل بہشت کو دیکھتا ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے ملاقات کرتے ہیں اور دوزخ والوں کو روتے ہوئے اور باہم سریاد کرتے ہوئے دیکھتا ہوں) حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس عرض پر حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے حقیقت کو پایا اس پر قائم ہو جاؤ اور اسے لازم کر لو۔ کسی نے کہا ہے:

در خیال از فزوں و کاست بود آزمائش گواہ و راست بود

(خیال میں کمی بیشی تو ہوتی ہے، اصل آزمائش میں صحیح اترنا ہی صحت و درستی کی دلیل ہے) اس تمام تقریر سے غرض یہ ہے کہ کسی کو بغیر دلیل پیش کئے ہوئے نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ جھوٹے دعویداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے:

ہر کرا در پیش این شکل بود بچوں تواند کرد گر صد دل بود

صد جہاں جاں مبارز آمد ہست سرگرداں عاجز آمد

(جس شخص کو یہ شکلیں در پیش ہوں ایک دل کیا؟ اگر وہ سودل بھی رکھتا ہو تو کیا کر سکتا ہے۔

مشکلات کے یہ سینکڑوں جہاں جب مقابلہ پڑا آئیں تو سوائے سرگردانی اور عاجز ہونیکے اور کیا ہے)

ان مریدوں کو جنہوں نے اپنی بلندی ہمت کی بنا پر ساتوں آسمان و زمین کے مالک کے طالب

ہونے کا دعویٰ کیا ہے انہیں بغیر امتحان اور ثبوت کے کیسے چھوڑیں گے تو مرید کو اس راہ میں

جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب اسی نوع سے ہے، جو بیان ہوا یہ سب کچھ حقیقتاً دعویٰ کی

صداقت میں دلیل و برہان کے طور پر ہے، نہ یہ کہ اپنے طالبوں کو ناامیدی میں مبتلا کرنے اور ضائع

کرنے کے لئے ہے اس اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین کے بارے میں ہرگز ایسا گمان نہیں ہونا چاہئے نہ

آں کہ از جان خویش بر خیزد رہبر عقل او ہدایت اوست
 و آن کہ بر راہ اوست دم بہنہاد! مونس جان او عنایت اوست
 (جو شخص اپنی جان سے بیگانہ ہو جائے۔ تو عقل و ہدایت اس کی رہبری کرتی ہے۔
 اور جس نے اس کی راہ میں قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اسکی مونس جان بنجاتی ہے۔)
 قال لقمان لابنہ یا بنی کما ان الذہب والفضۃ یختبر ان بالنار
 کذا الک المومن یجرب بالبلاء (لقمان نے کہا اے بیٹے! جس طرح سونا چاندی
 کو آگ پر ڈال کر پرکھتے ہیں اسی طرح مومن کو بلا کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے) اے بھائی! جس طرح سونے
 چاندی کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہیں تاکہ خالص سے ملاوٹ علیحدہ ہو جائے اسی طرح مومن کو
 طرح طرح کے بلاؤں میں مبتلا کر کے جانچتے ہیں تاکہ مخلص کامنافی سے، دعویٰ دار کا حقیقی طالب سے
 جھوٹے کا سچے سے امتیاز ظاہر ہو جائے اور حجتہ تکلیفیں جو اس دنیا میں ہیں وہ اسی امتحان آزمائش
 کے لئے ہیں۔ چارخ خواہ بلا ورنج کے ذریعہ ہو خواہ نعمت راحت کے ذریعہ۔ چنانچہ کہا ہے

کس چہ داند تا چہ حکمت میرود ہر وجودے را چہ قسمت میرود

(کوئی کیا جانے کہ اس کی حکمت کا کیا تقاضا ہے اور کس کی قسمت میں کیا ہے)

اے بھائی! یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ آن برادر کے دل میں یہ بات آئے گی کہ امتحان اللہ تعالیٰ
 کی جانب سے کیونکر صحیح ہے اس لئے کہ امتحان تو جس چیز کو نہیں جانتے ہیں اس کے جاننے کیلئے
 ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے علم قدیم سے ساری چیزوں کا جاننے والا ہے۔ جیسی کہ وہ چیز ہے
 اور یہ شبہ اس جگہ موزوں ہے اور قابل توجہ بھی۔ لیکن اے برادر امتحان تو ہم لوگوں کی جانب سے
 ہے۔ اللہ کی طرف سے تو اس چیز کا ظاہر کرنا ہے جس کا علم اُسے خود ہے کہ آج بندہ اپنے فعل سے
 اس چیز کو ظاہر کر رہا ہے اسی کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے امتحان کہتے ہیں۔ تمام شریعتیں اور
 شریعت کی ذمہ داریاں سب امتحان ہی ہے۔ امتحان، ابتلا، اختبار، فتنہ، بلا یہ سب
 چند الفاظ ہیں ان سب کے معنی وہی ہیں جو بیان ہوئے۔

اے بھائی! جب تک ایک سانس بھی باقی ہے ابتلا بھی باقی ہے کہ الدنیا دار
 البلاء و فتنۃ (دنیا آزمائش اور فتنہ کی جگہ ہے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل سب
 کے سب باوجود معصوم ہونے کے ابتلا و آزمائش کے اندر رہے ہیں۔ یہاں ہم تم اور ہمارے

جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔

شاہی، گدائی، تونگری، درویشی، صحت و مرض، نعمت، سختی، سلامتی و بیماری
اسی طرح کی اور دوسری چیزیں کم ہوں یا زیادہ یہ سب امتحان و آزمائش ہی ہیں فرق بس اتنا
ہی ہے کہ آزمائش حالت شکر میں ہے دوسری حالت صبر کے ساتھ یہاں تک کہ خداوند
تعالیٰ کو جو اپنے علم قدیم سے معلوم ہے وہ آج بندہ کے فعل سے ظاہر ہو کہ اطاعت گزاروں کو
اجر و ثواب ان کے فعل کے صدور کے بعد ملے اور گناہ گاروں کو عذاب و عقوبت ان کے فعل کے
بعد انھیں ہو یہ محض اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس کے علم و حکمت کا یہی
تقاضا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ۵

بندہ آں بہتر کہ بر سر پاں رود کہ خداوند آنچه خواہد آں رود
گر چہ رہ جستند ہر سوئے ازین پئے نہ بردند اے عجب موازین
(بندہ وہی بہتر ہے جو احکام کی بجا آوری میں لگا ہے اللہ تعالیٰ کی جو رضا اسکے
لئے ہے اس پر خوش و خرم ہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ ہر طرف راہ ڈھونڈی لیکن ایک
بال برابر بھی کہیں راہ نہ ملی) ۵

والسلام
حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۷

احکام الہی کے اجرام میں انبیاء و اولیاء کا عجز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ مہتمم شیخ عمر! کاتبِ مکتوب شرفِ فیری کی خاص دُعا قبول کرو
دو عزیز کرہ سے آئے آں برادر کا خط لائے پڑھا مضمون سے آگاہی ہوئی۔

اے بھائی! نبیوں کے باپ۔ "صفوت و عصمت و نبوت کے تاجدار" دارالسلام میں
سارے عزت و کرامت کے باوجود جو تم نے سنا ہے شدت، ابتلا، سختی، زحمت و بلا سے سلامت
نہ رہ سکے اور صرف چند دانہ گندم کھا لینے سے جوا نہوں نے دیکھا سو دیکھ لیا۔ کیا خیال ہے؟
ان اولیاء کے بار میں جو دارالبلا و فتنہ میں ہزاروں ہزار پوشیدہ فرعونی و فرودی لوگوں کے
ہوتے ہوئے سلامتی و عافیت سے کہتے یہ محال ہے۔ جب اپنے کلام پاک میں لیکو حکم
(تاکہ تمہیں آزمایا جائے) کے ذریعہ یہ اطلاع دیدی ہے کہ بلاتیار کر لی گئی ہے سبحان اللہ۔
ایسا ذی جان جو ماں کے پیٹ ہی میں خون سے پرورش پاتا رہا، موجب وہاں سے اس
بلا خانہ میں آپڑا تو سوائے خون کے اور کیا کھائے گا۔ اسی راز کو کہا ہے

چوں مومے شد مژغ ہر بیدارے دروہر کہ دیدست چو من ناشائے
برخیزد اگر بجہد ناگہ بادے چوں چنگ بہر رگے زمین فریادے
(ہر ظلم و ستم کے رنج و غم سے میں سوکھ کر مثلِ بال کے ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندوگیں جہاں میں کب
کسی نے دیکھا ہے۔ اگر اچانک مرے اندر سے آہ کا گور اٹھے تو چنگ کی طرح میرے رگ
سے فریاد و فغاں کی جھنکار آئے گی۔)

سلامتی و عافیت عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود کہ جو عدم کے درمیان ہے۔

وہ تمام بلاؤں اور تمام بیماریوں کی ابتلا کئے ہے۔ جیسا کہ ایک عارف سے کسی نے پوچھا فالعلاء
کیا روگ ہے انہوں نے کہا الوجود یہی وجود ہی بیماری ہے۔ خوب کہا ہے
کاش کہ ہرگز نبودے نام من تانا نبودے جنبش و آرام من
(کاش سرے وجود کا نام ہی نہ ہوتا یہاں تک کہ حرکت و سکون کا پتہ نہ رہتا۔)
ایک فقیر سے نزع کے وقت کسی نے کہا کوئی آرزو ہو تو فرمائیے تاکہ پورا کروں کہا ہاں ہے
”ایسا عدم کہ جس کا وجود نہ ہو“ یہی مری آرزو ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تمام بلائیں اور سارے فساد
ہمارے اسی وجود سے ہیں۔ اسی مقام سے یہ شعر ہے۔

اذا قلت ما اذبت قالت محبتہ حیوتک اذبت لا یقاس بہا ذنب
(میں نے کہا بتاؤ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ محبت نے کہا تیرا وجود ہی گناہ ہے ایسا کہ قیاس سے باہر)
اور فارسی کا شعر ہے۔

اے کاش نہ بودی اے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی
(کاش عراقی کا وجود نہ ہوتا اس لئے کہ ترے ہی دم سے ساری خرابیاں ہیں)

اے بھائی! عدم بہترین عالم ہے، نہایت ہی آرام وہ ایسی بہشت ہے جہاں نزع
کا وجود ہی نہیں۔ ایک صاحب عزت کہتے ہیں۔ جہاں عدم کی خوشی کا جتنا زیادہ سے زیادہ
تذکرہ کر سکتا ہوں کروں تو بھی اس کا ہزاروں حصہ بیان میں نہیں آسکتا۔ آج ارباب بصیرت
کے جگر کباب اور دل جو خون ہو رہے ہیں وہ اسی عالم وجود کی وجہ سے ہے کیوں کہ یہ عالم وجود
بلا کی آماجگاہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر دم زدنی فلک دگرگوں گردد ہر دوں سخنی بہر سخن دوں گردد
ز اندیشہ آنکہ تا چنیں چوں گردد دل در بر زیر کاں ہمیں خوں گردد

(آسمان کی حرکت ہر گھڑی متغیر ہوتی رہتی ہے، ہر ناشائستہ گفتگو کر نیوالا کمینہ باتوں کی چکر میں

لگا رہتا ہے۔ اسی اندیشہ سے کہ کہیں ایسے سے ویسا نہ ہو جائے، ہوشمندوں کے دل خون ہو رہے ہیں)

یا لیت رب محمد لقد یخاق محمد ا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا)

کی فریاد اسی وجود ہی کی وجہ سے ہے۔ کہ یہ وجود ہی بلاؤں کا نشانہ اور قضا و قدر سے پامال ہے
قضا و قدر کے قدموں تلے دبنا اور پھر سیدھا کھڑا رہنا یہ کچھ آسان کام نہیں ہے فاستنقم

حَکَمًا أُمُوتَ (سیدھے قائم رہو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے) جانتے ہو کس قدر مشکل کام ہے ”اس کام کی دشواری کا اندازہ سرور کائنات فخر موجبات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنو“ فرماتے ہیں۔ خداوند اگر میں کلی سر سے تان کر سوتا ہوں تو پکار ہوتی ہے یا ایھا المدثر کہ فانذر (اے مرے کلی اور ٹہنے والے اٹھئے اور لوگوں کو خوف دلائے) اور اگر کلی سے باہر آتا ہوں انہیں بلانے کے لئے تو ارشاد ہوتا ہے فَاَهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (بہترین طور پر ان سے الگ ہو جائیے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ فرمان ہوتا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ آرام چاہتے ہیں اور ہم آپ سے سرگردانی چاہتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ چاہتے ہیں کہ ہمارا حساب پورا کر دیں اور گوشہ میں بیٹھ جائیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمہ دم ہر گھڑی ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے ہزار گونہ حساب رہے۔ اور اگر ہم آپ کو خوش و خرم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الْفُوحِينَ (آپ خوشی میں لگن نہ ہوں اللہ خوش رہنے والے اور اترانے والے کو پسند نہیں فرماتا) اور اگر آپ کو افسردہ و تنگ دل ہم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ إِنَّكَ لِيُضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ (بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ دل تنگ ہیں لوگوں کی زبان درازی اور ناہمی سے) اور اگر آپ بہت زیادہ عبادت میں لگ جلتے ہیں تو ہم کہتے ہیں طَهَّ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى (اے میرے محبوب! قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا ہے کہ آپ خود کو اس قدر مشقت میں ڈالیں) اور اگر عبادت آپ کم کریں تو مرارشا دہے وَاعْبُدْ سِرًّا بِكَ (اپنے رب کی عبادت کیجئے) اور اگر رات کو خواہ استراحت فرمائیں تو مرار حکم ہے قُلِ اللَّيْلَ (رات کو اپنے رب کے حضور کھڑے رہئے) اور اگر پردہ کے اندر خوش رہ کر بیٹھے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی والدہ کی دہلیز نہیں ہے اور اگر آپ سختی اختیار کرتے ہیں تو ہدایت کرتا ہوں وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ (نرمی کا برتاؤ کیجئے) اور اگر اقربا کے ساتھ نرمی و آسانی کرتے ہیں تو مرارشا دہے وَإِنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (آپ اپنے قرابت مندوں کو خوف دلائیے) اور اگر نرمی برتتے ہیں تو تَوَّاعِلْ عَلَيْهِمْ (ان پر سختی کیجئے) کا حکم ہوتا ہے۔ اور اگر تند خوئی کج خلقی سے پیش آئیں تو تَوَّحَّكْتَ فَظًا غَلِيظًا الْقَلْبُ لَا نَفْصَتُوهِنَّ حَوْلَكَ (اے رسول اگر آپ کج خلق تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بٹ جاتے) اور اگر آپ بے جھجک صاف صاف کہیں تو مرارشا دہے وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ تَوَلَّ

بَلِّغْهُ (اے رسول آپ ان سے گفتگو بلاغت کے ساتھ کیجئے) اور اگر مبالغہ سے کام لیں تو ارشاد ہوتا ہے
 قُلْ لَهُمْ قَوْلٌ لَّامِيٌّ سَوَاءٌ (اے رسول آپ ان سے آسان انداز میں گفتگو کیجئے) (جب حضور کی سیرت
 پاک کا یہ رنگ ہے) تو کیا ہی سرگردانی و پریشانی ایک مشت خاک پر ہے، کون ہے جو اس ماتم و
 مصیبت میں سینکڑوں نوے اپنی جان پر نہ کرے جیسا کہ کہا ہے۔

ہر روز طلب کنی محال دگرم وز گردش چرخ در حوالی دگرم
 امروز بنار کی بحالی دگرم وز گوشش شد ز گوشمالی دگرم

(ہر روز ایک محال کام کی طلب آپ کو مجھ سے ہے اور میں آسمان کی گردش سے کسی نہ کسی بندش
 میں ہوں آج اپنی نزاکتوں کی وجہ سے دوسرے حال میں مبتلا ہوں اگرچہ گوشمالی کا ذکر بھی کان میں چلا رہا ہے)
 اے بھائی! جب کہ اُس پر فریب و خود میں جوشِ شائے بلا ہے گرفتار ہوں تو تقدیر
 کے میدان میں گیند بنجانے اور قضا کے آگے گردن ڈال دینے، دے رہنے کے سوا اور کیا
 تدبیر ہے قضا کی گوناگوں پیچیدگیاں کیا کرتی ہیں اور کہاں لے جاتی ہیں مسجد میں بٹھا کر دستار
 بندھواتی ہیں یا بتخانہ میں زمار قضا و تقدیر کی ہیبت سے لوگوں کے جگر کباب اور دل خون
 ہو رہے ہیں۔ معلم الملکوت کو دیکھو، بلعم با عور کی طرف نگاہ کرو، اس رنگ کو دیکھ کر لوگ سر پر
 خاک ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں۔ رُبَّارِعی سے

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم بادولت وصل بر در یار آیم
 کے دانستم کہ بالکمال دانش در تیکدہ و تابل ز نار آیم
 (یقین تھا کہ میں محرم مانہ ہو کر وصل کی دولت کے ساتھ دربار پر آیا ہوں یہ میں کب جانتا تھا
 کہ تمام و کمال دانشمندیوں کے باوجود بتخانہ میں زمار بندوں کی طرح جانا ہوگا۔)
 اسی راز کو کہا ہے۔

بر من زو لم نہ ماند جز نام و لم تا خود بیکار سرانجام و لم
 (میرے پاس دل کہاں! دل کا مرت نام ہی رہ گیا ہے دیکھیں اب اس کا بھی کیا انجام ہوتا ہے)
 یہ سب جو تم نے سنا ہے اس کے باوجود طرفہ یہ ہے کہ فرمایا جاتا ہے اَصْبِرْ وَاصْبِرْ وَاصْبِرْ
 اے اَصْبِرْ وَاصْبِرْ سَتَكُم عَلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ وَاصْبِرْ وَاصْبِرْ سَتَكُم عَلٰی الْبَلَوِیْ فِی اللّٰهِ وَاصْبِرْ
 عَلٰی الشَّقِیْ اِلٰی اللّٰهِ۔ عجب معاملہ ہم لوگوں کا ہے اس درجہ خیرانی و سرگردانی کے باوجود حکم ہوتا ہے

اپنی جانوں کو ہماری بندگی میں جمائے رہو اور ہماری دی ہوئی تمام بلاؤں و مصیبتوں میں اپنے
دلوں کو میری راہ میں برقرار رکھو اور ان سب کے ساتھ ہمارے اشتیاق میں دلوں کو
وابستہ رکھو۔ اسی راز کو کہا ہے۔

اے جہان جاں بہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو
(اے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہان ہے سب تیرے ہی حُسن کے شیدائی ہیں، لاکھوں لاکھ عقلیں
تیرے جمال با کمال سے حیران و ششدر ہیں۔)

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۸

دوستی و دشمنی اللہ کیلئے اور اپنی خواہشات و نفس کیلئے اس کا ترک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر مذکور کے نام۔

میرے بھائی..... اللہ تعالیٰ تمہیں نفس کی شرارتوں سے پاک و صاف رکھے۔
تم جانو! قرآن مجید فرقان حمید میں فرمان ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ ط (ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں)

ایمان کی حقیقتوں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ دوستی خدا ہی کے لئے اور دشمنی بھی خدا ہی
کے لئے ہو جس کسی سے محبت کی جائے وہ خدا ہی کے لئے ہو ایسی محبت مومن کے ساتھ
ہوتی ہے اور جس کسی سے دشمنی کی جائے وہ دشمنی بھی خدا ہی کے لئے ہو ایسی دشمنی کافروں کے
ساتھ ہوتی ہے، اور جب تمہاری نیت خالص حق کی موافقت میں ہوگی کسی لالچ اور غرض
کے لئے نہیں تو تمہارا دوسرا قدم محبت کے حدود کے اندر ہوگا کہ المحبة موافقة المحبة
فی محبوبہ و مکر وہہ محبت محبوب کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کی موافقت ہی

ہے اور سب یہ جانتے ہیں کہ دوست کا دوست دوست ہوتا ہے اور دوست کے دشمن کے تم دشمن ہوتے ہو، یہ ایک بہت ہی قوی اصل ہے اس کے فوائد بیکند ہیں اور ہر وہ محبت و عداوت جو خالص اللہ کے لئے نہ ہو وہ سب بُرائی، تاریکی و حجابِ راہ ہے جیسا کہ کہا ہے

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دین از دھارت کن

(حق کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کے غارت کر دو، دین کے علاوہ قہنی چیزیں ہیں ان سب سے بھارت کرو)

ارباب اشارات کا قول ہے کہ تمہارا نفس پورا کافر ہے اس کی تخلیق ہی آتش پرستوں

کی سرشت پر ہے اس کا سارا دعویٰ ہے کہ لڑی و پستی (جو کچھ ہے میرے لئے ہے میرے ساتھ ہے اور مجھ سے ہے) اس کا سارا دعویٰ و مطالبہ خدائی مطالبہ کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے تقاضوں و دعویٰ کے مانند ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے مطالبہ فرماتا ہے کہ تمام حمد و ثنا میری کی جائے اور میری ہی تعریف کیا کرو۔ ہم لوگوں کا نفس بھی سارے جہاں سے یہی چاہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے ہمارے تمام احکام بجالائے جائیں اور ہمارے فرمان کی مخالفت سے بہت دور رہا جائے ہمارا تمہارا نفس تمام لوگوں سے یہی مطالبہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے مطالبہ فرماتا ہے کہ سب کی رغبت اس کی طرف ہو اور سب کو خوف بھی اسی کی جانب سے ہو ہم لوگوں کا نفس بھی تمام مخلوق سے یہی چاہتا ہے اسی طرح اور تمام دوسرے امور میں بھی شمار کر لو، حقیقت میں نظر سے دیکھو نفس کے سارے دعوے اللہ کے دعویٰ کے خلاف اور اس جلّٰی علا کے دعوے کے مثل کیا نہیں ہیں؟ اسی کو کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ پشیمانیشیم چند خود را تہمت دین مسلمانانہم

(میری پشیمانی بتوں کی راہ یعنی نفس کی فرمان برداری میں سجدہ کرتے کرتے گھس گئی، کب تک میں اپنے

اوپر مسلمان ہونے کی بدگمانی کا داغ لگاتا رہوں گا۔)

اور وہ جو خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اَسَاسُ الْكُفْرِ مَوَافَقَةُ النَّفْسِ (کفر کی بنیاد

یہی نفس کی موافقت ہے) اسی کو سمجھو کہ یہ کیا۔ اسی بنا پر تو ہے۔ اور وہ جو خواجہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا اَلنَّفْسُ صَنَمٌ وَالنَّظَرُ إِلَيْهَا شُرْكٌ وَالنَّظَرُ فِيْهَا عِبَادَةٌ (نفس ہی بت ہے

اس کی طرف دیکھنا (رغبت سے) شرک ہے اور اس کی نگراں کرنا عبادت ہے) یہ کیا ہے؟ یہ بھی اسی وجہ

سے ہے۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ بزرگوں نے ساہا سال زندگی اس طرح گزاری کہ کبھی ایک قدم بھی نفس کی موافقت پر نہیں رکھا۔ اس کے کیا معنی ہیں (یہ بھی اسی لئے ہے) اور عارفوں کا یہ قول ہے لَا تَغْفُلْ عَنِ النَّفْسِ دَانَ انْتِهَيْتَ فِي الْمَعْرِفَةِ (نفس سے غافل نہ ہو اگرچہ اس کو انتہا تک تم پہچان چکے ہو) یہ کہاں سے کہتے ہیں؟ یہ بھی اسی لئے ہے) اور جب تم یہ جان چکے تو یہ بھی جان لو کہ یہ بزرگان جو یہ سب کچھ کہتے ہیں وہ کہاں سے یہ کہتے ہیں یقیناً یہ بھی اسی بنا پر کہ

در کوئے بختاں رفت ہمہ عمر درینا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بمانیم

(انفس ساری عمر بتوں یعنی نفس کا فر کی گلی میں گزر گئی بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ یعنی نفس کی

کشتیاں میں پڑا رہا)

تو جب تم نے یہ جان لیا کہ نفس ہی سب سے بڑا کافر ہے اور کافروں سے محبت کرنا حرام ہے ان سے قتال و جنگ کرنا فرض عین ہے تو نفس سے دشمنی کرنا اور اس سے ہمہ دم جنگ کرتے رہنا بھی فرض عین ہوا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کمتر فتاد است

(اس نفس کا فر کی وجہ سے جو ہمارے باطن میں چھپا ہوا ہے مسلمان جہاں میں بہت کم ہیں) اور جب اس قصد و نیت سے مجاہدے کی تلوار اٹھائی، نفس کا فر سے جہاد میں مشغول ہوئے اور اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو فَقَدْ نَازَعْتُمْ اَعْظَمَ مَا هِیَ بِہِمْ یَہْتَمُّونَ بِہِ (یہ بہت بڑی کامیابی ہے تم فتحیاب ہوئے۔ اور اگر تم شہید ہو گئے تو تمہارے حصہ میں مَن قَتَلْتُمْ نَازَعْتُمْ اَعْظَمَ مَا هِیَ بِہِمْ یَہْتَمُّونَ بِہِ (جو میری راہ میں قتل ہوا اس کا عوض میں ہوں) کی دولت آئی۔

اے بھائی! وہ جہاد ظاہری جسے ظاہر میں تم دیکھتے ہو وہ اس جہاد کے بعد کا درجہ ہے اس ظاہری جہاد میں کافر کو تیغ و تلوار سے دور کیا جاسکتا ہے خود بھی اس سے مصلحتاً علیحدہ ہوا جاسکتا ہے۔ اور شیاطین کو لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے اوراد کے ذریعہ اپنے قریب سے بھگایا جاسکتا ہے اپنے آپ کو اس سے دور رکھا جاسکتا ہے لیکن جہاد تو حقیقتاً یہی جہاد ہے جو نفس کا فر سے کیا جاتا ہے سَرَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (ہم بڑے جہاد الصغیر سے جہاد اکبر کی طرف) یہ سب اس وجہ سے ہے کہ یہ کافر تمہارے جسم کے اندر گھسا ہوا ہے اسے اپنے سے دور کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ و نیک سلوک کرنے پر

بھی اس سے امن میں رہنے کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اور دشمن کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے ساتھ نیکی کا سلوک اور احسان کیا جاتا ہے تو وہ دوست بن جاتا ہے یہ تو ایسا دشمن ہے کہ اس کے ساتھ لاکھ سلوک و احسان کرو وہ کبھی تمہارا دوست نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ تمہاری ہلاکت کے درپے رہے گا۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس کے باوجود تم اس کے سب سے بڑے عاشق ہو رہے ہو اور اس کی غلامی میں لگے رہتے ہو۔

گمہ مسلمان دہی گمہ زردہی تاکہ یک لقمہ بدیں کا فردہی

(کبھی مسلمان دیتے ہو کبھی سونا چاندی یہاں تک کہ سب کا ایک لقمہ بنا کر اس کا فرود دیا کرتے ہو) اب تم نے جان لیا کہ نفس کافر کے ساتھ جنگ "جہاد اکبر" ہے اور جب تک نصیبی کی یہ رکاوٹ بد بختی کا یہ حجاب نفس کافر درمیان میں ہے سعادت ابدی اور دولت سرمدی سے بندہ محروم ہے اور بارگاہ محبوب و مطلوب سے دور ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ذره تا از ہستی خویش بود صد فراق سخت در پیش بود

(جب تک تری اپنی ہستی کا ایک ذرہ باقی ہے ہزاروں ہزار جدائی تجھے در پیش ہے)

وہ جو تم نے سنا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خداوند عز و جل کو خواب میں دیکھا پوچھا کیف الطریق الیک خداوند آپ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے ارشاد ہوا دع نفسک و تعال اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ دنیا کو چھوڑ دو اور آ جاؤ لوگوں کو چھوڑ دو، آ جاؤ۔ زن و فرزند کو چھوڑ دو اور آ جاؤ یا مال و اسباب کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔ اور یہ بھی نہیں کہا گیا روزے رکھو، نمازیں پڑھو اور چلے آؤ اسی سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کے لئے نفس کافر کو چھوڑنا فرض عین ہوتا ہے فرض حکم مال (یعنی یہ فرض حالی ہے اعتقادی نہیں) اگر نفس کافر کو نہیں چھوڑتا تو حق سبحانہ تعالیٰ سے دور رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

تا دریں حضرت خودی می ماندت صد جهان پیر بدی می ماندت

زانکہ مگر سوتے بماند از خودیت ہفت دوزخ پیر بیا یاد از بدیت

(جب تک اس بارگاہ خداوندی میں تیری خودی باقی ہے سینکڑوں جہاں تیری برائیوں کے پیر ہیں)

یہ اس لئے کہ اگر تیری خودی کا ایک ذرا برابر بھی باقی ہے تو یہ ایسا ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں

سے بھر جائیں۔ اور ایسا ہی خواجہ ابو بکر طستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے النعمۃ العظمیٰ

المخرج من النفس لا ثَمَّاءَ عَظَم حجاباً بینک و بین اللہ (نفس سے نکلنا ایک عظیم نعمت ہے)

اس لئے کہ یہی نفس تیرے اور تیرے اللہ کے درمیان سب بڑا حجاب ہے (اسی سے تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمام مجاہدوں اور آدمی کی تمام نصیبیوں کا راز نفس کا فر کے سوا اور کچھ نہیں چنانچہ کہا ہر النفس معدن کل شر (نفس ہی تمام برائیوں کی کان ہے) اور وہ جو فرعون معین کا دعویٰ تھا انا ربکم الاعلیٰ (ہم ہی تمہارے سب سے بڑے رب ہیں) یہ اسی نفس کا فر کی پکار تھی فرق بس اتنا ہی ہے کہ اس کا یہ دعویٰ علانیہ تھا ہمارا تمہارا اور ہم جیسے اور دوسروں کا آج یہ دعویٰ پوشیدہ ہے کیونکہ اس کا ڈر لگا ہوا ہے کہ اگر کھل کر یہ کہیں تو شریعت کی تلوار گردن اڑا دیگی اور فرعون ملعون کو اس کا خوف نہ تھا اب تم اگر یہ کہو کہ آخر اس درو کی دوا کیا ہے؟ تو اسے بھائی! تمام مشائخ رضوان اللہ علیہم کا اس پر اتفاق ہے کہ مخالفة النفس راس العبادۃ نفس کی مخالفت ہی تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے۔

ترا بالنفس کافر در کمین است کجا تور ہیری آسجا کہ دین است

(نفس کا فر تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے دین تک تمہاری رسائی کیسے ہو سکتی ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا ذبح النفس بسیوف المخالفة ومخالفتها ترک شہواتہا (نفس کو اس کی مخالفتوں کی تاداروں سے زنج کرنا ہے اور نفس کی مخالفت خواہشات کا ترک ہے) اور وہ جو حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول تم بنے سنا ہے مَا عْبَدَ اللّٰہُ بَشَیْءٌ مِّثْلَ مَخَالَفَةِ النَّفْسِ (نفس کی مخالفت کے ذریعہ جیسی عبادت اللہ کی میں کرتا ہوں ویسی عبادت اور کسی ذریعہ نہیں ہوتی) اور اسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے تمہارا یہ حال کہ کہ رات دن اسی نفس کا فر کی موافقت پر کمر بستہ ہو اور علاموں کی طرح اس کے سامنے کھڑے رہتے ہو ایسی صورت میں ہلاکت کے سوا اور کیا ہے؟

اے بھائی! بہشت جو کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے جب بغیر مخالفت نفس لے نہیں پاسکتے تو یہ بدرجہ اولیٰ محال ہے خداوند جل شانہ جو بہشت کا خالق ہے اسے بے مخالفت نفس کوئی پائے۔ تو جس شخص کو تم دیکھو کہ وہ نفس کے لطف و مزے مرادوں اور لذتوں سے پاک و صاف نکل آیا ہے اور اس نفس کی مخالفت میں مردانہ وار اس نے قدم رکھا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی محبت کے دعوے اور اس کی طلب میں سچا اور مستحکم سمجھو اور اگر یہ دیکھو کہ دونوں جہاں کی مرادوں میں سے کوئی مراد اور نفس کے حظوظ میں سے کوئی حظ کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو اس کے دعویٰ محبت خداوندی و حق طلبی کو بالکل غلط اور تھوٹ جانو اسی سے بزرگوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنی تمام

عمر میں ایک قدم بھی نفس کی مراد پر رکھا وہ محبتِ خداوندی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ محبت کے شرائط میں سے سب سے کم درجہ کی شرط یہ رکھی گئی ہے کہ دوست کے دوست کو تم دوست رکھو اور دوست کے دشمن کو تم دشمن رکھو اور جب ایک قدم بھی نفس کی مراد پر تم نے رکھا تو دوست کے دشمن کو تم نے دوست بنایا، یہ محبت کہاں ہوئی اس لئے کہ بغیر شرط کے مشروط کا ہونا محال ہے اور دعویٰ بغیر دلیل و برہان کے جھوٹ و باطل ہے۔ تم نے سنا ہوگا، بعض سالکوں نے زنا ربانڈھلی ہے وہ اسی بنا پر ہے۔ اور یہ بہت ہی مشکل کام ہے نفس کی مخالفت صرف ظاہری تقلید سے درست نہیں ہوتی۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بُردِ رخت بقائے دو جہانی از رہ کفر در مسلمان

(کفر کی راہ سے جو اسلام میں آیا اس نے دونوں جہاں کی بقا کے سرمایہ کو پالیا۔)

اور وہ جو کہتے ہیں ان فی الخمر معنی لیس فی العنب (شراب میں جو معنی ہے وہ انگور میں نہیں) اس کا مفہوم یہی ہے جسے اہل ذوق ہی جانتے ہیں کہ یہ کون سی قسم ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

گرد ہر شہر ہرزہ چوں گردی دل درماں رہ طلب کہ گم کردی

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں چشیدنی باشد

(ہر شہر کے گرد تو کیوں تلاش کرتا رہتا ہے، دل اس راہ میں ڈھونڈھ جہاں تو نے کھویا ہے)

عقل فرمان کی بجائوری کرنا جانتی ہے ایمان کے ذائقہ و مزے کو عشق ہی جانتا ہے)

اسی معنی میں ایک عزیز نے کہا ہے۔

پائے اُدگیرم و سر بر خط فرمانش نیم بندہ اُدباشم و از مرتبہ بزار شوم

ہیچو حلاج و فایضہ دریں راہ عشق ترک خود گیرم و سرست سوے دارشوم

(ان کے قدموں کو پکڑ لوں ادران کے حکموں پر سر رکھ دوں ان کا بندہ بن جاؤں جاہ و مرتبہ سے بزار

ہو جاؤں، و فایضہ منصور حلاج کی طرح اس راہ میں خود کو فراموش کر کے عشق کے بادہ سے سرشار

ہو کر دار پر چلا جاؤں۔)

والسلام

فقیر شرف میزی



مکتوب ۱۹

ظاہر و باطن کی طہارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب قاضی شمس الدین ساکن قصبہ چونہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اے بھائی! آدمی دونوں جہاں میں طہارت ہی کے ذریعہ قدر و منزلت حاصل کرتا ہے
اور تمام نیک نیتوں، دولت مندوں کی بارگاہ یہی طہارت و پاکی ہے گندگی و آلودگی بینامبروں
فرشتوں، اور صدیقیوں کی راہ سے بہت دور ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دیں از و طہارت کن
تا اپچو الف نگردی از خویش این کاف تو بر نخیزد از پیش
(حق تعالیٰ جل شانہ کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر غارت کر دو اور دین کے علاوہ جو بھی ہے
ان سب سے طہارت کر لو جب تک تم ہاتھ جھاڑ کر مثل الف کے کھڑے نہ ہو جاؤ گے اس وقت
تک تمہارے کان کفر کا ہرگز خاتمہ نہ ہوگا۔)

چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مبنی الاسلام علی النظافۃ اسلام کی
بنیاد ہی پاکیزگی پر ہے۔ اسلام کسی قسم کی گندگی کو قبول نہیں کرتا اور کسی گندے ناپاک کو اسلام
اپنا جمال بھی نہیں دکھاتا مدت ہوئی تمام گندے اور ناپاکوں کو اس آیت کریمہ لَا یَمْسُکُ إِلَّا
الْمُطَهَّرُونَ (اسے مسطہرین کے سوا اور کوئی ہاتھ نہ لگائے) کی قہارانہ تنبیہ نے بارگاہ اسلام سے
مکالہ دیا ہے اور اس حدیث پاک اِنَّ اللّٰهَ طَیْبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیْبًا (اللہ تعالیٰ پاک ہے
اور پاکیزگی کے سوا قبول نہیں کرتا) کی بزرگی و شان نے آلودگانِ نجاست کو اسلام کے احاطہ
سے باہر کر دیا ہے۔

پاک شو تازا اہل دیں گردی آچنناں باشی تا چنیں گردی

(پاک و طاہر بن جاتا کہ تو دین والوں میں ہو جائے ایسا طیب و طاہر ہو جا کہ مطہرین میں داخل ہو جائے)
تو پہلے چاہیے کہ لباس، بدن، لقمہ، سب حلال اور پاک ہو۔ اس کے بعد حواس خمسہ پانچوں حواس
گنہا ہوں اور دینی احکام کی مخالفت) نافرمانیوں سے پاک و صاف ہونا چاہیے۔ پھر دل کا بُرے
خصائل یعنی صفات ذمیمہ جیسے نخل، حقد، حسد سے پاک و صاف ہونا ضروری ہے جب پہلی طہارت
حاصل ہو گئی یعنی جامہ، تن، لقمہ پاک و صاف ہو گیا تو مرید ایک قدم دین کی راہ میں چلا اور جب
دوسری طہارت حاصل ہوئی یعنی حواس خمسہ معصیت و خلاف شرع سے پاک و مصفا ہو گئے تو
مرید دین کی راہ میں دو قدم چلا۔ اور جب تیسری طہارت حاصل ہوئی یعنی دل و صاف ذمیمہ پاک ہو گیا تو مرید
دین کی راہ میں تین قدم چلا۔ اس مقام میں توبہ کی حقیقت ظاہر ہوئی اور اب مرید حقیقی تائب ہو جاتا ہے۔

اے سپر گنہگار درین عالم فانی بشتاب سوئے توبہ بگذار توانی
ے تا تو نشوی خاک ہمیں کوش بطاعت برباد مدہ عسر اگر، میچ توانی

(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کی طرف جلد آجہاں تک ہو سکے۔ جب تک تو قبر میں نہ چلا جائے اسی طہارت
و عبادت میں کوشش کرتا رہ، دیکھ جہاں تک ممکن ہو عمر کو ضائع نہ ہونے دے)

صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو گردش کہتے ہی یعنی گندگی و ناپاکی و
نجاست کے حال سے پاکیزگی و طہارت کے حال میں بوٹ آیا۔ کلیسا تھا مسجد بن گیا، بت خانہ
تھا عبادت خانہ ہو گیا شیطان تھا آدمی بن گیا اس وقت مرید کے دل پر ایمان کی حقیقت کا
آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور معرفت کا دروازہ اس کے سینہ پر
کھول دیا جاتا ہے اس طہارت کا آفتاب ہر معاملہ میں اور ہر جاہدہ میں جس میں تم ہوتا باں ہونا
چاہیے۔

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در توبہ و حل شد

چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ نعرۃ انا الحق

(بُری خصلتیں جب اچھی صفتوں سے بدل گئیں تو جتنے عقدے ترے تھے سب کھل گئے)

جب تیری نیستی حقیقت ہو گئی تو تیرے اندر سے نعرۃ انا الحق بلند ہونے لگا۔

اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب عمل رسم و عادت ہے اور ماں باپ کی تقلید ہے یہ نہ تو

اسلام ہے اور نہ دین۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں ہوائے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(اس سے پہلے اپنی خواہش سے تم جو کچھ کیا کرتے تھے وہ رسم و عادت تھی دین نہیں)

ان تمام باتوں سے ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ یہ تمام لوگ مسلمان نہیں ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے شرع کے ظاہری حکم کے مطابق سب کے سب مسلمان ہیں اعتقاد کا مسئلہ یہی ہے لیکن ان تمام لوگوں نے پوست یعنی ظاہر پر قناعت کر لی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

پایہ بسیار سوائے بام بلند تو بیکپا یہ چوں شوی خرسند

(بلند ترین بالا خانہ پر جانے کے لئے بہت سارے درجے ہیں تو ایک ہی درجہ پر پہنچ کر کیسے

کامرانی کی خوشی پاسکتا ہے۔)

یہ تمام تقریر طریقت کے حکم کے تحت کی گئی ہے ہرگز غلطی نہ کرنا۔ بندہ مکے لئے پاکی و طہارت کا پیدا ہونا و طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ طہارت سینہ کے معنی باطن میں خود بخود پیدا ہو اور باطن سے ظاہر کی طرف آئے یہ اللہ رب العزت کا خاص فضل ہی ہوتا ہے اس کو اصطلاح میں "کفایت" کہتے ہیں یہ خواص ہی کے لئے ہوتا ہے اس کے لئے انبیاء و صدیقین ان مخصوص ہیں۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ یہ طہارت ظاہر سے باطن میں داخل ہوتی ہے اس طہارت کے حصول کا طریقہ مجاہدہ ہے اور یہ عوام کو ہوتا ہے اور اس طہارت کی ابتدا جامہ کی طہارت سے ہوتی ہے یعنی جب کوئی یہ چاہے کہ اس پاکیزگی تک پہنچے تو وہ کپڑے کی طہارت سے شروع کرے اس حقیقت کو جو اس مکتوب میں لکھی گئی ہے اسے بار بار غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں یہاں تک کہ اس کے معنی انشاء اللہ و نشیں ہو جائیں ہرگز ہرگز صرف پڑھنے اور جان لینے پر اکتفاء نہ کریں حتی الوسع اس پر عمل کریں۔ اسی کو کہا ہے۔

کار کن کار بگذر از گفتار کہ دریں راہ کار دار کار

راہ دیں صنعت عبارت نیست جز خرابی در و غمارت نیست

(عمل کر دہ عمل باتیں بنانا چھوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل ہی سے کام ہے۔ دین کی

بناوٹ عبارت آرائی نہیں ہے کیوں کہ اس بناوٹ و عبارت آرائی میں کوئی تعمیری

کام نہیں ہے۔)

تین وقت تجسید وضو پابندی سے کیا کریں۔ ایک آفتاب نکلنے کے بعد دوسرے عصر کی نماز کے بعد تیسرے عشا کی نماز کے بعد اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور جمعہ کی رات کو زندہ رکھنے یعنی رات بھر جاگتے رہنے کی عادت کریں اس طور پر کہ جمعہ کی رات کو کچھ نہ کھائیں بیٹیں سو جانے کے بعد اٹھ کر تازہ وضو کریں اور دو رکعت نماز ادا کریں اس کے بعد نماز و تسبیح میں وقت گزاریں پھر اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور متواتر تازہ وضو کریں ہر ایک کے بعد دو رکعت نماز شکر الوضو ادا کیا کریں اور وہ دعائیں جو تحیث الوضو کے بعد پڑھنے کی ہیں اسے پڑھیں اسی طرح دس پندرہ مرتبہ تک پہنچائیں یہاں تک کہ اگر ہو سکے تو رات کے آخری حصہ میں قریب صبح غسل کریں اور کچھ صاحبان مجاہدہ تو ہر رات قریب صبح غسل کرتے رہے ہیں اور بعضوں نے تو پانچوں وقت وضو کے عوض غسل ہی کیا ہے۔ وضو کے عوض غسل میں بہت زیادہ ہے۔ ہے صاحبان مجاہدہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ ان باتوں کا خاص خیال رکھیں، حق سبحانہ تعالیٰ طلبا ہری اور باطنی آلائشوں سے پاک و ظاہر فرمائے۔

والسلام

حقیر شرف مینری



مکتوب ۲

علم کی غیبت اور شکوک کی صحبت کو غنیمت سمجھنے میں

میرے بھائی شمس الدین خدام کو اپنی عبادت کے لئے تادیر قائم رکھے۔

کاتب مکتوب شرف گیری کی طرف سے سلام و تحیت قبول کرو۔

بھائی تم جانو! قاضی صدر الدین کی صحبت کو غنیمت جانو اور خوش قسمتی کی علامت سمجھو! دن

رات علم حاصل کرنے میں لگے رہو اور اسے لازم کرو آرام و آسائش، مینڈ بھوک سب کو کنارہ کر دو۔

علم ہر معاملہ یعنی ریاضت و مجاہدہ میں مثل طہارت کے ہے جیسے نماز میں طہارت ضروری ہے کوئی

عمل بغیر علم کے درست نہیں ہوتا جیسے کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

علم نرآمد و عمل مادہ دین و دولت بدو شد آمادہ

کار بے علم بار و بر بندہ تخم بے مغز ہم نثر ندہ

(علم کی مثال نر کی ہے اور عمل مادہ کے مانند ہے دین اور دین کی دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے)

کوئی عمل بغیر علم کے بار آور نہیں ہوتا۔ جیسے بغیر مغز کا بیج بھل اور سگونے نہیں لاتا)

اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے، وہ جیسے تھا دیا ہی رہے گا اس کی

مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی برسول بے وضو نماز پڑھتا رہا ہو اور بغیر ایمان لائے ہوئے یعنی کافر قرآن

کی تلاوت کرتا رہا ہو لیکن تمہیں معلوم ہو کہ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک علم کسبی ہے جو استادوں سے پڑھ کر

یا کتابوں کے مطالعہ سے لوگ اخذ کرتے ہیں۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو سینہ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

اس علم کی تین قسمیں ہیں بعض وہ ہے کہ اس بارگاہ بے نیاز سے پیغمبروں کے قلوب میں نازل ہوتے ہیں

اسے وحی کہتے ہیں اور بعض یہ ہے کہ اللہ کے ولیوں کے دلوں میں اترتے ہیں اسے الہام کہتے ہیں

ایک اور قسم وہ ہے جو پیغمبران علیہم السلام کے واسطے صدیقیوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں اور اسی طرح

پیروں کے واسطے مریدوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف کے یہی معنی ہیں

الشیخ فی قومہ مکنی فی امتہ (پیر اپنے مریدوں کی جماعت میں ویسے ہی ہیں جیسے نبی اپنی امت میں ہوتے ہیں) یعنی جس طرح صدیقان خداوند تعالیٰ کو پیغمبروں کے سینہ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں اسی طرح مریدان بھی خداوند عزوجل کو پیروں کے دل کے آئینہ میں پاتے ہیں اور جانتے و پہچانتے ہیں۔
قطعہ

بر لوح دل نقش اگر ایچ حروف است یک رمز اسرار معانی نہ بدانی
چوں محو شد از لوح دل حرف تمامت میداں کہ شدی محرم اسرار معانی
(تیرے دل کے تختہ پر اگر ایک حرف بھی لکھا ہوا ہے تو تو معانی کے بھیدوں کا ایک نکتہ بھی نہیں جان سکتا ہے۔ اور جب تیرے دل کے تختہ سے حروف کے نقوش مٹ جائیں گے تو تو اسرار معانی کے نکتہ کو جان سکیگا)
اور وہ جو مشائخ کے اقوال میں آتا ہے کہ مرید خداوند جل شانہ کو پیر کے دل میں دیکھتا ہے دیکھنے سے یہی جلوہ مراد ہے چشم ظاہر سے دیکھنا نہیں۔ اس میں چھی طرح غور و فکر کرو۔

اے بھائی! علم تمام خوش نختیوں کا راز یعنی اس کی اصل ہے جس طرح جہل و نادانی تمام بد نختیوں کا رمز اور اس کی جڑ ہے۔ تمام نجات کے ذرائع علم ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور ساری ہلاکتیں جہالت سے پیدا ہوتی ہیں۔ فردوس کے درجات اور قدسیوں کے کرامات علم ہی کے ذریعہ مل جاتے ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

نیست از بہر آسمان ازل نردباں پایہ بہہ ز علم و عمل

(آسمان ازل تک پہنچنے کے لئے علم و عمل سے بہتر کوئی ذینہ نہیں ہے۔)

جہنم کے گڈھے اور سخت ترین عذاب میں جہالت ہی کے سبب مبتلا ہوتے ہیں۔ علم کی بارگاہ پاک میں سوائے مومن کے اور کسی نے قدم نہیں رکھا اللہ دلی الذین امنوا یُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (اللہ مومنوں کا دوست ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کے روشنی کی طرف لے جاتا ہے) یعنی جہالت سے علم کی طرف۔ اور جہالت کی منزل میں سوائے کافروں کے اور کوئی داخل نہیں ہوا وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ یُخْرِجُهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ (اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے دوست شیاطین ہوتے ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف بہنچا دیتے ہیں) یعنی علم سے جہالت کی سمت جس طرح مومن کو بد بختی اور کفر سے دور رہنا چاہیے اسی طرح جہالت اور جاہلوں سے دور رہنا واجب ہے چنانچہ شریعت کا فتویٰ ہے الْعَالَمُ حَبِيبِي وَالْجَاهِلُ عَدُوِّي

(علم الے مرے دوست میں اور جاہل میرے دشمن ہیں) تو جس طرح جاہلوں اور جہالت سے دور رہنا واجب ہے اسی طرح علم کی قربت اور علمائے حق کی صحبت فرض ہے۔ اس سے مراد علماء آخرت اور علم آخرت ہے علم دنیا اور علماء دنیا نہیں، دیکھو غلطی میں مبتلا ہونا اسی کو کہا ہے۔

علم باچوں تو خوانی از بازی آلت مال و جاہ ازاں ساری
علم سوئے درالہ برد نہ سوئے نفس و مال و جاہ برد
علم کمر بہر کاخ و باغ بود بامچو مرد و زور را چہ راغ بود

(علم کو جب تو نے کھیل و تماشہ کے طور سے پڑھا تو اسے مال و جاہ حاصل کرنے کا آلہ بنایا
علم تو ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کے در تک پہنچائے نہ کہ خواہشات نفسانی اور مال و جاہ کی
طرف لے جائے۔ علم اگر محل اور باغ کے لئے ہے تو وہ چوروں کے چراغ یعنی مارچ کے مانند ہے۔)
بہت سارے مجاہدے اور ریاضتیں وہاں نہیں پہنچا سکتیں جہاں اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی
ایک روز کی نیک صحبت پہنچا دیتی ہے۔ یوں سمجھو۔

مورسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(بے چاری غریب چیونٹی کو کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوتی، کبوتر کے پاؤں سے لپٹی اور پہنچ گئی)
کیا یہ نہیں دیکھتے کہ لکڑی اور خس و خاشاک کے مزاج میں سکون ایک جگہ پڑے رہنا ہے اور جب
اسی لکڑی اور تنکے کو پانی کی قربت و صحبت حاصل ہوتی ہے تو پانی کے بہاؤ کے ساتھ یہ بھی بہنے
لگتی ہے اور اسی طرح چیونٹی کی صفت پر واز کی نہیں ہے جب کبوتر کی صحبت اسے نصیب
ہوتی تو کبوتر کی پر واز کے ساتھ چیونٹی بھی اڑنے لگی۔ جاری ہونا پانی کی صفت ہے، اڑنا کبوتر
کی صفت ہے صحبت کی وجہ سے لکڑی اور چیونٹی کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اسی طور پر حبس
کہ بیان کیا گیا صحبت کے متعلق یہ ایک عظیم نکتہ ہے۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے۔

اسپ تو سن ز اسپ ساکن رگ گشت بمخو اگر نشد ہم تگ

(سرکش گھوڑا پر سکون گھوڑے کی عادت اختیار کر لیتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کے برابر ہو سکے)
دوسری بات لوہے کی خاصیت یہ ہے کہ پانی کی سطح پر ٹہر نہیں سکتا اور نہ چل سکتا ہے اگرچہ ایک
ذره برابر ہی کیوں نہ ہو اور جب وہی لوہا کشتی کی لکڑیوں سے جڑ جاتا ہے اور اسی کے ساتھ لگ
جاتا ہے اگرچہ یہ لوہا وزن میں ایک دو من ہی کیوں نہ ہو تو یہی لوہا کشتی کی لکڑی کے ساتھ رہ کر

پانی کی سطح پر ٹھہرا رہے گا اور رواں بھی ہوگا اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی صحبت کی فضیلت ان کے اثر و برکت کو اسی سے سمجھو، جانو اور پہچانو کہ اس رسم و عادت پرستی کی عبادت سے اس وقت تک نکلا نہیں جاسکتا جب تک کسی اہل دین بزرگ کا سایہ دولت میسر نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے ۔

با حیات تو دیں بروں نہ آید شب مرگ تو روز دیں نہ آید
آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
تار ہیرتست عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش

(تیری اس رسم و عادت کی زندگی سے دین ظاہر نہیں ہو سکتا، اس رسمی زندگی سے جس رات تیری موت ہوئی اسی رات دین کا روز روشن ہوا۔ تیری وہ تمام خواہشیں جو تھیں وہ رسم عادت تھیں دین نہیں تھا۔ جب تک تیری عادتیں تیری رہبری کر رہی ہیں اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں)

اس وقت جب کہ قاضی صدر الدین کی صحبت کا خدا نے موقع دیا ہے تو اے غنیمت سمجھو۔ واللہ اعلم۔



والسلام

شرف منیری

مکتوب ۲۱

گردش و روش میں

میرے بھائی شمس الدین! خدائے تعالیٰ اپنے احسان و کرم خاص سے ابدی خوش بختیوں کے باپ پر پہنچاتے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔

واضح ہو، بار بار تقاضا تھا کچھ لکھ کر بھیجا جائے اور اس میں خاص ارشاد و تنبیہ بھی ہو

کچھ در ماندگی دل کا اظہار بھی تھا اسی بنا پر چند مکتوب سلسل بھیجے گئے اسے پورے غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں اگر کوئی مشکل ہو تو قاضی صدر الدین سے اچھی طرح حل مطالب کر لیں اس دعا گو کی یہ ہدایت ہے چوں کہ قاضی صاحب مذکور وہاں موجود ہیں ان کی موجودگی میں کوئی مشکل مشکل نہیں رہے گی بقدر وسعت ان مکاتیب پر عمل کرتے رہیں کیوں کہ اصل چیز عمل ہی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے س

کار کن کار بجذرا ز گفتار کاندہیں راہ کار دار و کار

(عمل کرو عمل اقل و قال چھوڑ دو اس لئے کہ اس راہ میں عمل ہی اصل کام ہے)

کوئی ساعت تجدیدِ توبہ سے غفلت میں نہ گزرے اور ہمت کر لیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ توبہ کی حقیقت تک پہنچا دے کیوں کہ اس راہ میں اصل چیز توبہ ہی ہے۔ توبہ مقامات و احوال کے لئے بمنزلہ زمین ہے جیسے زمین بنیاد رکھنے کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ زمین کے بغیر کسی عمارت کی بنا محال ہے اسی طرح بغیر توبہ کے مقام و حال کا حصول محال ہے یہ اس لئے کہ اس معاملہ میں پونجی ایمان ہے۔ اس راہ میں قدم کون رکھتا ہے؟ ایمان رکھتا ہے۔ ان احکام کے بوجھ کو کون اٹھاتا ہے؟ ایمان اٹھاتا ہے۔ اس خونخوار صحرا کو کون طے کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔ اس محیطِ سمندر میں سیر کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے؟ اور یہ شربتِ مرداں کون پیتا ہے؟ ایمان پیتا ہے۔ یہ دردِ طلب کے ہوتا ہے؟ ایمان کو ہوتا ہے۔ اور اس طلب کا اظہار کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔ س

تا کہ بہ زباں نفس بر آری ایماں بہ دل ست و دل نداری

(جب تک دل میں ایمان کا وجود نہیں ہے تو صرف زبان سے کب تک رٹتے رہو گے ایمان تو دل سے ہے اور تمہارا پاس دل ہے کہاں؟ جب توبہ ظاہر و پیدا ہوئی تو ایمان کی حقیقت بھی آشکارا ہو گئی کیوں کہ ہر سینہ و دل میں ایمان کا آفتاب آدمی کے توبہ کی مقدار میں تاباں ہوتا ہے جس مقدار میں توبہ کی بارگاہ کا دروازہ اس پر کھلتا ہے اسی مقدار میں ایمان کا آفتاب اپنی تابش میں آتا ہے تو تمام مہمات میں توبہ اہم ہے اسی کو کہا ہے س

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی بشتاب سوزے توبہ و بگذار توانی

(اے بڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں جلد سے جلد توبہ کرے گا ہلی چھوڑے۔)

توبہ کی حقیقت ہی گردش ہے یعنی اپنی فطرت اپنے عادات و خصائل سے پلٹ آتا ہے پیران طریقت مریدوں کو چلہ کا جو علم دیتے ہیں اسی گردش کے لئے ان کا فرمان ہوتا ہے تاکہ مرید اپنی بُری عادات و صفات سے پلٹ جائے اور جب مرید اپنی پہلی رسم و عادات و صفات و خصائل سے پلٹ آیا تو پھر وہ پہلا شخص نہیں رہتا بلکہ دوسری شخصیت ہو جاتا ہے پہلے جسے تو نے دیکھا تھا اب وہ کہاں رہا اب تو وہ دوسرا ہی آدمی ہو گیا جب صفت بدل گئی آدمی بھی بدل گیا اس کی اصل و حقیقت تو اس کی صفت تھی جب اس کی وہ صفت نہ رہی تو وہ بھی نہیں رہا اگرچہ اس کی ذات یعنی صورتِ تاویہی شخص اپنی جگہ پر قائم ہے اور ذات یعنی صورت وہ چیز ہے جس کا اعتبار نہیں ہوتا تو یقیناً اس شخص میں ایک دوسرا ہی ایمان پیدا ہوا کہ جس کو "حقیقتِ ایمان" کہتے ہیں۔ اور جب حقیقتِ ایمان پیدا ہوئی تو کثرت اُنٹھ گئی وحدت پیدا ہو گئی اسی کو کہا ہے ۔
 سنا تو باخولشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ
 (جب تک تو اپنے آپ کو دیکھے گا تعدد باقی ہے اور جب اپنے وجود سے فانی ہو گیا تو

احد ہی احد رہے گا) اور کسی عزیز نے کہا ہے ۔

در دوئی عقل راست بیجا پیچ چشم ایماں دوئی نہ بیند پیچ
 (دوئی ہی وہ ہے جس سے عقل کے لئے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ کبھی بھی دوئی نہیں دکھتی)
 لیکن اس گردش یعنی تبدیلی صفات کے قبل ساری کلمہ گوئی ایمانِ تقلیدی، و حرکتِ لسانی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن اکثر و بیشتر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی ایمان ہے۔ حالاں کہ وہ رسم و عادت ہے حقیقتِ ایمان نہیں۔ اسی کو کہا جاتا ہے ۔

آن ہواے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(وہ خواہش جو اس گردش کے پہلے رہی ہے وہ رسم و عادت ہے دین نہیں ہے ۔)

اور اس تقلیدی ایمان و حرکتِ لسانی یعنی زبانی دعویٰ کے ساتھ کہ جس میں ہم لوگ پڑے ہوئے ہیں یہ راہ نہیں چل سکتے اور یہ بار نہیں اٹھا سکتے اور اس خو خوار صحرا کو نہیں طے کر سکتے اور ان مردانِ خدا کے اس شربت کو نہیں چکھ سکتے مثل ہے کہ ہاتھی کا بوجھ نہ بچا رہ بچھڑ نہیں کھینچ سکتا جیسا کہ کہا ہے ۔

محرم دولت نبود ہر سرے بارِ سیحان کشد ہر خسے

(ہر شخص اس دولت کا اہل نہیں جناب عیسیٰ کا بوجھ ہر ایک گدھا نہیں اٹھا سکتا ۔)
 رستم کا بوجھ رستم کا گھوڑا ہی اٹھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مقام کی دوری اور اس کی صعوبت سے
 آپ برادر کے دل میں گھبراہٹ کو تا ہی سستی پیدا ہو جائے اور فرار کی راہ اختیار کرنے کے لئے
 یہ بات سامنے آئے الفراسہ مالا یطاق من سنن المہملین (کہ جس چیز کی طاقت نہ ہو اس سے بھاگنا
 مرسلین کی روش ہے ۔)

اور زیادہ تحریر و بیان کرنے میں مجھے اسی کا کھٹکا بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے تو سنو! اُمیدی
 کسی حال میں کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے یہاں کام بے علت و سبب کے ہوا کرتے ہیں اس کی
 کوئی قیمت نہیں وصول کی جاتی ۔

بتو تا دوست نیست را دراز رہ توئی پائے نہر براہ نیاز

(دوست کی راہ تجھ سے کچھ زیادہ دور نہیں راہ تو بالکل تیرے قریب ہے تو نیاز مندی کا قدم رکھ تو ہی)

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے آگے سر کے بل ڈال دیئے گئے تھے چشم زدن میں ان کو وہاں
 سے ایسا اٹھایا گیا کہ بت کے سامنے کن زمین ان کی پیشانی کی گرمی سے ابھی گرم ہی تھی کہ اسے سارے
 زمین و آسمان سے گذار کر اس مقام میں پہنچا دیتا ہے کہ اس کے بعد اگر انسان و اجنا سارے زمین و
 آسمان میں اسے تلاش کریں تو اس کا نشان نہ پاسکیں اور متحیر ہو کر کہنے لگیں شخص کپا تھا اور کیا ہو گیا
 ان کے اس تحیر و سرگردانی پر جواب ملتا ہے فعال لما یزید میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اس
 بار گاہ میں چون و چرا کی گنجائش نہیں اور نہ علت و سبب کو دخل ہے کیوں کہ یہاں کے کام بے علت
 و سبب کے ہوتے ہیں کسی کو بایزید بنا دیتا ہے اور کسی کو ابو جہل ایک کو اعلیٰ علین پر پہنچا دیتا
 ہے اور دوسرے کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے درمیان میں کوئی علت و سبب نہیں باز آ جاؤ
 چون و چرا سے اسے عالم اسباب کے معاملات میں خرچ کر دو کیوں کہ یہ چون و چرا اسی عالم اسباب کی
 پیداوار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دیدار کی بینائی و بصیرت عطا فرمائے اور تمہارے وجود کے حجاب
 کو تمہارے سامنے سے اٹھا دے اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی ال
 کے طفیل اور جب تمہیں خود تمہارے آگے سے اٹھا لیتا ہے تو تمہارے در پر دولت مندی کا نقارہ بجا
 دیتا ہے اسی کو کہا ہے ۔

قاعدہ عشق چوں در جان ماست شاہ جہاں چاکر و دربان ماست

بندہ عشقت چو شدم اے صنم
 درود جہان نافذ فرمان ماست
 (عشق کی بنیاد جب ہماری جان میں ہے تو دنیا جہاں کے بادشاہان ہمارے نوکر اور دربان ہیں
 اے میرے محبوب جب سے ہم آپ کے عشق کے بندے ہیں دونوں جہاں میں ہماری فرمان جاری ہے)



والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۲۲

تزکیہ اور تصفیہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی شمس الدین کے نام۔

عزیز بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں۔
 کاتب مکتوب کا سلام و دعاء قبول کریں۔

اے برادر واضح ہو! اخلاق کو پاکیزہ بنانے اور بُری عادتوں کو اچھی خصلتوں سے
 تبدیل کرنے میں ہر روز ہر آن تاجدارِ امکان کو کوشش کرتے رہیں اور اس کو اہم ترین مہم جانیں کیوں کہ
 اس کام میں کاہلی و غفلت برتنے سے سخت ترین بلا کا سامنا ہے۔

اللہ اپنی پناہ میں رکھتے وہ بلا یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر وحشی جانور ان 'درندے اور حیوانات'
 ہیں ان میں سے ہر ایک کی صفت آدمی میں موجود ہے تو جس جانور کی صفت کا غلبہ جس کسی میں ہوگا
 کل قیامت کے دن اسی صفت کی بنا پر اس کا معاملہ ہوگا آج کی اس صورت پر نہیں یعنی اس شخص
 کو اسی جانور کی صورت میں اٹھایا جائے گا جس کی صفت غالب ہوگی۔ مثلاً آج اگر کسی شخص میں
 غصہ و غضب کی صفت غالب ہے تو کل قیامت کے دن اسے کتے کی صورت میں اٹھایا جائیگا
 اور اگر کسی میں شہوت کی صفت غالب ہے تو قیامت میں سور کی صورت میں اس کا حشر ہوگا اور اگر
 کسی میں تکبر و نخوت کی صفت کا غلبہ ہے تو قیامت کے دن چیتے کی شکل و صورت میں اٹھایا جائیگا۔

اور چالوسی، مکر و فریب والوں کو لومڑی کی صورت میں اٹھائے گا اور دوسری صفتوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل قیامت کے دن آذر کو دکھیں گے کہ فرشتے اسے دوزخ کی سمت لے جا رہے ہیں۔ اس وقت عرض کریں گے خداوند اس سے بڑی اور کیا فیضی تھی ہوگی کہ میں میدان قیامت میں کھڑا ہوں اور میرے باپ کو میرے سامنے سے دوزخ میں لے جا رہے ہیں۔ آخر دنیا میں میں نے درخواست کی تھی کہ وَلَا تَخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے) اسی وقت آذر کو آدمی کی صورت سے مٹا کر گفتار کی شکل میں کر دیا جائے گا کیوں کہ دنیا میں گفتار ہی کی خصلت کا اس پر غلبہ تھا۔ حضرت خلیلؑ سے کہا جائے گا آپ کو اس گفتار سے کیا واسطہ اور کون سی قرابت داری کا لگاؤ ہے؟ اور سب صحابہ کہتے کہ کتے کی صفت سے نکال کر آدمی کی صورت میں بنادیں گے اور آدمیوں کی صف میں لے آئیں گے کیوں کہ وہ کتے کی ہیئت کلی میں آدمی کی صفت سے آراستہ تھا اور آذر آدمی کی صورت میں گفتار کی صفت رکھتا تھا۔ اسی سے سمجھ لو کہ صورت کا کچھ اعتبار نہیں۔ صورت کے اعتبار سے کیا آدمی کیا گدھا کیا پتھر اور کیا سونا سب برابر ہے فرق تو معنی و صفت کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن جاہلوں کی منظر ظاہری شکل و صورت ہی پر رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نبود ہوش اور جز سوتے ہوس نبود
ہیچ معنی نہ دیدہ ام ز خساں گر تو دیدی سلام من برساں
(ظاہر پرست آدمی آدمی ہی نہیں ہوتا اس کی ساری ہوشمندی ہوسناکی ہوتی ہے میں نے
خسیر آدمی میں کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچا دینا۔)

اے بھائی! اسی طرح بہت سارے آدمی جو آج یہاں آدمی کی صورت میں نظر آتے ہیں ان کو کل قیامت کے دن وحشی جانوروں اور درندوں کی قطار میں دیکھو گے اور بہت سے وہ جن کو درندے اور وحشی جانور کی شکل میں آج تم دیکھ رہے ہو وہ کل قیامت کے دن آدمیوں کی صف میں کھڑے کئے جائیں گے۔ یہ گھالٹ بڑے مشکل کی ہے اور معاملہ بہت سخت ہے بزرگوں نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کے بارے میں فرمایا ہے۔

سُح۔ گفتار۔ لومڑی اور کتے کے درمیان ایک جانور ہے۔ اسے بچو۔ ڈان۔ ہونڈا بھی کہتے ہیں۔

اَحَدٌ مُّجَبَّلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (اے وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں) کل قیامت کے دن اس کاسنگی لباس اس کے ظاہر سے اتار لیا جائے گا اور آدمی کی صورت میں لاکر صدیقیوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا کیوں کہ صدیقیوں کی صفت اس میں غالب تھی تو یقیناً ہر طرح پر اسے آدمی کی صورت میں لے آئیں گے یہ ایک بہت مشکل مرحلہ درپیش ہے اس کی ہیت کو دیکھتے ہوئے سوائے اہل نظر اور ارباب بصیرت کے کوئی بھی اصلاح حال میں مشغول نہیں ہوتا۔ ہاں تو غفلت میں نہیں پڑے رہنا چاہیے بلکہ آہستہ آہستہ عادت ڈالنی چاہیے تاکہ ان بُری خصلتوں میں کمی آجائے اور اگر خداوند عز و اسمہ قدرت دے کہ یہ بری صفتیں کلیتاً دفع ہو جائیں تو یہ بہت بڑا کام ہو جائے اور جو یہ چاہے کہ جان لے کہ کل قیامت کے دن کس صفت پر وہ ہوگا، تو وہ آج ہی اپنا جائزہ لے کہ کون سی صفت کا اس پر غلبہ ہو کل وہ اسی صفت پر ہوگا اتنا بھر جان لینا اور سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں ہے جیسے کوئی یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ خداوند تعالیٰ اس سے راضی و خوشنود ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اعمال پر نگاہ کرے اور دیکھے کہ اگر اس کے اعمال نیک ہیں اور اس میں بندگی کا پہلو غالب ہے تو سمجھے کہ خدائے تعالیٰ اس سے خوش و راضی ہے کیوں کہ خوشنودی کی علامت ہی طاعت و بندگی کی ادائیگی ہے اور اگر اس کے اعمال میں معصیت و گناہ ہی ہے تو جان لے کہ خدا اس سے ناخوش ہے اس لئے کہ ناخوشی کی علامت ہی گنہگاری ہے اور اگر طاعت و معصیت دونوں ہوں تو جو چیز غالب ہوگی حکم اسی پر کیا جائے گا۔ آج کے علاوہ یہ دن پھر نہ ملے گا جب یہاں طاعت و عبادت نہ ہو سکی تو وہاں کون سا کام بن سکے گا۔ اسی کو کہا ہے

زیر کاں راپور روز معلوم است کہ شب و روز غافلاں شوم است

اعمالوں کو روز و رخصت کی طرح معلوم ہے کہ غافلوں کے دن اور ان کی راتیں سب نحوست میں گذرتی ہیں اور یہ خبیث صفتیں کسی میں رہ گئیں اور وہ ختم نہ ہوئیں یعنی صفات محمود میں تبدیل نہ ہوئیں تو کل قیامت کے دن اگر وہ بہشت میں پہنچ جائے اور وہاں کی ساری نعمتیں اس پر بچھا کر دی جائیں تو وہاں بھی اس کی وہ بری خصلتیں بدل نہیں سکتیں جو یہاں رہ گئی ہیں وہ ختم نہ ہوں گی۔ ایسا آدمی اپنے آپ سے گذرا ہوا ہے اور اپنی دولت تک نہیں پہنچ سکا تو چاہیے کہ اسی دنیا میں آدمی بدل جائے جب یہاں نہیں بدل سکا تو وہاں بھی نہیں بدلے گا اسی کو کہا ہے

پاک شو تا ز اہل دیں گردی آں چناں باش تا چنیں گردی

(پاک ہو جاتا کہ تو دیندار ہو جائے تو ایسا پاک وصاف ہو جا کہ تو ارباب دین میں سے ہو جائے۔)
 ہاں بہشت میں وہ داخل تو ہو گا لیکن ابلا آباؤ تک وہ خودی سے نہیں نکل سکے گا۔ اپنی خودی ہی میں
 رہے گا۔ اور بہشت کی یہ تمام نعمتیں اس کے لئے مباح تو ہوں گی لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ مردانِ خدا
 کے اُن مقامات و درجات کے کام انجام دے سکے جو انہیں کل قیامت کے دن حاصل ہوں گے
 حورانِ بہشتی، محل و قصراتِ بہشت، پرندوں کے کباب، شرابِ ظہور کے رواں چشمے یہ سب تو ہوں گے
 لیکن وہ کہاں جو جانوں کا مقصود، دلوں کا مطلوب، تمام صدیقیوں کا قبد اور اس راہ کے چلنے والوں
 کا کعبہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

تا تو ز وجود بر نیائی در موعود وصل در نیائی
 در بستر عشق کے نہی پائی تا برد را و بر نیائی
 جب تک تو اپنے وجود سے باہر نہیں نکلے گا اس وقت تک تو وصل کی وعدہ گاہ میں نہیں پہنچ سکے گا۔
 تو عشق کے بستر پر یا عبادت گاہ میں کیسے قدم رکھے گا جب تک اس حجلہ گاہ کے در پر سر کے بل نہ آئے۔
 اے بھائی! جس کسی کی یہ دولت فوت ہو گئی اسے کیا ملا اور جس کسی کو یہ نعمت مل گئی اس کی کون
 سی چیز فوت ہوئی۔ مَنْ لَهُ الْوَلَّى فَلَهُ الْخَلْ جِس کا خدا ہو گیا ساری دولت اس کی ہو گئی۔ اس گردہ کے
 لوگوں کو اہل وحدت موحدین کہتے ہیں اس لئے کہ حقیقت ایمان کے نور کے ذریعہ وہ دُور سے گزر
 کر آگے بڑھ چکے ہیں اسی کو کہا ہے۔

در دوئی عقل راست پیچا پیچ چشمِ ایماں دوئی نہ بیند، مسیح
 ردوئی میں عقل کے لئے بہت ساری الجھنیں ہیں ایمان کی آنکھ دوئی کا ایک شمر بھی نہیں دیکھتی۔
 ایامِ بیض اور مواسم کے روزے فوت نہ ہونے پائیں خواہ سفر ہو یا حضر۔ کاہلی اور عیند کے غلبہ کا
 غسل، وضو، اور نماز سے علاج کریں۔ واللہ اعلم۔

والسلام

حقیر شرفِ منیری



مکتوب ۲۳

تجربہ و تفرید میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین حق سبحانہ تعالیٰ اپنی بندگی سے آراستہ فرماتے اپنے
فصل و احسان و کرم خاص سے نوازے۔

کاتب مکتوب شرف منیریؒ کے سلام کا تحفہ قبول کریں۔

واضح ہو، تجربہ و تفرید کا حصول مرید کے لئے اس راہ میں داخل ہونے کی شرط ہے تعلقات
دنیاوی اور جملہ مخلوقات سے علیحدہ ہو جانا تجربہ ہے اور تفرید خود اپنے آپ سے جدا ہو جانا ہے
نہ تو دل میں کسی طرح کا غبار نہ پشت پر بار نہ کسی شخصیت میں شمار ہو تو سینہ و دل میں ساز و سامان کا
بازار ہو اور نہ کسی مخلوق سے کوئی سروکار ہو۔ اس کی ہمت عرش کی بلندی سے بھی بلند ہو، دونوں جہان
سے علیحدہ اور وحشت زدہ ہو اور اپنی مراد یعنی محبوب و مطلوب کے ساتھ قرار گرفتہ اور بغیر محبوب کے
دونوں جہاں کی سلطنت اگر میسر ہو تو اسے راحت و چین نصیب نہ ہو اور اگر ایک ذرہ بھی کوئی چیز اس
کے پاس نہ ہو مگر محبوب ساتھ ہو تو وہ راحت و خوشی میں ہو کسی طرح کا اندوہ طال اسے نہ ہو چنانچہ
کہا گیا ہے لَا وَحْشَةَ مَعَ اللّٰهِ وَلَا رَاحَةَ مَعَ غَيْرِ اللّٰهِ (اگر اللہ کے ساتھ ہے تو کوئی وحشت و
پریشان نہیں اور غیر اللہ کے ساتھ رہنے میں کوئی راحت و سکون نہیں) اسی کو کہا ہے۔

ہر کراہوئے رسد از سوئے او ہر دو عالم چیت خاک کوئے او
(جس کسی کو اس کے اطراف کی خوشبو پہنچ جائے اس کے نزدیک دونوں عالم کی حیثیت کیا ہے؟
اس کے کوہ کی خاک کے برابر ہے)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جو شخص خداوند تعالیٰ سے حجاب میں ہے وہ عین بلا و مصیبت میں ہے اگرچہ سارے جہان
کے بادشاہت کے خزانہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں۔ اور ہر وہ گدڑی پوش اور بھکاری جس کا معاملہ

اس کے خدا کے ساتھ ہے یعنی تھوڑی ہے تو وہ دونوں عالم کا بادشاہ ہے اگرچہ اس کے پاس نان شبینہ نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چوں ترانے و علقا نے بود ہر سروے تو سلطانی بود
(اگرچہ تیرے پاس محض ایک روٹی اور پھٹا پیرانا ایک ہی کپڑا ہو تو بھی تیرے جسم کا ہر رونا ایک بادشاہ ہے۔)

اسی بنا پر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اللہُمَّ مَهْمَا عَذَّبْتَنِي فَلَا تُعَذِّبْنِي بِذَلِ الْجَبَابِ یعنی اے اللہ تو جب مجھ پر عذاب کرے تو جو چاہے کر لیکن اپنے حجاب کے عذاب میں مبتلا نہ فرما۔۔۔) اسی مفہوم کو کہا ہے۔

جگر عاشقاں کباب مکن خانہ عاشقاں خسراب مکن
گر سزاوار رحمت تو نمیند تو چنیں ہجر شاں عذاب مکن
ممانہ بیند یک زماں روایت تو بر قتل شاں شتاب مکن
(عاشقوں کا جگر کباب نہ کیجئے۔ عاشقوں کے گھر ویران نہ کیجئے۔ مانا کہ آپ کی رحمت کے لائق نہیں ہیں تو بھی جدائی کے عذاب میں مبتلا نہ کیجئے۔ جب تک وہ آپ کے رخ انور کے دیدار سے مشرف نہ ہوئیں اس وقت تک ان کے قتل میں ہرگز جلدی نہ کیجئے۔۔۔)

اے بھائی! حقیقی دوزخ یہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کافروں کے عذاب کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے كَذٰلِكَ اَنۡهٰكُمۡ عَنْ رِّبِّہِمۡ یَوْمَئِذٍ لَّحٰجُوۡنَہٗ (بیشک یہ لوگ آج اپنے رب کے حجاب میں ڈال دیئے گئے ہیں) حجاب کی شرمندگیوں اور پریشانیوں میں یہ ایک موثر نکتہ بیان ہوا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ کل قیامت کے دن اگر اپنے وصل کا خیمہ دوزخ کے اندر لگائیں تو ان کے طالبان و مریدان دوزخ کی آگ کے انگاروں کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگائیں۔ اور اگر فردوس میں رکھتے ہوئے ایک لمحہ بھی حجاب میں مبتلا کر دیں تو یہ عشاق اتنا زیادہ فریاد و فغاں کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ اسی سرائے کو کہا ہے۔

باتو دل مسجد است بے تو کنشت بے تو دل دوزخ است باتو بہشت
(اگر آپ ساٹھ ہیں تو دل مسجد ہے اور اگر آپ نہیں ہیں تو آتشکدہ ہے اور اگر آپ ساٹھ ہیں تو دل ہی بہشت ہے ورنہ دوزخ ہے۔)

خلاصہ مطلب یہ کہ جب مرید کو خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلال کا علم ہو گیا تو اس کی طلب کے درونے ان کے دامن کو تھام لیا اور انہوں نے جان لیا من لہ المولیٰ قلہ العبد ومن فاته المولیٰ فاته اکل (جو مولیٰ کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا اور جس نے مولیٰ کو کھو دیا اس نے ساری چیزیں کھو دیں) (مصرعہ۔
چوں تو دارم ہمہ دارم و گرم، بیج ندارم۔

(جب آپ مرے ہیں تو ساری کائنات مری ہے اور حال یہ ہے کہ آپ کے سوا مرے پاس کچھ نہیں)۔
کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں اُن سے بے پروائی برتی جاسکتی ہے لیکن اس ذات کے بغیر کسی حال میں بھی چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اَنَّا بُدِّلُكَ لَا زِمًا ہم تمہارے لئے لازم و ضروری ہیں۔ تمہیں سب سے چارہ ہو سکتا ہے لیکن مری ذات کے بغیر تجھے ہرگز چارہ نہیں۔ یقیناً صفحہ دل سے دعویٰ کی تمام تختیاں توڑ دی جائیں گی منی دلی (مجھ سے اور میرے لئے) اگلی نکھیں کھل جائیں گی اس وقت موت و حیات دونوں اس کی نگاہوں میں یکساں ہو جائیں گی تعریف و مذمت دونوں ہی اس کی ترازو کے پتلے پر برابر ہو جائیں گی بہشت و دوزخ کو اس کے صفحہ دل کے حاشیہ پر بھی گزرنہ ہوگی، دنیا و آخرت کی اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں رہے گی۔
یہی وہ رمز ہے جسے کہا ہے۔

بنمائے عاشقی کہ دراید بکیش تو وانکہ برائے وصل تو فرماں نمی شود
ہر کس کہ دید زلف تو ہرگز بطوع او از کفر سوئے ذردہ ایماں نمی شود
(عاشقی کو شعار بنائے ایسا کہ وہ تیرا مذہب ہو جائے جیسا ہو جائے گا تو وصل کے لئے فرمان کی ضرورت نہیں رہے گی) جس کسی نے آپ کی زلف کو دیکھ لیا وہ اس کفر سے ایمان کے سنگر پر نہیں جانا چاہے گا۔

یہاں اس کفر سے مراد غیر اللہ سے بنیاری ہے۔ ایسا شخص کسی مخلوق کے در پر روئی کپڑے اور پیسوں کے لئے بھیک مانگنے نہیں جاسکتا۔ ہمت کے غوطہ خور اس بحر محیض میں جان کی بازی لگا کر گو ہر شب چراغ معاوضہ میں حاصل کرنے والا بڑھیا کی جھونپڑی کے ٹمٹماتے دیا کی نو پیر کیا جان دے گا، اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پاک ہے کیوں کہ وہ غیر اللہ سے ماتھ جھاڑ کر کھڑا ہو چکا ہے اس کی طلب کے قدم نے اس راہ میں ہمیشہ جاہ و کرامت کے گھوڑے کی زین اتار پھینکی ہے اور دل کے تختہ سے ننگ ناموس و سلامتی کے نقش و نگار دھو ڈالے ہیں ان کی روش یہ ہے کہ لَوْ نَحْمَدُكَ الْحَمْدُ لَمْ نَحَقِّقْ اِغْرَاشَ

مجید بھی مری ہمت کے سامنے آجائے تو میں اسے نیچا دکھاؤں دَلُوا أَتَّبِلْنِي الْفُكُونُ لَهْدًا مُتًّا اور اگر دنیا
و آخرت اپنے آپ کو مری ہمت کے سامنے لائے تو میں اسے اس کے تمام مال و متاع کے ساتھ ڈھاکر نیست
و ابود کردوں۔ اسی کو کہا ہے۔

باشد مہینِ ظلوم بہ تحقیق آدمی چوں عشق دروے آید چرب در شود
بر خاک در گش چو بنگلہ خویش را بے عون رہبر بے عرش بر شود
(آدمی تو حقیقت میں ظلوم و کمترین ہی ہوتا ہے لیکن جب اسی آدمی میں عشق پیدا ہو جاتا ہے
تو وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے۔ اور جب ان کی بارگاہ کی خاک پر خود کو ڈال دیتا ہے تو کسی راہبر کی
عنایت کے بغیر عرش کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔)

اس کے عیش و آرام یہ ہیں کہ ہمہ دم اپنے طلب کے طور سینا پر پہنچ کر جناب موسیٰ کی طرح ارحی
کائمرہ لگاتا ہے اور مطلوب کی طرف سے غیرت (حیا) کا جواب لے کر آتی سنتا ہے سبحان اللہ! اس
آب و خاک کا کیا ہی اچھا سودا ہے اور کیا ہی خوب کار و بار ہے۔ رُبَاعِی

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگراست جُز دوزخ و فردوس مکانے دگراست
قلاشی و زندیت سرمایہ عشق قرائتی و زاہدی جہانے دگراست

(ہمارے لئے اس عالم کے سوا دوسرا ہی جہاں ہے دوزخ و فردوس کے سوا ایک دوسرا ہی مکان ہے
زندگی و قلاشی عشق کی پونجی ہے۔ بندگی و زاہدی کا عالم ایک دوسرا ہی جہاں ہے۔)
جب مرید صادق کو یہ تجربہ و تفرید حاصل ہو جاتی ہے تو عالم میں اس کی جلوہ گری و پذیرائی یوں کی جاتی
ہے یَا دَاوُدُ إِذَا رَأَيْتَا لَے طَائِفًا فَمَنْ لَهُ خَادِمًا (اے داؤد جب تم میرے طالبوں کو دیکھو تو
ان کے خدمت گار بن جاؤ۔) ایک پیغامبر وہ بھی کون جناب داؤد علیہ السلام بیت پیغامبر کو ان کی خدمت
کا حکم ہوا اسی سے سمجھنا چاہیئے کہ ان کے مقابلہ میں اور دوسروں کی کیا حقیقت ہے۔ خداوند تعالیٰ
کی خدائی عقلی قیاس آرائیوں سے آگے ہے اس کا معاملہ اس کی مشیت پر موقوف ہے جو چاہتا
ہے کرتا ہے۔

ملک در دست شبانے می دہد منت او بر جہانے می نہد

(ایک چرواہے کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور سارے عالم کو اس کا احسان مند کر دیتا ہے۔)

آذر کے بت خانہ سے ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھو اور بتکدہ عبد اللہ سے محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر غور کرو یہ معنی یعنی مقام و مرتبہ مرید کو تدریج حاصل ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ظاہر ہوا کرتا ہے کی بارگی کہاں ہوتا ہے الا ماشاء اللہ جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن مجید پڑھنے لگے اور اسے حفظ کرے تو یقیناً اسے الف تاء باء سے ابتدا کرنا ہوگی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ قل اٰمُوذُبَّتِ النَّاس کی سورہ تک پہنچ جائے۔ اور پھر قل اعوذ برب الناس سے آگے بڑھتے بڑھتے ایک عرصہ و مدت میں قاری و حافظ قرآن ہو جائے گا خداوند تعالیٰ کا طریقہ کار اسی طرح جاری ہے تو لگے رہنے کے سوا پھر کیا کر رہا ہے۔ اسی رمز کو کہا ہے۔

توفرشتہ شوی از جہنمی از پے آن کہ برگ توت است گشت استبدیع طلسمی
(اگر تو کوشش کرتا رہے تو فرشتہ بن سکتا ہے یہ توت کا پتہ ہی تو ہے جو رشیم کے کپڑے کی غذا بن کر بتدریج رشیم بن گیا ہے۔)

اور اپنے افلاس و بے استعدادی، ادبار و آلودگی سے شکستہ دل نہیں ہونا چاہیے بلکہ نگاہ خداوند قدوس کی قدرت و فضل پر رکھنا چاہیے اگر وہ چاہے تو ہزاروں ہزار کلیساؤں و درجائوں کو آن واحد میں کعبہ اور بیت المقدس بنا دے اور ہزاروں گنہگاروں، بدکاروں کو حبیب و خلیل کے خطاب سے مخاطب فرمائے اور کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں اور اگر چاہے تو ایک لحظہ میں ہزاروں کافروں کو مومن بنا دے اور ہزاروں ہزار مشرک و بت پرست کو موحّد بنا دے اور اس پر یہ کہ کوئی حیلہ درمیان میں نہیں اور نہ کوئی توقف و دیر ہزاروں رحمتوں کو لعنتی اور لاکھوں لعنتی کو رحمتی اور ہزاروں شرابیوں کو مناجاتی بنا دے کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا

بسا پیر مناجاتی کہ از مرکب فردماند بسازند خرابانی کہ زیں بشیر نر بندد
(اکثر پیران مناجاتی سواری کے گھوڑے سے گر کر راہ میں پڑے رہ جاتے ہیں اور بیشتر شراب خانوں کے زندہ سیہ مست شیر نر پر سواری کر کے میدان میں آجاتے ہیں۔)

مکتوب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے کافی غور و فکر کے ساتھ بار بار مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ آپ برادر کے دل پر اس کے معانی و مطالب محقق اور منقش ہو جائیں گے۔ اس کے ثمرات و تاثیریں اعضا و جوارح سے ظاہر ہونے لگیں گے۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل اجمعین کے طفیل ظاہر بھی روشن و درخشاں ہو جائے گا۔



مکتوب ۲۲

بندگی کرنے اور بندہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین ! اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو اپنی بندگی کے لئے سنوارے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کرو۔ واضح ہو۔ آدمی کو اپنی بندگی کا غم ہونا چاہیے، بندگی کی ادائیگی صحیح طور پر ہونی چاہیے اور سچا و حقیقی بندہ بن جانا چاہیے۔ خداوندی تو حق سبحانہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود کز خداوند آنچه خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو حکم کی بجا آوری میں لگا رہے، خداوند تعالیٰ اس سے جو چاہتا ہے اسے پورا کرے) جانتے ہو بندگی کتنا کیا ہے؟ جو حکم ہوا ہے دل و جان سے بجالانا ہے۔ اور بندہ ہونا کیا ہے؟ جس حال میں رکھے بندہ اسی میں خوش رہے۔ چون چہ از زبان سے نہ نکلے شربت دیا جائے باز ہر خوشی سے پی جائے اور ہاں اس کا خیال بھی نہ آنے پائے کہ مجھے یہ چاہیئے اور وہ نہ چاہیئے کیونکہ بندہ کو خداوند تعالیٰ پر کسی قسم کے اعتراض کا حق ہی نہیں ہے۔ ایک صاحب عزت سے لوگوں نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ جواب دیا، اعتراض کو ختم کر دینا اور خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر خوش رہنا۔ اگر زہر کا پیالہ دے تو شربت کی طرح نوش جان کر لینا اور پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ در میر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جو شخص اسرار محبت کا بندہ ہو گیا وہ ابد الابد تک کے لیے محرم راز اور زندہ جاوید ہو گیا)

اے بھائی! بندہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ سات سو ہزار سال تک وہ مرد و بارگاہ بندگی کرتا رہا لیکن ایک لمحہ کے لیے بندہ نہ ہو سکا۔ حقیقتاً و یقیناً بندہ وہی ہے جو اپنے اغراض و مقاصد سے پاک ہو اور اپنے نفس کے لذات سے آزاد ہو چکا ہو۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا بندگی

کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جب تم آزاد ہو گئے تو بندہ بن گئے۔ اسی کو کہا ہے۔

تادریں حضرت خردی می ماندت صد جہاں پُر از بدی می ماندت
زانکہ گرموئے بماند از خودیت ہفت دوزخ پُر بر آید از بدیت

(جب تک اس بارگاہِ معبودیت میں تیری خردی باقی ہے تو سمجھ لے سینکڑوں عالم تیری برائیوں سے پُر ہیں اس لیے کہ اگر تیری خردی بال کے نوک کے برابر بھی باقی ہے تو جان لے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں گے)

ایک بزرگ کا قول ہے دنیا میں ہزاروں عبدالرحمن، عبدالرزاق، عبدالرحیم پاؤ گے لیکن ایک بھی عبداللہ شاید ہی ملے۔ اے بھائی! جو شخص حق سبحانہ تعالیٰ کی پرستش اپنی غرض سے کرتا ہے اسے اپنی غرض کا بندہ کہیں گے حق سبحانہ تعالیٰ کا بندہ نہیں کہیں گے۔ حضرت ابو علی سیاح رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم سے پوچھیں کہ بہشت چاہتے ہو یا دو رکعت نماز؟ دیکھو ہرگز بہشت کا نام نہ لینا اور یہی کہنا کہ میں دو رکعت نماز چاہیے۔ یہ اس لیے کہ بہشت تمھاری غرض کا حصہ ہے۔ اور جہاں غرض و مطلب درمیان میں ہے وہیں بلا کر، فریب بھی گھات لگائے ہوئے ہے۔ دیکھو موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں غور کرو جب جناب موسیٰ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی اور ہمراہ ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ اعتراض کیا ایک کشتی میں چھید کرنے پر دوسرے اس لڑکے کے قتل پر جب کشتی میں چھید کرنے اور لڑکے کے قتل پر غرض کی بات درمیان نہ تھی حضرت خضر درگزر کرتے رہے اور جب غرض کی بات آئی یعنی جناب موسیٰ نے کہا لَوْ شِئْتُ لَتَخَذْتُ عَلَيْهِ اجْزَاءً (اگر آپ چاہتے تھے میں دیوار بنانے پر کچھ اجرت لیتے) تو حضرت خضر نے کہا ہَذَا اخِذَاقِ بَيْنِي وَبَيْنَكَ یعنی جب غرض کی بات درمیان میں آگئی تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہوئی ہے۔ اہل نظر نے جب یہ رنگ دیکھا تو انھوں نے خود کو اور اپنے تمام اغراض و مقاصد کو دریا سے اٹھالیا اور بالکل ختم کر دیا اور یہ کہہ اٹھے ہم تو بندہ ہیں بندہ، بندہ کی ملک، بندہ کا حصہ، بندہ کا تصرف کہاں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ الْعَبْدُ وَمَا فِي يَدِهِ مِلْكٌ مَوْلَاہ۔ (بندہ اور بندہ کی ساری چیزیں اس کے آقا کی ملک ہے) ایسے حال میں اگر قبول ہے تو بہتر اگر روئے تو خوب اگر نوازش ہے تو بسر و چشم اگر گھلا ڈالیں تو یہی صحیح۔ اگر جلا ڈالیں تو وہ بھی ٹھیک اور اپنا بنا لیں دل و جان سے منظور۔ بتاؤ کیا کر سکتے ہو قاصی کے گھر کو ڈھا دو گے یا اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر توڑ لو گے۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

خواہی بخش خواہ زن خواہ بدار میکرو یہ شدہ است ممر ابا تو کار

(خواہ مجھے قتل کیجیے، خواہ ماریے، خواہ زندہ رکھیے میں نے تو اپنے تمام کاموں کو آپ کے سپرد کر دیا)

اسی سے روندگان راہ نے بہشت و دوزخ سب کو اپنے لیے معدوم کر دیا مغلس و نادار بے نوابن کر بندہ دار

اس راہ میں قدم رکھا ہے خداوند تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو دیکھانہ جانا اور نہ پہچانا۔ ایک عزیز نے ایک رویش کو دیکھا پوچھا کہاں سے آتے ہیں؟ کہا اللہ پھر پوچھا کہاں جائیں گے؟ کہا اللہ پھر دریافت کیا آپ کا مقصود کیا ہے؟ کہا اللہ جو سوال ان سے کیا جاتا جواب میں اللہ ہی اللہ فرماتے۔ رباعی

من نام ترا بر کف خود بنگارم : پس دیدہ براں نام ہم خوں بارم
از بکہ دو دیدہ در خیالت دارم در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

(میں آپ کا نام اپنی پھیلی پر لکھوں اور اپنی آنکھوں کو اس پر یوں اور دونوں دیدوں سے خون بہاتا رہوں میری دونوں آنکھیں ہمیشہ آپ کے خیال میں غور متنی ہیں یہاں تک کہ میں جس کو دیکھتا ہوں اس میں آپ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔)
سنو! طاعت اس لالچ سے کرنا کہ اس کا بدلہ ملے گا اور عبادت اجر و ثواب کی نیت سے کرنا جہان معرفت میں زہر قاتل ہے۔ چنانچہ ہزار سال تک اس بارگاہ پاک میں تم سرگردا کرو اور وہ تمام طاعت و عبادت جو سارے عالم کے لوگ کرتے ہیں وہ تنہا تم کو ڈالو اس کے باوجود اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تمہاری یہ عبادت و ریاضت مجھے نہیں چاہیے تم مجھے پسند نہیں ہو تو سمجھ لو کہ ”دلہاں کی یہ ایک جھڑکی“ تمام طاعت و عبادت کا اجر و ثواب وصلہ ہے اور تمہیں سب کچھ مل گیا۔

کاٹاں در راہ حق خوں خورہ اند بندگی دحق گذاری کردہ اند

بندہ ادب باش تا باشی کسے در سگ ادب باش این باشد بے

(کاملین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی دحق بندگی ادا کرتے رہے ہیں تم ان کے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہو سکو، ان کے کتبوں میں شامل ہو جاؤ یہی بہت کچھ ہے۔)

حکایت ہے کہ اگلی امتوں میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس نے برسہا برس طاعت و عبادت کی تھی اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی تھی اس زمانہ کے پیغمبر پر وحی آئی کہ اس شخص سے کہہ دیجیے کہ تمہاری جگہ تو دوزخ میں ہے طاعت و بندگی کی اس قدر زحمت کیا ہے؟ پیغمبر وقت نے اسے جب یہ وحی سنائی تو اس نے طاعت و عبادت میں اور زیادتی کر دی فرحت و خوشی کا دروازہ اس نے اپنے اوپر کھول لیا اور بے انتہا اظہار مسرت و شادمانی کرنے لگا کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اسی استعجاب میں کسی نے پوچھا جب تم دوزخی ہو تو یہ فرحت و شادمانی کیا ہے؟ اسے جواب دیا میں تو سمجھتا تھا کہ اسکی مملکت میں میرے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہو سکتی ہے اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اسکی مملکت میں ایک جگہ تو ہے اگرچہ وہ دوزخ ہی ہے۔ نہ ہے ہماری خوش قسمتی اور نہ ہے ہماری

عزت و دولت۔ کیوں کہ گرمہ عالم ثواب تو بود تا تو باشی از عذاب تو بود

ذرہ تا ہستی خویش تو بود صد فراق سخت در پیش تو بود

(اگر سارا جہاں تیرے اعمال کا اجر و ثواب ہو جائے جب تک تجھے میں تیری خودی سے تو وہ سب تیرے لیے عذاب ہے، اور جب تک تیری مٹی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے، سمجھ لے کہ فراق و جدائی کا سخت ترین حجاب تیرے آگے پڑا ہوا ہے۔)

اے بھائی! آدمی جب تک خود کو بے قدری کے نراز و میں ناکارہ باطل سمجھ کر نہ تو لے گا اس وقت تک اس سے صحیح بندگی ادا نہ ہو سکے گی بندگی کے صحیح ہونے کی علامت یہی ہے، اسی کو کہا ہے ۔
مردی باید نہ سراور را نہ پائے جملہ گم گشتہ درو او در خدائے

(آدمی کو چاہیے کہ نہ اسے سر کا ہوش رہے اور نہ پاؤں کا یہ سب کچھ اس میں گم ہو جائیں اور وہ خود خدا میں گم ہو جائے) بزرگوں کا قول ہے کہ اگر ان لوگوں کی روحوں کو مر گھٹ کے کتوں کے سامنے ڈال دیا جائے تو یہاں کے کتے اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھیں۔ اسی کو کہا ہے ۔

جملہ راعت کہ بود از ذل بود لاجرم ہر چہ جزايشاں کل بود
جملہ اصحاب جاں باز آمدند عاشق آب دسر انداز آمدند

ۛۛۛۛۛۛۛۛ

ایک درویش اپنی مناجات میں کہہ رہے تھے الہی! آپ کی محبت جو میرے اندر ہے اس کے طفیل مجھے قبول فرمائیے اور اگر یہ محبت بھی قبولیت کے لائق نہیں تو مجھے اپنی بندگی کے ذریعہ پسند فرمالیں اور اگر یہ بندگی بھی ناپسندیدہ ہے تو اپنے در کا کتا ہی بنا لیجیے۔ صبح کو وہ کہیں جا رہے تھے راہ میں ایک کتا ملا زبان حال سے کہنے لگا رات تو حجاب کے مزاج ہی نہیں ملتے تھے بڑی بلند پروازی کی مجھ جیسے کتا ہونے کی تمنا کر بیٹھے یہ کیا فضول کہو اس بھٹی۔ مجھے دیکھیے اس لباس سگی میں جب سے آیا ہوں بال برابر بھی کوئی تمنا اس کی رضا کے خلاف دل میں پیدا نہ ہوئی۔ اس بزرگ نے خاک سر پر ڈالی اور یہ شعر پڑھا ۔

اے کاش کہ در پائے سگان تو شوم گرد آں بخت ندارم کہ سگ کوئے تو گردم

(یہ تو میری قیمت نہیں کہ آپ کی گلی کا کتا ہی بن سکوں، کاش ان کتوں کے قدموں کی خاک ہی بن جاتا)

ایک تو خاک خود خوار و ذلیل و بے قدر و قیمت اس پر مزید یہ کہ ہزاروں گناہ میں آلودہ و لت پت اور پھر اس پر ظلمی و جہولی کی صفت کا لبادہ ایسے حال میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ان برادر کو وہ نگاہ عطا فرمائے کہ خود کو ویسا ہی دیکھو جیسے کہ تم ہو اور وہ علم عنایت فرمائے تاکہ تم خود کو ویسا ہی جان لو جیسے کہ تم ہو اور تمہاری حقیقت ہے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے طفیل ۔ اور جب اس علم و نظر سے استفادہ ہو گا تو دین کا در بھی پیدا ہو جائے گا ۔

ہر کرا در دین او وسیل بود مر جب گوی جبرئیل بود

ملکِ دو جہاں را بزیر پائے آری کہ ہوا را بزیر پائے آری
(جس شخص کی گزردین میں ہوتی ہے تو جناب جبریل اسے مرجعاً کہتے ہیں۔ اگر تو خواہشات کو کچل دے تو دونوں جہان کو
قدموں کے نیچے پائے۔)



والسلام
حقیر شرف مینری

مکتوب ۲۵

بلاؤں کے نزول کے وقت اللہ کی رضا سے راضی رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین! سلام قبول کرو

جانو! سنا ہے کہ دہلی سے تم آگئے اس سفر میں بہت زیادہ زحمت و پریشانی ہوئی کسی قصبہ میں مشرقی
حکومت کے فوجیوں نے بہت ستایا مال و اسباب بھی ضائع ہوئے۔ اس قصبہ میں بکھرنے سے پریشانیوں
کا سامنا ہوا۔

اے بھائی! تم نے پڑھا ہے الذَّنْبُ يَأْدُرُّ بِلَاءً وَمِحْنَةً (دنیا تکلیف و مصیبت کی جگہ ہے)
کسی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی وقت بغیر مصیبت و بلا میں گرفتار ہوئے ایک قدم بھی بڑھا سکے،
لازمًا اس دنیا میں رنج و مصیبت ہی کے ساتھ گزر بسر کرنا ہے اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے جو بھی پیش آئے
اس کے آگے گردن جھکا دینا ہی بندگی ہے اور بندگی اپنی مراد و آرزو کی ضد ہے دو مختلف چیزیں ایک جگہ
جمع نہیں ہوتیں۔ ۵

زود بر مراد ما کار سے بندہ بودن چنین بود آرے

(ہاں بندہ ہونا تو یہی ہے کہ اپنی مراد و خواہش کے مطابق کام نہ کرے)

اے بھائی! بہشت کے جیسا مقام عصمت کا تاج سر پر خلافت کی قیادریب تن ہم لوگوں کے باپ
جناب آدم علیہ السلام ان سب کے باوجود حب و ہاں نہ رہ سکے اور انہوں نے بلا و محنت، رنج و مصیبت
اختیار کی تو ہم لوگ جو ان کی اولاد ہیں آج بلا و مصیبت خانہ میں پریشان سرگرداں ہزاروں گناہ اور خطاؤں

میں آلودہ سزا و عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے یہ محال ہے کہ ایک سانس بھی بغیر رنج سہے اور ایک قدم بھی بغیر بلا و مصیبت میں مبتلا ہوئے بڑھا سکیں ۔

آدمی بہر بیغی را نیست پائے در گل جز آدمی را نیست
گہ بیانگ ضعیف کام شود گہ بدانگے خدائے نام شود

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لیے پیدای نہیں ہوا یہ تمام حیرانی و پریشانی آدمی ہی کے لیے ہے ، کبھی تو ایک چھوٹی سی پرکار سے بھی کام چل جاتا ہے اور کبھی خدا کے نام پر ایک پانی دینے سے بھی نام ہو جاتا ہے ۔)

چنانچہ تم نے انبیاء کے قصوں میں بلاؤں کی ابتلا اور اولیاء کی حکایتوں میں رنج و مصیبت کی آزمائش کا حال سنا ہے اپنے قرابت مندوں اور اپنے جیسے دوسروں کو دیکھا بھی ہے تو اسے بھائی ! جب کہ ہم لوگوں کی غذا اور ہماری روزی ماں کے پیٹ ہی سے خون ہے تو ہم خون کھانے پینے والوں کو اپنی مرادوں کے ساتھ چین و راحت میں گزر بسر سے کیا سروکار اور خوشی و مسرت کے جام سے کیا واسطہ وہ جو تمام نبیوں کے سلطان سارے اولیاء کے شاہنشاہ ہیں ان کی فریاد دیکھو کیا فرما رہے ہیں یا لیت دہ محمدؐ لہو یخلق محمدؐ اکاش محمدؐ کارب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا ، اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام بشر میں افضل ہیں انکی مالہ وزاری سنو کہتے ہیں لیتنی کنت و سقۃ فی شجرة تا کل الانعام اکاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے چوپایے کھا لیتے ، اور وہ جن کو انامدینۃ العلم و علی بابہا (میں علم کا شہر اور علیؑ اس کے دروازے ہیں) کا خصوصی فضل ہے وہ مالہ کنناں ہیں اور کہتے ہیں یا لیتنی کنت حیضاً لایحی اکاش میں پنی ماں کا خون ہی رہتا ، تو ہم لوگ کون ہوتے ہیں ایسے میں ہم لوگ کیا کہیں ۔ اے بھائی ! ہم لوگوں کو جس کام سے سابقہ پڑا ہے اس کے بوجھ کو نہ پہاڑ اٹھا سکتا ہے نہ دریا نہ آسمان نہ زمین ۔ تو اب کیا کرنا ہے ۔ لومناجات کے لیے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو ۔

یا الہ العالیں در ماندہ ام غرق خوں در خشک کشتی را ندہ ام
در میان راہ تنہا ماندہ ام کس ندارم بے سرو پا ماندہ ام
از در خویشم مگرداں نا امید از سر لطف سیام کن سفید

(اے الہ العالیں ! میں بالکل گرا پڑا ہوا ہوں ۔ خوں میں غرق خشکی میں کشتی چلا رہا ہوں ، راہ میں اکیلا رہ گیا ہوں ، کوئی

معین و مددگار نہیں بے سہارا ہوا ہوں ۔ اپنے درپاک سے نا امید نہ لوں ، اپنے لطف و کرم خاص سے میرے سیاہ

نامہ اعمال کو سفید بنا دے ۔)

والسلام



مکتوب ۲۶

عادت کے ترک اور طاعت کی کوشش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ درازی عمر کے ساتھ اپنی طاعت میں بقا اور مقبولوں میں داخل فرمائے۔ میری جانب سے متواتر دعائیں قبول کرو۔ واضح ہو، تمہارے خطوط پہنچتے رہے۔ چند بار تم نے لکھا ہے کہ میں تمہیں خط نہیں لکھتا شاید دل سے بھلا دیا گیا ہوں۔ حاشا وکلا ایسی بات دل میں نہ لاؤ کیونکہ یاد کرنے کا تعلق دونوں جانب سے ہوا ہے جیسا کہ اس بار میں یہ قول ہے القلوب تتقاصدا والسرائر تتناجی (ظہین کے دل ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور اسرار ایک دوسرے سے مخاطب رہتے ہیں) خط کا لکھنا یہ تو تقدیر ہی ہے، ظاہری عذر یہ ہے کہ اگر کوئی تمہاری طرف جاتا ہے تو مجھے کیا خبر؟ جب تک جانے والا خاص طور سے آکر یہ نہ کہے کہ میں وہاں جا رہا ہوں اس وقت تک یہ جاننا مشکل ہے خط لکھنے کا اصل سبب تو یہ ہے نہ وہ جس کا خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے خط میں لکھتا تھا کہ آخر شب میں اٹھنا بند کے غلبہ کی وجہ سے ترک ہو جاتا ہے کوشش کے باوجود میسر نہیں ہوتا۔ اے بھائی! ایسی عادت جو سالہا سال تک رہی ہو اور جڑ بکڑ چکی ہو اس عادت کے بدلنے کے لیے چالیس دن سے کم نہیں چاہیے۔ آخر شب کو اٹھنے کے لیے ایک جلد مجاہدہ اس طور پر کیا جائے کہ ہر رات آخر وقت اٹھو اور جہاں تک ہو سکے چند مرتبہ متواتر وضو کرو وضو کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو اگر پابندی کے ساتھ یہ عمل ہو اور مانع نہ ہو تو امید ہے کہ عادت کی تبدیلی ہو جائے گی کیونکہ چالیس دن کی قید میں عادت کی تبدیلی کے لیے بہت بڑا اثر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو نماز نہ پڑھنے کی مطلقاً عادت ہو گئی ہو تو ایسے شخص کو چالیس دن تک بلا مانع نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، جانتے ہو اگر کوئی چالیس دن تک پابندی کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس کی نماز بہت کم نقصا ہوتی ہے۔ جب ایک عادت کی تبدیلی میں اتنی دشواری ہے تو اور دوسرے تمام عادات و خصائل کی تبدیلی میں کیا کچھ مشکلات پیش نہ آئیں گے۔ اس راہ میں اسل یہی دو کام ہیں اس سے زیادہ نہیں ایک تبدیلی خلاق اور دوسرا تغیر مزاج جب ان دونوں کاموں میں کسی کے قدم جم گئے تو اس کی تمام منزلیں اور مرحلے آسان اور درست ہو گئے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک ڈپٹ میں بھاگ جائے اور پیوں پر لپٹے اس سے کون سا کام ہو سکتا

ہے یہ تو روز کے مشاہدہ اور معائنہ میں ہے۔ ہاں دوسری بات یہ ہے کہ حق داروں کے حقوق کی ادائیگی میں اسکی شرطوں کے ساتھ کوشش بلیغ کرنا چاہیے اس کی ذمہ داریوں سے شرع کے مطابق عہدہ برآ ہونا چاہیے اور اس کو اپنا سلوک سمجھنا چاہیے کیونکہ صرف روزہ نماز اور حج ہی سلوک نہیں ہے بلکہ جتنے احکام شرعی ہیں ان سب کی بجا آوری سلوک ہے اگرچہ ایک مٹھی خاک ہی کا معاملہ ہو۔ اے بھائی! تمہیں تو اس کی رضا سے کام لے نہ مکہ سے نہ مدینہ سے نہ مسجد نہ صومعہ نہ تنہائی نہ گوشہ نشینی نہ دین و مذہب نہ مجاہدہ و ریاضت نہ سفر و اقامت نہ سرگاہ اسی کو کہا ہے۔ ۵

درتکدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از دبوئے ندارد کنش است بابوئے وصال او کنش کعبہ ماست

(اگر بت کدہ میں معشوق کا جمال میسر ہے تو عقل کی بنا پر کعبہ کے طواف کے لیے جانا خطا ہے اور اگر کعبہ میں کعبہ والے کی بونہ طے تو وہ کنشت آتش کدہ ہے اور اگر کنشت میں اس کے وصال کی بول جائے تو وہی کعبہ ہے۔)

اس راہ سلوک میں قدم نہایت ہوشیاری اور سمجھداری سے رکھنا ہے اسے کھوڑا نہ سمجھو اس میں بہت زیادہ غور و فکر درکار ہے کیونکہ سارے جہان کے علوم اسی کے تحت ہیں۔ طالب صادق یہ اور وہ نہیں دیکھتا ہے جس چیز سے اس کا مقصود حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لیے فرض راہ ہوتا ہے یہ فرض اس کے اپنے حال کی بنا پر ہے اگرچہ ظاہر میں وہ کام برا ہو جیسا کہ بعض سالکوں سے ایسی بات سننے میں آتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ۵
این همه علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

(یہ تمام علم جسم مختصر عالم ظاہر کے ہیں، اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے)

اور وظیفہ میں کھوڑا بہت جو کچھ متعین ہے اس پر ہمیشگی اور پابندی چاہیے کیونکہ مقررہ وظیفہ اگرچہ مختصر ہو لیکن صاحب وظیفہ کے لیے اس کی قدر و قیمت اور ہی ہے اس کا یہ مختصر سا وظیفہ دوسروں کے کثیر وظیفے سے بہتر ہے بشرطیکہ اس پر استقامت پابندی ہو اس کو بار بار میں نے لکھا ہے کہ اصل کام استقامت ہی ہے۔ مَنْ
أَدَمَّنْ قَرَعَ الْبَابَ يَوْشِكُ أَنْ يُفْتَحَ لَهُ ۱ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹانے میں لگا رہے تو قریب ہے کہ یقیناً
اس پر دروازہ کھل جائے (ظاہر و باطن میں یہی طریقہ کار جاری ہے۔ اے بھائی! نہ کسی قیمت کی خواہش ہونی
چاہیے اور نہ کسی معاوضہ کی طلب۔ ہاں زاری، پیچاری، مفلسی، نیازمندی کہ جسے بندگی کا نام دیا گیا ہے اور
جس کو تمام خوش بختیوں کی غلامت قرار دیا ہے اسی کو سامنے رکھو اور انتظار کی آنکھ اس کے لطف پر لگائے
رہو اس لطف و مہربانی پر جس کے لیے کوئی علت و سبب نہیں۔ ۵

یک نظر از دوست صد ہزار سعادت من منتظرم تا کے وقت آں نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں ہزاروں خوش بختیاں بھری ہیں میں منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)

بندہ کی یہ شان ہونی چاہیے کہ وہ ثابت قدم رہے اور طلب کے سمندر میں غوطے لگائے اگر اس کے لطف کے ایک موج نے ساحل مطلوب پر لا ڈالا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (یہی سب سے بڑی کامیابی ہے) اور اگر اس کے قہر نے سمندر کی تہ میں پہنچا دیا تو فَقَدْ وَقَعَ أَجْدًا عَلَى اللَّهِ (تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا) دونوں حال میں گھائے کا سوال نہیں۔ مصرعہ: کس باتوں زیاں کر دمن ہم نکم (کسی نے تمہارا نقصان نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا ہوں) قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے برسہا برس عبادت کی بھی حق تعالیٰ نے اس کی طرف توبہ کی فرشتے کو حکم دیا اس شخص سے کہہ دو کہ زحمت نہ کرے کیونکہ یہ میرے لائق نہیں ہے اور اس کی جگہ دوزخ ہے۔ جب اس شخص نے یہ سنا تو کہا مجھے تو بندگی سے کام ہے خدائی کرنا میرا کام نہیں۔ جانے اسے کیا کرنا ہے۔ فرشتہ نے لوٹ کر اس کا یہ پیغام پہنچایا جواب ملا بندہ جب خیس صفت کے باوجود بندگی سے منہ نہیں موٹتا ہے تو میں اپنی کریم سے کیونکر مٹ جاؤں۔

”یہاں اس قسم کی روایت خبروں کے سلسلے میں ہے لیکن اس حکایت سے بندہ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے۔ جیسے جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک درخت سے یہ کہا القوا — اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے اس سے حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ہوتا ہے اور یہ اظہار و بطلان ظاہر نہیں ہوا مگر اس سے اس عبادت میں کوئی نقصان نہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معتبر مقصود ہوتا ہے غیر مقصود نہیں۔“

(یہ عبارت مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے، قلمی میں ہے)

گر شراب لطف او خواہی مدام قطع کن وادی قہر او تمام
زائگہ تا این نبوت آں نبوت بے بلا و درد در ماں نبوت

(اگر تو اس کے لطف کی شراب ہمیشہ چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو پورے طور پر طے کر لے اس لیے

کہ جب تک تجھے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہیں ہوگا۔ بلا و درد کے بغیر تیرا درماں بھی نہیں ہے۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



مکتوب ۲

وضو اور نماز تہجد کی ادائیگی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی ستمس الدین! سلام

دل نشیں کر لو! کسی وقت بھی بے وضو نہ رہو اگرچہ سردیوں کا موسم ہو اور پانی کتنا ہی سرد ہو تو وضو کرو اور وضو کے بعد دو رکعت نماز شکرانہ وضو ادا کرو ہر گز یہ دو رکعت نماز ترک نہ ہونے پائے اگرچہ دن اور رات میں دس دس بار وضو کرنا پڑے جہاں تک ممکن ہو اس پر ہمیشگی اور ثابت قدمی اختیار کرو اس عمل کو تمام اعمال کی جڑ سمجھو جماعت صوفیاء کے بزرگان کا اس پر عہد پختہ ہے وہ بے وضو نہ کبھی کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ نقل ہے کہ بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں جو دست کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں اس بیماری کی حالت میں ایک رات میں تیس بار چالیس بار پچاس بار انھیں اٹھنا پڑتا تھا وہ ہر بار وضو اور دو گنا شکر اُتھا دیا کرتے جیسا کہ کہا ہے۔

من ندانم این چہ مرداں بودہ اند کز عمل یکدم نمی آسودہ اند
لا جرم در بندگی سلطان شدند ہر مخلق جہاں ایثاں شدند

(میں نہیں جانتا یہ لوگ کس درجہ کے مرد گذرے ہیں جو ایک لمحہ بھی عمل سے سیر نہیں ہوتے یقیناً اسی بندگی سے یہ لوگ بادشاہ ہو گئے ہیں اور سارے جہاں کے یہی لوگ سردار ہیں۔)

جس مرید کو اس عمل پر استقامت حاصل ہو گئی وہ اس ایک عمل کی برکت سے ہر منزل میں استقامت کی نعمت سے مشرف ہو گا یہ ایک عمل ایسا عمل ہے کہ دل و جان سے اس کی خدمت دیکھا آوری میں لگے رہنا چاہیے۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ آخر رات کے ایک حصہ کو نماز تہجد سے آباد رکھنا چاہیے۔ اس طور پر کہ بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام سے یعنی دو دو رکعت کر کے پڑھو پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی خالداً و تک اور دوسری رکعت میں آمین الرحمن الرحیم تک (یعنی ہر دو گنا میں اسی طرح پڑھے) اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو نہایت عاجزی و انکساری سے رو کر یہ استغفار کرو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

اسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَالنُّوبُ إِلَى اللَّهِ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللَّهُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي
 اسْتَغْفِرُكَ بِهَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ
 وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ عَنْهُ
 إِلَيْكَ ثُمَّ عُدْتُ فِيهِ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا آرَدْتُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ مُخَالَطَةً بِهَا لَيْسَ
 لَكَ فِيهِ رِضَاءٌ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا دَعَدْتُكَ بِهِ مِنْ نَفْسِي ثُمَّ أَخْلَفْتُكَ وَبِهَا
 اسْتَغْفِرُكَ دَعَايَ إِلَيْهِ الْهَوَى مِنْ قَبُولِ الرُّخْصِ مِمَّا اسْتَبَهَ عَلَى وَهُوَ عِنْدَكَ
 حَرَامٌ وَاسْتَغْفِرُكَ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِي لَا يَعْرِفُهَا غَيْرُكَ وَلَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهَا أَحَدٌ سِوَاكَ
 وَلَا يَسْعَاهَا إِلَّا جَلْبُكَ وَلَا يُنَجِّينِي مِنْهَا إِلَّا عَفْوُكَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ يَمِينٍ سَلَفَتْ
 مِنِّي فَخَشَيْتُ فِيهَا عِنْدَكَ وَإِنَّمَا خُودُ بِهَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ
 الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ نِعْمَةٍ أَنْعَمْتَ عَلَى صُعُوبَةٍ فَتَقْوِيَةٍ بِهَا عَلَى مَعْصِيَتِكَ
 وَاسْتَغْفِرُكَ يَا غَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَاتِ مِنْ كُلِّ سُوءٍ عَمَلْتُهَا فِي بَيَاضِ النَّهَارِ
 وَسَوَادِ اللَّيْلِ وَفِي خَلَاءٍ وَمَلَأٍ وَسِرٍّ وَعَلَانِيَةٍ وَأَنْتَ نَاطِرٌ إِنِّي إِذَا ارْتَكَبْتُهَا
 مِنَ الْعُصْيَانِ يَا حَلِيمٌ يَا كَرِيمٌ يَا رَحِيمٌ يَا عَظِيمٌ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي
 كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ فَرِيضَةٍ دَجَبْتُهَا عَلَى نَفْسِي أَوْ لَيْلٍ وَأَطْرَافِ
 النَّهَارِ فَتَرَكْتُهَا عَدَا أَوْ خَطَا أَوْ نِسْيَانًا وَإِنَّمَا سَأَلْتُ بِهَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ
 إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ سُوءٍ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ فَتَرَكْتُهَا عَقْلًا أَوْ سَهْوًا أَوْ نِسْيَانًا أَوْ تَهَاوُنًا أَوْ قِلَّةَ مَبَالَتٍ بِهَا وَإِنَّمَا مَعَاوِيَةُ
 بِهَا وَاسْتَغْفِرُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ سُبْحَانَكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ
 لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ وَصَلَّى
 اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ مَنْ لَمْ يَصِلْ عَلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
 وَسَلَّم تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَلَا حَوْلَ
 وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

حدیث شریف میں من اکثر الاستغفار جعل الله له من كل هم فرجاً ومن
 كل ضيق مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحسب (جو شخص کثرت سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ
 اسے ہر انداز سے نجات اور ہر تنگی سے کنایہ کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو اس طرح رزق دیتا ہے کہ وہ ہم و خیال میں بھی نہیں لگتا)

ایک دوسری حدیث ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفار بہت زیادہ کرے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے رسول بنایا ہے استغفار ان گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیتہ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ (اور وہ لوگ جنہوں نے بے حیائی کا کام کیا یا اپنے اور ظلم کیا پھر انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اس سے مغفرت چاہی) نازل ہوئی تو ابلیس رونے لگا۔ تفسیر امام زاہد میں ہے کہ اس امت کی پناہ دو ہیں ایک حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے استغفار حضور نے ہمارے سامنے سے پردہ فرمایا، استغفار باقی ہے۔ نقل ہے کہ اگر کوئی اپنے اہم کاموں میں یا معاش کی تنگی میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی طلب کرتا تو آپ اس سے کہتے استغفار بہت زیادہ کرو اور آخرات سے صبح تک ذکر لا الہ الا اللہ میں مشغول رہو اس طرح کہ توبار لا الہ الا اللہ اور دسویں بار ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہو اسی طور پر آخر شب کو صبح تک آباد رکھو کیونکہ یہ وقت مریدوں کے فتوح و مراد پورے ہونے اور توبہ و استغفار کرنے والوں کی قبولیت کے خلعت پانے کا وقت ہے۔ نقل ہے کہ آخرات میں ندا دینے والا آواز لگاتا رہتا ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاسْتَجَابَ لَهُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لَهُ وھل من سائل فیعطی لہ سوالہ (ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کو بخشا جائے، ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے) اور بہت زیادہ ورد و طائف اور نفلوں کی کثرت کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ حقداروں کے شرعی حقوق کی ادائیگی کو پیش نظر رکھیں کیونکہ اس کی ادائیگی دین کے بہانے میں سے اہم ترین ہے۔ تھوڑا عمل قاعدہ و قانون سے استقامت (ثابت قدمی) کے ساتھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ جو بہت زیادہ ہو مگر بے قاعدہ ہو اور پابندی کے ساتھ نہ ہو۔ ان سب کے علاوہ درویشوں اور اہل علم و ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اہل سلوک و ارباب دین کی خدمت کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھیں۔ جسے یہ دولت میسر ہوئی وہ مقبولین بارگاہ سے ہے لایسقی جلیسہم (انکی صحبت میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا) اس پر گواہ ہے۔ ۵

آنرا کہ دہد یارش در عالم خود یارش بیواسطہ کارش کردار بہ چہ کار آید

(کسی کا محبوب کسی کو اپنے حرم خاص میں اس کے کسی مقبول عمل کے بغیر باریابی دیدے تو ایسے میں عمل کس کام کا)

آدمی کو چاہیے کہ خود کو جالوں کے میل جول اور صورت پرستوں، ظاہر داروں کی صحبت سے محفوظ رکھے جس کسی کو اس میں مبتلا کر دیا جاتا ہے سمجھ لو کہ وہ راندہ درگاہ ہے۔ سنو یہ شعر سنو۔ ۵

بگذار فضول کز ابو جہل در دین محمدی نیاید

(فضول باتیں چھوڑو مختصر یہ کہ ابوجہل کی صحبت سے دین محمدی نہیں سیکھ سکتے)
 اکثر و بیشتر احوال میں گوشہ نشینی اختیار کریں بجز اہم ضرورت کے خلوت سے باہر نہ نکلیں۔
 تفصیر مکن بیچ تو در کردن طاعت کا نہا کہ بہائیت ترا جلد بدار است
 اتم طاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرو، کیوں کہ جو کچھ تم کو چاہیے وہ سب دے دیا گیا ہے)
 اور لوگوں کے لیے بھی التماس کیا تھا غلط جمع رکھیں ہر کام وقت پر موقوف ہے اور دوسری باتوں کے لیے جو
 عرضی ہے اس کے متعلق بھی یہی ہے کہ اس کا جواب بھی آئندہ کسی وقت دیا جائے گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ
 نیت اور ارادہ صادق عطا فرمائے، قناعت کا دروازہ برادر عزیز پر کھول دے اپنے فضل و احسان سے
 بروقائے زمانہ کیسے بدوز بگذر آتش بقوت روز بروز
 (زمانہ کی وفا کی طرف سے اپنی عقلی کامنہ سی لومنی سب سے بے نیاز ہو جاؤ، روزی کی نگر کو دن بہ دن چھوڑتے جاؤ)

وَالسَّلَام
 شرف منیری



مکتوب ۲۸

طاعت و عبادت میں استقامت کی شورش فتوح نذرانہ کے قبول کرنے اور جانوں کی جانے سے دور رہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم جانو! اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت عطا فرمائے۔
 اے بھائی! اس کام میں اصل چیز استقامت (ثابت قدمی ہمیشگی) ہے جو عمل بھی اختیار کیا جائے،
 اس میں استقامت بہت ہو اگرچہ حمولات بخورے ہوں کیونکہ بخورے مولات استقامت کے ساتھ بہت ہیں،
 اور بہت زیادہ درد و وظائف و مشغولی بغیر استقامت بہت کم ہے۔ چنانچہ قضا مشہور ہے، ایک چور کو پچاسی
 کی سزا دی گئی تھی وہ دار پر لٹکا ہوا تھا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گزر ہوا حضرت نے اپنی دستار مبارک
 سر سے آاری اس کے آگے ڈال دی اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے۔ ایک عزیز نے اس راز کو پوچھا،
 آپ نے جواب دیا۔

برکہ اور درکار خود باشد تمام جان خود درکار بازو والسلام
 چوں تمام افتاد اور درکار خویش زان نہاد پیش اور دستار خویش

چوں بدیم دار چوبیں جائے او بوسہ زان دادم بے برپائے او
مرد باید خواہ خواص و خواہ عام کو بود در فن و کار خود تمام

(جو شخص اپنے کام میں ثابت قدم، کامل ہوتا ہے وہ اپنے اس کام میں جان کی بازی لگا دیتا ہے چوں کہ وہ اپنے فن میں کامل و ثابت قدم تھا اس کے اسی کمال و استقامت کی داد دینے کے لیے اس کے سامنے میں نے اپنی دستاویز پیش کر دی جب میں نے اس کی جگہ لکڑی کے دار پر دیکھی یعنی اپنے پیشہ کی استقامت میں سر اس نے دے دیا تو میں نے اس کے پاؤں کے بوسے دیئے آدمی کو اپنے کام اور اپنے فن میں مرد کامل ہونا چاہیے خواہ خاص ہو خواہ عام)

ارباب معانی کا یوں ارشاد ہے کہ آدمی کی نگاہ معانی کی طرف ہونی چاہیے، صورت و ظاہر کی طرف نہیں اور اگر درویش اور غریب کچھ پیش کریں یا بھیج دیں تو یقیناً قبول کرنا چاہیے اس میں کوئی عیب نہیں ہے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن اگر اس نذرانہ و تحفہ سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا احتمال ہو تو اس بنا پر قبول نہ کریں اور اس رد میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عمل ایسے شخص کی باتوں پر کرنا چاہیے کہ جو علم و عمل سے آراستہ ہو اور اس جماعت صوفیاء کے مذہب کو جانتا ہو، اس راہ کے فروع و اصول میں استاد کا درجہ رکھتا ہو، مشائخ کے کلمات اور ان کے عبارات و اشاروں کو سنت و جماعت کے قاعدہ و قانون کے تحت پورے طور پر سمجھتا ہو اور ہر کام کے فوائد و آفات اور اعمال و اخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں سے اور مبتدی، متوسط، منتہی کے احوال سے اچھی طرح واقفیت حاصل کئے ہوئے ہو۔

عاشقانند لیک در رہ او ز خود در راہ عشق بے خبر اند

تا بد رہ جو جبرئیل امیں بہ پر ہمت اسے پس پرہیزند

(یہ لوگ عاشقوں میں ہیں لیکن یہ ایسے عاشق ہیں کہ جو اس کی راہ میں اپنے آپ سے اور عشق سے اور عشق کی راہ سے بالکل بے خبر ہیں۔ اے لڑکے! سن لے اس کے یہ عاشق جبرئیل امیں کی طرح سدرہ تک ہمت کے پردوں سے پرواز کرتے ہیں۔) اور جاہلوں کی جماعت، ظاہر پرستوں، جھوٹے دعویٰ کرنے والوں اور فضولیوں سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے ان کے دہیات و خرافات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے ایسے لوگوں کی صحبت سے خود کو بہت دور رکھنا چاہیے آج کل سارے جہاں میں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہے جیسا کہ کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نبود ہوش او جز ہوئے ہوس نبود

ہیچ معنی نہ دیدہ ام ز خساں گر تو دیدی سلام من برساں

(ظاہر پرست آدمی کسی لائق نہیں ہوتا ایسوں کو ہوس کے سوا اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ خسیں لوگوں میں میں نے کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچانا۔)

اگر خلوت و گوشہ نشینی میسر ہو تو لوگوں کے میل جول سے پرہیز کرنا چاہیے، ملنا جلنا، اختلاط اتنا بھر کہ حقداؤں کے حقوق ادا ہو سکیں اور اس میں کسی قسم کا خلل و نقصان نہ ہونے پائے اور درویشوں، عالموں، عاملوں، عارفوں کی صحبت میسر ہو تو اسے غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت کو دونوں جہاں کی سر بلندیوں کا سبب اور اپنے کاموں کا فتح باب جانیں، عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔ اس کے ساتھ اپنا طاقینہ بھیج رہا ہوں۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۹

عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی تاکید میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ امام شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو روشن کر دے اور اپنے طالبین صادقین میں داخل فرمائے اپنے احسان و کرم خاص سے۔

کاتب مکتوب احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف کا سلام و دعا قبول کریں، اور دل نشیں کر لیں کہ برادرِ عزیز کا خط ملا۔ خیر و عافیت کی اطلاع ملی اس پر حمد و ثناء خداوند تعالیٰ ادا کی۔ میری وصیت ہے جہاں تک ممکن ہو اپنی عمر عزیز کو طاعات و عبادات میں لگائے رکھیں اپنے اوقات نفیس کو ذکر و تلاوت سے معمور رکھیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

آنجا کہ بود نافع کردار بجان و دل آنجا تو بگو آخر گفتار چہ کار آید

(جہاں اعمال نیک جان و دل سے پسندیدہ و نفع بخش ہوں، تو بتاؤ! وہاں فضول گفتگو میں لگے رہنے سے کیا فائدہ؟) بالخصوص آخرات کو تہجد کی بارہ رکعت نماز چھ سلام کے ساتھ یعنی دو دو رکعت کر کے اس طور پر پڑھا کریں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی، خالد و ن تک اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آمن الرسول آخر سورہ بقرہ تک، اسی طرح پوری رات کو آباد رکھیں کیونکہ مریدوں کے کشود کارِ طالبین کے حصول سعادت اور مناجات و دعا کرنے والوں کی دعا کے قبولیت، سالموں کے انعام و بخشش پانے، اور توبہ و استغفار کرنے والوں کے معافی کا خاص وقت ہے چنانچہ تم نے سنا ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاسْتَجَابْ لَهُ وَهَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيَغْفِرْ لَهُ وَهَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطِيْ لِسْوَالِهِ (ہے کوئی دعا کرنے والا جسکی

و عاقبتوں کی جائے۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جسے مغفرت دی جائے، ہے کوئی مانگنے والا جس کی مانگ پوری کی جائے اور فقیروں، درویشوں، اہل علم، ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں۔
 گرد توحید گرد با تفرید چہ کنی صحتی کہ آں تقلید
 درد مندی بکرد عیسیٰ کرد دارے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر یعنی تفرید کے ساتھ توحید میں رہ ایسی صحبت جو محض تقلید یوں کی ہو اس میں کیا فائدہ۔ مسیحائی کرنا عیسیٰ کا کام ہے۔ راہ میں پڑے ہوئے سے کیا عالج کراؤ گے)

جاہلوں کی جماعت سے خود کو بہت دور رکھیں اگر وہ کسی درجہ کے بھی دوست و رفیق معلوم ہوں جیسا کہ کہا ہے
 مارند ہمہ یاراں در عالم دانائی خلوت کن و بخود شوبہا مارچہ میباشی

(تمہارے یہ سب دوست و محب سانپ ہیں سانپ، سب اپنے چالاکی و ہوشیاری کے عالم میں ہیں، ان سب سے کنارہ کر لو، یہاں تک کہ خود اپنے آپ سے بھی بخود موجاؤ، سانپ کے ساتھ کیا رہنا ہے) ہمیشہ ظاہر و با وضو رہیں وقت بھی وضو کرو و فوراً در رکعت شکرانہ و ضو ادا کرو طاعت اگرچہ کھوڑی ہو لیکن استقامت و مواظبت ثابت قدمی اور ہمیشگی کے ساتھ ہو تو وہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگرچہ طاعت بہت زیادہ ہو لیکن استقامت کم ہو تو ایسی کثیر طاعت بہت قلیل ہے۔

سبحان اللہ! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود آپ کے اس درجہ حسن و کمال اور عظمت و جلالت کار کے حکم ہوتا ہے۔ فَاَسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ (آپ قائم رہیں اس پر جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ سخت اور دشوار آیت نازل نہیں ہوئی چنانچہ جب صحابہ رضوان اللہ نے دیکھا حضور کے چند ہوئے مبارک سفید ہو گئے ہیں تو انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کس چیز نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ ارشاد ہوا شیبہ بنی سورۃ ھود (سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا)

یہاں کے اور حالات جانے والے سے معلوم ہوں گے۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۳۰

مُرید کو نصیحت اور غیروں کو ایذا پہنچانے سے پرہیز میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو! آپ جب درویشوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے ہیں اور جامہ فقر سے مشرف ہیں تو یہ کب مناسب ہے کہ کسی کو آپ سے شکایت ہو یا کوئی لعن و طعن کرے اس طرح کی بات اس فقیر کے دل پر سخت گراں گذری اور بہت افسوس ہوا کہ آپ برادر سے ایسا کام کیوں ہوا جو آپ کے لائق حال نہیں اور اگر آپ پر کوئی ظلم و ستم ہوا تو حتی الوسع اسے اپنے جان و مال پر برداشت کرتے۔ جس بات سے دوسروں تکلیف پہنچے وہ نہیں کرنا چاہیے جب کسی فقیر کو کسی سے ناخوشگوار بات یا تکلیف تو وہ یہ آیت کریمہ پڑھے قل لیں یٰٰصِیْبِنَا الْاِکْتِبَ اللّٰهُ لَنَا (ہم پر وہی گذرتی ہے جو اللہ نے میرے لئے لکھ دیا ہے) اسکا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ فقیر کو نہ کتنی دعویٰ ہوتا، اور کسی جھگڑا جیسا کہ توبہ جفائے ادبی کش باؤ تو مگوای تو وفا کن

(تم اس کی جفائیں سہتے رہو، اس سے کبھی یہ نہ کہو کہ تم وفا کرو)

ہاں دین کے معاملہ میں اگر جنگ کرنے کی ضرورت ہو تو دہاں پر حکم کی بجا آوری ضروری ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے ناخوش نہ ہوئے لیکن جہاں حرمت حق تعالیٰ کے تنگ کا سوال آجائے تو ضروری ہو جاتا۔ دیکھو ایسی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرو اور اگر تم سے ایسا کوئی کام ہو گیا ہے تو اس کے لئے استغفار کرو جن لوگوں کو کسی بھی طرح ایذا و تکلیف پہنچی ہے ان لوگوں کو خوش کرنے کی انتہائی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بہت ہی پسندیدہ بڑا، اور عظیم ترین ہمت میں سے ہے اس لیے کہ حق العباد خداوند تعالیٰ کے حق سے کہیں زیادہ سخت تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق توبہ و استغفار سے معاف ہو جاتا ہے لیکن مخلوق کا حق جب تک ان کو راضی و خوشنود نہیں کر لیا جاتا ہے اس وقت تک ختم نہیں ہوتا۔ شہداء جن کا مرتبہ اس بلندی کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ برگزیدہ ہیں اور دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن اگر ان کے ذمہ مخلوق کا ذرہ

برابر حق رہ گیا ہو تو جب تک وہ اس کو راضی و خوش نہ کر لیں گے اس وقت تک میدان حشر سے قدم نہ اٹھائیں گے
اسے بھائی! حق العباد کی یہ گھائی بڑی سخت ہے۔ ایک حدیث نظر سے گزری ہے کہ خانہ کعبہ جو مومنوں کا قبلہ
ہے اگر کوئی اسے مسمار کر دے اور جلا کر خاکستر بنا دے تو یہ اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا کہ کسی مومن کے دل کو بغیر کسی
شرعی سبب کے تکلیف پہنچائی جائے۔

والسلام
حقیر شرف منیری



مکتوب ۳۱

مرید کا اپنے پیر کی خدمت میں حال و احوال سے متعلق عریضہ لکھنے کے جواز میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر شمس الدین اکرم اللہ بکرامۃ المریدین کاتب مکتوب احمد یحییٰ منیری الملقب شرف کا سلام و دعا
قبول کرو۔ تمہارے قلب روشن پر نقش ہو آنے والے سے معلوم ہوا تم کہہ رہے تھے ”شرمندگی کی وجہ سے
میری سمجھ میں نہیں آتا کیا لکھوں اب جب وہاں سے خط آئے گا تو شاید کچھ لکھ سکوں۔“ کیا شرمندگی ہے، اپنے
حال و معاملات سے جو بھی ہو آگاہ رکھو، اس جماعت صوفیہ کے لوگوں کے درمیان یہ شرط ہے۔ مرید کے لئے ہرگز
یہ درست نہیں کہ اپنے کسی فعل کو وہ پیر سے چھپا کر رکھے گرچہ وہ کام کتنا ہی برا ہو، مریض اگر اپنی بیماری کو بیان نہ
کرے تو طبیب کیا دوا دے گا اور اگر بیماری دوسری ہو اور دوا دوسری بتائی جائے جب بھی علاج نہیں ہو سکتا
باوجود کوشش صحت نہیں ہوگی۔ وہ تمام شرطیں جو مریض اور طبیب کے درمیان ہیں بلا فرق وہی سبب شرط
پیر و مرید کے درمیان ہے اور اس کی سندنا غرضی الشیخہ کے قصہ سے ہے جب ان کے ساتھ وہ واقعہ ہوا
تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي
(مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے مجھے پاک کیجئے) دین کا یہ درد مرید میں پیدا ہونا چاہئے تاکہ وہ سچا طالب ہو سکے اسی کو کہا ہے

تاترا کارے نیفتہ مردوار کے توانی نالہ کرداز درد کار

گر شود ایں درد دامن گیر تو بس بود ایں درد دائم پیر تو

(جب تک تجھے مردوں کے معاملات سے سابقہ نہ پڑے اس وقت تک دین کے کاموں کے درد سے نالہ و فریاد

کیسے کر سکتا ہے اگر دین کا درد تجھ میں پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ تیری رہبری کے لئے کافی ہے)

چنانچہ عیق سے کہ خجالت و شرم مرید کے لئے نقصان دہ اور اس کے کام میں مانع ہے۔
 گر سر دین داری اسے بے پا و سر راہ دیں اس است زیں رہ در گذر
 (اسے بے سرو پا) بمعنی بے ڈھنگے) اگر تو دیندار ہے تو سمجھ لے دین کی راہ یہی ہے اس راہ کو طے کر لے

تمہاری طلب اور دل ماندگی کی بنا پر حید مکتوب لکھے گئے، خیال تھا کہ متفرق طور پر جاتا رہے لیکن یہاں کے رفقا
 میں سے ہر شخص نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان خطوط کو یکجا کر کے ہم لوگ نقل کر لیں اس کے بعد بھیجا جائے اسی بنا پر
 دیر ہو گئی انشاء اللہ کتابت کے بعد یہ خطوط جلد بھیج دیئے جائیں گے، شیخ زادہ نے خود نقل ہوتے دیکھ لیا ہے۔

والسلام
 خاکسار شرف منیری

مکتوب ۳۲

اوراد و وظائف کی پابندی کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کا خط پہنچا خیر و عافیت معلوم ہوئی اللہ کا شکر ادا کیا۔ لازم ہے اپنے اوراد و وظائف میں
 پابندی کے ساتھ لگے رہیں کسی حال میں بھی کمی یا ناغہ نہ ہونے پائے۔ مشائخ کی کتابوں اور مکتوبات کے مطالعہ
 کو کبھی ترک نہ کریں اور اس سے فارغ نہ ہوں یہ میری سخت تاکید ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب
 ہم ان کاموں کو نہیں کر سکتے ہیں جو بزرگان و مشائخ رضوان اللہ نے کئے ہیں تو ان کے کلمات کے پڑھنے
 اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے کیا فائدہ؟ انھوں نے فرمایا مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدائی لشکر
 ہیں ان کا پڑھنے والا اگر مرد ہے تو یہ کلمات اسے شیر مرد بنا دیں گے اور اگر نامرد ہے تو مرد بن جاتا ہے۔
 ایک اور بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آئے کہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کیا جائے؟ فرمایا ان بزرگوں
 کی کتابوں سے ایک جزم سے کم روزانہ پڑھ لیا کریں ان کے یہ کہنے کا اشارہ اس شعر میں ہے۔

ہر کہ اوکلے گرفت از خاک پیر خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر

باش تا فردا محک گردد بکار نقد مرداں را پدید آید عیار

(جس نے ان بزرگوں کی خاک کا سرمہ لگایا اس سے کہہ دو وہ پاک جائے یا ناپاک اس کا کام بن گیا، پھر با اس

کافائدہ کل کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیا جائے گا۔ مردوں کے نقد و حاصل کو کسوٹی ظاہر کر دیتی ہے۔)

اے بھائی! زندہ تو حقیقتاً وہ ہے جو اُن کے سایہ دولت میں ہے، یا ان لوگوں کے کلمات اور کتابوں کیساتھ لگا ہوا ہے اور جس کو نہ یہ میسر ہے اور نہ وہ، وہ نفس کافر کی قید میں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے
 روز و شب جاں میکنی بے زاد و برگ زیستن میخوانی آزا تو نہ مرگ
 ماندہ آخر اسیر ننگ و نام و انگهی گوی که عمری شد تمام

(رات دن ساز و سامان کے بغیر اپنی جان کھوتا ہے اور اسی زندگی کو زندگی سمجھتا ہے حالانکہ وہ موت ہے، آخر کار تو نام و نمود کا اسیر ہو گیا۔ ایک وقت آئے گا جب تو کہے گا کہ افسوس میری عمر بے نتیجہ ہو گئی) مرید اور ادو وظائف میں پابندی نفس کافر کی مخالفت کے بغیر کر ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ سارے عبادت کی اصل نفس کافر کی مخالفت ہی ہے، یہ اس لئے کہ نفس کافر کی موافقت کرنا بت کی پوجا کرنا ہے۔ النفس هی الصّتم الاکبر (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) کا اصل مفہوم یہی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ابلیس میں اگر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو اس پر لعنت کی بارش نہیں ہوتی اور اگر فرعون کے اندر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو وہ خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اسی کو کہا ہے

اے عجب با اینچنین نفسے دروں میکنی تو در خدائی سر بروں
 ہست در ہر نفس این دعویٰ لیگ خوشتن فرعون ظاہر کرد نیک
 آنچه بامن نفس شوم آں کسند کافر مگر کافر روم آں کند

(عجیب بات ایسے نفس کے ہوتے ہوئے بھی تم خدائی میں سر اٹھا رہے ہو۔ ہر شخص کے اندر یہی بڑائی کا دعویٰ ہے، فرق اتنا ہی ہے کہ فرعون نے یہ دعویٰ اعلانیہ کیا، میرا ساتھ میرا یہ نفس وہ کچھ کر رہا ہے۔ تم ہے، روم کے کفار بھی نہیں کہتے یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے بزرگان اپنے معاملات میں تاویلات کی تلاش نہیں کرتے کیونکہ تلاش و جستجو میں نفس کی لذتیں اور اسکی خواہشیں ہوتی ہیں اور نفس کافر کا یہ حال ہے کہ اگر سو سال تک تم اسکی سخت سخت مخالفت کرتے رہو اور مجاہدات کا نازیانہ لگاتے رہو لیکن ایک دفعہ بھی کسی طرح اسکی مراد پر تم نے قدم رکھا تو تمہارا اسلام تمہاری ساری سلامتی کو زمین پر سے ماریگا۔ امام ابوعلیٰ رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صوفی ۵ دن کے فاقہ کے بعد بھی اگر کہے کہ میں بھوکا ہوں تو لازماً اسکو باز آ بیج دیں اور کہیں کہ جاؤ کماؤ کھاؤ، اے بھائی! خزانہ بغیر مشقت نہیں ملتا۔ جیسا کہ کہا ہے

تا بردہ رنج گنج میسر نمی شود مُزد او گرفت جان برادر کہ کار کرد

(بغیر رنج اٹھائے گنج ہاتھ نہیں آتا۔ جانِ برادر! صلہ تو دی پاتا ہے جو کوئی کام کر رہا ہے)

تاخواہی دید از اول گذار نیست در آخر ترا ممکن نواز : ہر کہ اودر کار خود باشد تمام جان خود در کار باز و السلام

(جب تک تم پہلے محنت و مشقت کا سوز و گداز نہیں دیکھتے اس وقت تک آخر میں نوازش و اکرام کا نہیں پاسکتے

اپنے فن میں کامل وہی شخص ہوتا ہے جو جان کی بازی اس کام میں لگا دیتا ہے۔ والسلام)

مرد کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے نفس کی مخالفت اختیار کرے طرح طرح سے بھوک و پیاس کی سزا اس کو ملے
کیونکہ نفس کا فر کو کسی چیز کے ذریعہ ایسا نرم و فرماں بردار نہیں کر سکتے جیسا کہ بھوک اور پیاس کے ذریعہ کیونکہ اس
کے لئے یہ دونوں سزائیں ساتوں جہنم کے گڑھے کے برابر ہیں۔ ۷

دوست زان گر سنہ دار دمدام تاز جان دوست میرا یاد تمام

(دوست کو ہمیشہ اسی سبب بھوکا رکھتے ہیں تاکہ وہ دوست کی جان بن جائے)

والسلام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۳۳

حق کی طلب اور عشق میں اور بشریت سے نکل آنے میں

قاضی زاہد کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اگر حاصل شود آن گلرخ دآن لب چو میگونش چہ بے حاصل کسے باشد اگر باغ جناں خواہد
اگر وہ پھول سے چہرے والا محبوب اور اس کے وہ شرابی ہونٹا حاصل ہو جائیں تو وہ کیا نام و شخص ہے جو اسکے باوجود جنت کے باغ کی خواہش کرے
ہمت، کون و مکاں سے صاف و پاک رکھیں جتنی چیزیں کُن کے تحت وجود میں آئی ہیں اگر چہ وہ جنت
کے باغات ہی کیوں نہ ہوں سب کے سب اپنے اوپر حدوث (مخلوق) ہونے کا داغ رکھتے ہیں، ان سب کو
اپنی راہ کا بُت و زنا رجانیں اور وہی کہیں جو اس غار ف نے کہا ہے۔ ۷

بے وصال تو جاں چہ کار آید بے جہالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر جان کس کام کی، اور آپ کے جہالت جہاں آرا کے بغیر یہ جہاں کس کام کا ہے۔)

راہ سلوک کے عظیم ترین شہسوار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ مناجات میں کہتے ہیں :

اَللّٰهُمَّ اِذَا اَدْخَلْتَنِي الْجَنَّةَ وَنَقُولُ اَنَا سَاحِضٌ مِنْكَ يَا مَالِكُ فَاجْعَلْنِي شَرَّ اَبَا وَهَبِ الْجَنَّةِ
لَا رُبَّ اَبَا هَبَا (اے میرے اللہ جب تو مجھے جنت میں داخل فرمائے اور یہ کہے کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک دینار تو مجھے مٹی

بنادے اور جنت اس کے خواہش مندوں کو بخش دے۔ اور وہ مست الست یزدانی عین القضاۃ سہدائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی یہاں بھی کھانا پینا! اسی کو کہا ہے۔

تشنہ او میر گر تو زندہ ای خاک این درباش گر تو بندہ ای

او کجا در بند آب و چہ بود کاب و چاد او سہمہ اللہ بود

(اگر تو زندہ ہے تو اسی کی تشنگی میں مر یا اور اگر تو بندہ ہے تو اس کے در کی خاک بن جا، جس کا کنواں

اور پانی سب اللہ ہی ہو، وہ پانی اور کنواں کی فکر میں کب رہتا ہے۔)

کیا تمھاری دولت مند نظر اس ورق پر نہیں پہنچی اَعْدَتْ لِجَبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَ

لَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبٍ بَشَرٍ (میں نے تیار کر رکھا ہے اپنے صالح بندوں کے لیے جسے نہ کسی آنکھ

نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب پر اس کا گذر ہو سکا ہے) سوچو! کیا وہ جگہ بھی کھانے پینے کی ہے۔

کم تمت انسان! اے بھائی! نعمت و کرامت کے طالب دنیا میں بہت زیادہ ہیں لیکن نعمت دینے

والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب نایاب ہیں۔ اس کے طالبین کا یہ درجہ ہے کہ جناب داؤدؑ

جیسے پیغامبر علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے یَا دَاوُدُ اِذَا رَاَیْتَ طَالِبًا لِیْ فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا (اے داؤدؑ

جب میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ) سبحان اللہ! جس کے جناب داؤدؑ جیسے خدمت گزار ہوں

فرشتے اور آسمان جس کے حاشیہ بردار ہوں اس کے مقام و مرتبہ سے اجنا اور انسان کیا واقف ہو سکتے ہیں؟

خواجہ ابوالخیر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دُبَاعِی سہ

تا جام جہاں نمائے در دست من است از روئے خرد چرخ بریں پست مست

تا قبلہ نیست قبلہ مست من است ہشیار تریں خلق جہاں مست مست

(جب جام جہاں نامیرے ہاتھ میں ہے، عقل کی رو سے یہ ادبچا آسمان میرے آگے پست ہے، اور جب کہ میری

نیستی میری ہستی کا قبلہ بن چکی ہے تو تمام دنیا کے ہوشیاروں سے میرا مست دل ہوشیار ہے۔)

اے بھائی! جب تک اس کے طالبوں کو دُورئی نظر آتی ہے اگرچہ وہ وحشت کی جانب گزر رہے ہیں لیکن

بلاشبہ وہ اپنے زلمے کے احول (بھنگا) ہیں۔ ایک کو دودھ پیتے ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

تا مرد ز خود فانی مطلق نشود اثبات ز نفی او حق نشود

توحید طول نیست نابودن تست ورنہ کمزاف آدمی محقق نشود

(آدمی جب تک اپنے وجود سے مطلقاً فنا نہیں ہو جاتا اس کے لَبَّالہ کی نفی سے اِلَّا اللہ کا اثبات صحیح نہیں ہوتا۔ تیرے اپنے

وجود کے ہوتے ہوئے توحید نہیں اس لیے کہ توحید طول نہیں ہے۔ ہو وحب میں مبتلا آدمی مستند اور حقیقی آدمی نہیں ہوتا۔)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچا دیتا ہے اسی معنی کے اعتبار سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے لَا شَيْخَ أَبْلَغَ مِنَ الْعَشِيقِ (عشق سے بہتر کوئی استاد نہیں) جو تو شاگرد باش عشق ترا استاد است (تم شاگرد تو بن جاؤ عشق تمہارا استاد ہے) عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔ ۴

مجنوں عشق را اگر امروز حالت است کا سلام دین لیلیٰ دیگر ضلالت است

(عشق کے مجنوں کی حالت ہی دوسری ہے اس کے لیے لیلیٰ کا دین اسلام ہے، بالخصوص ضلالت دگر ای ہے)

ایک عزیز کا قول ہے، اللہ جلّ علانے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مخلوق کے پاس بھیجا اس کے بیگانوں میں سے کسی نے ایک ذرا بھی آشنائی نہ پائی واسے حسرت! اگر اپنے عشق کا ایک ذرہ ہی بھیج دیتے تو سارا جہان آشنا ہو جاتا۔ اسی کو کہتے ہیں الْعَشِيقُ هُوَ الطَّرِيقُ وَرُؤْيَا الْمَعْشُوقِ هُوَ الْجَنَّةُ وَالْفِرَاقُ هُوَ النَّارُ وَالْعَذَابُ (عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے اور جدائی جہنم اور اس کا عذاب ہے) اے بھائی! عشق کا گھوڑا وہ ہے جو ایک جست میں دونوں جہاں سے آگے گزر جاتا ہے اور لامکاں میں جولانی دکھاتا ہے چنانچہ کہا ہے یہ دبّاعی!

در عالم او اگر بکار آئی تو در دفتر عشق در شمار آئی تو

جبریل امیں رکاب دار تو بود بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو

(اگر اس کے عالم میں تو کام آجائے تو عشق کے دفتر میں تیرا نام ہو جائے جناب جبریل امیں تیرے رکاب دار بن جائیں اگر تو عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آجائے) لیکن طالب ایسا ہونا چاہیے جو ہر قسم کے مصائب و بلاکتوں کا بوجھ اٹھانے والا ہو، ایسے کو محبوب کی بارگاہ میں باریابی تو ہو جاتی ہے لیکن اس راہ کو طے کرنے کے لیے دار یعنی تلوار کی دھار پر چلنا ہوتا ہے اور یہ عظیم دولت طالب کو ان آسانیوں میں ملنا بہت دشوار ہے جیسا کہ کہا ہے ۴

گر رگبذ عشق تو بردار بود آساں بود اے پسر نہ دشوار بود

از خار چہ بک آید آزا کہ ورا معشوق دلش میاں گلزار بود

(اے لڑکے! اگر تیرے عشق کی رگبذ دار (تلوار کی دھار) پر ہو پھر تو یہ آسان ہے مشکل نہیں، اس شخص کو

کانٹوں سے کیا خون دہرا جس کا محبوب قلبی جنتان میں رہتا ہو.....)

سنو، مطلوب، طالب سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو)

طالب کے لئے اس رو سے دوری ہے کہ وہ اپنی خودی سے حجاب میں ہے اور جب اپنی ہستی کے احساس

پندار سے تم نکل آئے تو تم دیکھ لو گے کہ مطلوب ظاہر و عیاں ہے، جیسا کہ کہا ہے۔ ۴

معشوق عیاں بود نمیدانستم بامن بمیاں بود نمیدانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمدانستم
 (مشتوق تو ظاہر تھا میں نہیں جانتا تھا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا مجھے خبر نہ تھی میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا
 مجھے پتہ نہیں تھا.....) اے بھائی! وہ کون سا راز ہے کہ جس کے اثر سے مشاقوں میں شوق و اشتیاق ہے
 یہ وہی نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایتا ہے اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَیْرِی (نہیں ہوں اور نہ میرے علاوہ ہے
 بس تو ہی تو ہے) ۛ

تو اونٹنوی دے اگر جہد کنی جاے برسی کز تو توئی برخیزد
 (تو وہ نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو اس مقام میں پہنچ جائے گا جہاں تجھ سے تیری توئی اٹھ جائے گی)
 اسی مفہوم کا ایک اور شعر سنو۔ ۛ

عجب مدار ز باران عشق و تخم حب چو سبزہ از گل محمود اگر ایاز آید
 (عشق کی بارش اور محبت کے تخم کے ہوتے ہوئے محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایاز پیدا ہو جائے، تعجب نہ کرو)
 الْمُحِبُّ مَحْوٌ فِی حُكْمِ الْمُحِبُّوْب (عجب محبوب کے حکم میں گم ہوتا ہے) ۛ

خاک کے از مردم بماند در جہاں وز وجود عاشقان خاکسترے
 (دنیا میں عام لوگوں سے خاک ہے لیکن خاکستر (راکھ) کا وجود تو عاشقوں کے وجود سے ہے)
 عاشق جب تک زندہ ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب جمال کے تفکر میں رہتا ہے تو فرحت و شادمانی ہوتی
 ہے اور جب جلال کے خیال میں ہوتا ہے تو نالہ و فریاد کرنے لگتا ہے۔ ۛ

مرا گوئی کہ سعدی چرا پریشانی خیال روئے تو ہر روز میکند بترم
 (مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ سعدی تم پریشان کیوں رہتے ہو؟ آپ کے چہرے کا تصور ہی مجھے ہر وقت پریشان رکھتا ہے)
 محبت ایک عظیم آگ ہے عاشقوں کا دل دکھتا ہوا آتش کدہ ہے اگر ایک سانس باہر کر دے تو سارا جہاں
 جل جائے اور اگر دم سادھ لے تو خود جل بھن کر خاکستر ہو جائے یقیناً آفتاب کے عاشق کے لئے راحت
 و آرام نہیں ہے۔ چنانچہ وہ بھی یہی کہتا ہے۔ ۛ

دَمِ در کُشم و جلدِ عنت نوش کنم تا از پس من یکس مانند غم تو
 (میں ایک سانس میں آپ کا سارا غم گھونٹ لیتا ہوں تاکہ میرے بعد آپ کے عشق کا غم کسی اور کے لئے رہ نہ جائے)
 سبحان اللہ! کیا یہی بلند ہے وہ ہمت جو اس مٹی اور پانی کے پتلے کے اندر رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ۛ
 آسمان و عرش و عنصر حیثیت پوست خاک الحق جملہ را مغزے نکوست

(آسمان، عرش، عناصر یہ سب کیا ہیں؟ پوست ہیں۔ خدا کی قسم خاک ہی ان سب کا بہترین مغز ہے) وَالسَّكَّامُ

مکتوب ۳۳

بلندی ہمت اور حصول استقامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاصی زاہد کے نام

”اتوا خویشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ“

(جب تک تو اپنی ہمتی کے ساتھ ہے تعدد ہے اور جب تیری ہمتی نیست ہوگئی تو احد ہی احد ہے) برا درغریز کا خط پڑھا، مضمون سے آگاہی ہوئی اطمینان رکھیں اور اپنے کام میں مردانہ وار لگے ہیں اس راہ میں جو مناظر سامنے آئیں یا آواز سننے میں آئے اس پر ذرہ برابر رغبت نہ کریں۔ مصرع ”مرالبان تو باید شکر چہ سود کند“ (مجھے تو آپ کے ہونٹوں کی مٹھاس چاہیے شکر سے مجھے کیا علادت لینی ہے) یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو ایک قطرہ پی کر مست و سرشار ہو جائے؟ سلطان العارفین نے جواب میں لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو دریا کا دریا گھونٹ جائے اور اس پر بھی اور ملے اور ملے کی فریاد کرتا رہے۔ ۵

قطرہ کو غرق دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

در محبت تا کے غیرے ماندت در درون کعبہ دیرے ماندت

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے لئے سوا خدا کے دونوں جہان دیوانگی ہے۔ محبت میں جب تک غیر کا وجود باقی ہے یوں مجھ کو کعبہ کے اندر بت خانہ باقی ہے۔) اے بھائی! صاحبان ہمت اور طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کو کون و مکاں آسودہ نہیں کر سکتے۔ دیکھنے اور سننے کی یہ چیزیں (کشف و کرامت) کیا حقیقت رکھتی ہیں جو چیز بھی سامنے آئے گی وہ نعمت ہی ہوگی منعم نہیں اور ایسا شخص جو منعم کو نعمت کے آگے بھلا دے وہ جھوٹا اور بت پرست ہے۔

با محبت در نگنجد ذرہ نیست مرد دوستی ہر غرہ

چوں نہ اندر دل از اغیار نام پردہ از محبوب بر خیزد تمام

(محبت میں ایک ذرہ کی گنجائش نہیں، گھنٹہ والا آدمی محبت کے لائق نہیں ہوتا جب دل میں اللہ کے سوا کسی چیز

کا نام و نشان نہیں رہتا تو محبوب سے سارے پردے اٹھ جاتے ہیں۔)

خبردار! ایسی چیزوں کی کوئی وقعت نظر میں نہ آنے پائے۔ ہمت بلند رکھیں کیونکہ بے ہمت طالبِ مرید کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس کام کا اصل مایہ دو چیز ہے۔ ایک ”ہمت“ دوسرے سائے جہاں کی طاعت و عبادت کے باوجود اور تمام کمالات کے ہوتے ہوئے ”افلاس“۔ اور جو شخص کسی کمال میں لپٹا یا کسی نعمت سے آلودہ ہو اور تنگ حوصلہ ہے، اسے مردوں میں شمار ہی نہیں کرتے اس کیلئے پیٹ کا دھندہ ہی بہتر ہے۔ اس کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ جیسا کہ کہا ہے

ہر کہ صاحبِ ہمت آید مرد شد، ہمچو خورشید از بلندی فرد شد
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمد است، گر گدائی میکند شاہ آمد است

(جو صاحبِ ہمت ہو اور ہی مرد ہو، آفتاب کی طرح بلندیِ ہمت سے فرد ہو گیا۔ وہ جو ہمت کے ذریعہ اس راہ میں آیا ہے اگرچہ گدائی کرتا ہے لیکن وہی بادشاہ ہے)

اے بھائی! طالب کی رٹ بس یہی ہوتی ہے اَمَّا مِلْكُ اَمَّا هِلَاكُ (یا مقصود پالینا یا ہلاک ہو جانا) اسکے علاوہ جو کچھ ہے اللہ اسے اپنے پیامیں رکھے خلاصہ یہ کہ اپنے معمولات میں چاق و چوبند رہیں، اسمیں خلل نہ آنے پائے۔ آپکے اپنے کاموں کے علاوہ جو کچھ ہے اسے بچوں کا کھیل تماشہ اور سونے والوں کا خواب سمجھیں۔ جیسا کہ کہا ہے

بچوں ہمہ یاد تو از مولیٰ بود، ہمچو محبِ نونت ہمہ لیلیٰ بود

(اگر تیرے ذکر میں صرف مولیٰ ہی مولیٰ رہ جائے۔ تو مجنوں کی طرح سارا جہاں تجھے لیلیٰ نظر آئے) جیسے ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ کچھ دنوں سے برادر عزیز کا کوئی خط نہیں آیا ہے، خوش نام اسی وقت آپکا خط لایا۔ خط میں جن باتوں کا تذکرہ ہے، میں اسطرح کی چیزوں کو پسند نہیں کرتا، لیکن خط آپکا ہے تو پڑھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اچھائیوں اور بُرائیوں کی اصلاح کی جائے اور برادر عزیز کو لازم ہے کہ کم و بیش جو بھی احوال ہوں وہ لکھا کریں اور راتِ ناپنے کام میں لگے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ راہ کھل جائیگی اور احدیت کا میدان سامنے آجائے گا اور اس کو کون مکان کی برادر عزیز کی نظریں کوئی قدر باقی نہیں رہ جائے گی چنانچہ ایک بلند ہمت کے سامنے کون و مکان کو پیش کیا تو انھوں نے فریاد شروع کر دی۔

من چہ خواہم کرد پیدا و نہاں بے تو اے جانِ جہاں جانِ جہاں
کعبۂ عشاق مولیٰ آمدہ است و آن مجنوں نقشِ لیلیٰ آمدہ است

(اے تمام جہاں کی جان اور اے تمام جاں کا جہاں میں آپ کے بغیر اس ظاہر و نہاں کو لے کر کیا کروں گا۔ عاشقوں کا قبہ تو اس کا مولیٰ ہوتا ہے مجنوں کا ہر لمحہ وقتِ لیلیٰ کے نقش میں لگا رہتا ہے)

جانتے ہو کیا ہے ؟ اٹھارہ ہزار عالم میں آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت کوئی گروہ پیدا نہیں ہوا اور اس اٹھارہ ہزار عالم میں کسی گروہ سے سوائے آدمی کے یہ نہیں کہا گیا وَتَفَخَّتْ فِیْهِ مِنْ دُورِجِی (اور میں نے پھونک دی اس میں اپنی روح) اور یہ ایک عظیم ترین راز ہے۔ کسی کا کلیجہ نہیں کہ وہ اس راز کو لکھ سکے۔ اسی کو کہا ہے ۔

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند درنکتہ دل بخو خود می کوشند
مے از کف دوست ہر نفس می نوشند سر میا بازند و سہر حق می پوشند
(تم جانتے ہو ارباب تصوف کیوں خاموش رہتے ہیں وہ دل کے اسی راز میں خود کو غرق رکھنے کا کوشش میں رہتے ہیں۔ دوست کے ہاتھ سے ہر دم شراب کا جام پیتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے) ہاں وہ ایک مرد تھا جس نے عشق کی مستی کے راز کو آشکارا کر دیا اس نے یہ کیا تو غیرت حق نے اسے دایر پر چڑھا دیا۔ اسی کو کہا ہے ۔

زہنار گوی بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار
دیدنی کہ بکر عشق رمزے علاج بگفت رفت بردار
(خبردار! مجمع عام میں عشق کے اسرار نہ بیان کرو اگر تم عاشق صادق ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ عشق کی مستی میں منصور نے ایک راز کھول دیا اور دایر پر چلے گئے۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری

مکتوب ۳۵

کلمہ طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام
برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے آگاہی ہوئی ہرگز کسی چیز کے ساتھ کسی طرح بھی ذرہ

برابر التفات نہ ہونے پائے دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں سامنے لا کر ڈال دی جائیں تو بھی گوشہ چشم سے اس کی طرف نہ دیکھیں ان سب کو اپنی راہ کابٹ جانیں اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں اس لیے کہ جتنی چیزیں لفظ کس کے تحت وجود میں آئی ہیں جب ان سب کی لا کے ذریعہ نفی ہو گئی تو۔
 اَلَا اللہ حاصل ہو گیا۔ اسی کو کہا ہے یہ

برنگیر دجہان عشق دوتی چہ حدیث است اس حدیث توئی
 چوں ترا بار داد بر در گاہ آرزو و محوہ اورا خواہ

(عشق کا عالم دوتی قبول نہیں کرتا اور بات کیا ہے، بات تو بس تو ہی تو ہے جب تیری پہنچ اس بارگاہ میں ہو گئی تو اور کوئی مراد نہ مانگ بلکہ اس سے خود اسی کو مانگ.....)
 آدمی جب گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو خلوت میں مختلف مناظر صورتیں اور آوازوں کا سامنے آنا ضروری ہے اس سے چارہ نہیں، لیکن چاہیے کہ ذرہ برابر اس کی طرف التفات نہ رہے بلکہ اپنے کام میں ہوشیار چاق و چوبند رہیں۔ نفس کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں اس سے بحث و مباحثہ میں مبتلا نہ ہوں کہ اس سے بحث میں کوئی حجت نہیں سکتا۔ اس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں فریاد کریں مدد مانگیں و کہیں یہ
 تو مراد دل و دلیری ہیں رو بہ خویش خواں و شیریں ہیں

(آپ میری دلہی کیجئے اور دلیری دیکھئے اپنی لوطی کہہ دیجئے اور پھر میری شیریں ملاحظہ کیجئے)
 اور ذکر میں ایسا مشغول و مستغرق ہو جائیں کہ نفس کا تھکنا اور اس کی بحث دخل انداز نہ ہو سکے۔

اے بھائی! حدیث نفس میں سخت بلا ہے خلوت نشینوں، گوشہ گروں کی ساری خرابی اسی نفس کے ہاتھ سے ہے۔ خود اہل علم و دانش اسے باعث ہلاکت کہتے ہیں۔ اگر جہلا کرامت کہتے ہیں تو کہہ لیں ہم نے ایسا ہی سنا ہے اور آج بھی ہم لوگوں کے زمانہ میں ایسا ہی کہا جاتا ہے اور یہ بلا (حدیث نفس) کسی صورت ٹلائے نہیں ٹلتی ہے سوائے غلبہ ذکر کے، ذکر جتنا اور جس قدر دل پر غالب ہوتا ہے یہ بلا اسی قدر کم ہوتی ہے۔ مرید کو چاہئے کہ ذکر میں ایسی پابندی و کوشش کرے کہ ذکر زبان سے دل میں اتر جائے اور قلب مطمئن پیدا ہو جائے تاکہ حدیث نفس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے اسی معنی میں کہا ہے یہ
 نیست کن ہر چہ راہ و راے بود تاملت خانہ خداے بود

(نام کشف و کرامات اور اس راہ کی ساری چیزیں دل سے منادے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)
 انشاء اللہ کشتود کار اور فتح یاب ہو گا دل چھوٹا نہ کریں شیطان کی باتوں سے دل نہ توڑیں جیسا کہ کہا ہے
 نوید مشور عالم خود در دائرہ چون دروں فتاوی

(جب تو نے خود کو اس دائرہ میں ڈال دیا ہے تو اپنے عالم کثود و فتوح سے ناامید نہ ہو)
 بھدا اللہ برا درغیر نے مردوں کی راہ میں قدم رکھا ہے بہت زیادہ شکر کریں مردانہ وار راہ طے
 کرتے چلیں اور دوسری ساری چیزوں کو پس پشت ڈالتے جائیں ۔ ۵
 فقر حقیقت از گم رہ کر دن است و زود عالم دست کو تہہ کردن است

(جانتے ہو فقر کیا ہے ۔ کھوئی ہوئی راہ میں چلنا فقر ہے اور دونوں جہاں سے اتمہ موڑ لینا فقر ہے)
 قطعہ : روح قدسی فدائے عشق تو بود عشق اور اتو را یگانا مطلب
 حاصل الامر گر بھی طلبی عشق راجز میان جاں مطلب
 (روح قدسی ، عشق پر فدا ہوتی ہے ، اس کے عشق کو تو یونہی مفت طلب نہ کر ۔ اگر تو کاموں کا
 حاصل چاہتا ہے تو عشق کو اپنی جان کے سوا اور کہیں نہ ڈھونڈ)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری



مکتوب ۳۶

دین کے کام میں کوشش اور اس میں دل تنگی کی ممانعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی زاہد ! واضح ہو
 خط ملا ۔ کاشف مضمون ہوا ۔ اس منزل میں ہرگز دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیئے ، تمام سختیوں اور
 بلاؤں کو برداشت کرنا چاہیئے ۔ جیسا کہ یہ شعر ہے ۔ ۵

راہ بے زحمت و تعب نبود ماہ بے عقدہ و ذنب نبود

(راستہ تکلیف و مشقت سے خالی نہیں ہوتا ۔ جیسے چاند بغیر ستارہ و ذنب کے نہیں رہتا ہے)
 اے بھائی ! بلا و سختیاں جس قدر زیادہ ہوتی ہیں نفس پر اتنا ہی زیادہ مجاہدہ کا بار پڑتا ہے

تاناگردی نقطہ درد اسے پسر کے توان گفتن تر امد اسے پسر

ہر کر اور دیدہ خود خار نیست باگل غیب خدائیش کار نیست

(اے لڑکے جب تک تو درد کا ایک نقطہ نہیں بن جاتا، اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہا جاسکتا ہے۔ جس کسی

کے اپنی آنکھ میں مشقت کا کانا نہیں چمکا ہے، اس کو خداوند تعالیٰ کے غیبی پھولوں سے کیا سروکار)

اور جتنا زیادہ مجاہدہ نفس ہوگا اتنا ہی زیادہ کام ہوگا۔ اپنے معمولات میں پختہ ہونا چاہیئے۔ یہ ایک

چلہ تو آپ کے نفس کی آزمائش کے لئے ہے کہ برادر عزیز کے نفس کی حد کہاں تک ہے وگرنہ یہ چلہ کیا

اسی کو کہا ہے۔ ۵

آزادکہ دہر بارش در عالم خود یارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید

(جس کسی کو اس کا محبوب اپنے عالم میں کسی عمل کے واسطہ کے بغیر باریابی دیدیتا ہے وہاں اعمال و مجاہدے کیا کام دیتے ہیں)

خلاصہ یہ کہ حوصلہ پست نہ ہونے پائے، دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیئے، سب کو برداشت کرنا ہے تاکہ نفس کی

حد معلوم ہو سکے اور اس جائزہ کے بعد اس کی حد کے مطابق کام کیا جائے۔ بہر حال جو بھی ہو اور جہاں تک ہو

اپنے استعداد اور صلاحیت کے اندازہ سے کام کیا جانا چاہیئے جس قدر استعداد زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ کام

ہو سکے گا۔ چنانچہ پیران طریقت مریدوں کو مجاہدہ کرنے کا جو حکم دیتے ہیں وہ اس کی استعداد کے مطابق دیا

کرتے ہیں۔ ۵

چوں تو مرد کار باشی روز و شب زود بکشاید در راہ طلب

(جب تو اس کام میں مردانہ داررات دن لگا ہوا ہے تو جلد ہی تیرے لئے راہ طلب کا دروازہ کھول دیا جائے گا)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف میزی

مکتوب ۳۷

نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام — آپ کا خط پہنچا، پڑھا، خاطر جمع رکھیں دل قوی کریں اور مردانہ وار

ہیں اللہ جل شانہ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔ فضل سے ساری مشکلیں آسان ہوتی ہیں کرم سے تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں یہاں کے کام بے علت ہوتے ہیں۔ اصحاب کہف کی کون سی طاعت و عبادت مکتی، ساحران فرعون کا کیا ریاضت و مجاہدہ تھا آن واحد میں اعلیٰ علیتین پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تمام بزرگوں کا قول ہے۔

گرچہ دولت دادنش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است

(حق سبحانہ تعالیٰ کا دولت عطا کرنا اگرچہ بے علت ہے پھر بھی اللہ کی عبادت کرتے رہنا صاحبان دولت کا کام ہے)

ہرگز دل نہ ٹوٹے کام میں لگے رہے کیونکہ کام میں لگے رہنا ہی اصل کام ہے۔

ہر کہ او خواہان درد کار نیست از درخت عشق برخوردار نیست

(جو اس کام کے درد کا خواہاں نہیں اسے عشق کے درخت سے پھل کھانے کا حق نہیں.....)

اے بھائی! خلوت میں جس قدر صفائی حاصل ہوتی ہے اسی قدر نفس کے عیوب اور چھپے ہوئے

بت و زنا نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ خود بہت بڑی چیز ہے یہ خوش قسمتیوں کی نشانی ہے کہ وہ ایک

ایسی نظر پالیتے ہیں جس سے اعمال کی برائیوں، نفس کی آفتوں، شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ ہو جاتے

ہیں جب مرید اس منزل میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات سے بچتا ہو جاتا ہے لیکن مرید کو اس مقام پر پہنچنے

کے لئے برسوں لگ جاتے ہیں۔ برادر غریب کا معاملہ جب اس کے فضل پر ہے تو پھر یہاں سال و ماہ کا کیا تذکرہ

طفل را در مہد پیغمبر کند وز ہمہ پیرانش بالغ ترکند

(بچے کو گہوارہ میں پیغامبر بنا دیتا ہے اور تمام کہنے پیروں سے بزرگ بالا کر دیتا ہے۔)

شام ہو رہی ہے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اس سے زیادہ لکھنے کا موقع نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دل

قوی رکھیں اس بات کا خیال رہے کہ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں اس لئے کہ بحث اصل کام سے ہٹا کر

دوسرے کام میں الجھانے والی چیز ہے۔ علمی معاملہ میں بحث و مباحثہ کو مستحسن کہا گیا ہے لیکن مرید کو ایک

دوسرا ہی کام درپیش ہے بحث و مباحثہ مرید کا کام نہیں ہے یہ اس کے لئے حجاب ہے۔ اسی کو کہا ہے

این علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند کے دل تیرہ را چو ماہ کند

(یہ سارے علوم عالم ظاہر کے ہیں۔ خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔)

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے۔ تاریک دل کو ماہ تاباں کہاں بناتا ہے.....)

بہت تاکید ہے اپنے کام میں مشغول رہیں، میری دلی توجہ آپ کی طرف ہے۔



والسلام

مکتوب ۳۸

حال و وقت کے مشاغل و رمال و زر کے اندیشہ کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد کے نام

برادر عزیز کا خط پہنچا مضمون سے آگاہی ہوئی

اے بھائی! قلبی اطمینان رکھو اس کے طالبوں کے لئے ہر شب شب قدر ہے اور ہر روز روز عید، ہر مہینہ ماہ رمضان ہے، تم اس کے موجد و سبب تمہارا ہے مَنْ لَّكَ الْمَوْلٰی فَلَهُ الْکُلُّ۔
وعدہ و وصل دیگر اں فردا وعدہ و وصل عاشقاں اکنوں

(وصل کا وعدہ اوروں کے لئے کل قیامت میں ہے، لیکن عاشقوں کے لئے وعدہ و وصل یہیں اور آج ہی ہے)

برادر عزیز کی یاد دل میں ہے اور ہر رات تذکرہ ہوتا ہے مجھ فقیر مفلس کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں
دُعَاءُ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ عَنْ أَحْيَدِ الْعَيْبِ لَا يَرُدُّ (ایک مسلمان کا دعا کرنا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے جب کہ غائبانہ کی جائے رد نہیں کی جاتی) یہ عبادت اور اس جیسی دوسری عبادتیں جو بزرگوں سے صادر ہوئی ہیں وہ سب کی سب محمود ہیں اور عاجزی و انکساری پر محمول ہیں چنانچہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور جب ہلال رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے یا ہلال اُدْعُونِی (اے ہلال میرے لئے دعا کرو) اسی مفہوم کو کہا ہے۔

(یقین میدان کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کر د شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے۔)

جس نے خود اپنے آپ کو دیکھا (سمجھا کہ میں کچھ ہوں) وہ خود ہیں ہے، خدا میں نہیں۔ اسی مقام میں کہا

ہست حق جز نیست نگر آید زاد ایں راہ نیستی باید

(حق تعالیٰ کی ہستی نیست کے سوا کچھ نہیں سو جھاتی۔ اس راہ کا تو شہ نیستی ہوتا ہے)

اور وہ جس نے خود کو دیکھا اور کہا اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (میں برتر ہوں اس سے) اگرچہ وہ معلم الملوک تھا۔

اس کے باوجود لعنت کا داغ اس کی پیشانی پر ڈال دیا گیا۔

ما تر ابودا تو در ذات است کعبہ اطاعت خرابات است
گر ز ذات تو بود تو دور است بیت کدہ از تو بیت معمور است

(جب تک تیری ہستی تیری ذات کے ساتھ ہے (خود بینی ہے) کعبہ تیری اس خود بینی کی عبادت سے خرابات بن گیا ہے
اور اگر تیری ذات میں خود بینی نہیں ہے تو پھر بیت کدہ بھی تیری ذات سے بیت معمور یعنی کعبہ بنا ہوا ہے۔)

والسلام

حقیر شرف مینری

مکتوب ۳۹

خاتمہ کے خوف اور اپنے افلاس میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام

در کوئے بیتاں رفت ہمہ عمر درینجا چون برہمن پیر بہ بیتخانہ بہاندم
(وائے حسرت بتوں کے کوچہ میں عمر گزر گئی۔ افسوس بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ میں پڑے رہے)
اے بھائی! ایسا شخص جو اپنے ماتم و مصیبت میں گرفتار ہو، جس کی حالت ایسی خراب و زار ہو کہ وہ
یکتا ہو۔

نمیدانم کرا نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من مسلم نہ من ہندو نہ من مرتد نہ بدکارم
(مجھے نہیں معلوم کیا ہوں اپنی سیرت تو ایسے کہ نہ مسلمان ہوں نہ ہندو نہ مرتد نہ بدکار ہوں)
وہ کسی کو کیا یاد کرے گا اور کسی سے کیا کہہ سکے گا اور کیا لکھے گا جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔
اے پرگنہ نگار ہمیشہ نظر خویش بر کردہ خود دار بہ پرہیز ز فرویش
جاں ریش کن از یاد جفا بائے گذشتہ وانگہ ز خجالت نکلی ریز بر آں ریش
(اے بوڑھے گنہگار ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھ، اس کے علاوہ سارے فردعات (یعنی گرے ہوئے کاموں) سے پرہیز کریں! لکھے
گناہوں کی یاد سے اپنی جان کو ریشہ ریشہ کر کے بزدل کر لے پھر ان گناہوں کی خجالت و شرم کے نمکدان سے ان زخموں پر نمک چھڑک دے)

اے بھائی! ہے تو ایسا ہی جیسا کہ آپ نے دل ماندگی و افسردگی کا اظہار کیا ہے یہ صرف آپ ہی نہیں ہیں بلکہ اس طرف کے اور بھی عزیزوں نے بے مرامی و دل ماندگی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف برادر عزیز ہی کا حال نہیں ہے، خود میری اپنی عمر بھی گزر گئی، موت پہنچ گئی، آخرت کا سفر درمیش ہے خوف و حیرانی طاری ہے کہ جس وقت ملک الموت آئیں گے اور وہ اللہ رب العزت سے پوچھیں گے اَللّٰہِی اَقْبِضْ رُوحَ هَذَا الْعَبْدِ بِالسَّعَادَةِ اَمْ بِالشَّقَاوَةِ (الہی اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر؟) کچھ خبر نہیں کہ اس وقت کیا جواب آئے گا اسی سے سمجھ لو جو اس حیرانی میں ہو وہ اپنے ہوش میں کب رہتا ہے۔ اسی کے بارے میں کہا ہے۔

زندہ ساقبت ندانم چسیت خواندہ خاتمت ندانم کیست
بدمانیک گشت چو پذیرفتی نیک ماگشت بد چو بگریفتی

(پتہ نہیں ازل میں کیا لکھا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم خاتمہ کس حال پر ہو گا۔ اگر آپ قبول کر لیں تو میری برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں اور اگر گرفت ہو جائے تو ساری نیکیاں برائی ہو جائیں۔)

اے بھائی! اس کام میں حد درجہ دشواری ہے، یہ ایسا آسان نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور سنی سنائی پر عمل کرتے ہیں۔

آفت کردار خود گر تو بہ بینی بدو محو کنی بیشکے قیمت و مقدار خود

(اگر تو اپنے اعمال کی آفتوں کو اپنے کردار میں دیکھتا ہے تو بیشک تو نے اپنی قدر و قیمت مٹا دی)

ایک عارف سے سکرات موت کے وقت لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہو تو فرمائیں کہ پیش کروں، فرمایا، ہاں ہے تو ایسے علم کی آرزو جس کے لئے وجود نہ ہو (ایسی مستی جس کی مستی نہ ہو) قطعہ

ہر کہ او ایس راز مشکل پئے برد گر بود صد جانفش یکجاں کے برد

ہر کہ درمیش ایس مشکل بود چوں تواند کرد گر صد دل بود

(بو شش اس مشکل مرحلہ میں پڑا ہوا ہو، ایک جان کیا سو جان بھی لگا دے تو کیا ہو سکتا ہے۔ جس کسی کو

یہ مشکل درمیش ہو وہ کیا کر سکتا ہے اگرچہ اس کے پاس سود دل ہو....)

اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لَوْ اَتَزِنُ اِيْمَانُ اِبْنِ بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمِّتِي لَرَجَحَ (اگر میں ابو بکر کے ایمان کا موازنہ اپنی امت کے ایمان کے ساتھ کروں تو یقیناً ابو بکر کے ایمان پچھلے گا) وہ کہتے تھے اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھا جاتیں اور جن کا مرتبہ اَتَامِدِ يَنْتَهُ الْعِلْمُ وَعَلَىٰ بَابِهَا (میں علم کا شہر اور علی اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے اے کاش میں اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتا۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے۔

کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تمانہ کردی کشتہ نفس کافر
کاشکہ ہرگز نہ بودے نام من تمانہ بودی جنبش و آرام من
(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرے نام کا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ کسی طرح کا کوئی فعل مجھ سے وجود میں نہ آتا۔)

یہ حضرات جو سارے عالم کے پیشوا اور دینِ مسلمانی کے سردار ہیں جب یہ کہیں تو وہ جو بُت خانہ میں پیدا ہو اب بت خانہ میں پلا اور بت کے آگے تمام عمر سجدہ میں پڑا رہا ہو وہ کیا کہے اور اس کا حال کیا ہو گا۔ اس بیچارہ کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

مُودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانی ہم
(تو کی راہ میں سجدہ کرتے ہوئے میری پیشانی گھس گئی۔ اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا)
اور ایک دوسرے بیچارہ نے کہا ہے۔

اے برہمن بارودہ رد کردہ اسلام را یا چو من گمراہ را در پیشِ بت ہم بار نیست
(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے یا کیا، مجھ جیسے گمراہ کو بت کے سامنے جانے کی بھی اجازت نہیں)
اے بھائی! یہاں کام بے علت ہے جس کو قبول کیا بے علت قبول کیا۔
ملک در دستِ شبانے میدہد منت آں بر جہانے می نہد
(سلطنت ایک چرواہے کو دے دی جاتی ہے، اور سارے جہان کو اس کا احسان مند بنا دیا جاتا ہے)
جس کو رد کرتے ہیں بے سبب و علت رد کرتے ہیں۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت میکند در گردنی
(سات سو ہزار سال عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)
جس طرح کسی کے لئے سارے عالم کے گناہ و سیہ کاریوں کے باوجود ناامیدی نہیں ہے اسی طرح تمام عالم کی طاعت و عبادت کے باوجود بے خوفی بھی نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

سر بسر گشتگاں در کار او تو چنیں آزاد از اسرار او
آخر از خواب آں بیدار شو یکدم اے مست ہوا ہشیار شو
(پریشاں حال لوگ منتقل اس کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور تو اس طرح اس کے کرشموں سے آزاد پھر رہا ہے)

نیند توڑ، خوابشات کے خواب سے بیدار ہو جا ۱۰ اے خواہشوں کے متوالے ایک دم ہوشیار ہو جا
اس کی مشیت کے پردہ میں کیا ہے اس کی کس کو خبر ہے کون جانتا ہے کہ مطلوبوں میں سے ہر اراوندے ہوئے

لوگوں میں معلم الملکوت کو گھنڈ تھا کہ میں مقربوں میں ہوں یکایک مشیت کا پردہ اٹھا اور ظاہر ہو گیا۔
 اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک) وہ مردود اپنے سر پر خاک
 اڑاتے ہوئے کہتا ہے۔

درد و عالم نیست از سرتاب پائے
 منہ برا بلیس لعنت کر دے
 یمنج جائے تا نکردم سجدہ جائے
 خوشن را شکر نعمت کر دے
 ناگہ سیلاب محنت در رسید
 پس شب خونی ز لعنت در رسید
 پائے تا سرین حسرت گشتہ ام
 در ہمہ آفاق عبرت گشتہ ام
 من چه دانستم کہ بیگانہ منم
 عاقل ایشانند و دیوانہ منم

(دونوں عالم میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدہ نہ کیا ہو۔ میں ابلیس پر لعنت بھیجا کرتا تھا اور اپنی نعمتوں کا شکرانہ
 ادا کیا کرتا تھا۔ اچانک مصیبت کا سیلاب پہنچ گیا اور پھر لعنت کی خونی رات بھی آ پہنچی اور میں سر سے پاؤں تک حیرت زدہ
 ہو گیا اور سارے جہان کے لئے عبرت بن گیا ہوں۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میں ہی غیر ہوں اور سب ہوش مند ہیں میں ہی دیوانہ ہوں)
 جب معاملہ اور حال ایسا ہو تو کسے راحت و سکون ہو اور نیند، بھوک، بلکہ عقل و ہوش کہاں برقرار رہ سکتا
 ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل امینؑ سے پوچھا اے بھائی
 جبریل ملکوتی عالم میں تم لوگوں کا کیا حال ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جب سے ہم میں کا ایک راندہ درگاہ ہوا
 ہے اس وقت سے ہم لوگوں میں کسی کو بھی راحت و سکون باقی نہیں ہے۔ اسی راز کو کہا ہے۔

گردیں دریا در آئی یکدے
 حیرتے جاں سوز بینی عالمے
 ہیبت اس راہ کارے مشکل است
 صد جہاں اس ہم پر خون لال است
 ہر کراؤ نزدیک ترجیراں تراست
 کار دوراں پارہ آساں تراست

(اگر تو اس دریا میں ایک لمحہ کے لئے بھی غوطہ کائے تو جان جلانے والی حیرت کا ایک عالم مشاہدہ کرے۔ اس راہ کی ہیبت
 ایک مشکل کام ہے، سینکڑوں جہان کے دل اس دہشت سے پر خون ہو رہے ہیں، جو جتنا زیادہ مقرب ہے وہ اتنا ہی
 زیادہ پریشان و حیران ہے ہاں جو اس سے دور ہیں ان کا کام ضرور کچھ آسان ہے۔)

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے ”جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے اس سے
 کہو کہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔ اس حدیث شریف کا اشارہ اسی جانب ہے اور اس بار میں مومن کے لئے
 اتنا ہی کافی ہے۔ اس جملہ کے لکھنے سے برادر عزیز کے دل کی تسلی و تسکین مقصود ہے۔ مجھے برادر عزیز کی قوت
 پر اعتماد ہے اس کے ساتھ اس خط کے مطالعہ سے مدد ملے گی، استقامت ہوگی، اور شیطانی وسوسوں کے دفع

کرنے میں قوت ہوگی۔ بار بار مطالعہ کریں۔ اور مکتوب کا ایک نسخہ نظام الدین غفرلہ کی والدہ کے پاس بھیجا۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۲۰

مَعْرِفَتِ خُداوند تعالیٰ میں اور عقل کا معرفت کی علت ہونے سے دور ہونا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین سنتوشی کے نام

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

ایک عزیز، دلوالی کے بزرگ زادہ تجارت کے لئے قصبہ سنتوش گئے تھے وہاں سے واپسی پر وہ اس دعا گو یعنی احمد یحییٰ منیری لقب بشرف کے پاس آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ میں مولانا کمال الدین مدر کے پاس گیا تھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ فلاں شخص (یعنی میں نے) علم طریقت میں مکتوب لکھے ہیں ان کے چند مکتوب ایک درویش یہاں لائے ہیں ان میں سے جو معرفت خداوند جل جلالہ میں ہے اس میں لکھا ہے کہ عقل معرفت کی علت نہیں ہے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور انکار کی طور پر اس کو مولانا بار بار دہراتے رہے جب میں نے ان سے یہ سنا تو کہا اللہ بہتر جانتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا کے خیال میں وہ ظاہر روایت ہوگی جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس روایت سے ایسا ہی معلوم بھی ہوتا ہے لیکن یہ روایت تاویل والی ہے جناب مولانا کی نظر سے اس کی وہ تاویل نہیں گذری ہوگی اور دانشوروں کو ایسا بہت ہوتا ہے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس عزیز نے پوچھا وہ روایت کون سی ہے۔ میں نے کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو روایت ہے وہ یہ ہے: لَوْ لَوْ تَبَيَّنَتْ لِّلّٰهِ سُرُؤْلًا لَّوَجَبَ عَلَى الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُهُ بِعُقُولِهِمْ (اگر نہ بھیجتا اللہ کسی کو جب بھی عقل والوں پر اس کی معرفت واجب ہوتی ان کی عقلوں کے سبب سے) اس روایت کی غلطی تاویل کی ہے یعنی لَوْجَبَ عَلَى الْعُقَلِ الْاِسْتِدْلَالُ بِالْاَيَاتِ عَلَى مَعْرِفَتِهِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالٰی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۙ یعنی

یعنی عقل معرفت کی علت نہیں

۱۔ مطبوعہ اور خطوط دیگر میں عنوان معرفت عقل ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ عقل والوں پر ان کی عقلوں کے سبب سے آیات کے ذریعہ اس کی معرفت پر استدلال واجب ہوتا ہے کہ نفس معرفت (عقل کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ ”ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول کو بھیج نہ دیں“ چنانچہ اگر صورت حال یہ ہو کہ کوئی عقل والا پہاڑ کی بلندیوں میں رہتا ہو اور آیات سے استدلال نہ کیا (یعنی احکام معلوم نہ کیا) تو آیات سے استدلال کا ترک کیا۔ ایمان سے اور کفر سے نا آشنا، خالی رہا اور مر گیا تو وہ شخص کل قیامت کے دن استدلال تلاش کے ترک کی وجہ سے ماخوذ ہو گا ایمان کے ترک یعنی ایمان نہ لانے کی وجہ سے نہیں۔ یہ تمام تقریر تمہیدات ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے اور تفسیر امام زاہد میں بھی سورہ عنکبوت کے تحت آئی ہے، اگر کوئی چاہے تو وہاں دیکھ لے۔ لیکن معتزلین کے نزدیک ترک ایمان کی وجہ سے ماخوذ ہو گا جس طرح اور دوسرے کفار (جو سطح زمین پر رہتے ہیں) کیونکہ ان کے نزدیک عقل معرفت کی علت ہے اور ایمان کا وجوب اسی عقل ہی سے ہے۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک عقل معرفت کی علت نہیں اور ایمان کا وجوب محض عقل سے نہیں ہے بلکہ **أَلَمْ يُوجِبْهُ اللَّهُ تَعَالَى وَالْعَقْلُ إِلَهُ التَّخْرِيفِ فَقَطْ** (موجب اللہ تعالیٰ ہے اور عقل محض پہچاننے کا آلہ ہے) اور وہ جو تمام عارفوں کے سرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرماتے ہیں **وَاللَّهُ لَوْلَا إِلَهُ مَا اهْتَدَيْنَا** (اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے) یہ نہیں سہرا یا کہ **لَوْلَا الْعَقْلُ مَا اهْتَدَيْنَا** اگر عقل نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

عقل بے کل آشنائی او بے خبر بود از خدائی او

نیت از راہ و ہم عقل و حواس بے خدایم کس خدائے شناس

(عقل اس کی مطا کردہ آشنائی کے سرے کے بغیر اس کی خدائی سے نا آشنا ہوتی۔ ہم عقل و حواس کے ذریعہ کوئی شخص خدا شناس مار نہیں سکتا) اسی سبب سے بزرگان قدس اللہ سرہ العزیز کے کلمات میں آتا ہے **سُبْحَانَ مَنْ عَزَّتْ مَعْرِفَتُهُ لَوْلَا تَعْرِيفُهُ** (پاک ہے وہ ذات جس کی معرفت بہت دشوار ہے اگر وہ اپنی معرفت نہ عطا فرمائے)۔

عقل کل یک سخن ز دفتر او نفس کل یک پیادہ بر در او

(عقل کل اس کے دفتر کا ایک لفظ ہے۔ نفس کل اس کے در پر ایک پیادہ ہے) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ

عنه نے اس بار میں فرمایا **سُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لَخَلْقِ سَبِيلًا إِلَى الْمَعْرِفَةِ إِلَّا بِالْعِزِّ عَنْ مَعْرِفَةِ**

اے میرے عزیز! یہ عاجز عقل خود کو نہیں جانتی کہ وہ کون ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے تو خداوند عزوجل کو بغیر اس کے بتائے ہوئے کیسے جان سکتی ہے کہ من عجز عن معرفتہ نفسہ فقد اجزى

ان یعجز من معرفتہ غیرک (جو خود اپنی پہچان سے عاجز ہو وہ بدرجہ اولیٰ دوسرے کی معرفت سے عاجز ہوگا)
اسی کو کہا ہے ۔

اے شدہ از شناخت خود عاجز کے شناسی خدائے راہرگز

چوں تو در علم خود زبوں باشی عارف کردگار چوں باشی

(اے وہ کہ تو خود اپنی پہچان و معرفت سے عاجز ہے خدا کو کب پہچان سکتا ہے جب تو اپنے علم میں زبوں حال ہے تو خدا کا عارف کیونکر ہو سکتا ہے) اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعہ پہچانا) اسی کو کہا ہے ۔

بخودش کس شناخت نتوانست ذات او ہم بد و تو اں دانست

باتفاقائے عقل و نفس و حواس کے تو اں بود کردگار شناس

(کوئی شخص اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا، اس کی ذات کو اسی کے ذریعہ پہچان سکتا ہے۔ عقل و نفس و حواس کے تقاضے کے باوجود خدا شناس کس طرح ہو سکتا ہے۔)

قسم ہے عقل معرفت کے حاصل کرنے کے لیے آلا اور سبب ہے اسی بنا پر معرفت کی اضافت عقل کی طرف جائز ہے چنانچہ معرفت کی اضافت عاقل کی طرف کرتے ہیں اور تم جان لو کہ اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو تمام عقل والوں کو معرفت میں برابر ہونا چاہیے۔ اور تمام لوگ بغیر دلیل و آیات کے خدا تک راہ پا لیتے۔ جب عقل میں مومن اور کافر برابر ہیں تو یہ کیوں ہے کہ مومن نے راہ پائی اور کافر نے نہیں۔ اکثر کافر ایسے ہیں جو ہزاروں مسلمانوں سے زیادہ عقل مند ہیں اور عالم کی تدبیر ایک ساعت میں کرتے ہیں لیکن خدا کی طرف راستہ ذرہ برابر نہیں پاتے۔ اور بہت سے مومن ایسے ہیں جن کو عقل سے زیادہ حصہ نہیں ملا ہے۔ دنیا کی تدبیر میں کوئی راہ نہیں جانتے لیکن معرفت حق میں موشگافیاں کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو ایسی چیزوں کے بار میں خبر دی ہے جن کو عقل نہیں ہے مگر وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَجَدْتَهُمَا وَتَمَجَّدَ سُبْحَانَ اللَّهِ

مِنْ دُونِ اللَّهِ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں) خداوند جلّ علّار نے ہمد کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ ہمد نے جناب سلیمان پیغمبر علیہ السلام سے کہا کہ میں نے یقیں اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ اگر پرندہ خدا کو نہ پہچانتا تو یہ کیونکر جانتا کہ کس کو سجدہ وہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ پرندوں کو عقل نہیں ہے اور اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو بے عقلوں کے لیے معرفت محال ہوتی اور اس معنی کی بہت ساری خبریں ہیں اور دوسرے یہ کہ خداوند

تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ وَمَنْ كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ (جو مرد تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) ایمان کے ذریعہ احیاء قلب کی اضافت اپنی طرف کی جس طرح جان کے ذریعہ احیاء نفس (ذات انسانی) کی نسبت کی ہے اور احیاء نفس بغیر جان کے محال ہے اس طرح احیاء قلب بغیر ایمان کے محال ہے۔ اور ایمان کے ذریعہ احیاء قلب، جان کے ذریعہ احیاء نفس سے برتر ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا اَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِالْإِسْلَامِ (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا) دوستوں کے حق میں شرح صدر کی اضافت اپنی جانب کی اور دشمنوں کے دل بند کر نیکی اضافت بھی اپنی طرف کی جیسا کہ کہا خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ (ہم نے لگا دی ان کے دلوں پر) اور جب کھولنے اور بند کرنے کی اضافت اپنی جانب کی تو یہ باطل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کھولنے والا یا بند کرنے والا ہو جیسا کہ کہا ہے۔

ہرگز انہود آن محض عطا است وانکہ را نمود از حکم قضا است

بیچ دل را بہ کُنہ اورہ نیست جان و عقل از کمالتش آگہ نیست

(جس کسی کو اس نے دکھلایا یہ اس کی عطا ہے اور جس کو نہیں دکھلایا وہ قضا کے حکم کے تحت ہے۔)

کسی دل کو اس کی کُنہ میں راہ نہیں ہے۔ عقل و جان اس کے کمال سے آگاہ نہیں ہے۔)

اے بھائی! اس کے کھولے ہوئے کو کون بند کر سکتا ہے اور اس کے بند کیے ہوئے کو کون کھول سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَىٰ اَمْرِهِ (اللہ تعالیٰ بندوں کے کاموں پر غالب ہے)۔

دل و عقل از جلال او خیرہ تن و جان از کمال او خیرہ

سست جولال ز عز و دانش دوہم تنگ میداں ز کُنہ و وصفش فہم

(دل اور عقل اس کے جلال سے دھند جان و تن اس کے کمال سے تیرہ و تاریک۔ اس کی عزت کی تلاش میں دوڑ

لگانے والے کی عقل اس کا دہم سب کند۔ اس کی کُنہ اور اس کے وصف سے میدان ہم تنگ ہے۔)

اور بعض دوسری خبروں میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حیوانوں کو چار چیزوں کا علم دیا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے بنانے والے کو جانتے ہیں اور اپنے دشمن کو پہچانتے ہیں اور اپنی روزی کو جانتے ہیں اور اپنے جوڑہ جفت کو پہچانتے ہیں اور اپنے گھونسلے کو جانتے ہیں۔ اور پانچواں علم وہ ہے جو خاص آدمیوں کے لیے ہے اور وہ علم موت کا ہے (یعنی مرنا ہے)۔

مکتوب کے پڑھنے والوں کے خیال سے مختصر کیا گیا امید ہے کہ اس مکتوب کے مطالعہ کے بعد کوئی کھٹک دل میں نہ رہے گی وَاللّٰهُ هَادِيَ الرِّشَادِ رَحِمَ اللّٰهُ مِنْ اَنْصَفِ۔

(اللہ سیدمی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں پر رحم فرمائے۔)

والسکندر
شرف منیری



مکتوب ۴۱

عشق میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین مذکور کے نام۔ شرف منیریؒ کا سلام و دعا پہنچے اور معلوم ہو۔ کاتب مکتوب کے بھانجہ زین الدین آئے انھوں نے تذکرہ کیا کہ وہاں عشق پر گشتگو ہو رہی تھی۔ اے بھائی جانو، عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے، اس معنی کی رو سے عشق کو فرض راہ قرار دیا گیا ہے۔ عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔

مجنون عشق را در گرامر و حالات است کاسلام دین لیلی و گمیر ضلالت است (عشق کے دیوانے کا یہاں دوسرا ہی عالم ہوتا ہے، لیلیٰ کا دین ہی اس کا اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے) کہتے ہیں عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ اسی بنا پر جو زیادہ دل جلا ہوتا وہ زیادہ عزیز ہوتا خاک کے از مردم نماند در جہاں و ز وجود عاشقاں خاک ترے (اس دنیا میں آدمی مٹی ہو جاتا ہے۔ لیکن عاشقوں کے دم سے خاک تر کا وجود ہے)

اسی کو کہا ہے العشق هو الطريق والردیۃ هو الجنة والفراق هو النار والعذاب (عشق راہ ہے محبوب کا دیدار جنت ہے جدائی دوزخ ہے اور اس کا عذاب ہے) اسی راز کو کہا ہے

آنا کہ ز جام عشق مستند مخمور ز بادہ استند
از مستی خود جو نیست گشتند در عالم عشق دوست ہستند
چوں محرم راز عشق گشتند از عشوہ امتحان بگشتند

(وہ لوگ جو عشق کے جام سے مست ہیں اُلت پر یکم کی شراب کے نشہ میں مدہوش و سرشار ہیں۔ جب اپنے وجود و مستی سے

نیت : بچے ہیں تو جہان عشق میں وہ دوست ہو گئے ہیں۔ چونکہ وہ عشق کے راز کے محرم ہیں اس لئے امتحان ناز و ادائے معشوقانہ کے طلبگار ہو گئے ہیں۔

پیغامبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا اور چاندی نہیں ہوتی ان کی دولت جو بھی تھی وہ ان سوختہ دلوں کو ورثہ میں ملی اور یہ دل جلے آج بھی اپنی اس وراثت پہ نازاں ہیں۔

معاشرتی مونس و ہمنمائے ماست غمہائے ہمہ یک جرمہ ز پیمانہ ماست
از عقل فرو گذر کہ در عالم عشق اونیز غلام دل دیوانہ ماست

(جب تک یہ عشق ہمارا انہیں جان اور ہمارے خانہ دل کا ہمان ہے سارے جہان کا غم ہمارے پیمانہ کے لیے ایک چلو ہے۔ عقل کا کیا تذکرہ اسے چھوڑ، عشق کے عالم میں یہ عقل تو خود ہمارے اس دیوانہ دل کا غلام ہے) کہتے ہیں، عشق ایک ایسی آگ ہے جہاں کہیں پہنچ جائے اسے جلا ڈالے۔ عاشقوں کا دل سجا یا دکھا ہوا آتش کدہ ہے اس کی ایک چنگاری بھی اگر باہر آجائے تو کون و مکان کو جلا کر خاکستر کر دے چنانچہ کہتے ہیں کہ سارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے دیا جائے گا اور خود دوزخ کو اپنے عاشقوں کے دل کی آگ سے عذاب دیں گے اگرچہ ان ظاہر بینوں اور اہل صورت کو یہ محال معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے

تا نیاید درد ایں کارت پدید قصہ ایں درد نتوانی شنید
شرح دادن حال عاشق جاوداں از عبارت برتر است دازیریاں

(جب تک تجھ میں اس عشق کا درد پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک اس درد کا بیان تو نہیں سن سکتا ہے۔ زندہ جاوید عاشقوں کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالا تر ہے۔)

چنانچہ اسی مقام سے ایک بزرگ نے حالت سکر میں مناجات کی ہے۔ الہی ! مجھے اپنے کرم سے چھوڑ دیجئے کہ میں دوزخ میں چلا جاؤں اور آپ کے تمام بیگانوں کو دہاں سے بھگا دوں کہ وہ چھٹکارا یا تباہ

ایں سخن گر عاقلے گوید خطاست لیک از دیوانہ و عاشق رواست

ہر کہ او شوریدہ چوں دریا بود ہرچہ گوید از سر سودا بود

چوں گستاخی رود ز ایشاں سخن مرد چوں دیوانہ باشد رد کن

(اسی بات کو اگر کوئی صاحب عقل کہے تو خطا ہے لیکن ان دیوانوں اور عاشقوں کے لیے جائز ہے اور جو سمندر کی طرح ہمیشہ جوار بھٹاتا میں ہو ایسا شخص جو بھی کہتا ہے اس کی باتیں دیوانگی کی رو سے ہوتی ہیں۔ ان لوگوں سے گستاخی کی جو باتیں ہو جاتی ہیں چوں کہ وہ دیوانے ہیں اس لیے انہیں رد نہیں کرنا چاہیے۔)

اور ہاں تمام دریا کا پانی ان کی اس باطنی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کے تمام پانی آگ ہو جائیں،
اور یہ تمام ظاہری آگ ان کے باطن کی آگ کی بھٹی بن جائے جیسا کہ کسی ایک دیوانہ نے کہا ہے۔

آنکس کہ دلش محرم اسرار نباشد با عشق و رادرد و جہاں کار نباشد

ورزید بود مبر و محراب در عشق بجز بادہ و زنا نباشد

بردار بود بار اگر عاشق فردی ورنہ بنشین بار ز گرفتار نباشد

(ایسا شخص جس کا دل اسرار کا محرم نہیں اس کو دونوں جہاں میں عشق سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ مبر و محراب حقیقتاً زہر ہیں
ہوتے ہیں۔ عشق میں تو شراب و زنا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر تم کیسا دیوانہ عاشق ہو تو تمہاری باریابی سولی پر ہے اور
اگر ایسا نہیں تو جاؤ کہیں آرام سے بیٹھو، یہ رسائی باتوں سے نہیں ہوتی ہے)

اے بھائی! اگر ہو سکے تو آج ہی عشق کا ایک ذرہ حاصل کر لو کہ عاشقی کی یہی صفتیں تمہارے ساتھ
قبر میں جائیں گی یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتى اللہ بقلب سلیم ط (جس دن کمال اولاد
نفع نہ دیں گے مگر وہ جو قلب سلیم لے کر آیا ہے)۔

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(آپ کی زلف کا ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں تاکہ قیامت کے دن میرے سر پر سایہ کرے)
اور یہ تمہیں اس وقت میسر ہو گا جب اپنے دل کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے ان سب سے خالی
کر لو۔ اگرچہ بہشت نعمتوں اور آرائش و زیبائش سے بھری ہوئی ہے اس سے بھی دل کو خالی کر لو۔ صر
"یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست" (گھر میں ساز و سامان ہی رہے یا دوست کی یاد)
دل جو اللہ کا گھر ہے جب وہ غیر کے نقش و نگار سے پاک ہو گیا تو دوسروں کے لئے جس نعمت کا کل کا وعدہ
ہے انھیں آج ہی یہاں حاصل ہو گیا۔

ہر کراں آفتاب اینجا بتافت آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(آج جس کے دل پر یہیں آفتاب تاباں ہو گیا تو دولت دیدار کا وعدہ جو دہاں کے لئے ہے وہ یہیں انھیں مل گیا۔)
اس کے لئے چشم بنیا ہونا چاہئے تاکہ وہ مشاہدہ کرے دنیا داروں اور شہوت پرستوں کو یہ آنکھ کہاں ہوتی ہے
اسی کو کہا ہے۔

دیدہ بنیاست جاں را زاد راہ از خدائے خویش دایم دیدہ خواہ

(بصیرت والی آنکھ ہی جان کے لئے توشہ راہ ہے۔ اپنے خدا سے ہمیشہ دیدہ بینا کی طلب کرو۔)

اس بار میں اصل کام غیر اللہ سے دل کا پاک کرنا ہے اور جو تم نے سنا ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کا میلان ایک ذرا فرزند اسمعیل علیہ السلام کی طرف ہوا تو خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو قربان کر دو اور جب بیٹے کی محبت دل سے نکال دی تو فرمان آیا مجھے اس چھوٹے سے بیگناہ کے ذبح سے کوئی غرض نہ تھی میرا مقصد تو آپ کے دل سے غیر کی محبت قطع کرنا تھا جب آپ کا دل پاک ہو گیا تو اس بچے کو چھوڑ دیجئے ۔

روزانہ شاہنشاہ شہزادہ ام درکارت باہر کہ بسازی شکم بازارت

(ہم تو رات دن تمہاری کار سازی میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے سوا کسی سے تم نے لگاؤ رکھا تو ہم تمہاری ساکھ مٹا دیں گے) عاشق غیور ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کو غیر کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتا اور غیرت کی کمی بیشی محبت کی زیادتی و کمی کے اندازہ سے ہوتی ہے محبت جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی زیادہ غیرت ہوگی۔ اسی کو کہا ہے ۔

کو گرداں خلق را در رستخیز پس مرا جاوید چشتی بخش تیز
تاناہ بند یح کس جز من ترا تا تو انم دید بے دشمن ترا

(قیامت میں تمام لوگوں کو اندھا بنا دیجئے، پھر مجھے ہمیشہ کی تیز نگاہی عطا فرمائیے تاکہ آپ کا جمال جہاں آرامے سوا کوئی اور نہ دیکھے یہاں تک کہ میں آپ کو قہموں کی نگاہوں سے آزاد و اچھل دیکھوں۔)

ہر وہ دل جس میں اللہ کے سوا کسی چیز نے گھر کر لیا وہ دیران ہے اور دیران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق نہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ گندے پاؤں سے اُمر او ملوک کے فرش پر نہیں جاسکتے تو گندے اور ناپاک دل کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی قربت کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے ۔

با محبت در نگینہ ذرہ نیت مردے دوستی ہر غرہ

(محبت میں ایک ذرہ کی بھی گنجائش نہیں، معصوم آدمی محبت کے لائق نہیں ہوتا)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ (صورت اور ظاہری اعمال اس

بارگاہ پاک میں نہیں دیکھے جاتے ہاں وہ لطیف جے دل کہتے ہیں دیکھا جاتا ہے اور نیتیں دیکھیں جاتی ہیں) ۔

تو بگو ہر درائے دو جہانی چہ کم قدر خود مخی دانی

(تو دونوں جہاں کے مرتبہ سے بلند ایک ہوتی ہے۔ افسوس تو خود اپنی قدر نہیں جانتا)

اسی جیسے کہتے ہیں کہ جب آدمی طریقت میں آشنا ہو جاتا ہے تو اس کی شروانی ہی کو عبا کا رتبہ دیا جاتا ہے ۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیت کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

(پیران طریقت کی مراد ظاہری لباس سے نہیں ہے۔ کسی صاحب دولت کی خدمت کے لئے کمر باندھ لو اور صوفی ہو جاؤ)

یقین کے ساتھ دل نشیں کر لو کہ آج جس چیز کے ساتھ تمہارے دل کا لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز تمہارے

سامنے آئے گی۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہرچہ در دنیا خیالت آن بود تا ابد راہ وصال آن بود

(دنیا میں جو چیز تیرے خیال میں رہی ہے، ابد تک تیرے لئے اسی کے وصل کی راہ ملتی رہے گی) چنانچہ آج اگر کسی کے دل میں دنیا ہی ہوئی ہے تو اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کو ایک شکل دے کر اس کی نگاہوں کے سامنے لے آئیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل جنت کے حور و قصور و شراب و طہور میں لگا ہوا ہے تو مرنے کے بعد بہشت کو آراستہ کر کے اس کی نظروں کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل خداوند جل جلالہ کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا مطلوب و مقصود حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو اسی موت کے ذریعہ درمیان سے پردہ اٹھا دیں گے اور اپنے جمال جہاں آرا کی تجلی اس پر فرمائیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔

تا بہشت و دوزخ ت در رہ بود جان تو زیں راز کے آگہ بود

چوں ازیں ہر دو بروں آئی تمام صبح ایں دولت بروں آید ز شام

(جب تک اس راہ میں بہشت و دوزخ کا خیال تجھے ہے تیری جان اس راز سے کب آگاہ ہو سکتی ہے اور

جب ان دونوں سے تو پورے طور پر فارغ ہو گیا تو اس دولت کی صبح، شام ہی سے نمودار ہو گئی)

دین ماروے جہاں آں بت عاجزانہ است کفر ما آں ابرو و زلف سیہ ترکانہ است

از جہاں خدا و خالش عقل مادیوانہ است دوز شراب عشقش ایں ہر دو بھی پیما است

روح ما چوں آن تست قلب بتجانہ است ہر کراہلت نہ این ست او ز مایگانہ است

(ہمارا دین اس سفید فام بت کے چہرہ کا حسن ہے ہمارا کفر اس کی کال بھویں اور سیاہ معشوقانہ زلفیں ہیں۔ اس کے

خند و خال کے حسن و جمال سے ہماری عقل دیوانہ ہے اس کے عشق کی شراب سے بھرا ہوا یہی خند و خال ہمارے لئے

پیما ہے۔ ہماری روح جب آپ کی آن ہے تو ہمارا دل بت خانہ ہے اور جس کا یہ دین و مذہب نہیں وہ غیر ادریگانہ ہے)

اس آیتہ کی تفسیر میں کہا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ

آدمی کی تقسیم تین طور پر کی گئی ہے۔ ایک ظالم، دوسرے مقتصد، تیسرے سابق بالخیرات۔ ظالم وہ ہے کہ

خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہو اور یہ ہلاکت محض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے یہ

خرچ کردی برائے نان جاں را در پئے تن بدادی ایماں را

(روٹی کے حصول میں تو نے جان گنوا دی۔ اور اس تن پروری کے لئے ایمان کی دولت بھی لٹا دی۔)

۱۔ قبل دندان جیسا سفید فام

اور مقصود وہ ہے کہ خدا کی عبادت تو کرتا ہے لیکن اس کا مقصود جنت کے محلات اور وہاں کی حوریں ہوتی ہیں۔ اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ مرتبہ بہت بلند ہے لیکن بہشت میں جو چیزیں بنائی گئی ہیں وہ حواس کی لذتوں کا حصہ ہیں اور اس میں جانوران بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ تو ہم لوگ جو خلاصہ موجودات ہیں اور منظر سر ربوبیت ہیں ان کا شرکت بہائم کی پستی میں آنا ہے اور جس چیز میں بہائم کی شرکت ہو سکتی ہے وہ خسیت (ادنیٰ) ہوگی ہمت (اعلیٰ) نہیں ہوگی۔

ایجاں بود قدرے مردوزخ و جنت را باشند حجاب ما آہنا کہ تو میدانی

(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں۔ یہ سب ہمارے لئے حجاب ہیں جسے تم جانتے ہو) اور سابق بالخیرات وہ ہے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مطلوب و مقصود ذات پاک حق سبحانہ تعالیٰ ہوتا ہے اور بس۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور ان کا دین ہی دوسرا ہے وہ یہی ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

عالم شہ را و خسرو و خاقان را تسبیح فرشتہ را صفا انسان را
دوزخ بدر بہشت مر نیکان را جانان مارا و جان ما جانان را

(جہان یعنی دنیا خسرو و خاقان اور بادشاہ کے لئے ہے۔ تسبیح فرشتہ کے لیے صفا انسان کے لیے دوزخ بروں کے لیے جنت نیکوں کے لیے لیکن محبوب میرے لیے اور میری جان محبوب کے لیے ہے۔)

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۴۲

مُحِبِّانِ خداوند تعالیٰ سے محبت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین مذکور کے نام
آپ کا خط کاتب مکتوب کے بھانجے زین الدین لائے میں نے پڑھا۔ تذکرہ ذوق و شوق ملاقات محبت کے لوازم اور عشق کے نتیجے میں سے ہے۔ تمام محبتیں کے دل اسی سے کباب ہیں اور تمام مشاقوں

کی جان اسی کی خراب کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہی مشتاقوں میں سے کسی کا قول ہے یکنون شوق علی قدر المحبۃ (اشتیاق اسی درجہ ہوگا جس قدر محبت ہوگی)۔

ہر دل کہ بعشق مبتلا شد کان غم و محنت و بلا شد
بیگنا شد از نشاط آن دل گویا غم عشق آشنا شد

(ہر وہ دل جو عشق میں مبتلا ہو اور نہ غم اور بلا کا معدن بن گیا۔ جو دل غم عشق سے آشنا ہو جاتا ہے، وہ نشاط و شادمانی سے بیگناہ ہوتا ہے) بے انتہا شکرانہ اپنے اوپر واجب کر لو اور ان اقدار کو آخرت کی سعادت جانو۔ ان مجبان خدا کی محبت اور ان مشتاقان حق سبحانہ تعالیٰ کا اشتیاق معمولی دولت نہیں ہے۔ ہر شخص کا دل اس نعمت کے لائق نہیں ہوتا ہے۔

در کوئے عشق بادہ بہ ابرار کے دہند وز جام شوق جرعه بہ اغیار کے دہند
واں خلعتی کہ بہر خواص است عام را بے دار عشق بر سر بازار کے دہند

عشق کے کہچہ میں یہ شراب ابراروں کے ساتھ کہاں کسی کو ملتی ہے، اشتیاق کے اس جام سے غیروں کو ایک چٹو بھی نہیں دیتے ہیں، وہ خلعت خاص جو خواص کے لیے مخصوص ہے، عشق کی سولی کے بغیر عوام کو سر بازار کب دیتے ہیں) اور وہ جو دونوں جہاں کے سردار نولاٹ لہا خلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیر نہ کرتے) کے تاجدار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روزانہ کی دعا تھی: اَللّٰهُمَّ اَحْيِيْ مِسْكِيْنَ وَمَيِّتِيْ مِسْكِيْنَ (اے اللہ مجھے زندہ رکھیے مسکینوں کے ساتھ اور مجھے لے جائیے مسکینوں کے ساتھ) اور میرا حشر فرمائیے مسکینوں کے زمرہ میں) سبحان اللہ، اگر فرماتے کہ ان مسکینوں کو حیات و ممات میں میرا ساتھ لکھئے اور ان کا حشر میرے ساتھ کیجیے تو یہ خود ایک ایسی عظیم دولت ہوتی کہ جس کا ٹکڑا نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیا ہے جو فرما رہے ہیں اے میرے اللہ محمدؐ کو حیات و ممات میں مسکینوں کے ساتھ رکھیے اور میرا حشر مسکینوں کے ساتھ کیجیے۔ اسی سے جانتا چاہیے کہ یہ مسکین کس درجہ کے لوگ ہیں اور ان سے محبت کرنا کس قدر عظیم دولت ہے کہ اگر جان و دل دے کر بھی یہ دولت میرے آئے تو یہ جان و دل فدا نہ جائے۔ (نفع ہی نفع ہے نقصان نہیں)

جاں را چہ کنم فدا بہ خاکست جاں را چو بہ نزد تو خطر نیست
در صومعہ زان نشست عابد کو راز جہاں تو خبر نیست

(اس جان کو کیا آپ کی خاک پر قربان کر دوں، جان کی آپ کے نزدیک کیا قدر و قیمت ہے۔ یہ عابد قنات خانہ میں اس لیے جو بیٹھا ہے کہ یہ آپ کے من سے بے خیر ہے۔)

اے بھائی! ان مجاہدین خدا اور شتاقانِ جلّ علا سے جس قدر محبت رکھتے ہو، مبارک ہو۔
رات دن جان و دل زن و فرزند سب صدقہ کر کے اسی محبت کے زیادہ ہونے کی طلب کرو اور انکی
اس محبت میں صادق رہو محض دعویٰ کرنے والے نہ بنو کیونکہ ان مجاہدین خدا اور شتاقانِ بارالہ سے
محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اور عقیدہ اس پر رکھو۔

گرنیک آیم مرا از ایشان گیرند و ربد باشم مرا بدیشاں بخشند

(اگر ہم نیک ہیں تو ان لوگوں میں شمار کر لیے جائیں گے اور اگر برے ہیں تو ان کے طفیل بخش دیئے جائیں گے)
اور جب کہ محبت کے قانون کے تحت ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ اگرچہ دونوں میں مشرق و مغرب
کی دوری ہو تو کوئی خوف نہیں اس لیے کہ لا بعد مع الحبۃ (محبت میں بُعد مسافت نہیں) ابوالحسن خرقانی
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس بار میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے کہ کل قیامت کے دن دیدارِ رویت
ہوگی کہ نہیں؟ ابوالحسن تو سودا نقد بیچتا ہے، اس کے لیے محال ہے کہ وہ ادھار بیچے۔ الانتظار موت
الاحمد (انتظارِ سرخ موت ہے)۔

ہر کرا این آفتاب اینجا بتافت آنچه آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس شخص پر وہ آفتاب حقیقت یہاں طلوع ہو گیا۔ جس دیدار کا وعدہ دہاں کے لیے ہے اس نے آج ہی یہاں پالیا)
مجاہدین خدا کے لیے وَهُوَ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے) کا کلمہ سونہرے فردوس کا حصول ہے۔

در جان منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کے رو سے آپ میری جان کے اندر ہیں جب میں نے آپ کو پالیا تو پھر تلاش کیا کروں) اور ایک شعر سنو۔

ممود بخاک شد ہنوزش دل سوئے کرشمہ ایاز است

(ممود قبر میں جا کر خاک ہو گیا لیکن ابھی تک اس کا دل ایاز کی اداؤں کی سمت لگا ہوا ہے)

ایک دفعہ ایک اعرابی مدینہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیحد محبوب رکھتا ہوں اور میرا
مسکن مدینہ سے بہت دور ہے ہمارے بارگاہ میں کیا حکم ہوتا ہے؟ ارشاد ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ
یعنی ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے محبت کے قانون کے تحت۔ اگرچہ اپنے تن و بدن سے کتنا
ہی دور ہو۔ کہتے ہیں کہ جب سے اسلام ظہور پذیر ہوا ہے اس وقت سے کبھی بھی ایسی خوشی مومنوں
کو نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس حدیث شریف کے سننے سے پیدا ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام
سوختگانِ آتش محبت آج اسی حدیث شریف کے سہارے زندہ ہیں۔

ہر کہ اینجا آشنائی یافت او زان تجلی روشنائی یافت او

ہر کہ در مہر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد
(جس نے آج یہاں آشنائی پالی اس تجل سے اس نے نور بصیرت پالیا۔ اور جو راز محبت کا بندہ ہو گیا،
وہ ابدی محرم اور زندہ جاوید بن گیا)

اور پیروں سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بالکل قریب پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اسی اعتبار سے کہا ہے وَلَا قَرْبَ مَعَ الْبَعْدِ (عدوت میں قربت نہیں ہے)۔ اسی معنی کا راز ہے۔ اور بہت سارے لوگ وہ ہیں جو مغرب و مشرق میں ہیں لیکن وہ ہمارے ہم زانو اور قریب ہیں۔ یہی بات ہے کہ وَلَا بَعْدَ مَعَ الْمَحَبَّةِ (محبت میں دوری نہیں) کا یہی راز ہے۔ ایک دفعہ مجنوں سے لوگوں نے کہا لیلیٰ آئی ہے مجنوں نے سر گریباں میں ڈال لیا اور کہا لیلیٰ تو میرے ساتھ ہے اور میں لیلیٰ کے ساتھ ہوں تو دوری علیحدہ اور الگ ہونے میں ہوتی ہے اور محبوب محب سے اور محب محبوب سے غائب نہیں رہتا۔

صد ہزاراں شور گر پیدا کند اہل عرب باک بنو دچوں دل لیلیٰ است با مجنوں کیے
(عرب والے لاکھوں ہنگامے برپا کریں کوئی ڈر نہیں جب کہ لیلیٰ کا دل مجنوں کے ساتھ ہے یعنی دونوں کے دل ایک ہو جائیں)
اگر کوئی انکاری یہاں سوال کرے کہ جب ایسا ہے تو یہ شوق و اشتیاق کیا ہے؟ اس کا مدلل جواب یہ ہے کہ محب کو جس قدر محبوب کا دیدار حاصل ہوتا ہے اسی قدر اس کی تشنگی و اشتیاق تیز تر ہوتی ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے گویا دیکھا ہی نہیں۔ محبت کی شراب اور عشق کی لذت کا یہی دستور ہے۔ کیا یہ شعر تم نے نہیں سنا۔

جمال در نظر و شوق ہمچنان باقی گدا اگر سہ عالم بدو دہند گداست
(محبوب کا جمال آنکھوں میں اور شوق دیدار اسی طرح باقی ہے، بھکاری کو اگر سارا جہاں دیدیں پھر بھی بھکاری بھکاری ہی ہے گا)
کہتے ہیں کل جب دیدار کی گھڑی آئے گی تو ہر شخص کو معلوم ہو گا کہ تنہا ہی دیکھ رہا ہے اگر وہ یہ جان لے کہ میرے علاوہ بھی کوئی اور دیکھ رہا ہے تو اسے ایسا دکھ ہو کہ یہ لذت یافت ختم ہو جائے۔ تمام بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانے میں خوشی ہوتی ہے لیکن محبوب کے دیدار میں کسی شخص کی شرکت گوارہ نہیں ہے۔ محب کو خود اپنے دل اور دیدہ سے بھی غیرت ہوتی ہے، چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

از رشک تو میکشم دل در دیدہ خویش تا اینت نہ بیند و نہ آں دار دوست
(رشک کی بنا پر اپنے دیدہ و دل کو آپ کی جانب سے ہٹا لیتا ہوں تاکہ یہ آپ کو نہ دیکھے اور آپ سے محبت نہ کرنے لگے)
جب ان عاشقوں کا یہ حال ہوتا ہے تو کسی اور کے ساتھ دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی غلبہ حال میں ایک درویش

نے دعا کی خداوند قیامت کے دن سب کو اندھا اٹھائیے تاکہ میرے سوا کوئی اور آپ کو نہ دیکھے۔ اور دوسرے وقت کہا خداوند مجھے قیامت میں اندھا اٹھائے تاکہ ہماری یہ آنکھ بھی آپ کو نہ دیکھے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ۷

آنچه فارغ را بگوید بے دلی کے تو اندگفت ہرگز عاقلے

(کسی بے فکر و آسودہ حال کوئی دیوانہ جو کچھ کہہ دے وہ کوئی صاحب عقل کیونکر کہہ سکتا ہے)

وہ ملاقات جو جدائی کے بعد ہوگی اور اس کے بعد پھر جدائی کا سامنا ہوگا تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار؟ بلکہ الفراق اشد من الموت یعنی ایسی جدائی ہوگی جو موت سے زیادہ سخت ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (دیدار کی لذت میں) جس طرح باطن کا حصہ ہے اسی طرح ظاہر کا بھی جب کسی شخص کو کسی کی لقا حاصل ہوتی ہے تو ظاہر بھی اپنا حصہ پاتا ہے اور باطن بھی۔ دیدار کی لذت ظاہر و باطن میں پورے طور پر ہوتی ہے اور یہ کمال کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ۷

مردہ کہنہ رادم عیسیٰ نو حیاتی بہر سخن بخشد

(جناب عیسیٰ علیہ السلام کی میمانفسی وہ ہے کہ پرانے مردہ کو ان کی ہر بات نئی زندگی عطا کرتی ہے)

اور اگر کسی کو ناجائز ہی محبت رہی ہو تو اسے اس کا ذوق و مزہ معلوم ہو چکا ہے، اسے اس ذوق کو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جتنی چیزوں کا تعلق ذوقیات، لطف و مزہ سے ہے اس کے لیے یہ اصل ہے کہ مَنْ لَمَّا يَذُقْ لَمَّا يَذُقْ (جس نے چکھا ہی نہیں وہ مزہ کو کیا مانے) اسی کو کہا ہے۔ ۷

چوں تو خود آنجا رسی بینی ہمہ حل شود دنیاوی و دینی ہمہ

گر شود ایں درد دامن گیر تو پس بود ایں درد دایم پیر تو

(جس وقت تم دامن پہنچ گئے سب کچھ دیکھ لو گے تمام مشکلیں دینی ہوں یا دنیاوی سب حل ہو جائیں گی، اگر یہ درد تمہیں دامن گیر ہو جائے تو یہی تمہاری رہبری کے لیے ہمیشہ کافی ہے)

اگر کم عمر بچہ بادشاہی کے ذوق و مزہ کو نہیں جانتا تو اس میں تعجب کیا ہے اور اگر مادر زاد نامرد جماع کی لذت کا منکر ہو تو تعجب کیوں؟ اگر ان لوگوں کے سامنے اس ذوق و مزہ کو سو طرح بیان کریں تو کیا فائدہ ہوگا۔

مورار شکر نہ چنید گو مجھیں کورار گوہر نہ بیند گو نہیں

(چونٹی اگر شکر نہیں چیتی ہے تو کہہ دینے اور اندھا اگر جوابات نہیں دیکھتا تو کہہ دینے دیکھے)

اے بھائی! خط طویل ہو گیا باتیں کچھ زیادہ ہو گئیں کیونکہ صراحت کے ساتھ ہے۔

اے بھائی! ہمت بلند رکھیں کہ تمام دولتوں کی جڑ ہمت ہی ہے قیمة المرء ہمتہ (ادبی)

کی قیمت اس کی ہمت کے بقدر ہوتی ہے۔ جس شخص کی ہمت دنیا طلبی کی ہے اسے مردار کا متلاشی کتا جان
چوں زول دنیاں دور افگندہ نیت جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیت

صد جہان علم با معنی بہسم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب کہ تیرے دل سے دنیا علیحدہ نہیں ہوتی ہے تو تیری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ اگر علم کے سو
جہاں معنی کے ساتھ بھی تیرے پاس ہوں تو اس علم کا شرہ دوزخ ہو گا یا دنیا) اور جس کی ہمت عقیقی ہے اسے
خواہشات، لذات و شہوات کا طالب و حریص جانو اور جس کی ہمت مولیٰ کی ہے اسے ایک انمول موتی
جانو۔ اور درویش و مرد خدا جو تم نے سنا ہے وہ یہی لوگ ہیں جن کی زبان پر رات دن یہی رہتا ہے۔

دنیا ست بلا خانہ و عقیقی ہوس آباد حاصل این ہر دو بیک جو نستانیم

ایں فتنہ بد دنیا شد او غرقہ بعقیقی ما فارغ ازیں ہر دو نہ انیم نہ آنیم

(دنیا بلاؤں کا گھر عقیقی ہوس کی جگہ ہے میں ان دونوں کی تمام دولتوں کو ایک جو کے عوض بھی نہ لوں۔ ایک دنیا

کے فتنہ میں مبتلا اور دوسرا عقیقی کے غرور میں۔ ہم دنیا اور عقیقی دونوں سے فارغ ہیں نہ ان میں ہیں نہ ان میں)

حق سبحانہ تعالیٰ اس فقیر کو اور آں برادر کو ان درویشوں، مردان خدا کے نعلین کی گرد اور جوتیوں کی خاک
بنادے و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ الأجمعین۔ بمنہ و فضلہ بالذبی والہ
امین یا رب العلمین امین یا رب العلمین امین یا رب العلمین و صلی اللہ
علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ الأجمعین۔

والسبلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۴۳

ظاہری ملاقات کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین کے نام۔

میرے دینی بھائی، سچے دوست مولانا صدر الدین دام فضلہ

بہت ساری دعاؤں اور سلام و تحیت فراوان قدیم دوست احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف کا نہایت ذوق

دشوق سے قبول کریں۔ واضح ہو، اس وقت قاضی زین الدین وہاں سے آئے، صحت و سلامتی اور تمام کیفیتوں سے مطلع کیا، ایسا کہ آج تک کسی آنے والے کی زبانی وہاں کے احوال و کیفیات اس تفصیل و وضاحت سے نہیں سنا تھا۔ اللہ کا شکر اس کا احسان ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا ملاقات کے لیے جلد ہی آنے والے ہیں شاید روانہ بھی ہو چکے ہوں۔ ہرگز نہیں مسافت کی دوری ہے آنے جانے میں صعوبت، سفر کی دشواریاں ہیں۔ سنا ہے آپ کے فرزند ان چھوٹے ہیں آپ کے سوا ان کا کوئی اور غمخوار و نگران نہیں ان کو چھوڑ کر آنا درست نہیں۔ نفل کے لیے واجب کا ترک کرنا وضع کے خلاف ہے۔ یہ اسی طرح کی چیز ہوتی کہ لوگ فرضوں اور واجبات کو ترک کر کے نفلی حج کے لیے چل پڑتے ہیں۔ اس کا پورا خیال رکھیں، شریعت کے حدود کی پوری نگہداشت کیجائے۔ برادر عزیز کی نیت اور قصد ہی کافی ہے جیسا کہ کہا ہے۔

زانکہ ہر چیز کے سودائے تو آنست چوں بمر دی نقد فردائے تو آنست

(یہ اس لیے کہ آج جس چیز کی تجھے دھن اور لگن ہے کل قیامت کے دن وہ چیز تجھے حاصل ہوگی)

ملاقات جو فرقت کے بعد ہوتی ہے پھر اس ملاقات کے بعد وہی جدائی پیش آتی ہے تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار ہے بلکہ ایسے فراق کو موت سے بھی سخت تر کہا گیا ہے الْفِرَاقُ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ۔

ليس بين الموت والفرق فرق كل حبي يموت عند الفراق

الم الموت ساعة ثم ينسى وعذاب الفراق الـحـى باق

(موت و فراق کے درمیان فرق نہیں ہے جتنے زندہ لوگ ہیں وہ موت کے بعد جدا ہو جاتے ہیں، مرنے والے کی جدائی کی

تکلیف وقتی یعنی کچھ دن کے لیے ہوتی ہے پھر بھلا دی جاتی ہے اور فراق کا عذاب وہ ہے جو زندگی بھر باقی رہتا ہے۔)

ملاقات ہوئے آہستہ آہستہ کچھ دن گزر گئے ہیں دونوں جانب کچھ سکون اور بھٹراؤ ہو گیا ہے ملاقات

کی لذت آخر کار جدائی کے درد میں منتقل ہو جائے گی۔ شاید میری اور آپ کی بھلائی اسی میں ہو اسی

کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

ہر چہ در خلق نوزی و سازیت اندراں مر خداے راز زیت

(یہ جو انسانوں کے اندر تمیز اور دروہ ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا کوئی اہم ترین راز ہے)

صاحب شرع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَالِمُ الْمُسْلِمِ لَا خِيَةَ عَنْ ظَهْرِ الْغَيْبِ لَا يَرُدُّ

(مسلمان کی وہ دعا رد نہیں ہوتی ہے جو وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کے غائبانہ میں کرتے ہیں۔) اور دوسری

حدیث، شرع کا فتویٰ ہے الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ محبت کے

قانون کے تحت اس بنا پر عدم ملاقات ظاہری اور جسمانی کی دوری کے باوجود قلبی و تسکین کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں کہا ہے۔

ماز گدا یم چو سلطان عشق از مدح حسن تو سلطان ماست

در سحر از غیب شنیدیم دوش در دو جہاں درد تو در مان ماست

(آپ کے حسن و جمال کی تاثیر و فیضان سے جب ہشتاہ عشق میرا بادشاہ ہے تو میں ہرگز بھیک منگا نہیں ہوں)

کل صبح کے وقت غیبی آواز میں نے سنی کہ آپ کا درد ہی دونوں جہاں میں ہمارا درمان علاج ہے

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



مکتوب ۴۴

جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین مذکور کے نام

میرے عزیز بھائی مولانا صدر الدین! دام فضلہ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و تحیت قبول کریں۔ واضح ہو، اس سے قبل خطوط کے تحفے جو برادر عزیز کو بھیجے گئے تھے نہیں معلوم آپ تک پہنچے بھی یا نہیں۔ اس وقت ایک بہاری عزیز آئے انھوں نے کہا مولانا صدر الدین خیر و عافیت سے ہیں اور سنار گاؤں میں نائب قاضی کے عہدے پر فائز ہیں صحت و سلامتی کی خبر سے مسرت ہوئی لیکن قاضی کا عہدہ قبول کرنے کی خبر سے دل میں تکرر پیدا ہوا۔

اے بھائی! عمر کپاس ساتھ کے قریب پہنچ گئی۔ اس عمر میں عہدہ قضا اور درس و تدریس اور بحث و مباحثہ میں مشغول ہونے کا کیا موقع ہے سب کو آگ میں جھونک دیجیے کتاب و کاغذ کو کنارے ڈال دیجیے قلم توڑ ڈالیے ذوات انڈیل دیجیے اپنے اصل کام کا غم کیجیے۔ جہاں تک ہو سکے اس میں کوشش کیجیے۔ اس ظلمت کدہ سے ایمان سلامت لیجائیے۔

ہرچیز حق بوز غارت کن ہرچیز دین از و طہارت کن

(جتنی چیزیں حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا ہیں سب کو تباہ کر دیجئے۔ دین کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے طہارت کر لیجئے) ارباب بصیرت کا قول ہے: آدمی کے لیے معرفت خداوندی کی علامت دنیا کا ترک ہے تو جہاں دنیا کا ترک ہے وہیں معرفت ہے اور جہاں پر دنیا کا ترک نہیں ہے معلوم ہو گیا کہ وہاں حصول معرفت بھی نہیں اس لیے کہ ترک دنیا اور معرفت حق سبحانہ تعالیٰ دونوں کلمہ شہادت کا معنی ہیں۔ کہ کلمہ شہادت نفی اثبات سے مرکب ہے۔ نفی ترک دنیا ہے اثبات معرفت حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی نفی کی اس نے مکمل نفی کر دی اور جس نے معرفت خداوند تعالیٰ حاصل کی اس نے کامل اثبات کر لیا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا حقیقی اقرار یہی ہے نہ کہ عادت کے طور پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کا کیا فائدہ۔ اسی کو کہا ہے۔

گردلت آگہ زمعنی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(اگر تیرا دل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی سے آگاہ ہے تو دین کا اصلی کام دنیا کا ترک کرنا ہے)

اے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیاوی جاہ و مرتبہ لوہے کا زنا رہے اس زنا داری کے ساتھ کسی کو دین حاصل نہیں ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نفس کا فر آدمیوں کی سرشت میں داخل ہے۔ وہ روزانہ ہزاروں بت کے آگے سجدہ کر داتا ہے ایسے میں اسلام اپنا جمال کب کسی کو دکھلاتا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کمتر فتاد است

(وہ نفس کافر جو ہماری بنیاد میں چھپا ہوا ہے اس کی وجہ سے مسلمان جہاں میں خال خال رہ گئے ہیں)

کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتا

اے بھائی! اس دور میں ہر شخص نے الا ماشاء اللہ خود پرستی کو خدا پرستی کا نام دے رکھا ہے۔

قرآن فرماتا ہے اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو خدا بنا لیا ہے) لیکن یہاں تو لوگوں کے کان بہرے ہیں کون سنتا ہے۔ دین کی قدر دین

کے سرداران جانتے ہیں اور اس کافر نفس کی بت پرستی کی چھٹی شرارتوں کو وہی لوگ پہچانتے ہیں چنانچہ

ایسی فریاد کہ جسے فریاد کہتے ہیں تم نے سنا ہے تمام اولیاء و انبیاء کے شہنشاہ کو لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهَا خَلَقْتُ

الْأَفْلَاقُ (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیدا نہ کرتے) کے تاجدار کیا فرما رہے ہیں يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ

لَعَرِي خَلَقَ مُحَمَّدًا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد کو پیدا ہی نہ کرتا) اور وہ جن کی دولت عظمیٰ لو اتزن

إِيْمَانِ ابْنِ بَكْرٍ مَعَ إِيْمَانِ أُمَّتِي لَرَجَحَ (اگر ابو بکرؓ کے ایمان کو میری تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے

تو ابو بکرؓ کے ایساں کا پتہ جھک جائے، وہ کہتے ہیں کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا کہ بھڑکریاں کھا لیتیں، اور وہ جن کا امتیازی تمغہ اَنَامِدِ نَبَتِ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا (ہم علم کے شہر ہیں اور غنی اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش میں اپنی ماں کے خیم کا خون ہی رہتا۔ اسی کو کہا ہے۔

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش میرا نام و نشان ہی نہیں ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکنت مجھ سے ظہور ہی میں نہ آئی)

وائے حسرت و افسوس، اے بھائی! ارباب معرفت اور اصحاب بصیرت کو خاتمہ کے خوف

سے نیند، بھوک، قرار، سکون سب ختم ہے کہ معلوم نہیں قلم نے ازل میں کیا لکھا ہے۔ ایسے میں عہدہ قضا، درس و تدریس، کتاب و تکرار کے یاد آسکتا ہے۔ آخر دیکھا ہے نا، آسمان کے نیلیگوں گنبد میں جس کا مسند تدریس بچھا یا گیا تھا اور عالم ملکوت کے تمام فرشتے اس کی شاگردی میں زانوئے ادب تکیے ہوئے رہتے تھے آخر اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِی کا داغ لگا دیا گیا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت میکند در گردنی

(سو ہزار سال طاعت و عبادت کرتا رہ، آخر گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا)

اور وہ جو قوم بنی اسرائیل میں سب سے بڑا زائد تھا جس کی دعائیں قبول کی جاتی تھیں، مستجاب الدعوات کہا جاتا تھا، زمین سے آسمان تک ہر چیز اس پر منکشف تھی اور اس امت کے چار سو فقیہ روزانہ اس کی شاگردی کرتے تھے آخر کتوں کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ کر کھینچا گیا۔ مثلہم مثل الکلب ان تحصل علیہ یلھث (اس کی مثال اس کتے کی ہے جس پر بوجھ رکھو جب بھی اپنے اور نہ رکھو جب بھی) وہ زبان حال سے کہتا ہے۔

منکہ بر ابلیس لعنت کر دے خویشتن را شکر نعمت کر دے

من چہ دانستم کہ ایں بد میکنم روز و شب برخویش لعنت میکنم

پاے تاسرین حسرت گشتہ ام درہمہ آفاق عبرت گشتہ ام

(میں نے ابلیس پر لعنت کی اور خود اپنے حال پر شکر کیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ گناہ میں ہی کروں گا۔ چنانچہ اب رات دن

اپنے اوپر لعنت کرتا ہوں، سر سے پاؤں تک حسرت بن گیا ہوں اور سارے جہان کے لیے عبرت بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں ایک دفعہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل علیہ السلام سے پوچھا، بتاؤ

تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ جب سے ہم لوگوں میں سے ایک کا وہ حال ہوا ہے، کسی کو بھی

چین و آرام نہیں ہے۔ اے بھائی! یہاں کام بے علت و سبب ہوتے ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے

ایسے نہیں آرام و سکون کی کیا جگہ ہے۔ ملا را علی کے مقربین جن کے لباس وجود پر لَا یَعْصُونَ اللہ (اللہ کا نافرمانی نہیں کرتے) کا نقش ہے اگر اس کی عظمت ان کی پیشانی پر قہر کا داغ لگائے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ اور پست و ذلیل لوگ جو کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (بیشک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے حجاب میں ہوں گے) کی تحریر اپنی پیشانی پر رکھتے ہیں اگر اس کی عزت ان کے سروں پر قبولیت کا ناج رکھ دے تو یہ اس کا فضل ہوگا۔

ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے کام کا غم کرنا چاہیے۔ ابھی موقع ہے اس فرصت کو غنیمت جانو اس کے بعد حسرت و ندامت و پریشانی سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہ چند روز جو عمر باقی ہے جہاں تک ہو سکے اس کو اصل کام کے حصول میں صرف کریں۔ اسی کو کہا ہے۔

آنچه تو جوئی دریں رہ آں دہد کفر و رزی کے ترا ایماں دہد
خواجہ بس کو راست ناقد بس بصیر ہرچہ خواہی برد خواہد گفت گیر
(اس راہ میں جو تو ڈھونڈتا ہے وہی دیتے ہیں۔ تو نے کفر کی کمائی کی پھر تجھے ایمان کیوں دیں۔ جناب والا بھی اندھے ہیں اور پرکھنے والے بھی اندھے ہیں جو کچھ تو لینا چاہے گا وہ کہیں گے لو۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۲۵

دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا صدر الدین مذکور کے نام۔

برادر عزیز الوجود مولانا صدر الملت والدین، اللہ جل شانہ آپ کو علماء آخرت میں داخل فرمائے اور دنیا دار علماء کی صحبت سے اپنے پناہ میں رکھے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام و دعا کیلئے مخصوص۔
دو تین خط برادر عزیز کو لکھے گئے معلوم نہیں پہنچے بھی یا نہیں؟ اے بھائی! علوم تو بہت ہیں اور ہم لوگوں کی عمر ٹھوڑی ہے۔ یہ مختصر سی عمر تمام علم کے حصول کے لیے کافی نہیں۔ فرض تو بس اسی مقدار

میں ہے جس سے علم کی درنگی ہو کے قیامت کے دن علم کی پرستش ہوگی اس علم کی نہیں جو بہت زیادہ یعنی گدھے کا بوجھ ہو کہ تِلْ اَلْجَبَّارِ تَحْمِلُ اَسْفَارًا شکایت تو آخر اسی گروہ علماء آخرت سے متعلق ہے۔ ایک عزیز نے کہا ہے۔

چو علمت بہت با علمت علم کن پس از علم و علم اسرار علم کن
ترا با علم دیں یک ذرہ کردار بے بہرہ زانکہ علم دیں بحر و دار
برو کا سے مکن کیں کار خام است ز علم دیں ترا حریف تمام است

(جب تمہارے پاس علم ہے تو اپنے علم کے ساتھ علم کرو اور پھر اس علم و علم کے بعد روزِ امارتِ مظلوم کرو۔ تمہیں اللہ دین کے ساتھ علم کا ایک ذرہ اس علم دین سے جو ڈھیروں ہو کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جاؤ: کام کو پختہ کر لو کہیں کتاب تک جو کچھ تم نے کیا وہ خام ہے، دین کے علم سے ایک حرف ہی تمہارے لیے کافی ہے۔) یہ شکایت اور بیان خود علم دین والے اور علماء آخرت کے بارگاہ میں ہے علماء دنیا کس شمار میں ہیں ان سے تو ایسے بھاگو جیسے شیر اور سانپ سے بھاگتے ہو۔ اور یہ حکایت تم نے سنی ہے کہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے تو اور بیکار؟ اس نے کہا جی ہاں علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں اب میرے لیے کوئی کام نہیں رہا ہے۔ ایک صاحب عزت نے ان کے بارگاہ میں کہا ہے۔

ماہ رویاں تیرہ ہو شانند جاہ جویاں دیں فرد شانند
سیر باغ گل و زمیند ارند کے دل و عقل و شرع دیں دلرند
ہمہ در علم سامری دارند وز بردوں موسیٰ وز دروں مارند
ازرہ شرع و شرط برگشتہ تشنہ خوں یک دگر گشتہ

(چاند سے چہرہ والے (طالب خدا) پوش کھوتے ہوئے ہوتے ہیں، جاہ و مرتبہ کے طالب دین فروش بھیجے۔ یہ علماء دنیا باغ باغیچہ رکھنے والے زمینداری میں ان کے پاس دل، عقل و شرع کہاں ہے یہ دین دار کب ہوتے ہیں۔ یہ سب کسب نام میں ساری کی خرچ ہیں ظالمین موسیٰ کے جیسے بنے ہوئے ہیں اور اندر سے سانپ ہیں شریعت کی راہ اور اس کے شرط و پیرے ہوئے ٹیک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔)

اے بھائی! راہ غیر نامون، منزل بہت دور، جسم لاغر، دل کمزور، لبے سہاڑے، فرصت بہت کم، ایسے میں یہاں آرام و قرار کی کون سی جگہ ہے، یہاں درس و تدریس و تکرار، خیر و دستار کی کون سی جاہ ہے سب کو آگ میں جھونک دو اور اپنے غم و اندوہ و الم میں لگ جاؤ۔

ایک شخص نے خواجہ ابراہیم ادم رحمۃ اللہ علیہ سے کہائیں چاہتا ہوں کہ آپ سے علم طریقت کی باتیں

سنوں۔ فرمایا اے بیٹے! مدت ہوئی کہ اپنے رنج و الم اور افسوس و غم میں بیٹھا ہوں۔ اس نے پوچھا حضرت یہ کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ جب فرشتہ نے ماں کے پیٹ میں میری شکل مکمل کر لی تو پوچھا الہی اس بندہ کو سعید لکھوں یا شقی؟ نہیں معلوم اس وقت جواب کیا آیا اور جب ملک الموت کہیں گے اس بندہ کی جان سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر؟ یہ بھی نہیں معلوم کیا جواب آئے گا۔ اور جب قیامت کے دن فرشتہ پوچھے گا، خدایا اس بندہ کو بہشت کی طرف لے جاؤں یا دوزخ کی سمت؟ پتہ نہیں جواب کیا ہوگا۔

اے بھائی! دین کی اس راہ میں سارے جہان کے عبادت گزار اور زاہدان اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (جیک اللہ تمام عالم کے لوگوں سے بے پرواہ ہے) کی تیغ بے نیازی کی ہیبت و دہشت سے حیران و پریشان ہیں اور سارے عالم کے صدیقین یَسْأَلُ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (اللہ پوچھے گا صدیقیوں سے ان کے صدق کے بارے میں) کی تنبیہ و سیاست سے لرزہ بر اندام اور خائف ہیں اور پھر طاعت و بندگی کے تمام ذخیرے جان کنی کے وقت وَقَدْ مَنَّ اِلٰی مَا عَمِلُوْا (حوالہ کر دیا ان کے اعمال کی طرف) کے طوفان بے نیازی میں اٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ سینے جو ذکر و فکر سے آباد ہیں سکرات موت میں دَبَدَ الْهَمِّ مِنَ اللّٰهِ مَا لَوْ كُنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (اللہ کی طرف سے ان پر ظاہر ہوا کہ جس کا ان کو گمان نہ تھا) سے ویران کر دیئے جاتے ہیں اور کبھی معلم الملکوت کو جو سات سو ہزار سال تک اس بارگاہ میں معتکف رہا فرشتوں کی پاکبازی کا لباس اتار کر اِنَّ عَلَيْنَا لَلْعَنَتِیْ (بیک تجھ پر میری لعنت ہے) کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیا جاتا ہے اور کبھی بلعم با عور کو جو اپنے وقت کا ایک ہم فرد تھا اسم اعظم کا خلعت و انعام رکھتا تھا مسجد سے باہر نکال کر کتوں کے قطار میں باندھ دیا جاتا ہے فَمَثَلَهُ مِثْلَ الْکَلْبِ اَنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثْ وَاَنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثْ (اس کی مثال کتے کی ہے اس پر بوجھ رکھو یا نہ رکھو وہ ہانپتا ہی رہیگا۔)

بے نیازی را چہ کفر چہ دیں بے زبانش را چہ شک چہ یقین
چہ مسلمان چہ گبر در او چہ کشت و چہ صومعہ در براو

(اس کی بے پروائی کے آگے کفر کیا اور دین کیا اس کی خاموشی کے آگے شک کیا اور یقین کیا۔ اس کی بارگاہ بے نیازی میں کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک کیا آتش کہہ اور کیا عبادت خانہ)

اے بھائی! دین حق کی راہ ایسی آسان نہیں جیسا کہ اکثر و بیشتر لوگ سمجھتے ہیں دین حق کی راہ وہ راہ ہے جس میں نوازش کے ساتھ قہر ملا ہوا ہے اور قہر کے ساتھ نوازش کی آمیزش ہے دین کی راہ میں جس طرح ممبر رکھے گئے ہیں اسی طرح دار بھی نصب کیے گئے ہیں قَبْلَ مَنْ قَبْلَ بِلَاعِلَّةٍ جیسے مقبولوں کو بلا سبب قبول کرنے کا دستور جاری ہے۔ اسی طرح سَادَ مَنْ سَادَ بِلَاعِلَّةٍ مردود

کو بلا علت رد کرنے کا اصول بھی رائج ہے۔ یہاں آرام و سکون کا کون سا موقع و محل ہے۔

بردر بے نیازی از کہ وہمہ گر تو باشی و گر نہ باشی چہ

پار سا گر بہہ است اورا بہہ بادشاہ گر بد است اورا چہ

(اس کی بے نیازی کی درگاہ میں تو عوام میں سے رہے یا خواص میں سے اسے اس سے کیا۔ پار سا اگر بہتر ہے

تو خود پار سا کے لیے بہتر ہے۔ بادشاہ اگر برا ہے تو اس کی اسے کیا پرواہ ہے۔)

نقل ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل علیہ السلام سے پوچھا۔ اے بھائی! تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ جب سے ہم لوگوں میں کا ایک راندہ گیا ہے ہم میں سے کسی کو آرام و سکون میسر نہیں ہے۔

صنع او عدل و حکمت است جلی مکر او قہر و قدر تست خفی

(اس کی کاریگریاں اس کا عدل، اس کی حکمت سب نمایاں اور ظاہر ہیں۔ اس کے کرشمے اس کا قہر اس کی قدرت سب پوشیدہ اور خفا میں ہیں) اس کی قہاری اور جباری کو جہاں تک تم بیان کر سکتے ہو اس سے سولا کہ گونا زیادہ ہے اور اس کی کبریائی و بے نیازی کی بھی کوئی حد نہیں جتنا کہو اس سے سولا کہ درجہ زیادہ ہے۔ عندک بریائیہ و استغنائہ ان یكون العبد فوق العرش أو تحت الثری (اس کی کبریائی و استغنا کے نزدیک کیاں ہے کہ بندہ عرش پر ہو یا تحت الثری میں رہے) اگر سارے عالم کے لوگ صدیق اکبر ہو جائیں تو اس کی استغنائی کو کیا اور اگر سارا جہاں فرعون و نمرد جیسے ہو جائیں تو اس کی بے نیازی کے آگے کیا ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَ يَجْزِيكَ مَا يَرْيَدُ (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) ایسے میں کہنے سننے اور کچھ بولنے کا کیا موقع ہے، نیند، بھوک اور آرام و چین کا کون سا محل ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در خواب چہ ماندستی از غفلت و بیہوشی بیدار شو اے ناداں پندار چہ می باشی

مارند ہمہ یاراں در عالم دانائی خلوت کن و بخود شو با مارچہ می باشی

(غفلت و بے ہوشی سے خواب میں کیا پڑا ہوا ہے، اے ناداں ہو شیار ہو جا گھنڈ اور غلط گماں میں کیا رہتا ہے۔

تمہارے یہ سارے دوست اپنی چالاکیوں سے داؤ میں لگے ہوئے ہیں ان سب سے غلیظہ اور کنارہ کش ہو جا سانپ کی مانند رہنا کیگا) نقل ہے کہ جب تمام نبیوں اور ولیوں کے شہنشاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالت کی تبلیغ سے فارغ ہوتے، عصمت کا کمر بند کھولتے، نبوت کا تاج سر سے اتارتے اور عجز و بے چارگی کی زبان کھولتے اور فرماتے: اٰلٰہِی، ذَنْبِی عَظِیْمٌ وَلَا یَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِیْمُ اِلَّا الرَّبُّ الْعَظِیْمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ عُنُقَائِكَ طَلْقَائِكَ وَمُحَرَّرًا بِكَ مِنَ النَّارِ (اے میرے اللہ، میرے گناہ بہت بڑے ہیں اور بہت

بڑے گناہ کو بہت بڑا رب ہی معاف کر سکتا ہے (اے اللہ! تو مجھ کو اپنے پرندہ عنقا کی طرح پر پرواز اور
گناہوں بے داغ اور جہنم کی آگ سے آزاد بنا دے) اس وقت آسمان کے مقربین
اور زمین کے صدیقین اپنی نجات سے دل برداشتہ ہو جاتے اور اپنی ربانی سے ہاتھ دھو لیتے اور کہتے کہ
جن کا یہ فرمان ہے "اَنَا عَزِيزٌ بِاللّٰهِ وَخَشَاكُمْ بِاللّٰهِ" (میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا عارف ہوں اور
اللہ سے ڈرنے والا ہوں) ان کی یہ مناجات ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں "اسی کو کہا ہے۔ ۱۰

بر در حق بگرد زور مگرد کہ بزادی شوی دریں رہ مرد

ہست با حکم قہر یزدانی تا توانی نگر کہ تا توانی !

(حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر گرد بن جلاقت نہ دکھلاؤ کہ اس راہ میں انکساری عاجزی سے آدمی مرد جتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے
ساتھ اس کا قہر ملا ہوا ہے، جہاں تک ہو سکے اس میں تو غور کر لو کہ اسے تو نہیں جانتا) چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام
جہاں کے عارفوں کے سردار ہیں لازماً آپ کا خوف بھی زیادہ ہے جو جتنا بڑا عارف ہوگا اس کا خوف بھی
اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ ۱۰

تایار شود ترا خسریدار خود را تو بقصد بے بہا کن

(تو اپنے آپ کو قصداً بے قیمت بنا دے تاکہ محبوب خود تیرا خریدار ہو جائے)

حق سبحانہ تعالیٰ کے تمام طالبین اور صاحبان دین کے خوف کا یہی حال ہے اور ان کی یہی صفت ہے
جو لکھی گئی ہے۔ ہم کو اور کم کو جسے دین کا درد ہی نہیں ہے تو حق تعالیٰ کی طلب کہاں سے پیدا ہوگی۔ یہ
جو سارا چین و آرام ہے یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہم لوگوں کے حصر میں غفلت و جہالت کے سوا اور کچھ
نہیں

اللّٰهُمَّ اغْنِنَا اللّٰهُمَّ اغْنِنَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۱۰

یارب از دست در با ہم باز خر دست در نہہ دز جہانم باز خر

چوں سیہ آمد مرا رنگ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم

از در خویشم مگرداں تا امید از سر لطف سیاهم کن سفید

گردر آید یک نیم از سوئے تو پائے کو باں جاں دہم در کوئے تو

(اے میرے پروردگار جو کچھ میرے ہاتھ اور زبان سے صادر ہوا ہے ان سب کو خرید لیجیے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیجیے اور مراے

جہاں سے چھڑا کے اپنا بنا لیجیے جب میرے کمر کا رنگ میل سے سیاہ ہو گیا ہے آپ اپنے کمر سے میرے بالوں کی طرح سفید

کر دیجیے۔ اے کریم۔ اپنے دریاک سے تامل و محبت لٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے کالے نامر امال کو سفید بنا دیجیے۔ اگر آپ

کی جانب سے جو اکا ایک جو نکلا جائے تو میں تم کو تا جو آپ کی گلی میں جان دے دوں۔

والسلام
شرف مینری

مکتوب ۲۶

مُصِیْبَتِ مِیْنِ صَبْرِ اَوْرِ بِلَاوُش کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر کے نام

ملک خضر سلمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! حدیث شریف میں بطور تذکرہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ سب سے پہلی جو چیز لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَّمْ یُخِصْ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی یُعْصَائِیْ وَلَمْ یُصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَایْ۔ یعنی یہ درست ہے اور سچ ہے کہ خدا میں ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کر لے (اصحاب بصیرت، ارباب طریقت اس حدیث کی ہیبت اور تنبیہ سے ہر لحظہ یہی چاہتے ہیں کہ نیت و پست معدوم ہو جائیں لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں۔ س

درد تو دوا شد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

از بہر تو ام بدادن جاں از دیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا دیا ہوا درد ہی میری دوا ہو گیا ہے آپ نے مٹا کر خاک کر دیا یہی آپ کی خاک میری قیمت ہو گئی ہے۔ میری جان

تو آپ پر قربان ہوئے لگے لیے ہے۔ بسر و چشم آپ کی خوشنودی مری رضا ہو گئی ہے)

جسم و جان سب اس کے آگے ذال دیتے ہیں اور کہتے ہیں س

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سر کارت نشو دگر نزم

(میری جان تو وہ ہے جو آپ کے عشق کا بار اٹھائے جب تک یہ آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک میں بیٹنے والا نہیں)

اے بھائی! بندہ اس کی قضا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں ہے۔ بیقراری اور گھبراہٹ

خود مستقل ایک مصیبت ہے۔ فَلْيَطْلُبْ رَبَّاسْرَآئِي (میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لو) کا خوف خطر ہر وقت لگا ہوا ہے۔ ہر وقت ہم دم باخبر اور ہوشیار رہو، زہر دیں تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کر لو، اور مردان دین کی افتد اکرو۔ دنیا دار غنثوں، میٹروں کی نہیں۔ لو ایک شعر سنو۔

عاشقان نقلِ غمت بآبادۂ احمر خورند
(عشق آپ کے دیئے ہوئے غم کو سرخ شراب کے ساتھ گزک اور نقل کی جگہ کھاتے ہیں، اگرچہ غم تلخ ہی ہے، لیکن آپ کی یاد و مشاہدہ میں مثل شکر کھاتے ہیں) اور اس قطعہ کو دیکھو۔

گویند ترا کہ با غم دوست
بیمار بطبع تندرستی
ایں صبر جو صبر چوں گوارد
گزر ہر خورد شکر شمار

(مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے غم کے ساتھ یہ صبر جو ایلو امصبر کے اندر ہے کیسے گوارا کر لیتے ہو؟)

مریض تندرستی کی ہوس میں زہر کو شکر سمجھ کر کھا آ ہے)

جو شخص اللہ کی قضا اور تقدیر پر نگاہ رکھتا ہے وہ مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے، اگر دونوں جہاں کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر ہے اسی کو کہا ہے
آنکہ از تیر او شرف دارد دیدگاں از پے ہدف دارد

(جو اس کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ اپنے دونوں دیدے اس کے نشانہ کے لیے کھلا رکھتا ہے)

اور جس کی نگاہ خود اپنی سمت ہو وہ خود بینی میں مشغول ہے بلا و مصیبت کا ایک ذرہ اس کے لیے ویسا ہے جیسے ایک تنکے پر پہاڑ آپڑا ہو۔

ایک شخص عاشقی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، پانچ سو ڈنڈا کھانے کی سزا دی گئی، چنانچہ اس پر جب بھی ڈنڈے پڑتے تھے تو وہ ہنستا تھا لوگوں نے اس سے کہا یہ ڈنڈا کھانا اور اس پر ہنسنا عجیب تماشہ کی بات تھی۔ اس نے کہا، جس وقت مجھ پر ڈنڈے پڑتے تھے میری معشوقہ میرے سامنے موجود تھی میں اس کے جمال کے مشاہدہ اور اس کے حسن کے نظارہ میں مستغرق تھا۔ نہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوئی اور نہ درد کا احساس تھا۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔

اینکہ اینک بر سر کوئے تو زارم میکشد گرزکشتن باز ستانی بیابارے بسیں

(دیکھیے یہ دیکھیے! آپ کے کوچہ میں مجھے کس بری طرح قتل کرتے ہیں، اگر قتل کے بعد بھی آپ مجھے لینا۔)

نہیں چاہتے تو آجائے، کم سے کم ایک نظر مجھے دیکھ تو لیجیے۔)

اس تقریر پر مصر کی عورتوں کا قصہ شاہد ہے۔ جانتے ہو صبر کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار

امرجو بندہ بر آئے اس سے وہ نچسیدہ اور ناخوش نہ ہو۔
 ہر بلا سے کہ جان نہ ساید ازو دزیکے دز ہزار شاید ازو
 رہوہ بلا کہ جس کو جان سے کام ہے ہزاروں جان میں سے وہی ایک جان اسے چاہیے۔
 وَاللّٰهُ مَا عَطٰی کَاثِرًا مَّا اَخَذَ قَسَمًا اَنْتَ فِی الْاٰیٰتِیْنَ جَوْدًا یٰہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور
 جو اللہ نے لے لیا وہ اسی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے۔

گز ضرب او جراح ت نبودت ' تا ابد امید راحت نبودت
 کہ ز ضرب او جراح ت می رسد کہ ز مرہم نیز راحت می رسد
 (اگر اس کی مار سے زخم تجھے نہ آئے تو اب تک راحت کی امید تجھے نہیں ہونی چاہیے۔ کبھی
 تو اس ضرب سے زخم پہنچتے ہیں اور کبھی مرہم سے آرام بھی ملتا ہے۔)
 امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصَّبْرُ مِنَ الْاٰیْمَانِ بِسَائِلَةِ الرَّاسِ
 مِنَ الْجَبَسَدِ (ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے) اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کسی کام کا نہیں ہوتا۔
 اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہوتا ہے۔

اے بھائی! بلا کی تہہ میں سب کچھ ہے طریقہ کار اسی طرح جاری ہے کہ ساری دولت بلا کے
 پردہ میں رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر بلا میں قوم راقی دادہ است زیر آں گنج کرم بہادہ است
 (جتنی بلا میں اس قوم کو دی گئی ہیں ان کے تہہ میں اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔)
 سچے مومن بن جاؤ اور ایمان کی پوری نگہداشت و حفاظت جان کی طرح کرو جان کیا چیز ہے
 بلکہ زن، فرزند گھربار اور خود کو ایمان پر قربان کر دو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔
 کار عالم زادن است و مردن است کہ پدید آوے و کہ بردن است
 لاجرم اس کا بے پایاں فساد تا ابد ایسے درو بے دریاں فساد
 (دنیا کا کارخانہ پیدا ہونا اور مرجانہ ہے کبھی آجانا اور کبھی چلے جانا ہے اس کام کی
 یقیناً کوئی انتہا نہیں ہے اب تک اس درو بے دریاں کو یوں ہی جاری رہنا ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ اَلْاٰیْمَانُ لِنِصْفَانِ نِصْفُهُ شُکْرٌ وَنِصْفُهُ صَبْرٌ۔ یعنی ایمان
 کے دو حصے ہیں ایک نعمت میں شکر ادا کرنا اور دوسرا بلا میں صبر کرنا۔ آزمائش کی بھی

دو قسم ہیں ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا میں صبر کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے پاس ایمان ہے دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ اور گھمنڈ ہے ایمان نہیں۔ اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سنی ہوگی کُذِّمْدَعِيَ كَذَابٌ اسی کو کہا ہے۔

ہاں اے بلطف خود کس کرو شکر و صبر نہ بندگاں بس کرو

(وہ بیچارے جو کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے لطف سے قابل قدر بنادیا اور بندوں سے محض صبر و شکر کا مطالبہ کیا اور بس۔)

بزرگواروں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نازل تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکرا بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی خوف اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگی تو عطا و نوازش بھی ناکمل ہو جائے گی بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہ اُٹھے اِنِّیْ مَسْکِیْنٌ الضَّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ رحم الراحمین ہیں) اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شراب لطف و خواہی دام قطع کن وادی قہر و تمام

زاں کہ تا ایں نبودت آن نبودت بے بلا و درد و درماں نبودت

(اگر تم اس کے لطف کی شراب کے خواہاں ہو تو اس کے قہر کی وادی پورے طور پر طے کر لو۔) اس لئے کہ جب تک تم سے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہ ہوگا سمجھ لو بغیر رنج و غم اٹھائے تمہارے درد کا درماں بھی نہیں ہوتا۔)

نقل ہے سلطان العارفين یا زید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے مری خوشی بلا و مصیبت اختیار کرنے میں اس حد تک ہے کہ اگر مجھے دوزخ میں ہمیشہ رکھیں تو میں اس شخص سے زیادہ فرحت و شادمانی میں رہوں کہ جس کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیں۔

اور امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ قیامت کے دن اگر مجھے جنت و دوزخ میں اختیار دیدے تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت میری مراد ہوگی اور دوزخ میں

بھیجنا محبوب کی مراد ہے اور راہ محبت میں شرط ہے کہ محب اپنی آرزو پر محبوب کی آرزو کو قبول کرے۔
 سبحان اللہ! اس خدا جل جلالہ کے کیسے کیسے بندگان ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

شرح وادون حال عشق عاشق جاووں از عبارت برتر است و از بیاں
 گرزباں گرد و دو گیتی سا ہا ہم نیار واد شرح ایں عا ہا

(عاشقان زندہ جاوید کے حال کی تشریح کرنا عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔ اگر دونوں

جہاں سا ہا سال زبان بن کر ان کے احوال کی شرح کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے ہیں۔)

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ

اِنِّیْ اَحَبُّ اِلَیْکَ عِندَ اللّٰہِ عِندَیْ مَحَبَّتِکَ کَرَامَہُ اَرْشَادُہُ اَسْتَعِذُّ لِّلْبَلَاءِ بَلَا کے لئے آمادہ رہو

ایک دوسرے شخص اٹھے اور گزارش کی یا رسول اللہ اِنِّیْ اَحَبُّ اِلَیْکَ میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں فرماں

ہوا فقر و غریبی کے لئے خود کو تیار رکھو۔ وہاں بلاء آزمائش کے لئے آمادہ رہنے کا حکم ہوا یہاں غریبی

و درویشی کے لئے تیار رہنے کا فرمان ہے بلاء و آزمائش حق سبحانہ تعالیٰ کا طریقہ فقر و درویشی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ میں ہے ہر ایک کا معاملہ اس کی اپنی صفت کے مطابق

ہوتا ہے۔

گرتا خواہی تا شوی مرداے پسر بیچ در ماں نیست جز درد و دلے پسر

دلے لڑکے! اگر تیری خواہش مرد بننے کی ہے تو درد و پہننے کے سوا کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے

اِنَّ الْاٰلَیَّ یَجْرِبُ الْمُؤْمِنُ بِالْبَلَاءِ کَمَا یَجْرِبُ الْاَحَدُ حَمَّ الذَّهَبِ بِالْاُتَارِ (بیشک اللہ

تعالیٰ مؤمن کو بلا میں ڈال کر جانچتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص سونا کو آگ میں ڈال کر پرکھتا ہے)

اَلْبَلَاءُ مَوْجِلٌ بِالْاَنْبِیَاءِ ثُمَّ الْاَلْیَئِیْنِ اَزْمَ اَنْتَ اَنْبِیَاءُ پُر پھران کے بعد ادبیاء پر مقرر ہے۔

داری سرا و گرنہ دور از سرا مادوست کشیم و تو نداری سرا

(اگر تیرے سر میں میرا سودا ہے تو ٹھیک و گرنہ مجھ سے دور رہ ہم دوستوں کو قتل کرتے ہیں اور تیرے

پاس میرے لائق سر نہیں۔)

تمام چیزیں راحت و آرام سے بقا پاتی ہیں اور بلا و مصیبت سے تہیں نہیں ہو جاتی ہیں

لیکن محبت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ محبت کی غذا ہی رنج و غم ہے۔

بکھے وہ کہ محبت نہ بخشد ہواست

(حلوہ اسے دیکھئے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو۔) بندہ نے جس وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کہا سب سے منہ موڑ لیا اور خدا اور اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان لازمی و ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ پر کسی کو بغیر دلیل و برہان کے نہیں چھوڑا گیا ہے اور اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا پر صبر ہے۔

ماکساں را بہ لطف خود کس کرد
شکر و صبر ز بندگان بس کرد
(بے قدروں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنادیا اور بندوں کی جانب سے صبر و شکر پر اکتفا کیا۔)

اے بھائی! اس بارگاہ پاک میں اور اس کی مملکت میں کوئی شخص بھی محب، معزز، مکرم، اور بزرگ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند، معزز، عالی وقار، صاحب عز و شرف امیر المومنین حسن و حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں ہے۔ (ان کی مصیبت دیکھو) اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان بہکائے، نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو کہا گیا ہے کہ مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتِي حِينَ كُنْتُ كَوْنِي مُصِيبَتٍ بَيْنَ تَوْنٍ سے کہو وہ مری مصیبتوں کو یاد کرے۔ اس حدیث کا اشارہ اسی طرف ہے کہ مومن کے لئے اس بارگاہ میں آنا ہی کافی ہے۔ اس خط کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین و تسلی ہو اگرچہ برادر عزیز کی قوت پر پورا اعتماد ہے بایں ہمہ اس کے مطالعہ سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطانی دسوسہ کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی بار بار اس مکتوب کو پڑھیں اور اس خط کی ایک نقل نظم الدین کی والدہ غفر اللہ لہ کو بھیج دیں۔

والسلام

حقیر شرف مینری



مکتوب ۴۷

خوشنودی و ناخوشنودی کی شناخت اور علم کی طلب

وخلق خدا کو راحت پہنچانے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملکِ حضر کے نام
برادر عزیز کو کاتبِ مکتوب شرفِ میری کا خصوصی سلام و دعاء
اے بھائی! عارفوں کا قول ہے اگر تم یہ جاننا چاہو کہ خداوند تعالیٰ تم سے خوش ہے یا ناخوش تو اپنے اعمال کا جائزہ لو، تمہارے تمام کام طاعت ہی طاعت ہیں یا سب کے سب معصیت و گنہگاری کے ہیں یا نیکی و بدی ملی جلی ہے اگر تمہارے تمام افعال طاعت ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت ہے اور اگر تمہارے تمام کام بُرے و گناہ کے ہیں تو اللہ تعالیٰ تم سے ناخوش ہے اس لئے کہ ناخوشنودی کی نشانی گنہگاری ہے اور اگر ملے جلے ہیں تو حکمِ غالبِ فعل کی طرف ہوگا تو ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو خود یہ دولت کہاں میسر ہے کہ سارے اعمال طاعت ہی طاعت ہوں کم از کم اتنا بھی بہت غنیمت ہے کہ نیکی و طاعت غالب ہو اور نحوذ باللہ منہا اگر ہماری یہ طاعت و بندگی مغلوب ہوگئی تو اس کے عذاب و سختیوں کے لائق ہو جائیں گے اور جو اس کے عذاب و عقوبت کا سزاوار ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

اے پیر گنہگار و دریں عالم فانی بشتاب سوئے توبہ و بکذار توانی
تا لولشوی خاک ہی کوشِ بطاعت برباددہ عمر اگر، سیح توانی
(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کرنے میں جلدی کر سستی کا ہلی پھوڑ دے قبر میں جانے)

سے پہلے جہاں تک تجھ سے ہو سکے طاعت و عبادت میں کوشش کرتا رہے، عمر یوں ضائع نہ کرے۔
 ہمیں پر طاعت و معصیت کے علم کو جاننا پہچاننا ضروری اور فرض عین ہو جاتا ہے جس طرح کفر
 و ایمان کا جاننا اسی طرح بندگی و نافرمانی کا جاننا ضروری ہے یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے ایک لاکھ چوبیس
 ہزار انبیاء علیہم السلام اسی کام کے لئے اس عالم میں تشریف لاتے اور اتنے سارے مجتہدوں، اماموں
 کے اجتہاد مسائل اور مفسقوں کی تصنیفیں اسی کام کے لئے ہوئی ہیں یہ بہت بڑا اور اہم کام ہے
 اصحاب معرفت اور ارباب بصیرت کے جگر اس کے لئے ٹھوٹے ٹھوٹے ہیں۔ اور یہ دنیا والے اس کام کے
 بالکل غافل، الذوق اور شہوتوں کے حصول میں سرگرداں و پریشاں ہیں۔ اسی کو کہا ہے

راہِ دُشغولی عالمِ ترا نیست پر دایِ خدا یکدم ترا
 لے دُریا ترکِ دولتِ کردہ ای خواریت را نامِ عزتِ کردہ ای
 (دنیا کی مشغولیتوں نے تیری راہ ماری، تجھے خداوند تعالیٰ کی کوئی پرواہ نہیں رہی ہے۔ افسوس
 تو نے حقیقی دولت چھوڑ دی اور دولت کو عزت کا نام دے رکھا ہے۔)

آج اس زمانہ میں یہ حال کیوں ہے اسی لئے ہے کہ زیادہ تر ایمان زبانی ہے زبانی ایمان
 مرنے کے وقت کوئی کام نہیں آتا اگر کسی کو ایک کافر طبیب کہہ دیتا ہے کہ فلاں چیز نہ کھا یہ تمہارے
 لئے مضر ہے اسی وقت چھوڑ دیتے ہو اور نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سب
 کے سب فرماتے رہے طَلَبِ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ (علم حاصل کرنا ہر مسلمان
 مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے) کسی نے اس پر عمل نہیں کیا یہ بالکل ویسا ہی ہوا کہ کافر طبیب کے
 حکم پر مضبوطی سے قائم رہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر یقین و عمل نہیں کیا تو
 اللہ و رسول سے یہ بے ایمانی ہے اور یہ از روئے معافی ایمان زبانی ہے اور دلی کفر ہے۔ اسی
 کو کہا ہے

اے ترا ہر لحظہ تلبیہ دگر درین ہر موت ابلیسے دگر
 باچنیں حالت کہ در عالمِ گم است نیست جائے خندہ جائے ماتم است
 (اے وہ کہ تو ہر لمحہ فریب کاری میں مبتلا ہے، تیرے ہر روز گئے میں ایک شیطان چھپا ہوا ہے
 ایسی حالت کے ساتھ تو دنیا میں گم ہے، ہنسنے کی جگہ نہیں تیرے لئے یہ ماتم کا مقام ہے)
 کام بہت مشکل ہے اور معاملہ بہت سخت ہے الغیاء المستغیثین اغثنّا اغثنّا۔

۱) اسے فریادوں کے فریادوں میں ہماری فریادیں (سُنیں) اسے بھائی! یہ جو کہا گیا ہے
 طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ اس سے یہی علم طاعت و معصیت یعنی علم دین
 مراد ہے جو یقیناً ہر شخص پر فرض ہے اس کے علاوہ اور دوسرے علوم فرض نہیں ہیں۔ مگر آخر زمانہ میں ایسے
 لوگ پیدا ہوں گے جن کے ہاتھ پر سونا چاندی کے ڈے رکھ دو تو وہ بلا غور و فکر اس کا وزن بتا دیں گے
 کہ اس میں اتنا اصل مقدار میں سونا ہے اور اتنے مقدار میں کھاد ہے اور جب تم وزن کرو گے اور کسوٹی
 پر پرکھو گے تو اتنا ہی ثابت ہوگا جتنا انہوں نے بتایا تھا۔ اور جب ان سے ایمان، کفر، طاعت
 و معصیت کے حکم و احکام اور مسئلوں کو پوچھو تو وہ جواب سے قاصر رہیں گے قطعاً وہ نہیں جانیں گے کہ ایمان
 کیا ہے اور کفر کسے کہتے ہیں طاعت کیا چیز ہوتی ہے اور معصیت کیا ہے سوا اس کے کہ کفر و ایمان
 طاعت و معصیت کا نام سنا ہے اور روایتی طور پر تقلیداً اسے اختیار کیا ہے یہ زمانہ جو ہم لوگوں
 کا ہے شاید وہی زمانہ ہے اور ہم لوگوں کے روزمرہ کے کاروبار بھی وہی ہیں سر پر خاک ڈالنا اور
 اپنی اس مصیبت پر ماتم کرنا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔

در درادار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(آہ! اس درد کا مداوا ہم کہاں کرنے جائیں عمر ختم ہو گئی اب ماتم کیا کریں گے۔)

اے بھائی! دنیا داری کے مشغلوں سے یکایک کل آنے میں معذوری ہے تو کیا کیا جائے
 جہاں تک ممکن ہو اس کی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے دین کی فکر کرنی چاہیئے آخرت کے کاموں سے
 حسب مقدور غافل نہیں رہنا چاہیئے اور حسرتِ ندامت زیادہ ہونی چاہیئے مالی اور بدنی طاعات
 اور نیکیوں میں جو کچھ میسر ہے اس سے گزشتہ گناہوں کی تلافی کرنی چاہیئے اس لئے کہ عمر بچاؤ پاس سا کچھ
 تک پہنچ گئی۔ اسی کو کہا ہے۔

کار خود در زندگانی کن بہ برگ زان کہ نتواں کرد کارے روز برگ

ایں زماں دریاب کا ساں باشدت در نہ دشواری فراواں باشدت

(اسی زندگی میں اپنی نیکیوں کی پونجی اور اس کے ساز و سامان سے اپنے کام بنائے اس لئے کہ

موت کے وقت کچھ بنائے نہ بنے گی۔ جو کچھ حاصل کرنا ہے ابھی حاصل کرے کہ تیرے لئے آسان ہے

پھر تیرے لئے بہت زیادہ مشکلیں آپڑیں گی۔)

اس اندھیری دنیا میں اپنے قلم 'زبان' 'مال' 'مرتبہ' سے جہاں تک ہو سکے ضرور تمندوں کو

کو راحت پہنچاؤ، برادر عزیز کے مقام میں روزہ، نماز اور نوافل جو بھی ہیں اچھے ہیں لیکن لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچانے سے زیادہ فائدہ مند کام اور کوئی نہیں۔

نقل ہے، خواجہ بشیر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا فلاں بادشاہ تمام رات نماز میں کھڑا رہتا ہے اور روزانہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فرمایا اس نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور دوسروں کے کاموں کو اختیار کیا ہے۔ لوگوں نے کہا اسے ذرا تفصیل سے کہا جائے فرمایا اس کا کام بھوکوں کو کھانا کھلانا، تنگوں کو کپڑے پہنانا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا ہے۔ رات بھر

نماز اور ہر روز روزہ یہ دوسروں کا کام ہے اس کا نہیں اسی کو کہا ہے کہ
نیست دنیا بد اگر کاری کنی بد شود گر عزم دنیاوی کنی
تخم امروزینہ فردا برود ورنہ کارے لے ورینا برود

(دنیا بری نہیں ہے اگر تم اس دنیاوی دولت سے اچھے کام کرو بری اس وقت ہو جاتی ہے جب تم اس سے خزانہ بھرنے کا قصد کرتے ہو۔ آج کی تخم ریزی سے کل پھل ملے گا اور اگر تو بیج نہیں بوتا تو پھل کیا ہوگا۔)

اور اگر تم کسی کو کچھ دو تو کوشش کرو کہ سوال کرنے سے قبل دو۔ اہل معرفت اور اہل مروت کا قول ہے السؤال دین اقل ثمن النوال ان جل (سوال بھٹورا بھی عنایت کی قیمت بن جاتا ہے چاہے عنایت بڑی کیوں نہ ہو) یعنی امداد بھٹوری ہو یا زیادہ سوال اس کی قیمت بن جاتا ہے اگر کتنا ہی زیادہ دے سمجھے کہ کچھ بھی نہیں دیا اس لئے کہ دنیا لالاشی ہے (دنیا کوئی چیز نہیں) امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ساری دنیا مری ملک ہو جائے تو ان سب کا ایک لقمہ بنا کر میں کسی بھوکے کے منہ میں رکھ دوں پھر بھی مجھے اس پر ترس آئے۔

ملک دنیا را کہ بنیاد نہ ہند گر چہ بس عالی ست برباد نہ ہند
مال و ملک این جہاں جز پیچ نیست گر ہمہ یابی چو من ہم، پیچ نیست
(دنیا کی ملک و عمارت کی بنیاد جو رکھتے ہیں وہ کتنی ہی عالی شان کیوں نہ ہو اس کی بنیاد ہوا پر کھئی ہے اس دنیا کی دولت اور اس کی ملکیت سوائے اٹھن و جھنجھٹ کے اور کچھ نہیں اور تو سب کچھ پالے جب بھی مری طرح کچھ نہیں ہے) برادر عزیز اور جملہ مسلمانوں کی عاقبت و فاقمت بخیر ہو۔

والسلام



بحرمت النبی والہ الامجاد

مکتوب ۲۸

کام میں مشغول ہونے اور اُمید خدائے غفار سے رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت کور کے نام

برادر عزیز الوجود کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعا
جانیں! اگرچہ برادر عزیز دنیاوی مشغولیتوں میں مبتلا ہیں اس سے یکایک نکل آنے میں
مغذوری ہے پھر بھی ہمت بلند رکھیں دل جو خداوند تعالیٰ کا محل نظر ہے اسے دنیا کی محبت اور
اس کی طلب سے پاک رکھیں اور خداوند جلّ و علا کی محبت اور اس کے غم و اندوہ کے سوا اور کچھ اس
دل میں باقی نہ رہنے دیں محققین کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ کی یافت اس کا ملنا طلب کے اندر
نہیں ہے بلکہ خود اس کی داد و دہش کے اندر ہے جس چیز کی طلب ہو اس چیز کا ملنا ضروری
نہیں ہے۔ ہاں وہ چیز ضرور مل جاتی ہے جو اُسے عطا فرما دیتے ہیں وَحَبَدَتْ رَجَبٌ بَرَجًا
(میں نے اپنے رب کو پایا اپنے رب کی عنایت سے) کے معنی یہی ہیں آدمی کو وہ جلوہ نظر نہیں آتا ہے
جس کی طرف آنکھ لگائے رہتا ہے ہاں اب وہ اس حسن کو ضرور دیکھ لیتا ہے جو اسے دکھلا دیتے
ہیں۔ عرف ربی بربی کے معنی یہی ہیں۔

نیت از راہِ دہم و عقل و حواس بے خدا هیچ کس خدائے شناس
ہر ہدیہ کہ داری لے درویش ہدیہ حق شمر نہ کہ یہ خویش
(دہم و عقل و حواس کی راہ سے کوئی شخص خدا کو نہیں پہچان سکتا جب تک خود خدا اپنی معرفت
نہ عطا فرمائے۔ اے درویش ہر وہ نعمت کا تحفہ جو تو رکھتا ہے اسے خداوند تعالیٰ کی دین گجھ

دہ ترے کد و کاوش کا ثمرہ نہیں ہے۔)

تو دیکھنے کی علت دکھلانا ہے نہ کہ دیکھنا اور پانے کا سبب دین و عطا ہے نہ کہ تلاش و جستجو

بہت سے تلاش و جستجو کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو پاتے نہیں اور بہت سے پانے والے ایسے ہیں جو ڈھونڈتے نہیں کیونکہ فیض منقطع نہیں ہے چنانچہ اس ایک گروہ کے کچھ لوگ خود فیضان یافتہ فیض فیاض ہیں جیسے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ واسعتہ اس قبیلہ کے لوگوں کی نظر میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خوار کتر اور بیکار کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ اسی کو کہا ہے۔

عزت چو در اثناید بے سیج شکستے سالک در کون و مکان مارا جز خوار نہ باید بود

(اے سالک! بلاشبہ عزت اوروں کو چاہیے مجھے تو دونوں جہاں میں ذلیل و رسوا ہی رہنا چاہیے) جب حق سبحانہ تعالیٰ کا فیض کار فرما ہوا تو ایسا اکٹھا کیا کہ آپ کی بلند مرتبہ میں کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن جب حضور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کے ساتھ بہشت میں قدم رنجہ فرمائیں گے تو عرض کریں گے خداوند اہماری امت کے تمام مومنوں نے ہمیں دیکھا اور ہم نے ان سب کو دیکھا لیکن اویس قرنی نے مجھے نہیں دیکھا، جواب آیا آپ کو جس نے دیکھا میرے لئے دیکھا اور جس نے مجھے پایا اگر وہ آپ کو نہ دیکھے تو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ در سیر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشتہ گر چہ خاک شد

(جو شخص راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے حرم خاص کا محرم اور زندہ جاوید بن گیا۔

جو شخص اس دار دنیا سے پاک و صاف ہوا وہ خاک ہو کر نور مطلق ہو گیا۔)

اچھی طرح دلنشیں کر لو طلب پائشی علت نہیں ہے یافت کی علت اس کی عطا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

من منخواہم و دیگران می جویند تا بخت کرا بود کرا و در دوست

(میں بھی تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی ڈھونڈ رہے ہیں دیکھیں کس کے نصیب میں ہے)

اور کہ وہ اپنا دوست بناتا ہے۔)

بتوں کے پجاری بت کے واسطے سے طلب کر رہے ہیں عیسائی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے

واسطے سے یہودیان جناب عزیر علیہ السلام کے واسطے سے لاکھوں لاکھ اور دوسرے طالبین

میں کسی نے نہیں پایا تو معلوم ہوا اس کو وہ شخص مطلوب ہے جسے وہ دینا چاہتا ہے۔

یک نظر از دوست صد ہزار سعادت منتظرم تا کہ وقت آن نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں لاکھوں سعادت بھری ہے میں منتظر ہوں کہ نگاہ کرم کی وہ گھڑی کب آتی ہو۔)
 اے بھائی! مسلسل اس غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگے رہنا چاہیے دنیا کی تمام
 چیزیں ٹوٹنے کے بعد بے قیمت ہو جاتی ہیں لیکن دل جتنا شکستہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا
 ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَرَةِ قَلْبُہُمْ لِأَحَبِّی (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میرے لئے
 شکستہ ہیں، اپنا یہی پتہ اس نے دیا ہے۔ ایک دفعہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الہی
 تجھے کہاں ڈھونڈھوں؟ جواب ملا ٹوٹے ہوئے دل والوں کے پاس عرض کی اے مرے اللہ مجھ
 سے زیادہ کسی کا دل شکستہ نہیں ہے وحی آئی تو میں وہیں پر ہوں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ

اے دریغ جان و تن دریا ختمیم قیمت جاں ذرہ نشنا ختمیم

تشنہ می میریم در طوفاں ہمہ و آں کہ آب از چشمہ حیواں ہمہ

(افسوس! جسم و جان کی بازی لگا دینی، جان کی قیمت ذرہ برابر نہیں پہچانی۔ طوفان
 میں رہ کر بھی ہم پیاسے مر رہے ہیں غالاں کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے۔)
 اب اگر تحقیق کی نظر سے ایسا ہی ہے لیکن اُمید لگائے رہنا چاہیے اور حتی الامکان طلب
 خالی نہیں رہنا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ دولت وادش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است

راہ بنماینیک ساعت ترا می باید عالمی طاعت ترا

(اگرچہ اس کی عطا و دولت بے علت ہے لیکن خوش قسمتوں اور صاحبان دولت و نعمت کا کام حق تعالیٰ
 کی بندگی و عبادت کرنا ہے کچھ کر ڈالو راہ نہیں دکھلاتے پھر بھی تمہیں طاعت و عبادت کی ایک دنیا چاہیے)
 برادر عزیز کے لئے حق کی طلب یہ ہے کہ شکستہ دلوں کی تلاش میں رہیں، کھانا، کپڑہ جو
 کچھ میسر ہو اس سے ان کی خدمت کریں۔ گرے پڑوں کو اپنے ہاتھ زبان، قلم و کاغذ سے
 راحت و آرام پہنچائیں آخر تم نے یہ سنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو یہ عظیم دولت
 نعمت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ملی ہے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے
 ایک حاجت کسی مومن کی اگر تم نے پوری کر دی تو تمہاری ستر حاجتیں پوری کی جائیں گی مَنْ
 قَضَى حَاجَةً لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ قَضَى اللَّهُ تَعَالَى لَهُ سَبْعِينَ حَاجَةً مِنْ
 حِرَاجِ الدُّنْيَا۔

ہر چیزیں جامی بری آن زبان تست نیک وید ورتو آن درمان تست
 توشہ زینجا بر کر آدم گوہری کاں بود آنجا کہ زیرں جامی بری
 (جو کچھ تو یہاں سے لے جاتا ہے وہ تری کماٹی ہے تری نیکیاں و برائیاں تیرے رو کا مداوا
 نہیں۔ اسے آدم کے گوہر آبدار بیٹے! وہاں کے لئے زادراہ ہیں تیار کرے وہاں وہی کام دیگا
 جو یہاں سے تو لے جاتے گا۔)

حق سبحانہ تعالیٰ کی مدد و توفیق ہمارے شامل حال ہو اس کے فضل و کرم سے۔

والسلام
 فقیر شرف میزی



مکتوب ۲۹

ازل کا فیصلہ اور عقل کی معزولی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر مذکور کے نام

برادر عزیز مخصوص سلام و دعاء

ایک مدت ہوئی آپ کی طرف سے کوئی یہاں نہیں آیا اب جب قرالین آئے
 تو وہاں کے تمام حالات معلوم ہوئے دل مطمئن رکھیں دنیا بلا خانہ ہے یہاں خود عقل اور
 عقل کے احکام سب سرنگوں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

بیخ دل را بکنہ اور نہایت جان و دل از کمالش آگہ نیست
 بالتقاضائے نفس و عقل و حواس کے تو اں بود کردگار شناس

کسی دل کو اس کی کُنہ و ماہیت تک راہ نہیں اس کے کمالات سے جان و دل آگاہ نہیں۔
 نفس و عقل و حواس کے مطالبات سے کب کوئی خدا شناس ہو سکتا ہے

آج اس دنیا میں اس کے دشمن نعمت کے لئے مخصوص ہیں احتیاد اولیاء بلا و آزمائش کے لئے مخصوص ہیں عقل و احساس تو قیاس کے لئے آئے ہیں اور خدا کی وہم و گمان سے بالا ہے اس لئے خدا کی بنیاد مشیت پر ہے بندوں کی قیاس، انکسار پر نہیں عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوستوں کو سرفراز فرمایا جائے اور دشمنوں کو گرایا جائے ان پر بلائیں ڈالی جائیں اور حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں دوستوں پر ڈالتا ہے اور تمام نعمتیں تمام مرادیں دشمنوں کی گود میں ڈال دیتا ہے عقل تو وہ ہے جو دشمن کو قتل کر ڈالے اور بغاوت کریں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے مگر یہاں ہوتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے دشمنوں کو پیدا کیا ان کی پرورش کر انی انہیں ہلاک نہیں کیا ان کی مرادوں اور تمناؤں سے ان کو نوازاجب قیاس کی راہ یہاں بند ہے تو اس کی خدا کی عقل کو کوئی سروکار نہیں عقل کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ یہ جانے کہ بندگی کس طرح کرنی چاہیے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے عاجز رہتے نہ یہ کہ خدا کی گواہی نے قیاس سے معلوم کیا جاسکتا کہ اگر عقل ایک اچھا ترانہ ہے لیکن سونا تو لے والی پرانی سے پہاڑ کو نہیں تول سکتے۔ اسی کو کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت کند جانت باید تا ربوبیت کند

(عقل ایسی چاہیے جو صحیح بندگی کر سکے اور تجھے جان ایسی چاہیے جو اس رب العزت

کی ربوبیت کو پہچان سکے)

اے بھائی! تقدیر کے رموز و اسرار سے جبریل و میکائیل کو اطلاع نہیں غریب عقل

کو اس میں کیا دخل۔ اسی کو کہا ہے۔

توجہ دانی ز آفرینش حق چہ شناسی بیان و بنیش حق

تو کہ در جس آبی و تابی کے عیان و نہیان کو دانی

(تو حق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کیا جانے اس کی نگاہ پاک اور اس کے یہاں کے رموز

اسرار کو تو کیا پہچانے تو جو کہ رومی، پانی کی قید میں ہے اس کے ظاہر و باطن کو کیا جانے)

تو جو کچھ بھی سامنے لائیں سر تسلیم خم کر دینا چاہیے کیا کیا جائے اس لئے کہ بندگی یہی ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرمان رود از خداوند آنچه خواهد آن رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے کہ جو آقا کے حکم پر چلے اس کا مالک جو اس چاہے اسے بجا لائے۔)

اس عالم کے لئے وہ پہلی سطر ہے جو لوح محفوظ پر نظر ہوئی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ دَلَمَ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْكُرْ
عَلٰی نِعْمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبَّاسْوَالِیْ (بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے
غضب پر غالب ہے جو میری قضا پر راضی نہ ہوا اور میں نے میری بلا پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر
نہ کیا اس کو چاہیے کہ مرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے۔)

اور اگر معاملہ بندہ کی مراد اس کی آرزو پر ہوتا تو یہ انبیاء و اولیاء کے لئے ہوتا اس لئے کہ بندہ
ہونے میں وہ خاصان خاص ہیں اسی کو کہا ہے۔

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ نر کسی برادر سراپردہ

جب تک زمانہ کے سرد و گرم تو نے نہیں برداشت کئے ہیں اس وقت تک اُن کے خمیر
کے در پر تیری رسائی نہیں ہوگی۔)

کیا کیا جا سکتا ہے بندگی ہی ہے تو تقدیر کے حکم کے تحت اپنی مراد سے ہاتھ دھولینا چاہیے
اور اسی نامرادی کے ساتھ گذر بسر کرنا چاہیے اس لئے کہ بندہ کی اپنی کوئی مراد نہیں ہوتی چنانچہ
جس کام کا تقدیر حکم کرتی ہے وہی کیا جاتا ہے اور جس طرح رکھتی ویسے ہی رہنا ہے۔ یَفْعَلُ
اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیَحْكُمُ مَا یرِید اللہ جو بچا ہوتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کام
دیتا ہے) اسی کو کہا ہے۔

گہ باکف پر کشیم و گہ دروشیم گہ واپس جملہ خلق و گہ درپیشیم
گہ بادل پر نشاط و گہ دل رشیم من بوقلمون روزگار خویشیم
(کبھی میری منگھٹی چاندی سے بھری ہے اور کبھی مفلس و نادار ہوں کبھی ساری مخلوق کے پیچھے اور
کبھی سب کا امام ہوں۔ کبھی نشاط و شادمانی سے دل بھرا ہوا ہے اور کبھی زخمی و خستہ اور چورہ
میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

تو معلوم ہوا کہ بندگی اور اپنی مراد و آرزو کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ آج جو لوگوں میں پریشانی
اور غم و رنج و الم ہے وہ یہی اپنی مراد کے حصول کی طلب و تڑپ کی وجہ سے ہے جو خیر محال
ہے لانا اس کی طلب کی ہی ہوتا ہے۔ اپنی بندگی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو اور رات دن
یہ استغفار کرتے رہو رَبِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَانِّہُ لَا یَغْفِرُ

الذُّنُوبُ الْعَظِيمُ إِلَّا رَبُّ الْعَظِيمِ۔ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر بے انتہا ظلم کیا ہے پس تو میرے گناہ کو بخش دے کیوں کہ بڑے بڑے گناہوں کو سوائے بہت بڑے رب کے کوئی نہیں بخشتا۔) ح

بندہ ادب باش تا باشی کے درگے ادب باشی اس باشد بے
گراز در اپنے بود سوتے تو باز تو ازیں دولت توانی کرد باز
(اس کا بندہ بن جاتا کہ تو کام کا آدمی بن جائے۔ اور اگر اس کے در کا کتا ہی بن جائے یہ بھی بہت
ہے اگر اس کی راہ کی طرف تیری بازگشت ہو جائے تو تو اس دولت پر جتنا ناز کر سکتا ہے ناز کرے۔)
خدائی میں شرکت کی گنجائش نہیں اِمَّا اَنَا وَاِمَّا اَنْتَ یا تو تو رہے یا میں۔ ح
کاملاں در راہ حق خوں خوردہ اند بندگی و حق گذاری کردہ اند
لا جرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشان شدند
(کاملین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق گذاری کرتے رہے
ہیں آخر کار اسی بندگی سے بادشاہ بن گئے ہیں اور سارے جہاں کے سردار ہو گئے ہیں۔)

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری



مکتوب ۵.

حکم خداوندی پر راضی ہونے اور عقل کا حق تعالیٰ کی معرفت سے معزول ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر کے نام

عزیز خضر مخصوص بسلام و دُعا

برادر عزیز تر کے دونوں خطوں ایک محمود لائے اور دوسرا بدیع پڑھا۔ اے بھائی! یہ اہل ہے کہ الْمَعْلُوم لَا یَتَغَيَّرُ وَالْمَقْسُوم لَا یَزِیدُ وَلَا یَنْقُصُ ہر شخص کے لئے جو مقرر ہے وہ خداوند تعالیٰ کو معلوم ہے اس میں کسی کے لئے بھی تغیر و تبدل نہیں اور ہر ایک کے لئے جواز میں مقسوم ہو چکا ہے کہ وہ کیا کرے گا کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا۔ اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوتی ہر حلال ہو یا حرام طاعت ہو یا معصیت وہی اس سے ظہور میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور جو تقدیر ہو چکا ہے حکم کی تعمیل کرنے اور تقدیر کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے ۛ

آدمی بے غمی رانیت پاتے در گل جسن آدمی رانیت

شادی از اہل عصر بیگانہ است آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے نجات پانے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا)

خوشی اہل زمانہ سے اجنبی اور بیگانہ ہے آدمی کو تو ازل گھر سے حزن و ملال ملا ہے

اے بھائی! کیا کیا جاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار بیغیا مبران علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے

خلق کو ایمان و عمل خیر کی دعوت دی ازل میں جو حکم ہو چکا ہے اور تقدیر میں جو مقرر ہو چکا اس میں

ذرہ برابر فرق نہ آیا نہ کمی ہوئی نہ زیادتی۔ ۛ

ہر چہ استاد در بشتہ براند طفل در مکتب آں تواند خواند

ہرچہ استاد در پستہ براند طفل در مکتب آں تواند خواند
(استاد نے جو تختی لکھ کر دی ہے لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو ایمان اور عمل خیر ظہور میں آیا وہ انہیں انبیاء علیہم السلام کے واسطے ظاہر ہوا
اس سے زیادہ نہیں ہے چونکہ دنیا عالم حکمت ہے یہاں کے کام واسطہ ہی سے چلتے ہیں پھر بھی شخص
سے وہی عمل میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور وہ اس کی تقدیر ہو چکی ہے اس میں کوئی کمی و
بیشی نہیں ہوتی۔ اسی کو کہا ہے ۔

کز پئے جانت حکم یزدانی شب بشت آنکہ روزی خوانی

(تیری جان کے لئے حکم خداوندی نے رات کو جو لکھا ہے دن کو تو وہی پڑھتا ہے)
لیکن یہ ساری گفتگو جو کی گئی یہ عقیدہ ہے مومن کا اسی پر عقیدہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کا ایمان صحیح
رہ سکے۔ بندہ کے لئے ازل کا حکم حجت نہیں ہے (یعنی بے عملی کے لئے اس کو سہلا نہیں بنانا چاہیئے کہ تقدیر
میں تو یہی ہے) ہاں آدمی کو چاہیئے کہ اپنے حال سے فعال بنے بہت کام کرنے والا اور اپنے ناپسندیدہ برے
کاموں کو خود ناپسند کرے اور سب تو بہ استغفار کرتا رہے بندگی یہی ہے ۔

گر کردین داری اسے پاوسر راہ دیں این است زیں رہ درگذر

گوشہ گیر زیں سراے مجاز توشہ آجہاں درومی ساز

(اے بے ڈھنگے بے سرو پا، اگر دین کا سودا تیرے سر میں ہے تو دین کی راہ یہ ہے اس راہ سے داخل ہو کر آگے بڑھ
اس مجازی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لے اُس جہاں کے لئے اسی دنیا میں توشہ تیار کر لے)
ایک اہم بات آپ کے خط میں ذکر تھا کہ اس مقام کے قاضی کو مولانا صدر الدین کے مکتوب پر
اعتراض تھا۔ اے بھائی! اگر اس بیچارے میں سعادت کی بو ہوتی اور مردان خدا کے دین کا ایک راز
بھی حصہ ملا ہوتا تو آج وہ غریب اس چھری سے ذبح نہیں ہوتا مَن جَعَلَ قَاضِيًا فَكَأَنَّمَا ذُبِحَ
بِغَيْرِ مِسْكِينٍ (جس کو قاضی بنایا گیا تو گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا)۔ بچوں کہ وعید شرع کی چھری کا
ذبح کیا ہوا ہے اس لئے مُردہ ہے۔ کہاں وہ اور کہاں ان کا دین۔ وہ ابھی شیر خوار بچہ ہے بلکہ ماں
کے پیٹ میں ایک بوٹھا ہے یہ بھی نہیں باپ کے پشت میں ایک قطرہ ہے یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں بھی
عدم ہے! وہ بیچارہ مخمخوں کے دین سے واقف نہیں مردان خدا کے دین کی اس کو کیا خبر ایک
بزرگ نے کہا ہے ۔

بگذار فضول گر ابو جہل در دین محمدی نیاید

(چھوڑوان بکواسیوں کو، اگر ابو جہل دین محمدی میں نہیں آتا تو نہ آئے۔)

اور ایک دوسرے نے کہا:

اے کہ حق کردہ زیر بار ترا بر جنیں کار با چہ کار ترا

علم کز بہر کاخ باغ بود باجمو مرد ز در چہ سراغ بود

(اے وہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تجھے کتابوں کے بوجھ کے نیچے دبا دیا، ان کاموں کے تجھے کیا مہر کا رہے

وہ علم جو محل اور باغ کے حصول کے لئے ہو اس کی مثال چوروں کے چہ سراغ کی ہے)

اے بھائی! منکران اہل مکہ اسی طرح اپنے لئے بینائی، گویائی اور شنوائی کا دعویٰ کرتے تھے تو ان کے

اس دعویٰ کی رد میں ان کے لئے یہ جواب آیا **لَمْ يَكُنْ عَمِي**۔ اندھے بہرے اور گونگے ہیں علماء

آخرت علماء دنیا کو اسی طرح جانتے ہیں اور سب کو معذور سمجھتے ہیں اس لئے کہ جس کے پاس شنوائی،

گویائی اور بینائی ہے وہ اندھے بہرے اور گونگے کو معذور قابل معافی جانتے ہیں جیسا کہ کہا ہے،

ہر کہ اندر حجاب جاویدا است مثل او بچو بوم و خورشید است

دین عقل برگزیند حق دیدہ رنگ میں نہ بنید حق

(جو دائمی حجاب و پردہ میں ہے اس کی مثال آفتاب و آتو کی ہے۔ عقل کی آنکھ حق و صدا

قبول کر لیتی ہے رنگ و روپ پر نظر رکھنے والی آنکھ حق کو نہیں دیکھتی۔)

کہتے ہیں اسلام اس وقت ترقی و ترقی کا زمانہ تھا جب تک علماء دنیا پیدا نہیں ہوئے تھے جب علمائے دنیا پیدا

ہوئے تو اسلام میں خلل پڑ گیا چنانچہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے انہوں نے

پوچھا تعجب ہے تجھے فارغ دیکھتا ہوں؟ اس نے کہا علماء دنیا ظاہر ہو گئے ہیں اب میرا کام نہیں رہا۔

جانتے ہو علماء دنیا کون ہیں وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی روٹی کھاتے ہیں اور اُمراء و سلاطین کے در کو

اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور جو آخرت کی

کمائی کا وسیلہ ہے اے دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

علم کز بہر کاخ و باغ بود باجمو مرد ز در چہ سراغ بود

(جو علم باغ و محلات کے حصول کے لئے ہو وہ چوروں کے چہ سراغ کے مانند ہے)

افسوس ہوا اور ملال بڑھا استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔

(ایک بات اور شیخ سلیمان نے اپنے اوپر زحمت کیوں لی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال ابوطالب اور ابو جہل کو دعوت دی کوئی فائدہ نہ ہوا وہ بیچارہ جو شرع کی چھری کا ذنگ کیا ہوا ہے وہ مذبح مردہ ہوتا ہے شیخ سلیمان کی دلیلوں اور گفتگو کو وہ کیسے مان سکتا ہے۔ ❀

واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۵۱

تقدیر پر راضی رہنے اور خداوند بے مثال کی فرمان داری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر مذکور کے نام

عزیر سلمہ اللہ خصوصی دُعا

عرض یہ ہے کہ فرزند صفی کے خط سے حادثہ کا پورا حال معلوم ہوا تھا۔ خط کے آخری حصہ پر نظر پڑی تو لکھا تھا کہ ایک دور دراز میں رہائی ہو جائے گی چنانچہ خیال یہی تھا کہ رہائی ہو چکی ہوگی اور شام تک نہیں رہا ہوگا۔ پھر آج ۲۵ ہجری الحجہ کو ہوقت فرزند صفی کا خط پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ ایک وہی حال برقرار ہے چنانچہ دل کو بشریت کے تقاضہ کی بنا پر تشویش یا فکر لاحق ہوئی۔ تقدیر اور خداوند تعالیٰ کے حکم کے آگے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل کے حوالہ کر دیا انشاء اللہ جلد سے جلد رہائی و دستگیری ہو جائے گی اور تمحیابی و خلاصی ظاہر ہوگی جیسا کہ کہا ہے۔

گر تہر سزائے ماست آخر ہم فضل برائے ماست آخر

(آخر اس کا عتاب اگر ہمارے لئے ہے تو یقیناً اس کا فضل بھی ہمارے ہی لئے ہے۔)

بندہ کو بندگی کی بنا پر خداوند تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا اور اس کی تقدیر پر سوائے گردن جھکانے کے چارہ نہیں۔ ۴

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را چہ کند گوے کہ تن در نہ نہد چو گاہ را

(بندہ اگر خدا تعالیٰ کے حکم پر گردن نہ جھکائے تو کیا کرے گیند اگر کھلاڑی کے بلے کے ٹھوکروں پر نہ چپے تو کیا کرے۔) اے نبائی! دنیا چوں کہ باخاناہ اور ابتلا و گردش کی جگہ ہے تو بندہ کو درمختلاف حال سے چارہ نہیں ہے

زمانہ بدلتا رہتا ہے زمانہ کبھی نعمت عطا کرتا ہے اور کبھی مصیبت و بلا میں ڈال دیتا ہے۔ بندہ کو کبھی ایک حال پر نہیں رہنے دیتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں ۛ

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم گہ دل پر شاہ و گہ دل ریشم
گہ واپس جملہ خلق و گہ دریشم من بو قلمون روزگار خوشم

(کبھی مری مٹھی چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی تہی دست ہوتا ہوں دل کبھی مسرت و شادمانی سے بھرا ہوا اور کبھی زخمی و چور ہوتا ہے کبھی سارے جہان کے پیچھے پیچھے اور کبھی سب کے آگے ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)
جب پدر بزرگوار آدمؑ کو نبوت کے تاج و تخت و مملکت کے باوجود بہشت جیسے مقام میں بغیر بلا و آزمائش کے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ تاج و تخت بادشاہی کے ساتھ صبح کو بہشت میں داخل فرمایا ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ برہنہ کر کے بہشت سے باہر بھیج دیا گیا تو ان کے آل و اولاد کو دنیا جیسے بلا خانہ میں رہتے ہوئے بغیر آزمائش کے کیسے چھوڑیں گے۔ ۛ

او ظلم نمی کند بہ تحقیق و یقین لیکن من بیچارہ چنینم مظلوم

(یہ حقیقت ہے کہ یقیناً وہ ظلم نہیں کرتا ہے لیکن میں غریب پھر بھی مظلوم ہی ہوں۔)

اے بھائی! قضا و قدر کے راز سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ آگاہ نہیں غریب عقل کی اس کے قضا و قدر کے اسرار تک پہنچ کہاں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری بھلائی اسی چیز میں ہو جو ہمیں اپنے لئے ناپسند و ناگوار ہوتی ہے۔ عَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔

یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچہ کو ان کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی قصور کے اس کے بعد انہیں ان سے نکال کر بہت معمولی سی قیمت میں بیچ دیتے ہیں پھر اس قید و بند غلامی نے کال کر تخت نشاہی پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ ۛ

اے جہان جاں ہمہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(لے تمام جانوں کے جہاں سب کے آپ کے کرشموں سے حیرت میں ہیں لاکھوں عقل سرگرداں و پریشان ہیں۔)

سلامتی عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود و عدم کے بیچ ہو وہ تو مصیبت و بلا و آزمائش ہی ہے اور ان سب کی علت و سبب کیا بیان کیا جائے۔ عراقی نے اسی مضمون کو کہا ہے ۛ

اے کاش نبودی عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(اے عراقی کاش تیرا وجود نہ ہوتا عالم کی یہ ساری خرابیاں ترے ہی سبب سے ہیں۔)

اور ایک دوسرے نے فریاد کیا ہے۔ ۷

چوموئے شدم ز رنج ہر بیدارے در دہر نبودست چو من ناشائے

برخیزد اگر جہد بمن ناگہ بارے چوں چنگ زہر رگے زن فریادے

(رنج و ستم بہتے بہتے سوکھ کر بال کے مانند ہو گیا ہوں زمانہ میں مجھ سے زیادہ کوئی اندوگس نہ ہوگا۔

اگر مرے باطن سے یکایک آہ کا گورہ اٹھے تو تار کے تاروں کی طرح مرے ہر رگ سے فریاد کی جھکار آنے لگے۔)

لیکن جب حکم یہ ہے اَلَا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا زِينَتَكُمْ لَیْ تَذَكَّرُوْنَ۔ ایمان کے دو برابر جھٹتے ہیں ایک حصہ شکر اور دوسرا صبر کا تو نعمت میں شکر کرنا چاہیئے اور بلا میں صبر تاکہ بندگی کی ادائیگی ہو اور ان دونوں حال میں مستحکم رہنا چاہیئے اور مردان دین کی پیروی کرنا چاہیئے اس کی اس قدر نعمتیں اور احسان ہیں کہ اگر سارے عالم کے لوگ شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ دَانَ تَعْدُوْا نِعْمَتَا اللّٰهِ لَا تَحْصُوْهُمَا اور اس کے مقابلہ میں تمہاری جانب سے صرف صبر و شکر کو کافی قرار دیا ہے۔ اسی کو کہاہے۔ ۷

ناک سا رہا بے لطف خود کس کرد شکر و صبرے زبندگان بس کرد

(بے قدروں کو اپنے کرم سے قابل قدر بنا دیا اور اس کے مقابلہ میں بندوں سے صرف صبر و شکر کو بہت کچھ قرار دیا۔)

اور اس صبر و شکر پر اتنی ساری خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ ۷

ہر ہدیہ کہ داری اے درویش ہدیہ حق شمر نہ کردیہ خویش

(اے درویش یہ تمام نعمتیں جو تیرے پاس ہیں اسے حق سبحانہ تعالیٰ کا عطیہ جان یہ تیری اپنی کمائی نہیں ہے۔)

عاقبت و خاتمہ تمام مسلمانوں کے ساتھ بخیر ہو بحرمت النبی والہ الامجاد۔ والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۵۲

اشتقاق و محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک سلالہ دین کے نام

دستور دعا کی پیش کش کے بعد واضح ہو برادر۔

خواجہ سلیمان نے آپ کا خط جنس و نقدِ حدیہ کے ساتھ پہنچایا تَقَبَّلَ اللہ مِنْكَ فَاحْسَن
جزاك اللہ تعالیٰ آپ کی جانب سے میرے لئے قبول فرمائے اور بہترین اجر عطا کرے۔ اور آپ کے
اشتقاق و محبت کو جو اس دعا گو سے ہے خوب خوب بیان کیا۔ اے بھائی! کسی کو دکھینا اور اس
سے عشق و محبت کا ہو جانا یہ تو عام طور سے ہوتا ہے لیکن کسی کا نام سن کر اس پر عاشق ہو جانا یہ ایک
نادر کام اور تعجب خیز راز ہے۔

سِرِّ عشقِ نگشتِ مدرکِ خلق زانکہ بیرونِ ست از قیاسِ دگماں

ایں عجب ترکہ نامِ اعظمِ او در دو عالم نہ گفت کس بزباں

(حق سبحانہ تعالیٰ کے عشق کے اسرار تک لوگوں کی پہنچ نہ ہوگی اس لئے کہ وہ خود قیاس و ہم دگماں سے بالاتر ہے۔

اور اس پر یہ تعجب بالائے تعجب ہے کہ دونوں جہاں میں کسی نے بھی اس کے اسمِ اعظمِ ربان سے بیان نہیں کیا۔)

جناب یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی مصر میں موجود تھے ان میں سہمی کو بھی یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو معلوم نہ ہوئی کنگن
جو مصر سے اسٹی فرنگ تقریباً پانچ سو پچاس میل کی دوری پر ہے جناب یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو جناب
یعقوب علیہ السلام کو کنعان میں پہنچتی ہے چوں کہ یعقوب علیہ السلام محب و عاشق تھے اور یقیناً محبوب و معشوق کی خوشبو محب و عاشق
ہی کو ملتی ہے دوسروں کو یہ کہاں نصیب ہوتی اگرچہ ایک ہی مجلس میں موجود تھے محبت کا یہ سلسلہ خود عجائب و غرائب میں سے
ہے عشق و محبت کے احکام اہل محبت اور عاشق کے حصہ و نصیب کی چیز ہے اہل ظاہر اور صورت پرستوں سے بہت دور
ہیں ان کے لئے اس پر ایمان رکھنا ہی بہت بڑی چیز ہے اس لئے کہ اس کا تعلق ذوقِ مزہ یعنی چکھنے سے ہی اسی معنی کو کہا ہے
عقل فرماں کشیدنی باشد عشق وایمان چشیدنی باشد

(عقل تو فرمان کی بجائے آوری کے لئے ہے۔ عشق و ایمان کا تعلق ذائقہ اور مزہ سے ہے)

اسی کو بزرگوں نے کہا ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو ہمارے زانو سے لگے بیٹھے ہیں لیکن ہمارے
اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اور بہت سارے لوگ وہ ہیں جو بچیم کے سر پر ہیں
یا پورب کے سر پر ہیں لیکن وہ ہم سے بالکل متصل پہلو سے لگے بیٹھے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ لَا بُعْدَ
مَعَ الْمُحِبَّةِ وَلَا قُرْبَ مَعَ الْعَدَاوَةِ۔ جہاں محبت ہے وہاں حسد و نفرت سے دور رہنے میں کیا فرق ہوتا ہے
اور جہاں محبت نہیں ہے وہاں قرب و نزدیکی سے کیا نفع ہے؟

نقل ہے کہ ایک اعرابی نے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غرض کی یا رسول اللہ
مجھے حضور سے بے حد محبت ہے لیکن مرا سکن مدینہ سے بہت دور ہے میں راستہ کی دوری کے سبب

حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا ہوں مرا حال کیا ہوگا میرے لئے کیا حکم ہے؟ ارشاد محبوب رب العالمین
صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی محبت کے قانون کے تحت ہر شخص اپنے محبوب کے
ساتھ ہے۔ اعرابی خوش ہو گئے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ۷

مانہ گدا سیم چو سلطان عشق از مددِ حسن تو سلطان ماست
در سحر از غیبِ شنیدیم کہ دوش در دو جہاں درد تو در مان ماست

(میں بیواگدا اگر نہیں ہوں جب کہ آپ کے حسن جہاں تاب کی مدد سے سلطان عشق ہمارا شہنشاہ ہے۔)

کہا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ایسی سرت و شادمانی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس روز جس دن یہ حدیث شریف فرمائی گئی اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تمام
سوخکان جگر محبان و طالبانِ خدا و رسول کے لئے یہ حدیث شریف اکسیر شفا ہو گئی ہے اور تمام سحرا
محبت کے بھٹکنے والوں کے لئے دستگیر بن گئی ہے۔ ۷

محرابِ جہاں جمالِ خسارہ ماست سلطانِ جہاں در دلِ بیچارہ ماست

(عالم کا محراب یہ آسمانی ماہِ خوشید سب ہمارے خبار کا حسن میں سائے عالم کا شہنشاہ ہمارے محبت بھر دل میں ہے۔)

یہ ساری تقریر اس لئے کی گئی کہ اصل کام محبت ہے جہاں چاہو رہو شرق میں یا مغرب میں محبت
کی بنا پر جہاں بھی ہو تم اپنے محبوب کے ساتھ ہو راہ کی دوری کا کیا خوف۔ اسی کو کہا ہے ۷

منزلِ ہمت است عالمِ قدس کے قدمگاہِ جبرئیل بود

بے واسطہ رسد بقعد صدق چوں کہ عشقش ترا دلیل بود

(ہمت کی منزل وہ پاک عالم ہے کہ اس عالم پاک میں جبرئیل کے قدم کہاں پہنچ سکتے ہیں۔)

بغیر کسی واسطہ و ذریعہ کے مقعد صدق میں اپنے مالکِ مقدر کے پاس پہنچ جاتے ہیں کیونکہ عشق ہی سچا راہ ہے جو جاتا ہے۔
چوں کہ برادرِ عزیز کو عقیدت اور حسن ظن اس فقیر سے ہے تو میں بھی آپ کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا
طاقیہ (کلاہ) بھیج رہا ہوں ایک دعوت کا اہتمام کیجئے کچھ درویشوں کو جو وہاں ہوں بلائیے ان کی
موجودگی میں طاقیہ پہننے اور دو رکعت شکرانہ ادا کیجئے اور ہمیشہ با وضو رہئے ہر وضو کے
بعد دو رکعت شکرانہ وضو ضرور پڑھئے جس وقت بھی ہو خواہ وہ وقت عصر کی نماز کے بعد
ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں انہیں آداب کے ساتھ
مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعتِ قوت کے مطابق عمل کیجئے۔ ۷

تقصیر مکن، بیچ تو در کردن طاعت کا نہا کہ بیالیت ترا جملہ بباد است

(طاعت و عبادت میں تم ہرگز کمی نہ کرو اس لئے کہ تمہیں جو کچھ چاہیئے وہ سب عطا کر دیا ہے)

اس قانون کے تحت کہ قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے القلم أحد اللسانین، ملفوظات و مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں کرو کہ اس فقیر کی زبان سے کس رہے ہو۔

والسلام

خاکسار شرف مینیری



مکتوب ۵۳

دنیا کی بے وفائی اور اس کی مدت میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ملک شمس الدین کے نام

کار عالم جز طلسم و بیچ نیست جز خرابی در خرابی بیچ نیست

از طلسم او نشد آگہ بگہ در میان خاک و خوں دارد بے

(فریب نظر ایک دھوکہ ہے دنیا مسلسل خرابی کی دنیا ہے دنیا

نہیں کوئی واقف طلسموں سے اس کے میں خاک اور خوں میں کرشموں سے اس کے)

اے بھائی! دنیا مکار بے وفا، فریبی اپنے وقت کی رنگ بدلنے والی گرگٹ ہے دیکھنے میں

شہد اندر سے زہر پلاہل ہے جسے صبح نوازتی ہے رات میں اے جھوڑ دیتی ہے صبح سویرے اگر کسی کو

سر چڑھاتی ہے تو شام کو اپنے قدموں میں ڈال کر روند ڈالتی ہے اس کا جام خس و خاشاک کی آلودگی سے

پاک نہیں ہوتا، اس کا پیالہ شہد زنبور کے نیش سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کہاہے۔

از جام او محیش کہ در آں جام زہر ہاست گل برگ او سو کہ در آں زیر خار ہاست

دہر ستیزہ کار ندارد و فزائے کس دیدیم و آزمودہ شنیدیم بار ہاست

(اس دنیا کے پیالہ سے کچھ بھی زبان پر نہ رکھو کیوں کہ اس پیالہ میں زہر بھرا ہوا ہے اس کے

پھول پتیوں کو نہ سونگھو اس کے نیچے کانٹے ہی کانٹے ہیں اس جھگڑا لود دنیا نے کسی کے ساتھ وفا

نہیں کی ہے بار بار دیکھ چکا ہوں آرزو چکا ہوں اور کس چکا ہوں)

یہ بڑھیا مکار دہن بن کر بہت سارے بادشاہوں اور جوانوں کو قتل کر چکی ہے ایسا کہ وہ یاد کریں
اور بہت سے اپنے عاشقوں کو پاؤں تلے اس طرح روند چکی ہے کہ وہ یاد کریں جس کسی کو بھی کوئی چیز دیتی
ہے پھر پھین لیتی ہے اور جس کو کچھ دیتی ہے پھر اس سے اس کے واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔
جیسا کہ کسی نے کہا ہے

وہ بستاند و عارے ندارد بجز داد و ستد کا رے ندارد

چرخ شد مرا این سفلہ ایام کو یک یک باز بستاند سر انجام

(دیتی ہے اور پھر لے لیتی ہے اور اس میں اسے زرا شرم نہیں آتی دیکر لینے کے سوا اس کا دوسرا کام نہیں ہے)
یہ کمینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کا یہی طریقہ ہے جو دیتی ہے ایک ایک کر کے واپس لے لیتی ہے
الدُّنْيَا سَاحِرٌ دنیا جادوگر ہے اس کی جادوگری کا یہ حال ہے کہ اس کی ساری نمائش و زیبائش
خواب کی طرح ہے اس کی خوراک اسی پوشاک ایک خیال جیسی ہے اس کی لذتیں شہوتیں اختلام کے
مانند ہیں ان سب کے باوجود ایک عالم اس کے پیچھے سرگرداں و پریشان ہے۔ پتہ کہا ہے جس نے کہا ہے۔

حال دنیا راہ پر رسیدیم من از سر زانہ گفت یا خوابے ست یا بادیت یا افسانہ

باز گفتم حال آن کس گو کہ دل در و بربست گفت یا غولے ست یا دیولیت یا دیوانہ

(میں نے ایک مقل سے دنیا کا حال پوچھا اس نے کہا دنیا خواب ہے یا ہوا ہے یا افسانہ و کہانی ہے۔
پھر میں نے کہا اس شخص کا حال بتاؤ جس نے اس دنیا سے دل نکال رکھا ہے کہا ایسا شخص دیو شیطان یا دیوانہ ہے)
عجب حال ہے اس دنیا کا۔ یہاں شادی بے ماتم، خوشی بے غم، زندگی بے موت، صحت بے غیر
مرض، بقا بے فنا، مراد بے رنج و مصیبت، غذا بے بلا میں گرفتار ہوئے ملنا محال ہے اس کے باوجود
ایک جہاں اس کی تلاش میں سرگرداں ہے سینکڑوں نیتے و بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ خواب و عطار حیرت انگیز
نے کہا ہے۔

دو دنیا چوں نہنگے سر کشید نیک و بد را تا بگردن در کشید

جہاں را تا حشر بیچید دست ایچ کس از مکر و دام ادبخت

خاک عالم جمع کن چوں خاک بیز بر سر دنیا و مردم خاک ریز

زانکہ گر یک لقمہ ناں باشد ترا صد بلا از بعد آن باشد ترا

خاک بیز۔ نیا۔ سواروں کی خاک ستر سے سونے چاندی کے ذرے چھیننے والا۔

اس کمینی دنیا نے گھڑیاں کی طرے سر نکالا ہے اچھے اور بُرے سب کو گردن تک پانی میں کھینچ لیا
 قیامت تک کے لئے سب کو اپنی لپیٹ میں اس نے لے لیا کوئی بھی اس کے مکر و فریب کے جاں نہیں بچ سکا
 سارے جہاں کی خاک کو نیار یا کی طرح جمع کر دینا اور دنیا والوں کے سروں پر اس خاک کو ڈال دو
 اس لئے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی اگر اس سے تم کو ملا تو اس کے بعد ٹکڑوں بلائیں تمہارے سر پر آجائیں گی
 کہتے ہیں ایک عالم تھا چار سو صندوق علمی کتابیں اسے یاد تھیں اس کا کام مجلسوں میں علمی تقریریں
 اور عبادت کے سوا دوسرا نہ تھا لیکن اس کا دل دنیا کی محبت میں مبتلا تھا اس زمانہ کے پیغامبر
 علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس دنیا دار عالم سے کھد تکتے اگرچہ تم رات دن علمی مشغلہ اور عبادت میں
 رہتے ہو اور چار سو صندوق علمی کتابیں تمہیں یاد ہیں لیکن جب تمہارا دل دنیا کی محبت سے لبریز ہے
 تو تمہارا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

چوں تو دنیا دوستی حق ذرہ از تو نپذیرد چہ باشی غرہ

چوں ز دل دنیا دور نگذرت جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب تم دنیا کو محبوب رکھتے ہو تو حق سبحانہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ایک ذرہ بھی قبول نہیں فرمائے گا تم گھنڈ میں ہو)

جب تمہارا دل دنیا سے دور نہیں ہے تو تمہاری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے علاوہ اور کہیں نہیں

علم کا سینکڑوں جہاں اور اس کے معانی تمہیں حاصل ہیں تو بھی ایسے علم کا ثمرہ دوزخ ہو گا یا دنیا ہو گی۔

اے بھائی! دنیا کے ان سب عیبوں کے اور سینکڑوں خرابیوں کے باوجود ایک ہنر

دخوبی بھی اس میں ہے نہ ہی دنیا خوش قسمتوں کے لئے آخرت کی کھیتی ہے۔ بھلا اللہ برادر عزیز پر اللہ

رب العزت کا بے انتہا شکر واجب ہے کہ وہاں سے آنے والے مسلسل برادر عزیز کے بارگاہ میں یہ خبر دیتے

رہے ہیں کہ آپ نے دنیا کو مزرعہ آخرت بنا لیا ہے آپ کے بارگاہ میں سب کا یہی نیک گمان ہے۔

اللہم نہ ذلّ فزذ بحرمۃ النبی والہ الامجاد۔ دنیا کی دولت کا حصول اس حیثیت سے اچھا ہے۔

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نِعَمَ الْمَالِ الصَّالِحِ لِلْجَالِ الصَّالِحِينَ! کتنا پاک

وطیب مال ہے صالح آدمی کا صالح آدمیوں کے لئے! یقین ہے کہ اس حدیث شریف کی خوشخبری میں

آپ برادر عزیز شامل ہیں۔ الغرض دنیا اس حدیث شریف کے مطابق بُری نہیں

ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بچوں جنہیں کر دی ترا دنیا نکوست بس برائے دیں تو دنیا دار دوست
 (جب تم اس صفت سے متصف ہو گئے تو دنیا تمہارے لئے ابھی چیز ہے دین کے لئے دنیا سے دوستی کر سکتے ہو)
 اے بھائی! جہاں تک تم سے ہو سکے اپنے ہاتھ اپنی زبان اپنے کاغذ و قلم اور اپنے نقد و
 جنس سے اس دنیا کی کھیتی میں آخرت کی کمائی کر لو اگرچہ تمہارے پاس کفن کے لئے بھی کچھ نہ بچے
 تو بھی لگے رہو یہ جائز ہے۔

جملہ دروازہ فرد کن پائے راست گر کفن را، بیچ نہ گذاری رواست

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۵۲

بقدر ضرورت پر قناعت اور بقدر حاجت پر انکفا کرنے میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خواجہ غلام پوری کے نام

بھائی خواجگی کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے۔ اے بھائی! اگر کوئی شخص دنیا کے عیبوں اور اس کی بلاؤں کو زندگی بھر جلد کے جلد
 میں لکھا کرے تو بھی ختم نہ ہو تو چاہیے کہ جتنا ضروری ہے اتنے پر اگر قناعت نہیں کر سکتا ہے تو جتنا
 اس کی حاجت ہے اس پر قناعت کرتے تاکہ دنیا کی بلاؤں اس کے فتنوں سے محفوظ رہ سکے مرنے اور
 قبر میں جانے کی تیاری میں اپنی استعداد بھر مشغول ہو سکے۔

بیچ کس را در جہاں بسر و بر از قناعت نیت ملک بیشتر

ہر کہ در راہ قناعت مرشد ملک دنیا بردل او سر دشد

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشائی می کند

چوں ترانے و خلفانے بود ہر سر موئے تو سلطانے بود

ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت اگر چہ خاک شد

کسی کے لئے تمام سمندر اور زمین کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ جو شخص قناعت

کی راہ کا مرد ہوا، دنیا اور دنیا کی ساری مملکت اس کے دل پر سر ہو گئی، اگر قناعت والا لگاگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی کر رہا ہے۔ اگر تیرے پاس صرف ایک روٹی اور ایک ہی پھٹا پرانا پیرہن ہو تو تیرے جسم کا ہر رُوں ایک بادشاہ ہے جو شخص اس دنیا سے پاک و صاف ہو گیا تو نور مطلق رہ گیا کیوں کہ وہ تو خاک ہو چکا۔

ایک فقیر سکرات موت میں تھے اس گھڑی انہوں نے وہ کملی جوان کے کاندھے پر تھی اسے علیحدہ کر دیا لوگوں نے کہا یہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اس لئے کہ جس طرح برہنہ آیا ہوں اسی طرح جاؤ۔ فقیری میں مکمل راحت و آرام ہے دنیا والوں کے بلا اور فتنوں سے نجات ہے ایک فقیر کے لئے انتہا درجہ کی سختی یہی ہے کہ وہ فاقہ میں ہو، وہ رات جس میں اسے فاقہ ہو وہ رات اس کے معراج کی ہے چنانچہ ارباب تصوف اور فقر لو کا قول ہے۔ مِعْرَاجُ الْفَقِيرِ لَيْلَةُ الْفَاقَةِ (فقیر کے معراج اس کے فاقہ کی رات ہے) تو معلوم ہوا کہ فقیری سے اعلیٰ و افضل کوئی نعمت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چندانی سلیمیاں کار دست کز میں تا عرش گیر دار داشت

مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل باقی ساخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے لیکن جب انہوں نے مسکینی کی قدر معلوم کر لی تو تھیلے بننے کو رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

اے بھائی! فقر، درویشی اسرار میں سے خاص راز ہے ملک و ملکوت یعنی عالم ظاہر و باطن میں جو کچھ ہے وہ تمام کائنات معراج کی شب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئیں لیکن حضورؐ نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہ دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فُجْرٌ (مجھے فقر و فقر ہے) اور جناب آدمؑ پیغمبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آنھوں بہشت تحت تصرف میں دیدی گئیں جب حضرت کی نظر فقر درویشی کے راز پر پڑی تو آنھوں بہشت کو گہیوں کے ایک دانہ پر بیچ دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

جانِ آدم چوں بستر فقر سوخت هشت جنت را بیک گندم فروخت

(جب جناب آدمؑ کی جان فقر کے اسرار سے ہلک اٹھی تو آنھوں جنت کو ایک گندم کے عوض اپنے بیچ دیا۔) جب کبھی شیطان و سوسہ ڈالے نفس پریشان و تنگ کرے اور دنیا والے طعن کریں اور قارون و فرعون کی نعمتیں اور اس کی لذتیں ان دنیا داروں میں دیکھنے میں آئیں اور اس کی طرف ایک ذرہ برابر

بھی طبیعت کا میلان دکھیں تو میرے اس مکتوب کو اس وقت پڑھا کریں اور اس سے اپنے دل کو تسلی و سکین دیں۔
 عمر روزے پنج و ششش می بگذرد خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد
 چوں چنین می بگذرد عمرے کہ بہت چیت جز یاد از چنین عمر بدست
 (جب اپنی زندگی پانچ پانچ چھ دن کر کے گذرتی جا رہی ہے خوشی میں ہو یا ناخوشی میں یہ گذرتی ہی رہتی ہے
 جب یہ باقی عمر بھی اسی طرح گذر جائے گی تو پھر اس عمر رفتہ کی یاد کے سوا اور کیا ہاتھ میں رہ جائے گا۔)

والسلام

فقیر شرف میری

مکتوب ۵۵

حکم خداوندی بر صبر و نزول بلا بر خصائین
 بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رضی الملک مسود کے نام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ سے سبیل تذکرہ ہے لوح محفوظ میں سب
 اولیٰ چیز جو لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ
 عَلٰی نِعْمَائِیْ وَلَمْ یُعْبِدْ عَلٰی بِلَآئِیْ فَلْیُطَلَبْ رَبًّا سِوَاِیْ (بلاشبہ اللہ میں ہوں مرے سوا کوئی خدا
 نہیں اور میرا حکم یہ ہے کہ جو میری مرضی سے راضی نہ ہو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے میری بلاؤں پر صبر نہ کرے اس
 سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی اور خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو) صاحبان بصیرت اور تاجداران معرفت اس
 حدیث شریف کی تنبیہ کی دہشت سے ہر گھڑی یہی چاہتے ہیں کہ نیست و نابودا و معدوم ہو جائیں لیکن
 عدم کا دروازہ چوں کہ بند ہے تو کیا کریں بے بس ہو کر یہی کہتے ہیں۔

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد تادر سرکات نشود نگریزم

(میں وہ جان رکھتا ہوں جو آپ کے عشق کا بار اٹھا سکے جب تک یہ جان آپ کے کام نہ آجائے اس وقت ہٹنے والا نہیں ہوتا)

نقل ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے پوچھا، مَا أَنْتُمْ

تم کن لوگوں میں ہو؟ سب نے عرض کیا کہ ہم لوگ مومن ہیں پھر سوال ہوا، مَا عَلَامَةُ اِيْمَانِكُمْ تمہارے ایمان کی دلیل کیا ہے؟ عرض کی بلا میں صبر کرتا ہوں، نعمت میں شکر، تقدیر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا ہوں۔ ارشاد ہوا قسم ہے رب کعبہ کی تم لوگ مومن ہو۔

ایک عارف سے کسی کو چھار فضا کی انتہا کو کس طرح پایا؟ انہوں نے کہا فضا کی انتہا کو نہیں پایا لیکن اس مقام تک پہنچا ہوں کہ اگر مجھے دوزخ اور بہشت کے درمیان پل بنادیں کہ مخلوق مجھ پر سے گذر کر بہشت میں پہنچ جائیں اور اس کے بعد جب دوزخ دوزخیوں سے خالی ہو جائے تو اُسے مجھ سے پُر کر دیں تو حقیقتاً میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سے راضی اور خوش رہوں۔

ہر کر ایک ذرہ غلت دست داد ہر دشمن صد گونہ دولت دست داد
گر محبت ذرہ پیدا شود کوہ از نیروے او دریا شود

(جس کسی کو اللہ کی محبت کا ایک ذرہ میسر ہو جائے، ہر لمحہ سینکڑوں دولت سے دستیاب ہوتی رہیں۔ اگر اس محبت کا ایک ذرہ اس میں پیدا ہو جائے، تو پہاڑا کی ہمت و طاقت سے دریا بن جائے۔) ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا خلا سے کون راضی ہوتا ہے اور اس کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ایسا شخص جو مصیبت میں ایسا خوش رہے جیسے نعمت میں خوش رہتا ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شود این درد دامن گیر تو پس بود این درد دایم پیر تو

(اگر تجھے یہ درد پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا رہبر بن جائے۔)

روایت میں آتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے پروردگار سے ہم لوگوں کے لئے کوئی عمل پوچھئے کہ جو ہم لوگ کریں اور ہمارے اس ٹل سے خدا ہم سے خوش ہو رہے جناب موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی اِلٰہی آپ ان لوگوں کا سوال سُن رہے ہیں فرمان اللہ جل شانہ ہوا کہ یہ لوگ ہر حال میں جس درجہ ہم سے راضی رہیں گے اسی درجہ میں ہم ان سے خوش ہوئیں گے۔

بندہ آں بہتر کہ بر سر ماں رود کز خداوند آں چہ خواہد آں رود

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں بردار ہو اللہ رب العزت اس سے جو چاہے وہ بیکار لائے۔)

اے بھائی! اللہ رب العزت کے فیصلہ سے خوش رہیں یا نہ رہیں تقدیر بدل نہیں سکتی تو گھبراہٹ بیقراری، نالہ و شیون کا اظہار خود ایک گناہ ہے اس میں تو ڈراؤ خطرہ ہے کہ کہیں

ماراض ہو کر فلیطاً سوائی (میرا فیصلہ منظور نہیں تو دوسرا بتلاش کرو) کی ڈانٹ نہ پڑ جائے۔ ہوشیار رہو ہرگز ہرگز اہلی مرضی اس کے فیصلہ کے بھی ناخوش نہ ہونے پائے زہر کی اس تلخی کو شکر جان کر خوشی خوشی کر لیا کرو مردان دین کی اقتدا کرنی چاہیئے دنیا دار غفلتوں کی نہیں۔ سنو یہ شعر سنو۔
 عاشقانِ نقلِ غمت بآبادہٗ افسر خورند گرچہ غم تلخ است در یاد تو چوں شکر خورند
 (عشاقِ سُرخِ شراب کے ساتھ آپ کے غم کو نقلِ بندہ میں اگرچہ غم تلخ ہے آپ کی یاد میں شکر کی طرح کھاتے ہیں)۔

— (قطعہ) —

گویند مرا کہ با غم دوست ایں صبر چو صبر چوں گوار د
 بیمار بطبعِ تندرستی گر زہر خور و شکر شما شمار د
 (مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے دیئے ہوئے غم کے ساتھ اس صبر کو صبرِ ایوان کی طرح کیسے گوارہ کرتے ہیں)۔
 مریضِ تندرستی کی ہوس میں زہر کھاتا ہے مگر اس کو شکر ہی شمار کرتا ہے۔
 اے بھائی! جس نے تفاوتِ قدر (فیصلے اور تقدیر) پر نظر رکھی وہ حق سبحانہ تعالیٰ کے نظارہ میں مشغول رہا اگر دونوں جہاں کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر وہ شمار کرے اور جس نے خود اپنی طرف نگاہ رکھی وہ مال و فراہ میں مشغول ہوا بلا و مصیبت کا ایک ذرہ تنکے پر پہاڑ کے مانند محسوس ہوگا اسی کو کہا ہے۔

نوشِ داں ہر چہ زہر اُو باشد زشت و نیکو ہمہ نگو باشد
 سوئے تو نامِ زشت و نامِ نیکوست در نہ محض عطاست ہر چہ از دست
 (محبوب کی جانب سے جب بھی زہر ملے وہ نوشِ دارو ہے اس کی جانب سے اچھی اور بُری ہر چیز اچھی ہی ہوتی ہے)۔
 نیک و بد یہ نام تو خود تری اپنی جانب سے رکھا ہوا ہے 'در نہ محبوب کی جانب سے جو بھی ہے وہ اس کی عطا ہی ہے۔
 ایک شخص عشقِ بازی کے الزام میں گرفتار ہوا پانچ سو ڈنڈے اس کی سزا کا فیصلہ ہوا ڈنڈے پڑتے تھے اور وہ ہنستار ہا لوگوں نے کہا یہ عجب تماشہ ہے ڈنڈے کھانا اور اس پر ہنسا۔ اس نے کہا میں وقت مجھے ڈنڈے مارتے تھے میرا عشقِ مرے سامنے ہوتا تھا اور میں اس کے دیدار و نظارہ میں مستغرق رہتا تھا ایسا کہ نہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوتی اور نہ درد کا احساس ہوتا۔ اور مھر کی غورتوں کا قصہ مشہور ہے کہ خواتین مہر جناب یوسف علیہ السلام کے جمال کے مشاہدہ میں ایسا غرق ہوئیں کہ اپنے ہاتھوں کو انہوں نے چھری سے کاٹ لیا اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔
 اے نوشِ دارو۔ نوشِ ذائقہ بچہ دفعِ بخشش معجون۔

آں کہ از تیرا و شرف دارد دیدگاں از پئے ہدف دارد

ہر بلائے کہ ذل نماید ازو ازیکے تا ہزار شاید ازو

(جسے محبوب کے تیر نظر کے شکار ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے وہ اپنے دونوں دیدوں کو نشانہ بننے کے

لئے کھلا رکھتا ہے۔ محبوب کی طرف سے ہر وہ بلا جس میں اس کی ذلت و رسوائی ہو ایک بلا کیا ایسی ہزاروں

بلائیں محبوب کی جانب سے اُسے چاہیے) صبر کی تعریف جانتے ہو کیا ہے؟ بندہ جس قدر بلا و مصیبت

ماخوشگوار آئے وہ اس سے رنجیدہ اور ناخوش نہ ہو۔ وَلَيْسَ بِمَا أُعْطِيَ وَيَلْبَسُ مَا اخَذَ فَمَنْ اَنْتَ فِي السَّيِّئِ

جو دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور جو لے لیا وہ بھی اسی کا ہے درمیان میں تم کون ہوتے ہو۔ تم اپنے آپ سے فضولیات

کو دور کر دو غافل نہ رہو۔ مومن بن جاؤ اور ایمان کی حفاظت جان کی طرح کرو ایمان کی سلامتی کے لئے

ایک جان کیا سو جان ہو تو قربان کر دو (ایمان کے مقابلہ میں) بیوی، بال بچے، ماں باپ، بھائی بہن کیا چیزیں۔

سے تشنہ او میرگر تو زندہ ای خاک ایں درباش گر تو بندہ ای

ذرہ دو خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اس کی محبت کی پیاس میں مر جا اگر تو اب تک زندہ ہے محبوب کے در کی خاک بن جا اگر تو بسندہ ہے۔ خدا کی محبت

کے درد کا ایک ذرہ بھی تیرے دل میں ہے، یقین کرے کہ دونوں جہاں کی دولت سے بہتر دولت تیرے پاس ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ الْاِيْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفُهُ شُكْرٌ وَنِصْفُهُ صَبْرٌ یعنی ایمان کے

دو حصے ہیں ایک نصف، نعمت میں شکر اور دوسرا نصف، بلا میں صبر ہے آزمائش کی بھی دو قسم

ہے ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا

ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں پس کرد

(وہ بچا کر جو کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے فضل سے قابل قدر بنادیا اور بندوں سے محض صبر و شکر کا مطالبہ کیا اور پس)

اور اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا و مصیبت میں صبر کرتا ہے تو جان لو اس کے پاس ایمان و توحید ہے اور اگر ایمان

و توحید کا دعویٰ دیکھتے ہو اور یہ دونوں صفتیں نہیں پاتے تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ ہے اور محض دعویٰ بغیر ثبوت و

شہود معلوم ہے کیا ہے؟ اگر کوئی شخص قاضی کی عدالت کے کمرہ میں دعویٰ پیش کرے اور اس دعویٰ پر گواہ

و شاہد اس کے پاس نہ ہو تو قاضی کی عدالت میں کیا لے جائے گا۔

اسی کو کہا ہے۔

نہیں کس را از حقیقت آگہی جملہ می میرند بادست تہی
(کسی کو بھی حقیقت کی اطلاع نہیں ہے سب یہاں غالی ہاتھ جاتے گئے)
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اَلْاِيْمَانُ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ
(ایمان کے لئے صبر کے درجہ میں ہے اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کس کام کا ہوتا ہے اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہے
اسی کو کہا ہے۔)

دور دور است در بلا خوردن بندہ بودن و بندگی کردن

(بلا و مصیبت کی حالت میں حقیقی بندہ رہنا اور صحیح بندگی کرنا بہت دور ہے۔)

اے بھائی! بلا میں بہت سارے رموز و اسرار ہیں اور بڑے اہم کام ہیں کہ جو نعمت میں نہیں ہیں خداوند
تعالیٰ کا طریقہ و کاری یہی ہے کہ جتنے انعام و اکرام رکھے ہیں وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

ہر بلا کی قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم بہادہ است

(حق سبحانہ تعالیٰ نے جتنی بلائیں اس قوم پر ڈالی ہیں ان سب کی تہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

بزرگوں نے جناب الیوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب الیوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا
نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حقہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا بلا
انتہا کو پہنچ گئی تو خوف اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی تو بلا کا انتہا
تک پہنچ جانے سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی کہ اُنْطَحُّ اِنِّیْ مَسْتَنِی الْقَفْرُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ
(اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔)

اے بھائی! فرعون کو بادشاہت اور اس کی عافیت چار سو سال تک بے طلب اُسے دی گئی۔

اگر وہ درد و سوز بھوک اور مصیبت جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے حصّے کی تھی اس میں سے ایک ذرہ برابر
مانگتا تو اُسے ہرگز نہیں دی جاتی جیسا کہ کہا ہے۔

فرعون را نہ دادیم اے دوست در دسر زیرا کہ او نہ داشت سر در دہائے ما

(اے دوست میں نے فرعون کے سر میں بھی در و دروازہ نہ ہونے دیا کیوں کہ اس کا سر سردرد کے لائق ہی نہیں تھا۔)

بلاؤں کا جھیلنا بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی علامت ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت رابعہ البصریہ رحمۃ اللہ
علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات کرتی الہی، تو نے روٹی تو دی کہ میں کھاؤں (لیکن وہ
بلا کہا ہے؟)

جَبَّہ پوشاں دوستار بنداں مردانگی کا دعویٰ کرنے والے ذرا اس دو پیڑ اور ہتھ والی کی قوت کو دیکھیں اور اپنے جَبَّہ و دستار پر شرم کریں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

دور باز سر مردی در صفت قتال او کز بہر سرور رہ بر کم بہ نباید بود

(محبت کی جنگ کے میدان میں سر کی بازی لگا دو کیوں کہ اس راہ محبت میں سر سے کم کی بازی نہیں لگائی جاتی۔)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقیری دونوں میں سے کسی کو قبول کرنے کا اختیار دیا گیا چوں کہ حضور سرور کائنات تمام عارفوں کے سردار تھے آپ نے فقر اختیار کیا چوں کہ حضور نے یہ جان لیا تھا کہ فقر بلاؤں کا گھر ہے اور بلا خانہ ہی میں وہ سب کچھ رکھا گیا ہے جو خاص دوستوں کے لئے رکھا جاتا ہے۔

ملک دو جہاں بہ زیر پا آری گر ہوا را بزیر را آری

(دونوں جہاں کو تو اپنے قدموں میں لے آئے اگر اپنی خواہشوں کو اپنے تلووں سے کچل ڈالے۔)

چوں کہ جہاں محبت اور عالم خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و نمرود کی قسمت میں نہ تھا تو ان سب کو حب سلطنت اور مال و جاہ دنیاوی والا بنا دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ ولیوں اور مجتہدین کے ساتھ معاملہ دھرا ہے۔ بیگانوں اور دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ

رسول اللہ اتنی احب اللہ میں خدا سے تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں ارشاد ہوا استعبد للبلاء بلا کے لئے آمادہ و تیار رہو معلوم ہوا کہ دوستوں و یوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہے۔

ہر بلا کیس قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم پناہ دہ است

(جتنی بلائیں اس جماعت مجھیں پر حق تعالیٰ نے رکھی ہیں ان کی تہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

اے بھائی! نقل ہے اِنَّ اللہَ یَجْزِی الْمَوْمِنَ بِالْبَلَاءِ مَا یَجُوبُ اِحْدَکُمُ الذَّهَبُ

بالتاسا اللہ تعالیٰ مومنوں کو بلا میں ڈال کر اس طرح جانچتا ہے جس طرح تم میں کا کوئی شخص سونے کو آگ پر رکھ کر پرکھتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در خیال از فزون و کاست بود آزمونش را گواہ راست بود

(اگر تیرے خیال میں کم و بیش ہو تو آزمائش ہی سچا گواہ ہوتا ہے۔)

نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بلا ایسی نہ تھی جو حضرت پریمؑ

کو فرمان ہوا کہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو اور وہ بھی کوئی بڑی بلا نہ تھی کہ ذکر یا علیہ السلام کے سر پر چھلایا گیا آتش
 و استحان، بلا و محبت وہ تھی جو مجھ پر ڈالی گئی۔ کبھی کہا گیا کہ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْاَفْلَکَ (آپ نہ ہوتے تو
 آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) یہ سب آپ کے لئے ہے اور بھی کہا جاتا ہے لَئِنْ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (آپ کے
 ہاتھ میں کوئی کام نہیں کبھی میری قسم کھائی جاتی ہے لَعَسَکَ (آپ کی عمر کی قسم) اور بھی یہ تازیانہ بھی پڑتا
 ہے اَلَمْ یَجِزْ لَکَ یَتِیْمًا فَاَدٰی (کیا حالت یتیمی میں آپ کی مدد میں نے نہیں کیا) کبھی عرش کو میرے
 لئے فرش بنایا گیا اور بھی ایک پیمانہ جو کہ لئے ہوئی کے در پر بھیجا گیا اسی کو کہا ہے۔ ۷

گہ باکف پُرسیم و گہ درویشم گہ بادل پر نشا و گہ دل ریشم
 گہ واپس جملہ خلق گہ درویشم من بوت لہمن روزگار خویشم
 (کبھی مری مٹی سونے چاندی سے بھری ہوئی ہے کبھی میرا دل خوشی سے سبز کبھی چور اور زخمی کبھی میں تمام
 مخلوق کے پیچھے اور کبھی سب کے آگے میں اپنے وقت کا مجرب ہوں)۔

اے بھائی! بندہ نے جس وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنتَ کہا تو سب سے مُنہ موڑ لیا اور خدا و اس
 کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ
 پر کسی کو چھوڑا نہیں جاتا اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا میں صبر ہے۔ ۷
 ناکساں را بہ لطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں پس کرد
 (بے قدروں کو قابل قدر بنادیا اور بندوں کی جانب سے صرف مغر و شکر پر اکتفا کیا)۔

اب تم یہ دانشیں کر لو کہ اس بارگاہ پاک میں کوئی شخص محبت و معزز مکرّم اور بزرگ حضرت محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند معزز و عالی وقار صاحب عز و شرف امیر المومنین حسن و
 حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ نہیں ہے آپ کی مصیبت دیکھو، اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان
 بہکائے نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو کہا گیا ہے مَنْ اَصَابَتْهُ مُصِیْبَةٌ
 فَلْيَذْکُرْ مُصِیْبَتِیْ جِسْمِیْ کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے اس بارے میں
 کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور اسی سے تسلی و تسکین حاصل کرنا چاہیئے اسی کو کہا ہے۔ ۷

بر بلائے کہ جاں نہ سازد دریکے در ہزار شاید از د

(ہر وہ ایک بلا جو اس کی جان پر آتی ہے ایسی ایک بلا کے بعد ہزاروں بلائیں سے مطلوب ہوتی ہیں)۔

اس خط کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین دہانی ہو اگرچہ برادر عزیز کی قوت پر

اور انہیں گھونٹ جانے پر اور تقدیر کے آگے گردن جھکا دینے پر اور اس کے فیصلہ سے راضی و خوشنود رہنے پر پورا اعتماد ہے۔ بالینہم اس مکتوب کے مطالعہ سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی۔

بزرگوں کا قول ہے جو کی روٹی اور سرکہ کھانا کھل اور پھٹے پڑانے کیڑے پہننا کوئی بڑا کام نہیں ہے اصل کام تو اللہ جل شانہ کے فیصلوں سے راضی و خوشنود رہنا ہے۔ اسی معنی کو کہاہے۔
 حکم حق سوئے تو چوں کرد نگاہ جاں بر آراز پئے نثار نہ آہ
 آہ تادم زند تو چوں مرداں آہ راہم ز راہ برگرداں
 (حق سبحانہ تعالیٰ کے حکم نے جب تمہاری طرف نگاہ کی تو جان کو قربان کرنے کے لئے بیوں تک لانا چاہیئے نہ کہ آہ کو جب آہ باہر آنا چاہے تو تم مردوں کی طرح اس آہ کو اپنی راہ سے ہٹا دو۔)

اس مصیبت کے بیان کو میں اللہ جل شانہ کی کتاب قرآن مجید کی اس آیت پر ختم کرتا ہوں اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں تیرے لئے ہوں اور تیری طرف آتا ہے۔)

بیچ دل را جز تحیر را نیست وز شد آمد جاں کے آگاہ نیست
 کار عالم جز طلسم و بیچ نیست جز خرابی در خرابی نیست
 (کسی کو حیرت کے سوا کوئی راہ نہیں ہے مبداء و معاد یعنی جان کے آنے جانے کی کسی کو آگاہی نہیں اس دنیا کا کارخانہ ہی فوب نظر اور پر بیچ ہے یہاں سلسل خرابی کے سوا اور کچھ نہیں۔)

والسلام
 شرف منیری

مکتوب ۵۶ نفس کو اکھاڑ پھینکنے میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا عمر ساکن شنگانوں کے نام جو مرید دل میں سے ایک مرید ہیں
 ذرہ در خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اگر اللہ رب العزت کی محبت کا در دتیرے دل میں ایک ذرہ بلا ہو تو دونوں جہاں کی دولت سے بہتر ہے۔)

اے بھائی! دل کے اندر یافت کی خوشی یا نایافت کا غم و درد ہونا چاہیئے۔ وہ دل جو ان دونوں کیفیتوں سے خالی ہو اگرچہ دل ہے اور الْقَلْبُ بیت اللہ کا شرف اسے حاصل ہے لیکن ایسا دل دیو شیطان کا گھر ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

اے دریغسا جان و تن در با ختم قیمت جاں و زرہ نشنا ختم
تشنہ می میریم در طوفان ہم و آں کہ آب از چشمہ عیوان ہم

(افسوس جسم و جان ب ہم نے ٹاڈیا، جان کی قدر و زرہ برا بر ہم نے نہیں پہچانی، اس طوفان کے اندر موتے ہوئے پیلے مر رہے ہیں جب کہ سارا پانی آب حیات کے چشمہ سے ہے۔)

جس حال میں زندگی گزارتے ہیں اسی حال میں موت آئے گی کَمَا تَعِيشُونَ تَمُوتُونَ اور جب کل قیامت کے دن قبر سے اٹھنا ہوگا تو جس حال میں مرے ہیں اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہرچہ درد دنیا خیالت آن بود تا بد راہ و صالت آن بود
ز آں کہ ہر چیزے کہ سودا تو آن است چوں بمر دی نقد فردا تو آن است

(تیری دنیاوی زندگی جس خیال میں گذشتی ابد تک وہی چیزیں تیرے ساتھ رہیں گی۔ یہ اس لئے کہ اس دنیا میں جس چیز کا تجھے جنون رہا مرنے کے بعد وہی سودا تجھے نقد ملے گا۔)

ہوشیار کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہ ماری جائے ہمیشہ اس درد کو رہنا چاہیئے کبھی اس سے نکالی نہ ہوں بلکہ رات دن ہر روز اس کوشش میں رہیں کہ اس درد میں زیادتی ہو آدمی کی قدر و قیمت ہی درد سے ورنہ وہ محض حیوان ہے آدمی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ ایں درد عالم سوز نیست در شب است او ہرگز اور روز نیست
ہر کہ ایں درد نیست او مرد نیست نیست در ماں گرترا ایں درد نیست

(جس کے پاس جہاں کو بلا دینے والا درد نہیں ہے وہ ہمیشہ رات کے اندھیرے میں ہے کبھی اسے دن کی روشنی قسیر نہیں جے یہ درد عشق نہیں وہ مردہ ہی جیس ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا علاج بھی نہیں ہے۔)

ہرگز اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھیں اور بہت زیادہ روزے کیوں کر رکھیں کیوں کہ یہ دونوں تمہارے نفس کو موٹا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

نشوی در نہاد خود سالار یہ نمازے و روزے بسیار

زاتکہ ہر چند گزیدہ تر گردی ہر دوزیں لحظہ خواہ تر گردی

گر ہمیں ننگیت کند فر بہ سیر خوردن تراز ننگیت بہر

(کثرت نماز و روزہ سے تم مرد میاں نہیں بن سکتے کثرت نماز و روزہ سے تم دیکھنے میں کتنے ہی بڑے

بزرگ معلوم ہوئے اس وجہ سے اگرچہ تم بڑے بزرگ بن جاؤ۔ اگر تمہارا یہ گھمنڈ تمہیں فریب کرتا ہے تو اس

گھمنڈ سے بھرپٹ کھانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔)

نفس کا یہ کتابتو تہادی راہ رو کے بیٹھا رہتا ہے اسے ہٹانے کی کوشش کرو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں بیچارہ
مجبور و عاجز کس طرح اسے ہٹا سکتا ہوں؟ تو یہ درست ہے لیکن اتنا تو کر سکتے ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ
سے پناہ مانگو اور نہایت گریہ و زاری و عاجزی سے مناجات کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو۔

خالقائے سگم در باطن است راہ جانم سوئے تو نا امین است

تا بکلم شرع در کارش فلن یا بکلی در نمک سارش فلن

(اے میرے خالق! جب تک نفس کا یہ کتابتو میرے باطن میں بیٹھا ہوا ہے آپ کی جانب آنے کی راہ محفوظ نہیں ہے

یا تو اس کو شرع کے مطابق کام میں لگا دیجئے یا پورے طور پر اسے نمک سازی کے کارخانے میں ڈال دیجئے۔)

سلطان العارفين بايزيد بطامي رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی مناجات میں کہا کَيْفَا لَطِيفٍ بِلَيْكِ

(اے میرے اللہ! آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے۔) جواب ملا 'دَعِ نَفْسَكَ وَتَعَالَى' (نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔)

معلوم ہوا نفس کافر ہی ہے کہ جس نے راہ روک رکھی ہے اور جب تک یہ نفس کافر راہ سے نہیں ہٹتا

دل پیدا نہیں ہوتا ہے اور اس در طلب کی جگہ بھی دل ہے، گل نہیں چننا۔ اس کے طالبان کی فریاد

اور ان کا نالہ ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادر م تانہ کردی کشتہ نفس کافر م

کاش کہ ہرگز نہودی نام م تانہ بودی جنش و آرام م

(کاش میرے ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کا مقتول نہ بنتا۔)

اے کاش کہ میرے نام کا نشان ہی نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی حرکت و سکون کا ظور ہی نہ ہوتا۔)

اب تم جان چکے کہ طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کا اصل کام یہی جہاد اکبر (نفس کافر سے جنگ) ہے کثرت نماز و

روزہ نہیں یہ تو تمہیں ہر آن فریب کرنے والے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے بار میں جو تم نے سنا ہے کہ بھی وہ

شراب خانے چلے گئے کبھی شراب خانہ سے ٹکا سر پرے کر نکلے اور کبھی کسی نے زنا ربا نہ دھلی کوئی بتخانہ

میں جائیٹھے ان سب کا فعل اصل میں جہاد اکبر ہی تھا یعنی نفس کا قلع قمع کرنے کے لئے اور یہ جملہ اسی
معنی کی نشاندہی کرتا ہے اِنَّ فِي الْخَمْرِ مَعْنًى لِّكَيْنَ فِي الْعَنْبِ انگور کی شراب میں جو معنی ہو وہ انگور
میں نہیں اور وہ جو کہا ہے ۔

در بستکہ در آئی وینشیں بر بند بروے خرقہ زنار

(بستکہ میں آکر بیٹھ جاؤ اور خرقہ کے اوپر زنار باندھ لو)

اس راہ میں جنہوں نے خود کو ڈال دیا وہی ارباب معنی ان کاموں کو بانتے ہیں ان چیزوں سے جو بالکل کنار
ہیں ان کو اس کی کیا خبر اور کیا فکر ۔ جیسا کہ کہا ہے ۔

طالبان در راہ حق خون خورده اند بندگی و حق گذاری کرده اند

لا جرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشان شدند

(اس راہ حق سجاد تعالیٰ میں اس کے طالبان خون کے گھونٹ پیتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بندگی و طاعت

کرتے ہیں تو یقیناً اسی بندگی میں بادشاہ ہو گئے ہیں اور سائے جہاں کے لوگوں کے سردار ہو رہے ہیں)

اسے جہاں اُجیب تک دل نہیں پیدا ہوتا یہ طلب نہیں ہوگی اور جب تک دل نہیں ہوتا ہے

یہ درد نہیں ہوتا ہے اور جب درد نہ ہوگا تو علانج بھی نہیں ہوگا ۔ اسی کو کہا ہے ۔

چوں نہ داری درد در ماں کے رسد چوں نہ ای تو بندہ فرماں کے رسد

تا ز درد خود نگر دی سوختہ کے کند آتش ترا افر وخت

درد پیش آری و در ماں باشدت جاں دہی اُمید جاناں باشدت

و جب تیرے پاس درد نہیں ہے تو میرا علاج کیسے ہوگا جب تک تم بندہ نہیں بنے تو تمہیں مخاطب کیوں کیا جائے

جب تک تم اپنے درد سے نہیں سلگتے تمہیں عشق کی آگ کب روشن کر سکتی ہے ۔ درد پیش کر دو تمہارے درد

کا علاج ہو جائے گا جان پیش کر دو محبوب سے ملنے کی اُمید ہو جائے گی)

یہ تمام تقریر صرف اس ایک جملہ سے والبتہ ہے کہ ۔ نفس کا فراہ رو کہے ہوئے ہے اسے راہ سے ہٹا دینا ہو

تاکہ راہ کھل جائے ۔ اسی کو کہا ہے ۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر فساد است

باترا نفس کافر در کین است کجا تو رہبری آبخا کہ دین است

جب تک یہ نفس کافر تمہاری شرقت و بنیاد میں ہے اسی کے سبب مسلمان حقیقی دنیا میں بہت کم ہیں ۔

جب تک یہ نفس کافر تمہاری کلمات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے اس مقام تک تم کہاں پہنچ سکتے ہو ۔

ساک کے لئے اس کی کوشش کرنا فرض مین ہے جس کے ذریعہ نفس راہ سے ہٹ جائے اور جب نفس ہٹ گیا تو جس حال میں چاہو ہو خواہ کعبہ کے در پر پڑے رہو، خواہ تہخانہ کے دروازہ پر خواہ آتش پرستوں کے عبادت خانہ کے در پر خواہ شراب خانہ کے دروازہ پر رہو اس امر کو اچھی طرح خیال میں رکھو کہ سب بڑا اور اصل کام نفس کا قلع قمع کرنا ہے جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے ۔

در بست کدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ عقل خطاست

در کعبہ از بوئے نثار و کنش است بایوئے دمال او کنش کعبہ ماست

(بت خانہ میں اگر مجھ اپنے محبوب کا خیال حاصل ہے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی روئے غلطی ہے کعبہ میں اگر میرے محبوب کی بو نہیں ہے تو ایسا کعبہ کنشت یعنی آتش پرستوں کا عبادت خانہ ہے اور اگر کنشت میں اس کی قربت کی بو ملتی ہے تو وہی میرے لئے کعبہ ہے)

اس جماعت صوفیہ کے نزدیک صورت و ظاہر کا اعتبار نہیں معنی و باطن کا اعتبار ہے اسی کو کہا ہے ۔

ترک صورت گیر در عشق صفت تابتا بد آفتاب معرفت

ہر کرا آں آفتاب اینجا بیافت آہنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(عشق میں صورت و ظاہر کو ترک کر دو تاکہ معرفت کا آفتاب طلوع ہو جائے۔ اور جس کے اوپر عشق و معرفت کا یہ

آفتاب یہیں تاباں ہو گیا تو جس چیز کا وہاں کے لئے وعدہ ہے وہ نقد سے یہیں مل گئی (یعنی دیدار)۔)

جس فقیر و مسافر میں یہ درد نظر آئے اس کی صحبت کو غنیمت جانو اس کی خدمت کے لئے مکر باندھ لو۔

دست از فتر اک او یکدم مدار گر قبولت کرد ہر گز غم مدار

(ایسے درویش کے شکار بجانے سے گریز نہ کرو اگر وہ تمہیں قبول کرے تو تمہارے لئے کوئی غم نہیں۔)

گر ایسا نہیں تو اپنی جھونپڑی میں پڑے رہو اور اپنے غم و اندوہ کا جائزہ لیتے رہو اور خون کا پر مالہ اپنی دونوں آنکھوں سے بہاتے رہو اور پڑھتے رہو۔

گر پذیر ی بندہ مقبول توام در نہ پذیر ی چاکر معزول توام

بارد و قبول تو مرا کارے نیست اینک بہر دو حال مشغول توام

(اگر آپ مجھے قبول فرمائیں تو آپ کا پسندیدہ بندہ ہوں اور اگر نہ قبول کریں تو بر طرف کیا ہوا غلام ہوں مجھے آپ کے

رد و قبول سے کوئی مطلب نہیں بس اتنا ہے کہ تم تو ہر حال میں آپ کی بندگی میں مشغول ہیں۔)

بندہ کو بندگی سے سروکار ہے آقا کی سے نہیں۔ بندگی کیا ہے؟ بندگی یہ ہے کہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو۔

اور بندہ ہونا کیا ہے؟ بندہ ہونا یہ ہے کہ جس حال میں رکھیں اسی حال میں رہو۔ ایک عزیز نے کہا ہے۔

بندہ آن بہتر کہ بر فرمان رود کہ خداوند آنچه خواهد آن رود

بندہ راتا ادب نبود نخست بندگی از دے کجا آید درست

ہر کہ در بے حرمتی کا مے نہاد در شقاوت خویش را دے نہاد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرمانبرداری کرتا رہے خداوند تعالیٰ جو اس سے چاہے اس پر چلتا رہے

سب سے پہلے بندہ میں جب تک یہ ادب نہ ہو اس سے بندگی کب صحیح ہوگی جس نے ادب

ترک کیا۔ بے حرمتی کو مقصد و مراد بنایا اس نے بد بختی کا جال اپنے اوپر ڈال لیا۔)

بندہ کے لئے تمام مصیبت و بلا اپنی آرزو اور خواہشات کی طلب ہے۔ اور اپنی مراد و خواہش بندگی

کے ساتھ ہر گز جمع نہیں ہوتی اللہ کی اُلوہیت شرکت نہیں قبول کرتی اُلوہیت کہتی ہے اِنَّمَا اَنَا وَ

اِنَّمَا اَنْتَ (یا تو ہے یا میں) یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس

کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ اس فرمان کے بعد بندہ کی تمام مراد آرزو پیچھے ڈال دی گئی ہیں جیسا

کہ کہا ہے۔

دل و عقل از جلالِ اخیرہ تن و جاں از کمالِ او خیرہ

(دل اور عقل اس کے جلال سے ماند پڑ گئے ہیں جسم و جاں اس کے کمال سے حیران ہیں۔)

انبیاء و اولیاء و امراء و بادشاہان نے بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ ان سب نے چاہا کہ وہ سب ہو جائیں مگر نہ ہوئیں

اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنہیں چاہا کہ وہ سب نہ ہوں وہ ہو جاتی ہیں تو پھر اس کی رضا پر راضی رہنا ہے اور

تسلیمِ حتم کرنا ہے اور بندگی پیش کرنا ہے۔ جس طرح بندہ کو موت سے چھٹکارا نہیں ہے بندگی

سے بھی چارہ نہیں ہے ہو گا وہی جو اس جل جلالہ کی مرضی و خواہش ہے۔ والسلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۵۷

تقدیر خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز بھائی خواجہ سلیمان کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں خیریت ہے بشیر آئے انہوں نے سب حال بیان کیا۔ اے بھائی! آدمی دنیا میں مبتلا ہے اس دنیا میں اسی آزمائش کے لئے لایا گیا ہے تو یہاں طرح طرح کی بلائیں جھیلنے کے سوا چارہ نہیں ہے یہاں یہ کب ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی مراد و خواہش پر رہے جب آدمی اپنی مال کے پیٹ میں خون کھاتا رہا ہے تو جب وہاں سے اس بلا خانہ میں آیا تو کیا کھائے گا۔؟ ایسے میں تقدیر خداوندی سے راضی رہنے اور اس کی مرضی کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا دوسری کیا تدبیر ہے؟

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ نرخی برادر سراپردہ
ہر بلائے کہ جاں نماید ازو دریکے در ہزار شاید ازو
زمانہ کے سرد و گرم سے تو نا آشنا ہے تو اس پاک خیمہ میں تو نہیں پہنچ سکتا جتنی بلائیں
بھی ان کی جانب سے پہنچیں ہر ایک بلا کے عوض ہزار بلا سے چاہیے۔

روح محفوظ میں جو پہلی سطر لکھی گئی وہ یہ تھی مَنْ لَحَرَ يَرْضَ بِقَضَائِيْ وَلَحَرَ يَشْكُرْ عَلٰی نِعْمَائِيْ وَلَحَرَ
يَحْبِرْ عَلٰی بَلَائِيْ فَلْيَطْلُبْ رَبَّاسْوَابِيْ (جو میرے فیصلے پر راضی نہ ہو اور جو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور جو
میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی دوسرا پروردگار ڈھونڈ لے۔) اس حدیث شریف
کی تفسیر اور اس کی دہشت سے مردانِ خدا کا پتہ پانی ہو رہا ہے اور ان کے دل کباب ہو رہے ہیں نہ تو
دن میں کسی کو چین و سکون ہے اور نہ رات کو نیند بیوی بال بچوں کے کھانے پہننے کا کہے ہو ش ہے۔
اور ان سب کے بعد دنیا کے کاروبار تجارت زراعت کہ یہ سب سامانِ زندگی ہیں انہیں جینے کی کیا
فکر ہے یہ تو اپنے سامنے موت کو رکھے ہوتے ہیں۔ کہاں یہ مردانِ خدا اور کہاں یہ عام مسلمانان۔
سلطان ہٹنا اور مسلمان جانا یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تقدیر پر صبر کرنے کے
سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے تو دنیا سے ایمان سلامت لے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



مکتوب ۵۸

قاضی کے عہدہ کی مشغولی اور اسے دل کی رغبت و توشی سے قبول کرنے

کی مذمت میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صدر العلماء مولانا حمید الملت والدین فقیر حقیر شرف منیری کی بجانب سلام و تحیت

قبول کریں۔

واضح ہو سنا ہے کہ برادر عزیز نے قضا کے عہدہ کی مشغولی قبول کر لی ہے۔ قضا کے خطرہ کو جانتے ہوئے اتنے بڑے خطرہ میں جب کہ ایسی کوئی انتہائی حاجت بھی نہ تھی خود کو اس میں کیسے ڈال دیا۔ یہ کھٹاک دل میں پیدا ہوتی ہے کہ تحصیل علم کے وقت ہی برادر عزیز کی نیت میں حصول جاہ و مرتبہ کا خلل ضرور پیدا ہوا ہے، ورنہ علم اور علم کے ثمرات سے محرومی آپ سے وجود میں نہ آتی، حق سبحانہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر حق میں مشغول نہ ہوتے۔ یہ صریح مشہور ہے۔ "علمی کہ راہ حق ننماید جہالت است" دو عالم جو بندہ کی راہ کی طرف رہبری نہ کرے جہالت

علم را چوں تو خوانی از بازی آلت مال جاہ ازیں سازی

علم سوئے در الایرد نہ سوئے نفس و مال جاہ برد

علم کو اگر تم نے محض شغل کی طرح پڑھا تو اسے مال و مرتبہ سمیٹنے کا ذریعہ بنا لو

علم تو اللہ تعالیٰ کے دیک بچپانے والا ہوتا ہے نفس مال و جاہ کی طرف نہیں لے جاتا ہے

(معلوم ہوتا ہے) برادر عزیز نے اپنے لئے یہی درست سمجھ لیا ہے کہ کل قیامت کے دن قاضیوں کے زمرہ میں اٹھائے جائیں۔ افسوس ہزار افسوس! اس علم و دانش کے باوجود خود کو اس قدر سخت و دشوار کام میں ڈال لیا ہے اللہ پناہ میں رکھے اس علم سے جو بندہ کو حق سبحانہ تعالیٰ سے دور کر دے اور اس کی

راہ کا پردہ بن جائے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

نان و جامہ سپید ایں منزل نہ فزاید مگر سیاہی دل

عرف کو کاغذ سیاہ کند کے دل تیرہ راہ چو ماہ کند

«سہیلیاں شیرمال و شیرپوشی تو کھڑی ملک سیاهی کوڑھاتی ہے صرف تو کاغذ کو
سیاہ کہتے ہیں تاکہ ایک دل کو کہاں ماہ تباہ بناتے ہیں۔»

خبردار خبردار "مگر کلا آتری تھہ ہے فرصت کو غنیمت جانتے ہیں طرح اور میں عہد ان سے ہو تو خود کو اس سحر
سے نکالنے اور اپنے گئے ہوئے کی توبہ و استغفار سے تدارک کیجئے مقدمات "توبہ و استغفار" اور دیوانی کے
فیصلے کی کتابوں کے مطالعہ اور اس کی بحث سے کنارہ ہو جائے مثلاً حقائق کے مکتوبات اور ایلیہ صوف
کے مکتوبات ان کی تحقیقات کو سامنے رکھتے حق بجانب تعالے کے ذکر میں مشغول ہو جائے امید ہے کہ
حق تعالے کے ذکر کے ذریعہ نفس بہت سی نکل آئیں گے اور خدا پرست ہو جائیں گے اسی حق کو کسی نے
کہا ہے ۔

تاکہ یا شد یاد غیرے در حساب ذکر مولیٰ یا شد از تو در حجاب
چوں میر یاد تو از مولیٰ بود یچو مجنونت میر سیلی بود

«تیسک تیرے دین و دماغ میں غرق کا حساب کتاب ہے حق بجانب تعالے کا ذکر تجھ سے حجاب میں ہے
جب مہل کا ذکر کرے حال ہو جائے گا تو مجھوں کو جس طرح سیکھ سیکھیں یہ حق بجانب تعالے ہے تجھے مولیٰ ہی مولیٰ نظر آئے گا»
اس صحبت کی پاسداری میں جو برادر عزیز ہے یہی ہے میری یہ خواہش ہوئی کہ اس سے کچھ ترسیا لکھوں
لیکن چوں کہ برادر عزیز کو مال و مرتبہ سے الفت پیدا ہو چکی ہے ظاہر ہے کہ یہ باتیں پسند نہ آئیں اور
لکھنا بریاد ہو جائے چند سطروں پر خط مختصر کر دیا۔ کچھ اشعار خواجہ غطار کے یاد آگئے ۔

- ۱۔ رہی وہاں وقت نہ تو دور ماندہ ای حلقہ بر سر زمان کہ بر دور ماندہ ای
- ۲۔ راہ ز دشغولی عالم ترا نیست بد والے خدا یکدم ترا
- ۳۔ خود نمی آئی پسرا ز خویش تو چوں تو آئی شد خدا اندیش تو
- ۴۔ آخر از خواب آمدی بیدار شو یکدم الے مست ہوا ہوشیار شو
- ۵۔ چیتد گویم ہر کہ مرد دیں بود دردش یکدم درد و دین بود
- ۶۔ سر بر سر گشت گل در کاراد تو چینی از اداز اسراراد

«(۱) قاتل و گتے تم چھے۔ (۲) دوزخ کی زنجیر اپنے سپردو سار دگ تم در سے آگے نہ بڑھو۔

«(۳) دنیا کی تشویشوں سے تھلاؤ اور دنیا کی تمہیں لٹکاؤ کی ایک دم یہ راہ حق نیست ہے۔

«(۴) اللہ کی عیب تک تو اپنی توفیق سے یا پر نہیں آتا اس وقت تک خدا اندیش کیسے ہو سکتا ہے۔

(۳۳) لے تھم ہو چکی تھیں پھر یہی ہو گئی جاگ جا۔ اسے نہایتوں کے متوالے ہو شیاہ ہو جا۔

(۳۴) جن کے دل میں اس کی طلب کے درد کا ایک ذرہ ہے ان موالین دین کی محبت تجھ سے کیا بیان کروں۔

(۳۵) اس کے دل والے اے اے اس کی طلب میں سرگرداں ہیں تم اس کے اسرار یعنی کوششوں کے آزاد گویم رہے ہو۔

والسلام
خاکسار شرف منیری

ملفوظ ۵۹

محبت کا دعویٰ اور دوستی کے اظہار میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عظیم آبادی عرف دیوانہ کتنام

براہِ عزیز محمد دیوانہ اللہ آپ کو اپنے دیوانوں میں شامل فرمائے شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔
براہِ عزیز پر واضح ہو چند خطوط ملے ہیں۔ مرزا نے اس خط کے ساتھ تحقیقی پیش کیا اللہ
تعالیٰ جہانِ خیر و خیرات میں اشتیاق کا ذکر ہے لہذا محب یعنی عاشق مشتاق ہوتا ہے جب آپ کو
محبت کا دعویٰ ہے تو محبت کی دلیل پیش کرنا بھی ضروری ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ محبت کا دعویٰ تو بہت
آسان ہے دعویٰ کی دلیل یہ قائم رہنا انتہائی دشوار ہے۔ اے بھائی! یہ ایسا مسئلہ ہے کہ کمر ٹوٹ
جاتی ہے یا ہوش رہنے کی ضرورت ہے کسی دعویٰ دار کو دلیل پیش کرنے بغیر نہیں چھوڑا جاتا ہے وہ
روایت سنتی ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم میں باندھ کر منجھتی میں رکھا
تو فرمایا حَسْبِيَ اللّٰهُ اَشْفِیَ مِمَّنْ دُونِہٖ یہ دعویٰ ہوا دلیل کا مطالبہ ہو گیا ابھی ہوا ہی میں تھے کہ
جناب جبریل آئینے کیا حَلَّ لَکَ حَاجَۃٌ (کیا آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہے؟) (یہ دعویٰ پر دلیل
طلب ہوئی) فرمایا اِمَّا اِلَیَّکَ (یہ تو کر آپ سے نہیں) (یہ دلیل دی گئی) اور وہ توستا ہے کہ حضرت
حارثہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا کہ اَحْبَبْتُ مُحَمَّدًا حَقًّا میں نے جس کی حقیقی توبہ کے حال میں) حضور
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ثبوت طلب فرمایا ارشاد ہوا اِنَّ لَکَ شَیْءًا حَقِیْقَةً فَمَا حَقِیْقَۃُ
اِمَّا اِلَیَّکَ (ہر ایک چیز کی حقیقت ہوتی ہے تمہارا بیان کیا حقیقت ہے) جناب حارثہ نے یہ دلیل
پیش کی عرفت نقی عن الدنیا و آسہ و رت الی الی و اظہر رت نہاری و لستاری عتقہم ہا لوفتہا

و حجرها و ممد رہا (میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بچا اور اپنی رات گزاری اور دن گزارا اس حال میں کہ میرے نزدیک سونے اور چاندی اور پتھر اور کنکر کی (قیمت) برابر تھی۔)

اگر حضرت حارثیہ دلیل نہیں پیش کرتے تو رسول علیہ السلام کے حضور میں ان کی کوئی آبرو نہیں رہتی۔ اور وہ جو یہ حکایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب عزت درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے کہا السلام علیکم سلام کے جواب کے بعد پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں اس جماعت کے کسی درویش نے ایک سے کہا اٹھو جاؤ ان کو بازار جا کر بیچ آؤ۔ اسی وقت بازار سے گئے اور بیچ دیا جب خریدار نے اس معزز کو گھرا لیا ان کے کاموں اور اعمال کو دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ کہا سبحان اللہ! آپ کے جیسا شخص غلام کب ہو سکتا ہے اے بزرگ محترم مجھے اس کام کے راز سے آگاہ کیجئے آپ آزاد ہیں جلیئے اپنے کام میں مشغول رہئے۔ انہوں نے کہا اے مے خریدار (آقا) میں نے ایک دعویٰ کیا تھا کہ میں درویشوں کا غلام ہوں درویشوں نے مجھ سے میرے اس دعویٰ کی دلیل طلب کی جس کا مشاہدہ آپ نے کیا۔ تو اے بھائی! اپنے امکان بھر حقیقت کی راہ اختیار کرنا چاہیئے اور دعویٰ سے بہت دور رہنا چاہیئے ورنہ بارشوت تم پر آجائے گا اور دلیل کا مطالبہ ہوگا یہ کام ہمارا تمہارا نہیں مردوں کا کام تختوں سے انجام پانا محال ہے ان اللہ خلق للحرب رجالا و للقصعة رجالا وہ لوگ جو میدان جنگ میں تلوار کی باڑھ مارتے ہیں اور تلوار کی دھار کھاتے ہیں وہ دوسرے لوگ ہیں اور قورمہ کا پیالہ چاٹنے والے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

گردنے باید از عسزازیے تا زند دست لغتش سیلے
آن کہ از تیرا و شرف دارد دیدگاں از پے ہدف دارد
(گردن عزازیل کی طرح کہ جس نے مالک کی محنت کے دُڑے کھائے

جو محبوب کی بلا کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ نشانہ بننے کے لئے دونوں دیکھ کھلا رکھتا ہے۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۶۰

ابتلا اور خوف و اُمید میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود۔ کہ خداوند اپنے خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو اس کے حکموں پر چلے اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہے وہی اختیار کرے۔)
 عزیزی! کاتب مکتوب کا سلام و دعاء مطالعہ کریں
 جانیں! سنا ہے کہ آزمائش میں پڑ گئے ہیں کچھ پریشانی ہو گئی ہے۔ دنیا جیب بلا خانہ ہے اور
 آزمائش کی جگہ ہے تو اس سے کون خالی ہے۔

سے عالمی پرتفرقہ است از پیش و پس نداد و یک ذرہ جمیعت بکس
 (عالم ہر طرح پرتفرقہ پریشانیوں سے بھرا ہوا ہے، جمیعت اطمینان کا ایک ذرہ وہ کسی کو نہیں دیتا ہے۔)
 اے بھائی! پدر محترم جناب آدم علیہ السلام اس عزت و احترام کے باوجود جب کہ تمہیں معلوم ہے
 بہشت جیسی ناز و نعمت کی جگہ میں آزمائش و ابتلا سے سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد اس دنیا
 میں جو بلاؤں کا گھر ہے اس پر ہزاروں گناہ کی آلودگیوں کے ساتھ کیوں کر ابتلا و آزمائش محفوظ رہ سکتی
 ہے، سب کے سب یہی چاہتے ہیں کہ ابتلا و آزمائش سے محفوظ رہیں نہ تو سب کی خواہش ہے کہ بلاؤں
 سے سلامت رہیں لیکن چاہنا تو اس کا چاہنا ہے جس کی منشا و خواست کے آگے سب کی خواہش ہیچ ہوتی
 ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اس کی منشا و مرضی ہوگی۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاءَ لَمْ يَكُنْ (جو اللہ نے چاہا ہوا جو
 نہ چاہا نہ ہوا) تم چاہو ہم چاہیں کوئی چاہے ہو گا وہی جو وہ چاہے گا۔

آن کسند جملہ کہ خود خواہد مدام و آنچه باید خلق را نکند تمام
 (وہ ہمیشہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ خلق جو چاہے وہ اسے پورا کرے۔)
 لیس اللہ شریک الوہیت میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اے بھائی! انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم
 سب کا یہ حال ہوا ہے کہ انہوں نے بہت سی چیزیں چاہیں کہ ہو جائے لیکن نہ ہوئیں اور بہت سے ایسے
 کام جنہیں انہوں نے چاہا کہ وہ یہی ہوں وہ ہو گیا اور یہی حال تمام بادشاہوں امراء و وزراء کا ہے جو بیت اور عورت
 بلاشبہ خداوندی اور بندگی (فرمان روائی و فرماں برداری) اسی کو کہتے ہیں اور ایسی ہی ہوتی ہے بلاشبہ
 نرود بر مراد ما کارے بندہ بودن چنین بود آری

(بندہ ہونا اسی کو کہتے ہیں کہ میری اپنی مراد و خواہش پر کوئی کام نہ ہو۔)
 اے بھائی! بندہ کے مقصد و مطلب کے مطابق اگر کام ہوتا تو یہ انبیاء و اولیاء کے لئے مخصوص ہوتا
 کیوں کہ بندہ ہونے میں خاصان خاص ہیں۔ ایسے میں کیا کرنا ہے جب کہ بندگی یہی ہے تو تقدیر کے
 فیصلہ کے تحت سربندگی مجھ کا دینا ہے اور جو خداوند تعالیٰ کی منشا و خواہش ہے اس سے راضی و

خوشنود رہنا ہے اپنے مراد و غرض سے ہاتھ دھولینا ہے اور اپنی نامرادی کے ساتھ خوش و غم زندگی بسر کرنا ہے اس لئے کہ اپنی مراد اور بندگی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔

کس چسہ داند تا چہ حکمت میرود
(کون جانتا ہے اس کی حکمت کے کیا تقاضے ہیں کسے معلوم کس آدمی کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔)

اور ہو سکتا ہے کہ بندہ کی بھلائی اور بہتری بندہ کی نامرادی ہی میں ہو اور الرحمن اعلم الخافیه وہی جن بہتر جانتا ہے۔ (اپنے) پوشیدہ نوازشات کو جناب یوسف پیغمبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچے کو بے گناہ و قصوران کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں اور ضعیف والد جو خود پیغمبر ہیں بیٹے کی جدائی میں ساہا سال انگاروں پر چلتے رہتے ہیں پھر کنواں سے نکال کر غلام بنا کر بیچ دیتے ہیں ان کی خریدار زلیخا ان کی محبت میں مبتلا ہوتی ہے انہیں فتنہ میں گرفتار کرنا چاہتی ہے اس وقت ان کی معصومیت دستگیری کرتی ہے عصمت رہ جاتی ہے پھر اس غلامی سے نکال کر مصر کا بادشاہ بنا دیا جاتا ہے پھر اتنے عظیم گناہ کے بعد ان سب بھائیوں کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے۔ تقدیر کی آراستگی کا نظارہ کرو اس کی مصلحتیں کس کے وہم و گمان میں آسکتی ہیں ایسی مٹی کو کہا ہو

خون صد یقاں از سرت بر نیت
گر چہ رہ بستند ہر سوئے از سر
و آسماں بر فرقایشان خاک سخت
پے نہ بردند ابے عجب ہوئے از سر

(اسی حسرت سے صدیقیوں کے خون بہہ رہے ہیں اور اس پر آسمان ان کے سروں پر خاک اندیل رہا ہے اگرچہ ہر طرف ان لوگوں نے یہ راز معلوم کرنے کی راہ ڈھونڈ لی لیکن عجب شے ایک بال کی نوک بل بھی پتہ نہ چل سکا) اے بھائی! اللہ تعالیٰ کے کاموں کے راز سے جبریل و میکائیل کو خبر نہیں ہم تم اور ہم جیسے دوسرے کس شمار میں ہیں جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے تصرف میں دی گئی پھر ننگا کر کے بہشت لے باہر کر دیا گیا اور دونوں جہاں میں آواز لگا دی گئی عصی اللہ ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔)

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنی تمام آل و اولاد کیساتھ بہشت میں داخل ہوں گے اس وقت بہشت کے در پر انتہائی ہجوم کے سبب شور و غل ہوگا فرشتے حیرت سے کہیں گے سبحان اللہ! یہی وہ شخص ہے جو برہنہ کر کے بہشت سے باہر کر دیا گیا تھا۔ اسی سے سمجھ لو

قصہ یوسف اور ان کے تمام بھائیوں کا نبی ہونا۔ دیکھو تفسیر امام زاہد تفسیر جلالین۔ بیضاوی۔ معالم التنزیل۔

کہ قضا و قدر کی آراستگیوں اور اس کے کام کی مصلحتوں کو جان سکتا ہے اسی کو کہا ہے۔
 سابدانی تو کہ درپایان کار نیست کس الا کہ سرگردان کار

(تمہیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ عمل کا نتیجہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔ بجز کام میں سرگرداں ہونے کے۔)
 تو ہر حال میں بندہ کو راضی، رضا رہنا چاہیئے اور قضا و قدر کے خوف سے کبھی خالی نہیں ہونا چاہیئے کہ
 المؤمن بین الخوف والرجاء، مومن کا مقام ڈر اور امید کے درمیان ہے، چنانچہ بزرگوں کا قول ہے
 کہ مومن کو اپنے خدا سے ایسی امید ہونی چاہیئے کہ اگر ساتوں آسمان وزمین کے گناہ کا وہ مرکب ہو تو
 مغفرت سے ناامید نہ ہو اور اگر ساتوں آسمان وزمین کی عبادت اس سے وجود میں آئیں تو وہ اپنی
 نجات سے خود کو مومن و محفوظ نہ جانے۔

ایں قدر زو صبر کن کا سان بود ستا خوش و ناخوش ترا یکساں بود

(تو ایسا صابر ہو جا کہ خوشی و ناخوشی دونوں تیرے لئے برابر ہو جائیں۔)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؑ فرماتے میری امید اس درجہ کو پہنچی ہے
 کہ اگر کل قیامت کے دن ندا دی جائے کہ آج بہشت میں کوئی نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں یقین کروں کہ
 وہ میں ہی ہوں۔ اور میرا خوف اس مقام میں ہے کہ قیامت میں اگر یہ صدا لگادیں کہ آج کوئی بھی دوزخ میں
 نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں سمجھ لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہی ہوگا۔ اگر وہ بخش دے دوزخ سے آزاد
 کر دے بہشت دے کر شاد فرمادے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر اس کی پکڑ ہو جائے دوزخ میں ڈال دے تو یہ
 اس کا عدل ہوگا یا اس لئے کہ مالک کو اپنی ملک میں پورے تصرف کا حق حاصل ہے جو بھی کہ وہ سب جانتا ہے۔

بدمانیک شد جو پذیرفتی نیک ماگشت بدجو بگریفتی

(میری برائیاں نیکی بن جائیں اگر آپ مجھے قبول کر لیں اور میری نیکیاں برائی ہو جائیں اگر آپ گرت ہو جائیں۔)

تو معلوم ہوا بندہ کے لئے وہی صورت ہے خوف اور امید۔ فضل ہوگا یا عدل اگر فضل کا فرما ہوا تو چھٹی ہے اور
 اگر عدل نے اپنا کام کیا تو ٹیٹا۔ اسی کو کہا ہے۔

گر فضل کنی یقین برستیم ہم در عدل کنی واسے یہ رسوائی ما

(اگر آپ فضل فرمائیں تو ہم پورے طور پر چھٹکارا پا جائیں اور اگر عدل فرمائیں تو اس وقت میری رسوائیوں کا کیا ٹھکانا۔)

اپنے ہاتھ زبان، قلم، کاغذ سے لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچاؤ، اور فرمت کو غنیمت جانو۔ والسلام

مکتوب ۶۱

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

از درخویشم مگرداں نا امید از سر لطف سیاهم کن سپید

در رہ بسم و امید افتاده ام در سیاه و در سپید افتاده ام

(اپنے در سے نا امید نہ ٹوٹائیے اپنے لطف خاص سے ہمارے نامہ اعمال کو سپید بنادیتے۔)

امید و ناامیدی کی راہ میں پڑا ہوا ہوں، نور و ظلمت میں گھبرا ہوا ہوں۔)

اے بھائی! جہاں کہیں ہو، جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس کی بارگاہ سے ناامید نہ ہو،

اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے کام طاعت گزاروں کی طاعت سے پاک و منزہ ہیں اور گنہگاروں کے

گناہوں سے مقدس و اعلیٰ ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے علت و اسباب اس کے کاموں میں نہیں

اسی کو کہاہے۔

نے ہمہ آں جائے گ طاعت فہند عجز و ضعف ہر ساعت فرزند

(وہاں صرف طاعت ہی نہیں خریدی جاتی بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوروں کی کمزوریوں کی بھی قدر و قیمت ہے۔)

اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے الْفَضْلُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهِرِ فَضْلُ اس کیلئے

جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے متعلق ہوتا

تو یقیناً اگلی امتوں کو اس اُمت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہوا کرتی

تھیں تو ان کا عمل اور ان کا کردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس اُمت میں عمر عموماً ساٹھ ستر سال ہوتی

ہے تو اس کا عمل اور ان کے کارنامے ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس امت کو دوسری تمام امتوں پر

فضیلت ہے۔ اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا۔ تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان

آگ سے پیدا ہوا ہے جو روشن ہے اور آدم خاک میں خاک ظلمانی اندھیری ہے اس کے باوجود شیطان

پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کے سبب

سے یعنی عمل اور جوہر فضل خدا کی علت نہیں تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ

جسے فضل عطا فرمائے۔ اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا۔ اگر

کسی کو اعلیٰ علیین (بلندی) پر لے جانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی علم و عمل اور کارگزاری کے بلندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دینا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گندگی و نجاست گناہ کے پستی میں گرا دیتے ہیں اسی معنی میں کہا ہے۔

گر آری خلیلے ز جحسانہ کنی آشنائی ز بیگانہ
گہے از چنایں گوہر خانہ خیز چو بوطالبہ را کنی سنگ ریز

(کبھی تو آذر کے بت خانہ سے خلیل پیدا کرتا ہے بیگانہ کے گھر والے سے آشنائی پیدا کرتا ہے کبھی

ایسے موتی و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے پتھر پونجے والے کو پیدا کرتا ہے۔)

یہ دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل و طاعت آپ کے وجود میں نہیں آئی تھی آپ کے ظہور کے قبل اعلیٰ علین پر پہنچا یا اور ابوجہل کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دیا اس وقت کہ اس سے نجاست و گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہ ہوا تھا خلاصہ یہ کہ اس جملہ علا کی صفت تو یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ هُوَ لَا فِي الْجَنَّةِ وَلَا ابَالِي وَهُوَ لَا فِي النَّاسِ وَلَا ابَالِي انہیں نہ جنت میں جانے والوں کی پرواہ اور نہ جہنم میں جانے والوں کی پرواہ) اے کسی کا خوف نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے ڈر تو کسی غیر کی ملک میں تصرف کرنے پر ہوتا ہے ان کا یہ تصرف تو اپنی ملک میں ہے، ڈر کیسا اور کس سے؟ سب کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے بھی خوف و ڈر نہیں اگر سارا عالم جناب صدیق اکبرؑ کے صدق سے متصف ہو جائے تو اس کی مملکت میں کوئی زیادتی نہ ہو اور اگر سارا جہاں فرعون کی طرح اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلٰی کا دعویٰ کرنے لگے تو اس کی بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہو۔

ایں چہ در گاہ نیست قفلش بے کلید ایں چہ دریا نیست قعرش نا پدید

اربدیں دریا در آئی یکدے حیرت جاں سوز مینی عالمے

(یکہ کیا انوکھا دربار ہے جس کے تالاک کی کنجی ہی نہیں یہ کیسا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا کوئی پتہ ہی نہیں

اگر اس دریا میں تم ایک ذرا دیر کے لئے غوطہ کھاؤ تو ایک ایسا عالم دیکھو گے کہ حیرت سے جاں ہکاٹھے۔)

والتَّسْلَام

حقیر شرف میزری



مکتوب ۶۲

مسلمان کے مسلمان ہونے اور دعویٰ مسلمانانہ پر عمل میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید الخاتم کراما تمہیدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ یہ کلام

» مجھے یہ نہیں میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ یہ کلام »

اے بھائی! کام بہت دشوار ہے اور مسلمان ہونا بہت مشکل ہے چنانچہ ایک موقع ملے ایمان قائم

کرنا چاہیئے اس لئے کہ جب ہم نے لا الہ الا اللہ کا دعویٰ کیا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں تو اس دعویٰ کے

درست ہونے کی دلیل یہ ہوگی کہ ہم اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتے » اور کسی سے امید نہیں رکھتے » اور

جب ہم دوسرے سے ڈرتے ہیں اور دوسرے سے امید رکھتے ہیں تو یہ دعویٰ بے دلیل نہ ہوگا » اور

دعویٰ بے دلیل جھوٹ ہوتا ہے اور صرف ذرا بانی ایمان کل قیامت تک کی کام کا نہیں ہوگا اگر محض ذرا بانی ایمان

قیامت میں کام آتا تو تمام منافقین رہائی دیکھ کر اچھا لگتے » اس کی جان پر رحمت ہو جس لئے کہ لایے

صوفی دسیر پوش شہیدی شیخ جیلدار ایں جیلہ شہیدی دے مسلمان شہیدی

» (صوفی دسیر پوش شہیدی شیخ جیلدار نے یہ سب بولے لیکن مسلمان نہ ہوئے)

اور اسی طرح کوئی کافر طیب ہم سے کہے کہ قلاں حیرتہ کھاؤ یہ تمہارا ہے لئے نقصان دہ ہے

اسی وقت ہم چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں کھاتے ایک لاکھ چوبیس تیرا بیجا میرا ان عظیم السلام تشریف لانا

اور سب نے ہی کہا حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ » (تمام گناہوں کا سرچشمہ دنیا کی محبت ہے) اور

ہم رات دن دنیا طلبی میں مصروف و تہمک میں تو یہ ایسا ہوا کہ کافر طیب کے قول پر ہمیں یقین ہے لیکن ایک

لکھ چوبیس تیرا بیجا میرا ان عظیم السلام تشریف لانا۔ بتاؤ یہاں ایمان کہاں ہے؟

شودہ گشت المیجہ راہ تباہی خیا تم جنت خود را تہمت دین مسلمانان تم

» (تجربہ کار راہ میں سر رکھتے کہتے مری خیا تم گئی اس حال میں کہ تک میں تھو کہ مسلمان کہلا دیوگا)

اور اسی طرح کہ لوگ مجھے اگر دیکھ رہے ہیں تو ان کی نظروں کے سامنے میں کوئی گناہ نہیں کر سکتا

اور خدا نے تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اس کی نگاہوں کے سامنے سینکڑوں گناہ کرتا رہتا ہوں تو یہ دیکھا ہی
 ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہوں اور خالق سے نہیں ڈرتا اور جو مخلوق سے ڈرتا ہے اور خالق سے نہیں ڈرتا وہ مومن
 ہے یا کافر یہ معصوم۔ قرأت کند نماز کا مشرب سستی۔ آج کل رات کا یہ شر کل جب ٹوٹے گا تو معلوم ہو جائے گا
 ہر شخص الہی خدمت میں مبتلا ہے پھر بھی لوگ لکھتے ہیں کچھ لکھتے بھی لکھوں اگر لکھوں گا تو بھی لکھوں گا۔
 اسی مختصر سی تحریر پر توبہ و توبہ کر رہی کافی ہے اور فضول کو اس کرنے والے جو وہ دھپتے پیتے کچھ طرح
 میں ان سے خود کو دھار لکھو۔ اے بھائی! آنکھ والوں کی نگاہ میں۔ یہ لوگ جو خود کو ایک شخص سمجھتے ہیں
 وہ ایسے ہیں۔ جیسے ان گنیمت میں ہیں یا یا کی پست میں ہیں یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں ہیں۔ ﴿وَقَدْ هَمَّتْ
 طَائِفَةٌ مِّنْ الْعِبَادِ﴾ (انہیں چھوڑ دو کہ یہ گناہوں میں مبتلا ہیں) اسی کو کیا ہے۔

پر گشت لکھتے توبہ و توبہ سالیانہ بند شد بد و نیک لود

((ایسا شخص چاہتا ہے توبہ و توبہ ہے اسے ملاں کے لئے خود کو دوزخ کے قید خانہ میں ڈال دیا))

والسلام
 خاکسار شریف میری

مکتوب ۶۳

عشق اختیار کرنے اور اس کی زیارت کی روش میں
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولا! مطلق قدم سے مراد حرکت کے نام۔

رسیم میں بیسیا ہے کہ خوش آہنی تار است

((میں ایک ایسے دریا میں بیٹھ گیا ہوں جس کی موجیں ہم آہنگ ہیں عجب طالب ہے اس دریا میں نہ کشتی ہے نہ ملات ہے))

اس دریا کی کشتی عشق ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی عنایت طالع ہے معصوم۔ شاگرد یا عشق ترا مطالعہ

((تم شاگرد ہیں جلیل القدر تشریف لائے ہو کہ قیام ہے عشق کے خوف و خطر بہت زیادہ ہیں تو کیا کرتا ہے اس فقیر کے

مکتوبات و ملفوظات پیش نظر رکھیں امید ہے کہ اس مندر کی طبعانی کی موجیں جو آدم خور ہیں اس سے اس

کے مطالعہ کے بعد یہ ملاقاتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور اس دریا کے عبور کرنے میں جتنی مشکلیں اور عقبات

پیش آئیں ان سے بھلا حل اسی میں تلاش کریں گے کہ برادر عزیز ان مکتوبات و ملفوظات کے مطالعہ سے بخوبی

آگاہ ہو چکے ہیں اور اس کے قوانین و اشارات سے واقفیت حاصل کر چکے ہیں اس تصور کے ساتھ مطالعہ کیجئے
گویا اس فقیر کی زبان سے سُن رہے ہیں کیوں کہ اَلْقَلَمُ أَحَدُ اللِّسَانِیْنِ (قلم بھی زبان کے درجہ میں ہے)
اطمینان رکھیں آپ کی قسمت بلند ہے کیوں کہ برادر عزیز کی ہمت نے اس دریائے عشق میں شناوری کی
ہے اللہ تعالیٰ فتح یاب فرمائے بحرمت النبی والہ الامجاد۔

نہنگ آں بہہ کہ بر دریا ستیزد کز آب گرد ما ہی خرد خیزد

(گھڑیاں جو دریائے اوپر اس کی موجوں سے ٹکر لیتا ہے وہ اُن چھوٹی پھلیوں سے بہتر ہے جو پانی کے کنارے اُبھرتی ہیں)

اس دریا کے لعل و موتی بہت قیمتی ہیں اس کے جواہرات بڑے نادر ہیں اس کے غوطہ زن خواص جان
پر کھیلنے والے سچے عاشقوں کو ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ہر کینہ، ہر سحر، ناشستہ، روشم پرستوں کو۔ مصرع
رُو بازی کن کہ عاشقی کار تو نیست۔ (جادو کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے)

عاشقاں اور ہی ہوتے ہیں مخمندان دوسرے لوگ ہیں عاشقوں کا دین و مذہب اور ہی ہے مخمشوں
کا دوسرا قطعہ :-

در زہد و منبر و محراب تحقیق در عشق بجز بادہ و زنا رہنا شد

چوں رُوے دل آرام جو قبلہ عشاق پس منبر عشاق بجز دار نہا شد

(زہد میں زاہدوں کے لئے منبر و محراب چاہیئے لیکن عشق میں عاشقوں کے لئے شراب و زنا کے سوا کچھ نہیں ہے)

جب معشوق کا چہرہ ہی عاشقوں کا قبلہ ہوتا ہے تو عشاق کا منبر تختہ دار ہی بنتا ہے۔)

جو عاشق نہیں وہ لا حاصل محبوں بنا ہوا ہے (جہاں عشق نہیں وہاں جنون کہاں؟) ایک اور ایک ساعت
جو عشق میں گزر جائے زندگی تو وہی زندگی ہے۔

آں یک نفس کہ میرود از عمر گوہریت کوراخراج ملک دو عالم بود بہا

(زندگی میں ایسی ایک سانس جو گزیرے وہ نایاب موتی ہے دونوں جہاں کی بادشاہت کا خراج اس موتی کی قیمت ہوگی)

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوشش کرو کہ ایسی ایک سانس حاصل ہو جائے

کہ اس ایک سانس میں تم زمین و آسمان میں جہد و کھجھو حق تعالیٰ ہی کو دیکھو اس کے سوا کچھ نظر نہ آئے یہاں تک

کہ اسی ایک سانس کی بدولت صاحب دولت بن جاؤ۔

کز بہم عمر خویش یا تو برآرم دے حاصل من آں دم است باقی آیم نیت

(اگر اپنی تمام عمر سے ایک سانس آپ کے ساتھ میں گزار لوں تو وہی ایک سانس میری زندگی کا حاصل ہے باقی دن یونہی بیتے)

اے بھائی! اپنے عشق کا شاہانہ لباس کسی کو مرحمت نہیں فرماتے اور ہر شخص خود عشق کے قابل نہیں ہوتا جو عشق کے قابل ہوا عشق اس کے لائق ہوا اور عشق جس کے لائق ہوا وہ خدا کے لائق ہوا۔ اور جو عشق کے لائق نہیں وہ خدا کے لائق نہیں۔ جو عشق کی بارگاہ کے محرم دروازدار ہیں وہی جانتے ہیں کہ عشق کون سی حالت ہے لیکن نامحرموں، مجنوں، کو عشق کی حقیقت کا کیا پتہ۔ عشق کی قدر عاشقان جانتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

دیر کوئے عشق بادہ بہا برا کے دھند وز جام شوق جرء باغیاں کے دھند
آں خلعتے کہ بہر خواہ اصل ست عمارا بے دار عشق بر سر بازار کے دھند
(عشق کے کوپہ میں شراب برباز متقیوں کو نہیں دیتے۔ تو اس جام شوق سے ایک پلو غیر دن کو کب دیں گے
وہ شاہانہ لباس لطف جو خواہش عشاق کے لئے ہے عشق کی سولی پر چڑھ لئے بغیر عوام کو سر بازار کب دیں گے)
قدیر گل و دل بادہ پرستان دامن نے تنگ دلاں و تنگ دستان دانند
گلاب کے پھول اور انگوری شراب کی قدر زندان بادہ پرست ہی جانتے ہیں غلش تلاش بے دولت لے کیا جانیں۔)
سارے عالم کے لوگ جنت کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔ کسی ایک کو عشق کا طالب آپ نہیں پائیں گے
یہ اس لئے کہ بہشت نفس کا حق ہے اور عشق جان کا حق و حقہ ہے۔ ہزاروں لوگ اشرفی دروپیہ کے
طالب ملیں گے لیکن موتی و جواہر کے طالب نہیں۔ اے بھائی! اپنی ذات سے اٹھو اور اپنے وجود کو عشق
کے حوالے کر دو جب اپنی ہستی تم نے عشق کے سپرد کر دی تو تم پہنچ گئے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔
آتشے راہی کُند تسلیم داغ نمرود و باغ ابراہیم
(عشق کے آگ کو اگر تم نے قبول کر لیا تو نمرود کی آگ کی طرح یہ آگ گلزار ابراہیم بن جائے گی۔)
دیکھو ہر آن بہمت بلند رکھو آتش کے سوا جو بھی ہے طالب کے لئے وہ زنا و فریب، محراب بھنبر
عاشق کے لئے سولی کا تختہ ہے اسی کو کہا ہے۔

در باز سر از مردی در صف قتال او کز بہر سر در رہ بر کم بہ نباید بود
سراخستہ آن رہ ردا ز سجدہ غیر او گر مرد رہ ادای در کم بہ نباید بود
(اس عشق کے میدان جنگ میں مردانہ واد سر کی بازی لگا دو کیوں کہ اس راہ میں سر سے کم کا مطالبہ نہیں ہوتا
وہ ایک سر پچرا غیر کے سجدہ کے مقابلہ میں اپنی سرداری ختم کر گیا اگر تم مرد ہو تو اس سے کم تو نہ رہو۔)
جانتے ہیں یہ اتنے سارے پردے اور حجابات جو اس راہ میں رکھے گئے ہیں یہ کیوں ہیں؟

یہ اس لئے کہ عاشق کی نگاہیں دن بدن پختہ تر ہوتی جائیں یہاں تک کہ محبوب کو بے حجاب دیکھنے کی دید
میں طاقت پیدا ہو جائے۔ اسی کو کہا ہے ۔

پیرے زخراہ بروں جست یک کوزہ پُر زبادہ در دست
با کوزہ و خرقہ سجادہ در پائے بے فنا دہ سرست
ہم ز بد بسادہ عشق برداد ہم تو بہ ز بہر وصل شکست

(ایک پیر نے دیرانہ سے جست لگائی اور باہر آیا ایک پیالہ شراب سے بھرا ہوا ہاتھ میں تھا
شراب کا وہ پیالہ خرقہ و مصلیٰ سب لئے ہوئے مستی میں ایک بت یعنی مشوق کے قدم پر گر پڑا
عشق کی شراب پر سارے زہن نادے پھر اس بت کے وصال کے لئے توبہ بھی توڑ دی

نقل ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا
یا اخی جبرئیل هل ساءت الترتب اے بھائی جبرئیل آپ نے خداوند تعالیٰ کو دیکھا ہے! جبرئیل نے کہا
یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیني وبينه سبعون حجاباً من نور لودت و تودت و اجد لا حرقه
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور خدا کے درمیان شتر پردے نور کے ہیں ان نور کے پردوں میں سے ایک پردہ کے
قریب کی جاؤں تو میں جل جاؤں۔ سبحان اللہ! کیا ہی ہمت اور دلیری ہے اس مٹی اور پانی کے پتلہ کی ہمت
یہ دلیری نفخت فیہ من روحی کی قوت سے ہے جو سوال کرتا ہے اتر فی انظر الیک (تو مجھے نظر
آجاکہ میں تجھے دیکھوں) ورنہ کہاں وہاں کہاں یہ سوال۔ اسی کو کہا ہے ۔

نیمت مردم نطفہ از آب و خاک هست مردم سر و قد و جان پاک
صد جهان پُر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود

(آدی مٹی و پانی سے نکلا ہوا قطرہ ناجیز ہی نہیں ہے۔ آدی سرے پاؤں تک مقدس جان ہے
اگر ایسا نہ ہوتا تو سارے جہاں کے فرشتوں کو قطرہ ناجیز کے آگے سجدہ کا حکم کیسے ہوتا۔)

وَالسَّلَام

شرف منیری



مکتوب ۶۲

حدیث شریف یَا لَیْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا کے مفہوم معنی میں
بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کا خط ایک عرصہ کے بعد پہنچا پڑھا جس وارده کا ذکر کیا گیا ہے معلوم ہوا اچھا اور لائق توجہ ہے اس کا جواب لکھا جا رہا ہے۔

اے بھائی! جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا اُولَٰئِكَ نَمَّا اَظْهَرُ تِلْكَ سَیِّئَاتُہِ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہیں کرتا) حضورؐ نے نور بصیرت سے مشاہدہ کیا تو لاکھوں اَرَبِیّ کہنے والے اور اس کے دھال کے طالبین ہر طرف کھڑے ہوئے ہیں حضورؐ نے غیرت کی بنا پر فرمایا یا لیت سب محمد! محمد! یخلاق محمد! تو جہاں محبت ہوتی ہے غیرت کا ہونا ضروری ہے جس درجہ محبت قوی ہوگی غیرت بھی اتنا ہی سخت تر ہوگی یہاں تک کہ ایک فقیر نے اسی غیرت کے مقام میں کہا اے میرے اللہ کل قیامت کے دن سب کو نابینا اٹھائیے تاکہ میرے سوا کوئی آپ کو نہ دیکھے اور پھر اسی فقیر نے دوسرے وقت کہا خداوند! کل قیامت میں مجھے اندھا اٹھائیے تاکہ آپ کے دیدار میں میری یہ آنکھیں بھی شریک نہ ہوں۔ یہاں پر ایسا نہیں چاہیے کہ دل کو کوئی خیال پیدا ہو اسی کو کہا ہے

کار عاشق اضطرابی اوست دآں ز فرط دوستداری اوست

لاجرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہر چہ می گوید گستاخی راست

خیر و شر چون جملہ زیبا میرود گفتہ دیوانہ زیبا میرود

(عاشقوں کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ محبت کی زیادتی میں ہوا کرتا ہے)

یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن گستاخی میں جو وہ بول جاتا ہے وہ درست ہے۔

دیوانگی میں چھی بری جو باتیں ہوتی ہیں وہ سب دیوانہ کی دیوانگی کے لئے زیبا ہیں۔

دوسرا معنی: خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَلَقَ نُورِیُّ مِنْ نُورِہِ (اس نے میرا نور پیدا کیا اپنے

نور سے) میں اس فعل اور اس حرف کو جو دیکھا تو انہوں نے اس فعل و حرف کو اپنے اسم شریف کے وجود میں گم دیکھا

چاہا چنانچہ فرمایا یا لیت رب محمد لم یخلق محمداً فعل، خلق (پیدا کیا) حرف، من (میں) یہ دونوں درمیان میں نہ ہوئے تو یعنی توری و توریہ ایک ہی ہو جاتے۔

تیسرا مطلب اے بھائی! محب اگر محبوب کے مناسب ذائقہ نہ ہو (خود کو نہ سمجھے) تو محبت کی شریعت میں اپنے نیست و نابود ہونے کی تمنا کرنا جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے۔

اندر خود عشق چوں نہ یابی اے خستہ عشق نیم جانی

آں بہہ کہ ز خجالت نمائد در بود و وجود تو نشانی

(جب تو عشق کے لائق نہ ہوا تو اے عشق کے مارے ہوئے نیم جان اس ندامت و شرمندگی سے تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ ترے وجود کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔)

ایک مثالی دلیل :- اگر کسی شخص نے اپنے دوست کو دعوت دی مہمان بلایا اس دوست کے طفیل میں دس بیس اور طفیل بھی مہمان ہو کر آئیں پھر ان طفیلیوں سے میزبان کے گھر میں بے ادبیاں اور ناپسندیدہ حرکیات سرزد ہوں جن سے وہ مہمان دوست نادم و شرمندہ ہو، اپنی انتہائی ندامت و شرمندگی میں میزبان کے روبرو کہتا ہے کاش میں ہی مہمان نہ ہوتا۔ جب یہ قاعدہ کی بات ہے تو اسی سے جاننا چاہیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سارے عالم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے طفیل میں پیدا کیا ہے لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْکَوْنِینَ (آپ نہ ہوتے تو میں کونین کو پیدا نہ کرتا) ان طفیلیوں کے گرد ہونے بے ادبیاں کیں اور جو چیز نہ ہونی چاہیے تھی ان سے وجود میں آئی ان بے ادبیوں اور ناشائستہ حرکتوں سے شرمندہ ہوئے انتہائی ندامت و شرمندگی میں فرمایا یا لیت رب محمد لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا اور یہ معنی مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے لواطح میں شرح و بسط سے آیا ہے۔ لیکن وہ عاشق فانی عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کون جان سکتا ہے اس حالت کو جس حال میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا لیت رب محمد لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔

لیکن وہ جو ایک روایت آتی ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے وہ کہتے ہیں۔

لَا اَنْشُرُ بِالْمُنْشَارِ احَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَقُولَ شَیْءًا کَانَ لَیْتُهُ لَمْ یَکُنْ۔

(میں اے پسند کرنا ہوں کہ میں آرا سے چیر دیا جاؤں لیکن مجھے یہ گوارہ نہیں کہ کوئی بات ہو اور میں یہ کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا) یہ ایک مخصوص مقام ہے کہ آدمی جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو دنیاوی لذتیں اور نفسانی خواہشات اس میں نہیں رہتی ہیں مفلسی میں ہو یا امیری کی حالت میں ہو، بھوکا ہو یا آسودہ ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو ہر حال

میں وہ محبوب سے راضی و خوشنود رہتا ہے اپنے محظوظ و لذتوں سے نہیں ہٹتا اور اپنی نفسانی خواہشات کے سبب سے یہ نہیں کہتا کاش کہ ایسا ہوتا اور کاش ایسا نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے اندر جو اس کے محبوب کی رضا ہے اُسے جانتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسی بات یا خصلت اپنے اندر محبوب کی رضا کے خلاف دیکھے تو ہرگز سزاوار و مناسب نہیں ہے کہ اس صفت و خصلت کے موجود ہونے کے باوجود اسے پسند کرے اور اس سے راضی و خوش رہے بلکہ اس کی تمام و پوری کوشش اس کے ازالہ کی ہونی چاہیے اور اپنی پوری طاقت سانی سے کہے **يَا لَيْتَ هَذِهِ الصَّفَاتُ لَمْ تُكُنْ** (اے کاش میری یہ صفت نہ ہوتی) اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسی بات ہوگی کہ تمام نبیوں کی شریعتیں باطل ہو جائیں گی۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شراب پیتا ہو زنا کرتا ہو اور یہ نہ کہے **يَا لَيْتَ لَمْ أَشْرَبْ** یا **لَيْتَ لَمْ أَزْنِ** (کاش میں شراب نہ پیتا کاش میں زنا نہ کرتا) بعض لوگوں کو ایسا معام ہو گا کہ یہ اللہ کے فیصلہ سے راضی رہنے کے خلاف مضد ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ کے تقاضا فیصلہ سے راضی رہنا وہاں پر ہے جہاں حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے، جیسے وہ کفر و گناہ سے خوش نہیں یہاں رضا یعنی کفر و گناہ سے راضی رہنا شرط نہیں ہے اگر یہ شرط ہوتی تو انبیاء کے لئے ہوتی چنانچہ انبیاء کے لئے سزاوار و لائق ہے کہ وہ کہیں کہ **يَا لَيْتَ فَلَا نَلْمُ كُفْرًا يَا لَيْتَ الْمَعَاجِي لَمْ تُكُنْ** (کاش فلاں کفر نہ کرتا یا اے کاش گناہ کا وجود ہی نہ ہوتا) یہ کہنا ان کے لئے مناسب ہے اور خدا کی رضا سے راضی ہوں۔ اللہ جس کام سے ناخوش ہو وہ بھی اُس سے ناخوش رہیں۔

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۶۵

ہمت کی بلندی اور خداوند جلّ علایک طلب میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر حاصل شود آن گلرخ و آن بچہ یگانش چہ حاصل کے کوہست باغ و چہار خواہر
(اگر کسی کو پھول سے خسار دالے محبوب اور اس کے وہ شرابی رنگ ہنٹ حاصل ہوں تو وہ کیا امر شخص ہو جو باغ و باغیچہ اور باغ و باغیچہ)
ہمت کو کون و مکان کی طلب سے پاک رکھو اور حقیقی چیزیں لفظ کن کے تحت آئی ہیں اپنے وجود پر حد و ثبات

مخلوق ہونے کا راغ رکھتی ہیں انہیں اپنی راہ کا بہت وزنا شمار کر داور وہی کہو جو کسی ایک نے کہا ہے
بے وصال تو جہاں چہ کار آید بے جمالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر جان کس کام کی اور بغیر آپ کے جمال جہاں آرا کے یہ جہاں کس کام آئے گا)
اور وہ سالکین راہ میں راست رفتار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا اللّٰهُمَّ اِذَا ادْخَلْتَنِي
الْجَنَّةَ وَقُلْتَ رَضِيتُ عَنْكَ يَا مَالِكُ فَاجْعَلْنِي ثَرَابًا وَهَبِ الْجَنَّةَ لِارْبَابِهَا اے اللہ مجھے آپ جنت میں داخل
فرمائیں اور اس کے بعد اتنا کہیں کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک بس اتنا کہہ دینے کے بعد مجھے مٹی بنا دیجئے اور
جنت اس کے خواستگاروں کو دیدیجئے) سبحان اللہ کیا کہنا ہے ان مردان راہ کی ہمت کا۔ اسی کو کہا ہے

ہر کہ صاحب ہمت آدم مروشد پچو خورشید از بلندی فردشد

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است گر گدائی میکند شاہ آمدہ است

(وہ جو صاحب ہمت ہے وہی مرد ہے اپنی اس بلند ہمتی سے آفتاب کی طرح بلندی سے فرد ہے

جو ہمت کی نعمت سے کہ اس راہ میں آیا ہے اگر وہ گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہ ہے)

وہ مست المست یزدانی حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سنا ہو گا فرماتے ہیں۔ قسم ہے یہاں

بھی کھانا پینا اور وہاں بھی کھانا پینا؛ شاید تمہاری خوش قسمت نگاہ اس آیت کریمہ پر نہیں پڑی ہے کہ اُعِدَّتْ

لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ نَبِيِّ (میں نے بہشت میں

اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی نعمت تیار رکھی ہے کہ جس کو آج تک کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا بلکہ کسی بشر

کے دل میں اس کا داہم بھی نہیں گذرا) اے بے ہمت کیا یہ کھانے پینے ہی کی جگہ ہے؟

ہر کہ اور یوسف گم کردہ نیست گرچہ ایماں آورد آوردہ نیست

گر ہم عالم شود زیر زبر تو کن از سایہ یوسف گذر

(جس کے پاس کھویا ہوا یوسف یعنی محبوب حقیقی کی فرقت کا درد نہیں ہے اگرچہ وہ ایمان لایا لیکن اس کا ایمان

کامل نہیں ہے۔ اگر سائے عالم میں ایسا انقلاب آئے کہ زمین آسمان ہو جائے تو بھی تو اپنے محبوب کے سایہ سے الگ نہ ہو۔)

اے بھائی! جہاں میں بہشت کی نعمت کے خواستگار اور کرامت کے متلاشی بہت ہیں لیکن نعمت

دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب سرخ گندھک کی طرح نایاب ہیں اسی کو کہا ہے۔

کعبہ عشاق مولیٰ آمدہ است دآن مجنون رہے سیلی آمدہ است

سہا توانی باخسہ دیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(ماشقوں کا کعبہ تو مولیٰ ہے لیکن مجنون کے عبادت کے لائق سیلی کا رخ زیبا ہے۔ جہاں تک تم سے ہو کے عقل سے نا آشنا ہو جاؤ عقل کی پونجی شاد و اور دیوانہ ہو جاؤ)

سبحان اللہ! وہ لوگ جن کے داؤد علیہ السلام جیسے خادم ہوں فرشتے اور ساکنان آسمان حاشیہ بردار ہوں تو ان عام انسانوں اور اجنا کو ان کے مرتبہ و مقام کی کیا خبر؛ خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۛ

تاجام جہاں نماے در دست من ست از رُئے خردِ عریخ بریں پست من ست
تا قبلہ نیست قبلہ ہست من ست ہوشیار ترین خلق جہاں ست من ست

(جب تک میرے ہاتھ میں جام جہاں نملے، تو عقل کی رو سے مری پستی ہی آسمان کی بلندی ہے۔ اے بھائی! طالب کی نظر میں جب تک دوئی ہے اگرچہ اس کے قدم عالم وحدت کی طرت گامزن ہیں لیکن بلاشبہ وہ ابھی تک بھنگا ہے) یعنی جسے ایک چیز دو نظر آتی ہے۔ ۛ

تمام روز خود فانی مطلق نشود اثبات زلفی او محقق نشود
توحید حلول نیست تا بود نیست در نے بگزاف آدمی حق نشود

(آدمی جب تک اپنی ہستی سے کامل طور پر فنا نہیں ہو جاتا اس کے لالہ کی نفی سے اللہ کا اثبات حقیقی نہیں ہوتا توحید حلول نہیں ہے تمہارے اپنے وجود کے ہوتے ہوئے تمہارے اندر کیسے آئے گی ڈینگ مارنے کی بجائے دی حق نہیں ہوتا) اے عزیز! عشق کا گھوڑا ایسی قوت والا ہے کہ ایک جست میں دونوں عالم سے پار ہو جاتا ہے اور لامکاں میں چکر لگانے لگتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ۛ

در عالم ادا اگر بکار آئی تو در دفتر عشق در شمار آئی تو
جبرئیل امیں رکاب ار تو بود بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو
(اگر اس جہان پاک میں تو کام آجائے تو ترا نام عشق کے دفتر میں درج ہو جائے
اگر عشق کے گھوڑے پر تو سوار ہو کر آجائے، تو جبرئیل امیں تیرے رکاب دار بن جائیں)
لیکن ہاں طالب ایسا ہونا چاہیے جو عشق کا بار اٹھانے والا ہو تاکہ محبوب کی بارگاہ میں اس کی سائی ہو جائے لیکن یہ رہگذر تلوار کی دھاریا تختہ دار پر ہوگی۔ ۛ

گر رہ گذر عشق تو بردار بود آساں بوداے پیر نہ دشوار بود
از خار چہ باک باشد آزا کورا معشوق لوش میان گلزار بود
(تمہارے عشق کی راہ اگر سولی پر سے گذرتی ہے پھر تو اسے لڑکے! آسان ہے کوئی مشکل نہیں)

(ارے ارے کانٹوں سے کیا خون جس کا معشوق چین زار میں رہتا ہو۔)

وہ تم سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تو تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو) تم اس سے دور ہو گئے ہو کیوں کہ اپنی خودی سے تم خود حجاب میں ہو جب اپنی ہستی کے خیال و گمان سے نکل آئے تو یہ کہہ اٹھے۔

معشوق عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب گر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معشوق تو سامنے تھا مجھے خبر نہ تھی وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا۔ کہا

اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا اے میں نہیں جانتا تھا۔)

مشتاقوں کے اشتیاق کا جو راز ہے وہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَيْرِي (تم نہیں ہو، میں ہوں میرے سوا غیر کا وجود

نہیں) تو اوندہ شوی دے اگر جہد کنی جائے برسی کر تو توئی بر خیزد

عجب مدار ز باران عشق و تخم حب چو سبزہ از گل محمودا گرایا ز آید

(تم وہ نہیں ہو سکتے ہاں اگر گوشمش کر دو تو اس مقام پر پہنچ سکتے ہو جہاں تمہاری توئی ختم ہو جائے عشق

کی بارش اور محبت کے بیج سے تم تعجب نہ کرو محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایا ز پیدا ہو جائے)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینری



مکتوب ۶۶

اسرار کو چھپانے، خاموش رہنے، گھمنے دور ہو اور بت و نثار کی خستہ

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا، رموز و اشارات معلوم ہوئے، شعر و نظم کے مضامین سے آگاہی

ہوئی۔ بزرگوں کی روش کی پیروی مبارک ہے الشرب العزت کے اسرار کو ظاہر کرنا ان بزرگوں کے فیصلہ

کے مطابق کفر ہے۔

زستی گر بگوید رمز عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(زستی میں اس کے عشق کے اسرار کھول دینے کی سزا اس راہ میں سولی ہے)

الشرب العزت کے اسرار کو تفصیل و تشریح کے ساتھ بغیر کسی پردہ کے بولنا اور لکھنا حرام ہے اس

کہ شرع میں اس کی اجازت نہیں ہاں رغبت دلانے اور شوق بڑھانے کے لئے رمز و اشارات میں بولنے اور لکھنے کی اجازت ہے۔

دانی کہ چرا اہل مفاخا موشند در نکتہ دل بمحو خودی کوشند

مئے از کف دستم نفس کی کوشند سری بازند و ستر حق می پوشند

(جانتے ہو یہ حضرات صوفیہ کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں مجھ کو بکے ہاتھ سے ہر گھڑی شراب کا پیالہ پیتے ہیں سر کی بازی لگادیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کے راز کو انہیں کتنے اصل کام ہضم کر لینا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ڈکار بھی نہ آنے پائے۔ واردے اور مکاشفے کا بولنا اور نکھنا ہی ڈکار ہے۔ مرد وہی ہے جو دریا گھونٹ جائے اور ڈکار نہ لے۔ میں ایسے صاحب ہمت اور قوت کا غلام ہوں جن کا حوصلہ کمالات میں سے کسی کمال سے بھرتا نہیں۔ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ کو نکھا کہ یہاں کوئی ایسا ہے کہ ایک قطرہ لی لے اور مست ہو جائے سلطان العارفین نے جواب دیا یہاں کوئی ایسا ہے کہ دریا گھونٹ جاتا ہے اور "اور طے کا نہ لگتا ہے" ہمت دریا نے محبت بے کنار لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

مانا شد این چنین دردی ترا ننگ باشد گفتن مردی ترا

(جب کہ محبت کا دریا وہ ہے جس کا کنارہ نہیں تو یقیناً ایک تشنگی لاکھوں تشنگی ہوگی۔ جب کہ یہ

درد محبت تجھے حاصل نہیں ہوتا تیرے لئے خود کو مرد کہنا باعث شرم ہے۔

مگر ہاں جو پڑھنے لکھنے بولنے کے لئے بیقرار ہوں (ان کے لئے درست ہے) جیسا کہ عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ رازیاں تو زبان پر آئے گا یا نوک قلم پر میں کیا کروں مجبور و بے چین ہوں اگر چاہتا بھی ہوں کہ نہیں لکھوں نہیں بولوں تو یہ مجھ سے ہوتا نہیں شاید کہ وہ عشق کی دیوانگی کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے اس لئے معذور تھے۔ اسی کو کہا ہے۔

ھر چه از دیوانہ آید در وجود عفو فرماید از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو بات صادر ہو جاتی ہے اسے فوراً معاف کر دیا جاتا ہے)

لیکن ہاں جو شخص ابھی تک خودی دستی میں ہے، وہ تفرقہ میں ہے۔ نہ جمع میں ہے نہ کثرت میں نہ وحدت میں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

تا تو با خویشی عدد بینی ہمہ چوں شدی غالی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے تعدد ہے جب تیری خودی فنا ہوگی تو احد ہی احد ہے)
اس عالم وحدت میں اگر کسی کی زبان وقلم سے اس طرح کی باتیں نکل آئیں تو وہ معذور ہے۔
لاجرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہرچہ میگوید گستاخی رواست

(یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن اپنی دیوانگی میں جو کچھ گستاخی سے کہہ جاتا ہے اس کے لئے رول ہے)
اس کے ساتھ اگر کوئی ان کلمات کو بغیر کسی پردہ کے اور بغیر رمز و اشارہ کے کھول کر بولتا ہے تو مشائخ رضوان اللہ
علیہم جو مقتدار وقت ہیں اور اعتراض و طعن سے پاک ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی باتوں کو سطحیات میں شمار کرنا
چاہیئے نہ اس کو رد کریں اور نہ قبول۔ ہاں بعض بزرگوں نے اپنے شہر سے سفر کیا ہے اور لوگوں کو نفع پہنچایا
ہے یہ بھی ویسا ہی ہے لیکن یہ ان بزرگوں نے اس وقت کیا ہے جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے
ہیں اور تمام کمالات سے آراستہ ہو چکے ہیں اور تمام دولت و ثمت سے مالا مال ہو گئے ہیں اور اس مرتبہ
کو پہنچ گئے ہیں جس کا اظہار اس شعر میں ہے۔

واسطہ ایں قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس است است
چوں نمی بینند غیرے جز مجاز جملہ زو شنوند زو گویند باز

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان سے واسطہ اٹھ چکا ہے ان کا نگاہ اس سے واسطہ ہے اس لئے اقوال یقیناً درست ہوتے ہیں
جب کہ عالم مجاز میں نہیں غیر نظر ہی نہیں آتا جو کچھ بھی وہ سنتے ہیں اپنے محبوب (حق سبحانہ تعالیٰ) ہی سنتے ہیں دیکھ کر کہہ دیتے ہیں)
اے بھائی! مقبولین بارگاہ کے کام بد نصیبوں سے نہیں ہوتے جیسے مردوں کے کام مخفوشوں نہیں
ہو سکتے کُلُّ مَيِّتٍ بِمَا خُلِقَ لَهُ (ہر شخص کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے)
یہ شخص (یعنی میں) کس گلی کا کتاب ہے کہ جس کے دل میں ان بزرگوں کے جیسا ہونیکا واہم بھی
گذرے بلکہ اے تو ایک ایسا آدمی چاہیئے جو اس کی گردن سے نفس کا زنا راتا پھینکے اور مسلمان بنا دے اگر
خداوند تعالیٰ سفر میں فرمائے تو وہ سفر اسی نیت سے ہوگا اور آج تک اپنی ہی نیت ہے۔ آں برادر
اور دوسرے عزیزان، کوئی لکھتا ہے ملک العارفین یا ملک المشائخ یا الیہ ہی اور القاب یہ کم رتبہ خود
کو اچھی طرح جانتا ہے اور پہچانتا ہے لَئِنْ الْخَبَرُ كَاْمَعَايَنَہ (سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی جیسی نہیں
ہر سکتی) اپنے نفس، زنا، نفاق، شرک و کفر میں توحید اور مسلمانی کی تحقیق و دریافت کرتے ہوئے تیس چالیس
سال بیت گئے توحید اور حقیقی ایمان تک کب پہنچو ننگا۔ شاید گور میں جانی کی نوبت آجائے حقیقت اس
وقت کھلی اور معلوم ہوئی جیسا کہ اس شعر میں کہا ہے۔

ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست حقایقہائے ایمان را چہ دانی
(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے ایمان کی حقیقتوں کو تم کیا جانو)
ہزاروں رحمت اس کی جان پر ہو بلاشبہ اس راہ کو طے کئے ہوئے اور اس کفر و شرک اور بت و زنا سے
جو باطن میں چھپے ہوئے ہیں وہ آگاہ ہیں اور اسے دیکھے ہوئے ہیں اور جو ان پر کھلا ہے اسی کو کہا ہے۔
رحمتہ اللہ علیہ

نمیدانم کراماتم بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم
(کچھ معلوم نہیں میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار)
انشاء اللہ تعالیٰ تمام موحدوں اور مومنوں کے طفیل توحید اور حقیقی ایمان اللہ جل شانہ مرحمت فرمائے گا۔
اے بھائی! زبانی توحید اور زبانی ایمان اگر کل قیامت کے دن کسی کے کام آئے تو تمام منافقین
ربانی اور نجات پاتے اور بہشت میں پہنچ جاتے۔ بات سے بات نکلتی ہے اور گفتگو لمبی ہوتی جاتی ہے
ایسا لگتا ہے کہ اس میں بھی نفس کا حظ شامل ہے استغفر اللہ! استغفر اللہ عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ
شرف منیری



مکتوب ۶۷

خداوند تعالیٰ کی حکمت اور بندوں کی مقہوری و بیچارگی میں
بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آپ دوست عزیز شرف منیری کے سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں۔
سنا کہ آپ دولت آباد سے واپس آگئے ہیں امید کہ سفر خیر و عافیت کے ساتھ ہوا ہو گا اور مفید ہے گا
انشاء اللہ تعالیٰ۔

گرگ از رمہ بردا پنچہ مراد دل اوبود گو باد یہ پیماے ہمیں مرد شاہ را
(بھیڑ یا جس کو پتا ہے سہیڑ میں سے لے جاتا ہے خواہ وہ باد یہ بیما کی کرنے والا چرواہا ہی کیوں نہ ہو)
مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ (اللہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ہے)
انبیاءؑ اور سارے جہاں کے بادشاہوں دولت مندوں کا یہی حال رہا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں جنہیں

ان لوگوں نے چاہا کہ ہو لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں ان لوگوں نے چاہا نہ ہوں وہ ہو گئیں ھنکذ
 الربوبیۃ والعبودیۃ بلاشبہ خدائی اور بندگی ایسی ہی ہے اور ایسی ہی ہوتی ہے۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ
 علیہ وسلم برسوں یہ درخواست کرتے رہے کہ ابوطالب کو ایمان عطا ہو جواب ملا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَخْبَبْتَ
 (بیشک آپ ہدایت نہیں دیتے جس کی ہدایت آپ کو مطلوب ہو) جناب نوح پیغمبر علیہ السلام اپنے بیٹے کے
 حق میں درود فرزندگی اور شفقت پدری کی بنا پر مناجات کرتے رہے اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں
 اِنَّ ابْنِي مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (اے میرے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے اہل میں سے ہے اور بیشک آپ کا وعدہ
 سچا ہے۔ جواب ملا اِنَّكَ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ اَهْلِيْكَ (تو تھامے اہل میں سے ہی نہیں؟) اگر کام بندوں کے ارادہ و
 خواہش کے مطابق ہوتا تو ان حضرات کی خواہش کے مطابق ہوتا جو بندہ ہونے میں اخص الخواص ہیں۔ کیا کیا
 جاتے جب بندگی یہی ہے تو تقدیر کے حکموں کے سامنے سر ڈال دینا چاہیے اور جو کچھ خداوند تعالیٰ کی مرضی
 ہے اس کی رضا سے راضی رہنا چاہیے اور اپنے مقصد و آرزو سے ہاتھ دھو لینا چاہیے اور نامرادی کے
 ساتھ بسر کرنا چاہیے۔

ایں قدر زرد صبر کن کاساں بود تا خوش و ناخوش ترا کیساں بود

عمر روزے پنج و شش معی گذرد خواہ خوش خواہ ناخوش می گذرد

(اس کے کئے ہوئے پر اتنا زیادہ صبر کر کہ کوئی شکل شکل نہ رہے سب آسان ہو جائے یہاں تک کہ خوشی و

ناخوشی سب تمہارے لئے یکساں ہو جائے۔ یہ چند روزہ زندگی کسی کسی طرح گزری جائے گی خواہ خوش گزے خواہ ناخوش گزرے)

شاید کہ بندہ کی صلاح و فلاح اس کی نامرادی ہی میں ہو اس لئے کہ بندہ کی صلاح و فلاح بندہ سے بہتر اللہ ہی
 جانتا ہے کہ ۛلّٰہِ الطّٰن خفیۃ (اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم پوشیدہ ہے)

دانند آنکس کہ خردہ داں باشد کا پنجرہ او کرد خیرش آں باشد

نوشتاں ہر چہ ز ہرا و باشد زشت و نیکو ہمہ نیکو باشد

(اس کو تو وہی جانتے ہیں جو باریک بین ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس میں بندہ کی بھلائی ہوتی ہے)

اس کے تلخ گھونٹ کو بھی لوگ شربت ہی جانتے ہیں ان کے نزدیک اچھی اور بُری چیز اچھی ہی ہوتی ہے)

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کر دیجو وہ معصوم نابالغ بچے تھے تو بھائیوں نے بے

کنواں میں ڈال دیا اور بوڑھے باپ جو خود پیغمبر تھے جدائی کی آگ میں جلتے رہے پھر کنواں سے نکالے

گئے غلام بنا کر بیچ دیئے گئے پھر لیجا کو ان کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا اس وقت ان کی پاکدامنی

نے ان کی دستگیری کی اب غلامی نے نکال کر مصر کے تخت شاہی پر جلوہ فرما کر دیئے گئے اور پھر اس عظیم گناہ کے باوجود تمام بھائیوں کے سر پر تاج نبوت رکھ دیا گیا یوں سرفرازی و آراستگی کی گئی، اس قصہ کو حسن القمص کے نام سے موسوم کیا گیا یہ باتیں کسی کے دہم فہم میں نہیں آ سکتیں، اسی کو کسی نے کہا ہے۔

سر کہ آنجا رسید سر بہند عقل آنجا رسید بر بہند

(آدمی کے اسرار جب اس مقام پر پہنچے تو اس نے سر رکھ دیا ہے عقل جیسے راز نگاہ چھائی تو متفق ہو جاتی ہے) اے بھائی! جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کے اسرار سے جبریل و میکائیل کو خبر نہیں ہو تو ہم تم اور ہمارے جیسے دوسرے کس شمار میں ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام جن کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے تختِ تصرف میں ملتی گئی پھر اسی بہشت سے برہنہ کر کے باہر کر دیا گیا اور عالم میں جدا لگا دی گئی عصیٰ آدم ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی)۔

ہیچ کس از سرا و آگاہ نیست زانکہ آنجا، ہیچ کس از راز نیست

کوئی شخص اللہ کے کاموں کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ وہاں تک کسی شخص کی پہنچ نہیں ہے)

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنے آل و اولاد کے ساتھ بہشت میں داخل ہونیکے لئے آئیں گے تو انتہائی اژدہا م کے سبب شور و غل ہو گا اس وقت تمام فرشتے حیرت زدہ ہو کر کہیں گے سبحان اللہ! یہ وہی شخص ہے جو بہشت سے ننگا کر کے نکالا گیا تھا۔

اور معراج کی رات سلطان الانبیاء تاج الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے براق غطت آب کے آگے آگے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی ارواح پاک طَرَقُوا طَرَقُوا (ہٹا، بڑھو، راستہ بنا کر دو) کی صدا لگاتے ہوئے جلو میں رواں دواں ہیں، اور کبھی جنگ قریضہ و جنگ بنو نضیر کے دن ایک معمولی سا گدھا سواری میں ہے جس کی لگام کی دُور کھجور کے پتے کی بیٹی ہوتی ہے۔ اور کبھی تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجی تقدیر و الذبح جاتی ہر شاد ہوتا ہے میرے محبوب! یہ سب آپ کا ہے جس طرح چاہیں مصرف میں لائیں اور اسی کے بعد دیکھو! کہ چند سیر جو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے آپ اس سے کہتے ہیں چند پیمانہ جو مجھے اُدھار دیدودہ طعن کرتا ہے اور کہتا ہے لَئْسَ لَكَ حَرْعٌ وَلَا زَمَاعٌ مِنْ اَيْنَ تَقْنِيْ اَپکے پاس نہ

اونٹ ہے نہ بکریاں ہیں نہ کھیتی ہے! باغ ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے۔ اسی کو کہا ہے۔

گہ با کف پر سیم و گہ درویشم گہ بادل پر شاد و گہ دل ریشم

کہ واپس جملہ خلق کہ دریشیم من یو قلمون روزگار خویشم

(کبھی تو مرے ہاتھوں میں تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجی ہے اور کبھی غیر تھی دست ہوں کبھی نشاط و شادمانی سے دل بھر ہوا ہے اور کبھی وہی دل خستہ و چور ہے۔ کبھی بھوک کے پیچھے پیچھے آیا ہوں اور کبھی سب کا امام ہوتا ہوں میں اپنے وقت کا تعجب خیر شخص ہوں) اے بھائی! غلامی اور اپنی مراد دونوں ہرگز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تو نامرادی کو اپنا حال بنا لینا چاہیے تاکہ جمعیت قلب حاصل ہو جائے اس لئے کہ یہ ساری پریشانیاں اور اندوہ و غم جو لوگوں میں ہے وہ سب اسی مقصد طلبی اور آرزو مندی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ امر حال کی طلب میں یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔

والسلام
شرف منیری



مکتوب ۶۸

فقر اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت و شہود کیسے

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر عزیز الوجود ملک الامراء سلمہ اللہ اللہ فقیروں اور مساکین کی محبت سے مزین اور شرف فرما

اے بھائی! سارے جہاں میں مومن کے لئے ایمان کے بعد تمام سعادتوں سے بڑی سعادت اور تمام دولتوں کی اصل دولت اللہ تعالیٰ کے فقر اور مساکین کی محبت ہے۔ اور وہ جو تمام ملیوں کے شہنشاہ اور سارے اولیاء کے ستر ناج صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا کی اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مَسْكِيْنًا وَاَحْشُرْنِيْ مَعَ الْمَسَاكِيْنِ (اے اللہ! مجھے زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی مسکینوں کے ساتھ رکھ اور کل قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔)

گرچہ چندانی سیماں کار داشت کز زمین تا عرش گیر و دار داشت

قوت از زنبیل بانی ساخت او سکت راقدر چوں شناخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ کاموں کی مشغولیت حاصل تھی کہ زمین سے عرش تک ان کی مملکت فرمان وائی میں تھا لیکن جب مسکینیت کی قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کو اپنا ذریعہ معاش بنایا)

اے بھائی! حقیقت میں حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ فقر اور مساکین ہی بادشاہان ہیں ان کی سلطنت و بادشاہی ایسی ہے کہ نہ دنیا میں وہ سما سکتی ہے نہ آخرت میں اگر کوئی پوچھے کہ پھر وہ کہاں سما سکتی ہے؟

تو کہہ دو کہ وہ اس صحرائے وحشت اور اس فضا میں جسے فضا نے ربوبیت کہتے ہیں۔ جب کہ ان کی سلطنت اور بادشاہی اس مرتبہ کی ہے جیسا تم نے سنا تو وہ لوگ مسکینی اور درویشی کے نام کے پردہ میں خود کو چھپاتے ہوئے ہیں۔ تاکہ ان کی اس عظیم مملکت و بادشاہی پر کسی کی نظر نہ پڑے اسی لئے تمام انہوں میں سے یہ نام یعنی مسکین و فقیر اپنے لئے اختیار فرمایا اور مخلوق کی آفت اور ان کے پیدا کئے ہوئے درد سے خود کو محفوظ و سلامت رکھا۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

ما خلق ندانک وے کیت تبلیں در تیکدہ نشت دزار کمر کرد

(تاکہ لوگ نہ جانیں کہ یہ کون ہیں اس لئے بہانہ کے طور پر ایک لباس پہن لیا۔ بت غافل میں جانیٹھے اور زار باندھ لیا) اے بھائی! اچھی طرح یقین کر لو کہ جس کے سینہ کے کشت زار میں محبت کا بیج بودیتے ہیں اس کے لئے خوش خبری ہے کہ کل قیامت کے دن اے یہ نعمت ملے گی مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَاللّٰهُ فِيْهِمْ اے جَمَعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ جس نے کسی قوم سے محبت کی اللہ انہیں لوگوں کے ساتھ اس کا شرف لائے گا یعنی قیامت کے دن انہیں لوگوں کی جماعت میں ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

خلق ہر نوع و ہر راے کہ مُرد چوں ہمہ جاوید آں خواہند بُرد
(لوگ جس اعتقاد اور طریقہ پر مرتے ہیں ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے اور اٹھیں گے)

اور اس اشارہ کی تائید میں یہ اشارہ ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ کیا حکم ہے اس شخص کے حق میں جو ایک قوم کو دوست رکھتا ہے اور اپنے اس محبوب تک نہیں پہنچ سکتا ہے؟ ارشاد محبوب رب العالمین ہوا الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ فَوَيْسُ كُنْزِي مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَاللّٰهُ فِيْهِمْ (تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) خود یہ ارشاد باری تعالیٰ کامل و مکمل ہے کہتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں اسلام کے بعد اسی سرت و خوشی بھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی جیسی شادمانی اس ارشاد المرء مع من احب پر ہوئی اور اس شکرانہ میں اس شخص کو کپڑوں دینا و درہم سے مالا مال کر دیا اور سب نے کہا کہ آج یہ دولت عظمیٰ ہم لوگوں کو اور تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے تمہارے سبب ملی ہے۔ اسی معنی کو کہا ہے۔

تشنہ از دریا جلدائی می کنی بر سب گنجے گدائی می کنی

(پیاسا ہے اور محبت کے دریائے کنارہ ہو رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گدائی کر رہا ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم کے ارشادات میں آتا ہے۔ ان لوگوں کا قول ہے بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مشرق یا مغرب کے کنارہ پر ہیں وہ ہمارے ہم زانو ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں محبت کے قانون کے تحت اگرچہ ظاہراً وہ مشرق یا مغرب میں ہیں لیکن جب کوئی شخص اس گروہ فقر و مساکین کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لئے دلیل و برہان ثبوت و شہود کا بھی مطالبہ ضروری ہو جاتا ہے اس لئے کچھ شخص دعویٰ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ گواہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک فقیر درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے درویشوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں ان میں سے کسی ایک نے کسی ایک کو اشارہ کیا اٹھو جاؤ ان کو بازار لے جا کر بیچ آؤ وہ اسی وقت اٹھے اور اس فقیر کو بازار لے جا کر بیچ آئے اور جب ان کے خریدار آقا نے ان کو دیکھا حال و اعمال کا معائنہ کیا تو کیا تعجب ہے کہ تم جیسا شخص غلام ہو؟ اتنا کرو کہ اپنے اس راز سے مجھے مطلع کر دو اور تم جاؤ اپنے کام میں رہو۔ انہوں نے کہا میرے آقا! میں نے ایک دعویٰ کیا تھا یہ اسی کی آزمائش تھی انہوں نے میرے دعویٰ کی دلیل چاہی تو دلیل یہی تھی جو ہوا اور آپ نے دیکھا۔

والسلام

فقیر شرف مہیری



مکتوب ۶۹

حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادر عزیز کا بھیجا ہوا مصلّا پہنچا قبول ہوا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اور وہ جو عالم دیوانگی کی کچھ باتیں لکھی تھیں اسے پڑھا اور اس شعر پر مجبور کیا

ھر چہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرماست از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو باتیں صادر ہو جاتی ہیں وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہیں۔)

اے بھائی! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ظاہری طور پر مکتوب الیہ کوئی شخص معین ہو

لیکن باطن میں کوئی دوسرا خوش قسمت مراد ہو کیونکہ تقدیر ایسے حیرت انگیز کرشمے بہت زیادہ رکھتی ہے۔

یہاں پر قلم کو توڑ دینا چاہیے، لب بند کر لینا چاہیے اور یہی کہنا ہے **يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ**
(وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا علم دیتا ہے) خوب کہا ہے جس غریب نے یہ کہا ہے۔
کرا زہرہ آنکہ از بیم تو شاید زباں جز بہ تسلیم تو

(آپ کے خوف کے آگے کس کا کیلیج ہے کہ سوائے تسلیم خم کرنے کے زبان کھول سکے)

اور میرے اُن مکتوبات کے معانی اور مفہوم جو اُن برادر کے علم و فہم میں آپکے ہیں وہ آپ کا حال
اور ذوق ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور امید ہے کہ اس فقیر کو بھی اس کے طفیل حصہ ملے گا انشاء اللہ
کہ **الْغَرِيبُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيْشَةٍ** (دوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے)

اس فقیر کو بس لکھنے لکھانے سے اور کچھ زیادہ نہیں دیا گیا ہے۔ بس آنا ہی ہے کہ اس خوان پر نعمت پر
لا کر لوگوں کو بٹھائے، بیچارہ انسانائی ہاتھ پاؤں جلاتا ہے اور کھانا دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۷۰

خداوند عل شانہ کے حکم کے مقابلہ میں عقل کی برطرفی اور درماندگی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیارے دوست! آپ سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں

اے بھائی! دشمنان خدا آج اس دنیا میں نعمتوں کے لئے مخصوص ہیں اور اس کے دوست
و محبان خاص بلاؤں کے لئے ہیں یہاں عقل اور عقل کا قانون سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل قیاس کا آلہ ہے
اور خدا کی خدائی قیاس سے بالا ہے، خدائی یعنی خدا کے کام اس کی مشیت پر بندوں کے قیاس
و گمان پر نہیں کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی ضرورت و حاجت اس
کو نہ ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ہزار ہا ہزار مخلوق پیدا کیا اور اس کو ان سب میں سے کسی طرح کی کوئی حاجت
نہیں۔ اور کوئی بغیر کسی نفع کے کسی سے دوستی و محبت نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان و ضرر کے پہنچے ہوئے
کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ عقل کا دستور تو یہ ہے اور خداوند تعالیٰ کو نہ کسی سے نفع اور نہ اس کو کسی
سے نفع کے سبب محبت اور نہ کسی سے مصرت اور نہ مصرت کے باعث عداوت عقل کا قانون یہ ہے

کہ دوستوں کو اپنی جانب کھینچا جاتا ہے اور ان پر نوازش کی جاتی ہے دشمنوں پر بلا و مصیبت ڈالتے ہیں اور ان دشمنوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ ساری باتیں اپنے دوستوں اور دشمنوں پر ڈالتے ہیں اور دشمنوں کی گودان کی ساری مرادوں سے بھر دی جاتی ہے۔ عقل کا قانون ہے کہ دشمن نہ بنایا جائے اور اگر دشمن پیدا ہی ہو جائیں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ دشمنوں کو پیدا کرتا ہے ان کی پرورش فرماتا ہے اور انہیں ہلاک نہیں کرتا باوجودیکہ کر سکتا تھا جب قیاس کو دخل نہیں تو عقل کو خدا کے کام میں دخل کیسے ہوگا۔ عقل خود اپنی بیچارگی و بے بسی میں ختم ہے اور عقل کا قانون و دستور خداوند تعالیٰ کی خدائی میں سرنگوں ہے۔

عقل کل یک سخن ز دفتر او نفس کل یک پیادہ بردار او

(عقل کل اس کے دفتر کی ایک بات ہے نفس کل اس کے در کا ایک پیادہ ہے)

اسی کو کہا ہے الْعَقْلُ يَحْوِلُ حَوْلَ الْكَوْنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ إِلَّا الْمَكُونُ ذَابَ عقل کائنات کے گرد چکر لگاتی ہے اور جب خالق کائنات کی طرف دیکھتی ہے تو ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ عقل مخلوق اور در ماندہ و عاجز ہے مخلوق و عاجز کا تصرف مخلوق و عاجز ہی کے اندر ہوگا عقل اس لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے بندگی کیسے کی جاتی ہے اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے آدمی عاجز رہتا اس لئے کہ اللہ کی الوہیت خدائے تعالیٰ کی خداوندی کو اپنے عقل قیاسات سے پہچانتے کے لئے۔ اسی کو کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت بود جانت باید تا ربوبیت بود

اے شدہ از شناخت خود عاجز کے شناسی خدائے را ہرگز

چوں تو در علم خود ز لول باشی عارت کردگار چوں باشی

(عقل کی ضرورت تو اس لئے ہوتی ہے کہ بندگی کرنے کے طور و طریقہ کو جانیں اور جان اس لئے ہرگز اس کی ربوبیت)

خداوند تعالیٰ کو پہچانیں۔ اے عقل کہ تو خود اپنی شناخت سے عاجز ہے خداوند تعالیٰ کو کیوں کو پہچان سکتی ہے

جب کہ تو خود اپنے علم اپنی شناخت میں اس درجہ بیت ذریوں پر تو حق سبحانہ تعالیٰ کا عرفان تجھے کیونکر ہو سکتا ہے

اگرچہ عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تو لسنے کے ترازو پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اے بھائی! تقدیر خداوندی کے کاموں سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں غریب عقل کو

وہاں کیا دخل آدمیوں کے وہم و فہم کو وہاں کہاں راہ ہے۔

عقل عقل است جانِ جانست او آن کہ زیں بر تراست آنست او

(ایک جماعت یقین کی راہ میں تجربہ دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں تو اس دن سے

ڈر رہا ہوں جس دن یہ ندا آئے گی کہ اے غافلوا! راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)

آں عزیز کے مکتوب کے آجانے سے موانست عظیم کا حال پیدا ہو جاتا ہے الْقُلُوبُ تَتَقَاضِي

وَالضَّمَامُ يَسْتَجِزِي وَاللَّهُ بِفِعْلِهِ لَيَّهْلُ أَسْبَابُ الْمُسْلَقَاتِ (ایک طرف سے دل کا تقاضہ ہوتا ہے تو دوسری

جانب روح کو تلاش ہوتی ہے اللہ اپنے فضل سے ملاقات کے اسباب آسانی سے پیدا کر دے)

اے بھائی! کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے مردوں کا دین ہی دوسرا ہے مخشوں کا دوسرا جیسا

کہ کہا ہے۔

در زہد بود منبر و محراب بہ تحقیق در عشق بجز بادہ و زنا نہ باشد

بردار بود بار اگر عاشق فسر دی در نہ بنشین بار ز گفزار نہ باشد

(زہد میں زاہدوں کے لئے حقیقتاً محراب و منبر ہونا چاہیے لیکن عشق میں شراب و زنا کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے

اگر تو یگانہ عاشق ہے تو تیری جگہ سول کے تختہ پر ہے اگر ایسا نہیں جا آرام سے بیٹھ یہاں گفتگو کی گنجائش نہیں)

کیا کیا جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْعَذَبِ رِجَالًا وَلِلْقَصْعَةِ وَالْثَرِيدِ رِجَالًا (بیشک اللہ تعالیٰ کچھ

لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ لوگوں کو خرید و تورم کا پیالہ چاٹنے کے لئے) روزانہ ہزاروں ہزار

مومنوں کو قبرستان پہنچاتے ہیں ان میں کہیں شکل سے ایک جنازہ طاب حق کا رکھا جاتا ہے جس طرح طالبان

دنیا کے مقابلہ میں طالبان آخرت بہت تھوڑے ہوتے ہیں اسی طرح طالبان بہشت کے مقابلہ میں طالبان

حق تعالیٰ کے جن کو اہل اللہ کہتے ہیں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں جب یہ حال ہے تو یقیناً ہم سب لوگ شیخی اور

کرامت کے طالب ہیں جاہ و مرتبہ اور سلامتی کے عاشق ہیں مخشوں مردوں کے قصے سے کیا سروکار قنوت

مُكَلِّطٍ عَلَى تَذْرِ حَوْمَلَتِهِ دَهْلٌ رَأَيْتَ حِجَابًا قُطْبُ يُزَاهِمُ الْمُلُوكَ عَلَى سُلْطَانِهِمْ دہر پرندہ

کی غذا اس کے حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے کبھی تم نے دیکھا ہے بادشاہ کو ان کے تخت پر بیٹھنے میں دربار شاہی کا پردہ عامل ہوا ہے

ایک دفعہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے غائب ہو گئے رفقا تلاش میں نکلے آخر دیکھا کہ مخشوں کا لباس

پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں سب نے دریافت کی۔ اے پیر طریقت یہ کیا حال ہے؟ فرمایا مروتاً

میں عورت نہیں ہوں معنایہ دہنیں ہوں تو لامحالہ محنت ہوں اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

گرچہ غافل بریں عمل خندد یک عاقل جز پسندد

(اہل غفلت اس عمل پر نہیں سمجھتے لیکن ارباب عقل اس کے سوا کچھ اور پسند نہیں کرتے)

راہ دین صنعت و عبادت نیست جز خرابی در و عمارت نیست

(دین کی راہ بناوٹ اور عبادت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو سوائے تخریب کے کوئی تعمیر نہیں ہے۔)

اے بھائی! نماز، روزہ، ورد، وظیفہ، خلوت گزینی، گوشہ نشینی یہ سارے اعمال و افعال پسندیدہ و مستحسن ہیں اور خاص کر تمام مومنین اس کے لئے مخصوص ہیں لیکن طالبان حق کی شان ہی آخری شان ہے طالبین حق کے معاملات، دوسرے ہی ہوتے ہیں ان کو نہ دنیا سے لگاؤ رہنے دیتے ہیں اور نہ عقبیٰ سے نہ جسم کے ساتھ نہ جان کے ساتھ اسی کو کہا ہے۔

ہر کر ابوئے رسد از سوئے او ہر دو عالم چیت خاک کوئے او
لے مخنت رو کہ اینجا باز نیست عشق حق را با مخنت کا ز نیست

(جس کے مقام جان میں معشوق کی جانب سے معشوق کی خوشبو پہنچی دونوں عالم کی حقیقت اس کے نزدیک کیا اس کی گلی کی خاک کے برابر ہے اے ہجرے، جا بھاگ یہاں تیری گزر نہیں حق تعالیٰ کے عشق کی بارگاہ میں مخنتوں کا کون کام نہیں)
الْإِيمَانُ عُرْيَانٌ (ایمان ایک کھلی ہوئی چیز ہے) شیخی، مقتدائی، پیری، مریدی یہ سب آرائش و زیبائش ہیں اور عالم وحدت میں آرائش نہیں۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔

در مذہب عشق خود پرستی نہ خزند ہشیار رواں متاع مستی نہ خزند
در عالم معرفت اگر داد دہی بے نام و نشان برو کہ ہستی خزند

(عشق کے مذہب میں خود پرستی قبول نہیں ہوتی۔ ہشیار، وہاں خود پرستی کی شراب کی مستی نہیں خریدی جاتی جہان معرفت میں اگر داد دینا ہے تو بے نام و نشان نیست و پست ہو جاؤ کہ وہاں کسی کی ہستی نہیں خریدی جاتی)
وَتَدَاوَحِيَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا دَاوُدُ مَنْ طَلَبَنِي وَحَبَدَنِي وَمَنْ طَلَبَ غَيْرِي لَمْ يَجِدْنِي (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی۔ اے داؤد جس نے میری طلب کی اس نے مجھے پایا اور جس نے میرے سوا کسی کی طلب کی اس نے مجھے نہیں پایا)۔

مردی باید نہ سرا درانہ پائے جملہ گم گشتہ در واد در خدائے

(آدمی ایسا ہونا چاہیے جس کے سر ہونہ پاؤں نہ ابتدا ہونہ انتہا سارا جہان اس کے اندر گم ہو اور وہ خود خدا میں نہیں)
وَتَدَاوَحِيَ الشَّيْخُ أَبُو سَعِيدٍ رَحْمَتَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَبْصُرَ الْحَقَّ فِي قَلْبِكَ مَوْجُودًا وَ لَمْ يَهْرَ قَلْبُكَ عَنْ خَيْرِهِ فَإِنَّ الْمَلِكَ لَا يَدْخُلُ بَيْتَانِيهِ الْخُرَافَاتُ وَالْأَفْحَاشَةُ وَإِنَّمَا يَدْخُلُ بَيْتَانَا نِزَالِيسَ فِيهِ إِلَّا هُوَ وَلَا تَكُونُ أَنْتَ مَعَهُ فِيهِ شَيْخُ أَبُو سَعِيدٍ رَحْمَتَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ کا قول ہے تم نے

جب خدا کو اپنے قلب میں دیکھنے کا ارادہ کیا تو اپنے قلب کو اس کے غیرے پاک کر دیشک بادشاہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتا ہے جہاں فواحشات اور خرافات موجود ہوں وہ تو ایسے گھر کو اپنی غلوت بنا لیا ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی نہ ہو یہاں تک کہ تم بھی اس میں نہ ہو۔ بہشت کے طالب ہزاروں ہزار ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب دونوں جہاں میں بہت کم اور عزیز نہیں اور کیوں کم اور عزیز نہ ہوں کہ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا دَاوُدُ اِذَا رَاَيْتَ طَالِبًا لِیْ فَكُنْ لَہٗ خَادِمًا (اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ اے داؤد تیرے لیے میرے لیے طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ)

اے مہمالی! یہ جن طالبوں کے حق میں آیا ہے انہیں لوگوں کے لئے زیبا ہے (جن کو کہا گیا ہے) اَنْتَ لِيْ وَ اَنَا لَكَ اِنْ شِئْتَ اَمْ اَبَيْتَ (تم میرے لئے ہو ہم تمہارے لئے ہیں تم چاہو یا نہ چاہو) کاروبار تو اسی کے کاروبار ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گراں دراپے بود سوئے تو باز تو ازین دولت توانی کردناز

(محبوب کی جانب سے تمہارے لئے اگر راہ کھلی ہوئی ہو تو تم اس دولت پر جس قدر ناز کر دے یہاں تک کہ ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو غلیظ بنائیں (ہم لوگوں کا دین بڑھی عورتوں کے دین جیسا ہے) سے پورا حصہ ملا ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ربا غی۔

شمع کہ جہاں ناکس و کس افروزم روشن دارم جہاں و خودی سوزم

من پند و ہم کہ دل بنا کس مدہید خودی کنم آنچه بخلق آموزم

(میں وہ شمع ہوں کہ عالم میں ہر شخص کو روشنی بخشتا ہوں سا جہاں کو میں روشن رکھتا ہوں اور خود جلتا رہتا ہوں)

میں نصیحت کرتا ہوں کہ دل خدا کے سوا ایسے دوسروں کو نہ دو لیکن خود وہ نہیں کرتا جو لوگوں کو سکھاتا ہوں)

اس لکھنے اور بولنے سے توبہ کرتا ہوں استغفر اللہ استغفر اللہ لیکن خط کا جواب لکھنا بھی ضروری ہے اسی لئے کہا گیا، اور لکھا گیا، اور اس سے قبل بھی جو کچھ لکھا گیا ہے اگر وہ خدا کی رضا و منشاء کے موافق نہیں ہو تو ان سب سے استغفار کرتا ہوں صرف اسی سے نہیں۔

اگر کسی دن یہ درد عشق دامن گیر ہو جائے تو فوراً عشق کے مرید ہو جائیں تاکہ یہی عشق آپ کا پیر بن جائے

لا شیعہ اباع من العشق۔ شاگرد باش عشق ترا دوستا دلس۔ (تم عشق کے مرید ہو بناؤ عشق ہی تمہارا

بے کانی رہے) عشق کو عشق کے طلب گاران ہی جانتے ہیں کہ عشق کون سی حالت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در عالم پیر ہر کجا برنا نیست عاشق با داک عشق خود سورا نیست

مورسکیں ہوئے داشت کہ در کعبہ رسید دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ابر جگہ پیردوں کے عالم میں ایک جوان ہوتا ہے عاشق ہونا چاہیے کہ عشق بہترین سودا ہے۔

غریب چینیوں نے تمنا کی کہ کامیاب ہونے پر حرم کے کبوتر کے پاؤں سے پیٹ گئی بس پہنچ گئی۔ سمجھے وہ کبوتر کی

ہے، یہی عشق ہے۔ اسی کو کہا ہے

در عشق آمد دولے ہر دے حل شد بے عشق ہرگز مشکے

(عشق کا درد ہی ہر ایک دلی کی دوا ہے۔ عشق کے بغیر کوئی مشکل حل نہ ہوتی۔)

والسلام

حقیر شرف مینری

مکتوب ۷۲

لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور خدا کے بندوں کی راحت سانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز الوجود ملک مفرح مکنے اللہ کاتب مکتوب طیب شرف بخشی مینری کا سلام و دعا لیں

برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا خط ایک اونی چار ایک تولیہ کا تحفہ ذکر مایہ کے لڑکے نے پہنچایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ

قبول فرمائے اور جزلے خیرے۔

اے بھائی! الدُّنْيَا مَرْزُوعَةُ الْآخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جہاں تک ممکن ہو آخرت

کی کمائی کرنے میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اپنے ہاتھ، زبان اور قلم و کاغذ اور اپنے نقد و جنس سے لوگوں کے دلوں کو

خوش کریں راست و آرام پہنچائیں اور اس عمل کو ایک عظیم کام جانیں، دنیا کے عیوب اس کی آفتیں اتنی زیادہ

ہیں کہ جلد کے جلد سیاہ کئے جائیں تو بھی اس کے دسویں حصہ کا دسواں حصہ بیان نہ ہو سکے لیکن ساتھ ساتھ اسی

دنیا میں اس کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ مزرعہ آخرت ہے یعنی آخرت کمانے کی جگہ ہے ایک بزرگ سے لوگوں نے

پوچھا حق سبحانہ اے ملک اکسپینجے کی راہ کتنی ہے؟ انہوں نے فرمایا موجودات میں جتنے ذرہ ہیں ان میں سے ہر ایک

ذرہ کی تہا میں خداوند جل و علا تاکسپینجے کی راہ ہے لیکن کوئی راہ لوگوں کی دلجوئی کرنے دلوں کو خوش کرنے سے

زیادہ فائدہ مند اور نزدیک تر نہیں ہے اور میں نے اسی راہ سے خدا کو پایا اور اپنے مریدوں کو اسی کی رست

کرتا ہوں۔ اے بھائی! شریعت کا حکم ہے مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً قَضَى اللَّهُ لَهُ سَبْعِينَ حَاجَةً

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے۔) وَقَالَ عَلَيْهِ كَمَا مُؤْمِنًا
 كَمَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلْفَ حُلَّةٍ وَقَضَى اللَّهُ لَهُ أَلْفَ حَاجَةٍ وَكَتَبَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةَ سَنَةٍ وَغَفَرَ
 اللَّهُ ذُنُوبَهُ كُلَّهَا وَإِنْ أَكْثَرُوا مِنْ تَجْوُمِ السَّمَاءِ وَأَعْطَاهُ اللَّهُ لِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلَى جَسَدِهِ تَوَسُّلاً وَنَفَعَ
 اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ وَكَتَبَ اللَّهُ بِرَاقَةً مِنْ النَّارِ وَجَزَاءً عَلَى الصِّرَاطِ وَأَمَانًا مِنَ الشَّدَائِدِ
 (جو شخص کسی ایک مومن کو کپڑا پہناتا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے ہزار جوڑے عنایت کرے گا اس کی ہزار ضرورتیں پوری ہوں گی
 ایک سال کی عبادت کا ثواب اُسے ملے گا، آسمان کے ستاروں کی گنتی سے زیادہ اگر اس کے گناہ ہوں گے تو وہ معاف کر دے
 جائیں گے اس کے جسم کے ہر رُوداں کے برابر انوار کی بارش ہوگی اس سے عذاب قبر ہٹا دیئے جائیں گے، دوزخ کے عذاب
 اس کو چھٹکارا مل جائے گا، پل صراط سے بے خدشہ گزر جائے گا، روز قیامت کی سختیوں سے نجات مل جائے گی۔)
 یہ دولت نفل نمازوں، نفل روزوں میں کہاں ہے یہی بات ہے کہ ایک دفعہ ایک بزرگ سے لوگوں نے
 کہا کہ اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے اور رات بھر نفل نمازیں پڑھا کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا
 بیچارہ نے اپنی راہ کھو گیا ہے اور دوسروں کے کام کی راہ اختیار کی ہے لوگوں نے سوال کیا یا حضرت کیسے؟
 اس کے خدا تک پہنچنے کی یہ راہ ہے کہ وہ اپنی دولت اور انواع اقسام کی نعمتوں سے بھوکوں کو کھانا کھلائے
 ننگوں کو طرح طرح کے کپڑے پہنائے برباد و پریشاں دلوں کو شاد و آباد کرے، حاجتمندوں کی حاجت آری
 کرے نفل نمازوں کی مشغولی اور شب بیداری درویشوں، فقیروں کا کام ہے۔ ہر شخص کو اپنے مناسب کام
 کرنا چاہیئے۔

اے بھائی! اگر کسی شکستہ دل کو یاد اور اس ایک دل کو تم نے شاد و آباد کر دیا یہ اس سے
 کہیں بہتر ہے کہ تم رات بھر شب بیداری کرو۔ اس لئے کہ کسی بھی ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہر
 لیکن دل وہ ہے کہ جتنا زیادہ ٹوٹا ہوا ہو، چور ہوا تنہا ہی زیادہ قیمتی ہوتا ہے نقل ہے کہ جناب موسیٰ
 علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا۔ اَللّٰہِیَّ تَجھے کہاں ڈھونڈھوں؟ جَوَابُ مَلٰئِکَتِیْ رَبِّیْ قَالُوْہُمْ
 لَا جَلٰی لَہِیْ تُوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو۔ عرض کی آج میرے دل سے زیادہ کوئی دل شکستہ نہیں ہے جواب
 لائیں اسی جگہ ہوں۔ اور اے بھائی! آخر یہ تو تم نے سنا ہے کہ حضرت رابعہ البصریؒ کو اس درجہ نعمت و دولت
 جو نصیب ہوئی وہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ہوئی لیکن اس امر میں کوشش کرنا چاہیئے
 کہ جو بھی کسی کو دے وہ بے طالب دے اس لئے کہ فرمایا گیا ہے۔ السَّوَالُ رَانَ قَلْبًا مِّنَ السَّوَالِ وَإِنْ
 جَلَّ. سوال کتنا ہی کم کا ہو اور عطا و احسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ سوال کی قیمت بن جاتا ہے۔ اور جس قدر اور جتنا

زیادہ کسی کو دے تو اے بہت قلیل جانے اس لئے کہ ساری دنیا ہی بہت قلیل ہے۔ جیسا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر ساری دنیا کی دولت ہمارے قبضہ میں ہو تو سب کا ایک لقمہ بنا کر کسی ایک فقیر کے منہ میں ڈال دوں پھر بھی مجھے اس پر شفقت آئے۔ (یعنی اور دیتے کچھ نہ دیا)

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۳۷

روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے بھائی! روح جو خلیفہ حق تعالیٰ ہے جب تجلی میں آتی ہے (یعنی روشن اور نور ہو جاتی ہے) تو اپنی خلافت کے مقام سے انا الحق کا دعویٰ کرنے لگتی ہے اس لئے کہ سارے موجودات کو اپنی خلافت کے تحت کے سامنے سجدہ و زیر دیکھتی ہے اور جانتی ہے کہ حضور حق ہے اس حدیث کی نظر سے اِذَا تَجَلَّى لِلَّهِ بِشَيْءٍ خَصَّةٌ لِّذَلِكَ شَيْءٍ (جب اللہ کی تجلی کسی چیز پر ہوتی ہے تو ساری چیزیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہے اور کہتی ہے۔

هَآ اَنَا اَمَ اَنْتَ هَذَا اِلَهِیْنَ حَاشَاكَ حَاشَاكَ عَنْ اَثْبَاتِ اَشْنِیْنَ

فَاَیْنُ ذَاتُكَ حَیْثُ كُنْتُ اَرِیْ فَقَدْ بَیِّنَ ذَاتِی حَیْثُ اِلَیْ اَیْنُ

(یا تو ہے یا میں ہوں یہ دو خدا نہیں۔ خدا بچائے خدا بچائے دو خدا کے اثبات سے)

بیشک تیری ذات دسی نہیں ہے جیسی میں دیکھتا ہوں مجھے اپنی ذات معلوم ہے کہ میں کہاں ہوں)

یہ وہ گھاٹی ہے کہ ہزاروں سالکین راہ تمام گھائیوں کو طے کر نیلے بعد اس گھاٹی میں مارے گئے ہیں

جیسا کہ کہا ہے۔

اَنگِ سِزِہِ دِلِ رِختِ بَمَنْزِلِ گاہے کا نجانہ بردِ بصدِ دِلِ آں راہے

چوں مَن دو ہزار عاشقِ اندر راہے می کشتہ شتوند بر نیاید آہے

کبھی میرا دل سامانِ سفر ایسی منزل میں ڈال گیا کہ جہاں تک پہنچنے کے لئے کوئی نشان راہ نہیں۔

مہینہ میں نبو جیسے دو ہزار عاشق ایسے مارے جاتے ہیں کہ آہ تک اُن کے منہ سے نہیں نکلتے پال بے
یہی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ میں آخری فتنہ اسی تجلی روح میں ہے یہی تجلی سالک راہ کو اپنا
دیوانہ و شیدا بنا لیتی ہے اور سالک کو آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے ہاں اگر مَنَازَاغُ الْبَحَارِ (نہیں
نگاہ بہکی) کی صفت سے متصف رہے تو اس فتنہ سے مردانہ وار گزر جائے گا اور کسی کامل کے سایہ دولت
میں رہ کر کام کی حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کرامت کے عاشق کون لوگ ہیں
اور کرامت دینے والے کے عاشق کون ہیں نعمت کے طالب کون ہیں اور منعم کے طالب کون ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

مادیادانیم و بُرد رازی دانیم عاشق حقیقی ز مجازی دانیم
(ہم دشمن کپڑے کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو پہچانتے ہیں ہم عشق مجازی سے عشق حقیقی کو سمجھتے ہیں)
اے عزیز راز روح کا معاملہ اور دوسری مخلوقات کی طرح نہیں ہے۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ

فرمائیں۔

نیت بالائے تو مخلوقے ذکر نیت بیرون تو مشوقے ذکر
بچوں بر دلی تو ز عقل و معرفت نے تو در شرح آئی و نے در صفت
ہرچہ در توحید مطلق آمدہ است آں ہمہ در تو محقق آمدہ است
تجسس انوارِ مخلوق نہیں تجسس باہر کوئی مشوق نہیں جب تو عقل و معرفت سے باہر ہو جائے
تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تو بیان میں آ سکتا ہے توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ بس حقیقتاً تجھ ہی میں ہے۔
ایک درویش کے سامنے کسی نے روح کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا جلالت (اللہ بڑا ہے)
استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رُبَاعِی۔

شہر و وطن از نشان بیرون ست ہر چہ چل زنی از ازاں بیرون ست
ایں راز نہفتہ ز اں نہاں بیرون ست یعنی کہ خدا از دو جہاں بیرون ست
(میرا شہر میرا وطن نشان دہتے سے باہر ہے جس چیز کے بھی مثال دو اس سے وہ باہر ہے۔

یہ پوشیدہ راز پوشیدگی سے بھی باہر ہے یعنی خدا دونوں جہاں سے آگے ہے۔
ایک عزیز نے کہا ہے۔ اِنَّ اِلٰهَہٗ خَلَقَ الْاَرْوَاحَ مِنْ نُّوْرِ اِنِّہَا وَّلَا اِنْ سَرَفَ
مِنْ نُّوْرِ اَرْجَہٗہٗ لَیْسَ جَدُّ لَہَا کُلُّ مَنَاکٍ یَّرَ اَہَا (اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اپنے نور سے بنایا ہے

چہرہ کے نور کا پردہ ڈال دیا (اگر یہ پردہ نہ ہوتا تو ملائکہ جہاں دیکھتے وہیں سجدہ کرتے) اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے فَإِذَا اسْتَوَيْتَهُ وَفَلَحَتْ فِيهِ مِنْ رُوحِي (جب ہم نے درست کر دیا تو انہیں اپنی روح پھونک دی) اور اسی طرف یہ اشارہ ہے وَاللّٰهُ عَالِمُ خَلْقِ اٰدَمَ مَخْلُوٍّ صَوْرَتِهِ (پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔ ۵

لے دریا جان قدسی کز ہم پوشیدہ است دیدہ است کہ روئے اودم او کہ شنیدہ است
ہر کہ بنید حسن اود اندر جہاں کا فر شود لے دریا کیں شریعت گفت با بریدہ است
(افسوس وہ روح پاک سب پوشیدہ ہے حقیقتاً کس نے اس کا چہرہ دیکھا ہے اور کس نے اس کا نام سنا ہے)
جو بھی اس جہاں میں اس کے حسن مطلق کو دیکھے منکر ہو جائے اسے حسرت یہ شریعت یہ ہے یہاں سے باہر ہے)
عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي (روح کی خود مکمل شرح ہے لیکن اہل معرفت کہتے ہیں۔ امر جب فرمان دینے والا اور تمام چیزوں اور مخلوقات کا ظاہر و باطن ہے تو روح کامل طور پر امر ہوئی۔ امر امر ہوگا مگر نہیں فاعل ہوگا مستعمل نہیں تاہم ہوگا مقہور نہیں۔ اس سے آگے کچھ اور کہا نہیں جاسکتا دیوانگی پر اگر شریعت کی روک نہیں لگی ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ روح کیا ہے اللہ کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ کچھ کہا جائے إِنَّ اللّٰهَ غَيُّوْهُ (بیشک اللہ غیرت والا ہے) روح کی تشریح کرنا اسی غیرت کی بنا پر حرام کر دی گئی ہے۔ خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ۵

لے دریا جان قدسی در درون دو جہاں کس نہ بیند ستش عیاں کس نہ مستش نشان
گر کہے گوید کہ دیدم در مکاں لا مکاں بردخت غیرت آویختہ شد پیش انراں
(افسوس جان پاک کو دونوں جہاں میں کوئی بھی ظاہر ہو نہ دیکھ سکا اور نہ کسی نے اس کا پتہ دیا)
اگر کوئی کہے کہ مکان لا مکاں میں ہم نے اس کو دیکھا ہے تو اس کے اس کہنے کے پہلے ہی غیرت لے درخت پر پھانسی دیدی گئی)
اے بھائی بِسْمِکْتُ کُنْتُ مُخْفِيًّا (میں چھپا ہوا تھا) کاراز من عَرَفْتُ لَفْنَهُ فَقَدْ عَرَفْتُ رَبَّہُ
(جس پناہ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اہل بصیرت سے معاملہ پوشیدہ نہیں رہتا۔
۵۔ می تو اں از خلق متوازی شدن پس برلا مشعل در دست و مشک اندر گریبان داشتن

(عوام کے سامنے ظاہر اس طرح اور پوشیدہ ایسے ہونا چاہیے کہ ہاتھ میں مشعل اور گریبان میں جیسے مشک ہوتا ہے)

اس سے زیادہ لکھا نہیں جاسکتا بس اتنا ہی پر مختصر کرنا واجب ہے۔ مصرع۔

”کے سرش نمی داند زبان درش زبان درشن (روح کی حقیقت کے بارے کو کوئی نہیں جانتا زبان بند کرد زبان بند کرد)

اے عزیز اوصلاک اللہ بہند الحقائق۔ اللہ تم کو ان حقیقتوں تک پہنچائے۔ یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ علم کے ذریعہ اس صحرائے سفر نہیں کر سکتے اور عقل کی دلیلوں سے اس معزز راز تک نہیں پہنچ سکتے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہی علم و عقل راہ مارنے والے ہوتے ہیں فلسفیوں اور ان بہتر فرقوں کے اندر یہی دیکھنے میں آتا ہے یہ بہتر فرقے بھی اسی علم و عقل کی پیداوار ہیں۔

در علم بے شوری و شیون باشد در عقل بے رہبر و ہزن باشد
در تکرہ ہاد و خاموشی باشد کاجابت خاموشی برہمن باشد

علم کی راہ میں شور و ہنگامے ہوتے ہیں عقل کے ذریعہ راہ طے کرنے میں راہبر اور راہزن دونوں ہوتے ہیں
تکرہ و ہاد میں آکر خاموش بیٹھا جاؤ کیوں کہ یہاں کے برہمن کاجبت خاموش رہتا ہے

اے جانتے ہو کیا ہے؟ علم اس بارگاہ پاک کا نقیب ہے۔ خیل و حشم اہل کار شاہی کے انتظام و ترتیب کی نگہداشت کرتا ہے لیکن بادشاہی راز اور اس کے اسرار کی واقفیت سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا عقل اگرچہ تو نے کچھ آکر دیکھا ہے لیکن سونا تو نے کچھ ترانہ پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جاسکتا۔ آخرت کے احوال دین کی حقیقتیں جو اصول سے تعلق رکھتی ہیں جیسے ذات و صفات بازی تعلق کی معرفت اور خداوند جلّ علا کے افعال کا عرفان ہر شخص کو علم کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن سب بے ختم ان دونوں کے درمیان جو راز ہے ایک عظیم دولت ہے اور وہ اس کے خاص بندوں ہی کے لئے ہے اگر کوئی شخص بے عمل اس میں غور و فکر کرے تو حرام ہے۔ ایک شخص نے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ثلثی من غرائب الخلق (یا رسول اللہ مجھے نادار علوم بتا دیجئے) ارشاد ہوا ماذا اعدت لکموت (موت کیا تیاری کی ہے) جاؤ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ قیامت کے اسرار اور احاطہ کا علم اور تقدیر کے رموز جاننا اور ہر وہ چیز جس کا تعلق دین کے حقائق سے ہے علم معاملات میں اسے بیان کرنا تفصیل کے ساتھ حرام ہے۔ ہاں اجمالاً گفتگو کرنا حرام نہیں ہے اس لئے کہ بعض موفیہ نے رموز اشارات میں تفسیر تنبیہ کے لئے کچھ لکھا ہے اور یہ ایک بڑی اصل ہے اسے ہر درویش کو جاننا چاہیئے۔ تاکہ اپنی گفتگو میں اور لوگوں سے سننے میں غلطی میں نہ پڑ جائے یا من لا یعلم ما ہوا الا ہوا استغفر اللہ عن الذل والخلل وعن کل مالا یخفی عن قول وفعل لا اقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اے وہ جسے کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی ذات کو جانتا ہے۔ اے اللہ میں تو یہ کرتا ہوں معاف مانگتا ہوں غلطی اور گمراہی کی باتوں سے اور ایسے قول و فعل سے جو وہ پسند نہیں کرتا ہے۔ اور اقرار کرتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)

نقل ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں اس کو ڈھونڈتا تھا اور خود کو پاتا تھا اور ایک یہ وقت ہے کہ خود کو ڈھونڈتا ہوں تو اس کو پاتا ہوں۔

گذشتہ آنکہ خود مستم زبوش اے مباکنون خرابم ہم بہوئے خود کہ از من می زند بوش
(اے مبا! ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ میں خود اس کی خوشبو سے مست رہا ہوں میں تو اپنی خودی کی بو سے برباد ہوں ورنہ میرے اندر تو اسی کی خوشبو ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے برسبیل تذکرہ ہے کہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَيْرِي (تو میرا عین ہے اور نہ میرا غیر ہے) اس سے اب اور آگے کیا چکر لگائی جائے (اور کیا لکھا جائے)

در دچندانی کہ داری میفرست ایک دل را نیز یاری میفرست
دل کجا بے یاریت درے کشد کیں چنیں در دے نہ ہرے کشد

(آپ کے پاس جس قدر درد ہے بھیجے، لیکن اس کے ساتھ دل کے لئے اپنی مدد بھی بھیجے۔ بیچارہ دل بغیر آپ کی مدد اور سہارا کے کب یہ درد اٹھا سکتا ہے اس لئے کہ ایسے درد کا برداشت کرنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۷۲

محبت کے کمال اور ہمت کی بلندی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں شمع محبت تو افروختہ شد پروانہ نفس من در سوختہ شد
بشکن نفس وجود ز دباک مدار مرغے کہ رسیدہ بود آموختہ شد

(آپ کی محبت کی شمع جب روشن ہوگئی تو میرے نفس کا پروانہ اس میں جل گیا۔ وجود کا بیخراہ توڑ دودہ پرندہ جو بھاگتا تھا اب تربیت یافتہ و مانوس ہو گیا ہے)

اے بھائی! تم جانو، خداوند بزرگ و برتر کی محبت تمام مقامات کی انتہا و اخیر ہے اور تمام درجات سے بڑھ کر ہے محبت کے حاصل ہو جانے کے بعد اور کوئی مقام نہیں ہے سوائے اس کے کہ

محبت کے ثمرات ہیں۔ جیسے شوق، انس، رضا اور اس جیسی دوسری چیزیں محبت کا مقام پالینے کے قبل کوئی اور مقام نہیں ہے مگر یہ کہ محبت کے مقدمات میں سے کچھ مقدمہ ہے جیسے توبہ، زہد، خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کل قیامت کے دن ہر اُمت کو ان کے پیغامبر کے ہم کے ساتھ پکارا جائے گا یا اُمت موسیٰؑ یا اُمت عیسیٰؑ یا اُمت محمدؐ لیکن محبانِ خداوندِ جلّ علا کو یہ ندا ہوگی کہ یا اللہ چنانچہ یہ صوفیانِ باسفا آج جو بھی عمل کرتے ہیں وہ خدا کی محبت کے لئے کرتے ہیں بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف کے سبب نہیں کرتے اس لئے کہ یہ لوگ بہت کے بادشاہ ہیں ان کی بہت کے اندر خداوندِ جلّ علا کے علاوہ جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت آئی ہیں ان میں سے کسی کی کوئی قید نہیں ہوتی۔

نے در غم دوزخ و بہشت اند ایں طایفہ را چنین سرشتند

(یہ لوگ بہشت و دوزخ کے غم میں مبتلا نہیں ہیں اس گروہ کے لوگوں کی خصلت ہی جُدا ہے) جو شخص محبوب سے جناب میں ہے وہ عینِ بلا میں ہے اگرچہ ساری دنیا کے مملکت کے خزانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور جو محبوب کی مہربانی کے ساتھ محبوب میں جذب ہے وہ عینِ عطا و نوال میں ہے اگرچہ باسی روٹی اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے۔

اے بھائی! طاعت و عبادت بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اگر ہے تو حقیقت کی نظر سے غور کر دو دیکھو گے کہ سب کا سب اپنی ذات کی لذت اور حصہ کے لئے ہے خالص اللہ کے لئے اور اس کی تعظیم و محبت کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا گروہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے وصل کا خیمہ اور اپنی قربت کا قبتہ دوزخ کے اندر اگر نصب کرادیں تو یہ لوگ دوزخ کے انگاروں کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے بھی فردوس بریں میں ان کو اپنے سے جناب میں مبتلا کر دیں تو یہ لوگ اس درجہ نالہ و فریاد کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ تو ریت میں وارد ہے۔ کون شخص اس سے بڑھ کر ظالم ہوگا کہ جو میری عبادت بہشت پانے کے لئے اور دوزخ کے خوف سے کرتا ہے۔ اگر بہشت و دوزخ میں پیدا کرتا تو کیا میں پرستش کے لائق نہیں تھا؟ ضرور تھا۔ نقل ہے کہ جنابِ عیسیٰؑ پیغامبرِ علیہ السلام اپنے سفر کے درمیان عابدوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچے پوچھا تمہارا مطلوب کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا دوزخ سے ڈرتا ہوں اور بہشت کی امید رکھتا ہوں۔ فرمایا مخلوق سے ڈرتے ہو اور مخلوق کی امید رکھتے ہو۔ پھر عابدوں کی ایک دوسری جماعت کے پاس پہنچے پوچھا اس عبادت سے تمہاری غرض کیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا اللہ کی

محبت اور اس کے لئے تعظیم جناب عیسیٰؑ نے کہا تم لوگ حقیقتاً خدا کے دوستوں میں ہو۔ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ رہوں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شود یک ذرہ غلت حاصلت باز خند آفتابے در دست
ہر کرا دل در مودت زندہ شد در خصوصیت خدا را بندہ شد
(اگر محبت کا ایک ذرہ تجھے حاصل ہو جائے تو تیرے دل کے اندر ایک آفتاب چمکنے لگے جس کا دل محبت میں زندہ ہو گیا وہ خدا کا خاص الخاص بندہ ہو گیا)

یہاں ایک نکتہ پر خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ لُنشیں کر لو کہ کوئی مومن محبت کی اصل سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ معرفت اور ایمان کی اصل سے خالی نہیں ہے لیکن محبت کی قوت اور اس کا غلبہ اتنا زیادہ ہو کہ اپنے وجود سے رُخ پھیرے (بے خبر ہو جائے) اور رسم و عادت کی قید سے کل آئے کہ اسی کو عشق کہتے ہیں زیادہ تر لوگ اسی سے دور ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

عشق وصف نہاد سلطان ست سیر اور از پاسباں مطلب
روح قدسی فدائے عشق بود عشق را بس تو را یگانہ مطلب
عشق بر کائنات سلطان ست قرب اور از ازیں داں مطلب

(عشق اصل و بنیاد کے اوصاف کا بادشاہ ہے عشق کے اسرار پاسبانوں سے نہ پوچھو۔

پاک رو میں عشق پر فدا ہوتی ہیں عشق کو ہر کس و نا کس میں فضول تلاش نہ کرو۔

عشق تمام کائنات پر بادشاہ ہے عشق کا قرب ہر لیے دیے میں نہ ڈھونڈو۔)

بزرگوں کا قول یہ ہے کہ خداوند عز و جل کو اپنے دل کے ہر گوشہ سے یعنی پورے دل سے

محبوب رکھے۔ ایسا کہ اس کو ذرہ برابر کسی غیر سے تعلق و لگاؤ نہ رہے اس کے اور اللہ کے سوا دل میں کسی دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہ ہو اسے استغراق کہتے ہیں۔ محبت میں جب عاشق کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس کا حقیقی و دلی محبوب، مطلوب، مقصود و منظور وہی ہوتا ہے۔ کہہ اٹھتا ہے: مصرع:

”در ہر چہ گم کنم توئی پندارم: (میں جس چیز میں نظر کرتا ہوں تو ہی تو نظر آتا ہے) پاک ہے تیری ذات

تو ہی میری آنکھ میں ہے۔ اَنَا لَيْسَ لِي اَنَا (میں میں ہوں اور میں میں ہوں) یہی ہے۔ اہل بصیرت کہتے ہیں

عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اسی معنی سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مورسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست برپائے کہو تر ز دونا گاہ رسید

(غریب جیونٹی نے تمنا کی کہ کعبہ پہنچے کبوتر کے پاؤں میں پٹ گئی بیکار ہو گئی۔)
یہاں کبوتر سے مراد عشق ہی ہے۔ شیخ عبداللہ انصاری ان کی جان پر اللہ کی رحمت و بخشش و عنایت ہو۔ فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے مخلوق کی طرف بھیجا لیکن اس کے بیگانوں نے ایک ذرہ آشنائی نہیں پائی۔ افسوس! اپنے عشق کا ایک ذرہ بھی اگر بھیج دیتے تو سب آشنائی پا جاتے۔ قطع۔

منزلے ہمت بعالم قدس کے قد نگاہ جبریلؑ بود

بیوسا یطرسی بمقعد صدق چوں ز عشقش تراد سیل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم پاک میں ہے وہاں جبریلؑ کی پہنچ کہاں ہوتی ہے۔

بغیر کسی واسطہ کے تم صدق کی بیٹھک میں مالک مقدر کے نزدیک پہنچ گئے، جب محبوب حقیقی عشق تمہارا ہرگز نہ گیا)

ایک عزیز صاحب عزت کا قول ہے وہ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبراں علیہم السلام

تشریف لائے حدیث عشق کے باب میں ایک ذرہ برابر زیادہ نہیں پیش فرمائے ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے عہد مبارک میں یہ واضح اور روشن مظاہر ہوا پہلے ایک ذرہ تھا اب ہمارے حق میں سمندر بن گیا ہے۔

بازار حسن جملہ خواباں شکستہ اند رنیت کز تو بیچ خریدار بگذرد

(حسن کے بازار کو جملہ حسینوں نے سونا کر دیا ہے پھر بھی راہ نہیں ہے کہ تجھ جیسا ایک خریدار بھی گزرے

لیکن اس عشق کا ضمیر اس کا مایہ رنج و اندوہ ہے کَانَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَوَّجًا

الْحُزْنَ وَدَائِمَ الْفِكْرِ (حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و فکر میں رہا کرتے تھے) اسی کو کہا ہے۔

دم در کشم و جملہ غمت نوش کنم تا از پس من کبس نما ندغم تو

(میں آپ کے سارے غم کو ایک سانس میں گھونٹ جاؤں تاکہ میرے بعد پھر کسی کے لئے آپ کا غم باقی نہ رہ جائے)

کہا جاتا ہے کل قیامت کے دن جب اس کے عشاق قبر سے باہر آئیں گے تو اپنا جائزہ لیں گے

اگر ان کے اندوہ و غم میں ذرہ برابر کمی ہوگی تو وہ اتنا مالہ و فراہ دہ کریں گے کہ دوزخ والوں کو ان پر ترس آ جائیگا

اسی کو کہا ہے۔

گر تو ہستی اہل درد و مرد راہ درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

ور نہ گیر دامت ایں درد زود گفت ایں درد تدار دیج شود

گر شود ایں درد دامت گیر تو بس بود ایں درد دایم پیر تو

اگر تو اس راہ کامر داور اہل درد ہے تو درد مانگ درد چاہ درد ہی کی طلب کر۔

اگر یہ درد نہ ہوگا تو دوسرا درد تجھے لگ جائے گا اور اس درد کا کوئی نفع نہیں پہنچے گا
ہاں اگر یہ درد عشق حقیقی تجھے پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا راہبر بن جائے گا۔

والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۵۷

محبوب کی جفا اور مطلوب سے لے کر وائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سعدی بجفا ترک محبت نتوان کرد بر در نشینم گراز خانہ برانند

(سعدی: جو درد جفا کی وجہ سے محبت چھوڑ نہیں سکتا اگر گھر سے نکال دیں گے تو در پر پڑا رہوں گا)

محبت کی دنیا میں جفا 'دفا' منع و عطا سب کیساں ہے۔

بندہ ام خواہ قبول کن دخواہی رزناک عزت و خواری در کوی وفا کیساں ست

(میں تو آپ کا بندہ ہوں خواہ قبول کیجئے خواہ رد کیجئے اس لئے کہ وفا کے کوہ میں عزت و ذلت سب برابر

ویک رنگ ہیں)

الْمَحَبَّةُ لَا تَزِيدُ بِالْوَفَا وَلَا تَنْقُصُ بِالْجَفَا (محبت میں نہ تو وفائے زیادتی ہوتی ہے اور نہ جفا کے کمی)

خواہم بخش خواہ بزن خواہ ہزار یکر و یہ شدہ است مر مرا با تو کار

(خواہ قتل کیجئے خواہ زود کوب کیجئے خواہ چھوڑ دیجئے میں تو سب رُخ پھیر چکا مجھے تو بس آپ سے کام ہے)

جب تک جفا 'دفا' منع و عطا میں فرق کرتا ہے اس کی تمیز باقی ہے وہ عشق میں ابھی کچا ہے اور محبت میں پختہ

ہے ایسا شخص اپنے نصیب کا طالب ہے حبیب کا طالب نہیں۔

میں گفت بگوش سہر من دلدارن شمشیر جفا کشید عیار ی

آں کس کہ بہر دو کون لذت جوید اندر خور عشق ما نیاید بازی

اود شوق مزاج مشوق تلوار | تھ میں لئے، ٹیکر کان میں کبر | تھا جو شخص دونوں جہان میں لذت دمنے

کا طالب ہوا ہے میرے عشق کی بارگاہ میں دخل داریاں نہیں۔
 اے بھائی! محبت شہنشاہ ہے شرکت پسند نہیں کرتا، عشق غیور حیا دار ہے دول قبول
 نہیں کرتا اَنَا لَيْسَ لِي وَلَيْسَ لِي اَنَا (میں سیلا ہوں سیلا میں ہوں) خود کو چاہو اور دوست کو (اپنا وجود اور دوست
 کا وجود) یہی تو شرکت ہے اور وحدت میں شرکت کی گنجائش نہیں اِمَّا اَنَا وَاِمَّا اَنْتَ (میں ہوں تو ہے)
 آخر تم نے سنا ہے۔ مصرع۔ ”شوریدہ بود کار ولایت بدو تن۔“ دو آدمی کی شرکت میں سلطنت کا کام
 تباہ و برباد ہوتا ہے) جناب داؤد پٹیا علیہ السلام پر حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ بیشک ہم نے حرام
 کر دیا ہے دلوں کے معاملہ میں کہ ایک ہی دل میں میری محبت بھی ہو اور دوسرے کی بھی۔ مصرع۔
 یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست“ (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال) جو شخص اپنی مراد
 اور آرزو کا طالب ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی میں ہے وہ اپنا محب ہے حق سبحانہ
 تعالیٰ کا محب نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

محو باید بود در ہر دوسرے پائے از سر ز پدید و سر ز پائے
 چوں دریں رہ پا دوسر دریاختی قدر بے قدری خود بشناختی
 (دونوں جہاں میں ایسا خود نیست ہونا چاہیے کہ سرے پاؤں غائب اور پاؤں سے سراپت ہو
 جب اس راہ میں تو نے سردھڑٹا دیا تو اپنی بے قدری کی قدر تو نے پہچان لی)
 اہم شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر مجھے بہشت اور دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے
 تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت اپنے نفس کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔
 گرسلا زلفش بر دوزخیاں بندد در پنج نماز خورد دوزخ بدعا خواہم
 (ان کے زلف کی زنجیر میں اگر دوزخ کے رہنے والوں کو باندھا جائے تو ہم اپنی پانچوں وقت کی نمازیں
 اپنے لئے دوزخ کی دعا کریں)

اے بھائی! عاشقوں کی! اہ ایسی عجیب راہ ہے اور محبتوں کے کام ایسے ہر سناک اور
 سخت ہیں کہ ہر نامرد نہ اسے سن سکتا ہے اور نہ ہر محبت اُسے برداشت کر سکتا ہے۔
 محرم درست نبود ہر سرے بار سیحانہ کشد ہر غرے
 (دوست کا محرم شخص نہیں ہو سکتا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا بوجہ ہر خچر نہیں اٹھا سکتا)
 مجنون ہونا چاہیے تاکہ اینٹ پتھر کھانا جانے فراہ صفت ہونا چاہیے تاکہ بے ستون

پہاڑ کو کھودنا جانے زینجا کے جیسا ہونا چاہیے کہ یوسف کا نام اڑنا جائے۔ مصرع۔

”رو بازی کن عاشقی کا رتو نیست“ (جاؤ کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے) کل میسر
لما خلق له للحرب رجالا وللقصعة والثريد رجالا (جس کو جس کام کیلئے پیدا کیا گیا،
وہ کام اسکے لئے آسان ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا اور کچھ تریڈ کھانے اور پیالہ چاٹنے کیلئے) علم
میں فضول بکواس کر نیوالے بہت ہیں اور زبانی گفتگو کرنے والے ان گنت ہیں لیکن اہل نظر کی نگاہوں
میں سب روشن ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ۷

مادیب دائم و برد رازی دانیسم ماعشق حقیقی ز محبازی دانیسم

(ہم ریشی کپڑے کو جانتے ہیں رازی کی چادر کو بھی پہچانتے ہیں ہم عشق حقیقی کو مجازی سے جانتے ہیں)

اہل بصیرت آنکھ والے سب کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سب کو معذور سمجھتے ہیں کہ یہ
سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ تقدیر ہے، نصیب ہے۔ کوئی کیا کر سکتا ہے وَجَفَ الْقَلَمُ عَمَّا هُوَ كَايِن
(جس بات کا ہونا مقدر ہو چکا قدرت کا قلم اس کیلئے خشک ہو چکا ہے) خلاصہ یہ کہ اے بھائی! مردانہ وار بڑھو
اور مردانہ وار سب گھونٹتے جاؤ۔ مصرع: ”بارستم دستان بزندہر کہ در افتاد۔“

عاشق کے لئے دریا پایاب ہے اور پہاڑ تنکے کے برابر ہے۔ وفا، جفا، عطا، منہ، سب ایک ہوتا ہے،
صدق کی علامت یہی ہے۔ جس کو کہا ہے ۷

داری سرا و گرنہ دور از سرما مادوست گشیم تو نداری سرما

(اپنے سر میں میرا سودا رکھتے ہو، نہیں تو میرے پاس دور ہو جاؤ ہم تو عاشق کو قتل کیا کرتے ہیں تمہارا سرمایہ (سودا)

نہیں) ❧

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۷۶

اللہ رب العزت کی بے نیازی اور علت سے عقل کی دوری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فقیر حقیر احمد حبیب منیری المقلب بشرف کا سلام و دعا مطالعہ کریں

اے بھائی! جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس سے دل نہ چھوڑو، نا اُمید نہ ہو اس لئے کہ خداوند جل شانہ

کے تمام کام مطیعان کی طاعت سے منزہ ہیں اور گنہگاروں کی گناہوں سے مقدس و پاک ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے لئے کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں۔ اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے **الْفَضْلُ بَيْنَ فَضْلِ اللَّهِ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ** فضل اسی کے لئے ہے جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے متعلق ہوتا تو یقیناً اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہوا کرتی تھیں تو ان کا عمل و کردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس امت میں عمر عموماً ساٹھ ستر سال ہوتی ہے تو ان کا عمل ان کے کارنامے بھی ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس امت کو اور تمام امتوں پر فضیلت ہے اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے جو نورانی یعنی روشن ہے اور آدم خاکی ہیں خاک ظلماتی یعنی اندھیری ہے اس کے باوجود شیطان پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کے سبب سے یعنی کسی کا جوہر اور عمل خدا کے فضل کی علت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جسے فضل عطا فرمائے اگر کسی کو اعلیٰ علیین (بندی) پر پہنچانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی عمل اور کارگزاری کے بندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل اسافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گندگی، نجاست اور گناہ کے پستی میں گرا دیتے ہیں اسی کو دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل و طاعت آپ سے وجود میں نہیں آئی تھی آپ کے ظہور کے قبل آپ کو اعلیٰ علیین پر پہنچایا اور ابوجہل کو اسفل اسافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دیا اس وقت کہ اس سے کوئی نجاست اور گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اور دیکھو حضرت عمرؓ بتخانہ کے اندر رہتے ہوئے مقبول تھے اور ابی بن سلول منافق مسجد میں رہتے ہوئے ذیل در سوتا تھا۔

لے جہان جان ہمہ سیران تو سد ہزاراں عقل سہ گردان تو

لے ز چشم دجاں نہاں دیدار تو گم شدہ عقل و خرد در کار تو

اے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہاں ہے، سارا عالم تجھے پانے کے لئے حیران ہے۔ لاکھوں لاکھ عقل اس میں

سرگرداں و پریشان ہیں اے وہ کہ آنکھ اور جان سے تیرا دیدار پوشیدہ و نہاں ہے تیرے کام میں عقل درانی سب گم ہے

لَا شَيْءَ مَالِكِ الْمُطَّلَقِ فَلَهُ التَّحَرُّتُ الْمُطْلَقُ جب وہ مالک مطلق ہوا تو یقیناً اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا

(ہر طرح مطلق کی قید ہے والا) ۔

آں کہ دہائے آشنا دارند دل ز چوں و چہ ابدا دارند

(جن کے قلوب حقیقت آشنا ہیں ان کے دل چون و چرا سے پاک ہیں)
 کرا ز ہرہ آنکہ از بیم تو کشاید زباں جز تسلیم تو
 (کس کا کلیجہ ہے کہ آپ کے خون سے سوائے تسلیم خم کرنے کے زبان کھول سکے)

ان سب باتوں کا فلامہ یہ ہے کہ اگرچہ اعمال و افعال کی پونجی سے مفلس و نادار ہو تو بھی نظر اس کے فضل پر رکھنا چاہیئے۔ ساحران فرعون کے پاس کون سا نمل تھا اور کون سی طاقت تھی اور اصحاب کعبہ کے پاس کون سی عبادت تھی اور کون سا مجاہدہ تھا کہ ان واحد میں بیگانگی سے نکال کر اپنا بنالیا اور انتہائی پستی سے نکال کر اعلیٰ علیین کی بلندی پر پہنچا دیا گیا اور سارے جہاں کے مخلوق کو دکھلا دیا کہ ہمارے کاموں میں علت و سبب کو دخل نہیں ہمارے کام بے علت ہوتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گہ آری خلیے ز تجخانہ کنی آشنائی ز بیگانہ

گہ از چناں گو ہر خانہ خیز چو بوطاہے را کنی سنگ نیر

(کبھی کسی کو تجخانہ سے نکال کر اپنا خلیل بنالیتے ہیں بیگانگی سے خاص اپنا کر لیتے ہیں کبھی لعل و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطاہ جیسے کو پیدا کر کے پتھر کے ٹکڑوں کے آگے سجدہ کر دیتے ہیں)۔
 اے بھائی! یہاں عقل سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل و ہم و قیاس کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی فہم و قیاس سے بالا ہے اس لئے کہ خدا کی خدائی جتنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں۔ بندوں کے قیاس پر نہیں کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا ہے جس کی اس کو حاجت مندی اور ضرورت نہ ہو۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے لاکھوں لاکھ مخلوق پیدا کئے اور اس کو ان سب سے کوئی حاجت و ضرورت مندی نہ تھی۔ اور کوئی عقلمند کسی سے بے فائدہ دوستی نہیں کرتا ہے اور بغیر نقصان پہنچے عداوت نہیں کرتا عقل کا تقاضا تو یہی ہے اور خداوند تعالیٰ کو کسی سے کوئی منفعت نہیں لیکن ان کے محبت ہے کسی سے ایسے کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے ساتھ عداوت ہے عقل تو یہی کہتی ہے کہ دوستوں کو اپنے قریب بلاؤں اور ان کے ساتھ نوازش کریں اور دشمنوں کے سر پر ساری بلاؤں ڈال دیں اور انہیں یوں نہیں چھوڑ دیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلاؤں دوستوں پر ڈالتے ہیں اور تمام مرادیں دشمنوں کی برلاستے ہیں تو معلوم ہو گیا قیاس کو یہاں راہ نہیں اور عقل کو خدا کے کاموں میں کوئی سر و کار نہیں۔ اے بھائی! اس کے کاموں کے بحسبہ دل سے جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں غریب عقل کو وہاں کیا دخل اور آدمیوں کے وہم و فہم کی وہاں کہاں گزر سکتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

زین چنیں کارے کہ در پیش آید است علم مفلس عقل درویش آید است

(اشارہ مل شانہ لے آئیے کام سامنے آتے رہتے ہیں جس میں علم مفلس و بینوا اور عقل تہی دست و گدا ہے)

اے بھائی! عقل بندگی کر نیکا آ رہے۔ بندگی بغیر عقل کے صحیح نہیں ہوتی لیکن اشارہ بعزت

کے اسرار و رموز کو جاننا غریب عقل کا کام نہیں ہے سارے جہاں کے عقلا و فلاسفہ یہاں حیران و سرگرداں ہیں تمام عالم کے علما و عرفا اس کی بارگاہ کے ابجد خواں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں چہ درگاہیست قفلش بے کلید ایں چہ دریائست قعرش ناپدید

گرچہ رہ جستمند ہر سوئے ازیں پے نہ بردند لب غیب ہوازیں

(یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے قفل کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا پتہ نہیں۔ اگرچہ

اس بارگاہ تک پہنچنے کی ہر شخص نے راہ ڈھونڈی لیکن غیب معاملہ ہے کہ ایک بال برابر بھی کسی نے

راہ نہ پائی۔)

تمام کاموں کی غرض یہ ہے کہ آج جو بندوں کے اعمال و افعال ہیں وہ علامت و نشان

ہیں کہ جوازل میں نیک نیتی اور بد نیتی کے لئے ان کے مقدر میں ہو چکا ہے اور ہاں اسی طرح علت نہیں ہے

سبب بھی نہیں ہے اس لئے کہ سبب سبب پر مقدم ہوتا ہے (یعنی ہونی والی چیز جس سبب ہوتی ہے اس سبب

پہلے ہوگا) کیوں کہ بندوں کے افعال و اعمال آج ہو رہے ہیں اور سعادت و شقاوت ازل سے ہے تو آج کے

دن کے کام ازل کے لئے سبب کیسے بنیں گے؟۔ اس کے باوجود سبب کا لفظ بولتے ہیں لیکن سبب کہنا

مجازاً ہے حقیقتاً نہیں۔ دل مضبوط رکھو اگرچہ کمزور ناتواں، عاجز، اگرے پڑے ہو اور طاعت و عبادت

سے مفلس و تہی ماں ہو اس لئے کہ معاملہ فضل پر ہے نگاہ اس کے فضل پر رکھنا چاہیے جہاں تک

ہو سکے کوشش کر دہا تھ پاؤں چلاؤ۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اندریں رہ اگرچاں نکستی دست دہائے بزن زیاں نکستی

گرچہ دولت دادش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است

(اس راہ میں اگر تم سے ویسے کام نہیں ہو سکتے تو کوشش کر دہا تھ پاؤں چلاؤ گھاسے میں نہ رہو۔

اگرچہ نعمت و دولت کی طلب علت و سبب کے ہیں لیکن خوش بختوں دولت مندوں کا کام حق تعالیٰ کی بندگی و عبادت کرنا ہے)

خود کو کبھی بیکار بے عمل معطل نہ رہنے دو۔ سیدھی راہ نہیں ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔

نے ہر آن جائے کہ طاعت خرنند غمخیز و ضعیف ہر ساعت خرنند
ان کی بارگاہ میں ہر وقت حق کی قیمت نہیں ملتی ہے۔ عاجزی، اتواں، بے ایگی کی خریداری ہر وقت ہوا کرتی ہے۔ والسلام

مکتوب

راز انسان اور اس کی لاعلمی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے تو گم کردہ ای کر کے کردہ ای ہست اند تو تو خود در پردہ ای

(وہ جسے تو نے کھو دیا ہے یہی تری غلطی ہے وہ تو ترے اندر ہی ہے تو خود اپنا پردہ بنا ہوا ہے)

اے بھائی! افسوس بشریت کا تالادلوں پر غفلت کی زنجیر کی روک فکروں پر پڑی ہوئی ہے

ایک عالم اپنی حقیقت سے بے خبر غافل اور پردہ میں ہے جب مرنے کے وقت موت کے در کا یہ تالا

فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (پھر ہم ہٹائیں گے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ) کی کنجی سے کھلے گا اور غفلت کے

قید کی یہ زنجیر فَبَصُرْنَا الْيَوْمَ حَدِيدًا (تمہاری نگاہیں اس دن پتھر جائیں گی) کی گرمی سے پھل

جائے گی اس وقت تمہارے اندر کی گہرائی سے نالہ و فریاد برآمد ہوگا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اے دریا جان و تن در باختیم قیمت جان ذرہ نشناختیم

تشنہ می پسیریم در طوفاں ہمہ دآں کہ آب از چشمہ حیواں ہمہ

(و اے حسرت جسم شادیا جان گنوا دی جان کی قیمت ذرہ برابر نہ پہچان سکے ہم سب کے سب اس

طوفانی سیلاب میں پیلے مر رہے ہیں جب کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے)

اے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ ایک عالم، مقدس و مہر فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ

کیوں کرتا اور یہ مٹی یہ خاک خلیفہ کیسے ہوتی۔ اسی کو کہا ہے جس نے کہا ہے۔

تا نیا یں جان آدم آشکار رہ نہ استند ٹوٹے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید او کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی روح ظاہر نہیں ہوتی تھی اللہ کی طرف جانے والی راہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ جب آدم

کا ظہور ہوا تو راہ کھل گئی اور دونوں جہاں کے خزانے کی کنجی اٹھ آگئی)

سبحان اللہ! اس مٹی کے تیلہ میں کیا عظیم راز ہے جس کو نہ قلم کھ سکتا ہے نہ زبان بیان

کر سکتی ہے اور نہ عقل اس کے گرد فکر کاٹ سکتی ہے اور نہ علم اُسے اپنے احاطہ میں لے سکتا ہے اَلْإِنْسَانُ
سِوَى (انسان میرا راز ہے) اُس تک پہنچنے کی تمام راہیں بند کر دی ہیں اگر کچھ سمجھنا چاہتے ہو تو اس شعر
سے سمجھو۔

محرابِ جہاں جمالِ خسارہ ماست سلطانِ جہاں دردِ بیچارہ ماست
(ہمارے خسار کا خُش سارے جہاں کی محراب ہے عالم کا شہنشاہ ہمارے غریب دل میں ہے۔)
یہاں محنتوں کو راہ نہیں ہے اس لئے ان کی نظر میں حلولِ معاوم ہو گا یقیناً مردانِ راہ کا دین دوسرا ہے
اور محنتوں کا دوسرا ہے۔ ان لوگوں کو کہو۔

اے محنت او کہ ایں جا باز نیست عشقِ حق را با محنتِ کار نیست
قعرِ دیوانگی آزادگی ست جملہ گستاخی و کار افتادگی است
(اے محنت بجاؤ کہ یہاں تمہاری رسائی نہیں، حق سبحانہ قلے کے عشق سے محنتوں کو سر و کار نہیں دیوانوں
کے قعر میں آزادی ہے اس کے سارے کام میں شوخی، گستاخی اور بے ڈھنگاپن ہے)
اَلْعِشْقُ حُبُّنِ الْهَى (اللہ کا عشق جِوُن ہے) عقل وائے دوسرے لوگ ہیں اور عاشقانِ دوسرے
ہوتے ہیں۔

عاطلاں را شرعِ تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشقِ تشریف آمدہ است
پیشِ آن کس کہ عشقِ رہبر اوست کفرِ دینِ ہر دو پردہ اوست
(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں، عاشقوں، دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے اس
شخص کے لئے کہ عشق جس کا رہبر ہے کفر اور دین دونوں اس کے دروازہ کے پردے ہیں)
وہ علم جو تمہیں حاصل ہے اور وہ نمازیں جو تم پڑھتے ہو اور وہ روزے جو تم رکھتے ہو ان کے ذریعہ اس راہ
میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں ہمہ عالمِ مجسمِ محسوس است علمِ رقتنِ براہِ حق دگر است
راہِ دینِ صنعت و عبارت نیست جز خرابیِ دردِ عمارت نیست
(یہ سارے محسوسات و عبارتیں ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ دین کی راہ
بنیاد و عبارت آرائی کی نہیں ہے اس میں تو تباہی و بربادی کے سوا کوئی تعمیر نہیں ہے)
اے نبی! یہ کام اصل میں "درد" ہے جب تک کسی کے سینے میں یہ درد پیوستہ نہیں

ہو جاتا اور وہ مرنے کے قبل نہیں مر جاتا اس راہ میں نہیں چل سکتا اور اس راہ کی بلائیں برداشت نہیں کر سکتا
اسی کو کہا ہے۔

ذرّۂ درد خدا در دل ترا بہتر از خرد و جہاں حاصل ترا
ہر کرا این درد نیست او مرڈ نیست نیست در ماں گر ترا این درد نیست

(خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرّہ تیرے دل میں اگر ہو تو تیرے دلوں جہاں کی دولت سے بڑھی ہوئی دولت ہے)

جس کو یہ درد نہیں ہے وہ آدمی ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا کوئی علاج بھی نہیں ہے)

اے بھائی! یہ راہ جواں مردوں کی ہے بچوں کا کھیل نہیں مال و مرتبہ، بیوی، بال بچے، جسم
جان سب کی بازی لگا دینا اس راہ کا پہلا قدم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں از او طہارت کن
از تن و جسا و عقل و جاں بگذر در رہ او دے بدست آور

(حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا و غارت کر دو دین کے سوا جو بھی ہے سب سے پاک ہو جاؤ)

جسم، جاہ، عقل و جاں سب سے گزر جاؤ اس کی پاک راہ میں کوئی دل ہاتھ میں لے لو)

حضرت عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام عالم
میں تشریف لائے بیگانوں میں کسی نے آشنائی نہیں پائی اگر اپنے عشق کا ایک ذرّہ بھیج دیتے تو
سارا عالم آشنا ہو جاتا۔

درد عشق آمد دوائے ہر دے حل نشہ بے عشق ہرگز مشکل

حر کہ در ستر محبت بندہ شد تا بد ہم محرم و ہم زندہ شد

(عشق کا درد دلوں کی دوا ہے، بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں ہوئی۔ جو شخص محبت کی حقیقت

میں بسندہ ہوا وہ اب تک کے لئے محرم راز اور زندہ جاوید بن گیا۔)

والسلام

حقیر شرف میزی



مکتوب ۷۸

دنیا کی نفی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے اثبات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گوشہ گیر زیر سر اے مجاز گوشہ آنجہاں درو می ساز
(اس دنیا سے کنارہ کشی کرو اسی دنیا میں اس جہاں کے لئے گوشہ آخرت بہتیا کرلو)
اے بھائی! فقر و فاقہ میں بے انتہا خوبیاں ہیں اور ہر طرح کے آرام و سکون ہیں۔
امیری و دولت مندی میں بہت سارے عیوب ہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور پریشانیاں ہیں لیکن آج
لوگوں کو مال و مرتبہ کی محبت اندھا بہرا بنائے ہوئے ہے دولت مندی کے تمام عیبوں کو ہنر
سمجھتے ہیں درویشی و فقر کے جملہ ہنر کو عیب جانتے ہیں جس طرح مزود و فرعون نے سمجھا تھا اور خدائی
کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی کو کہا ہے۔

صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار باد دنیا بہم
چوں ز دل دنیات دور افکند نیت جائے تو حبس دوزخ سوزند نیت

(اگر علم کے سینکڑوں عالم اپنے معنی کے ساتھ تیرے پاس ہوں اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا ثمرہ دوزخ ہی ہے
جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دہکتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے)
اسی لئے کہتے ہیں کہ جس نے خدا کی شناخت اس کی معرفت حاصل کی ہے اس کی پہچان دنیا کا ترک اور
دنیا داروں کی صحبت سے دوری ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہست دنیا دشمن حق بے مجاز دشمن حق کے گزار دوست باز

(دنیا حق سبحانہ تعالیٰ کی حقیقی دشمن ہے خدا کا دشمن اس کے دوست کو لب سلامت رہنے دیتا ہے)
تو جہاں دنیا کا ترک نہیں ہے ہمیں علوم ہو گیا وہاں معرفت حق سبحانہ تعالیٰ بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک
دنیا اور معرفت حق تعالیٰ یہ دونوں کلمہ شہادت ہیں کلمہ شہادت نفی و اثبات کے مرکب یہاں نفی دنیا

کاترکھے اثبات خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے تو جس نے دنیا کی نفی کی کامل نفی کر لی اور جسے خدا کی معرفت حاصل کر لی اثبات کامل کر لیا حقیقتاً لا الہ الا اللہ کہنا یہ ہے نہ وہ کہ جو کوئی زبان لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور دنیا کو سجدہ کرتا ہے۔ امیروں، سرداروں، بادشاہوں کے در کو قبلہ بنانا ہے۔ ایسے ایمان کو ایمانِ زبانی اور کفرِ دلی کہتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

مصحف بکف گرفتہ کفرے درون نہفتہ بطل مست خفتہ بر بستر ریائی

(ہاتھ میں مسترآن دل میں کفر و انکار چھپا ہوا ناکارہ ہر اور یا کاری کے بستر پر دنیا کے نشہ میں مست ہو رہا ہے)

مصرع : مسلمان شود لازماً رنجش " اے دل مسلمان ہو جائنا توڑ دے " اسی سے معلوم ہوا کہ آج زیادہ تر لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی معرفت اسکی شناخت کے دعویٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے دنیا نے انکی راہ ماری ہے اور ان بیچاروں کو اسکی خبر بھی نہیں ہے جس طرح اس دنیا نے فرعون کو مار ڈالا۔ خوب کہا ہے جس کہا ہے

صد جہان علم بامعنی بہم دوزخ آرد بار بادنیابہم
چوں زدل دنیات دور افگند نہیت جائے توحید دوزخ بوزند نہیت

اور ایک دو سکر عزیز نے کہا ہے۔ رباعی

دنیا طلباں کہ دشمن درویش اند بیگانہ زحق آشنا خویش اند !
گمراہ فتادہ و گرفتار شکم چوں درنگری بمعرفت بدکیش اند

(طالبان دنیا فقیروں کے دشمن ہیں وہ حق تعالیٰ سے نا آشنا اور خود سے آشنا ہیں گمراہی میں تھے ہوئے شکم پرست ہیں اگر ان میں غور کرو تو معرفت بیگانہ ہیں)

لیکن یہاں ایک نکتہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ غلطی میں نہ پڑ جاؤ۔ ترک دنیا سے مراد فضولیات کا ترک ہے لا بُدی اور ضرورتیہ کا ترک نہیں ہے جس طرح فضولیات ضرورت کے فاضل چیزوں کی طلب ناپسندیدہ ہے اور حجاب راہ ہے اسی طرح لا بُدی اور ضروری چیزوں کا ترک کرنا بھی ناپسندیدہ اور راہ کی رکاوٹ ہے کیونکہ آدمی کو کھانا، کپڑا، رہنے کا رہائشی مکان ضرورت کی صفت دار میں لازمی ہے اگر سب کو کلیتہً ترک کر دیتا ہے تو دوسروں کا محتاج ہو جائیگا اور لالچ میں گرفتار ہو گا اور یہ دونوں بلا ہیں اور ہلاک کرناوالی ہیں تو جس طرح ضرورتیہ سے فاضل چیزوں کی طلب میں بہت سی خرابیاں اُسی طرح لا بُدی اور ضروری چیزوں کے ترک میں بھی بہت زیادہ خرابیاں ہیں۔ اگر اس موقع پر کوئی بے کار بحث چھیڑ دے کہ

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کچھ ترک کر دیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ما خلفت لبعیالك گھریں بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا تو جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو۔ اگر تمہارا حال بھی صدیق اکبر کا حال ہے تو تمہارے لئے بھی یہ صحیح اور زیبا ہے۔ سبزیاں بیچنے والوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود کو بادشاہ وقت پر قیاس کرے اس کے برابر خود کو سمجھے۔

اے بھائی! اہل معرفت کی صحبت اور مردانِ طریقت کی جوتیوں کی خدمت کے بغیر کسی کو اپنی

جہات و نادانی سے یہ کام راس نہیں آسکتا ہے۔ جس کسی نے کہا ہے پکا کہا ہے۔

کوہ ہرگز کے تو اندر رفت راہ بے عصا کش کوہ را رفتن خطاست

راہ دور است و پُرافت اسے پسر راہ دورا می بساید را ہبیر

(اندھا کب راہ پر سیدھا چل سکتا ہے لاطھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی غلط ہے

اس لئے کہ راہ نبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے ایک راہبر ضروری ہے)

تو لازم ہے کہ نیکوں اور اس راہ کے واقف کار بزرگوں کی صحبت اختیار کرو بروں اور جاہلوں کی صحبت بہت

دور رہو۔ صوفیوں کے یہاں جو اس قدر ریاضت و مجاہدے کرائے جلتے ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ مریدان

واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو جائے ہر وہ مرید جو ان واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو گیا۔

اگر ایک روز بلکہ ایک ساعت ان بزرگوں کی صحبت میں رہا ہو تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ سو سال تک کسی

راہبر واقف کار بزرگ کی صحبت و رہنمائی کے بغیر ریاضت و مجاہدہ کرتا رہے۔ آخر سنبھلے۔

سب اصحاب کہف روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد

(اصحاب کہف کا وہ کتاب جو چند روزان لوگوں کی صحبت میں رہا آدمی بن گیا)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ زیادہ تر صحابہ پیغمبر علیہ السلام بت خانہ کے جنوں کی پرستش میں سالہا سال

اپنی عمر گزارتے رہے تھے یکایک وہ دولت عظمیٰ یعنی سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کے

ان پر ظہور پذیر ہوئے ان میں سے ہر ایک دینِ اسلامی کے مقتدا، پیشوا، آفتاب، مہتاب اور شہنشاہ

ہو گئے اور اٹھنا بی کا لہجہ بایکھم اقتدا یتم اقتدا یتم (میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں

سے جن کی پیروی کر دہایت پاؤ گے) کا طغرا و امتیاز انہیں مل گیا۔

لاجرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایساں شدند

تازدوزخ فرود آزاد آمدند در بہشت عدن دل شاد آمدند

(یقیناً اسی بندگی کے اختیار کئے بادشاہ ہو گئے سارے جہاں کے یہی لوگ ڈالے ہو گئے۔ دوزخ سے
 ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئے بہشت کی بشارت مل گئی جنت عدن میں شاداں و فرماں نزل فرما ہوئے)
 اے بھائی! جس نے بھی جو نعمت پائی وہ صحبت ہی سے پائی ہے۔ لیکن ایک مدت ہوئی کہ یہ کہہ
 دیا گیا ہے۔ ۷

صحبت نیکیاں ز جہاں دور گشت خوان عمل خانہ ز نبور گشت
 (بزرگوں کی صحبت بہت دور ہو گئی شہد کا دسترخوان شہد کی کمیوں کا گھر بن گیا)
 اور اس حال میں سر پر خاک ڈالنی چاہئے اپنا غم کرنا چاہئے اور وہی کہنا چاہئے جو جناب
 خسر و علیہ رحمت والغفران نے کہا ہے۔ ۷
 در مجلس و صالت در یاکشند متاں چوں دور خسر و آمد مئے در سبوتہ ماند
 (اے محبوب الہی! آپ کی صحبت کی مجلس میں مستوں نے دریا گھونٹ دئے جب خسرو کی باری آئی تو ملا میں شراب نہیں)

والسلام

حقیر مشرف مینری



مکتوب ۷۹

دوستوں پریتی وردشمنوں پر التفات و نوازش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گر آری خلیلی ز بتخانہ کنی آشنائی ز بیگانہ
 گئے از چناں گوہر خانہ خیز چو بوطاہ بے راکنی سنگریز

(کبھی آذر کے بتخانہ سے خلیل کو پیدا کرتا ہے کبھی دشمنوں کو دوست بناتا ہے۔ اور کبھی الے

مصل و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے پتھر پوچھنے والا سنگریز پیدا کرتا ہے)

اے بھائی! آج اس دنیا میں اس کے دشمنان نعمتوں اور عافیت و آرام کے لئے مخصوص ہیں

اس کے محبان بلا و مصیبت کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج اس دنیا

میں اپنے دلیوں کے ساتھ وہ کرتا ہے جو کل قیامت کے دن اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں کرے گا۔

فرعون رانہ دادیم لے دوست در در زیر اکاؤنہ داشت سر در دہے

اے دوست فرعون کے سر میں کبھی درد بھی ہم نے نہیں دیا اس لئے کہ ہمارے دردوں کے لائق اس کا سر ہی نہ تھا۔
عقل کے تمام تقاضے یہاں سرنگوں میں عقل کی باتیں کہنا سننا یہاں بیکار ہے عقل قیاس لگانے کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی قیاس و اسکل سے بالا ہے کیوں کہ اس کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے عقل کی قیاس کے مطابق نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس میں اس کی غرض و ماحتمد ہی نہ ہو حق سبحانہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں اور اس کو ان سے کسی طرح کی کوئی غرض و حاجت کسی وجہ سے نہیں اور کوئی شخص کسی سے بغیر نفع کے دوستی نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان کے دشمنی نہیں کرتا عقل کا تقاضہ تو یہی ہے اور خداوند تعالیٰ کو کسی سے کوئی نفع نہیں پھر بھی دوستوں کے ساتھ محبت ہے اور کسی سے اُسے کوئی نقصان نہیں مگر دشمنوں کے ساتھ اُسے دشمنی ہے۔

ایں چہ دگاہیت قفلش بے کلید ایں چہ دریائیت قعرش نا پدید

ایچ دل را بکتہ اور نہ نیت جان و عقل از کالش آگ نہ نیت

یہ کون سا دربار ہے جس کے تالاک کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے کہ جس کے تہہ کا کوئی پتہ نہیں ہے

کسی دل کی اس کی ذات کی کہنہ تک پہنچ نہیں جان و عقل دونوں ہی اس کے صفات کے کمال سے آگاہ نہیں

اے بھائی! عقل اگر چہ جانچنے کا ایک اچھا ترازو ہے لیکن سنار دل کے ترازو پر پہاڑ تو لا نہیں جاسکتا ہے۔ سبحان اللہ! اٹھ جل شانہ کے کاموں کے اسرار سے جناب جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں بشر کی یہ غریب عقل اور آدمی کا علم و فہم وہاں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

دل و عقل از جلال او خیرہ تن و جان از کمال او خیرہ

ار بدیں دریا در آئی یکدمی حیرت جانسوز مینی عسالی

عقل و دل اس کی عظمت و جلال سے مانند ہیں جسم و جان اس کی بزرگی سے اندھیرے میں ہیں

اگر اس دریا میں تو ایک ذرہ دیر کے لئے غوطہ لگائے تو ایک جانسوز پر حیرت عالم کا مشاہدہ کرے

آخر جناب یوسف پیغمبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک نابالغ معصوم بچہ کو ان کے

برادران کُنواں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے اور ان کے والد بوڑھے ضعیف پیغمبر علیہ السلام کو

ان کی جدائی کی آگ میں جلنے کے لئے بلا کسی قصور کے چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کو کُنواں سے نکالتے

ہیں اور بیچ کر غلام بنا دیئے جاتے ہیں پھر زلیخا کو ان کے لئے اک فقہ فقہ و فتور بنا دیتے ہیں ان سب کے بعد عمر کے تحت شاہی پر جلوہ افروز فرماتے ہیں اور اس پر مزید عنایت ان کے بھائیوں پر کرتے عظیم گناہ کے بعد ان سب کے سروں کو تاج نبوت سے سرفراز و مزین فرما دیتے ہیں کسی کے وہم و فہم میں کب آسکتا ہے اسی کو کہا ہے۔

ایں چنین کارے کہ در پیش آمدست علم مغلس عقل در دیش آمدست
غرق در دریائے حیرت آدم پائے تاسرین حسرت آدم
(یہ ایک ایسا معاملہ سامنے آیا ہے کہ جہاں علم مغلس عقل ہی دست و گداگہ ہے۔ دریائے حیرت میں غرق ہوں سرے پاؤں تک حسرت میں ڈوبا ہوا ہوں۔)

اور دیکھو! معراج کی شب سلطان الانبیاء تمام نبیوں کے شہنشاہ تمام اصفیاء کے سراج صلی اللہ علیہ وسلم براق عظمت آتے ہیں، پر سوار ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیائے مبراہن علیہم السلام کی ارواح پاک کے جلو میں طرقتوا طرقتوا، ہٹو، بڑھو، راستہ صاف کرو کی صدا لگاتے ہوئے رواں دواں ہیں تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجیاں پیش خدمت کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے جس طرح چاہیں صرت کریں کوئی حساب کتاب نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے مرتبہ میں بھی مرنے نزدیک کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی اور اس کے بعد؟ چند سیر جو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے کہ مجھے قرض اُدھاؤ دید وہ یہودی جگر مبارک پر طعن کا یہ چرکا لگاتا ہے کہ آپ کے پاس نہ اونٹ ہے نہ بکریاں کوئی چیز بھی آپ کے پاس نہیں کہاں سے ادا کریں گے؟ اسی کو کہا ہے۔

گہ باکت پر سیم دگے درویشم گہ بادل پر نشا طگہ درویشم
گہ واپس جملہ خلق و گہ درویشم من بو قلمون روزگار خویشم

کبھی میری تھیلی سونے چاندی سے بھری ہے اور کبھی فقیر نادار ہوں، کبھی یہ بادل شادمانی سے بہہ رہے کبھی زخمی و چور ہے کبھی سب سے پیچھے ہوں اور کبھی سب کا امام ہوں میں اپنے وقت کا تجویز ہوں۔

جب اتنا کچھ معلوم ہو گیا تو چاہیے کہ اعتراض کی زبان بند کر لیں سلامتی کی راہ اختیار کریں اگر نعمت دیں تو وہی صحیح۔ رخ و محن میں ڈالیں تو وہی ٹھیک، صحیح و تندرست رکھیں تو درست، بیماری دیں تو بجا یہاں تک کہ اپنی بندگی پر ثابت قدم ہو جائے۔ جیسا کہ بیچارہ نے کہا ہے۔
چہ کند بندہ کہ گردن نہ بند فرماں را چہ کند گونے کہ تن در بند چوکان را

(بندہ اگر احکام کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرے گنہگار؟ باز کے بارے آگے اگر خود کو نہ ڈال دے تو کیا کرے)
المقدور کاٹن دالہم فضل تقدیر میں جو ہو چکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تو زیادہ غم کھانے اور
فکر مند ہونیکا کیا فائدہ ہے۔

اے بھائی! کاتب نے کاغذ پر قاف لکھا تو وہ ہرگز کاف نہیں ہو سکتا اور جب تک
لکھا تو وہ "ق" کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔

ہرچہ استاد در نوشتہ براند طفل در کتب آن تواند خواند

استاد نے جو تختی لکھ کر دی ہے لڑکا کتب میں وہی پڑھے گا

اہل بعیرت، ارباب معرفت کی نظر جب اس پر جاتی ہے تو کمر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کراہل
میں تقدیر نے جس کو ابو جہل بنا دیا ہے وہ ہرگز ابو بکرؓ نہیں ہو سکتا۔ یہاں عقل کیا کام آ سکتی ہے؟
اسی کو کہا ہے۔

عاشقاں سوئے حفرتش سرست عقل در آستین دجاں دردست

بے نیازیش را چہ کفر و چہ دیں بے زبانش را چہ شک و چہ یقین

(عشاق، اس بارگاہ کی جانب عقل آستین میں اور دجاں ہتھیلی پر لئے ہوئے سرست ہیں اس کی

بے نیازی بے پروائی کے آگے کیا کفر کیا دین اس کی خاموشی کے سننے کیا شک اور کیا یقین؟)

اس سے زیادہ نہیں لکھا جاسکتا کہ قضا و قدر کے اسرار کا سلسلہ آگے آجاتا ہے اور حکم ہے

اذا ذکر القدر فامسکوا "جب قضا و قدر کا تذکرہ آجائے تو خاموش ہو جاؤ۔"

والسلام

خاکسار شرف مینری

مکتوب ۸۰

کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُبَّاعی چوں محرم اسرار شدی اندر کار رازیکہ نہانی ست نہانش مبدار

بر بند ہوا ز دل زباں از گفتار در نحو خودی سعادت خود پسندار

(جب تم اس کام کے محرم راز ہو گئے تو جو راز چھپا رہے تھے اسے چھپا رہے دو۔ نہ زبان سے آواز نکلے اور نہ دل سے خواہش کا اظہار ہو۔ اپنے آپ میں گم ہو جانے کو اپنی سعادیت سمجھو۔

اے بھائی! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت امت کے علماء کو یہ ہے۔

كَلِمَةُ النَّاسِ مَعَالِي عَرَفُونَ وَ دَعْوَا مَعَانِي كَرُونِ اَنْ يَكْذِبَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

(لوگوں سے ایسی ہی باتیں کرو جیسے وہ جانیں سمجھیں ان باتوں کو چھوڑ دو جس کا وہ انکار کریں کیا تم چاہتے ہو

کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں۔) اس وصیت کی تہنید و ہیبت اہل علم و ارباب معرفت

کی جانوں پر وہ کرتی ہے جو کل قیامت کے دن دشمنوں کفاروں کی جان پر گزرے گی۔ علماء کے لئے یہ مناسب

ولائق نہیں ہے کہ وہ جو کچھ جانتے ہیں وہ سب عوام میں کہیں بہت ساری چیزیں ہیں کہ جس کا بیان

عوام میں ہرگز لائق و مناسب نہیں كَلِمَةُ النَّاسِ عَلٰی تَدْبِرِ حَقْوَلِهِمْ (باتیں لوگوں کی سمجھ کے مطابق کرو)

کے کو تو ال کی پہرہ داری ان لوگوں پر لگی ہوئی ہے علماء امت جو کچھ جانتے ہیں ان تمام امور و اسرار حقانی

و دقائق کو اگر بیان کر دیں تو اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہو جائے اور نفع سے زیادہ نقصان پہنچے۔ اگر

سب کچھ بیان کر دینا جائز ہوتا تو شاخ رضوان اللہ علیہم اپنے گفتگو اور بیان میں رمز و اشارات کو اختیاً

نہ کرتے اور اپنی عبارتوں میں مخصوص اصطلاح نہ استعمال کرتے یہ سب ان لوگوں نے اس لئے کیا کہ جو کہنے

کی چیز ہے وہ کہی جاسکے اور جو نہ کہنے کی باتیں ہیں وہ اسرار پر وہ کے اندر چھپی رہیں ان سب لوگوں

کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سب کچھ کہہ دینا لائق و مناسب ہوتا تو قرآن کریم میں حروف مقطعات نہ ہوتے

چنانچہ کچھ مشکلیں حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ مَثْرَبِينَ اَللّٰهُ وَ حَبِيبَهُ اَيُّ رَازٍ هِيَ اَللّٰهُ

اور اس کے حبیب کے درمیان اور قوت القلوب میں ابوظاب کی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اَلْعُلُوْمُ

ثَلَاثَةٌ اَعْلَمُ ظَاهِرٌ وَ اَعْلَمُ بَاطِنٌ وَ اَعْلَمُ بَيْنَ اَمْتٍ وَ عِبْدٍ ۱ علوم تین ہیں علم ظاہر، علم باطن، اور

ایک علم اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے، تو وہ علم جو ظاہر ہے اسے اہل ظاہر کے کہنا چاہیے اور جو علم

باطن ہے وہ اہل باطن میں بیان کرنا چاہیے اور ۲ علم جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان خاص ہے ۳ نہ

اہل ظاہر کے سامنے اور نہ اہل باطن کے آگے کہنا چاہیے اور اگر اس خاص علم کو کسی نے بیان کر دیا تو اس

نے اللہ رب العزت کے اسرار کو کھول دیا اور سرور بوبیت کے اس افشا کرنے سے کفر کا فتویٰ لگ

گیا من صرح بالتوحيد فقتله اولي من احياء خيرون ۱ جس نے توحید کے اسرار کھول دیے اس کا قتل کر دینا

غیروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) اس کے حق میں قتل ہونا نقد ہو گیا۔ جیسے بعضوں کے لئے اس معنی و

حقیقت کا استعارہ اصل وقت ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

دیدِ کر سکر عشقِ زمزم طلاجِ بگفت و رفتِ بردار
بر بندِ زباں کہ عاشقانش در عشقِ نئی خزند گفتار

(تم نے دیکھا کہ سستی میں تصور نے عشق کا ایک راز بیان کر دیا اور دار پر چلے گئے
زبان بند رکھو کہ اس کے عشاق عشق میں باتیں قبول نہیں کرتے)

اے بھائی! آخر یہ مثل شہور ہے کہ جویندہ گویندہ دیا بندہ گنگ۔ جب تک تلاش
و جستجو میں ہے گفتگو بھی ہے اور جب پایا تو گو گنگا ہو گیا اسی معنی کے اعتبار سے حتمِ سخن عارفوں
کی صفت ہے۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی دیکھی اس سر میں
لکھا تھا حَمِّ بَكْرٍ عُمِّيْ فرمایا یہ بڑی کسی عارف کے سر کی معلوم ہوتی ہے اسی کو کہا ہے۔

او علمِ نئی شنید لبِ برستم او عقلِ نئی خرید دیوانہ شدم

(وہ علمی بحث و مباحثہ نہیں سنتا اس لئے لب بند کر دئے ہیں اس کے بیانِ عقل نہیں پوچھی جاتی اس دیوانہ ہو گیا ہوں)
جب حال یہ ہے تو پھر کہنے بولنے کی کہاں گنجائش اگر بونامہ دست ہوتا تو لبِ برستم و
دیوانہ شدم نہیں کہتے۔ اگر کہنا درست ہوتا تو رات دن فصیح عبارت میں لائق اور سینکڑوں عنوان سے
بیان کیا کرتے یقیناً یہ لوگ سب کچھ یعنی دریا کا دریا گھونٹ جاتے ہیں اور ایک سانس معنی ایک لفظ
بھی باہر نہیں آنے دیتے۔

مردانِ ہزار دریا خوردند و لشکر رفتند تواریچِ مست گشتی چوں جرعدِ نخوردی

(یہ مردانِ خدا ہزاروں دریا مل کر بچے آمارے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی پیاسے ہی جاتے ہیں)

تو نے جب کہ ایک چلو بھی نہیں پی ہے مست کیسے ہو گیا ہے۔

رباعی۔ دانی کہ چرا اہلِ صفا خاموشند دذکرۂ دلِ بخود کی کوشند

مے از کفِ دوست ہر نفس کی نوشند سر بیابانِ نند و ستر حق کی پوشند

(جاننے ہو صوفیان! صفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اسرار میں خود کو گم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں)

ہر خوشبو کے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے رہتے ہیں سر کی باتوں کا دیتے ہیں مکے کی حق تعالیٰ کا دارِ تحیلات ہے۔

اور اس جماعت کے لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ کچھ ایسی باتیں۔ لول گئے ہیں۔

کی یہ باتیں غلبہ حالِ جذبِ دہشتی میں ان سے صادر ہوئی ہیں اس میں خود یہ لوگ حدود میں کہ اَلْحَقَّ

لَا يُوَاحِدُونَ مِمَّا صَدَّ عَنْهُمْ (عاشقوں سے جو صادر ہو جائے اس پر ان کی پکڑ نہیں) اس لئے کہ عاشقوں سے جو ہو جاتا ہے وہ اضطراری ہوتا ہے اختیاری نہیں جیسا کہ کہا ہے۔

قصہ دیوانگان آزادگی است جملہ گستاخی و کار افتادگی است
کار عاشق اضطراری اوست دامن زفرط دوستداری اوست
آپنہ فارغی بگوید بے دلی کے تو اندگفت ہرگز عاقل
عاقلاں را شرح تکلیف آمدہ است بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است
(دیوانوں کے قصے آزاد روی کے ہیں ان کی باتیں یوں نہیں گستاخی کی ہوتی ہیں۔ عاشقوں
کے کام اضطراری ہوتے ہیں اور وہ فرط محبت میں ہو جاتے ہیں وہ جو آزاد ہے بے دل یعنی
دیوانہ ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ ان باتوں کو عقل والے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ عقل والوں کے لئے
شرح کی ذمہ داریاں آتی ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و اعزاز آیا ہے)

اس بیان سے غرض یہ تھی کہ کہنے سننے سے کچھ نہیں کھلتا ہے۔ بچے اگر بڑے بزرگوں کی باتیں سن کر یاد
کر لیں اور بیان کریں تو کیا فائدہ کہنے والے میں جب تک بزرگوں کی بزرگی نہ ہو اس وقت تک کہنے کا کوئی
فائدہ نہیں اور نہ کوئی غرض اس سے حاصل ہوگی۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔

در تیکدہ در آویشیں بر بند بروے فرقہ ز تار

(آؤ، بستکہ میں آکر بیٹھ جاؤ اور فرقہ کے اوپر ز تار باندھ لو)

تو صاحب عقل وہ ہوگا جو کام میں مشغول رہے نہ یہ کہ تقریر و بیان میں لگا رہے اس لئے کہ کام عمل سے بنے گا
گفتگو اور چرب بیانی سے نہیں۔

کار کن کار بگذرا ز گفتار کاندریں راہ کاردار دکار

(عمل کر عمل، تقریر و بیان تھوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل سے کام ہے)

آدمی راہ چلنے سے منزل پر پہنچتا ہے یا صرف بیان کرنے سے؟ لب بند کر لو اور اپنے درد طلب
کی دوا آپ بن جاؤ اور اپنا غم کروا بھی فرصت ہے غنیمت جانو ورنہ اس دنیا سے اس حال میں جانا سخت مشکل
ہے غم و اندوہ دگر کرنے اور اپنا علاج اپنی اصلاح کر لینے کی جگہ ہمیں ہے اس سے آگے نہیں اور کہیں نہیں

اسی کو کہا ہے۔ درد را دارو کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

گر عدد کرد دوا حد کا ہے بود در نہ بیشک رنج بیست بود

(درد کا مداوا کہاں جا کر کروں گا عمر ختم ہونے کو آئی اب غم و رنج سے کیا ہوتا ہے۔ اگر تعدد دینی ختم ہو کر
توحید حاصل ہو جائے تو البتہ کام بن جائے اگر ایسا نہ ہوا تو بے انتہا مصیبتوں کا سامنا ہو گا)
یہ ساری ملامتیں اور نفرتیں اپنے اوپر کرتا ہوں کسی دوسرے پر نہیں اور اس طور پر خود اپنے رنج
و افسوس کا اظہار کرتا ہوں اس سے مراد مقصود دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا نہیں ہے ہزاروں ایسے آدمیوں
کی ضرورت ہے جو خود مجھے پند و نصیحت کریں اور میرے حال پر افسوس کریں وہ شخص جو خود اس حالت میں گرفتار ہو
جس کا حال ایسا پریشان اور زار ہو اس کا کام خود ہی بہت اہم ہے اپنے اہم کام کو ترک کر کے غیر اہم کام میں مشغول
ہونا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بد اقبال خود اس بلا میں گرفتار ہے اگر حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل اس کی رحمت اتنے
بڑے گنہگار جفا کار کی دستگیری فرماتے اور اس کا کرم اس خراب دوست کو قبول کر لے تو امید نجات ہے ورنہ
کیا یہ بد اقبال اور کیا فرعون و ابوجہل۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں مال و فریاد گریہ و زاری کی ضرورت ہوتی ہو
خواجہ عطار کی جان پر رحمت کراہوں نے کہا ہے۔

- | | | |
|-----|-----------------------------|-------------------------------|
| (۱) | یارب از دستم ز بانم باز خر | دست در نہہ دز جہانم باز خر |
| (۲) | ستم دیہوشش ہوشیار یم دہ | خفتہ ام بے خویش بیدار یم دہ |
| (۳) | خالقا گراہل عادت بودہ ام | یارے آخر در شہادت بودہ ام |
| (۴) | در بباد و جہل دادم روزگار | تو ز عفو ت در پذیر و در گزار |
| (۵) | گر نخواہد خواست غدرم پیچ کس | عذر خواہ جرم من عفوے تو بس |
| (۶) | گرد آید یک نسیم از سوتے تو | پائے کو باں جاں دہم در کوے تو |

(۱) (اے پروردگار مجھے میرے ہاتھ اور زبان کی برائیوں سے نکال کر پھر اپنا بنا دیجئے۔ میری دستگیری فرمائیے مجھے دنیا اور دنیا
والوں سے نجات دلو اگر پھر اپنا غلام بنا دیجئے۔)

(۲) (گناہوں میں مست و دیہوش ہوں مجھے ہوش میں لائیے اپنے نتیجے سے بے خبر سویا ہوا ہوں مجھے بگاڑ دیجئے۔)

(۳) (اے میرے خالق! اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہو گیا ہوں پھر سے میں کلر شہادت پڑھتا ہوں۔)

(۴) (اگرچہ میں نے اپنی زندگی کے اوقات جہالت کی آمد ہی میں ارادے آپ اپنے عفو و کرم سے بخش دیجئے۔ اور قبول کر لیجئے۔)

(۵) (اگر کوئی شخص میرا گناہوں کی مغفرت چاہنے والا نہیں ہے تو میرے جرم کی عذر خواہی کے لئے آپ کا عفو و کرم ہی کافی ہے)

(۶) (آپ کی جانب سے رحمت کی ہوا کا ایک جھونکا آجائے تو میں قفس کرتے ہوئے آپ کے کوچہ میں آکر جان دیدوں۔)

یہ برادر عزیز کے مطالعہ کے لئے بھیج رہا ہوں ایسا نہیں ہے کہ یہ آپ ہی کے لئے لکھا گیا ہے کسی

اور طرح کا گمان نہ کرنا اگر در ماندہ لوگوں کے قصہ پڑھنے سے اہل درد کو فائدہ ہوتا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ عبرت کرنے والے کافروں کے کاروبار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اگر کسی در ماندہ حال مومن کے حال و احوال سے فائدہ اٹھائیں تو اس میں تعجب نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

بر درخت بقائے روحانی از رہ کفر در سلمانی

(روحانی بقا کے درخت پر کافروں کے کاروبار سے عبرت حاصل کر کے سلمانی میں آئے ہیں)

اور اگر حیرانی و پریشانی کے قصہ کے کسی کو فائدہ حاصل ہو تو یہ محال نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔

یقین مسیحاں کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو شکاری شیروں نے اس راہ میں چیتوئوں سے مدد لی ہے)

جناب سلیمان پنیامبر علیہ السلام نبوت کی اس جلالت اور بادشاہت کی عظمت کے باوجود چیتوئی کے سوراخ کے پاس چالیس دن تک بھوکے پیاسے بیٹھے رہے کہ ربوبیت کے اسرار میں سے ایک راز معلوم کریں۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور و معروف ہے۔



والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۸۱

بنی آدم کی فضیلت اور خداوند عالم کے ساتھ عشق میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کے مذہب کے احکام ان کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ سالہا سال تک بار بار کیا جاتا رہا ہے، مشائخ طریقت کا اجماع اور علماء شریعت کا اتفاق اس پر ہے کہ کوئی ایسا شخص جو کسی بلند مقام پر پہنچا ہوا ہو یا عالی مرتبہ پر فائز ہو اور علم و معرفت سے آراستہ و مزین ہو ملک ملکوت عالم ظاہر و باطن اس پر کھلے ہوئے ہوں اگر وہ پنیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مقلد نہ ہو اور حضور کی شریعت سے ہاتھ کھینچے ہوئے ہو تو وہ اباحت (ظہان کو جائز کرنے) کے جنگل میں ہلاک ہو گا یا علول (آٹا) کے صحرا میں گر کر مرے گا اور اپنا دین ضائع و برباد کر دے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ در راہ مستدرہ نیافت تا بد گردی ازیں در کہ نیافت
دولت آنجا جوئی و دین آنجا طلب مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس شخص نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں راہ نہیں پائی اب تک ہمیشہ حکم پر نگاتا رہا اس بارگاہ کو کچھ نہ پایا
دولت حضور کی بارگاہ میں تلاش کر داور دین وہیں سے بودہ بارگاہ جو اہل یقین کا مرجع ہے وہیں سے سب کچھ مانگو)
چنانچہ کچھ نادانوں نے توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی مقتدا و پیشوائے کامل اور بلا واقف کار راہبر کے
محض اپنے عقل ناقص اور سقیم رائے اور شیطان کے ورغلوں سے مغرور ہو کر بزعم باطل اس خونخوار جنگل میں خود
کو ڈال دیا اور دین کو ضائع کر دیا ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو کہا ہے۔

- | | | |
|-----|-----------------------------|-----------------------------|
| (۱) | پیرہ کبریت احمر آمدہ است | سینہ او بحر اخضر آمدہ است |
| (۲) | راہ دور است و پرافت اسے پسر | راہ دور امی بسا ید راہبر |
| (۳) | گر تو بے رہبر فرد آئی براہ | گر ہمہ کو ہی فرد رفتی بحسار |
| (۴) | گر ترا در دست پیر آمد پدید | قفل دردت را کلید آمد پدید |
| (۵) | کو رہر گز کے تواند رفت راست | بے عصا کش کو رار رفتن خطاست |

- (۱) پیران راہ کبریت احمر نایاب ہو گئے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔
(۲) (اے لڑکے! راہ لمبی اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتانا چاہیے)
(۳) (اگر تو بغیر کسی راہبر کے اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جیم ہو کنواں میں گر پڑے گا)
(۴) (اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔)
(۵) (اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے چلنا ہی غلطی ہے)
اے بھائی! باوجود اس کے کہ لا الہ الا اللہ حقیقت ہے محمد رسول اللہ شریعت ہے۔ کیا
کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک لا الہ الا اللہ کہتا رہے محمد رسول اللہ نہ کہے تو وہ مسلمان ہے؟ ہرگز
مسلمان نہیں ہوتا۔ اور اس کا ایمان درست نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے اس
لئے کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ہوئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح
حضور کی شریعت کے بغیر دین اسلام نہیں ہوتا ہے چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

- | | | |
|-----|---------------------------|---------------------------|
| (۱) | چوں تو بیماری زہوا و ہوس | رحمتہ العالمین طبیب تو بس |
| (۲) | او دیل تو بس تو راہ بجوئی | او زبان تو بس تو یاواگوئی |

- (۳) شرح اور روح عقل روحانی ست رائے تو یار دیو نفسانی ست
(۴) سوئے حق بے رکاب مصطفوی نرود پائت ار بے بدوی
(۵) خاک اوباش بادشاہی کن آن اوباش ہرچہ خواہی کن
(۶) ہر کہ چوں خاک نیست برد را و گز فرشتہ است خاک بر سر او

- (۱) جب کہ تو اپنی خواہشات و ہوس کا مریض ہے تو تیرے لئے رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم ہی طبیب کافی ہیں۔
(۲) آپ کا اسوۂ حسنہ ہی تیرے لئے عقل راہ ہے آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو نہ کر۔
(۳) آپ کی تشریح عقل کی روح اور روحانیت ہی تیری اپنی رائے نفس کے شیطان و دیو کا رفسیق ہے۔
(۴) حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سبحانہ کی راہ کی طرف تھامے قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑ لگاتے رہو۔
(۵) آپ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو آپ کی اُمت کہلانے کے لائق ہو جاؤ پھر جو چاہو کرتے رہو۔
(۶) جو آپ کے در قدس پر خاک نہیں ہوا اگر وہ فرشتہ صفت ہے یا فرشتہ ہی ہے اس کے سر پر خاک۔
اے بھائی! جب تک علم و عقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں مشائخ اور علماء منوان اللہ علیہم کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہے لیکن ہاں اگر علم و عقل سے بالاتر ہے ایسے کوئی کام صادر ہو یا کوئی حال ظاہر ہو کہ جس کو عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین و عطا ہے کسی نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

درد ایشان نیست از کسب عطاست کے شود در جنیں از کسب راست
عقل فراں کشیدنی باشد عشق ایماں چشیدنی باشد
(ان لوگوں کا درد کسب سے نہیں ہے یہ اللہ کی دین و عطا ہے ایسا درد کسب کمانی سے کسب حاصل ہوتا ہے
عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔)

اسی سے کہتے ہیں الْعُشْقُ حُبُّنَّ الْإِلَهِيِّ (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) تو عقل والوں پر جو ذمہ داریاں ہیں وہ دیوانہ پر نہیں ہوتی اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا جیسے دیوانہ سے ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تو ایسا شخص معذور ہوتا ہے کیوں کہ عاشق لا محالہ دیوانہ ہوتا ہے اور دیوانہ کا جسم مخاطب نہیں ہے چنانچہ تفسیر امام زاہد میں اور بھی دوسری کتابوں میں یہ سکہ صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے تو اس عالم میں جو حال اس پر گزرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اسی حال کا پتہ دیتا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آبد است بیدلاں را عشق تشریف آبد است
 درد عشق آمد دوائے ہر دے حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلی
 (عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں دل والوں کے لئے عشق کی بندگیاں اس کا شرف آیا ہے
 عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہ ہوئی)

تو خداوند تعالیٰ او اس کے دیوانے عاشقوں کے درمیان وہ معاملہ ہوتا ہے جو ہوتا ہے اور وہ راز داسرار
 ہوتا ہے جو ہوتا ہے اگرچہ شرع کے خلاف معلوم ہوتا ہو۔ چنانچہ کہا ہے۔

بستریت مرا با تو کس محرم آن نیست گر سر برد بستر تو با کس بخشایم
 مجھے آپ کے ساتھ ایک ایسا راز ہے کہ کوئی بھی اس کا محرم نہیں ستر قلم ہو جائے جب بھی آپ کا وہ راز ہم نہیں بھولیں گے
 مکتوب میں اختصار کیا گیا ہے تاہم یہ امید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے سے کافی فائدہ حاصل ہوگا
 انشاء اللہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ عَن الدُّلٰی وَالْخَلٰی وَاَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
 (اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں گمراہیوں اور نقصان کی باتوں سے اور اقرار کرتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا) اور دوسرے
 لوگ جو اس درد سے خالی ہیں اور اُن کا یہ حال نہیں ہے انہیں اس راہ میں آنا اور فضول گفتگو کرنا کہ میں
 عاشق ہوں یا اہل وحدت ہوں ان کی یہ کمزوری اس دین اسلام سے قدم باہر نکالنا ہے نعوذ باللہ منہما اللہ
 اس سے اپنے پناہ میں رکھے۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔

کفر کا فراودیں دیندار را ذرہ درد ت دل عطار را
 ذرہ درد خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
 (کفر کا فر کے لئے دین دینداروں کے لئے عطار کے دل کو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ
 کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پوچھی بہتر ہے۔)
 آج ہر نا اہل فضول کو اس کرتا ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے اہل وحدت ایسے ہیں
 اہل وجد ایسے ہوتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انہیں نہ عشق کی خبر ہے اور نہ اہل وحدت کی اور نہ اہل وجد
 کی۔ اے بھائی! یہ کام فضولیوں نااہلوں کے نہیں ہیں اور نہ یہ کام وہ ہے کہ دس جہنم کاغذ میں تم
 نے سدا طلاق و عناق پڑھ لیا ہے اور بس یہ علم ہی دوسرا ہے اور اس جماعت کے لوگ ہی دوسرے
 ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

طعمہ کاں پاکیا زان راد ہند مرکز آں کے نو نیازاں راد ہند
 حوت کو کا غدے سیاہ کند دل چوتیرہ ست کے چواہ کند
 اہل دل را ذوق و فہم دیگر ست کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست
 ہر کر آں قسم در کار افکند خویش را دریائے اسرار افکند

» یہ تمام کلام ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی کچھ اور ہے۔

غدا کا وہ لقمہ جو پاکیا زان کو دیتے ہیں۔ نئے نیاز مندوں کو کب دیتے ہیں۔
 حوت تو کا غدا کو سیاہ کرنا ہے دل جو تار یک بت اسے کہاں ماہ تاباں بناتا ہے۔
 دل والوں کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہوتے ہیں ان کی یہ سمجھ دو فہم عالم کے لوگوں سے بالاتر ہے۔
 یہ فہم جس کے کام میں آگئی اس نے اسرار کے سمندر میں خود کو ڈال دیا۔



مکتوب ۸۲

خداوند تعالیٰ کے افعال و احکام کسی علت کے معلول ہیں یا اسے

پاک ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتب مکتوب شرف محیٰ غیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں

خوب دقتیں کر لیں۔ آپ کا خط ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ سوال کیا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے افعال اور احکام کسی علت کے معلول ہیں یا کسی علت کے معلول نہیں ہیں؟

» اے بھائی! اس مسئلہ کا قلع و قمع علم کلام سے ہے اس کی اصل علم کلام ہی میں ہے۔ خداوند تعالیٰ کے افعال میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں علماء کے یہاں بڑی لمبی بحثیں آئی ہیں وہ بحث تو علماء نے ہی کی ہے وہ سب کتابوں میں درج ہیں؟ وہاں دیکھئے یہ مسئلہ واضح ہو جائیگا۔

لیکن برادر عزیز نے سوال کے طور پر لکھا ہے اور جواب مانگنا ہے تو اختصار کے ساتھ جتنا لکھا جاسکتا ہے لکھ رہا ہوں۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُنَا مِنَ الدَّٰلِ وَالْخَلَلِ بِرَحْمَتِهِ (اللہ ہمیں بچائے رکھے گمراہی اور غلطیوں سے اپنی رحمت سے)

تم جانو! علماء کے درمیان بنیادی مسئلہ حقیقی سوال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام کسی چیز کے ساتھ معلل ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ معلل ہیں اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور احکام کسی علت کی معلل نہیں ہیں (یعنی یہ ہوگا تب ہی یہ ہوگا) اور دونوں فریق اس اصل مسئلہ میں مضبوط دلیلیں اور براہین پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام و احکام کسی چیز کے معلل نہیں ہیں ان کا کہنا ہے کہ خدا کی خدائی اس کی مشیت پر ہی عقل کی قیاس پر نہیں تو جو خداوند تعالیٰ کے افعال کو بندوں کے کاموں پر قیاس کرتا ہے اسے کہنا ہوگا کہ جو فعل بندوں کی جانب سے برے ہیں خدا کی جانب سے بھی برے ہوں گے اور مخلوق سے جو فعل نیک اور حسن ہیں خداوند تعالیٰ سے بھی نیک و حسن ہوں گے۔ ایسے لوگ اصحاب تشبیہ ہیں (خدا اور اس کے افعال کو شباہت دینے والے) اور خداوند تعالیٰ منزہ و مقدس ہے تشبیہ کا تعلق نہیں ہے تو اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی الوہیت کے آگے یہ سوال نہیں اٹھتا کہ کیسے کیا اور کیوں کیا یہ بات تو اس پر عاید ہوتی ہے کہ جس کا کام اجر و منفعت کے لئے ہوتا ہے یا نقصان کے دفع و ازالہ کے لئے ہوتا ہے خداوند تعالیٰ کے کام منفعت و مسرت سے پاک، صاف منزہ و مقدس ہیں۔

اور جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام بندوں کی مصلحتوں کی رعایت سے معلول ہیں اس لئے کہ خداوند تعالیٰ جو قادر ہے علیم ہے حکیم ہے اس کا فعل اگر غرض سے خالی ہو تو عبث (فصل و بیکار) ہوگا اور اس کے کسی فعل کا عبث ہونا خداوند تعالیٰ کے لئے محال ہے تو لازماً چاہیے کہ اس کام میں کوئی غرض ہو لیکن اس غرض کا لگاؤ اس کا تعلق بندوں سے ہو خداوند تعالیٰ سے نہیں اس رُوسے فعل کمال کا منافی (مخالفت) نہیں ہے تو اس قول پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم کب پیدا کرنے میں خداوند تعالیٰ کی حکمت کیا ہے یعنی اس میں اللہ کی غرض کیا تھی اس کے جواب میں یوں کہتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے کام غرض و فائدہ سے خالی ہوتے ہیں اور اس غرض و حاجت کا تعلق دنگاؤ بندوں سے ہوتا ہے اس غرض و معنی کا تعلق اس کی نسبت خدا کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے كُنْتُ كَنَزًا خُفِيًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُخْرَجَ (میں تھا ایک پیچھا ہوا خزانہ مجھے پسند آیا کہ میں بیچھا تا بآؤں) یہ غرض تھی کہ بندگان اس کو

پہچانیں تو پہچان کی غرض اس کا فائدہ بندوں کی طرف لوٹے گا نہ کہ خدا کی طرف اور اس بحث کے آخر میں کتابوں میں جو درج ہے وہ اس سلسلہ میں یوں ہے کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے علیم ہے حکیم ہے اور اس کے لئے فعل اور فعل کا ترک دونوں ہے تو فعل اور ترک میں اختیار فرمانا دونوں طرف سے ہر طور پر ادلی ہوتا ہے اس لئے کہ بغیر کسی حاجت اور ضرورت کے ادلی کا ترک قادر، علیم و حکیم سے اس کی صفات کمالیہ کا نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے صفات کے لئے نقص محال ہے۔ اور اس ادلی ا لہیت کا لگاؤ بھی خداوند تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا ہے بلکہ بندوں کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے یا نفس امر میں ہوگی اس جہت سے اور اس بنا پر فعل کمال کا منافی نہیں بلکہ عین کمال ہے تو پہچاننے کی غرض اور اس کا فائدہ بندہ کی جانب ہوگا نہ کہ خداوند تعالیٰ کی طرف چنانچہ اس مسلک والے دوسرے گروہ کے لوگ کفر و معصیت کے پیدا کرنے کی وجہ میں بھی یہی بیان کرتے ہیں واللہ اعلم اللہ بہتر جانتا ہے۔

لیکن حضرت عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے جوابی تردید میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خداوند جل وعلا نے خلق کو کیوں پیدا کیا کیا اپنی کسی غرض کے لئے؟ اللہ کے لئے یہ محال ہے کہ اسے کوئی غرض ہو یا بغیر کسی غرض و فائدہ کے یہ بھی محال ہے یا محض اپنے قاعدہ اور عادت کے طور پر تو اللہ اس صفت سے بھی متصف نہیں ہے تو تم یقین کرو یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اکثر و بیشتر علماء یہاں حیرت میں ہیں۔ اور یہ اندیشہ جناب داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے عرض کیا یَا رَبِّ اِنِّیْ خَلَقْتُ الْخَلْقَ فَقَالَ کُنْتَ کَذْرًا خَفِیًّا فَاحْبَبْتَ اَنْ اَعْرِفَ (اے میرے رب تو نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟ جواب ملا میں ایک کثر مخفی تھا مجھے محبوب ہوا کہ میں پہچانا جاؤں) تو موجودات کے ایجاد کی غرض یہ ہوئی کہ جس کا کنایہ کنت کثرًا مخفیًا فاحببت ان اعرف سے کیا ہے اس کے ادراک کا تصور سوائے غار فوں کے اور کسی کو نہیں ہوتا ہے۔ اس تقریر کے بعد اتنا جان لینا ضروری ہے کہ موجودات کو ایجاد کرنا ذات واجب الوجود کی ایک صفت ہے اور یہ صفت ضروریۃ الوجود (یعنی لازمی) ہے جیسے کہ قدم قدیم ہونا اس کی صفت ہے جو ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جس طرح واجب الوجود کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قدیم نہ ہو اسی طرح ذات واجب الوجود کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ موجود نہ ہو تو اس قول کے قابل کا یہ کہنا کہ کیوں اور کیسے موجود ہے یہ ایسا ہی ہے کہ وہ کیوں قدیم ہے تو اس کا جواب ہوگا کہ اگر وہ قدیم نہیں ہوگا تو واجب بھی نہیں ہوگا اور اگر موجود نہیں ہوگا جب بھی واجب ہوگا ہر شخص کے لئے اس کے وجود کو ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اس کو کہنا کہ ایسا اس کی صفت ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جیسے قدم ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے واللہ اعلم۔

مکتوب ۸۳

دنیا کے ترک کرنے اور عقیقی کھجانب مال دنیا میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را پیر سیدم من از سر زانے گفت یا بادیت یا خوابیت یا فناء
باز گفتم حال آنکس گوگرد دل دروے لست گفت یا دیولیت یا غولیت یا دیوانه

(دنیا کا حال میں نے ایک زیرک ہوش مند سے پوچھا انہوں نے کہا یہ دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا فناء ہے۔

پھر پوچھا اس شخص کا حال بتائیے جس نے دنیا سے دل نکال رکھا ہے انہوں نے جواب دیا ایسا شخص دیوہے شیطان ہی کا دیوانہ ہے۔

اے بھائی! بہشت جو اللہ کی ایک مخلوق ہے اس کو دنیا داری کے ساتھ یا نہیں کتے تو خالق

بہشت کو دنیا کے ساتھ کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گر ترا دیں بایدا ز دنیا ستاز هر دو با هم راست ناید کر مزاز

(اگر تمہیں دین کی طلب ہے تو دنیا پر تازاں ہو اس کی خواہش نہ کرو دین و دنیا دونوں یکساں جمع نہیں ہو سکتے تم مجھ دی نہ کرو)

اسی لئے ہے کہ شرک الدنیا اس کل عبادۃ (دنیا کا ترک تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے) جب کہ دنیا مخلوق

اور حق سبحانہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے تو اس پر لعنت کا داغ دیدیا گیا ہے الدنیا ملعونۃ و ما

فیہا (دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب ملعون ہے) لیکن یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ روزمرہ کے

خرچ کے مقدار میں اسباب دنیا کا ہونا ملعون نہیں ہے اور کفایت یعنی روزمرہ کے اخراجات سے زیادہ

ہونا جو حسنات و خیرات بھلائی اور نیک کاموں میں صرف ہو وہ بھی ملعون نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

نیست دنیا بد اگر کار سے کنی بد شود گر عزم دنیا سے کنی

(دنیا بری نہیں ہے اگر اس سے نیک کام کئے جائیں بری وہ اس وقت ہو جاتی ہے جب دولت کمانے اور روپیہ جمع کرنے کی نیت ہو)

اور اگر دنیا کسی کی جانب ال ہو اے۔ صل ہو جائے اور اس کو نفس کی خواہشات ناز و نعمت میں لبر

کرے اور نفسانی شہوت و لذت میں صرف کرے یا اس کے لئے اے رکھ چھوڑے تو یہ سب ملعون ہوگا۔

اسی کو کہا ہے۔

گردت اگر زمینی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(اگر تمہارا دل اس حقیقت سے آگاہ ہے تو تمہارے دین کا کام دنیا ترک کرنے میں ہے)

اے بھائی! خداوند تعالیٰ کی نظر بندہ کے دل پر رہتی ہے اس کے ظاہر پر نہیں کہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ (بلاشبہ اللہ کی نظر تمہاری

صورتوں پر ہوتی ہے اور نہ تمہارے اعمال پر اس کی نگاہ تو تمہارے دلوں پر رہتی ہے) تو اگر بند کا ظاہر کسی معذوری

سے دنیا کی مشغولیتوں میں ملوث ہو تو اسے چاہیے کہ دل جو اللہ کی نظر گاہ ہے اس کو دنیا کی محبت سے

خالی رکھے کہ دنیا کی محبت دل کی آنکھ کا پردہ ہے اور جب دل ہی اندھا ہو گیا تو آخرت کے احوال بھی

اس سے پوشیدہ ہو گئے چنانچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام آئے اور سب کے سب یہی

کہتے رہے حُب الدنیا اس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) تو دل میں دنیا

کی محبت بُری ہے اگر اس کی محبت دل کے اندر نہیں ہے تو سارا عالم اس کے تحت تصرف میں ہوا اور اس

کی ملک میں ہو تو بھی اس میں کوئی ڈر کی بات نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب سلیمان پیغامبر علیہ السلام کی

ملک سارا عالم بلا شرکت غیر سے تھا جب اس کی محبت آپ کے دل مبارک میں نہ تھی تو یہ ایسا تھا

کہ گویا دنیا اور اس کی ملکیت تھی ہی نہیں اور اگر کوئی تمام تارک الدنیا زاہدوں کا سردار ہو۔ اور

کسی کا ہاتھ دنیا سے بالکل خالی ہو لیکن اس کے دل میں دنیا کی طلب اور اس کی محبت ہو تو یہ ایسا

ہے کہ گویا وہ بالکل دنیا کے ساتھ ہے محبت اور اس کی خواہش و طلب کی بنا پر۔ اور ہر وہ دل جس

میں دنیا کی محبت اور اس کی طلب نے گھر کر لیا ہے وہ ویران و برباد ہے۔ اور ویران گھر ہمارے تمہارے

رہنے کے لائق نہیں ہوتا تو خواب و ویران دل حتیٰ سبحانہ تعالیٰ کے رہنے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔

اس شعر میں اشارہ اسی طرف ہے۔

آپنجہ آدم راز گندم اوقناد عقل راز نفس ہر دم اوقناد

(آدم کی جان پر گہوں کھلنے سے جو حکیمت پہنچی نفس کی تابعداری کرنے سے عقل پر ہر آن وہی مصیبت آیا کرتی ہے)

اے بھائی! دنیا کی بُرائی اس درجہ ہے کہ ایک بزرگ نے یہاں تک کہا ہے کہ الدُّنْيَا

كَيْفِ آدَمَ یعنی دنیا آدم علیہ السلام کا پاٹخانہ ہے کہ جب جناب آدم نے بہشت میں گہوں کے

رانے کھائے تو حاجت بشری یعنی پاخانہ کی غلش ہوئی کہا گیا اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں

ہے اس کے لئے دنیا میں جانا چاہیے وہاں اس فضلہ کو رکھئے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ دنیا آدمؑ

کا پانخانہ ہے۔ کنیف پانخانہ کو کہتے ہیں تو کون دل ہوگا جو پانخانہ میں رہتا پسند کرے گا اور اس سے لذت و لطف لے گا اور نفع اٹھائے گا حسن و جمال اور آرائش و زیبائش کا ذریعہ بنائے گا۔

یہ نفس گوی غم جاں بیش نیست ہر نفس جز ماتم جاں بیش نیست
ہر زمان زخمی زنی بر جان خود درو سیرانی مگر دران خود

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تین حصہ میں تقسیم فرمایا:

اس کا ایک حصہ مومنوں کو عنایت فرمایا دوسرا حصہ منافق کو دیا تیسرا حصہ کافروں کو تو مومن نے

اپنے اس ایک حصہ کو اپنی آخرت کا ٹوٹہ بنایا۔ اسی کو کہا ہے۔

چوں چسپیں کر دی تر دنیا کو دست بس برے دیں تو دنیا دار دوست

(جب دنیا کو تو نے مزرعہ آخرت بنایا تو دنیا تیرے لئے بھلی ہے اور ایسا ہی تو تو دنیا کو اطمینان سے رکھ سکتا ہے)

اور منافقین نے اپنے اس ایک حصہ کو دنیا کے زریب و زینت اور اس کے حسن و جمال کے

لئے خرچ کیا۔ کافروں نے اس سے نفع اٹھانے اور دنیا کمانے دولت بڑھانے میں صرف کیا تو مومن کو

دنیا بقدر کفایت و زمرہ کی ضرورت بھرا اختیار کرنا چاہیئے اس سے زیادہ نہیں جیسے پانخانہ جانا اور

وہاں رہنا اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ ارباب حکمت اور اصحاب عقل

کہتے ہیں کہ دنیا کی مثال خواب کی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے مومن کی ذات دنیا میں نہیں ہوتی ہے اس کی مثال ایک ایسے

آدمی کی ہے کہ وہ سویا، خواب میں کچھ دیکھا، اس سے خوش ہوا ابھی وہ اسی خوشی میں تھا کہ نیند ٹوٹ گئی

اب نہ وہ خوشی ہے اور نہ وہ ناخوشی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ بینی جز خیالے بیش نیست ہر چہ دانی جز محالے بیش نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو اس کی حقیقت خواب و خیال سے زیادہ نہیں ہے اور جو تم اس کو سمجھ رہے ہو وہ محالہ حقیقت نہیں)

بس حال یہی ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں موت آئے گی تب نیند ٹوٹے گی اَلْاَنَسُ نَامُوا اِذَا مَاتُوا انتبھوا

اس وقت ان کے ہاتھ خالی ہونگے دنیا میں جس چیز سے خوش و ناخوش ہو رہے تھے کچھ نہ ہوگا۔

نقل ہے کہ ایک چینیوی جناب سلیمان علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے سلیمان علیہ السلام سے

اس نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو خداوند تعالیٰ آپ کو عطا کی ہے؟ فرمایا ہوا کو میرے حکم کے تابع کر دیا

ہے چینیوی نے کہا آپ کچھ سمجھے اس میں اشارہ کیا ہے؟ اشارہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے

جو آپ کو دی گئی ہے مگر اسی ہوا کے مانند ہے۔

نقل ہے کہ دنیا شیطان کو دیا ہوا علاقہ ہے جب کوئی دنیا سے کچھ لینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ملعون کہتا ہے کچھ جانتے بھی ہو ہم نے اپنا دین و ایمان ٹا کر یہ دنیا کی ملکیت حاصل کی ہے جو شخص میرے اس علاقہ پر ہاتھ مارتا چاہے گا یقیناً اسے اپنا دین و ایمان سب میرے حوالہ کرنا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت درم و دینار بنایا گیا اس پر مہر لگائی گئی تو اول شیطان نے اُسے اٹھایا پیشانی پر رکھا دونوں کو چوما اور کہا جو تجھے دوست رکھے گا وہ میرا بندہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینیت بود آن بدہ از دست تا اینیت بود
(دنیا ترک کر دو تا کہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اُسے چھوڑ دو تا کہ تمہیں یہ مل جائے)

وَالسَّلَام
خاکسار شرف منیری



مکتوب ۸۲

بتوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سودہ گشت از سجدہ راہ بتانِ پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانی ہنم
(بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں خود کو کب تک مسلمان کہلاتا رہوں)
اے بھائی! اربابِ معرفت کا قول ہے۔ عوام کے تین بت ہیں۔ کھانے پینے کی خواہش اور اس کی محبت۔ شرم گاہ کی شہوت اور اس سے محبت۔ بیوی بال بچوں کی محبت۔ اور خواص کے بھی تین طرح کے بت ہیں۔ مال کی محبت۔ اور جاہ و مرتبہ کی محبت۔ اور ظاہری زیب و زینت کی محبت۔ اور اور ساتواں بت کافر نفس ہے جو سارے بتوں کا اصل اور سب سے بڑا بت ہے النَّفْسُ هِيَ الْقَتْلُ
الْاَكْبَرُ چنانچہ شرع میں نفس کافر سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔ ارشاد ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (میں چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آیا ہوں) کافر کو تیغ و تلوار سے بھگایا جاسکتا

ہے شیطان کو لا حول ولاقوة سے لیکن یہ کافر نفس ایسا دشمن ہے جو دل کے اندر گھسا ہوا ہے اس کے دور کرنے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون و محفوظ نہیں ہے۔ اسی کو کسی صاحب نظر نے کہا ہے۔

ہجر، رابت اندر خانہ با شدمن بتر اویم کہ سر پوشیدہ بت اندر دل بدیش کی باشد
(برہمن کا بت تو بتخانہ کے اندر ہوتا ہے میں تو اس سے بدتر ہوں کہ میرے بدیش دل میں وہ بت سر چھپا ہوا ہوتا ہے)

اور ایک سنی نے کہا ہے۔

دزد در خانہ نفس حالے میں دزد گھدار خانہ دل و دیں
دزد ناگہ خیس دزد بود دزد خانہ نفیس دزد بود
(چور گھر کے اندر ہے نفس کے اس حال پر غور کرو ایسے چور سے دل و دیں کے محل کی نگہبانی کرتے رہو)
یہ ایک گھر میں داخل ہو جانے والا چور معمولی ہوتا ہے گھر کے اندر کا چور بانکا چور ہوتا ہے
میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر خیال یہ آئے گا کہ انبیاء و اولیاء بھی نبوی بال بچے رکھتے تھے۔ ہاں ان کے بھی زن و فرزند تھے لیکن وہ ان کے ہمراہ تھے ان کے مقصود و مطلوب نہیں تھے بلکہ ان کے مطلوب و مقصود میں وہ بیگانہ تھے ان کے اپنے نہ تھے۔

اب جب کہ عوام و خواص کے بتوں کا علم تمہیں ہو گیا تو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہم لوگوں کی بت پرستی معنی کے اعتبار سے پوشیدہ ہے اور کافروں کی بت پرستی ظاہری حیثیت سے اعلانیہ ہے پس ظاہر اور پوشیدہ کا فرق ہے اور کچھ نہیں۔ تو حال کے اعتبار سے ہم لوگوں کے حق میں اس جُتہ و دستار کو زنا رہی کہا جائے گا۔ جُتہ و دستار میں مردوں کی منصفی دیکھئے اپنے حق میں کہتے ہیں۔

بت پرستم بت پرستم راست گفتم ہرچہ ہستم

(میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ میں بت پرست ہوں بت پرست ہوں)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا مَا الطَّاعُونَ (بت کیا ہے) فرمایا
مَا شْتَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ ذَهَابَ طَاعُونَكَ (جو چیز تمہیں حق تعالیٰ کی مشغولیت سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرے وہی تمہارا بت ہے) اور ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے طَاعُونَُ كُلِّ امْرِئٍ نَفْسُهُ (ہر آدمی کا نفس اس کا بت ہے) اسی کو کہا ہے۔

در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر درغیا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بمانیم

(بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گزر گئی بوڑھے برہمن کی طرح ہمیشہ بت خانہ میں پڑا رہا)

اے بھائی! نفس جو تمام بتوں کا سرغنہ ہے اس کا حال سنو گے۔ اس نفس کا فری ساری خواہش خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ کا جو دعویٰ و مطالبہ ہے یہ نفس کافر وہی کر رہا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مطالبہ اپنی تمام مخلوق سے ہے کہ سب اس کی مدد و ثنا کریں اور حق تعالیٰ کا مطالبہ اپنی مخلوق سے ہے کہ سب اس کی فرمان برداری کریں اس کی نافرمانی سے دور رہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ اس کے عطا و کرم کی سب توصیف کرتے رہیں اور نفس کافر کا مطالبہ ہے کہ سب لوگ اس کے کرم سخاوت کا وصف بیان کرتے رہیں لہذا تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ سب اسی کی طرف مائل رہیں اور اسی سے ڈرتے رہیں یہ ساری صفتیں خداوند تعالیٰ کی ہیں اور یہ تمام صفات خاص خداوند جل جلالہ کے ہیں نفس کافر اپنے لئے ان تمام صفتوں کا دعویٰ کرتا ہے اور تمام لوگوں سے اسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ چاہے یہ دعویٰ آدمی کے باطن میں سرایت کئے ہوئے نہیں ہوتا اس وقت تک خداوند تعالیٰ کا دعویٰ اس سے وجود میں نہیں آتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے فرعون لعین نے خود کو کسی لائق جانا اور یہ صفتیں اس کے دماغ میں پس گئیں یہاں تک کہ اَنَّا رَبُّکُمْ الْاَعْلٰی (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کر بیٹھا۔ ہرگز اس خیال میں نہ رہا کہ یہ دعویٰ صرف فرعون ہی کو تھا ہم لوگوں کو نہیں ہے ہر شخص کے نفس کی یہی صفت ہے اور سب کے نفس کو یہی دعویٰ ہے لیکن ہاں اس نے اعلانیہ اَنَّا رَبُّکُمْ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کیا اس لئے کہ اُسے قتل کئے جانے کا خوف نہیں تھا کیوں کہ اس وقت اس کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا لیکن ہم لوگوں کا نفس ڈرتا ہے کہ اگر اعلانیہ دعویٰ کرتا ہوں تو فوراً قتل کر دیا جائیگا تو فرعون کو یہ دعویٰ اعلانیہ تھا ہم لوگوں کو یہ دعویٰ پوشیدہ ہے پس فرق اتنا ہی ہے اسی مقام میں ایک صاحب وقت نے کہا ہے۔

اگر خود را تو می گوئی مسلمان گوئی باے مر از دیک شد کز دست تو زنا بر بندم

(اگر تم خود کو مسلمان کہتے ہو تو کہہ لو لیکن مجھے تو اکثر یہی لگتا ہے کہ تمہارے شانہ پر زنا بر بند ہوا دوں)

اے بھائی! اس نفس کا فر کے کر کے ساتھ رہتے ہوئے بغیر خداوند عز و جل کی مدد کے کوئی بچ نہیں سکتا ہے اگر ایک مسلمان کے دعویٰ کے ساتھ نفس کافر کو ذرا موقع دیا تو یہ سینکڑوں زنا تمہارے جسم پر بند ہوا دے گا۔ اور سینکڑوں بت تمہارے آگے لا ڈالے گا۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کمتر فتاد است

(اس کافر نفس کی وجہ سے جو ہماری سرشت میں داخل ہے عالم میں مسلمان حقیقی بہت کم رہ گئے ہیں)

چاہیے کہ وہ بھی اسے خیر خواہ نہ جانو اور اس سے مامون و مطمئن نہ رہو اور جب بھی وہ سلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنی پاکبازی دکھلائے اس پر اس وقت تک یقین نہ کرو جب تک اس کا امتحان نہ کرو۔ جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے نبوت کا تاج سر پر رکھنے اور معصوم ہونے کے باوجود اس کا امتحان دیا۔ چنانچہ اہل اشارت نے کہا ہے کہ جب جناب سلیمانؑ کے نفس نے پاکبازی کا دعویٰ کیا اور مکمل طہارت اپنی دکھلائی تو اس پر آپ نے نیک گمان نہیں کیا آپ کو اس کا یقین نہیں ہوا جب تک آپ نے اس کا امتحان نہیں کر لیا چنانچہ دنیا کی بادشاہی اور سلطنت کی خواستگاری کی ایسی کہ جس میں کسی کی شرکت نہ ہو یہ دُعا اسی نفس کے امتحان کے لئے تھی چنانچہ آپ نے کہا رَبِّ هَبْ لِي مِنْ شَيْءٍ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (اے اللہ مجھے ایسی بادشاہت دیجئے کہ کسی کے بعد کسی کی شرکت نہ ہو) نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد ملک و بادشاہی کی ہوتی ہے اور اگر اس سلطنت میں کسی کی شرکت ہو تو کسی نہ کسی طرح اس کے کمال میں نقصان ہوتا ہے کمال مراد کی بنا پر فرمایا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي کہ اگر نفس نے کرا اور اپنی بلائیں چھپا رکھی ہیں جب اپنی مراد کو کمال کے ساتھ پائے گا تو یقیناً کھل کر سامنے آجائے گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام اخص الخواص میں بلاشبہ ان کے نفسوں کو کامل طہارت ہوتی ہے اور کد و فرب سے پاک ہوتا ہے لیکن جب یہ لوگ عارفوں کی آنکھوں کے سر میں نفس کے شر اور اس کے کد و فرب سے پورے طور پر واقف ہوتے ہیں اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا اور بغیر امتحان کے اس کو نہیں چھوڑا جب اللہ رب العزت نے اسی عظیم سلطنت و بادشاہت بلا شرکت غیرے بے مداخلت احد سے عطا فرمایا تو بھی آپ ویسے ہی رہے جیسے سلطنت و بادشاہی ملنے کے قبل تھے یعنی وہی تھیلیاں بننے کا کب جو پہلے فرماتے تھے اور اسے فروخت کر کے جو کی دو روٹیاں خرید لیتے تھے ایک روٹی فقروں کو دیتے اور ایک روٹی سے سکینوں کے ساتھ افطار فرماتے اس کے بعد بھی یہی معمول رہا۔ جب کہ ان جلیل القدر پیغمبروں کا حال نفس کے شر و فساد سے ایسا رہا ہے اور دوسرے لوگوں کا حال کیا ہوگا چنانچہ اسی مقام کی بات ہے کہ راہ طریقت کے چلنے والے اور حقیقت کے طالبین اس کا نفس کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہیں اور اس کے کد و شر سے لوگ خود اپنے آپ سے اور اپنے کاموں سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور خود کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں وہ جو تم نے سنا ہے کہ کچھ سالکوں نے زنا و باندھ لئے ہیں اور بت خانہ میں چلے گئے ہیں یہ سب نفس کا فری کو ہلاک کرنے کے لئے ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

لے برہمن راہ وہ رد کردہ اسلام را یا چون گمراہ را در پیش بت ہم باریت
(لے برہمن مجھے جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے مسلمان کو اپنے بتخانہ میں آنکی اجازت دے یا کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بت کے آگے بھی سناؤ
نہیں ہے۔) اور یہ بھی کہا ہے۔

نمی دانم کرامات میں سیرت گرفتارم نہ من ہند نہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکارم
(کچھ نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ میں ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ کافر)
اور ایک غزل کے اشعار جو سنے ہوں گے۔

بارد گر پیر با خرقہ بزناں داد نقد نو دسا لہ برد بکفار داد
زہد بیکسو نہاد راہ قلندر گرفت بہر کے کوزہ مئے خرقہ و دستار داد
قبلہ بدل کرد و زو و متکلف و رشعے بچوب کرد و دست و زار داد

(ہمارے پیر نے دوسری مرتبہ خرقہ زناں پر نثار کر دیا تو نئے سال کی پونجی کفار کے حوالہ کر دی۔

زہد و پار سنائی کو کنارہ کر کے راہ قلندر یعنی آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک پیالہ شراب کے لئے خرقہ و دستار سب ٹا دیا۔
قبلہ تبدیلی کر کے بتخانہ میں جا کر متکلف ہو گئے رُخ محبوب کی جانب کر لیا دوست نہ دوست کو باریابی دیدی)
ان شعروں کی طرح اور بہت سے اشعار ہیں اس مقام میں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے
کہ یہ اور اس طرح کے اقوال و افعال بندہ کے لئے حال کی بنا پر ہے یہ اعتباری ہیں اعتقاد و عقیدہ کی
بنا پر نہیں نعوذ باللہ منہا اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔ اس بات کو ابھی طرح دلنشیں کر لیں کہیں مغالطہ
میں نہ پڑ جائیں کیوں کہ اس طرح کی باتوں سے خشک تعلیم میں شور و ہنگامہ پیدا ہوتا ہے یہ ایسا لقمہ
ہے جو ان کے حوصلہ سے بہت بڑا ہے مدت ہوئی یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مردان خدا کا دین ہی اور ہے غنثوں
کا دین دوسرا ہے۔ کیا کیا جائے! جب کہ حقیقت ہے إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْخَرْبِ رِجَالًا وَلِلْقَصْعَةِ
وَالثَّرِيدِ رِجَالًا (کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا کچھ لوگوں کو ٹرید کھانے اور پیالہ چاٹنے کے لئے)
ہاں مسلمان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

گر ترار وزے دریں میدان کشند ایں رقم بینی کہ ہر مرداں کشند
انگے زیں شیوہ معنی صد ہزار ہستی و دانی و داری استوار

(اگر کسی دن تمہیں حقیقت کے میدان میں لے آئیں تو تم دیکھ لو گے کہ ان مردان خدا کے کیا مرتبے ہیں۔
اس وقت اس طور و طریقے کے ہزاروں معنی تم پر کھلیں گے اور تم جان لو گے دیکھ لو گے یقین کر لو گے)

اے بھائی! شیخ، پیر، مرید، صوفی، زاہد و عابد ہونا بس اتنا ہی نہیں ہے جیسا کہ آج سارا جہاں ایسے لوگوں سے بھرا ہوا ہے لیکن کامل مسلمان ہونا بہت مشکل ہے ہزاروں میں ایک ملے تو بہت ہے۔ جیسا کہ کہاہے۔

صوفی و سبزویش شدی شیخ چلہ دار ایں جملہ شدی دے مسلمان نہ شدی

(صوفی ہوئے، سبزویش ہوئے، شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن حقیقی مسلمان نہ ہوئے)

شرع شریف کا فتویٰ ہے یَا قِیُّمُ عَلٰی النَّاسِ ذِمَّاتٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمَسَاجِدِ وَ لَیْسَ فِیْهِمْ مُسْلِمٌ (ایک زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں لوگ نماز پڑھنے والے ہوں گے لیکن ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا) شاید یہ زمانہ دہی اور مسجدوں میں ایسے نماز ادا کرنے والے شاید ہمیں لوگ ہیں کہ ہم لوگ کہلانے کو تو مسلمان ہیں لیکن ہمارے اعمال و افعال و معاملات ایسے ہیں کہ کافروں کو بھی اس سے شرم آتی ہے۔

چنانچہ نقل ہے ایک یہودی سلطان العارفین بایزید بطنای رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا ایک شخص نے تعجب کے طور پر اس سے کہا کہ سلطان العارفین کی ہمسائیگی میں رہتے ہوئے ابھی تک یہودی ہی ہو؟ اس نے جواب دیا اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کے پاس ہے تو اس کی برداشت و نباہ ہم سے نہیں ہو سکتی ہے ہم اس لائق نہیں ہیں۔ اور اسلام اگر وہی ہے جو تم سب لوگ رکھتے ہو ایسے اسلام ہے تو مجھے شرم آتی ہے۔

اس مکتوب کو غور و خوض سے مطالعہ میں رکھیں تاکہ جاہلوں کی پیری، شیخی، مریدی، درشی، حماس زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے اور ان کے ان فتنوں سے زمانہ بھر گیا ہے۔ وہ سب سامنے آجائیں چنانچہ صاحب شرع علیہ السلام نے اسی کی خبر دی ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰی شَرِّ النَّاسِ (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگوں میں شر نہ آجائے) یقیناً یہ سب اس خبر کا پیش خم ہے تو ایسے میں اپنے اوپر ماتم و نومہ کرنے کے علاوہ اور کیا رہ جاتا ہے۔

وَالسَّلَامُ
شرف منیری



مکتوب ۸۵

آخر کے کاموں کی طرف مائل ہونے اور صحت کے ترک کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا پر سیدم من از سر زانہ گفت یا بادیت یا خوابیت یا افسانہ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو بہت گفت یا دیولیت یا غولیت یا دیوانہ

ایک صاحب عقل سو میں نے نیا کا حال پوچھا انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا افسانہ کہہ دو

پھر پوچھا اچھا ان لوگوں کا حال کہے جنہوں نے اس سے دل نگار کھا ہے؟ جوابے یا یہ لوگ یوں یا شیطان ہیں یا پاگل

یا دیولیت ہیں)

یا رتدیم امام نظام الدین سلام و تحیت

فقیر حقیر احمد یحییٰ میرنی لقب بشرف مطالعہ فرمائیں۔

برادر عزیز پر واضح ہوا آپ کا مکتوب دل پسند دقیق معنی اور لطیف اشاروں سے پر پہنچا دل غربت

کے ساتھ پڑھا۔ گزرے ہوئے زمانے اور پرانی صحبتوں کی یاد تازہ ہو گئیں اسی اندوہ میں یہ اشعار سامنے

آگئے۔

گرد آمدہ بودیم جو پردین بچند ایمن شدہ از فراق و از بیم گزند

اناکہ نہ بودیم دریں رہ خرسند ایزد چو نبات نعش مارا پراگند

(جدائی اور فراق کی تکلیف سے مطمئن ہو کر پردین ستارہ کی طرح ہم لوگ ایک جگہ ہو گئے تھے

ہم لوگ اس صحبت میں خوش تھے لیکن مشیت ایزدی نے قطب شمالی کے ستاروں کی طرح ہمیں یکے سے علیحدہ کر دیا)

سے شاید یہ نظام مولیٰ ہوں مرید و خلیفہ محبوب الہی نظام الدین اولیا جو مخدوم سے ملنے راجگیر جاتے تھے اور

پھر خانقاہ معظم کی بنیاد رکھی جس کو مخدوم نے کہا یار و تمہاری مجالست نے بتخانہ میں بٹھلا دیا شاید یہی ہیں

جن کے معرفت بنگال سے کچھ لوگوں نے ایک بزرگ کو تحفہ بھیجا تھا۔ (خوان پر نعمت مجلس)

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُخَيِّرُ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) لیکن یہ دستور جاری ہے کہ ایک جگہ ساتھ ہونے کے بعد منتشر ہونا ضروری ہے تو لازماً گردن ڈال دینا ہے اور اپنے تن کو اس کی رضا کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چکند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را چکند گوے کہ تن در نہ نہد چو کھاں را
(بندہ اگر اس کے حکم کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرے گیند اپنے تن کو کھلاڑی کے ہڈ کے سپرد نہ کرے تو کیا کرے)
اے بھائی! جہان میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے دوستوں کی جدائی کا درد نہ اٹھایا ہو اور
عالم میں کون ایسا ہے جس نے دوستوں کے فراق کا شربت نہ چکھا ہو جب تک جہاں ہے ایسا ہی ہو تو رہے
گا۔ رحمت ہو اس کی جان پر جس نے کہا ہے۔

بھراست بجلئے بادہ در جام فراق تلخ است مسہر ایام فراق
تامن زبریم دعار بد خواہم کرد آنرا کہ نہاد در جہاں نام فراق
(جدائی کے پیالہ میں شراب کے بدلے زہر بھرا ہوا ہے فراق کے دن ایک دم تلخ ہیں۔ جب تک زندہ
ہوں اس کے حق میں بد دعار کرتا رہوں جس نے جہاں میں فراق لفظ وضع کیا۔)

جدائی کی یہ کھڑی گزری چکی اب عمر ختم ہونے کو پہنچ گئی ہوشیار ہو جانا چاہیئے اور خوب
ابھی طرح جان لینا چاہیئے کہ بہشت جو مخلوق ہے وہ حیب دنیا داری کے ساتھ نہیں ملتی ہے تو اللہ العزیز
جو بہشت کا خالق ہے وہ دنیا کے ہوتے ہوئے یعنی دنیا داری کے ساتھ ملے محال ہے دنیا کو کھتے
ہوئے خدا کو ہرگز نہیں پاسکتے اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینست بود آن بدہ از دست تا اینست بود
(دنیا ترک کر دو تا کہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اسے ہاتھ سے دیدو تا کہ تمہیں یہ مل جائے)
اور ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا ہو وہ ویران ہے ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق
نہیں ہوتا۔ وہ دل جو ویران ہو خداوند تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

مصرع۔ یا فانیہ جابے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال)
اسی مقام کی بات ہے شَرک الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ عِبَادَةِ (دنیا ترک کرنا تمام عبادتوں کی اصل ہے)
اگر دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہوتی، اس میں وفا ہوتی اور اس کا کوئی حُسن ہوتا تو اہل نظر حضرات اور
ارباب دانش اسے نہیں چھوڑتے کہ وہ ہم تک پہنچ جائے۔ اور انبیاء اولیاء جو تمام مخلوقات میں افضل

ہیں اسے تین طلاق نہ دے ہوئے اور وہ جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے دنیا پر فرمایا ان اللہ تعالیٰ لم یخلق خلقاً بغض الیہ من الدُّنْیَا وَآئِلَہُ مُنْذُ خَلَقَہَا لَمْ یَنْظُرْ اِلَیْہَا (بیشک اللہ تعالیٰ جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں دنیا سے زیادہ کوئی شے بغض نہیں اور یہ کہ جب سے اس کو پیدا کیا اس کی طرف نگاہ خاص نہ رکھی) اس بارے میں عقلمندوں کے لئے اتنا کافی ہے یہ بقیہ عمر تو بڑا استغفار اور گزشتہ دنوں کی معافی کی خواستگاری میں گزارنا چاہیئے اور آخرت کے سفر کی تیاری کرنا چاہیئے اور دوسرے تمام مشغلوں کو کنارے کر دینا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر و کارِ مرگ ساز راہ بس دور است رہ را برگ ساز

زانکہ گردنیا ہمہ پرہسم نہی بازمانی عاقبت دست اہتی

(دنیا ترک کر دو موت کی تیاری میں لگو، راہ کافی لمبی ہے راہ کے لئے ساز و سامان کا بندوبست

کر و اس لئے کہ دنیا کو اگر تم نے کامل طور پر نہیں چھوڑا تو آخر کار تہی دستی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا)

عمل اس پر کرنا چاہیئے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہر خواص کو فرمایا ہے "تھوڑی دنیا پر راضی رہو کہ دین سلامت رہے جس طرح دنیا دار لوگ اتنے قلیل دین پر راضی رہتے ہیں کہ جس سے ان کی دنیا

سلامت رہے۔

اِرِیْ رِجَالًا یَّادُنِی الدِّیْنَ قَدْ قَمَعُوْا وَلَا اَسْأَلُہُمْ رَضُوْا فِی الْعِیْشِ بِالْذُّوْقِ

فَاَسْتَغْنِ بِالْذِّیْنِ عَنْ دُنْیَا الْمُلُوْکِ کَمَا اِسْتَغْنِ الْمُلُوْکُ بِدُنْیَاہُمْ عَنِ الدِّیْنِ

(میں دیکھ رہا ہوں لوگ تھوڑے دین پر قناعت کر گئے ہیں مگر انہیں دیکھتا کہ لوگ زندگی میں (تھوڑی دنیا پر راضی ہو جائیں

دین کے لئے لو بادشاہوں کی دنیا کے مستغنی ہو جاؤ جس طرح بادشاہ دنیا کو بے کر دین سے مستغنی ہو گئے ہیں)

(مصول دنیا کے لئے) اگر زن و فرزند کو وجہ بنایا جائے تو یہ قابل شہنوائی نہیں۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ

سے منقول ہے آپ نے فرمایا لَا تَجْعَلَنَّ اَکْبَرَ شُغْلِكَ بِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ فَإِنْ یَكُنْ أَهْلُكَ

وَوَلَدُكَ مِنْ أَوْلِیَاءِ اللّٰہِ فَإِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ أَوْلِیَاءَہُ وَإِنْ کَانُوا مِنْ أَعْدَاءِ اللّٰہِ فَمَا

هَمُّكَ وَشُغْلُكَ عَنْ أَعْدَاءِ اللّٰہِ یعنی تم زن و فرزند کے کاموں میں اپنی مشغولیت کو اہم ترین نہ

بناؤ یہ اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو برباد و ضائع

نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کے لئے رنج و غم نکر دے جو کرنا کیلئے ہے۔

اسے بھائی! رزق تو مقرر ہو چکی ہے اور جو چیز قسمت میں آپ کی ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے

اور نہ زیادتی۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

جَزَىٰ قَلَمُ الْقَضَاءِ بِمَا يَكُونُ وَفَتَيَانِ الْحَتَرِ وَالشُّكُونِ

جنون منك ان تسعي ليرزق ويرزق في غشاوة الجنين

(فیصلہ کا قلم حل چکا ان باتوں کے بارے میں جو ہونے والی ہے اور حرکت و سکون جو آئے والا ہے وہ آئے گا)

تیرا پاگل پن ہے جو رزق کے لئے سرگرم ہے۔ حال یہ ہے کہ بچہ کناس کی ماں کی بچہ دانی میں رزق ملتا ہے)

دنیا کا یہ غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہے۔ مصرع۔ "درینغ با شد یوسف بہر چہ بفر و شہی"

(حسرت ہوتی ہے یوسف کو جس لئے اور جتنے میں بیچا گیا ہو) کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں پھنسے رہیں اور موت پہنچ

جائے کَمَا تَعِيشُونَ تَمُوتُونَ کی بات سامنے آجائے۔ اور جب دنیا کی مشغولیوں میں غائب

ہو جائے تو نعوذ باللہ منها کَمَا تَمُوتُونَ تَعِيشُونَ مکافات و عوض بن جائے ابھی فرصت ہے اور

یہ وقت غنیمت ہے اسے دیکھتے ہوئے کام میں مشغول ہو جانا چاہیے اس لئے کہ غفلت ہلاکت لاتی ہے

۱۰ اور ہمیشہ کی حسرت میں مبتلا ہونے کے بعد کہنا پڑے۔

بُرد غفلت روزگارم چوں کنم بر نیاید هیچ کارم چوں کنم

(ہم نے اپنے اوقات غفلت میں ضائع کر دیئے اب کیا کروں اب بتائے نہیں بنتی ہے پھر کیا کروں)

اب اس حسرت کا کیا فائدہ۔ برادر عزیز کی عاقبت و خاتمیت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ
شرف منیری

*

مکتوب ۸۶

دُنیا کو دشمن جاننے اور بنی کو دوست کھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را بہ پر سیدم من از فرزانہ گفت یا بادیت یا خوابیت یا انسانہ

باز گفتم حال شکس گو کہ دل درو بیت گفت یا دیولیت یا غولیت یا دیوانہ

(میں نے ایک دن ایک ہوشمند سے دنیا کا حال پوچھا انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا انسانہ ہے۔

پھر پوچھا ذرا اس کا حال کہئے جس نے دنیا سے دل بگاڑ کھلے؟ کہنا ایسا شخص دیوہے، بھوت ہے یا دیوانہ ہے۔
 اے بھائی! نقل آئی ہے کہ کل قیامت کے دن ایسے بندہ کو جو دنیا کو دوست رکھے ہوئے
 ہو اور تمام طاعت بجالائے ہوئے ہو میدان حشر میں لا کر کھڑا کریں گے اور منادی ندا کرے گا یہ وہ بندہ
 ہے کہ خدا نے جس چیز کو حقیر کمتر گردانا اور اسے ڈال دیا اس نے اس کو اٹھالیا اور عزیز و محبوب بنالیا۔
 اسی کو کہا ہے۔

مسد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم
 چوں ز دل دنیا و دنیا گندہ نیست جائے توجہ دوزخ سوزندہ نیست
 (اگر علم کا سینکڑوں عالم معنی کیساتھ تیرے پاس ہو اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا شہرہ جہنم ہی ہے۔
 جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے)
 کیا کہتے ہو! اگر کوئی کافر طبیب ہم میں سے کسی ایک کو یہ کہتا ہے کہ روٹی اور گوشت نہ کھاؤ کہ
 اس سے تمہیں نقصان ہوگا ہم اسی وقت ترک کر دیتے ہیں اور نہیں کھاتے اور ایک لاکھ چوبیس
 ہزار پیغمبران علیہم السلام تشریف لائے اور سب یہ فرماتے ہیں حُبُّ الدُّنْيَا اس کا
 خطیئۃ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ وہ برا برائے ترک نہیں کیا تو یہ ایسا ہوا کہ کافر
 طبیب کے حکم پر یقین کر لیا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر یقین نہیں کیا۔ کہاں
 ہم لوگ اور کہاں مسلمان۔

درد را دار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد
 ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود
 (درد کا مداوا کرنے اب کہاں جاؤں، عمر ختم ہونے کو آئی اب ماتم کرنے سے کیا ہوگا۔ دنیا ترک کر دو
 تاکہ دین تمہیں مل جائے۔ اسے ہاتھ سے دید و اور دین لے لو)

حضرت رابعہ البصریہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مناجات میں کہا کرتیں۔ اے میرے اللہ دنیا
 میں سے جو چیز مقدر میں کی ہے وہ سب اپنے دشمنوں کو دیدیجئے اور آخرت میں سے جو چیز میری قیمت
 کی ہے وہ اپنے دوستوں کو دیدیجئے میرے لئے تو آپ ہی کافی ہیں۔
 ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ گر چرخ تو سرگرداں شوی
 جملہ در باز و فرو کن پائے راست گر کفن را، بیچ نگذاری رواست

(دنیا ترک کر دو تاکہ تم بادشاہ ہو جاؤ اگر ایسا نہ کیا اور آسمان ہی کی طرح کیوں نہ ہو سرگرداں ہی رہو گے
 سب کچھ ٹاڈا اور سب کو پاؤں کے نیچے ڈال دو اگرچہ کفن کے لئے بھی کچھ نہ رکھو تو جائز ہے)
 امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ دنیا قبول کرو اور اگر ایسا نہیں
 کرو گے تو دوزخ میں ڈال دئے جاؤ گے۔ میں دوزخ میں جانا پسند کروں گا مگر دنیا قبول نہ کروں گے۔

پاکبازانے کہ درویش آمدند ہر نفس در محو خود پیش آمدند

در حقیقت حمد اور خواستند لاجسم خصمی خود را خواستند

(پاکبازوں نے درویشی و فقری اختیار فرما لی ہے ہر لمحہ اپنے کفارینے میں لگے رہتے ہیں

حقیقت میں کامل طور پر صرف اسی کے طالب و خواستگار رہے اور یقیناً اپنی خودی کے دشمن بنے رہے)

اے بھائی! بزرگوں نے فرمایا ہے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں خوشی ہی خوشی ہو

اس کی خوشی کی ہر چیز میں ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے غمناکی و اندوگہنی ضروری ہے اس لئے کہ
 دنیا میں بغیر غم خوشی اور بے ماتم کے شادمانی پیدا ہی نہیں ہوتی ہے۔

نقل ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام ایک بڑھی عورت سیاہ رو کر یہ منظر کو دیکھا پوچھا

تو کون ہے؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کتنے شوہر تو نے کئے ہیں اس
 نے کہا بے حد و بے اندازہ اگر کوئی چیز اعداد و شمار میں آنے والی ہو تو گن کر بتاؤں کہ کتنے ہوئے۔

پھر جناب عیسیٰ نے پوچھا ان میں سے کسی ایک شوہر نے تجھے طلاق دی ہے؟ اس نے کہا نہیں
 بلکہ ان سب کو ہم نے قتل کیا ہے اور ایسا ناپسند ہو گئے ہیں اور میں برقرار ہوں۔

زانکہ گر یک لقمہ ناں باشد ترا صد بلا از بعد آں باشد ترا

کار عالم جز ظلم و پیچ نیست جز خرابی در خرابی پیچ نیست

(اس لئے کہ اگر ایک لقمہ بھی دوسرے وقت کے کھانے کے لئے بچا رکھا ہے تو سمجھ لے سو بلائیں اس کے بعد

تیرے لئے ہیں۔ دنیا کے کام فریب نظر اور الجھنوں کے ساکچہ نہیں اس میں بربادی ہی بربادی ہے اس کے سوا کچھ نہیں)

جس طرح یہ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ بہشت میں کوئی روئے اسی طرح دنیا میں کوئی ہنستا

ہے تو یہ تعجب کی بات ہے۔

لے دل غافل دے بیدار شو چند بدستی کنی ہشیار شو

(اے غافل ذرا بیدار ہو جا کہ اب تک اس بدستی میں پڑا رہے گا ہوشیار ہو جا)

دنیا کا غم آخرت کے غم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مصرعہ۔ "دریغ باشد یوسف بہرچہ بفروشی" (افسوس ہی ہے جس وجہ سے بھی یہ نہ ہو کہ بیچا) جس دل میں دنیا نے جگہ بنال وہ دیران ہے دیران گھر ہمارے تمہارے لائق نہیں ہوتا۔ دل خداوند جل جلالہ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ ۔

ہرچہ درد دنیا خیالت آں بود تا بد راہ وصال آں بود

(دنیا میں تم جس خیال میں رہے ہو اب تک وہی خیال اس راہ وصال میں تمہارے ساتھ رہے گا)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ساری برائیاں اگر ایک گھر میں جمع کر دی جائیں تو اس کی کچی دنیا کی بہت ہی ہوگی اور تمام نیکیاں اگر ایک گھر میں جمع کی جائیں تو اس کی کچی دنیا کی دشمنی ہی ہوگی۔
کار خود در زندگانی کن یہ برگ زان کہ متواں کرد کارے روز برگ
ایں زماں دریاب کا ساں باشد در نہ دشواری سراواں باشد
اسی زندگی میں اپنے کاموں کی زندگی کا سامان کرو اس لئے کہ مرنے کے وقت کوئی کام نہ ہو سکے گا۔

اسی وقت سب کچھ کر لو کہ ابھی کرنا آسان ہے ورنہ پھر بڑی مشکل پڑے گی)

آخر وہ قصہ سنا ہوا ہے کہ الدنیا کف ادم دنیا آدم کا پائٹخانہ ہے کیف بیت الخلاء کو کہتے ہیں اس کا قصہ یہ ہے کہ جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیارہوں کے دانے کھائے حاجت بشری پائٹخانہ کی غلش پیدا ہوئی اور بہشت اس کی جگہ نہیں فرمان ہوا۔ اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں ہے دنیا میں جانا ہو گا وہاں جا کر اس قصہ کو خارج کیجئے تو اس سے ثابت ہوا کہ دنیا آدم کا پائٹخانہ ہی ہے۔

گر بسوز عشق نیست ایماں ترا ایں حکایت بس بود ایماں ترا

(اگر عشق کی سوز و پیش پر تجھے ایمان نہیں اس واقعہ پر تجھے ایمان ہونا چاہیئے۔)

اگر آج کوئی بیوی بال بچوں کی مجبوریوں ضرورتوں کو وجہ بنائے تو قابل سماعت نہیں نقل ہے جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا۔ لَا تَجْعَلَنَّ أَكْبَرُ شُغْلَكَ بِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ فَإِنَّ نِيكَنْ أَهْلَكَ وَوَلَدَكَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَخْصِيحُ أَوْلِيَاءَهُ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ فَغَاهَمَكَ وَشَغَلَكَ مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ (یعنی کزن و فرزند کے کاموں میں اپنی مشغولیت کو اہم ترین نہ بنا دے اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو برباد و نابھ نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کیلئے ریخ و غم کرنا یا بہت ہے) ۔

مرگ در پیش است تو پس می روی بہر مردارے چو کرگس می روی
 کہ مسلمان دہی کہہ زردہی تاکہ یک نغمہ بریں کا فردہی
 (موت آگے ہے اور تو پیچھے دنیا کی طرف دوڑ رہا ہے ایک مردار کے لئے گدیہ کی طرح دوڑ رہا ہے۔)
 کبھی اپنی مسلمانی اور ایمان کا اور کبھی اپنے مال و زر کا ایک نغمہ بنا کر اس نفس کا فریے میں ڈال دیتے ہو)

وَالسَّلَام
 شرف منیری



مکتوب ۸۷

حق کی طلب اور مخلوق سے علیحدہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے آنکہ ہمیشہ درجہاں می پوئی ایں سہی ترا چہ سوددار دگوئی
 چیزے کہ تو جو بیان نشان ادئی باتست ہی تو جائے دیگر جوئی
 (اے وہ کہ دنیا میں تو ہمیشہ فکر کاٹ رہا ہے تیری بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دے گی۔ جس چیز کی تو تلاش میں ہے اس کا پتہ تو خود ہے وہ تو تیرے ساتھ ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے۔)
 اسی مقام کی بات ہے جو مبصرین نے کہی ہے۔ ملک تمہارے ساتھ ہے ملکوت تمہارے ساتھ ہے جبروت تمہارے ساتھ ہے اور خداوند جل علاہ تمہارے ساتھ ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ
 پڑھو اور غور کرو۔

من ادنشوم ولیک بے او والشکر نہ ام یقینم این است
 (میں وہ نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کے سوا بھی نہیں ہوں اور اس پر مجھے یقین ہے)
 اور کلمہ انا لا انت ولا انت غیری (میں، تو نہیں ہوں اور تو میرے علاوہ بھی نہیں ہے) کی اسی معنی کی طرف
 نشاندہی ہے۔ خوب کہہ جس نے کہا ہے۔
 من بندہ بجاں رضات جویم حیراں شدہ ام کجاست جویم

درجہاں منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام حیرات جویم
(میں تو دل سے تیری رضا کا متلاشی بندہ ہوں، حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈھوں۔
معنی کی رو سے تو میری جان میں ہے تب میں پا چکا ہوں تو پھر میں تجھے کیوں ڈھونڈھوں)
اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن وہ آنکھ کہاں جو اسے دیکھے اور وہ کان کہاں جو اس سے اس کی باتیں
سُنے۔ اسی کو کہا ہے۔

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد آن روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگزفتی ز جمال آن دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد
(وہ عقل کہاں جو آپ کے کمال تک پہنچے وہ روح کہاں جو آپ کے جلال تک پہنچے۔
یہ مانا کہ آپ نے اپنے جمال سے پردہ ہٹا دیا وہ آنکھ کہاں جو آپ کے جمال تک پہنچے)
عجیب معاملہ ہے "باہمہ و بے ہمہ" (سب کے ساتھ اور سب سے الگ) اے میرے اللہ یہ معتمہ
کبھی کھلے گا بھی یا یہ راز اسی طرح پوشیدہ رہے گا اور ایک جہاں ہے کہ نالہ و فریاد میں ہے اسی مقام
میں کسی نے یہ نالہ کیا ہے۔

سریت در آن زلف تو سر بسنگار اما چہ توان کرد کہ با مانہ کشائی
(اے میرے محبوب آپ کی زلف میں کیا ہی اہم راز پوشیدہ ہو کیا کیا ملے کہ آپ اس راز کو مجھ پر نہیں کھولتے)
نَحْنُ اقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم تمہارے رگ گلوے بھی زیادہ قریب ہیں)
اس میں جہاں تک وہ ہم پہنچ سکے جہاں تک عقل اس کی صورت قائم کر سکتی ہے جہاں تک خیال
اے اپنے اندر لاسکے، ہم اے جہاں تک پاسکے، خداوند تعالیٰ کی ذات اس کی صفات ان سب سے
منزہ و پاک ہے۔ وہ ان سب کے ساتھ ہے، تمہارے رگ گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے اور تمہاری
آنکھ کی بینائی سے بھی تمہاری آنکھ سے زیادہ قریب ہے اور تمہارے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تمہارے
کان سے قریب ہے، تمہاری زبان کی گفتار سے بھی زیادہ تمہاری زبان سے قریب ہے، اور تمہارے دل
کی دانائی سے زیادہ تمہارے دل سے قریب ہے۔ جس نے کہا ہے سچ کہا۔

اے در طلب گرہ کشائی مردہ یا وصل بزا و از جب دانی مردہ
اے برب بحر تشنہ خاک شدہ ہے بر سر گنج از گدائی مردہ

(اے وہ شخص کہ اس کی طلب و تلاش کے عقدے حل کرنے میں مر رہا ہے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے۔

سمندر کے کنارے پیاسا خاک میں لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مارا پھرا رہا ہے۔
 اے بھائی! مخلوقات کی قربت ایک دوسرے سے مجازی قربت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ
 جس میں بعد (دوری) کا دخل ظاہری یا معنوی یا دہم کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور ہوتا ہے اور قربت حقیقی جو خداوند
 جل و علا کی قربت ہے اس حقیقی قربت کی تعریف یہ ہے کہ جتنے وجوہ ہو سکتے ہیں ان میں کسی وجہ سے بھی بعد
 کو حقیقی قربت قبول نہیں کرتی جب دل کا آئینہ صاف و شفاف اور منور ہو جاتا ہے تو سالک دل کے اسی نور
 سے یہ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ خداوند جل و علا (باہر است) سب کے ساتھ ہے موجودات کے ذرات
 میں سے کوئی ایک ذرہ ایسا نہیں ہے کہ خداوند جل و علا اس کے ساتھ نہیں اور اے محسب نہیں ہے اور
 اس سے آگاہ نہیں ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے۔

معتوقہ عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب بجائے بسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معتوق تو ظاہر تھا مجھے خبر نہ تھی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا میں نے کہا کہیں

اس کی تلاش میں چلوں یہی تو خود تفرقہ مقاب جسے میں سمجھ نہ سکا) اسی مقام میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہ

تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں نہ کسی میں نہ لوح میں نہ قلم میں راہ حق سبحانہ تعالیٰ خود
 تمہارے اندر ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ہم تو تمہارے اندر ہیں مگر تم دیکھتے نہیں اسی راز
 کو کہتا ہے۔

محراب جہاں جمال خسارہ ماست سلطان جہاں درد دل بیچارہ ماست

شور و شر و شرک و کفر توحید و یقین در گوشہ دیدہ ہائے خو خوارہ ماست

(عالم کا یہ محرابی گنبد ہمارے خسار کا جمال ہے۔ سلطان جہاں وہ آفتاب جہاں تاب

ہمارے دل کے اندر ہے۔ شرک، کفر، توحید و یقین کے یہ ہنگامے وقت سے سب ہمارے

گوشہ چشمِ خونی کے کرشمے ہیں)

وَالسَّلَامَةُ

فقیر شرف میزی



مکتوب ۸۸

دنیا کی مذمت اور اس کی بے وفائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہاں چو مارا فعی پیچ پیچ است
ترا آن بہہ کز دور دست پیچ است
چہ بخشہ مر ترا این سفہ ایام
کہ یک یک باز بتاند سرانجام
زمانہ خود جز این کارے نداند
کہ اندوہے دہد جانے ستاند
دہد بتاند و عارے ندارد
بجز داد دستہ کارے ندارد
اگر عیش است صد بیمار با دوست
و گر برگ گل است صد غار با دوست
و گر بر آردن گیتی افگندن است
نشانیش یکبار افگندن است

شنوی۔ نیت مہر زمانہ بے کینہ
سیر دار میان دوزیستہ۔ لوزینہ
منہ دل بر جہاں کیں فردا کس
جو انمردی نخواہد کرد با کس
کہ معشوقہ نہ گرفتن کسے را
کہ تا اوست با کس دفائے ندارد
(دوسرے نسخہ میں ہے کہ معشوق نتوان)

- (۱) یہ دنیا کالی ناگن کی طرح کُنڈل مارے بیٹھی ہے تیرے لئے یہ بہت بہتر ہے کہ ایسی دنیا میں سے تیرے پاس کچھ نہیں ہے
- (۲) یہ کمینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کی یہی چلن ہے کہ دیکر ایک چیز آخر کار واپس لے لیا کرتی ہے۔
- (۳) زمانہ غم درنج دیکر مار ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔
- (۴) یہ وہ دنیا ہے جسے دیکر بے لینے میں شرم نہیں آتی۔ دینا اور دیکر پھر واپس لے لینے کے سوا اسے اور کوئی کام ہی نہیں آتا

(۵) اگر کچھ عیش و آرام ہے تو سینکڑوں بیماریاں اس کے ساتھ لگی ہوتی ہیں اگر گلاب کے پھول کی ٹپکھڑیاں ہیں تو اس کے ساتھ سینکڑوں کانٹے بھی لگے ہوتے ہیں۔

دنیا کا پستی اور بلاؤں سے نکالنا پھر بلاؤں میں ڈالنے اور گرانے کے لئے ہوتا ہے اس کا ایک بار بھانا
گڑھے میں ڈال دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔

زمانہ کی یہ مہربانیاں بغیر کینہ و عناد کے نہیں ہوتی ہیں یہ دوستی اور دشمنی کے تینے پر یونہی دوڑا کرتی ہیں۔
دنیا سے دل نہ لگاؤ یہ کینہ اور سفلہ پر ورہے یہ کسی کے ساتھ سخاوت و فیاضی نہیں کر سکتی ہے۔
ایسے کو اپنا محبوب کبھی نہیں بنانا چاہیئے کہ جو کسی کے ساتھ وفا کرنا جانتا ہی نہیں ہے۔

دنیا بلاؤں کا ایک دریا ہے خون سے بھرا ہوا سمندر ہے، فتنہ پرور حشوقہ ہے، حسینہ
سر و ساماں ہے، اس کے کھیل تماشے تعجب خیز ہیں اس کی بازی گری پر طرب و حیرت آگیز ہے اس
بقار میں آوارہ مزاجی، اس کا دل لطف و مہربانی سے خالی کبھی کسی کو اس نے اپنی ذات سے فائدہ نہیں
پایا جسے صبح کو نوازا شام کو اسے چھوڑ دیا جسے صبح سویرے سر بلند کیا شام قدموں کے نیچے ڈال
کے پھل دیا اس کے جام میں خس و خاشاک کی آمیزش اس کے شہد کے پیالہ میں کھینوں کے نیش بھر
تے ہیں۔

از جام اوچس کہ در آں جام زہر است گل برگ او بگو کہ در آن زیر غار است
دہر ستیزہ کار ندارد و فلکے کس دیدیم و آرمودہ نمیدیم بارہاست
(اس دنیا کے جام کو ہونٹوں سے نہ لگاؤ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اس کے پھول کی پتھریوں کو نہ ٹونگھو
کہ اس کے نیچے کانٹے چھپے ہیں۔ یہ فسادِ دنیا کسی کے ساتھ تھلک و مہربانی نہیں کرتی یہ بار بار دیکھ چکے ہیں
آزمائے ہیں سُن چکے ہیں) اَلْذُّنُیَا دَا سَا زَا لٍ فَلَ یَرْفَعُ أَحَدٌ عَلٰی حَالٍ اِمَّا
نَعْمَتُهُ زَا ئِلَةٌ اَوْ بَلِیَّۃٌ نَّازِلَةٌ فَلَا اَثْبَاتَ لِنِعْمَتِہَا وَلَا قَرَارَ لِنِقْلِہَا (دنیا زائل ہونے
لے کسی کو ایک حال پر نہیں چھوڑتی اس کی نعمتیں بھی زائل ہونے والی ہیں یا بلا آتا ہونے والی ہیں اس کی نعمتوں
ثبات نہیں ہے اور اس کے وصال میں قرار نہیں ہے)

یہ بوڑھی دنیا دلہن بنی ہوئی سینکڑوں نوجوان بادشاہوں کو کھا چکی ہے اور بہت سارے
سرازمعاشقوں کو اپنے پاؤں کے نیچے ڈال کر ایسا کچلا ہے کہ یاد کریں اسی کو کہا ہے۔

ہر زمان گلو نہاد گیر بست ہر زمان آہنگ صد شوہر کند
از طلم اوشد آگہ کے در میان خاک و خون داردے
گردست آگہ زمعنی آمد است کار دینت ترک دنیا آمدست

زہر لمحہ ایک نیا گل کھلاتی رہتی ہے ہر زمانہ میں سینکڑوں شوہروں کا شور و ہنگامہ بپا کرتی ہے۔
اس کی فربہ کاریوں سے کوئی آگاہ نہیں ہوا اگرچہ خاک و خوں میں لوگ غلطاں رہے۔
اگر تیرا دل حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو دنیا کے ترک سے تیرے دین کا کام بن جائے۔

یہ دنیا ہمیشہ یہ ہم عیوب پیدا کرتی رہتی ہے۔ ہاں اس کا ہنر بس ایک ہی ہے کہ یہ آخرت کی
کھیتی ہے اسی دنیا میں اس کے بیج بوئے جاسکتے ہیں جس کی فصلوں کا خرمین آخرت میں مہیا ہوگا۔ سب
کمترین عیب اس دنیا کا یہ ہے کہ ایک آوازہ مرد کی طرح ہر روز اپنی ہوسناکی میں ایک دوسرے پر
چنگل مارتی ہے اور ایک زانیہ فاجرہ عورت کی طرح ہر آن ایک نئے شوہر کے ساتھ اکٹھا ہوتی ہے۔ یہ اگر
کسی کو کچھ دیتی ہے تو واپس لے لیتی ہے اور اپنی عطا کردہ چیز چھین لیتی ہے اس کی آنکھوں میں حیا نہیں
فحش کاری میں اسے شرم نہیں آتی ایک احمق جواں رعنا ہے اچھائی اور بُرائی میں فرق نہیں کرتی اس
کے عیوب اور بُرائیوں کی انتہا نہیں اس کی بدختیوں، رسوائیوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان سب کا وجود
ایک عالم ہے کہ اس کے حصول کے لئے سرگرداں، پریشاں اور اس کی ہوس و خواہش میں گرفتار رہے۔
کو کہا ہے۔

اولین شد کہ در رو آدم بود نلے گلو و طبل شکم
(آدم کی راہ میں جو سب پہلی چیز آئی وہ گلے کی بانسری اور پیٹ کا نقارہ تھا)

والسلام
حقیر شرف منیری



مکتوب ۸۹

پانے کی خوشی اور نہ پانے کی حسرت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لے بھائی! دہلی ہو یا بہار، یاد دولت آباد ہو خداوند جل و علا تاک راہ ہر جگہ سے ایک ہی
ہے۔ طلب اور اندوہ سے خالی نہ رہو دل ایسا چاہیے کہ جس سے اندر پانے کی خوشی یا نہ پانے کا غم رنج نہ ہو

چاہئے۔ اسی کو کہا ہے۔ سب

نیت کن ہر چہ راہ در اسے بود تاملت خانہ خدا اسے بود
(جو کچھ راہ درسم ہے سب کو فنا کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے)

اگر اپنی محرومی و بد اقبال سے یافت کی خوشی نہیں ہے تو نایافت کی مصیبت و رنج و غم کہاں؟

حالات " یہ تو ہونا چاہیے " س

در دے نو دوا شد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

از بہر تو ام بیا دن بجاں از دیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا درم ہی میری دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے در کی خاک ہونا ہماری قیمت بن گئی ہے۔

میں تو آپ ہی کو اپنی جان دینے کو ہوں یہ تو میری آنکھوں کی عین تمنا ہو گئی ہے)

اور نایافت کی یہ مصیبت یہ رنج و الم صرف ہمیں اور تمہیں نہیں ہے بلکہ سب کو اسی رنج و مصیبت

میں مبتلا جانو اور جو لوگ اس دنیا سے باپچکے وہ بھی اسی مصیبت و اندوہ میں گئے ہیں قبر میں بھی اسی اندوہ

و غم کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں کل قیامت کے دن جب قبرے اٹھیں گے تو اسی اندوہ و مصیبت کو لئے

ہوئے اٹھیں گے۔ قطعہ۔ س

ز در دین ہمہ پیران رہ را محاسنہا بخون دل خناب است

ہمہ مردان دیں رازیں مصیبت بگر آتش دہا کباب است

(دین کے اسی درد سے تمام پیران طریقت کی ریش ان کے خون دل کے خناب سے رنگین ہیں۔

اور اسی مصیبت سے تمام مردان دین کے جگر تشنہ اور دل بھن رہے ہیں)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب اس جماعت کے لوگ قبر سے اٹھیں گے تو اپنے سینوں کا مانتہ کریں

گے اگر اپنے اندوہ و غم کا ایک ذرہ بھی کم دیکھیں گے تو اس قدر فریاد و فغاں کریں گے کہ دوزخیوں

کو ان پر ترس آنے لگے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ س

ہرگز نشود لے بت بگزیدۂ من مہرت ز دل و خیاست از دیدۂ من

گرا ز پس مرگ من بجزوں یابی آں ذوق رستاخواں بوسیدۂ من

(لے میرے محبوب آپ کی عنایتیں میرے دل سے اور آپ کا خیال آپ کی صورت میری آنکھوں سے ٹپک رہی ہے کتنی

اگر میرے برنے کے بعد بھی آپ ڈھونڈیں تو آپ کا ذوق و طلب میری بوسیدہ بڑیوں میں آپ پائیں گے)

اے بھائی! محدث کو قدیم یعنی مخلوق کو ازل سے واسطہ پڑا ہے اور مکان میں رہنے والے کو
لا مکان والے سے سروکار ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اونداد پیش آدم عرش در خاک اونداد
خاک کو جب اس پاک سے سروکار ہوا تو آدم کے آگے عرش خاک پر آگیا۔
محبوب کی کبریائی کا حدودہ، عماری مکان سے منزہ ہے اور یہ محب اور عاشق بیچارہ مکان کی پستی سے
آگے نہیں بڑھ سکتا۔ محب معاملہ ہے کرے تو کیا کرے۔ خاک اڑا تا ہے اور کہتا ہے۔

آنجا کہ تو ای من آمدن نتوانم آنجا کہ منم تو خود نیائی دائم
وہاں جہاں آپ ہیں میں آ نہیں سکتا اور جہاں میں ہوں وہاں آپ خود نہیں آتے یہ میں جانتا ہوں۔
امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام میں کہا ہے۔

یاد ایند لمن نتوانم فیما قد تحیرت فیک خذ بیدی

(اے اپنے معاملہ میں ہر متحیر شخص کے چراغ راہ میں بھی آپ کے معاملہ میں مقام حیرت میں ہوں میری دستگیری فرمائیے)
مصرع۔ گزرتم از دست گریگری دست (اگر آپ میرا ہاتھ نہ تھامیں گے تو میں ہاتھ سے گیا)
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اسی مقام میں یہ نالہ فرمایا یا لیت رب محمد لم یخلق
محمد۔ محب جب محبوب کے لئے استعداد و صلاحیت لینے میں نہیں پاتا تو نیست و معدوم ہو جانے کے سوا
چارہ کیا ہے۔

گر آب زنی بیدہ آن میہاں را ربلی بمرزہ در گہ آن سلطان را
صد بان آری بہ رشوت آن وریاں را گویند خطر نہ باشد ایہ نجا جاں را
(اگر اس میان میں اپنے اشکوں سے چہرہ کاؤ کیا کرو اور اپنے پلوں سے اس دربار کو بھارا کرو اس بارگاہ کے دربان
کو راہنی کرنے کے لئے سینکڑوں جان رشوت میں دیدو تو بھی یہی کہا جائے کہ یہاں جان کی خامس وقعت نہیں ہوتی)
بیچارہ محب لاچار و مجبور اس در پر پڑا ہوا فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے۔

معتشوق منی بے تو نمی آرم زیست در ماں و دال تو نمیدانم چیست
تا عشق فراق کرد دیوانہ دم در عالم کس نیست کہ برین زگریت
(آپ میرے عشق ہیں میں بغیر آپ کے زندہ نہیں رہ سکتا آپ کے وصال کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے یہ بھی نہیں معلوم
آپ کے عشق و فراق نے مجھے ایسا دیوانہ دل بنا دیا ہے کہ عالم میں کون ہے جو مجھ پر نہیں روتا ہے۔)

سبحان اللہ! کہاں یہ مٹی اور پانی کا پتلا اور کہاں یہ کاروبار نفخت فیہ من زیدی
 کے دھڑنے بھکاری کو بادشاہ سے لگا دوسرے کار کردیا، پاکبازان فلک عالم قدس کے رہنے والے جبل انت
 کے بار کو اٹھانے سے عاجز ولاچار رہے وہ اس خاک کے پتلا میں رکھ دیا گیا۔ اسی کو کہا ہے:۔
 غرقے وراے امکان خیال فاسد آئیں ہوس جمال سلطان بدل گدا نشستہ
 (عالم امکان سے بالا اور اس سے اعلیٰ کی تمنا کرنا کس درجہ فاسد خیال ہے۔
 شہنشاہ کے دشمن و جمال کی ہوس بھکاری کے دل میں پیدا ہو گئی ہے)

والسلام

فقیر شرف میری



مکتوب ۹

حق کی راہ اختیار کرنے اور نفس و خلق کو ترک کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ازیں کافر کہ مارا در ہباد است مسلمان در جہاں کتر قناد است

(یہ کافر جس چوہاری خلقت میں داخل ہے اسی کی وجہ سے عالم میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت ساری نفل نمازیں کس طرح پڑھوں بہت زیادہ

روزہ کیسے رکھوں نکار اس کی کہ یہ نفس کافر جو راہ روکے ہوتے ہے اسے کس عنوان سے رامے دور کروں۔

اہل طریقت کا اس کج اتفاق ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مغرب میں ہے

نہ مشرق میں بلکہ عرش و کرسی و لوح و قلم میں بھی نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ خود تمہارے اندر ہے۔

پہلے قرآن کے سنو دنی الفسکما اندلا مقصودن (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) پھر اس جماعت مونیے

سنو۔ اے آنکہ ہمیشہ درجہاں می پویں ایں سخی تراپہ سودا در گوئی

چیزے کہ تو جیاں نشان اوئی باتست ہمیں تو جانے دیگر جوئی

(اے وہ کہ یہاں میں ہمیشہ تو چکر کا شریک تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دے گی۔ جس چیز کی تجھے

تلاش ہے اس کا پتہ تو خود تو ہی بت وہ تو تیرے ساتھ ہی ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے۔)

اور وہ راہ جو تیرے اندر ہے کہ جس پردہ سے تجھے باہر آنا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ تک تجھے پہنچنا ہے "حکماً" اے نفس ناطقہ کہتے ہیں شریعت والے اے روح کہتے ہیں اہل تصوف "صوفیہ" اے روح، نفس، قلب کا نام دیتے ہیں عبارت مختلف ہے معنی ایک ہی ہے اور وہ معنی حقیقت انسان ہے کہ جو حقیقت الوہیت کا مظہر اور آئینہ ہے اسی کو کہا ہے۔ س

تا نیاید جاں آدم آشکار رہ ندانستند سوے کردگار

رہ پدید آمد جو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید

تشنہ از دریا حیدائی می کنی بر سر گنج گدائی می کنی

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہ ہوئی تھی اللہ کی جانب جانے کی راہ کسی کو معلوم نہ تھی، آدم کے

پیدا ہونے پر حق کی راہ ظاہر ہوئی اور اسی آدم سے دونوں جہاں کے مخفی خزانہ کی کنجی ظاہر ہوئی

پیا سا ہے اور دریا سے تلخ دگی اختیار کر رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے، اوگدا گری کر رہا ہے)

معلوم ہے کہ ایک عالم مقدس اور پاک فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ کیوں کرتا

ہے اور یہ خاک خلیفہ کیسے ہو گئی اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اٰی عَلٰی مِثْلِہٖ (بیشک اللہ

نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفت پر پیدا کیا) خود اس پر شاہد و گواہ ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا گیا

تا نیابی جان دور اندیش با کے تواند خواند مردم خویش را

نیت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سرود قد جان پاک

صد جہان پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود

(جب تک تم باریک نگاہی سے دیکھنے والی آنکھ یعنی روح نہیں پالیتے اس وقت تک تم خود کو آدمی

کیسے کہہ سکتے ہو۔ آدمی آب و خاک کا بخوڑ، نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح

ہے۔ وجود میں سو جہان فرشتوں سے بھرا ہوا ایک نطفہ کو آخر سجدہ کیسے کرتا)

لیکن نفس کا نرنے یہ راہ روک رکھی ہے کیا یہ نہیں دیکھا کہ سلطان العارفين بايزيد سبطی رحمۃ اللہ علیہ

نے جب اپنی مناجات میں کہا اِیُّھِی تَکْیَفُ الطَّبَیْرُ بِیْ اِنِّیْکَ (اے اللہ آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے)

ارشاد ہوا دَعِ نَفْسَکَ وَتَعَالَ (نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ) اسی وجہ سے ہے کہ طالبان حق سبحانہ

نعمانی نے ہر اس چیز کو اختیار کیا ہے جس سے نفس کا فرماہ نے اٹھ جاتا ہے اور اس چیز کا اختیار کرنا ان کے لئے فرض عین ہو گیا ہے۔ ان کا یہ فرض فرضِ حالی ہے عقیدہ کی بنا پر نہیں چنانچہ کسی نے زنا را باندھ لی ہے کوئی بتخانہ چلے گئے کوئی شراب خانہ پہنچ گئے اور کسی نے شراب کے ٹسکا پر ہاتھ مارا ان سب کا یہ فعل نفس کا فرماہ ساتھ جہاد اکبر ہے تاکہ نفس کا فرماہ پر یہ چوٹ پڑے اور اسے راہ سے ہٹایا جائے اسی کو کہا ہے۔

وَبَلَدِهِ كَرَحِيَالٍ مَعشوقۃ ماست رقتن بطوافِ کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از دہوے ندارد کنش است بابوئے وصال او کنش کعبہ ماست

(بت خانہ میں اگر میرے محبوب کا تصور اس کا خیال میرے ساتھ رہتا ہے تو طواف کے لئے کعبہ جانا عقل کی روئے غلطی ہو اگر کعبہ میں محبوب کی بو نہیں ملے تو وہ کنشت ہے اور آتش پرستوں کے عبادت خانہ میں اگر محبوب کی بو ملے تو وہی میرا کعبہ ہے) کیا کریں کہتے ہیں اَبی اللہ ان یَکون لِصَاحِبِ النَّفْسِ اِلَیْہِا سَبِیْلًا (نفس تے اتفاق رکھنے والے کو اللہ اپنی طرف راہ دینے سے انکار فرماتا ہے) جب نفس کا فرماہ ہوتے ہوئے کسی کے لئے اللہ تک راہ نہیں ہے تو اس نفس کا راہ سے ہٹانا جس صورت سے بھی ہو طالب پر فرض عین ہو جاتا ہے حال کی بنا پر۔ اہل ظاہر اور عادت پرستان دیکھیں گے اور ہڈیاں بکنے میں مشغول ہوں گے وہ بیچارے جانتے ہی نہیں ہیں اِنَّ فِی الْخَمْرِ مَعْنٰی لَّیْسَ فِی الْعَنْبِ کُرْ اَنْگور کی شراب میں جو معنی یعنی نشہ ہے وہ انگور میں نہیں ہے۔ نہ ہر جو ہلاک کرنے والا ہے اور حرام ہے بہت سے موقع میں دوا ہو جاتا ہے جب طالب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت ازل سے یہ توفیق پالی اور اس نفس کا فرماہ راہ سے اکھاڑ پھینکا تو اس نے اپنا مطلوب پایا اور اس فرحت و انبساط میں یہ نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

مَعشوقۃ عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمیدانستم
گفتم بطلب بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمیدانستم

(مَعشوق تو ظاہر تھا مجھے معلوم نہ ہوا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا میں بے خبر رہا۔ سوچا کہیں اس کی تلاش میں چلوں یہی تو تفرقہ تھا مجھے پتہ نہ تھا) اور جب برادرِ عزیز اس کام سے آشنا ہو گئے ہیں اور اس کام کے مشاہدہ کی استعداد ہو چکی ہے اور ابھی وقت ہے کہ اس کام کی طرف اور زیادہ مائل ہوں اسی بنا پر اہل تصوف کی تمام تصنیفات کا خلاصہ اور نوع بنوع ان کے کلمات اور صوفیہ کے کلام کا مجموعہ مکتوب میں لکھ کر بھیج رہا ہوں لیکن برادرِ عزیز کی جانب سے جدوجہد ضروری ہے تاکہ مقصود تک پہنچ جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیک جدوجہد ہی باید ترا تا در این گنج بکشاید ترا
 زانکہ در راہے کہ رنج آبخاہند بیج شک نبود کہ گنج آبخاہند
 جہد می کن روز و شب در کجے رنج بوکہ ناگاہے بہ بینی روئے گنج
 (لیکن تمہیں بھی جدوجہد محنت و مشقت لازم ہے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تم پر کھول دیا جائے۔ اس
 لئے کہ جس راہ میں محنت و مشقت رکھی گئی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسی رنج و مشقت کی راہ
 میں خزانہ بھی رکھا ہے اسی رنج و محنت کے کوپہ میں رات دن کوشش و کاوش کرتے رہو تاکہ یکایک
 وہ خزانہ تمہارے سامنے آجائے۔)

مطالعہ کے بعد اس خط کو چاک کر دینا تاکہ ہڈیاں بکنے والے یا واگو اپنی یا واگوئی میں ملوث
 نہ کر لیں۔



مکتوب ۹۱

وَالسَّلَام

فقیر شرف مینری

ترغیب و ترہیب غیبت اللہ اور ڈرانے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرزند عزیز قاضی حسام الدین اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفس کے عیبوں کے دیکھنے کی بصارت
 عنایت کرے اور موت سے پہلے ان عیبوں سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے میں مدد فرمائے۔
 اے فرزند! فرعون بعین کے نفس میں خداوند جلّ جلالہ کے مثل، مقابل و مخالف ہونے کا جو
 مادہ تھا اسی کی بنا پر اس نے اَنَادُ رَبِّکُمْ اِلَّا عَلٰی (میں تمہارا بیارب ہوں) کا اعلانیہ دعویٰ کیا اور دوسروں
 کو یہی دعویٰ ہے لیکن ان کا اَنَادُ رَبِّکُمْ اِلَّا عَلٰی کہنا پوشیدہ ہے۔ یہ

ازیں کافر کہ مارا در نہ سادات مسلمان در جہاں کتر فتاد است

(اسی کافر نفس کی وجہ سے جو ہماری سرشت و بنیاد میں ہے دنیا میں صحیح مسلمان کتر نظر آتے ہیں)
 انشاء اللہ تعالیٰ فرزند عزیز زرفتنہ رفتہ اس معنی سے آگاہ ہوتے جائیں گے اور توفیق ایسی دینی

چاہیے کہ اس نفس کا فرکارہ سے اکھاڑ پھینکیں اور بارگاہِ لا الہ الا اللہ تک رسائی ہو جائے اگر خدا
نخواستہ اس نفس کا فرکے ہوتے ہوئے موت آہرچی تو کَمَا تَعِيشُونَ تَمُوتُونَ (جس حال میں زندگی گزاری
اسی حال پر مردے گا) وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَسْرًا نَفْسًا قَسْرًا (شیطان جس کا دوس و مقرب
رہا وہاں بھی قریب رہے گا)۔

سے زائد ہر چیز کے سودا بے توان ست چوں بوردی نقد فرداے توان ست
راحت و محنت ازیں جانی برزند دوزخ و جنت ازیں جانی برزند
(یہاں جس چیز کا تجھے دھن اور جنون رہا مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرے ساتھ ہوگی رنج و
راحت آرام و تکلیف سب یہیں سے لے جاتے ہیں دوزخ و جنت بھی اسی دنیا سے لے جاتے ہیں)
کل قیامت کے دن جب قبرے اٹھائے جائیں گے تو کَمَا تَمُوتُونَ تَبْعَثُونَ (تم جس حال میں مرے
ہو اسی حال میں اٹھائے جاؤ گے) کا معاملہ ہو گا یہی وہ بات جو ایک بزرگ نے کہی ہے من کل الف واحد
للمرحضن وتسعمائة وتسعون للشيطان کہتے ہیں کہ ہر ایک ہزار آدمی جو قبر میں رکھے جائیں گے ان
میں کل ایک آدمی اللہ کے لئے اور بقیہ نو سو ننانوے (۹۹۹) شیطان کے حصہ کے ہوں گے۔ اسی حال میں کہا ہے

سے ہر کرد پریش این مشکل بود چوں تواند کرد از ضد دل بود
کاش کہ ہرگز نہ بودی نام من تا بودے بخش د آرام من
کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نہ کردی گشتہ نفس کافر من
(جس کسی کو یہ شکل آپڑی ہو وہ بیمار اگر سودا رکھتا ہے تو کہہ دیا سکتا ہے۔ سولے اس کے
کہ کہے کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکون اعمال و افعال ہم سے وجود میں نہ
آتے۔ کاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ اس نفس کا فرکے ہاتھوں میں مارا نہ جاتا)۔
داستان بڑی لمبی ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

شب رفت حدیث ابیا نہ رسید شب را پد گنہہ حدیث ابور دراز
(رات ختم ہو گئی میری داستان تمام نہ ہوئی، میری کہانی ہی اتنی لمبی تھی اس میں غریب رات کا کیا تصور ہے)
اب اس بات کی طرف آتے ہیں کہ فرزند عزیز کو اس فقیر سے جو شکر ملن چاہے اس بنا پر اس فقیر
سے منسلک ہونے کا قصد و ارادہ کیا ہے اور طاقیہ کلا، درویشی کی درخواست کی ہے تو اس فقیر نے بھی فرزند
عزیز کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا طاقیہ فرزند عزیز کو بھیجا ہے لازم ہے کہ جو شرائط ہیں وہ بجا آئیں باب

تصوف کے چند درویشوں کو بلائیں جن کریں ان کے حضور میں پہلے پختہ و کامل تو بیہودہ کر میں پھر ایمان کی تجدید کریں پھر مردانہ و اس راہ میں قدم آگے بڑھائیں اور پکے مریدوں کی طرح طاقیہ سر پہ رکھیں اور یہ تصور کریں کہ اس کام میں سر کی بازی لگا دیا ۱۰ نیا کو پس پشت ڈال دیا رخ آخرت کی طرف کر لیا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ پڑھیں اور دروہت شکرانہ ادا کریں اور ہر روز اس جماعت صوفیہ کے لوگوں کے افعال و اعمال و اخلاق سے خود کو آراستہ و پیراستہ اور متجلی بنائیں اور ہمت ایسی کریں کہ ان لوگوں کے مقامات و احوال تک خود کو پہنچا دیں اور ان لوگوں کی نعمت و دولت سے بہرہ ور ہو جائیں دنیا و آخرت دونوں میں ان کی حمایت میں رہیں۔ اس فقیر کے مکتوبات کا نسخہ وہاں دولت آباد میں جس کے پاس ہوا اپنے لئے اس کی نقل کرانیں ہمیشہ مسلسل پڑھا کریں اور بار بار غور و خوض کے ساتھ مطالعہ میں رکھیں انشاء اللہ اس مذہب کے اصول و فروع اور اس گروہ صوفیہ کی روش اور ان کے معاملات اس کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے کیوں کہ قلم زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ "مرید یا تو پیر کی زبان سے سنے یا پیر کے قلم سے معلوم کرے۔ اگر زبان سے سنے میں معذوری ہے تو قلم سے سنانا چاہئے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے اس کام کا طریقہ یہی ہے۔ چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیر وہ کبریت اجر آمدہ است سینہ اذکرا خضر آمدہ است

راہ دور است پر آفت لے پیر راہ دورای بساید را پیر

گر تو بے رہبر سر و آئی براہ گر تہ کو ہی سر و رفتی بچاہ

کو ہر گز کے تو اندرفت راست بے عصا کش کو در رفتن خطاست

گر ترادر دست پیر آید پدید قفل و دردت را کلید آید پدید

(پیران راہ اکسیر ہیں تاجے کو سونا بنانے والے۔ ان کا سینہ سبز سمندر ہوتا ہے۔ لے لاکے راہ پوری

جی اور آنت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تم

کسی راہبر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھو گے تو اگرچہ تم کو وہ پیکر ہی کیوں نہ ہو۔ کنواں میں گر پڑو گے۔

اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاکھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔

اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود ظاہر و پیرا ہو جائیں گے تیرے درد کے تھلا کی کنی تجھے مل جائے گی۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۹۲

مجبوروں، لاچاروں کی امداد کرنے اور حاجتمندوں محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ۛ یہ دنیا تو ان کی عقیبی خری بخسر جان من در نہ تربت بی
(جہاں تک ممکن ہو دنیا کے ذریعہ عقیبی کی خریداری کر لوے میرے عزیز و اگر تم نے یہاں نہیں خریدا تو پھر سرت ہوگی)
عزیزان و محبان جو اس علاقہ میں ہیں ان پر واضح ہو کہ خواجہ حاجی زائر انحرین، حال قندہا
یہ ایک درویش سائب آل و اولاد ہیں معاش کی قلت نے انہیں اضطراب و پریشانی میں ڈال دیا ہے اسی
بنا پر اس طرف جانے کا انہوں نے غم کر لیا ہے جس عزیز اور دوست کے پاس یہ پہنچیں چنانچہ آپ لوگ
اپنے اخلاق کریمانہ سے حاجتمندوں اور ضرورت والوں کی حاجت روائی اور ضرورتیں بھی کر کے ہل رہے ہو گئے ہیں اپنے
لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کیا ہے ان کے پریشان دل کو بھی اپنے اسکان بھر مٹھن کر لیں اور ان کی دل میں فریادیں
حق سبحانہ تعالیٰ آپ عزیزوں کے دلوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ طمانیت عطا فرمائے گا اپنے فضل و احسان سے
آن عزیزان و محبان و نشیں کر لیں کہ دنیا کے عیوب اتنے زیادہ ہیں کہ تحریر و بیان میں نہیں آسکتے لیکن ان عیوب
کے باوجود اس دنیا کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ آخرت کمانے کی کھیتی ہے یعنی مزرعہ آخرت ہے خاص خوش قسمتوں
کے لئے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا اس کی سواری جاتی ہے جو سخاوت دنیا سنی سے سناوا ہوا ہوتا ہے کہ
نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْغَبِ الصَّالِحُ (کتنا اچھا مال وہ ہے جو صالح آدمیوں کے لئے ہے) اسی کو خواجہ
عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے۔ ۛ

چونچ نہیں کر دی ترا دنیا کو مست بس برائے ہیں تو دنیا را در دست
تو بنیاد ز شو مشغول خویش بلکہ درے کار عقیبی گیر بیش

(اگر تم نے ایسا کیا دنیا تمہارے لئے اچھی ہے تو دنیا کو دین کے لئے دوست رکھو۔ تم دنیا میں اپنی دنیاوی منفعت کے لئے مشغول نہ ہو بلکہ اس میں آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کر لو۔)

خصوصاً دولت مندوں، ارباب حکومت، منصب داروں، اور اصحاب قد و منزلت کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ اس سے زیادہ نزدیک اور کون سی ہے چنانچہ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے لئے کتنی راہیں ہیں انہوں نے کہا: موجودات میں جتنے درے ہیں ان کی تعداد میں حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ ہے۔ لیکن کوئی راہ لوگوں کے دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ قریب اور مفید تر نہیں ہے اور ہم نے اسی راہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کو پایا ہے اور اپنے مریدوں کو بھی ہم اسی کی وصیت کرتے ہیں چنانچہ اسی مجلس میں جہاں گفتگو ہو رہی تھی کسی نے کہا اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتا ہے اور نفل روزے بھی بہت زیادہ رکھتا ہے۔ ان بزرگ نے کہا اس غریب نے اپنی راہ کھودی اور دوسروں کے کام کو اس نے اختیار کر لیا ہے لوگوں نے پوچھا یا شیخ! اس کے کام کیا ہیں؟ کہا اس کی راہ اس کا کام ہے کہ وہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور نعمتیں کھا کر بھوکوں کو کھلائے اور قسم قسم کے کپڑے سلا کر سنگوں کو پہنوائے اور برباد و ویران دلوں کو آباد کرائے اور حاجتمندوں، محتاجوں کی دستگیری ان کی حاجت روائی کرے شب بیداری، نفل نمازیں، نفل روزے یہ سب تو درویشوں کے کام ہیں۔ بادشاہوں، امارد و ملوک کے کام نہیں۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



مکتوب ۹۲

چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنا اور اوصاف مسلمانانہ کے ظاہر ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے شدہ ہر دو جہاں از تو پدید

اے جسم و جہاں نہ بدیدار تو

اے جہاں جاں بہت حسین

۱۱۔ دیکھ دو دنوں جہاں تجھ سے ظہور ملے۔ جان جان سے ظاہر نہیں ہوئی جہاں تجھ سے پیدا ہوئی ہے۔

لے وہ کہ جسم و جان سے تیری تقائیری دید نہاں ہے قتل و ہوش تیرے کاموں میں گم اور عجب جز ہیں۔
 لے وہ کہ تو سارے عالم کی جانوں کا جہاں ہے سب تجھ سے عالم حیرت میں ہیں ہزاروں غل تیری حقیقت کی تلاش میں گرداں ہیں
 برادر عزیز کا خط لا پڑھا اللہ کا شکر ہے آپ کے جانے کے بعد یہاں کے کاموں میں خلل پیدا نہ ہوا اور
 کوئی آفت نہ آئی گرچہ اس کا اندیشہ تھا۔

لے بھائی! دوستوں محبتوں، قرابت مندوں، بیوی بال بچوں کی مجبوریاں حق سبحانہ تعالیٰ سے ہٹا کر
 اپنی طرف اگر مشغول کریں تو اسے مَا شَغَلَكَ عَنْ مَلْعَقَتِكَ ذَهَبًا وَطَاغُوتِكَ (جو چیز حق سبحانہ تعالیٰ کی مشغول سے
 ہٹا کر اپنے میں مشغول کرے وہ تہا با بت ہے) کے تحت سمجھو اور جناب خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ کی اقتدا کر دو اور کہو فَاغْنُكُمْ
 عَنِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْعَالَمِينَ (یٰٰذَا اَنْتَ الَّذِیْ سَاۤءَ الْخَبْرُ بِمَنْ یُّرِیْهِمْ شَمْسٌ مِّنْ سَوَآءٍ اَلشَّرِبِ الْعَالَمِیْنَ) چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں۔

مردِ مجز حق چو زناں گزستی خشم جبر نیلست نباید اندر چشم

(اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں نہیں تم دشمن جانو یہاں تک کہ تمہاری آنکھوں میں جبر نیل کی بھی سمائی نہ ہو)
 جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ میں آخر تم نے سنا ہے کہ جناب جبریلؑ کو جواب دیا اِنَّا اِنَّا فَاغْنُ
 (عاجت تو ہے لیکن آپ نہیں) شرع کا فتویٰ ہے الوفیق ثما الطہیق (دین کی راہ میں ایک رئیس مسافر موافق حال کا
 ہونا پسندیدہ ہے اگر ایسا رفیق ملے۔ ایسے لوگ ملے کہاں ہیں۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یار ہمدرد بس عجیب بود در بدست آیت غریب بود

پس نہ گو گفتم اندہ شیار آں عاشق یار در راہ ریا راز

(ہمدرد رفیق، شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اگر مل جائیں سمجھ لو ایک نادر خیر مل گئی۔

اس راہ کے دشمنوں نے بھی بات کہی ہے کہ گھر کے لئے معاون اور راستہ کے لئے رفیق دراہر پائے)

لَنْ يَكْفُرَ بِالطَّاعُوتِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

(تو جو کوئی انکار (کفر) کرے خدا کے علاوہ ہر اس چیز سے جس کو پوجتے ہیں اور خدا پر ایمان لائے تو بیشک اس
 نے مضبوط پکڑ لیا اللہ کی رسی کو)

لے بھائی! یقین کرو جب تک یہ کفر نہیں ہوتا یعنی کفر بالطاغوت نہیں ہوتا یوں باللہ کا
 جمال کوئی کیسے دیکھتا اور طاغوت کیا ہے مَا شَغَلَكَ عَنْ مَلْعَقَتِكَ طَاغُوتٌ یعنی بت وہ ہے جو جس حق تعالیٰ سے
 ہٹا کر اپنے طاغوت مشغول کرے۔ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ طاغوت ہے۔

ایک درویش نے طاغوت کی تصریح میں کہا ہے کل امیر نفسہ ہر شخص کا نفس اسکا طاغوت یعنی بت
 ہے یہاں "کفر" تبریٰ یعنی نفرت و بیزاری کے معنی میں ہے اس معنی میں کہا ہے ۔
 کفر اندر خور خود قاعدہ ایمان ست آسان ساں بکافری توں رفت
 (کفر خود اپنی ذات سے ایمان کے قاعدہ میں ہے کافری سے آسانی کے ساتھ نہیں کر سکتے)
 عاشق بہشوق، عشق یہ کثرت کا عالم ہے بلاشبہ وحدت کا عالم تو ایک ہی ہے اس شعر میں
 اسی کا اشارہ ہے ۔

دردوئی عقل راست پیچا پیچ چشم ایماں ددوئی نہ بیند پیچ
 گرد گرد و احد کارے بود ورنہ بیشک رنج بسیارے بود
 (دردوئی دیکھنے ہی میں عقل کے لئے الجھن اور عجیبیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ دو نہیں دیکھتی ہے
 اگر مدد اند ہو جائے یعنی کثرت میں وحدت ہو جائے تو کام ہو گیا ورنہ بلاشبہ بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے ۔)
 دل مطمئن رکھیں اور اپنے کام میں لگے رہیں جس طرح کہا جائے اس پر عمل کرتے رہیں یہاں تک کہ وہ وقت
 آجائے کہ تمہیں سارے جہان کے لئے ہم ایک نمونہ بنادیں الی اخرہ ۔
 اُمید ہے جلد ہی اس کفر تک رسائی ہو جائے گی اور جب اس کفر تک پہنچ گئے تو حقیقی مومن ہو گئے پھر
 غیر کا وجود ہی نہیں ہوگا اور جو چیز بھی تمہارے اندر ظاہر ہوگی وہ اس کے عالم سے ہوگی اور تم پیچ میں ایک
 نشان کے طور پر ہو گے ۔

چون ز جسم و جان بروں آئی تمام تونہ مانی حق بسا ندوالسلام
 جب تم جسم و جان ظاہر و باطن سے کامل طور پر مکمل آئے تو پھر تم کہاں ہے بسا ندوالسلام
 بی بیسمہ و بی بیصور و بی بیطش و بی بعمشی (میں بندہ کی شنوائی، بینائی اس کی جان اس کا چلنا
 ہوتا ہوں) کا اشارہ اسی طرف ہے وَمَا رَمِيتْ اِذْ رَمِيتْ وَلٰكِنْ اَمْلَہُ دَعٰی (وہ تیرے جو آپ نے پھینکا وہ آپ
 نے نہیں پھینکا اللہ نے پھینکا) کی رہنمائی بھی اسی جانب ہے ۔

باتوچوں رُخ بہ آئینہ مصقول نہ از رہ اتحاد اور دئے حلول
 (آئینہ دل اگر صاف و شفاف ہے تو تیرے چہرہ کی طرح اس میں وہ نظر آئے گا حلول و اتحاد کی طور پر نہیں بلکہ حقیقتاً)
 اور احوال معانی میں سے جو چیز غلبہ پیدا کرے اور تمہارے باطن کو بھر دے تو سب کو گھونٹ جاؤ اور
 جوش میں نہ آؤ اور اس کی محبت کے مقام سے حل نہ ہونے اور ملے اور ملے کا نعرہ لگاؤ ۔ امام شبلیؒ

کایہ کہنا یاد دیکھیں زحمتی تحیثاً (مے تھیر ہونے والوں کے چراغ ماہ میری حیرت اور بڑھائیے) زیاتی
کا تقاضہ ہی تو ہے۔

گر تو صد دریا در آشیامی بزور ہچو کوہی باش چوں دریا مشور
(اگر تو سو دریا اپنی طاقت سے گھونٹ جائے تو بھی پہاڑ کی طرح ساکن رہ دریا کی طرح شور نہ کرے)
اور بھی بکھا ہے کہ جب اپنے اندر غور کرتا ہوں تو خود کو کامل طور پر ختم پاتا ہوں، دو گانہ شکر ادا کیجئے
اے گردش کہتے ہیں اس کے بعد روش عنایت فرمائی جائے گی اور اس کے بعد کشمش کی دولت حاصل
ہوگی کہ جو اللہ جل شانہ کی کششوں میں سے خاص کشش ہے یعنی جذبہ من جذبات الحق تواری
مسل الثقلین اپنا جمال جہاں آرا دکھلائے گا۔ اسی منزل میں سیر طیر سے بدل جاتی ہے اپنے مال کے
مطابق یہ شعر سنو۔

در جہان معرفت بالغ شدی از خود و از ایں دآن فانی شدی
(معرفت کی دنیا میں تم بالغ ہو گئے اپنے آپ سے اور سب سے فانی ہو گئے)
اے بھائی! اقرار و تصدیق تو تمہاری اپنی صفت ہے جب صفت باقی رہی موصوف بھی
باقی رہے گا اور یہ کثرت ہوگی وحدہ لا شریک لہ کیسے ہوگا۔
مصرعہ۔ "غوغا بود و بادشاہ اندر ولایت۔" ایک ملک کے اندر دو بادشاہ ہوں تو بدنامی ہوگی
إِنَّمَا أَنَا وَامَّا أَنْتَ (یا میں یا تو)

اے صدف جوئی جو ہر لدا جام جاں را بنہہ بسا حل لا
تا بجاروب لا نہ رو بی راہ نہ دسی در سرے الا اللہ
(مے وہ شپ تو لا کا موتی ڈھونڈتا ہے تو اپنے جان کے پیانے کو لا کے ساحل پر رکھ دے
جب تک لا کے جھاڑ دے راہ نہیں بھارتا الا اللہ کے خیمہ تک نہیں پہنچ سکتا) اور خواجہ عطار کی
جان پر اللہ کی رحمت ہو جو۔ فرمایا ہے۔

ایچ ہستم می ندانم یا نسیم چوں ہمہ ہم دوست آخر من کنم
(میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں میں نہیں جانتا جب سب کچھ وہی ہے آخر میں کون ہوں؟) یہ مسئلہ سب کے
لئے مشکل رہا ہے کیا کیا جائے یہ ایک معما ہے۔

سریت در آن زلف تو سربستہ نگارا لیکن چو تو اں کر دک با مانکشائی

(اس میرے محبوب آپ کی زلف میں ایک ایسا راز ہے کہ جو گہرے سے گہرا ہے کیا کیا جانتے کہ آپ وہ راز مجھ پر نہیں کھولتے)
 چنانچہ کچھ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ توحید کو جو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کرنا دوسروں کے زندہ
 رکھنے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ ربوبیت کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ راز اگر ظاہر ہو جائے تو نبوت باطل
 نظر آنے لگے احکام نبوت کا ظاہر ہونا ایمان کی قوت، شریعت کا قیام اس راز کے پہاڑ پر ہے، دین کا
 نظام اور اصلاح و تدبیر اسی طرح باقی رہ سکتی ہے۔ **وَالْحَقُّ غَالِبٌ عَلَى السَّوْءِ** "عالم" یعنی علوم تین قسم کے ہیں
 علم ظاہر جسے اہل ظاہر کے سامنے بیان کیا جاسکتا ہے۔ علم باطن جسے اہل باطن کے سوا اور کسی کے سامنے نہیں
 کہا جاسکتا ہے۔ اور غیر علم وہ ہے جو اس علم کے ماحول کرنے والے اور اللہ کے درمیان راز ہے اور وہی
 حقیقت ایمان ہے۔ اس علم کو اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں کے سامنے نہیں کہا جانا چاہیئے۔

لے بھائی! تحریر و بیان میں تو وہی علم آسکتا ہے جہاں علم و عقل کی گنجائش ہو اور جہاں علم و
 عقل ہی دامن مفلس ہوں وہاں اس کا کیا ذکر۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں جنیں کا بے کہ در پیش آمدست علم مفلس عقل درویش آمدست

(یہ علم جس کے ماحول اللہ کے بارے میں اس کام سے علم مفلس، مینوا عقل ہی دامن نادار ہے)

چنانچہ لکھا جاسکتا ہے اس کا نشان ان اشعار سے سنو شاید کسی دن اس مقام تک تمہاری رسائی

ہو جائے انشاء اللہ۔

عشق برتر ز عقل و از جانش لی مع اللہ وقت مردان ست

کفر و دیں عقل ناتمام بود عشق با کفر دیں کد ام بود

عشق را امر و زور و سرور کے بود کفر و دیں ایں جا و آنجا کے بود

(عشق عقل و جان سے بالاتر ہے لی مع اللہ وقت لا یسعی ملک مقرب مردان خدا کے خاص

اوقات ہیں۔ کفر و دیں کہ سمجھنے میں جب عقل ناقص ہے، عشق تو کفر و دیں سے بہت آگے ہے۔

عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے کفر و دیں میں یہاں اور وہاں کا سوال کہاں ہوتا ہے۔)

یہاں پر دل میں کچھ دوسرا آسکتا ہے۔ اسے بھائی! تم جانتے ہو کہ ذمہ داریاں عقل کے دائرہ و حدود

میں ہوتی ہیں اگر آدمی عقل کی حدود میں ہے تو ذمہ داریاں ہیں اور نہیں ہے تو شرع کی پابندی نہیں ہے عشق

کے اطوار عقل کے طور و طریقہ سے بالاتر ہوتے ہیں اسی کو کہا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ ست بیدلاں را عشق تشریف آمدہ ست

(عقل والوں کے لئے شرع کی پابندیاں ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)
 الْعُشْقُ جُنُونٌ اِلٰہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) جو مرداریاں عقل والوں پر ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتی
 ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرماید سند از دیوانہ زرد
 (دیوانہ سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہے)
 تو تو ای مہر و کیں از اں آمد تو تو ای کفر و دیں از اں آمد
 ایں ہمہ رنگہاے بد نیز نگ خم و حدت کند ہمہ کز نگ
 (دوستی و دشمنی تمہاری توئی کی پیماوار ہے، کفر و دین بھی تمہاری توئی کی بنا پر ہے۔
 یہ تمام رنگارنگی اپنی رنگینوں سے جو بھری ہوئی ہے توحید کے خراب سب کو یک رنگ کر دیتی ہے)
 اتنا بھر جو لکھا گیا وہ اسی قسم کو ظاہر کیا گیا ہے جب اس جماعت صوفیہ کے کلمات اور ان
 کے اشعار مطالعہ کریں گے تو اس حقیقت کو سمجھ سکیں گے اور ترقی کریں گے یہاں تک کہ وہ وقت آجائے
 گا کہ اس اصل تک پہنچ جائیں گے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ علم و عقل سے آگے اور کوئی معاملہ ہی نہیں
 ہے جب آدمی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو سب کچھ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت
 ہے۔

عشق با سر بریدہ گوید راز زانکہ داند کہ سر بود غماز
 (عشق ان لوگوں سے اپنا راز کہتا ہے جن کے سر جدا ہوتے ہیں اس لئے کہ سر کے ہوتے ہوئے آنکھ اشارہ اشارہ
 میں راز کہہ دیتی ہے۔)



وَالسَّلَام
 شرف منیری

مکتوب ۹۲

عاجزی انکساری اور دوستوں سے موافقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام

شرف گیری جو اپنی خطاؤں سے شرمندہ اور اپنے قصوروں سے خجل ہے اور جب تک زندہ ہے
اسی کی حسرت و ندامت میں رہے گا۔ سلام و تحیت و فوراً اشتیاق کے ساتھ پیش کرتا ہے۔
چنانچہ دردِ دل کا حاضریہ جو درجہ درجہ فراموشی کے وقت کو دیکر وقت یاد آئی
(آپ میرے دل میں ایسے رہتے ہیں جیسے حیم میں جان اور رگوں میں خون ہوتا ہے۔ ایسا کوئی وقت ہی نہیں
ہوتا کہ میں آپ کو بھولوں جو دوسرے وقت یاد آئیں۔)

عرض ہے ملک حسام الدین کئی بار آئے تھے آپ برادر کا سلام پہنچاتے رہے اسے میں نے اپنے
لئے دولت ابدی اور سعادت سرمدی تصور کیا الحمد للہ علی ذالک۔ جب وہ واپس گئے تو ان کی معرفت ایک
مکتوب میں نے آپ برادر کی خدمت میں بھیجا ہے انشاء اللہ مل گیا ہوگا۔ چونکہ آپ مقام بستالہ میں رہتے
ہیں اور وہ مقام ایک گوشہ میں واقع ہے ہر شخص کی وہاں تک گذر نہیں ہے اور ہر شخص آں برادر تک نہیں پہنچ
سکتا اسی بنا پر خطوط اور تحفے نہیں بھیجے جاتے ورنہ متواتر بھیجتے رہتے۔ یہ چند دن کی زندگی جو باقی ہے اپنی
دلی توجہ اس بے اقبال کی طرف اور اپنی ہمت خاص اس فقیر کے کام میں فرمائیں تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ اس گناہ
سے باہر نکالے کیا کروں مجبور ہوں پاؤں میں بیڑیاں ہیں شریعت اجازت نہیں دیتی وگرنہ اس وقت اسی
حال میں وہاں آجاتا اور اس مسجد کے در پر جہاں آپ برادر قیام پذیر ہیں مجاوری کرتا اور اپنا غم دکھاتا۔
گردست رسد ہزار جاہل در پائے مبارکت فشانم

(اگر مجھے ہزار جان ملے تو آپ کے قدم مبارک میں قربان کر دوں) اگرچہ اس بے اقبال
نے بہت چاہا کہ ہندوستان سے قدم باہر نکالے اس طرح مسلمانوں کی صحبت اور درویشوں کی خدمت میں
رہ کر شاید مسلمان ہو جائے لیکن اس نے موقع نہ دیا آخر کار اس بے اقبال کا حال کیا ہوگا خدا ہی جانتا ہے ابھی
تک زار بندگی گردن سے دور نہیں ہوئی ہے توحید کا جمال دیکھنے میں نہیں آیا اور اہل کفر و شرک کے درمیان
بت پرستی میں عمر گزر رہی ہے جس قدر اپنا جائزہ لیتا ہوں ہر سمت سے دیکھتا ہوں سوائے بت، زنا، کفر،
شرک، نفس کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے فریاد، فریاد، المدد، المدد، المدد۔

اندیں فتنہ کہ فریاد رسد جاں مرا ترک قتال و فرس تند شکارے ماندہ

(معتوق یعنی مایہ جان لہوا گھوڑا تیز رفتار غریب شکار عاجز تھا ہوا ایسے فتنہ میں ہماری جان کس کی

دہائی دے کس سے مدد مانگے) مَنْ قَاتَ الْمُؤْمِنِيَّ قَاتَ الْكُفْرَ (جس سے سولا چھوٹا اس سے سب کچھ چھوٹا گیا)

اس بے دولت کے لئے دونوں جہاں کی مصیبت ہے اور مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا عَمِي تَهُوَ فِي الْآخِرَةِ عَمِي

(جہاں نابینا راہِ آخرت میں بھی نابینا ہی رہے گا) ابھی تک اس بے مایہ کا دامن اس سے نہیں چھوٹا ہے کیا تدبیر کروں۔

کجا روم چہ کنم؟ کراشفیع آرم دے کہ رفت ز دستم چہ گوئد باز آرم
(کہاں جاؤں کیا کروں، کس کو شفیع لاؤں۔ وہ دل جو ہاتھ سے جا چکا ہے اُسے کیسے واپس لاؤں۔)
میرا حال تو عجیب ہے کوئی شیخ کہتا ہے کوئی اگر مرید ہوتا ہے کوئی ملک المثلخ لکھتا ہے کوئی قطب
الاقطاب کہتا ہے اور اس عالی جناب کا معنی اپنا حال یہ ہے کہ ابھی تک گردن سے نفس کی زنارداری نہیں
اُتری ہے اپنی کیا فیضیاتی ہے۔ اس کی جان پر رحمت جس نے کہا ہے۔

صوفی وسیہ پوش شہدی شیخ چلدار ایں جملہ شہدی دے مسلمان نشدی
(صوفی ہونے، سیاہ پوش ہونے، شیخ چلدار بننے یہ سب ہوتے لیکن مسلمان نہ ہوتے۔)
اے بھائی! اس خاکسار بے دولت کا حال تحریر و بیان سے باہر ہے یہ ایک شعر اعتبارِ حثیت
سے میرے حال کے بالکل موافق ہے۔

نمیدانم کلامم بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہند نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم
(میں نہیں جانتا میں کیا ہوں اپنی سیرت تو بس یہ ہے کہ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار)
اس حال میں دوستوں کی طرف دوڑنے اور محتاجانِ خاص کے در پر پڑے رہنے اور ان سے امداد طلب کرنے
کے سوا اور دوسری کیا تدبیر ہے؟ اپنی نعمت و دولت کی زکوٰۃ سے اس مفلس و بے نوا پر عنایت خاص فرمائیں
اور وہ وقت کہ لَصَحَّ اَنْفُ، وَقْتُ کی عبارت سے آراستہ ہے اس میں اس بے دولت کے لئے اس رب العزت
کی بارگاہ سے طلب کریں اور بے کراٹھیں۔ مصرع: ”رستم از دست گزگیری دستم“ (میں ہاتھ گیا اگر سیری دگیری
نہ کی گئی)

در باب دگر تو دنیایاں تا چیز شوم درین خرابی
(میری خبر لیجئے اگر میری خبر نہ لی گئی تو اس شباب میں ویرادی میں میں تباہ ہو جاؤں گا۔)
ہمیشہ اور ہر وقت جبکہ یہ دنیا قائم ہے گرے پڑے دوستوں کو دوستوں اور یاروں نے ہی سہارا دیا ہے
اور انکی دستگیری کی ہے۔ مصرع: ”یار کار افتادہ ریا ریاں ہم از یاراں رسد“ (ناکارہ گرے پڑے دوستوں کو
ہمیشہ دوستوں ہی نے سہارا دیا ہے) اس بے مایہ بے نصیب جو غلطائیں غلطیاں وجود میں آئیں ہیں وہ سب تو ظاہر
معلوم ہیں۔ لیکن عفو و درگزر فرمانے والے کی نظر اس پر نہیں ہوتی اس کی نگاہ تو اپنے کرم نوازش و قربت

کو دیکھتی ہے جو ادبار میں ہوتا ہے اس سے ہمہ دم جفا ہوتی ہے لیکن قبول فرمانے والے کی جانب سے دنیا کا اظہار ہوتا ہے بے دولتوں سے قصور ہوتا ہے دولت والے عزت سے نوازتے ہیں۔

در رحمت خود ہیں و میں در گنہ ما پیر ز گنہ از سر تا ناخن پایم

(اپنی رحمت کو دیکھئے ہمارے گناہوں پر نظر نہ کیجئے۔ میں دوسرے پاؤں کے ناخن تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں)

والسلام (فاکار شریف)

نوٹ: اے سبحان اللہ! نہ ہے عجز و انکسار و انبوہ دولت فیض رحمت مخدوم جہاں اور نہ ہے مقام حضرت شیخ مغربی

رحمہم اللہ و قدس اللہ اسرارہم۔ طفیل ہر دوایں پیراں امید آبر و دارم یہ آن درگاہ قدسی آیتہ لا تقنطوا دام

مخدوم جہاں نے حضرت مولانا کو مکتوب ۱۳۱ میں لکھا ہے۔ آدمی فیض رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھے

اسی قدر عاجزی، کمتری، نیازمندی، انکساری پیش کرے۔ خاکپائے قسیم عفی عنہ

جامع مکتوبات سے جب مکتوبات کی تدوین کی ہوگی اس وقت حضرت شیخ مغربی کا وصال ہو چکا ہوگا۔ اس لئے رحمۃ اللہ علیہ کا

اضافہ کر دیا ہوگا۔ ورنہ ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھنے کے کیا معنی؟



مکتوب ۹۵

عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ فوائد اس خط سے منقول ہیں جو خواجہ عابد ظفر آبادی کے التماس پر سلطان الشرق

نیروز شاہ تغلق کو لکھا گیا تھا جب کہ ان کا کچھ مال ظلم سے تلف ہو گیا تھا۔

حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم حضور رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ منظمہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ ایک

آدی آیا اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا باہر جا کر دیکھو کون ہے۔ میں

باہر گیا ایک نصرانی کو دیکھا کھڑا ہے اس نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں!

پھر وہ اندر چلا آیا اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں خدا نے مجھے لوگوں

کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں انہیں اسلام کی دعوت دوں اگر آپ سچے رسول ہیں تو کسی طاقتور کو کمزوروں

پر ظلم کرنے کے لئے آزاد نہ چھوڑیئے۔ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہارے ساتھ کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ابو جہل نے میرا مال لے لیا ہے۔ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھے وہ آرام کرنے کا وقت تھا۔ سخت گرمی تھی حضور اسی حال میں روانہ ہوئے۔ مگر اس مظلوم کی مدد فرمائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وقت دوپہر کا ہے۔ سونے کا وقت ہے۔ گرمی بھی شدید ہے۔ شاید ابو جہل سو رہا ہوگا اور بہت غضبناک ہو جائے گا۔ حضور نہیں رُکے اسی غصہ کے حال میں روانہ ہو گئے۔ ابو جہل کے دروازہ کو پیٹا۔ ایسا کہ ابو جہل غضبناک ہو گیا اور لات و عزلی جو اس کے بڑے بُت تھے۔ اُس کی قسم کھائی کہ جس نے دروازہ پیٹا ہے اسے قتل کر دوں گا۔ جب وہ باہر آیا دیکھا حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در پر کھڑے ہیں۔ اس نے کہا اندر آجائیے۔ میرے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیج دیا۔ حضور نے غصہ میں فرمایا تم نے اس نصرانی کا مال کیوں لے لیا ہے اس کا مال واپس کر دو۔ اس نے کہا کیا اسی کام کے لئے آپ آگئے کسی صحابی کو کیوں نہیں بھیج دیا کہ اس کا مال میں لے لو اور اتنا حضور نے فرمایا بات زیادہ نہ بناؤ۔ اس کا مال فوراً واپس کرو۔ پھر ابو جہل نے اس کا سارا مال نکال کر اس نصرانی کے حوالہ کر دیا۔ حضور نے پوچھا اے نصرانی! تیرا سب مال تجھے مل گیا۔ اس نے کہا ایک بوری یا بوری سینے کا سوا نہیں ہے حضور نے کہا اس کی بوری اسے لو اور اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جائیے میں اسے پہنچا دوں گا۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز میں نہیں جاؤں گا جب تک اسے واپس نہیں کر دے گا۔ ابو جہل گھر کے اندر گیا۔ وہ بوری نہیں ملی اس سے اچھی بوری لے آیا۔ کہا وہ تو نہیں ملی۔ لیکن اس سے یہ اچھی ہے جو اس کے غصہ میں دے رہا ہوں۔ حضور نے دریافت فرمایا اے نصرانی یہ اچھی ہے یا وہ اچھی تھی؟ اس نے کہا یہ اچھی ہے۔ حضور نے فرمایا اگر تم کہتے وہ اچھی تھی تو ہرگز میں نہیں لوں گا جب تک اس کی قیمت نہ دلوں گا۔

اور ایک دوسری روایت آئی ہے کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن پلِ صراط سے گزرنے میں اس کی مدد فرماتا ہے اور اسے بہشت میں داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مظلوم کو دیکھے اور وہ مظلوم اس سے مدد طلب کرے اور وہ شخص اس کی مدد نہ کرے تو سو کوڑے آگ کے اسے قبر میں لٹکائے جائیں گے۔

اور ایک دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے تو تہتر مغفرت اس کے لئے لکھی جائے گی۔ اس میں سے ایک مغفرت

ایسی ہوگی کہ جس کے ذریعہ دنیا کے کام اس کے بن جائیں گے اور بہتر ایسے ہوں گے جو دین اور عقبی میں اس کے کام آئیں گے۔

ایک اور دوسری روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ شہر کے باہر ایک قافلہ آکر ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت عمر خطابؓ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ چلیں شہر کے باہر جو قافلہ آکر ٹھہرا ہوا ہے اس کی پیروی کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ٹھکن سے چور ہو کر سو رہیں۔ اور کوئی ان لوگوں کے سامان سے کچھ غائب کر دے۔ دونوں حضرات گئے۔ اور رات بھر یہ رہتے رہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ کی صفت سے اس درجہ آراستہ فرمایا ہے کہ تمام مسلمانوں پر وہ رحم فرمانے والے اور ان کا غم کھانے والے ہو گئے ہیں۔

الحمد للہ! آج آپ کی ذات معظمہ و مکرم مظلوموں اور عاجزوں کی پناہ ہے۔ اور عدل و انصاف آپ کے دربار سے عالم میں جاری و ساری ہے آپ کو وہ سعادت حاصل ہے جس کی خوشخبری حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ عاقبت بخیر ہو۔



وَالسَّلَامُ
حَقِیر شَرَفِ مِیْرِی

مکتوب ۹۶

کمال تواضع اور سابق نوازشات میں

داؤد ملک داماد سلطان محمد تعلق کے نام ان کے خط کے جواب میں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

شرف منیری جو سگ بارگاہ علماء ہے سلام تحیت ہزاروں ہزار نجلت و شرمندگی اور ہزاروں ہزار معذرت و سرافگندگی کے ساتھ صدر کی جناب میں پیش کرتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ خیاں سار سگ رو سیاہ کون ہو تب کہ جناب صدر اس درجہ تواضع (عاجزی) کے ساتھ خط میں اس کا تذکرہ کریں۔ لیکن اس! یہ اس حکایت کے مانند ہے جو لوگوں نے شک کیا تجھ میں ایک عیب ہے اس نے پوچھا

وہ عیب کیا ہے؟ کہا تو اپنی خوشبو ہر شخص کو پہنچاتا ہے۔ اہل اور نااہل کی تمیز نہیں کرتا مشک نے کہا۔ میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ شخص کون ہے اور کس رتبہ کا ہے بلکہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ ورنہ یہ اہل دبار و خدلان کون ہوتا ہے کہ جناب صدر اس کو ملک الشائخ قطب الدیاع کے اتفاق سے یاد کر لیں وہ خود کو ایک معتقد کی حیثیت سے پیش کریں۔ افسوس صد افسوس! اس بے اقبال کا معاملہ تو یہ ہے کہ شقاوت وادبار خاک ساری بت پرستی و زنا ر داری کی لعنت سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ اور لوگوں کو اس بے اقبال کے متعلق اور اس مخدول کی منافقی سے دوسرا ہی گمان ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک بزرگ ایک شخص کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کے بعد کسی کی زبان سے یہ سنا کہ شیخ اس شہر میں نیک نام تھا۔ ان بزرگ نے کہا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں ہرگز نماز جنازہ نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ انہوں نے کہا جب تک آدمی منافق نہیں ہوتا نیک نام نہیں ہوتا ہے۔ اور جناب کے القاب و آداب لکھنے کی وجہ میری شہرت ہے تو شیطان عالم میں اس بے اقبال کے کہیں زیادہ مشہور ہے۔

اے صدر بزرگوار! اسلام وہ دین نہیں ہے کہ جو ہر گندے اور ناشستہ رو کو اپنا جمال دکھائے لا یمسہ الا المطہرون (اے طیب و طاہر لوگوں کے سوا کوئی ہاتھ نہ لگائے) ایک عالم کے لئے اپنے در پر لکھ کر لگا دیا ہے وَمَا يُؤْمِنُ اِلَّا شَرُّهُمْ بِاللّٰهِ الْاَوَّلُ وَهُم مُّشْرِكُونَ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی نہیں رکھتے ان کی حالت مشرکوں کی ہے) اور ایک جہان کو اپنی توحید کی بارگاہ سے نکال دیا ہے دین کا کام آنا آسان نہیں ہے جتنا کہ لوگوں نے سمجھ لیا ہے اور شکل بنالی ہے۔ جو لوگ دین کی پناہ میں آگئے ہیں اور ہر چیز کو جیسی کہ اس کی حقیقت ہے دیکھ چکے ہیں اور کاموں کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں وہ التجا کرتے ہیں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا عَدَمًا اَوْ جُودًا (اے اللہ مجھے ایسا عدم دیجئے جس کے لئے وجود ہی نہ ہو) بعض نے تو یہاں تک کیا کہ زنا ر باندھ لی ہے۔ جبکہ وہ میں جانیٹھے ہیں۔ چنانچہ علم و عقل کو کنارہ کر کے وہ سب یہ کہتے ہیں۔

او علم نمی شنید لب بر بستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

(یہاں علمی گفتگو نہیں سنی جاتی اس لئے ب بند کر لیتے ہیں۔ یہاں عقل کی باتیں قبول

نہیں ہوتیں اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں)۔ اور وہ جو کہتا ہے "با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار"

کارا نہی ہے۔ اور اگر آج کوئی رسم و عادت ہی کو اپنا اسلام کہتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس کا جواب ہی کہ

جو کہا گیا ہے۔ ۔۔۔ "فردات کسند خمار کا مشبستی (کل موت کے دن نشہ ٹوٹے گا آج کی رات ہی کرو) اور موت کے درپر فکشفنا عنک غطاءک (جب تیری آنکھوں سے پردہ ہٹے گا) کا مشاہدہ ہوگا تو معلوم ہوگا گا کہ سر پر دستار تھی یا گردن میں زنا۔ اپنے پاس اخلاص تھا یا انفاق۔ ہم عبادت خانہ میں تھے یا بستکہ میں تھے۔ اسی کو کہا ہے۔

سَوْتٌ تَرَى إِذَا الْجَلَى الْغُبَارُ اُتَحْتَكَ نَسْرًا مِنْ أَمْرِ حِمَارٍ

(کل جب غبار چھٹ جائے گا تو صاف نظر آجائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف میزیری



مکتوب ۹۷

مطلوب کی طلب کا اس نئی دولت کے حاملوں سے
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنام۔ مولانا قسیم الدین۔

در کعبہ نمی دھند گریار در بستکہ میاں مہرمن باش

(اگر کعبہ میں ابریاں نہیں ملتی تو بیت خانہ ہی میں بت کے پاس رہو)

اے بھائی! عابد ہونا زائد ہونا دوسری چیز ہے اور درویشی و فقری کچھ اور ہی ہے۔

اذا تم الفقراء فہو امثہ (جہاں فقر مکمل ہوا بس اللہ ہے) زاہدوں اور عابدوں کے گرو کیا گھومتے

رہتے ہو۔ سونا صرف یعنی ہا جنوں کی دکان سے خریدا جاتا ہے بننے اور سبزی فروشوں کی دکان سے نہیں۔

اسی کو کہا ہے۔ ۔۔۔

آپنھی جوئی تو زیجائی مجوی گوہر دریا ز صحرائی مجوی

گرد ہر شہر ہر زہ چوں گردی دل دراں رہ طلب کہ گم کردی

(تم بس چیز کو تلاش کر رہے ہو جسے ان لوگوں میں نہ ڈھونڈ سکو دریا کا موتی جنگل میں نہ تلاش کرو۔)

(سارے شہر میں بے فائدہ چکر کیوں لگا رہے ہو، دل اسی راستہ میں تلاش کرو جہاں کھویا ہے)
 آپ برادر عزیز جس طرف گئے تھے یقیناً وہاں کے لوگوں کے پاس جو سرمایہ ہوگا ان عزیزوں نے
 وہی پیش کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کیا دے سکتے ہیں معلوم نہیں برادر عزیز اس مال و متاع اور سرمایہ کے
 لئے گئے تھے یا حق کی طلب میں۔ اگر اسی متاع و سرمایہ کے لئے گئے تھے تو وہ آپ نے پایا اور مقصود دل گیا۔
 خوش و خرم شاداں و فرحان رہیں سخی رہے، مریدی رہے، خانقاہ و جماعت خانہ رہے، دعوت رہے اور
 روزانہ کا اطمینان میسر رہے اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں گئے تھے تو سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے
 لئے یہ ساری بونجی اور سرمایہ بت و زنا رہیں۔ بر بنائے حال۔ آخر سنا ہے اِلِشْتَغَالُ بِالْعُلُومِ الشَّرِيعَةِ
 وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اُمُورٌ حَسَنَةٌ وَلَكِنَّ شَانَ طَالِبِ شَانَ اَخْسَا (شرعی علوم میں مشغول ہونا اور قرآن
 کی تلاوت کرنا اچھے کام ہیں لیکن طلب حق کی شان ہی کچھ اور ہے)

چنانچہ اس نظم میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ای دریغار و بھی شد شیر تو تشنہ می میری و دریا زیر تو
 تشنہ از دریا جُدائی می کنی بر سر گنجے گدائی می کنی
 گر بکنہ خویش رہیابی تمام قدسیاں را فرع خود بینی مدام
 رافسوس تو شیر ہو کر لوطری بنا ہوا ہے تو پیا سا مر رہا ہے اور دریا تیرے قدموں کے پیچھے ہے۔
 تو پیا سا ہے اور دریا سے علیحدگی اختیار کر رہا ہے۔ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک مانگ رہا ہے
 اگر تجھے تیری اپنی کہنہ اور حقیقت معلوم ہو جائے تو فرشتے تجھے تیرے درخت کی ٹہنیاں معلوم ہوں)
 سبحان اللہ! اگر حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو یافت یعنی پانے کی خوشی نہیں ہوتی تو نایافت
 کی رنج و مصیبت تو ہوتی ہے۔ اور ایک روز کے نایافت کی رنج و مصیبت سے زاہد دل و عابدوں
 کے ستراسی سال کی عبادت خریدی جاسکتی ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو جو۔ انہوں نے کہا ہے
 کفر کا فرادین دیندار را ذرہ دردت دل عطار را

(کفر کا فروں کو دیجئے دین دینداروں کو۔ اور اپنے درد کا ایک ذرہ عطار کے دل کو دیجئے)

اے بھائی! آج درویش فقیر سرخ گندھک کی طرح ہیں۔ سنے تو جاتے ہیں لیکن دیکھنے
 میں نہیں آتے۔ اور زاہدوں و عابدوں سے یہ کام بننے کا نہیں۔ اور اہل ظاہر و اہل رسم و عبادت جو بت
 پرست یعنی نفس پرست ہوتے ہیں ان سے کوئی مقصود کو نہیں پاسکتا۔

درد عشق آمد دوائی مسردی حل نشد بی عشق هرگز مشکلی
 (عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کوئی شکل کبھی حل نہیں ہوئی۔)
 گرتا در دست پیر آید پدید قفل در دست را کسید آید پدید
 (اگر تجھے درد ہے تو پیر خود مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔)
 جب تک درویش فقیر کی تلاش کرتے رہو گے عمر جو کام کا سرمایہ ہے گزر جائے گی اور حسرت و ندامت
 کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

ای در یغا جان و تن در انستم قیمت جان ذرہ نشناختم
 تشنہ می میریم در طوفان ہم و آنکہ آب از چشمہ حیوان ہم
 (افسوس ہم و جان سب گنوا دیا جان کی قدر ذرہ برابر نہیں کی سب کے سب طوفان میں ہیں اور پیاسے
 مر رہے ہیں حال یہ ہے کہ اس طوفان کا پانی آب حیات کے چشمہ سے ہے۔)
 پھر کیا کر لہے جہاں تک ممکن ہو کام میں لگے رہو۔ ابھی وقت باقی ہے۔ اس بے دوستی کے حجاب کو
 جسے نفس کہتے ہیں، ہستی و خودی کہتے ہیں سانسے سے ہٹا دو۔ اور اس کے ہٹانے میں جو چیز بھی حائل ہو
 اس کا ہٹانا حال کے حکم کے تحت تم پر فرض عین ہے۔ خواہ سجد ہو خواہ بت خانہ، خواہ دستار ہو یا زنا ر
 اور وہ مثل یہی ہے ان فی الخمس معالی لیس فی العنب (شراب میں جو ہستی ہے وہ انگور میں نہیں)
 در بستکہ گز خیال معشوقہ است رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست
 گر کعبہ از دلوئے نثار کنش است با بوی وصال او کنش کعبہ است
 (بت خانہ میں اگر میرے معشوق کا خیال رہتا ہے تو عقل کی رو سے کعبہ کے طواف کے لئے جانا غلطی ہے۔
 اگر کعبہ محبوب کی خوشبو سے خال ہے تو وہ آتشکدہ ہے اور کنش میں اگر محبوب کے وصال کی بو ملتی ہے تو وہی بمنزلہ کعبہ ہے)
 اور ایک عزیز نے کہا ہے۔ قطعہ۔

در پردہ ہستی اربمانی از دوست ہمیشہ در حجابی
 در تو ز خودی کنی تبسرا بخود شوی و بد و شتابی
 (اگر اپنی ہستی کے پردہ میں رہتا ہے تو محبوب سے ہمیشہ تو حجاب میں ہے۔ اگر تو نے اپنی خودی
 سے نفرت اختیار کی تو تو اپنی ہستی سے نکل آئے گا اور محبوب سے جا ملے گا۔)
 اور خواجہ غلام مرتضیٰ الشیرازی فرماتے ہیں۔

آنچہ تو گم کردہ ای کثر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پرودہ ای

(تو نے جو کچھ کھو دیا ہے یہ خود تیری کج روی سے ہوا ہے۔ وہ تو تیرے اندر تو اپنی خودی کے حجاب میں ہے۔)

اور اس مصرع کو دیکھو جو کسی نے کہا ہے۔ ع۔ ”دوست در خانہ و ماگر دجہاں می گردم“

(مشتوق گھر میں ہے اور ہم سارے جہان میں تلاش کر رہے ہیں)

کیا بس یہی آب و خاک ہے اس مٹی اور پانی کو کیا دیکھتے ہو اس کو دیکھو جو اس مٹی اور پانی میں ہے اور وہ حقیقت کائنات کا خلاصہ ہے اسے دیکھو۔ پاک اور مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک جہان مٹی کو کیسے سجدہ کرتا۔ اور یہ مٹی و پانی خلیفہ کیسے ہو جاتے ہیں خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سنو۔

تا نسباید جان آدم آشکار رہد استند سوئی کردار

رہ پدید آید چو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی روح ظہور میں نہ آئی حق سبحانہ تعالیٰ کی سمت کسی نے راہ نہیں پائی۔)

جب حضرت آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھل گئی۔ انہیں کی ذات سے دونوں عالم کی کنجی ہاتھ آئی۔)

مجھ سے جو ہوا وہ میں نے لکھ دیا لیکن وللناس فیما یعشقون مذاہب (لوگ جس کو چاہتے ہیں اس مذہب کو اختیار کرتے ہیں) یہ مشہور ہے۔ پتہ نہیں برا در عزیز کا مقصود کیا ہے؟ ہوشیار رہو۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو تمہارا مقصود ہے وہی تمہارا معبود ہے اگر تم ہزار بار زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے رہو اس سے کیا فائدہ۔ ح

گر ہم عالم ثواب تو بود تا تو می باشی عذاب تو بود

(اگر سارے عالم کا ثواب تجھے مل جائے اور تو اپنی خودی کے ساتھ ہی تو تیرے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔)

اب مطلب کی طرف آتا ہوں۔ یہ عجیب راہ ایسا بت پرست اور نفس کا گرفتار ہے کہ

خسر الدنیا والآخرۃ بنا ہوا ہے۔ سوائے اللہ والوں کے دنیا و آخرت میں کوئی معین و مددگار نہیں۔ جان

دل سے اس کا بندہ اور غلام ہوں۔ ان اولیاء اللہ کے سوا اور تمام دوسروں کو سلام علیکم وعلیکم السلام

کے ساتھ معذرت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

منم وبادیہ حیرت و گمراہی پسند تو عنان باز کشای خواجہ کہ ہمراہ نہ

میں ہوں میری ساری گمراہیاں ہیں اور واوئی حیرت ہے۔ اسے بناب والا اپنے گھوڑے کی نگام کھینچ لیں کہ

وَالسَّلَام

آپ میرے ہمراہ ہی نہیں ہیں۔)



مکتوب ۹۸

محبوب کی بلاؤں پر عاشق کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا بایزید کے نام :-

ای آشنای کوی محبت صبور باش بیدار نیکو اں ہمہ برآشنا رود
(لے محبت کی گلی کے آشنا! صابر رہو حسینوں کے جور و ستم عاشقوں پر ہوتے ہیں)

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

اے بھائی! عاشقوں کے سربراہ کو جب دار پر پہنچا گیا تو امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے
مناجات کی۔ کہا خداوند! تو اپنے عاشقوں کو کس لئے قتل کرتا ہے۔؟ جواب ملا تاکہ دیت خون کا
بدلہ پائیں۔ پوچھا۔ آپ کی جانب سے خون بہا کیا ہے۔ جواب ملا۔ میرا جمال اور میرا دیدار ہے۔ من قلنہ
فانا دیتہ۔ اسی کو کہا ہے۔

برورد گہ اوز کشتہ عشق قصہ چہ کنم دو صد ہزار است

(اس کی بارگاہ میں عشق کے مقتولوں کا حال کیا بیان کروں۔ ایک کیا دولاکھ ایسے واقعات ہیں۔)

ایک اندوہ گیس گریہ و ناری کر رہے تھے۔ فرشتہ کو حکم آیا۔ شَدِّ دَعْلِیْہِ الْبَلَاءِ

فَاِنِّیْ اُحِبُّ مَوْتَہُ (اے فرشتو! اے مصیبت و بلا کی اسی شدت میں رہنے دو مجھے اس کا رونا بہت پسند ہے)

حرز و تعویذ و سائے و خانہ یابت کو دک است دیوانہ

ہر کہ جوید ولایت تجرید و آنکہ خواہد ولایت توحید

از درد نش نیابد آسائش وز بردنش شاید آسائش

(حفاظت، تعویذ، عکس اور نقوش یہ سب بچوں کی مورتیاں ہیں یا دیوانوں کا بت ہے جو تجرید کی

قریب پاتا ہے اور جو توحید کی نزدیکی کا خواہاں ہے۔ اسے باطنی سکون و آرام نہیں پائیے

اور نہ ظاہری راحت و چین چاہیے۔

فرعون کو چار سو سال تک سلطنت اور شاہی آرام و راحت ہم نے دی اگر آپ کو کچھ بھی
جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درد و سوز مانگتا تو میں ہرگز نہیں دیتا۔

فرعون را نہ داویم ای دوست در دسر زیرا کہ او نداشت سر در دہائے ما

(اے دوست! ہم نے فرعون کو کبھی سر کا درد بھی نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس کا سر میرے درد کے لائق ہی نہیں تھا)

حدیث شریف ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّ اللَّهَ يُجَزِّبُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ
كَمَا يُجَزِّبُ أَحَدُكُمْ إِلَى الدَّهَبِ بِالنَّاسِ (بلاشبہ اللہ مومنوں کو آزماتا ہے بلاؤں میں ڈال کر جیسے
تم لوگ سونے کو آگ میں ڈال کر باپختے ہو) یہ گھڑی صبر کی ہے اسے مردانہ وار برداشت کرنا ہے۔ اسی کو
کہا ہے۔

جستن مخلص ز غم عشق او در رواو عین ضلال است و بس

خیز و کیش ای بت ہر وی مرا کشتن عاشق نہ و بال و بس

(اس کے عشق کے غم سے چھٹکارا پانے کی تلاش اس کی راہ میں یہ عین گمراہی ہے۔ اسے میرے چاندے

چہرے والے محبوب! آ اور مجھے قتل کر دے عاشقوں کا قتل کڑا کوئی خراب بات نہیں ہے۔)

نص قرآنی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا

وَاصْبِرُوا اس کی تفسیر کی ہے اصبروا بالجسد علی الطاعۃ (جسم سے طاعت میں صبر کیے جاوے)

وَاصْبِرُوا بِقُلُوبِكُمْ عَلَى الْبَلَاءِ (اور صابر رکھو اپنے دلوں کو بلاؤں اور مصیبتوں میں) و صابر و صابر

نم علی الشوق الی اللہ (خدا کی طرف محبت و شوق میں اپنے اسرار کو دل سے نکالے رکھو) ایسے ہی لوگوں کو یہ کہا

جاتا ہے کہ وَاللَّهُ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے)

تو مراد دل وہ دوسیری ہیں رو بہ خویش خواں و شیریں ہیں

(آپ میری دلہن کیجئے اور میری دلیری دیکھتے اپنی لومڑی کہہ دیجئے پھر میری شیر انگلی دیکھئے۔)

الْحَمْدُ لِلَّهِ! یہ دولت برادر عزیز کو حاصل ہوگئی ہے۔ چاہئے کہ مفلسوں، بینواؤں کو محروم نہ رکھیں۔

دُعاء کی قبولیت کا وقت ہے۔ تنہا خوری سخیوں اور فیاضوں کا شیوہ نہیں ہے شَيْءُ النَّاسِ مِنْ أَكْلِ دَخْلٍ

(لوگوں میں وہ اچھا نہیں ہے جو تنہا کھائے)

ای راحت آن دلی کہ در عمر یک لحظہ نبرد اوست بارش

(اے اس دل کی راحت کہ جس نے ساری عمر میں ایک لحظہ بھی اس کی قربت کی باریابی نہیں پائی۔)

وَالسَّلَام
خاکسار شرف منیری



مکتوب ۹۹

معذرت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز نصیر الدین فوجانی دام تقواہ۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام تحیت مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو۔ آپ کا دونوں خط پر عتاب ملا۔ ایک قصور کئے دو عتاب کی اجازت ہے اور اس کا یہ بدلہ کافی ہے۔ اس کے باوجود میری جانب سے معافی کی خواستگاری ہے۔ ازراہ کرم معاف فرمائیں کہ اَلَا عَتَدْنَا رِوَانَ قُلْتُ ثَمَّ اَلَا نُبَدِّلُهَا جَلَّ (مختصر عذر معذرت بھی بڑے بڑے گناہ کی قیمت ہو جاتی ہے۔)

معلوم ہوا کہ برادر عزیز نے چند مرتبہ کرم فرمائی کی اور اس فقر کی ملاقات کو آئے وقت اور بے وقت دونوں موقع سے۔ سنا ہے کہ اس بار بھی برادر عزیز آئے تھے مگر ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ سعی الفتی غیر نافیہ ماقدرہ اللہ واقعہ۔ (آدمی کی کوشش سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ نے جو مقدر کیا ہے وہی ہوتا ہے) اور خفگی و ملامت کے ہم لوگ نشانہ بنتے ہیں۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے

کز پی جانت حکم نیردانی شب بنشت آنکہ روزی خوانی

آنکہ دہای آشنا دازند دل ز چون و چرا حب دازند

(تمہاری جان کے ساتھ اللہ کا حکم لگا ہوا ہے جو تم دن کو بٹڑھتے ہو وہ رات ہی کو لکھ دیا جاتا ہے۔

جن کے قلوب اللہ کے کاموں سے آشنا ہیں وہ اپنے دلوں کو چون و چرا سے پاک رکھتے ہیں)

وقال شاه بن الشجاع من نظراتي الخلق بعينه طالب خصومة معهم ومن نظراتي

الخلق بعين الحق عذراهم فيما هم عليه۔

اے بھائی! نگاہِ حکمِ خداوندی پر رکھو تاکہ سب کو بے اختیار پائیں۔ اور گفت و شنید سے

مخارے ہو جائے۔

دردِ دنیٰ عقلِ راست چھپا تیچ چشمِ ایمانِ دنیٰ نہ بیند تیچ
(دنیٰ۔ یعنی دودیکھنے میں عقل کے لئے اُلجھن در اُلجھن ہے۔ ایمان کی آنکھ میں دنیٰ کی گنجائش ہی نہیں۔)
اے بھائی! آج جو لوگوں کے درمیان جھگڑا۔ دشمنی ہے وہ اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔
اے لوگ غیر خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ سمجھ بوجھ کی یہی کجیِ قصورت اور دشمنی پیدا کرتی ہے۔ اگر نگاہِ صبح
سمت ہو تو ہرگز دشمنی پیدا نہ ہو اور عتاب و طامت کا اظہار نہ ہو۔ وحده لا شریک لہ مودوں
کی توحید ہے۔

قطرہ کو غرتہ دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے نزدیک فدا کے سوداؤں جہان میں کسی چیز کی نسبت کرنا دیوانگی ہے۔)

والسلام

شرفِ منیری



مکتوب ۱۰۰

نبوتِ معنی پر ولایتِ معنی کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کی تحسیرِ رملی۔ پڑھا۔ شیخ سعد الدین حمویہ کے قولِ الولاية افضل من النبوة

(ولایتِ نبوت سے افضل ہے) کی دہ تادلیں جو لوگوں نے کی ہیں معلوم ہوئیں۔

اے بھائی! تاویل کا میدان بہت وسیع ہے۔ اسی وجہ اور اسی جہت سے ہر شخص تاویل کر سکتا

ہے۔ چنانچہ مجموعہ السائرین میں آیا ہے کہ تاویلِ احتمالات کا بیان ہی ہے کوئی قطعاً چیز نہیں ہے لیکن

آپ برادر عزیز کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہونا چاہیئے۔ ہاں! اس کی صورت

یہ ہوگی کہ پیغمبرِ علیہ السلام کے دو رخ ہوتے ہیں یعنی ان کی دو حیثیت ہوتی ہے ایک رُخ حق سبحانہ

کی جانب اور دوسرا رخ لوگوں کی جانب ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حق سبحانہ آسمان سے لیتے ہیں اور اس کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اس کا وہ رخ ہے جو حق سبحانہ آسمان کی جانب ہوتا ہے اس کا نام ولایت ہے اور ولایت کے معنی نزدیکی کے آتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا رخ یعنی دوسری حیثیت وہ ہے جو لوگوں کی جانب ہوتی ہے اس کا نام نبوت ہے اور نبوت آگاہ کرنے کے معنی میں آتا ہے تو دل کے معنی نزدیک ہوا اور نبی کا معنی آگاہ کرنے والا ہوتا ہے ولایت اور نبوت یہ دونوں صفتیں نبی کی ہیں۔ اور ولی ان دونوں صفتوں میں سے صرف ایک صفت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر ولایت نبوت سے افضل تر ہوئی لیکن یہ دونوں صفتیں اس وجہ اور اس بہت سے صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لے بھائی! وہ بزرگ معنی حضرت حمویہ کا ارشاد الولایۃ افضل من النبوة (ولایت نبوت سے افضل ہے) کے بارے میں بعضوں کا گمان اس طرف ہوا ہے کہ یہ بحث نبی اور ولی کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بحث اس بارے میں ہے ولایت کی صفت نبوت کی صفت سے قوی تر ہے یہ نبی کے حق میں ہے۔

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۱۰

قدر علم مکاشفات میں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادر عزیز نے جس بارے میں لکھنے کی درخواست کی ہے علم معاملات کی قسم نہیں

ہے بلکہ علم مکاشفات سے ہے اور علم مکاشفات کو لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

دانی کہ چرا اہل مفاہم و شش اند در نکتہ دل بخو نوری کو شند

مے از کف دوست ہر نفس می نوشند سری بازند و ستر حق می پوشند
 (جلالت ہو و فیا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتے میں خود کو ہمیشہ گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔
 محبوب کے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے ہیں۔ سرگنا دیتے ہیں لیکن حق کا راز نہیں کھولتے۔)
 ہاں! جس مقدار میں بزرگوں نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ محسوس ہونے والے موجودات کو عالم
 ملک کہتے ہیں۔ اور عقل سے دریافت ہونے والے موجودات کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اور موجودات بالوقوف
 کو عالم جبروت۔ اور ان سب جو علیحدہ اور الگ ہے اسے عالم لاموت کہتے ہیں۔ اور اسے اس عنوان پر
 بھی کہتے ہیں کہ ملک عالم شہادت ہے اور ملکوت عالم غیب ہے اور جبروت عالم غیب غیب ہے اور خداوند تعالیٰ
 عالم غیب غیب غیب ہے۔ اس کے بعد اس کی وضاحت اس طور سے کرتے ہیں کہ عالم ملک کی لطافت عالم
 ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں رکھتی ہے اس لئے کہ عالم ملکوت نہایت لطیف ہے اور عالم
 ملکوت کی لطافت عالم جبروت کی لطافت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ عالم جبروت
 انتہائی لطیف لطیف ہے اور عالم جبروت کی لطافت کو ذات پاک خداوند جل جلالہ کی لطافت سے کوئی
 نسبت نہیں ہے کیونکہ ذات پاک خداوند جل جلالہ لطیف لطیف لطیف ہے اور عالم ملک کے ذروں
 میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جبروت جس میں نہ ہو اور اسے محسوس نہ ہو۔ اور ملک ملکوت و جبروت
 کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ خداوند جل جلالہ نہ ہو اور اسے محسوس نہ ہو
 ہے اور اس سے آگاہ نہیں ہے۔ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ وہی ہے جو لطیف مطلق ہے اور جب مطلق
 ہوا تو محسوس مطلق بھی ہوا اس لئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی اسی قدر احاطت بھی زیادہ ہوگی
 اس آیت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ (وہ تمہارے ساتھ
 ہے جہاں بھی تم ہو اور ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔ اسی کو کہا ہے۔ -

آپنجے تو گم کردہ لی کثر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای
 گنجی کہ فلک برای آن سرگردان است آن گنج یقین ترا درون جان است

(وہ جسے تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری گنجی ہے۔ وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنا آپ پردہ بن گیا ہے۔

وہ خزانہ جس کے لئے یہ آسمان چکر میں ہے یقین کرو وہ خزانہ یقیناً تری جان کے اندر ہے۔)

اسی جہت سے کہتے ہیں کہ ملک تیرے ساتھ ہے ملکوت تیرے ساتھ ہے جبروت تیرے ساتھ ہے اور خدا
 وند جل و علا تیرے ساتھ ہے اور اسی بنا پر کہتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت، حقیقت الوہیت کے لئے

کا منظر اور آئینہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

نہیست مردم نطفہ جز آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک
 مدجہاں پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود
 تانیاد جان آدم آشکار رہ ندانستند سوئی کردگار
 رہ پدید آمد چو آدم شدید زد کلید ہر دو عالم شدید
 (آدمی محض آب و خاک کا پتھر نطفہ ہی نہیں ہے۔ آدمی سرے پاؤں تک پاک روح ہے۔
 لاکھوں جہاں فرشتوں سے بھرا ہوا وجود میں ایک نطفہ کو کب سجدہ کرتے۔ جب تک آدم کی جان
 ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے اللہ رب العزت کی جانب راہ نہیں پائی۔ جب آدم پیدا ہوئے
 تو راہ خدا بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کنجی آدم ہی سے ہاتھ آئی۔)

زہنہار گوی بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار
 دیدی کہ بکر عشق رنری علاج بگفت رفت بردار
 مجمع عالمیں ہرگز راز کی باتیں نہ کہو اگر تم عاشق صادق ہو۔ دیکھا۔ منصور نے عشق
 کے نشہ میں ایک راز کھول دیا اور سولی پر چلے گئے۔

والسلام

فقیر مشرف مینری



مکتوب ۱۰۲

اسرا کے چھپانے اور شریعت کی پیروی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں محرم اسرار شدی اندر کار رازی کہ نہانی ست نہانش میدار
 بر بند ہوا از دل و جاں از گفتار در محو خودی سعادت خود پندار
 (جب تم اس کام کے اندر محرم اسرار ہو گئے ہو تو وہ راز جو چہ نہاں ہے اسے پوشیدہ ہی رکھو۔

لائی ہے اور نہ اہل باطن سے۔

سریت مرا تو کہس محرم آن نیست . گر سر برد و سر تو با کس نکشایم

(آپ کے ساتھ مجھے وہ راز ہے کہ جس سے کوئی واقف نہیں جان پلے جائے لیکن وہ ماز میں کسی سے نہیں کہہ سکتا۔)
اگر کوئی اس راز کو ظاہر کر دے تو اسرار ربوبیت کے افشا کرنے کی بنا پر کفر کا فتویٰ اس پر عاید ہو جاتا ہے
ومن صرح بالتوحید فقتلہ اولی من احياء۔ جو توحید کو تصریح کے ساتھ بیان کرے تو اس کا قتل
کر دینا زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ کچھ لوگوں سے یہ معنی منقول ہے۔

زستی گر بجوید رمز عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(مستی و سرشاری سے اگر کوئی اس کے عشق کے اسرار کو کھدے تو اس کی جزا طریقت میں سولی ہوتی ہے)

لے بھائی! مثل مشہور ہے "جو زندہ گوئندہ بود و یا بندہ گنگ" جب تک تلاش و جستجو میں
ہے گفتگو بھی ہے اور جس نے پالیا وہ گونگا ہو گیا۔ چنانچہ حکم بکرم عہد عارفوں کی صفت کی جاتی
ہے۔ سلطان العارفين بايزيد بطامي رحمۃ اللہ علیہ نے راہ میں کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی ہوئی دیکھی
اس پر لکھا تھا صم بکرم عہد۔ آپ نے فرمایا یہ کسی عارف کا سر معلوم ہوتا ہے۔

او علم نمی شنید لب بر بستیم او عقل نمی خرید دیوانہ شدیم

تا توانی با خرد بیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(وہ علمی بحث نہیں سنتا اس لئے لب بند کرے ہیں اس کے یہاں عقل کا دلال کوئی قیمت نہیں رکھتا اس لئے

دیوانہ ہو گیا ہوں۔ جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ۔ عقل کو غارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔

جب حال یہ ہو تو وہاں گفتگو کی گنجائش ہے کہاں؟ اگر گفتگو کا مقام ہوتا تو لب بر بستیم

و دیوانہ شدیم نہیں ہوتا۔ رات دن فصیح عبارت میں بیان کرتے۔ اور سینکڑوں عنوان سے بیان کرتے۔

اور یقیناً دریا گھونٹ جاتے ہیں لیکن ایک سانس ایک لفظ بھی باہر نہیں آنے دیتے۔ چنانچہ شعر ہے۔

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنه رفتند تو از چہ مست گشتی چوں جردن خوردی

(مردان راہ عشق ہزاروں دریا اٹل کبچے آماریتے ہیں اور پھر بھی پیالے جاتے ہیں۔ تم کیسے مست ہو گئے

بب کہ ایک چلو بھی نہیں پینے۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش بند در نکتہ دل بجو خودی کو تشند

می از کف دوست ہر نفس می نوشند سری بازند و ستر حق می پوشند

جانتے ہو موفیا کیوں چپ رہتے ہیں۔ دل کے کتے میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔
 جو بیکے ہاتھ سے شراب کا جام ہر دم پیتے رہتے ہیں۔ سرکھاتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا لاز نہیں کھوتے۔
 اور اس جماعت کے لوگوں سے منقول ہے کہ کچھ ایسی باتیں وہ کہہ گئے ہیں وہ غلبہ مال اور
 سکر وستی کی زیادتی میں کہہ گئے ہیں۔ اس کے لئے وہ خود معذور ہیں کہ العشاق لا یولخذون بما
 صدق منہم عاشقوں پر ایسی باتوں کے ہونے کے سبب موافقہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عاشقوں سے
 جو حرکتیں سرزد ہوتی ہیں وہ امنظراری ہوتی ہیں اختیاری نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کار عاشق امنظراری اوست وال ز فرط دوستداری اوست
 آنچہ نارغ می بگوید بیدلی کی تواند گفت ہرگز عاشقی
 مقلان را شرع تکلیف آست بیدلان را عشق تشریف آست
 قطع دیوانگیاں آزادگی ست جلد گستاخی و کار افتادگی ست

(عاشقوں کے کام بے نظری میں ہو جاتے ہیں محبت کی زیادتی میں ان سے ایسے کاموں کا سد در نہ ہوتا ہے۔
 دیوانہ جو عقل و خرد سے آزاد ہے وہ جو کہہ جاتا ہے ویسی باتیں کوئی صاحب عقل کیسے کہہ سکتا ہے۔
 مقلوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں۔ اور دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و مجد ہے۔
 دیوانوں کے سارے قہقے آزاد روی کے ہیں ساری باتیں گستاخی اور اس کی دیوانگی کی ہوتی ہیں۔)

اے بھائی! اس گروہ موفیا کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کے ساہا سال کے مطالعے سے
 یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ کوئی شخص کتنا
 ہی اونچے مقام اور عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہو یا علم و معرفت سے آراستہ ہو چکا ہو عالم ظاہر و عالم باطن اس
 پر منکشف ہو گیا ہو اس کے باوجود اسے چاہیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کا مقلد رہے حضور
 کی شریعت کی پابندی سے ذرہ برابر غلط نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اباحت کے صحرا اور علول و اتحاد
 کے جنگل میں گر کر ہلاک ہو جائے گا اور اپنا دین بھی برباد کر دے گا جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت تا بدگر دی ازیں درگہ نیافت
 دولت دنیا و دین در گاہ اوست انبیا و اقبلہ فلوت گاہ اوست
 دولت ایں جا جو ویراں بطلب مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی راہ اختیار نہیں کی۔ ایک بیکر کا شمار ہے۔)

لیکن اس بارگاہ سے کچھ نہیں پاسکا۔ دین و دنیا کی دولت حضورؐ کی بارگاہ پاک ہے۔ آپؐ کی غلوت گاہ
تمام نبیوں کا قبلہ ہے۔ دولت حضورؐ کی بارگاہ میں تلاش کرو۔ اور دین کی طلب یہیں کرو۔ وہ بارگاہ
جواہل یقین کا بلجاد مادی ہے وہیں سے سب کچھ مانگو۔

چنانچہ بعض احمق توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی کامل مقتدا پیشوا اور بغیر کسی واقف کار
دانا سے راز راہبر کے اپنی ناقص عقل کے زعم میں اور شیطان کے ورغلانے سے اس راہ میں داخل ہوئے
اور اس خو خوار جنگل میں خود کو ڈال دیا۔ دین بھی برباد کر دیا اور ہلاک ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خود عطار رحمۃ اللہ
علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پیر رہ کبریت احمد آمدہ است سینہ ادجسہ اخضر آمدہ است
راہ دوراست و پیر ز آفت ای پسر راہ دورامی بساید راہبر
گر تو بی رہبر فرد آئی براہ گر ہمہ کو ہی فروافتی بجپاہ
کور کی ہرگز تو اندرفت راہ بی عصاکش کور را رفتن خطاست
گر ترا درواست پیر آید پدید قفل دردت را کلید آید پدید

(پیران راہ سُرخ گندھک معنی اکسیر ہوتے ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمندر جیسے ذخار ہوتا ہے۔

اے لڑکے! راہ طویل اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتانے والا ضروری ہے۔

اگر تو کسی راہبر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جسم والا ہو کنواں میں گر پڑے گا۔

اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے۔ اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے چلنا ہی خطا ہے۔

اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کئی تہجے مل گئی۔)

اے بھائی! باوجود اس کے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حقیقت ہے اور مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

شریعت ہے۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا رہے اور محمد رسول اللہ

قصداً نہ کہے محمد رسول اللہ پیر ایمان نہ رکھے تو کیا وہ مسلمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کا ایمان درست

نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے

ہیں اور محمد رسول اللہ نہیں کہتے جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح حضورؐ کی

شریعت کے بغیر دین و اسلام نہیں ہوتا۔ چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

چوں تو بیماری از ہوا دہوس رحمۃ العالمین طیب تو بس

اودیل تو بس تو راہ مجوی اور زبان تو بس تو یا وہ گوی
سوی حق بی رکاب مصطفوی نرود پایت از پس بدوی
خاک او باش بادشاہی کن آن او باش ہرچہ خواہی کن
ہر کہ چون خاک نیست بردار گز فرشتہ است خاک بر سراد

(جب کہ تو اپنے خواہشات دہوس کامریض ہے تو تیرے لئے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی
طیب کافی ہیں۔ آپ کا اسوہ حسنہ ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے۔
زیادہ گفتگو بند کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سجادہ تعالیٰ کی طرف تمہارے
قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑتے رہو۔ آپ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو۔ آپ کی
امت کہلانے کے قابل بن جاؤ۔ پھر جو چاہو کرتے رہو۔ جو آپ کے در اقدس پر خاک نہیں ہوا
اگر۔ فرشتہ مفت بھی ہے تو اس کے سر پر خاک۔)

لے بھائی! جب تک علم و عقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں بشائخ اور علماء
رضوان اللہ اجمعین کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ جو اس کا منکر ہے وہ دین اسلام سے خارج ہے۔
لیکن ہاں! اگر علم و عقل سے بالاتر کسی سے کوئی کام صادر ہو یا کوئی لطیف مال ظاہر ہو کہ جس کو
عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین اور اس کی عطیہ کسی نہیں ہے۔ بیساک کہاہے۔

در دایشان میت از کسب انعطاست کی شود در جنین از کسب راست
عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں چشیدنی باشد
ان لوگوں کا در کسب نہیں۔ یہ اللہ کی دین و عطیہ ہے۔ ایسا در کسب و کمائی سے کسب حاصل
ہوتا ہے۔ عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔

اسی لئے کہتے ہیں العشق جنون الہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں پر
جو ذمہ داریاں ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتیں، اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا۔
جیسے دیوانہ سے ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ ایسا شخص معذور ہوتا ہے۔ اس عالم میں جو مال اس
پر گذرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اس حال کا پتہ دیتا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است
در عشق آمد دوا ہی سردی عل نشد بی عشق ہرگز مشکلی

(عقل والوں کے لئے مشرق کی ذمہ داریاں ہیں۔ دیوانوں کے لئے عشق کی خلعت ہے۔ عشق کا

درد ہر دل کی دوا بن کر آتا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی شکل مل نہیں ہوتی)

دیگر۔۔۔ چوں در آمد وصال راحلہ سرود شد گفتگوی دلالہ

(جب وصال کا حال پیدا ہو گیا تو درمیان دلالہ کی آمد و رفت ختم ہو گئی۔)

خداوند تعالیٰ اور اس کے دیوانے عاشقوں کے درمیان وہ معاملہ ہوتا ہے جو ہوتا ہے

اور وہ راز فاسرار ہوتے ہیں جو ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شرع کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے

سریت ہر بات کو کہ کس محرم آن نیست گر سر بردستر تو با کس نکشایم

(مجھے آپ کے ساتھ ایک ایسا راز ہے کہ کوئی بھی اس کا محرم نہیں۔ سر برم ہو جائے تو ہوجائے لیکن میں وہ

راز نہیں کھوتا۔)

لیکن اور دوسرے لوگ جو اس درد سے خالی ہیں اور ان کا یہ حال نہیں انہیں اس راہ میں آنکھوں

نفعول گفتگو کرنا کہ میں عاشق ہوں یا اہل وحدت ہوں ان کی یہ کہ اس دین اسلام سے قدم باہر نکالنا ہے

نعوذ باللہ منہا اشد اپنی پناہ میں رکھے۔ اسی طرف یہ اشارہ ہے۔

کفر کا فریادیں دیندار را ذرۂ دردت دل عطارد را

ذرۂ درد خدا در دل ترا بہتر از مسرد و جہاں حاصل ترا

طعن کاں پاکبازان را دہند ہر گز آں کی نونسیا زان را دہند

(کفر کا فر کے لئے دین دینداروں کے لئے۔ عطارد کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہیئے۔

خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پونجی بہتر ہے۔

جو لقمہ پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو کب دیتے ہیں۔)

آج ہر نا اہل نفعول کو اس کرتا ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے اور اہل وحدت ایسے ہوتے ہیں حال

یہ ہے کہ نہ انہیں عشق کی خبر کہ وہ کیا ہے اور نہ اہل وحدت کی کہ وہ کیسے لوگ ہیں۔

اسے بھائی! یہ کام نا اہلوں کے نہیں ہیں اور نہ یہ کام وہ ہے کہ کچھ جزو کاغذ میں تم نے مسد

طلاق و عناق کو پڑھ دیا اور بس۔ یہ علم ہی دوسرا اور اس گروہ کے لوگ ہی دوسرے ہیں ماسی کو کہا ہے

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفیقن براہ حق و گراست

(یہ تمام علوم عالم ظاہر کے ہیں۔ خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی کچھ اور ہے۔)

ہم لوگ جو مادر زاد بد قبالی ہیں کو یہ دولت کون دیتا ہے۔ ہمارے تمہارے لئے تو بس یہی ہے کہ
خاک سر پر ڈالیں اور اپنے ادبار کے غم و اندوہ میں لگے رہیں۔ تم بھی میری موافقت کرو۔ اور یہ اشعار پڑھو۔

کاش کہ ہرگز نیرادی مادر م
تا نکدی کشتہ نفس کا فرم

بروغفلت روزگارم چوں کسبم
بر نیاید بیچ کارم چوں کسبم

خاتقا گر اہل عادت بودہ ام
باری آخر در شہادت بودہ ام

گردر آید یکسیم از سوئی تو
پائی کو باں جاں دہم در کوئی تو

(کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں میں قتل نہ ہوتا۔ میری زندگی غفلت

میں گزری اب کیا کروں کوئی کام نہیں بنتا کوئی صورت نہیں نکلتی اب کیا کروں۔ اے میرے

پروردگار اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہو گیا ہوں پھر بھی آخر کلمہ شہادت تو پڑھتا ہوں۔ اگر آپ

کی جانب سے نسیم لطف کا ایک مجز کا آ جائے تو میں رقص کرتا ہوا آپ کے کوچہ میں جان دیدوں۔)

مکتوب میں اختصار کیا گیا ہے۔ پھر بھی اُمید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے

سے کافی فائدہ حاصل ہوگا۔ استغفر اللہ عن الزلل والخلل و اقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بلہ اللہ میں تو یہ کرتا ہوں مگر ای اور نقصان کی باتوں سے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہوں

و السلام

حقیقہ شریف منیری



مکتوب ۱۰۳

افسوس و اندام کے اظہار و وسوسے دفع کرنے میں

امین خان کے نام:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

برادر عزیز کے خط کا مضمون منکشف ہوا۔ جواب حاضر ہے۔

لے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی میں ہیں۔ آج سارے جہان میں ایمان کمزور ہو چکا ہے اور مومن نایاب سرخ گندھک ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے بڑا اسلام غریباً وسیعاً بد ۱ اسلام شروع میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا زمانہ ہی زمانہ ہے۔ کیا کیا جائے۔ ہم لوگوں کو مصیبت کی خاک اپنے سروں پر ڈالنی چاہیے۔ اور اپنے غم و اندوہ میں وقت گزارنا چاہیے۔ یہ کام مردوں کے ہیں ہم مخمٹوں کے نہیں۔ اب کیا پوچھتے ہو۔ وہ دولت ہم بے اقبالوں کو کہاں نصیب۔ وہ حضرات جو ارباب بصیرت اور اصحاب سلوک ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں۔

نمی دامنم کرامانم بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں تو پھر ہمارا نام لکھا کر لیا جائے۔ لے بھائی! وہ حضرات جو ان کاموں کے کرنے والے اور اس کے اہل تھے وہ ہمارے درمیان اٹھ چکے ہیں۔ آج مٹی بھر جا ہوں کی قوم اپنے گھنڈ میں گن اور خود کو ان لوگوں کی صورت و شکل سے آراستہ کئے ہوئے علم و معرفت کا دعویٰ کر رہی ہے اگر ان کے اندر غور کرو تو انہیں خود اپنے کفر کی بھی خبر نہیں ہے ایمان کیا ہوتا ہے یہ کیا جانیں۔ اسی کو کہتے ہیں جیسا کہ اس مصرع میں ہے۔

”جہانی پر زبیاں از میاں رختہ“ (ایک عالم بیماروں سے بھر گیا ہے اور معالجین اٹھ چکے ہیں) یہی وہ رمز ہے جو کہا گیا ہے۔

صحبت نیکان ز جہاں دور گشت خوان مسلحانہ ز نبور گشت

(اچھے لوگوں کی صحبت دنیا سے دور ہو گئی۔ شہد کا دسترخوان کھیوں کا گھر بن گیا۔)

خواجہ حسن بھری قدس اللہ سرہ العزیز کے مہد پاک میں کسی نے آپ سے پوچھا حضرت! حضور مینا مہر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کیسے تھے۔ فرمایا وہ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ سب دیوانے ہیں اور اگر وہ حضرات تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ شبابین ہیں۔ یہ حال جب حضرت خواجہ حسن بھریؒ کے زمانہ میں تھا جو صحابہ کے عہد سے بالکل متصل تھا تو یہ دو تہیں میں ہم لوگ ہیں اس کے بارے میں کیا کہا جائے خسروؒ کی جان پر رحمت ہو کیا خوب کہلے۔

خلق گویندم بروز نار بندای بت پرست در تن خسرو کدای رگ کہ آں ز نار نیست

(لوگ مجھے کہتے ہیں اے بتوں کے پجاری باز نار باندھے خسرو کے بدن کی وہ کون سی رگ ہے جو زنا نہیں) اور وہ جن لوگوں نے داڑھی سر کے بال منڈوائے زنا باندھ لی ہے بت خانہ میں یا شراب خانہ میں

جانیٹھے ہیں اس میں ہی راز ہے اس شعر میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔
 بر درخت بقائے دو جہانی از رہ کفر در سلمانی

(دو فوج جہاں کی بقا کے درخت پر کفر کی راہ سے سلمانی میں داخل ہوئے ہیں)
 یعنی نفس کافر کو ہلاک کر کے مسلمان ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے خود اپنے آپ کو دیکھا۔ ان کی نگاہ
 کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی۔ دیکھا کہ سب کچھ غرور، گھنڈا، زنا، دعویٰ اور کجواس ہے۔ اسلام نہیں۔
 اس لئے کہ سلمانی دوسرا ہی کام ہے۔ اور مسلمانان دوسرے ہی پرندہ ہوتے ہیں۔ اس شعر میں سی طرف اشارہ
 ہے۔ صوفی و سبز پوش شادی پیر چلہ دار ایں جملہ شادی ولی مسلمان نشدی
 (صوفی ہوئے سبز پوش ہوئے شیخ چلہ دار ہوئے۔ یہ سب ہوئے نیکن مسلمان نہ ہوئے۔)

حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو انمردوں کو سارا غلط جان ایمان ہی
 کی وجہ سے ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اور تم اس پر مغرور ہو کہ میں مومن ہوں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ایمان کا
 جمال دیکھو تو کسی مومن کو تلاش کرو۔ تاکہ وہ کفر کے زنا کو تمہاری گردن سے کاٹ دے۔ اس وقت تم ایمان
 کا جمال دیکھ سکتے ہو۔ اور سارے جہان میں یہ آواز بلند کر سکتے ہو۔

آں کس کہ تراندیداد، سیچ ندید و آں کس کہ ترانیافت اد بیچ نیافت
 (جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا اور جس نے آپ کو نہیں پایا اس نے کچھ نہیں پایا۔)
 اب تم نے یہ جان لیا کہ ہم بے اقبالوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ابھی وقت ہے۔ ان بکان و لوگان
 رات دن اپنے کاموں کا غم کرنا چاہیے۔ اور ہر وقت حسرت کی خاک اپنے سر پر ڈالنی چاہیے اس لئے کہ ناامید ہو کر معطل
 ہو جانا اس کام میں شرط نہیں۔ خوب کہا جس نے کہا۔

اندریں رہ اگر تو اں نہ کنی دست و پای بزن زیاں نہ کنی
 (اگر اس راہ میں تودہ نہیں کرتا تو ہاتھ پاؤں چلا مارہ یعنی کوشش میں لگا رہ اور اپنا نقصان نہ کر)
 ہاں! اگر مردوں کا ایمان نہیں ہوا تو کم سے کم بوڑھی عورتوں اور مخنثوں کے ایمان جیسا تو لیا
 ہو۔ کیا کیا جائے۔ اگر دولت کا آفتاب غروب ہو گیا چراغ تو ہے۔ اسی سے روشنی لی جائے، ورنہ کیا ہم کو
 اور کیا فرعون کیا غمزد کیا یہود کیا نصاریٰ۔

جہد کن پیش از اجل ای خود پرست
 گر شود یک ذرہ خلت حاصلت
 تا ز خلت ذرہ آری بدست
 باز خند و آفتاب دولتت

(اے خود پرست! موت سے پہلے کوشش کرتا کہ اس کی محبت کا ایک ذرہ تو حاصل کرے۔ اگر ایک ذرہ برابر بھی دوستی اور محبت تجھے حاصل ہوگی تو اس دولت کا آفتاب تجھ پر سکرا آہوار روشن ہوگا۔)

اے بھائی! آج اس دنیا سے جو ایمان سلامت لے جاؤ وہی مرد ہے۔ اور وہی ہمارے زمانہ کا جنید و شبلی ہے۔ باقی سب سب سودائی اور فضولی ہیں *إلا ماشاء اللہ*۔ رحمت اس کی جان پر ہو جس نے کہا ہے۔

زین گو نہ کہ حال نا پسندیدہ است حسن رخ تو چہ لائق دیدہ است
وصلت کہ بکیقباد و کسریٰ نرسید سودا است کہ دردماغ شوریدہ است

(جب کہ ہمارا حال اس درجہ نا پسندیدہ ہے تو آپ کے چہرہ انور کا حسن ہماری آنکھ کے لائق کیسے ہو سکتا ہو۔ آپ کا وصل جب کیکباد اور کسریٰ کو میسر نہیں ہوا تو یہ ایک جنون ہے ہمارے دماغ میں سایا ہوا ہے۔ قصہ طویل ہے اور مکتوب مختصر ضرورتاً اختصار کیا گیا ہے جیسا کہ کہا ہے۔)

شب رفت و حدیث مایا یاں نہ رسید شب را چو کند حدیث مایہ و دراز

رات گزشتی اور میری کہانی ختم نہ ہوئی۔ اس میں مات کا کیا قصور ہے میری حکایت ہی بہت طویل تھی۔ ایک خاص بات :- اے بھائی! مشائخ جو لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کا طریقہ کار سنت اور جماعت کے اصول پر رہا ہے۔ ظاہری کاموں میں جیسے طہارت، نماز، روزہ، حج اور جن کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے ان میں شرع کے ظاہری اصول پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور سب کو ظاہری شرع پر بجا لاتے ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں دوسو سوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائیں اس لئے کہ کہتے ہیں جو دوسو میں مبتلا ہوا وہ ہادیہ (دوزخ کے گڈھے) میں گر پڑا ایسا کہ وہاں سے باہر آنا مشکل ہے۔

گر درے خواہی کہ بکشاید ترا و آنچه جوئی روئے بنماید ترا
از در چنغیہ آخسر زماں ہمچو حلقہ سرگر و اں یکشاں

(اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر دروازہ کھول دیا جائے اور جس حُسن کی تجھے تلاش ہے اس روئے انور کی تجلی تجھ پر ہو تو حضور بنیامیرؑ خزانہ ان علیؑ علیہ وسلم کے در اقدس سے زنجیر کی طرح نگارہ ایک لہو کے لئے بھی الگ نہ ہو۔)

روایت آتی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے برتن سے دھو لیا ہے اگرچہ شراب ان لوگوں کے یہاں حلال ہے اور ان کے گھروں کے برتن شراب سے کم ہی عالی

رہے ہوں گے اس کے باوجود امیر المؤمنین نے ظاہری حکم پر عمل کیا یہ نہیں سوچا برتن ان کا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں شراب رکھی گئی ہو۔ اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے گذرے ہیں جو ننگے پاؤں پھرتے تھے اور اسی حال میں نماز ادا فرماتے تھے، یہ نہیں خیال کرتے تھے کہ ننگے پاؤں رہا ہوں شاید کہ نجاست لگ گئی ہو نماز کیسے پڑھوں؟ جب کہ ظاہر اُکسی طرح کی آلودگی نہ تھی تو ظاہر شریعت کے حکم کو کافی سمجھا اور اس طرح کی بہت سی روایتیں صحابہ تابعین، متقدمین اور متاخرین سے منقول ہیں مکتوب میں کتنا لکھا جائے۔ لیکن اس کام میں اصل چیز دل کو کہ ورت سے پاک کرنا اور بُری صفتوں سے صاف کرنا ہے کہ حقیقی جواب یہی ہے اور اس جواب کے ہٹانے میں ان بزرگوں نے بے انتہا اور سید کوششیں کی ہیں ایسا کہ دن میں ستر بار مردہ صفت ہو گئے ہیں اور پھر زندہ ہوئے ہیں اسی بنا پر وہ لوگ جو دیکھنے میں آدمی کی صورت میں ہیں لیکن عادات و خصال میں شیاطین صفت ہیں ان بزرگوں، مردانِ راہ کو دیوانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ دیوانہ و پاگل کون ہے خود کہنے والے ہیں یا یہ لوگ۔ اے کاش سارا جہان ان دیوانوں کی طرح دیوانہ ہو جاتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مانند یفتہ کار در کار اے پسر کے زکار افتادگی مانی خبر
(اے ملکہ جب تک تجھے کام سے واسطہ دوسرے کار نہیں ہوئے تجھے اس کا جو بیاور اس کی نگاہی کیسے ہوگی)
ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا آپ نے خدا کو کب پہچانا؟ فرمایا جس وقت لوگوں نے مجھے دیوانہ کہنا شروع کیا۔

تا توانی باخسر دبیگانہ بخش عقل را غارت کن و دیوانہ بخش
(جہاں تک تجھے ہو سکے عقل سے دور ہو جا، عقل کو غارت کر دے اور دیوانہ ہو جا)
اے بھائی! مشائخ دین کی اقتدا کرو اور خود کو دوسو سوں (ادام و غیرہ شیطانی خیالات) سے محفوظ رکھو تاکہ شیطان کے ہاتھ میں نہ پڑ جاؤ اور اگر گرفتار ہو گئے ہو تو جلد اس سے خود کو نکال لو جب تک کام ہاتھ سے نہیں نکلا ہے، طاقت ہے اس کا علاج کرو۔ اس طرح کہ جب تم چاہو کہ نماز کی نیت سے جانناز پر کھڑے ہو تو منہ نماز کی نیت کرنے کے قبل چند مرتبہ یہ دُعا پڑھو بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَہن اللّٰہِ وَالِی اللّٰہِ دَعِی اللّٰہِ فَلِی تَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اللہ کے نام سے، اللہ کے لئے، اللہ کے لئے، اللہ کی طرف اور اللہ ہی پر یمنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے) اور جب دوسو سے زحمت دیں تو ہر لمحہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ سینہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کرو اور جتنے بار وضو کر دو وضو کا بچا ہوا پانی دوسو کے دفع

کی نیت سے ایک گھونٹ پی لو اگرچہ دس مرتبہ بیس مرتبہ وضو کرنا پڑے۔ اور دوسرے یہ چاہئے کہ بغیر وضو کے نہ کچھ کھاؤ نہ پیو اور اس پر پابندی کرو تاغذ نہ ہو کہ اس میں بے انتہا فائدہ ہے ہیں اور اس کی برکت بے شمار ہے اور یہ چار رکعت نماز دو رکعت کر کے جو علیحدہ سے لکھی جاتی ہے اس فقیر کا تحفہ ہے اس کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ اس نماز کو عشاء کے وقت وتر کے پہلے ادا کریں اور دونوں دو گانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد دس بار پڑھیں پہلی رکعت میں سلام کے بعد سو مرتبہ یا وھاب پڑھیں اور پھر اٹھ کر دوسری رکعت اسی طرح ادا کریں اور سلام کے بعد سو مرتبہ یا فتاح پڑھیں اور اللہ سے امید رکھیں کہ اس دو گانہ کی برکت سے تمام دینی اور دنیاوی کام حسب خواہش بن جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔



والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۰۲

دُشمنوں کے تھسا اعتقاد کرنے میں

ملک مفرج کے نام :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گرچہ چندان سیماں کار داشت کز زمین تا عرش گیر و دار داشت

مسکنت را قدر چوں شناخت او قوت از زنبیل بانی ساخت او

رجناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت اس درجہ تھی کہ زمین سے آسمان تک عمرانی کرتے تھے لیکن

مسکنت کی قدر جب آپ نے پہچان لی تو تھیلے بٹنے اور اسی سے اپنی غذا حاصل کرتے۔

میرے عزیز بھائی ملک مفرج زادت خیراتہ، حسناتہ، وغیرہ شایاتہ، و خطباتہ، کاتب

مکتوب فقیر حقیر شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ اگرچہ برادر عزیز ظاہر اس لباس میں ہیں دل مطمئن رکھیں کیوں کہ آپ کو عقیدت

اور واسطہ مسکینوں سے ہے اللہ تعالیٰ اس میں اور افزائی فرمائے۔ بحضرت ابنی صلی اللہ علیہ وسلم والہ الامجاد
لے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس عظمت و جلالت کے
باوجود کہ آپ کے حق میں فرمان ہے **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ** (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا
نہ کرتا آپ کی دعا یہ تھی **اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مُسْكِنًا وَاَمِتْنِيْ مُسْكِنًا وَاَحْشِرْ نِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسْكِيْنِ**
(اے اللہ تو مجھے مسکین زندہ رکھ اور اس عالم سے مسکین لے جا اور مجھے اٹھا مسکینوں کے ساتھ)

ملک دنیا را کہ بنیادے نہند گرچہ بس عالی است برائے نہند
(ملک دنیا کی بنیاد جو رکھی گئی ہے گرچہ بہت عالی ہے مسکین اس کی یہ بنیاد ہوا پر ہے۔)
ہرچہ بینی جز خیالے بیش نیست ہرچہ دانی جز محالے بیش نیست
(جو کچھ تم دیکھتے ہو ایک خواب ہے اور کچھ نہیں اور جسے تم کچھ سمجھتے ہو وہ کرد و جلد سے زیادہ نہیں۔)
لے بھائی! فقر اور مسکینیت یہ اسرار خداوندی میں سے ایک راز ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مروج
کی رات عالم ملک و ملکوت میں جو کچھ ہے سب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا
گیا لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا **اَلْفَقْرُ مُخْزِيٌّ** (فقر ہی میرا فخر ہے)
جناب آدم علیہ السلام کو سجود ملائک فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا اور آکھوں بہشت کی سلطنت آپ کے
تحت تصرف میں دیدی گئی آپ کی نظر فقر و مسکینیت پر پڑی آکھوں بہشت گہیوں کے ایک دانہ کے عوض بیچ
دیا اور فقر و درویشی کا خر قبہ بن لیا۔

جان آدم چو بستہ فقر سوخت بہشت جنت را بیک گندم فروخت
(جناب آدم علیہ السلام کی جان جب فقر کے راز سے روشن ہو گئی تو آکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم
کے عوض بیچ دیا) جناب سلیمان علیہ السلام کی مسکینیت مشہور ہے جیسا کہ کہا ہے اور ان دو اشعار
سے روشن ہے۔

گرچہ چندان سیلماں کار داشت از زمین تا عرش گیر و دار داشت
مسکنت را قدر چو لبناخت او قوت از زمیل بافی ساخت او
اللہ کا شکر ہے کہ یہ تمام اخلاص، صفات اور معاملات بہت زیادہ برادر عزیز کی ذات میں موجود
ہیں، خدا کا شکر کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن برادر عزیز کا حشر مسکینوں کے زمرہ میں ہوگا اور
حق سبحانہ تعالیٰ برادر عزیز کو اپنے فضل سے ان کاموں میں استقامت عطا فرمائے اور دن بدن اس

میں انفرادی و قلمی بخشے اپنے فضل و احسان سے۔ ماقب و ماتمت بخشید ہو۔

والسلام
شرف میری

*

مکتوب ۱۰۵

شغل... لا حول ولا قوۃ الا باللہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید نہ کار آب و خاک است کار دل صاف زبان پاک است

لے خواندہ خدا سے را بعبادت دوری ز حقیقت شہادت

تا کے یہ زبان حسد پرستی اس نیست مگر ہوا پرستی

(توحید کا تعلق مٹی پانی کے پتلے سے نہیں اس کا تعلق تو صاف و صفات دل اور پاک روح سے ہے۔)

لے عادت کے طور پر اللہ کا ذکر کرے اللہ کا ذکر کرے اللہ کی حقیقت سے تو بہت دور

ہے کب تک صفت زبان سے خدا پرستی اللہ اللہ کرتے رہو گے یہ صفت خواہش پرستی ہو خدا پرستی نہیں۔)

کاتب مکتوب شرف میری کا سلام و دعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے تم عزیز کی تمام کیفیت بیان کی تم عزیز پر دل فرخ ہو

میری جانب سے قبولیت ہے لیکن راہ پر چلنا ہی تم عزیز کا کام ہے جب مشائخ رضوان اللہ علیہم کا طریقہ

لیا ہے تو رسم کے بت کو توڑ دینا چاہیے (یعنی رسمی عبادت کو چھوڑ دیجئے) اور عادت کے زنا کو کاٹ

ڈالے اور راہ طریقت میں قدم صدق کے ساتھ رکھے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں ہمت بلند کیجئے

کیونکہ بے ہمت مرید کبھی کسی منزل پر نہیں پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دون ہمت استخوان جوید پنجو شیر مغز جاں جوید

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہم جو خورشید از بلندی فرو شد

ہر کہ از ہمت دین راہ آمد است گر گدای می کند شاہ آمدہ ست

دکینی ہمت والا کتا ہڈیوں کی تلاش میں رہتا ہے شیر کا پنجہ زندہ جان کی تلاش کرتا ہے جو ہمت والا ہو گیا
وہ آفتاب کی طرح بلند ی میں کیا و فرد ہو گیا۔ جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگر وہ گداگری کرتا ہے
جب بھی وہ بادشاہ ہے۔

لیکن اسے عزیز اس راہ کا علم اہل طریقت ہی کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت کے عالم ہیں
یہ علم ان کی صحبت و خدمت میں حاصل ہوتا ہے علماء دنیا سے نہیں وہ تو دین کے راہزن ہیں اسی کی طرف
اس شعر میں اشارہ ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفیق براہ حق دگر است
آں ہوائے کد پیش ازیں باشد رسم و عادت بوند نہ دیں باشد
واسطہ ایں قوم را برخواست است قول ایشان لا جرم لہن است است

(یہ سارے علوم تو مختصر عالم ظاہر کے ہیں اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ یہ سب
خواہشیں جو اس راہ میں آنے سے پہلے تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں تھا۔ جبکہ
اس جماعت کے لوگوں کے درمیان سے واسطہ ختم ہو گیا ہے تو یقیناً ان کا قول ان کا فرمان سب درست ہو گا۔
تو جس کی ہمت ایسی ہو کہ جو عادات اور خواہش پرستی سے نکل کر خدا پرستی میں پہنچ جائے تو اس گروہ کے
علماء جو آخرت کے عالم ہیں اور علماء اُمّی سمانبیاء مبنی اسوئیل (میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل
کے نبیوں کی طرح ہیں) کے امتیازی طغریٰ کے حامل ہیں ان کی صحبت کی دولت طلب کرے تاکہ ان کی
خدمت میں رہ کر دن بدن ان کی نگاہ خاص سے محرمات محمودات یعنی بری صفتیں اچھی صفتوں سے
بدل جائیں اور گردش حاصل ہو جائے اور ان کی صحبت و تربیت کی برکت سے نفس کافر سے رستگاری
ہو جائے اور اسلام کا جمال دیکھے اور توحید حقیقی تک پہنچ جائے اور بارگاہ وحدہ لا شریک راہیں یسانی
ہو جائے اور موجد حقیقی بن جائے اسی کو کہا ہے۔

اوصاف ذمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

چوں نیستی تو شد محقق نیز وہمہ نعرہ انا الحق

(جب بری عادتیں اچھی صفتوں میں تبدیل ہو گئیں تو تیری جتنی مشکلیں تھیں سب حل ہو گئیں

جب تیرا فنا تیری نیستی یقینی ہو گئی تو پھر نعرہ انا الحق انا الحق اُنٹھنے لگا۔)

ہر کرا آن آفتاب ایں جابجاست آنچہ آں جاوعدہ بود انجلیافت

ایں جاست نہایت طریقت ایں ست خلاصہ حقیقت

(جب کسی پر وہ آفتاب حقیقت یہاں تاباں ہو گیا جو کچھ وہاں کسے دعوے وہ سب اس نے یہیں پایا۔

یہی وہ مقام ہے جو طریقت کی انتہا ہے یہی حقیقت کا خلاصہ ہے جو مسلمانوں کی عاقبت و فاقہ و خیر و

وَالسَّلَام



مشرق منیری

مکتوب ۱۰۶

بلندی ہمت میں

(بعبارت دیگر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہد کن تازہ نیست بہت شوی در شراب خدامت شوی

نیست کن ہر پہ راہ و راہے بود تادوت خاۓ خگا بود

(کوشش کرتا کہ نیست سے بہت ہو جائے اور شراب توحید سے سمت ہو جائے اپنے رسم و روش عقل

و تدبیر سب کو فنا کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے) یحشر الناس یوم القیامۃ علی نیبائہم

(لوگوں کا حشر قیامت کے دن ان کی نیتوں پر ہوگا)

اے بھائی! آج اپنا جائزہ لو اپنے اندر غور کرو دیکھو اگر تمہارے اندر حق سبحانہ تعالیٰ

کی طلب غالب ہے تو عاشقوں کے ساتھ تمہیں اٹھائیں گے اور اگر تمہارے باطن میں بہشت کی

محبت اور خواہش غالب ہے تو تمہارا صالحین کے ساتھ حشر کریں گے اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب

و محبت غالب ہے تو دنیا والوں میں تمہارا حشر کریں گے اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود تا بد راہ و صامت آں بود

(اس دنیا میں جس چیز کے ساتھ ترا خیال والبتہ رہا ہے ابد تک تجھے اسی میں رہنا ہے۔)

لے بھائی! وہ لوگ جو ارباب ہمت ہیں انہوں نے دنیا و آخرت دونوں کو اپنی ہمت کے سلسلے سے یہ کہتے ہوئے ہٹا دیا ہے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ مردان راہ کی طلاق دی ہوئی چیز ہے اور وہ نمرود و فرعون کے ہاتھ کی صافی (تولیا) ہے اسے ترک کر دینا فرض عین ہے۔ ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گرچہ خاک شد (جو شخص اس دار دنیا سے پاک ہو گیا وہ نور مطلق بن گیا اگرچہ صورتاً خاکستر ہے۔)

بہشت میں جتنی چیزیں تیار کی گئی ہیں وہ سب جس و خواص کی لذت اور اس کا حصہ ہیں جتنی چیزیں ہیں وہ ان پانچ خواص سے جدا نہیں ہیں یا کھانے کی ہیں، سونگھنے کی ہیں، دیکھنے کی، پہننے کی یا سُننے کی ہیں اور بہائم جانوروں کو ان سب میں شرکت ہو سکتی ہے۔ تو جس میں جانوروں کی شرکت ہو اس سے دُور رہنا چاہیئے یہ ادنیٰ درجہ کی گراوٹ ہے نہ کہ اعلیٰ ہمتی ہے۔

ہمت کیا ہی خوب چیز ہے اس خاک کے پتلے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دوں ہمت استخوان جوید پنجنہ شیر مغز جاں جوید
گس و گر بہ سوئے خواں پونید سگ و زاغ اند کا استخوان جوید

(کینی ہمت والا کتا ہڈیاں ڈھونڈتا پھر تلے شیر کا پنچہ تازہ جان کی تلاش میں رہتا ہے۔

بلی اور مکھیاں دسترخوان کی طرف لپکتی ہیں کتے اور کتے میں جو ہڈیوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔)

ہمت بھی کیا ہی بلند چیز ہے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں الجنة سبحن العارفين كما

ان الدنيا سبحن المومنين (جنت عارفوں کا قید خانہ ہے جس طرح دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے)

لے بھائی! اگر دیدار کا وعدہ بہشت میں ہونا مقرر نہ ہوتا تو ان عارفوں کی زبان پر بہشت

کا ذکر نہ آتا۔ منقول ہے کہ سلطان اعارفین بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کی زبان پر اگر دنیا کا ذکر آجاتا تو وضو فرماتے اور اگر بہشت کا ذکر آجاتا تو غسل فرماتے لوگوں نے سوال کیا۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟

فرمایا دنیا ناقص وضو ہے بر بناے حال۔ اس کا ذکر وضو کا ٹوٹنا ہے وضو کے ٹوٹنے کے بعد وضو کرنا

ضروری ہے اور بہشت شہوتوں کے پورا ہونے کی جگہ ہے اس کا ذکر جنابت ہے۔ حال کے حکم کے

مطابق۔ یہ باتیں مردوں کی ہیں مخفثوں کی نہیں ان باتوں میں کوئی دخل نہ رہے فہمبول بحث نہ کرے

وہ جو میدان جنگ میں تلوار کھانا اور تلوار چلانا جانتے ہیں اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ جو شریک کھانا

اور قبور میں کاپیالہ چاٹنے والے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہیں یہ سب بے با بر کیسے ہوں گے۔ بھکاری

اور بادشاہان مساوی کیسے ہوں گے خبردار عاشقوں اور مردوں کو اپنی رکیک عقل کے مختصر سے ترازو پر نہ تو لو کیوں کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہاری عقل کے ترازو پر تو بے جائیں۔ جہاں عشق کا آفتاب طلوع ہوتا ہے وہاں عقل کے ستارے گم ہو جاتے ہیں ہم لوگوں کے لئے ان بزرگوں کے حال وحوال پر ایمان رکھنے اور اس کی تصدیق کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند

(پاکبازوں کی غذا کا لقمہ نئے نیاز مندوں کو کہاں دیا جاتا ہے۔)

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم فتن براہ حق دگر است
حرف کو کا غذے سیاہ کند دل کہ تیرہ ست کے چو ماہ کند
گر تر اور دست پر آید پدید قفل در دست را کلید آید پدید

(یہ سارے علوم اس مختصر عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو صرف کاغذ کو سیاہ کرتا ہے وہ دل جو تاریک ہے اُسے کب ماہ تاباں بناتا ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر مل جائیں گے اور تیرے درد کا مداوا ہو جائے گا۔)

والسلام

فقیر شرف میزی



مکتوب ۱۰۷

عمر رفتہ پر افسوس و رگزرے ہوئے حال پر تدامت میں (ب عبارت دیگر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس معزز کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

در کوے بیتاں رفت ہمہ عمر درینا چوں برہمن پیر بیت خانہ بانذیم

(و اے حسرت و افسوس بتوں کے کوہ میں ساری عمر گزر گئی۔ بوڑھے برہمن کی طرح تنگدہ میں پڑے ہے)

لے بھائی! جو شخص اپنے غم و اندوہ میں مبتلا ہو اور جس کا حال اس درجہ خراب و خستہ ہو

کہ وہ بیچارہ یہ کہے۔

نمی دامنم کرامتم بدیں صورت گرفتارم نہ من ہندو نہ مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم
(میں نہیں جانتا میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)
وہ دوسرے کو کیا یاد کریگا اور کیا کسی کو تلقین کریگا۔ ہاں بھائی ایسا ہی ہے آپ ہی کی طرح اس
اطراف کے بھی بعض اور عزیزوں نے دل چھوٹا کر لیا ہے اور جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف تنہا
آپ ہی نہیں ہیں کہ جس نے دل چھوٹا کیا اور کسی نہ کسی طرح اظہار خفگی بھی۔

اے بھائی! عمر ختم ہونے کو آئی موت آپہنچی آخرت کا سفر سامنے ہے اس امر کے خوف و حسرت
نے دبوچ رکھا ہے کہ جس وقت ملک الموت آجائیں گے اور وہ پوچھیں گے کہ الٰہی اقبض روحہذا العبد
بالسعادة اثم بالشقاوة پروردگار اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر کچھ نہیں معلوم
کہ اس وقت جواب کیا آئے گا جو اس حیرت سے متحیر ہو وہ اپنے آپ میں کہے گا اسی کو کہا ہے۔

زندہ سابقہ نہ دامن چسیت خواندہ فاقہ نہ دامن کسیت
بدانیک شد چو پذیرستی نیک ماگشت بد چو بگریستی

(پتہ نہیں تقدیر میں کیا لکھا جا چکا ہے، فاتر کس حال پر ہوگا یہ بھی معلوم نہیں۔ میری تمام برائیاں
نیکیاں بن جائیں اگر آپ قبول فرمائیں اور میری تمام نیکیاں برائیوں میں تبدیل ہو جائیں اگر آپ کی پکڑ ہو جائے)
اے بھائی! کام انتہائی مشکل ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور بولتے اور
سننے ہیں اور وقت گزارتے ہیں۔ نقل ہے: ایک عارف موت کی سکرات میں اٹھے لوگوں نے پوچھا
کوئی آرزو ہے تو فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا ہے تو عَدَمًا لا وجود لہ ایسے عدم کی جسکا کہ وجود ہی نہ ہو۔
اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لواثرین ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لسنح (اگر میری تمام امت
کے ایمان کو ابوبکرؓ کے ایمان سے دزن کریں تو ابی بکرؓ کے ایمان کا پلہ وزنی ہو جائے) وہ فرماتے تھے کاش میں درخت
کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھائیں۔ اور وہ جن کا رتبہ یہ تھا کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا
(ہم علم کے شہر ہیں اور علیؓ اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے تھے کاش ہم اپنی ماں کے جسم کا خون ہی ہتے
یہ خود ان لوگوں کا حال ہے جو سارے عالم کے پیشوا اور دین مسلمانوں کے سرداران ہیں۔ اور وہ جو بت خانہ
میں پیدا ہو بت خانہ میں پرورش پائی اور بتوں کے آگے سجدہ میں عمر تمام کی وہ کیا کہے اور اس کا مال
کیا ہوگا؟ اس بیچارہ پر رحمت ہو بلکہ شہ رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانان ہم
 اے برہمن باودہ زد کردہ اسلام یا چون گمراہ را در پیش بت ہم نہایت
 (بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس کے باوجود کب تک خود کو مسلمان کہلاتا رہے گا
 اے برہمن مجھ اسلام کے روئے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے۔ کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بتوں کے سامنے
 آنے کی بھی راہ نہیں ہے۔)

یہ تمام حال خود اپنا لکھا گیا ہے یہ کوئی عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے۔

والسلام
 فقیر شریف بنوری



مکتوب ۱۰۸

برے عادات و خصال کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں از و طہارت کن
 (اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاک کر دو دین کے علاوہ جو بھی ہے سب سے طہارت کر لو۔)
 اے بھائی! دوزخ اور بہشت دونوں کے بہت سے دروازے ہیں۔ تمام پسندیدہ باتیں
 اور اچھے کام بہترین اخلاق بہشت کے دروازے ہیں اور گندے اقوال و افعال اور برکتیں نا پسندیدہ
 اخلاق دوزخ کے در ہیں اس سبب کہ آدمی کو راحت و آسائش جو پہنچتی ہے وہ پسندیدہ یعنی اچھے اقوال و
 افعال سے پہنچتی ہے اور تکلیف و رنج جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ اس کے اقوال و افعال نا پسندیدہ اور
 اخلاق سے پیش آتا ہے اور جو شخص آج برے اقوال و افعال اور اخلاق و عادات و خصال سے نکل لیا اخلاق
 حمیدہ اور اقوال و افعال پسندیدہ سے آراستہ ہوا وہ دوزخ سے نکل آیا اور بہشت میں پہنچ گیا اس لئے
 کہ دوزخ کو بڑی باتوں اور بڑے کاموں اور بڑے عادات و خصال سے سروکار ہوتا ہے اچھی باتیں پسندیدہ
 کاموں اور عمدہ اخلاق سے نہیں جیسا کہ کہا ہے۔

دائما درخوئے ناخوش ماندہ ای در صفات بد و آتش ماندہ ای
تا صفات با تو خواہد بود جمع تو نخواہی بود بے سوزی و شمع

(تو ہمیشہ ناپسندیدہ خصلتوں میں رہا ہے اور اپنی انہیں بڑی صفتوں سے آگ میں جلتا رہا ہے۔

جب تک تیری صفات تیرے ساتھ جمع نہیں گی اس وقت تک تو شمع کی جیسی بے سوزی میں نہیں ہو گا۔
اے بھائی! آج مرید کا پہلا کام یہ ہے کہ بُرے اقوال بڑی باتوں کو نیک باتوں سے بدل ڈالے بُرے کاموں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں میں تبدیل کرے بُرے اخلاق عادات و خصائل کو عمدہ اخلاق سے تبدیل کرے اس کام کو اہل تصوف کی اصطلاح میں "گردش از نہاد خویش" (اپنی بنیاد و سرشت میں تبدیلی) کہتے ہیں۔
جیسا کہ کہا ہے۔

تو چنین محبوب از خود ماندہ ای تا بد معیوب از خود ماندہ ای
پاک باز آنے کہ در ویش آمدند ہر نفس در نحو خود پیش آمدند

(تو خود اپنی خودی میں اپنے آپ سے حجاب میں ہے ہمیشہ کے لئے اپنی خودی کے عیب سے معیوب ہو گیا ہے
در ویش و فقر جو حقیقتاً پاک باز ہیں وہ ہر لمحہ اپنی گم گشتگی اور خود کو فنا کرنے میں محو رہتے ہیں۔)

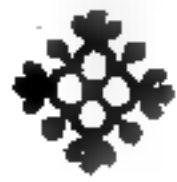
مرید کے لئے یہ کام بمنزلہ وضو کے ہے جس طرح وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح مرید کے لئے بغیر اس گردش کے طریقت میں روش نہیں ہے یہ سارے مجاہدے اور ریاضتیں اسی گردش کے حصول کے لئے ہیں تاکہ مرید راہ طریقت میں چلنے کے لائق اور صاحب استعداد ہو جائے اور جو شخص اس گردش کے بغیر طریقت میں روش چاہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے وضو نماز ادا کرے تو آج اس کام میں ساری خرابی و نقصان اسی وجہ سے ہے کہ اس کام کو اس کام کے شرط کے بغیر چاہتے ہیں جسے کوئی بے وضو نماز چاہتا ہے۔ ہر کام کے لئے ایک شرط ہے جب تک وہ شرط پوری نہ ہو وہ کام ہرگز نہیں ہوتا جیسے دیکھنا بغیر آنکھ کے سننا بغیر کان کے بولنا بغیر زبان کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ کام بغیر گردش کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی لئے یہ حکم ہے کہ پیر واقف راہ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ اور اپنے نفس سے پاک شدہ اور اپنے لذات و خواہشات اور اپنے حق و حصے سے آزاد اور اس کام کا آشنا کامل چاہیے تاکہ یہ گردش اُن کے دوست کے سایہ میں ادران کی جوتیوں کی خدمت میں مرید کو حاصل ہو جائے۔

راہ دور است و پُر آفت لے پیر راہ دور امی بباہد راہ سیر
کوہ ہرگز کے تواند رفت راست بے عصا کشش کوہ را رفتن خطاست

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانی ہم
 لے برہمن باودہ زد کردہ اسلام را یا چون گمراہ را در پیش بت ہم نہایت
 (بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس کے باوجود کب تک خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا
 اے برہمن مجھ اسلام کے روکے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے۔ یا کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بتوں کے سانچے
 آنے کی بھی راہ نہیں ہے۔)

یہ تمام حال خود اپنا لکھا گیا ہے یہ کوئی عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے۔

والسلام
 فقیر شریف بنوری



مکتوب ۱۰۸

برے عادات و خصال کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں از و طہارت کن
 (اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاک کر دو دین کے علاوہ جو بھی ہے سب سے طہارت کرو۔)
 اے بھائی! دوزخ اور بہشت دونوں کے بہت سے دروازے ہیں۔ تمام پسندیدہ باتیں
 اور اچھے کام بہترین اخلاق بہشت کے دروازے ہیں اور گندے اقوال و افعال اور برکتیں ناپسندیدہ
 اخلاق دوزخ کے در ہیں اس سبب کہ آدمی کو راحت و آسائش جو پہنچتی ہے وہ پسندیدہ یعنی اچھے اقوال و
 افعال سے پہنچتی ہے اور تکلیف و رنج جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ اس کے اقوال و افعال ناپسندیدہ اور
 اخلاق سے پیش آتا ہے اور جو شخص آج برے اقوال و افعال اور اخلاق و عادات و خصال سے نکل کر اخلاق
 حمیدہ اور اقوال و افعال پسندیدہ سے آراستہ ہو وہ دوزخ سے نکل آیا اور بہشت میں پہنچ گیا اس لئے
 کہ دوزخ کو بڑی باتوں اور بڑے کاموں اور بڑے عادات و خصال سے سرکار ہوتا ہے اچھی باتیں پسندیدہ
 کاموں اور عمدہ اخلاق سے نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دائماً درخوئے ناخوش ماندہ ای وز صفات بد در آتش ماندہ ای
تا صفات با تو خواهد بود جمع تو نخواہی بود بے سوزی چو شمع

(تو ہمیشہ ناپسندیدہ خصلتوں میں رہا ہے اور اپنی انہیں بُری صفتوں سے آگ میں جلتا رہا ہے۔

جب تک تیری صفتیں تیرے ساتھ جمع نہیں گی اس وقت تک تو شمع کی جیسی بے سوزی میں نہیں ہو گا۔
لے بھائی! آج مرید کا پہلا کام یہ ہے کہ بُرے اقوال بُری باتوں کو نیک باتوں سے بدل ڈالے بُرے کاموں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں میں تبدیل کرے بُرے اخلاق عادات و خصال کو عمدہ اخلاق سے تبدیل کرے اس کام کو اہل تصوف کی اصطلاح میں "گردش از نہاد خویش" (اپنی بنیاد و سرشت میں تبدیلی) کہتے ہیں۔
جیسا کہ کہا ہے۔

تو چنین محبوب از خود ماندہ ای تا ابد معیوب از خود ماندہ ای
پاکبازانے کہ در ویش آمدند ہر نفس در نحو خود پیش آمدند

(تو خود اپنی خودی میں اپنے آپ سے محاب میں ہے ہمیشہ کے لئے اپنی خودی کے عیب سے معیوب ہو گیا ہے
در ویش و فقر جو حقیقتاً پاکباز میں وہ ہر لمحہ اپنی گم گشتگی اور خود کو فنا کرنے میں محو رہتے ہیں۔)

مرید کے لئے یہ کام بمنزلہ وضو کے ہے جس طرح وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح مرید کے لئے بغیر اس گردش کے طریقت میں روش نہیں ہے یہ سارے مجاہدے اور ریاضتیں اسی گردش کے حصول کے لئے ہیں تاکہ مرید راہ طریقت میں چلنے کے لائق اور صاحب استعداد ہو جائے اور جو شخص اس گردش کے بغیر طریقت میں روش چاہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے وضو نماز ادا کرے تو آج اس کام میں ساری خرابی و نقصان اسی وجہ سے ہے کہ اس کام کو اس کام کے شرط کے بغیر چاہتے ہیں جسے کوئی بے وضو نماز چاہتا ہے۔ ہر کام کے لئے ایک شرط ہے جب تک وہ شرط پوری نہ ہو وہ کام ہرگز نہیں ہوتا جیسے دیکھنا بغیر آنکھ کے سننا بغیر کان کے بولنا بغیر زبان کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ کام بغیر گردش کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی لئے یہ حکم ہے کہ پیر واقف راہ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ اور اپنے نفس سے پاک شدہ اور اپنے لذات و خواہشات اور اپنے حق و حصہ سے آزاد اور اس کام کا آشنا کامل چاہیے تاکہ یہ گردش اُن کے دوت کے سایہ میں ادران کی جوتیوں کی خدمت میں مرید کو حاصل ہو جائے۔

راہ دور است و پُر آفت لے پیر راہ دور می باید راہ پیر
کوہ ہرگز کے تواند رفت راست بے عصا کشش کوہ را رفتن نداشت

گر ترادروست پیر آید پدید قفل دردت را کلید آید پدید

(اے طے کے راہ لمبی ہے اور آفت سے بھری ہوئی اس راہ کے چلنے والے کو راہ بتلانے والا ضروری ہے
اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاکھی کپڑا کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا راہ چلنا ہی خطا ہے۔ اگر
تجھے درد ہے اور پیر میسر آجائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔)

تو جس کو یہ درد پیدا ہوا اور یہ غم و اندوہ اس کے سینہ میں جاگزیں ہو جائے۔ اور چاہتا ہے کہ
بُڑے خصائل، نقصان کی باتوں سے باہر نکل آئے اور خود کو مردوں کے کمال تک پہنچائے صورتاً و سیرتاً
آدمی بن جائے تو اس کے لئے حکمِ حال کے مطابق اس پر فرض ہے کہ کسی ایسے شخص کی کفشت برداری کرے
کہ وہ کمال کو پہنچا ہوا ہو تاکہ اس کو بھی کمال کی راہ دکھلائے اور اس کی تربیت شرائط کے ساتھ کرے اور اس
راہ کی آفتوں اور خطروں سے سلامتی کے ساتھ اسے گزارے۔ اسی کو کہا ہے۔

اودیل تو بس تو راہ مجوی اوزبان تو بس تو یادہ مگوی

ہرچہ اوگفت راز مطلق داں ہرچہ اوکر درودہ حق داں

خاک اوباش بادشاہی کن آن اوباش ہرچہ خواہی کن

(پیر کی اتباع ہی تیرے لئے مشعلِ راہ ہے لیکن کافران ہی ترسے لے کافی ہے زیادہ گفتگو بند کر

ان کے اقوال کو حق کا راز جان ان کے افعال کو حق سبحانہ تعالیٰ کا کیا ہوا مان۔ ان کے

دور کی خاک بن جا اور بادشاہی کر ان کے ناز کے لائق ہو جا پھر جو دل چاہے کرتارہ۔)

..... اتنا بھر جانا بالکل ضروری ہے کہ کامل کے کہتے ہیں کامل کون ہوتے ہیں؟

اے بھائی! کامل اس شخص کو کہتے ہیں جو ان چار چیزوں کا حامل ہو: پوری شریعت، مکمل طریقت

کامل حقیقت، اور معرفتِ تامہ جو ان چار چیزوں سے متصف ہو وہ مقتدا ہے، پیر ہے، شیخ ہے اور کامل

ہے ایسا شخص پیری کے لائق ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ سب گمراہی، ضلالت و جہالت ہے جیسا

کہ اس دور میں ظورہا ہے۔

والسلام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۱۰۹

مختصر آدمی کی قیامت و بزرگی اور خلا موجودا اور محبوب نے کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! آدمی موجودات کا لب لباب مخلوقات کا پتھر ہے شرافت و کرامت برتری و بزرگی جو کچھ ہے وہ سب آدمی میں ہے باقی سب صورت تصویر حیران میں چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عشق شاں یک ذرہ آید در وجود	سما ملک کر دند آدم را سجود
تا ابد در خد متش بشتافتند	رہ بحق چوں جان آدم یافتند
رہ ندانستند سوے کردگار	تا نیاید جان آدم آشکار
ز کلید ہر دو عالم شد پدید	رہ پدید آمد چو آدم شد پدید

آدم کو فرشتوں نے اس وقت سجدہ کیا جب حق تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔ آدم کی روح نے جب حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ جان لیا تو ہمیشہ کہے گئے ان کی خدمت کو آمادہ دستعد ہونگے جب تک آدم علیہ السلام کی روح ظاہر و باہر نہیں ہوتی تھی اس وقت تک کسی نے خدا کی طرف راہ نہیں پائی تھی جب آدم پیدا ہوئے راہ بھی کھل گئی انہیں کی ذات سے دونوں جہان کے تالا کی کنجی ہاتھ آئی۔

اے بھائی! ہرگز غفلت میں نہ رہو اٹھارہ ہزار عالم میں وہ چیز نہیں پاسکتے جو اس مٹی و پانی میں ہے نفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) درخشاں ہے اس میں نگاہ کر۔

جیسا کہ کہا ہے۔

اے دل زہوائے خود مندرکن	در کوئے دلاے او گذرکن
بگذر ز طبیعت و مزاجش	در ستر نفخت او نظر کن

(اے دل اپنی خواہشات سے پرہیز کر اس کی دوستی و محبت کے کوپہ میں خود کو ڈال دے)

(آدمی کی طبیعت اور اس کے مزاج کو نہ دیکھ نفخت فیہ من روحی کے راز کو چشم حقیقت میں سے دیکھ)
 ملائکہ فرشتے باوجود اپنے تقدس و پاکیزگی کے بل عباد مکرہون (یہ لوگ مکرم بندے
 ہیں) کے مقام میں ہیں لیکن یحبہم و یحبونہ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں)
 کے لائق و سزاوار ہیں اب وہ خاک ہوا اسی سے یقین کر لو کہ جو مجد و شرف ہے وہ سب آدمی میں ہے چنانچہ
 ایک عزیز نے کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوستاد پیش آدم عرش در خاک اوستاد

(اس مٹی کے پتلے کو جب اس کی روح پاک سے واسطہ ہوا تو آدم کے مقابلہ میں عرش بھی پست ہو گیا۔)
 اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) مکمل ہے لیکن امام غزالی
 رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اے علی صفت بمعنی صفت اسی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت ذات
 ربوبیت کے اسرار کا آئینہ و منظر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرونے تو معشوقے دگر

بچوں بیرونی تو ز عقل و معرفت نے تو در شرح آئی و نے در صفت

ہرچہ در توحید مطلق آمدہ ست ایں ہمہ در تو محقق آمدہ ست

(مجھ سے اعلیٰ و برتر کوئی مخلوق نہیں تیرے سوا کوئی دوسرا معشوق نہیں۔ چونکہ تو عقل و معرفت سے

بالا ہے اس لئے نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان میں آ سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ

ہے وہ سب تیرے اندر محقق و پختہ ہے۔)

اے بھائی! جب اس ایک مسطحی خاک کو اپنے کمال قدرت سے پتلا بنایا اس کے بعد چالیس

سال تک اپنے نور کی پردہ نش کے آفتاب میں رکھا یہاں تک کہ اس کے ہستی کی تازگی اس سے زائل ہو گئی

اس وقت فرشتوں کو حکم ہوا۔ جاد، اس نادر و انوکھے شکل و صورت والے کی بارگاہ میں اور اس کے بزرگ

و برتر آستانہ کو بوسہ و درجہ ساتوں آسمانوں سے اُپر ہے فقہوالہ مساجدین (پس اس کے آگے

سجدہ میں گر پڑو)۔ ملائکہ یعنی فرشتوں کو حکم ہوا ہے آدم کو سجدہ کر دے یہ مرتبہ و منقبت خوبی، عزت و منزلت

بزرگی، مٹی کی نہیں تھی بلکہ اس سلطانِ دل کی تھی جو لطائفِ الہی سے ایک لطیفہ ہے اور اسرارِ بادشاہی

میں سے ایک سرِ ادنیٰ معانی میں سے ایک معنی ہے جو قبل الذی من امور ربی (کہد تجھے روح میرے

رب کے حکم سے ہے) کے راز کے پردہ میں آدم کے دل کے اس نکتہ سیاہ (یعنی نورِ منتہی) امانت رکھی گئی ہے

اور پھر خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس راز سرسبز کی یہ نشان دہی کی کہ خلقِ آدم علیٰ صورتِ (آدم کو ہم نے اپنی صورت پر پیدا کیا) تشبیہ و تمثیل کے طور پر نہیں ہے۔ ایک ستر عظیم (بہت بڑا راز) ہے۔ جب ملا را علی نے یہ مرتبہ اور یہ بزرگی دیکھی تو سب نے اپنی روجوں کو اس خاک بے باک و بے آستانہ پر بچھا کر دیا لیکن وہ ملعون جو اس عہد کا چمکاؤڑ تھا جب آفتابِ آدم کے سامنے آیا تو اپنی آنکھیں بُری طرح ملنے لگا اور اپنی انتہائی بد نصیبی سے اس دولت کا ایک ذرہ بھی نہ دیکھ پایا۔

بابتِ چینم اتفاق افتادہ است کز عشق نصیب من فراق افتادہ است

(قسمت کی بدبختی سے میرے ساتھ یہ اتفاق ہوا کہ عشق سے میرے حق میں جدائی (مرد و دی) ہوئی۔)

جنابِ آدم کی ذاتِ غیب کے اسرار کی امانت گاہ تھی ورنہ ایک مٹھی خاک کی اہمیت کہاں تھی کہ خطیرۂ قدس (تقدس و بزرگی کے مقام) کے رہنے والے خطیبہائے منابر اُنس (اُنس و محبت کے ممبروں پر خطبہ کہنے والے) اس کے آگے سجدہ کریں۔ ایک مٹھی بے قیمت مٹی کی یہ عزت کہاں تھی کہ جبریل ایں میکائیل ملیں، اسرافیل صاحب تمکین سے کہا جائے کہ اسجد دالہ اس کو سجدہ کر دے وہ ایک مٹھی خاک حقیقتاً دل کا راز تھا۔

اے بھائی! سارے جہاں کے عقل والے عقلاہ حیرت کی انگلی دانتوں سے دبائے ہیں متحیر و حیران ہیں کہ کس رتبہ کا یہ مٹی کا پتلہ ہے کہ جسے حق سبحانہ تعالیٰ اپنا محبوب بنائے ہوئے ہے۔ اسی کو ایک صاحبِ عزت کہتے ہیں کہ قسم ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ کیا کہتے ہو؟ کہ جو اپنی مصنوعات سے محبت کرتا ہے اس کی وہ محبت خود اپنے آپ سے ہوئی نا؟

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ العزیز کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی یحبہم و یحبونہ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں) فرمایا قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ یحبہم و یحبونہ (وہ ان سے محبت کرتا ہے اس حال میں کہ وہ اپنی ذات سے (زیادہ) محبت کرتا ہے)۔

اے درویش! جب کسی غیر کا وجود ہی نہیں ہے تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے سوا کسی غیر کو دوست رکھتا ہے۔ نقل ہے کہ استاد ابوالقاسم تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یہ کب جائز ہے کہ تو موجود ہو اور وہ موجود ہو۔ تو ہست ہو اور وہ ہست، خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ اس مقام میں کہتے ہیں۔

من ندانم ایچ ہستم یا نیم چوں ہم ہم دوست آخر من کیم

(میں نہیں جانتا کہ میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں جب سب وہی ہے تو میں کون ہوں۔)
وہ وجود کہ جس کی حدیں عدم کی طرف لوٹ جائیں ایسے وجود کو اگر وجود کہتے ہو تو یہ مجازاً ہوگا وہ
وجود وجود و عدم کے درمیان ہو وہ ہرگز وجود نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ
شرف منیری



مکتوب ۱۱۰

راہ شریعت و طریقت و حقیقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم جانو! شریعت ایک راستہ ہے طریقت و حقیقت بھی راستہ ہے۔ شریعت چلنے کی
وہ راہ ہے جس سے ظاہر کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور مذہب کے آداب و تہذیب درست ہوتے ہیں آدمی
مہذب اور مؤدب بن جاتا ہے۔ طریقت بھی عمل کرنے کی ایک راہ ہے باطن کے تصفیہ کے لئے تاکہ باطن
صاف و شفاف ہو جائے اور باطن غیب کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اپنے آپ سے نفرت و بیزاری ہو جاتی ہے
سے انس و محبت اور کسی حال میں اپنے ہونے کو اشارہ بھی نہ کہے اور اپنی جانب سے کوئی بات نہ کرے،
یہ کام دائمی ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ بِکُلِّ شَیْءٍ مَّقَالًا وَمَقَالِ الْقَلْبِ
ذِکْرُ اللّٰہِ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بیشک ہر چیز کی عقل کرنے والا ہوتا ہے قلب کا صیقل کنندہ اللہ کا ذکر)
جس وقت دل کا رنگ صاف ہو جاتا ہے اس وقت پہلی چیز جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے وہ صیقل کنندہ
کی صورت ہوتی ہے اگر اس رنگ کا صیقل کنندہ ذکر تھا تو ذکر (لا الہ الا اللہ) ظاہر ہوگا اور اگر مذکور
جس کا ذکر کیا گیا تو مذکور ظاہر ہوگا ہذا سِرُّ عَظِیْمٌ (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) زبان سے ذکر دل کو
مذکور (جو ذکر کیا جائے یعنی جس کا ذکر کیا جائے) میں حاضر و موجود کرتا ہے۔ دل کا ذکر روح کو مذکور میں حاضر
کرتا ہے اور روح کا ذکر سیر کو مذکور میں حاضر کرتا ہے اور حضوری (یعنی نزدیکی سامنے) میں آنا کہتا ہے
اور غیبت میں (یعنی اوجھل ہونا پوشیدگی) میں ہونا۔

آئیں کہ ز عشق یار یک رو شود پیدا د نہاں ز عشق چوں ہوئے شود
در مرتبہ حضور گوید کہ انا در تفرقہ و غیبت ہو گئے شود
(جو شخص محبوب کے عشق میں سبک د کر مرث عشق کا بن جاتا ہے وہ اس عشق کے اثر سے ظاہر و باطن میں گہل کربال
کی طرح ہو جاتا ہے۔)

وہ حضور کے درجہ میں آنا کہتا ہے اور تفرقہ و غیبت میں ہو گئے والا ہوتا ہے۔
اور راہ حقیقت! یہ بھی طے کرنے کی راہ ہے اسقاط اضافات کے لئے تاکہ وحدانی الذات
ہو جائے جیسا کہ حسن منصور نے کہا ہے الصوفی وحدانی الذات (صوفی وحدانی الذات) ہو جاتا ہے اور ذات
کی وحدت و یکسانی تمام نسبتوں و صفتوں کو ساقط کئے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ توجیب تک تمہاری اضافت تمہارا
لگاؤ کسی چیز کی طرف کیا جائے یا کسی شے دچیز قول و فعل کی اضافت و نسبت تمہاری طرف کی جائے اس
وقت تک حقیقت کی راہ میں سے ایک ذرہ برابر راہ طے نہیں ہوتی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ملامت کے
کوچے کے سر اندازاں اپنے آپ سے باہر ہو گئے ہیں و زنا را بازہ لئے ہیں و اپنے لئے یوں کہتے ہیں جیسا کہ
اس رباعی میں ہے۔

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم بادوت وصل بر در بار آیم
کے دانستم کہ با کمال و دانش در بتکدہ متایل زنا را آیم
(میں نے کہا شاید میں محرم راز ہو گیا ہوں، قربت کی دولت کے ساتھ محبوب کے در پر آ گیا ہوں۔
یہ مجھے کہاں معلوم تھا کہ اس کمال علم و دانش کے باوجود میں بت خانہ میں زنا کے قابل بنوں گا۔)

والسلام

حقیر شرف مینری



س قول و فعل ہو یا حال ہو کسی چیز کی نسبت حق تعالیٰ کے سوا کسی طرف کرنے کو ساقط نام کر دینا۔
اضافات ہے کہ التوحید اسقاط الإضافات آیا ہے۔ اس مکتوب کو اصحاب نے کبھی سمجھ سکتے ہیں جو حقیقت
ذکر کے عارف ہوں اور انہیں اس کو سمجھنا چاہیے۔ کہ فاسا والذکو اهل الذکو فرمان ہے (مترجم)۔

مکتوب ۱۱۱

اپنے حال پر افسوس و ندامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کمتر فساد است

(یہ نفس کافر جو ہماری ہنار و سرشت میں ہے، اس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

اے بھائی! اپنے غم و اندوہ سے خالی نہ رہو اور اپنی اس مسلمانی پر بھروسہ نہ کرو کیوں کہ کافروں
مشرکوں کو ہمارے تمہارے جیسے اسلام سے تنگ، اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین ایمان
سے سو درجہ کا عار ہے۔ اسی حال میں فرطِ ادنیٰ ہے۔

نمی دانم کرا نام دریں سیرت گرفتارم نہ من ہند نہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم نہ مرتد نہ بدکار ہوں۔)

نقل ہے کہ ایک یہودی سلطان العارفین! نیزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا کسی
نے اس سے کہا کہ عجیب معاملہ ہے سلطان العارفین کے پڑوس میں رہتے ہوئے بھی تو ابھی تک یہودی ہی ہے۔
اس نے جواب دیا ہاں ہے تو ایسا ہی لیکن مسلمانی جان کی ہے اس کا نباہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اور جو مسلمانی
تم لوگوں کی ہے مجھے ایسی مسلمانی سے ہزار درجہ میں تنگ و عار ہے۔ اسی کو اس شعر میں کہا ہے اور جس
نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

اے برہمن بارودہ رد کردہ اسلام را یا چو من گمراہ را پیش بتاں ہم را میت

(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے کو بت خانہ میں اجازت دے۔ کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو)

بتوں کے پاس بھی آنے کی راہ نہیں ہے۔)

اگر کسی دن تیری نظر نفس کے بت خانہ میں پڑ جائے تو اس بت خانہ کے ہر گوشہ میں تو سٹو بت اور

تھوڑا سا دیکھ لے اور تو وہی کہنے لگے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ براہِ تباہِ پیشانیہم چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نہم
(بتوں کی راہ میں سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں کہ ایک میں خود کو مسلمان کہلاتا ہوں گا)
اٰخِرَ اٰیَاتٍ مِّنَ التَّحٰذُّرِ اِلٰہِیۡہٗہٗ ہُوَاہُ آج ہر شخص نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیا ہے۔ اور اس کی پرستش کر رہا ہے۔
اور اس گھمنڈ میں ہے کہ خدا کی پرستش کر رہا ہوں افسوس صد افسوس یہ خدا پرستی کہاں ہے
زہن سار گویا خدا پرستم چوں تو پہولے خود پرستی
(جب کہ تم اپنی خواہش کے پرستار ہو تو یہ ہرگز نہ کہو کہ میں خدا پرست ہوں۔)

بلکہ یہ کہو جو اس عارف نے اس نظر سے کہا ہے۔
مصرع۔ "بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ ہستم" (میں بت پرست ہوں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں)
اَلنَّفْسُ حِیۡیَ الصَّنَمِ اِلَّا کِبَرُ (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) جب ہم اس بت کے پیرو ہیں تو گویا ہم بالکل بت پرست ہیں اور جہالت سے اس کا نام ہم نے مسلمانی دے رکھا ہے۔
مصرع۔ "فروا ت کنذ خمار کہ امشب سستی" (اس رات تو نشہ میں چور ہے کل جب صبح ہوگی نشہ ٹوٹے گا تو معلوم ہوگا) جب موت آجائے گی اس وقت اس نشہ سے ہوش میں آؤ گے تو اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم خدا کی پرستش کرتے رہے یا نفس کے بت کی پوجا کرتے رہے۔
سبحان اللہ پاک ہے وہ ذات، یہ کیسی مسلمانی ہوئی کہ نہ خدا کے ساتھ صحیح نہ خلق کے ساتھ درست نہ مناجاتیوں کا ساتھی تھا نہ خراباتیوں کا ساتھی یہ پریشانی ہے نہ کہ دینِ مسلمانی؟ اس معنی میں فریاد و فغاں کی ہے اور کہا ہے۔

زہدے نہ کہ در کنج مناجات نشینم وجدے نہ کہ در گرد خرابات برائیم
نے اہل صلاحیم نہ مستانہ خرابات اینجانہ و آنجانہ چو قومیم کجا نیم
(ایسا زہد نہیں کہ مناجات کے گوشہ میں بیٹھوں اور وہ تو اجد بھی نہیں کہ مینخانہ کے گرد بکر لگاؤں۔
نہ میں نیکو کاروں میں ہوں اور نہ زندقہ خراباتی ہوں نہ یہاں کا ہوں نہ وہاں کا نہیں معلوم کون سی جماعت کا فرد ہوں۔)
اے بھائی! ہم سب خود پرست ہیں اور خود پرست سے خدا پرستی نہیں ہو سکتی مسجد سے نکل کر بتخانہ کی راہ لینی چاہیئے اور وہی کہنا چاہیئے جو اس بوڑھے ضعیف نے کہا ہے۔

در کوئے تباہ رفت ہمہ عمر دروغا چوں برہمن پیر بہ بتخانہ بماندیم
(افسوس بتوں کے کوچہ میں عمر تمام ہو گئی بوڑھے برہمن کی طرح ساری عمر بتخانہ میں پڑے رہے۔)

توحید کے ساتھ ختم قرآن اور مصحف بکف ہونا چاہیے آتش پرستوں کی زنارداری کے ساتھ ہمیں تمہیں
کیا فائدہ ہوگا اسی معنی میں خوب کہا ہے۔

مصحف بکف گرفتہ کفر در دل نہفتہ بطلال مست خفتہ در بستر ریائی

راہت میں قرآن نے باطن میں کفر چھپائے ہوئے ناکارہ مکار بستر میں پڑا سویا ہوا ہے۔

مصرعہ: مسلمان شود لازماً رگسل: (اے دل مسلمان ہو جا اور زنا توڑ دے)

اے بھائی! ہمیں تمہیں وہی دعویٰ ہے جو فرعون لعین کو تھا لیکن اُس نے اعلانِ انار بکم اعلیٰ
(میں تمہارا بڑا رب ہوں) کہا اور ہمارا تمہارا نفس پوشیدہ انار بکم اعلیٰ کہتا ہے قتل کئے جانے کے خوف سے
اعلان نہیں کرتا اور اس ملعون کو اس کا خوف نہیں تھا۔ نفس کی سزا اور اس کی اصلاح کے خیال سے ایک پیر
نے بیتخانہ کی راہ اختیار کی جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

بارد گر پیر ماراہ قلندر گرفت خرقہ بر زنا ردا و مشغلہ از سر گرفت

میکدہ آباد کرد مسجد و منبر خراب از ہمہ گیراں صلیب مرتبہ بر گرفت

مصحف و سجادہ را کرد و پیر مے سبوح شمار داد بادہ و ساغر گرفت

کرد گر بیان دل چاک چو مردان راہ رفت خرا مان و مست امن و لبر گرفت

(یہ دوسری پارہ کمرے شیخ نے آزادی کی راہ اختیار کی خرقہ کو زنا پر قسربان کر دیا اور نئے

سرے سے شغل شروع کیا۔ شراب خانہ کو آباد کیا مسجد و منبر کو ویران کر دیا تمام آتش پرستوں کی

زنارداری اور نصرائیوں کی صلیب پرستی سے بھی آگے بڑھ گئے۔ وظیفہ کی کتاب جلے نماز مصلیٰ

کو شراب کے عوض گرد کر دیا تسبیح شراب فروش کے حوالہ کی شراب اور شراب کا جام لے لیا۔ دل

کے گریبان کو مردان راہ کی طرح چاک کر دیا جھومتے ہوئے خاص انداز سے گئے اور محبوب کا دامن تھام لیا

اپنا غم کھانا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہیے جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ جیسا کہ یہ

قطعہ ہے۔

ایمیر گنہگار در توبہ کشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہاد است

بشتاب سوزے توبہ کہ از مادر گیتی از کردن تا خیر بے واقعہ زاد است

بفکن بسر نفس بد آموز بہ شمشیر بردار مراں را کہ دریں راہ قتلا است

(اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے 'قسم قسم کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں توبہ کی طرف آنے

میں جلدی کر کہ اس دنیا میں تاخیر کرنے سے بہت سارے واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس شرارتی
 نفس کا ستر لوار سے اڑا دے اس کو راہ سے اکھاڑ پھینک جو راہ روکے ہوئے ہے۔
 اے بھائی! غافل نہ رہ موجب تک نفس باقی ہے یہی حال ہے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔
 مست چہ خسی کہ کیں کردہ اند کار شناساں نہ چنیں کردہ اند
 دستوں کی طرح کیا دہوش سوئے ہوئے ہو دیکھو گھات لگائے ہوئے ہے اس راہ کے واقف کاروں نے ایسا نہیں
 کیا ہے۔ ایک عزیز نے اسی حال میں نالہ و فریاد کی ہے۔
 کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تا کر دی کشہ نفس کا فرم
 کاشکہ ہرگز نہ بودے نام من تا بودے فیش و آرام من
 (کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی کہ نفس کا فرکے ہاتھوں مارا جاتا۔ کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ کو کسی
 فعل کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

وَالسَّلَامُ
 خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۱۲

تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے و مخلوق کے اختیار

سے دور ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز بھائی! مکہ محمود دونوں جہاں میں اللہ عزت عطا فرمائے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و درود
 لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر خطوط متواتر بھیجتے رہے اور آنے والے کی زبانی بھی کیفیت
 معلوم ہوتی رہی انشاء اللہ تعالیٰ اگر تقدیر خداوندی نے چاہا تو ایک دوسرے کی ملاقات حاصل ہوگی۔ اور
 جدائی کا درد لذت وصال سے بدل جائے گا چنانچہ کہا ہے۔

دیدار یار باید دانی چه ذوق دارد ایرے کہ در بیاباں ترشنگاں بیارد

(تمہیں جانتا چاہیے کہ محبوب کی بقائیں کیا ذوق دمرہ ہوتا ہے۔ جیسے جنگل میں پیارے برابر کاٹکھیریں جاتے ہیں)

لیکن بندہ کی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ انبیاء اور دیار، امرا، بادشاہان نے چند ایسے کام چاہے کہ ہو جائے لیکن نہ ہوا اور کچھ ایسی چیزیں تھیں جن کو چاہا کہ نہ ہوا اور وہ ہو گئیں۔ اللہ کی منشا اور اس کی خواہش نے سب کی خواہش کو پیچھے کر دیا ہے۔ جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔

نہ رود بر مراد ما کارے بندہ بودی چنین بود آئے

(کوئی کام میری مراد کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہاں بندہ ہوتا ایسا ہی ہوتا ہے۔) بندگی کو مراد سے کیا سروکار؟ عبودیت (بندگی) دوسری چیز ہے اور ربوبیت دوسری چیز جس طرح وحدت میں دوئی کی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح ربوبیت میں شرکت نہیں ہوتی فرمایا ہے اِنَّمَا اَنَا وَ مَعَا اَنْتَ (ہم ہی ہیں یا تم رہو) وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر بزرگان دین تمام کاموں اور تمام وعدوں میں انشاء اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یعنی تمام کاموں اور وعدوں کو خداوند تعالیٰ کی مشیت کے حوالہ کرتے ہیں اور درمیان سے خود کو دور کر دیتے ہیں تاکہ غیرت کی چوٹ نہ کھائیں۔

اے بھائی! کسی کام میں محض یہ نہ کہو کہ میں ایسا کر دنگا یا یہ دنگا اور اسی طرح کی دوسری باتیں لیکن آخر میں انشاء اللہ ضرور کہو تاکہ غیرت اپنا کام نہ کر جائے۔

کفار مکہ نے جب روح کا سُد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کل صبح جواب دنگا انشاء اللہ کہنا فراموش ہو گیا۔ روایت کی اختلاف کی بنا پر شکر و زیا انٹھارہ روز وحی نہ آئی حضور رست پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ گزری کہ اگر یہ پہاڑوں پر گزرتی تو فطرت و نابود ہو جاتے۔ جب جناب جبریل علیہ السلام آئے تو حضور نے پوچھا اے جبریل! دشمنان کھڑے ہیں اور جواب مانگ رہے ہیں۔ یہ چند روز رکنے کی وجہ کیا تھی؟ جناب جبریل نے کہا جس وقت آپ نے ان لوگوں کو کہا کہ کل صبح اس کا جواب دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ نے نہیں کہا۔ تو اے بھائی! اگر تقدیر میں ہے تو وہ چیز قطعی حاصل ہوگی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو ہم تم سوار چاہیں بھی تو نہیں ہوگی۔

اے بھائی! حضور ینما میرے صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مدت تیس سال ہوئی اس تیس سال

سال میں حضور کی خواہش رہی کہ ابوطالب ایمان لے آئیں لیکن وہ ایمان نہ لائے اسی سے جان لو کہ بندہ کی خواہش پر کوئی کام نہیں ہوتا بندوں کو ایسی خواہش و چاہت دی گئی ہے جو محتاجی کے جیسی ہے اسی وجہ

سے وہ سب شور و فریاد میں ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

عالیٰ پر شور و فریاد آمدہ جملہ بچوں دیسہ برباد آمدہ
لے جہان جاں ہمہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(ایک دنیا شور و فریاد سے بھری ہوئی۔ ویران و اُجاڑ دیہات کی طرح۔ لے تمام جانوں کا جہان۔
تیرے کرشموں سے سب حیرت میں ہیں لاکھوں لاکھ عقل سرگردان و پریشان ہیں۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

*

مکتوب ۱۱۲

فقر وفاقہ سے رغبت میں (دوسرے طور پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفس قانع گر گدائی میکند در حقیقت بادشاہی میکند

(قناعت کرنے والا شخص اگر گدائی کرتا ہے تو حقیقتاً آدمی شخص بادشاہی کر رہا ہے)

برادر عزیز خواجگی! کاتب مکتوب کا سلام و دعا و مطالبہ کر دو۔

برادر عزیز کے خطوط متواتر پہنچتے رہے سب مطالبہ میں آئے۔ لازم ہے کہ اپنے کام میں

فقر وفاقہ کے ساتھ قیام میں تاکہ کل قیامت کے دن صاحبان فقر وفاقہ کی دولت سے محروم نہ رہیں۔ سارے

جہاں کے اُمراء اور دولت مندان دنیا جب کل قیامت میں اصحاب فقر وفاقہ کی دولت کو دیکھیں گے

تو آرزو کریں گے کہ کاش ہماری زندگی بھی فقیرانہ و غریبی میں گذرتی۔ اسی کو کہاہے۔

گرچہ چندانی سیلےاں کارداشت کمزریں تا عرش گیر دارداشت

مسکنت را قدر چوں بشتاخت اور قوت از زنبیل بانی ساخت اور

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی شہریت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک ان کی فراز رانی تھی۔

لیکن جب فقر و مسکنت کی قدر حضرت نے پہچان لی تو تمیلے بنے گویا اپنی رزق کا ذریعہ بنادیا۔)

نفس تباہ گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی می کند

اے بھائی! درویشی و مسکینیت میں کامل راحت ہے کیوں کہ اس میں دنیا کی آنتوں اور اہل دنیا کی بلاؤں سے امن و امان رہتا ہے۔ اس فقیری میں سب سخت وقت فاقہ کا ہوتا ہے لیکن تیس رات درویشی پر فاقہ ہوتا ہے وہ رات اس کے سراج کی ہوتی ہے۔

ہر کہ اواز کار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گرہ خاک شد

(جو شخص دنیا کے معاملات سے پاک ہوا حقیقتاً وہ نور علی نور ہو گیا اگرچہ مٹ کر خاک بن گیا ہے۔)

اے بھائی! سراج کی شب ملک و ملکوت، عالم ظاہر، عالم باطن جو بھی ہے حضور رسالت پناہ مہلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک کے سامنے رکھ دیا گیا لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ خَيْرٌ۔ فقیر ہی میرا خیر ہے، سبحان اللہ کیا ہی بلند ہمت ہے۔

حقا کہ بزرہ نیاوردی کرد چرخ فلک پسر کمانم

(اے لڑکے! قسم حق کی آسمان میری ہمت کے کمان کو نہیں جھکا سکتا۔)

جناب آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آنکھوں بہشت ان کے تحت تصرف میں دی گئیں جب فقر کے رمز و اسرار پر نظر پڑی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم کے عوض فروخت کر دیا اور فقر غریب کا جامہ زیب تن فرمایا۔

جانِ آدم چوں بستہ فقر سوخت بہشت بہشت را بیک گندم فروخت

س مارا نہ سزا بود بندہ ی پوں ساکن جائے گاہ پستیم

(جب جناب آدم کی جان فقر کے راز سے روشن ہوئی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

(جب میں پستی میں رہنے والا ہوں تو بندہ ی میرے لائق نہیں ہے)

آج اگرچہ نمرود و فرعون کو جو دولت دی ہے وہ تم کو نہیں دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس کے لائق نہیں ہو بلکہ تم کو اس سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ تم اسی کی طرح ملعون نہ ہو جاؤ۔ اے بھائی! اس سے ملام ہو گیا کہ دنیا کی بلاؤں سے رستگاری چھٹکارا سوائے قناعت کے اور کسی میں نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

حرکہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا ببردل اوسر د شد

از قناعت نیست ملک بیشتر تیج کس در جہان بجز و بر

(جو شخص قناعت کی راہ کا مرو ہو گیا دنیا کی ساری مملکت و ملک اس کے دل پر سر ہو گئی۔
جہاں بجز و بریں قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔)

وَالسَّلَامُ
فقیر شریف ممیزی



مکتوب ۱۱۴

جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے فضیلت دینے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذَرَّةٗ دُوحْدٍ اَدْرَدَلِ تَرَا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
(خداوند تعالیٰ کی محبت کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں کی دولت سے بہتر ہے)
فرزند حجام الدین بعد دعاؤں کے واضح ہو

دل ایسا درکار ہے کہ جس میں نہ پانے کی خوشی ہو اور نہ نہ پانے کا رنج و غم ہو وہ دل جو ان دونوں سے خالی ہے لَا خَيْرَ فِيْهِ (اس میں کوئی خوبی نہیں) فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدَّ قَسْوَةً (اس میں کوئی خوبی نہیں وہ دل پتھر ہے بلکہ اس سے بھی سخت تر) کا داغ لگا ہوا ہے تو بندہ کو چاہیے کہ جس کام میں اور جس حال میں ہو وہ اپنی ہمت کو دونوں جہاں کی طلب سے پاک و صاف رکھے۔ اگرچہ وہ بندہ ظاہری اعمال و افعال کا نادار بینوا اور مفلس ہو کیوں کہ یہاں کام فضل پر موقوف ہے عمل پر نہیں یعنی حق سبحانہ تو بے لگے کے فضل کے حصول کی غلت عمل نہیں ہے چنانچہ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اَلْفَضْلُ مِنَ فَضْلِ اللّٰهِ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ اللہ نے جس پر فضل فرمایا ہے وہ نہ اس کے عمل کی وجہ سے ہے اور نہ اس کے جوہر کے سبب اگر اس کا فضل عمل پر موقوف ہوتا تو اگلی امتوں کو اس اُمت پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں تو یقیناً عمر کے اعتبار سے ان کا عمل بھی اس اُمت سے بہت زیادہ ہوگا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے اور اسی طرح اگر جوہر پر انحصار ہوتا تو شیطان کو آدم علیہ السلام پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ آدم آریکٹی سے ہیں اور شیطان روشن آگ سے ہے معاملہ اُنسا ہے۔ اسی کو کہاہے۔

آنرا کہ دیدارِ شہ در عالم خود بگذشت بیواسطہ گواہی کہ طاریہ کار آید

(جس کی کو اس کا محبوب اپنی خلوت گاہ میں لایا دیتا ہے تو یہ اس کے کسی کار گذاری کی بنیاد نہیں دیتا یہاں تک کہ کیا کام ہے) اس کے یا عزیز کو عملِ قتل کے یاقت کی علت نہیں ہے عمل اور مجاہدہ کے بغیر چاہے بھی نہیں ہے۔ جو دیت کی تصدیق ثبوت اور دہم طاریوں کی مجمع الہامی کے لئے ہمت کی بلندی یہ آدمی کا خاصہ ہے چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ خداوند جل جلالہ تھے آدمیوں کے ہاتھ میں ایک ایسی کلان دی ہے کہ اس کمان کو جنابِ جبریل و میکائیل چھکاتے ہیں کہتے وہ کلان ہی ہمت ہے جیسا کہ کہا ہے۔

خاکِ نرہ تیار ہوئی کہو چرخِ قتل پیرِ کلام

قسمِ حق تعالیٰ کی ہے کہ اگر کسی بستی کی کلان کو آسمان چھکاتے ہیں سکتا ہے۔ اور ان کی اس ہمت کا فضل اسی مقام سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی کو یہ نہیں کیا کہ بی بیہوش و بی حیوانہ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں) بجز آدمیوں کے ایسے دیوار کا وعدہ کی گئی کہتے نہیں فرمایا۔ اسی کو کہا ہے۔

آسمان و عرش و عہدِ جہتِ پادشہ خاکِ الحق جلا را مغر تر تیکوت

خاکِ راجوں کا ریا پاک اوقتاد پیشِ آدم عرش و خاک اوقتاد

(آسمان، عرش، عہدِ جہت، پادشہ، قوم ہے یہ خاک ہی سب کا پست ترین مغر ہے

اس خاک کا معاملہ جان پاک سے ہوا تو عرشِ آدم کے آگے پست ہو کر خاک پر آگیا۔)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۱۵

عمل کے طریقے اور عشق کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلامِ عمل و خوفِ رشتہ و کفر و دین
گر جانِ عقل را بر پسم بینی
الذین ان عقل بر خیرتہ و یقین
قدرة عشقش کت دست تہی

و کلمہ "عقل" برائی "کفر و بدین" یقیناً یہ سب عقل کے عالم کی پیداوار ہیں۔ اگر تم عقل کی دنیا کو
تیار دیر یا کر دو تو حقیقی الہی کا ایک قدم نہیں ان سب سے تہی دست یعنی پاک کر دے۔
ان اشعار کے مرتزوات و اتارات سے عقل کے طور پر لیتے اور عشق کی روش اس کے ڈھنگ کا فرق معلوم
کریں یہ ابھی طرح جان لیں کہ عقل کے طور پر لیتے ہیں کلام دوسرے ہوتے ہیں اور عشق کی روش دطریقہ میں کام
دوسرے ہوتے ہیں، "العشق حیون الہی" (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل دالوں کے لئے جو احکام ہیں وہ
دیوانوں کے لئے نہیں ہیں اور یہ ثابت ہے اسی کا اشارہ اس شعر میں ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

صف عاشقان است تجالہ الہ فیہ یتدم گوشتہریت پرستان تو ان نماز کردن
(الہ فیہ عاشقوں کی جماعت ہے یہاں نصیحت نہ کیجئے اس لئے کہ بیت پرستوں کے ملک میں نماز نہیں داکرکے ہیں)
یقیناً عاشق دیوانہ ہوتا ہے دیوانوں کا تیم احکام کے لئے مخاطب نہیں ہے۔ اور یہ ثابت
ہے امام تہاوی کی تفسیر میں یہ مسئلہ تصریح کے ساتھ آیا ہے "اچھا اس قعدے نکلیں تمام کلمات و اشعار جو
اس بار میں کسی نے بھی لکھے یا کہے ہیں سب اسی کو کہا ہے چنانچہ یہ شعر ہے۔

عاقلاًں را شرع تکلیف آمدہ است بیداروں را عشق تشریف آمد است
عشق را امر و نہ و قسروا کے بود کفر و بدین الہ بنجا د آ بجا کے بود

(عقل دالوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں اور دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و خلعت ہے۔ عشق
میں آج کل کفر و بدین ایساں اور الہی ترقان و مکان کہاں ہوتے ہیں۔) بلاشبہ جب عشق جنون الہی ہے تو
یقیناً عشق ہی ہوتا ہے۔ وہ ہے کہاں اور احکام کی ذمہ داریاں کہاں لیس علی الخراب خراجہ (دیران
زمین پر لگان نہیں ہوتا) یہ مشہور مثل ہے۔

اے بھائی! یہ معلومات میں سے ہے کہ تکلیف یعنی احکام کی ذمہ داری طور عقل پر دائر ہے
وجوداً اور عدلاً اور طور عشق، طور عقل سے بالاتر ہے اسی تیار کسی نے کہا ہے۔

بے دلائل را یا نہ دلائل ان چہ کار شرع را و عقل را یا من چہ کار

(دیوانوں کو یہ پیر اور بیوی سے کیا مطلب شرع کو اور عقل کو ہمارے ساتھ کیا واسطہ۔)

کل قیامت کے دن جب لوگ دوزخ سے باہر آئیں گے ان لوگوں کو دوزخ کی آگ پاک و
صاف کر چکی ہوگی اس کے بعد جب وہ بہشت میں داخل ہوں گے تو ان لوگوں پر احکام کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی
وہی طرح محبت کی آگ ان لوگوں کو ایسا جلانے لگی کہ شریعت کی تمام آلودگیوں سے پاک صاف کر دے گی

اس کے بعد وہ لوگ اس بہشت خاص میں داخل ہوں گے جہاں نہ حوریں ہوں گی اور نہ
محلات ہوں گے۔ تکلیف و ذمہ داریوں کے احکام جس طرح بہشت عام میں نہیں ہوں گے اسی طرح بہشت
خاص میں بھی نہیں ہوں گے۔ اسی معنی میں یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

ایں عقل شدہ عقیدہ تو آنجانہ خرد حیدر تو
تا با تو ز عقل بیج رنگ ست خیز از برا کہ جا جنگ است
وز عالم عقل پائے بستی مرفوع قلم شوی برستی
گر طفل نای تو مرد کاری بالوح و قلم چه کار داری

داسے وہ کہ یہ عقل ہی تیری عقیدہ بیوی بن گئی ہے یہاں ترے عقل کا کوئی بہانہ نہیں قبول ہوگا۔
اگر تجھ میں عقل کا رنگ ذرا بھی ہے تو میرے پاس سے اٹھ جا کہ عقل کا یہی رنگ جھگڑے کا گھر ہے۔
اگر تو نے عالم عقل سے خود کو الگ کر لیا تو مرفوع القلم ہو گیا یعنی تجھ سے کوئی باز پرس نہیں تو مواخذہ سے بری۔
اگر تو کتب کا بچہ نہیں ہے بلکہ کام کا مرد ہے تو تجھے تختی اور قلم سے کیا مطلب ہے۔
اور یہ دوسرے بھی اسی معنی میں ہیں۔

ایں دولت بیدلی بہر دل نہ دہند ایں نزل نختگان منزل نہ دہند
در عالم عشق آنچہ بے دلاں راست یک ذرہ بصد ہزار مائل نہ دہند

(بے دلی یعنی دیوانگی کی یہ دولت ہر دل کو نہیں دیتے ہیں یہ ضیافت منزل سے غافل سونے والوں کو نہیں ملتی ہے۔
جہاں عشق میں ان دیوانوں کو جو حاصل ہے اس کے لاکھوں حصہ کا ایک ذرہ کسی مائل کو نہیں دیتے ہیں۔)

یہ ساری باتیں جو بیان میں آئیں یہ اس حدیث شریف کا مضمون ہے جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول ہے اِنَّ اُمَّةً لَا يُولُوْا حُبَّ الْعُشَّاقِ بِمَا حَصَدَ مَا مِنْهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ عاشقوں سے مواخذہ
ان کی ان باتوں پر نہیں فرماتا جہاں سے مدار ہو جاتی ہیں) عاشقوں سے جو کچھ وجود میں آتا ہے اس پر ان کی گرفت نہیں
کرتے اس لئے کہ عاشق دیوانہ اور بے اختیار ہوتا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کی اپنی کوئی مراد نہیں
ہوتی بے غرض اس سے وجود میں آتا ہے اور بے اختیار اس سے سرزد ہو جاتا ہے۔

کار عاشق اضطراری اذقتہ و آں ز فرط دوستداری اذقتہ
لا جرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہر چه میگوید بگستاخی رواست
ہر چه از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند از دیوانہ زور

(عاشق کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور وہ سب محبت کے غلبہ میں اس سے صادر ہوتے ہیں۔
 بلاشبہ دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن شوخی و گستاخی میں جو کچھ کہہ جاتا ہے اس کے لئے جائز ہے۔
 دیوانہ سے جو کام وجود میں آ جاتا ہے اس کے لئے اس دیوانہ کو فوراً اسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے۔)
 سبحان اللہ! پاک ہے وہ ذات۔ حب العشق جنونِ الٰہی ثابت ہے تو اس بار میں یہ ایک

قوی دلیل ہے خوب کہاہے۔

ہیچ عاشق را طاعت رئے نیست سوختن اور اقیامت رئے نیست

در مقام عشق گر بالغ شوی از عذاب جاوداں فارغ شوی

(کسی عاشق کے لئے طاعت کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے جلنے جلانے کے لئے قیامت کو دست رس ہی نہیں۔

اگر تم عشق کے مقام میں بالغ ہو جاؤ تو ہمیشہ کے لئے عذاب سے تم فارغ ہو گئے۔)

یہ تمام تقریریں سادہ بیان جو کذا را علم کے موافق ہے اور یہ ساری گفتگو علم کی ہے اس سے کسی اصل میں
 کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ کسی فرع میں کوئی خلل پڑتا ہے لیکن چونکہ یہ معنی اس درجہ دقیق و باریک ہے کہ ظاہر
 میں کوئی انکار پیدا ہوتا ہے ظاہر مینوں کی نظر سے یہ معنی پوشیدہ ہے مگر اہل دل اور اہل بصیرت پر یہ بالکل
 واضح اور کھلا ہوا ہے اس لئے کہ ان کا ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہے۔ اسی کو کہاہے۔

اہل دل را ذوق و فہم دیگر است کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست

ہر کرا این فہم در کار انگشت خویش در دریاے اسرار انگشت

تا بدار فہمے کہ بچوں وحی فاست در کلام او سخن گویند راست

(دل والوں کے ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہوتی ہے ان کا ذوق ان کی سمجھ دونوں عالم کے ذوق و فہم سے بالاتر ہے۔

جس کسی کو یہ ذوق و فہم میر ہو گیا اس نے خود کو اسرار کے دریا میں ڈال دیا۔ جب یہ فہم ایسی ہو جائے گی جیسی

کہ وحی کے سمجھنے کے لئے ہونی چاہیے تو اس کے کلام میں جو گفتگو ہوگی وہ صحیح و درست ہوگی۔)

تو اگر زمانہ کے مٹھی بھر اندھے نہیں سمجھیں تو اس سے ان کا کیا نقصان ہوتا ہے۔

مور شکر گر نہ چسند گو بچیں کو ز خورشید ار نہ بیند گو بینیں

(بیونٹی اگر شکر نہیں چیتی کہہ دو — نہیں چنے اندھا اگر آفتاب کو نہیں دیکھا چاہتا تو نہ دیکھے)

یہ خط ہر شخص کو نہ دکھلائیں تاکہ اپنی بیہودگیوں میں ملوث نہ کر دے۔

والسلام



مکتوب ۱۱۶

محبت کی طلب اور محبوب کی قربت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشنہ از دریا جُدائی می کند بر سرِ گنج گدائی می کند
(پیا سا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے، خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری کر رہا ہے۔)

فرزند حسام الدین سلام و دعا قبول کریں۔

تلاش و طلب کی گفتگو سے خالی نہ ہوں جس حال میں ہوں جس کام میں ہوں اور جہاں ہوں یہ جان لیں کہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) عارفوں کو اس کی خوشی سے سو ہزار فردوس حاصل ہے تَحَنُّنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم تمہارے رگِ گلوے بھی قریب تر ہیں) عقل اس کی جو شکل قائم کر سکتی ہے خیال اس کو جہاں تک احاطہ کر سکتا ہے وہم کی جہاں تک پہنچ ہو سکتی ہے الشرب العالمین کی ذات و صفات اس سے منزہ و پاک ہے وہ سب کا خالق ہے اس کے باوجود وہ تمہارے رگِ جاں سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہے۔ اسی کی جانب اشارہ ہے جو کہا ہے۔

لے در طلب گرہ کشائی مردہ یا وھل بزا در جُدائی مردہ

وے برب بحر تشنہ در خاک شمدہ ولے بر سرِ گنج از گدائی مردہ

(لے وہ کہ طلب کی گرہ کھولنے میں مر رہا ہے وصل کے ساتھ پیدا ہوا اور جُدائی میں جان دے رہا ہے۔)

افسوس سمند کے کنارے پیاس سے دھول میں لوٹ رہا ہے حیرت ہے کہ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک شگی میں مر رہا ہے۔)

لے فرزند کام کچھ دور نہیں ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) تیرے ساتھ ہے ملک و ملکوت کا

خدا تیرے ساتھ ہے تم وہ آنکھ حاصل کرو کہ حسن و جمالِ حقیقی کو بے کیف نہ کیجو اور وہ کان حاصل کر دو کہ کلام بغیر حروف و آواز کے سُنو۔ اس پر رحمت جس نے کہا ہے۔

جہاں پُر ز آفتاب در دید با کوہ جہاں بر از حدیث و گو شہا کر

(سارا جہان آفتاب حسن و جمال ہے بھرا ہوا ہے لیکن آنکھیں اندھی ہیں۔ تمام عالم انہیں باتوں سے پُر ہے مگر ان پر نہیں)
جب تم اپنے کام میں لگے رہو گے تو ایک دن اپنی خوش قسمتی سے اس مقام میں پہنچو گے جہاں دوسرے
پہنچے ہیں اور وہ دیکھو گے جو دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ کہو گے جو دوسرے کہتے ہیں۔

مشتوق عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے رسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(مشتوق تو ظاہر و عیاں تھا مجھے خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ تھا میں نے نہیں جانا۔ کہا اس کی تلاش
میں کہیں چلوں یہی تو خود تفرقہ تھا میں نہیں سمجھا۔)

افسوس ہر شخص آج اپنے ادبار بد اقبال سے اپنے وجود دہستی کے پردہ میں محجوب ہو رہا ہے
وگر نہ سب کی طلب سب کا مقصود ظاہر و حاصل ہے۔

آپنچہ تو گم کردہ انی کز کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا وہی تو تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود حجاب میں آگیا ہے۔)

اس سے زیادہ سننے کی طاقت نہیں ہے جو بیان کروں۔ آخر تم نے سنا ہے۔

زستی گر بگوید رسن عشقش جزالیش در طریقت دار باشد

(اگرستی میں اس کے عشق کے رنگ کوئی کھولے تو طریقت میں اس کی سزا پھانسی کا پھندا ہے۔)

تو راز کا چھپانا واجب ہے مگر رمز و اشارہ میں اجمالی طور پر کچھ کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند در کتبہ دل کچھ خود می کوشند

مئے از کف دوست ہر نفس می نوشند سری باز نہ دوستی حق می پوشند

(ظاہر ہے ہو یہ صوفیان با صفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اس راز میں خود کو مستغرق و محو رکھنے کی

کوشش میں رہتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام پیتے ہیں سر دیدیتے ہیں

لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے ہیں۔)

وَالسَّلَام

خاکسار شرف میزی



مکتوب ۱۱۷

موت کیلئے آمادہ رہنے اور زندگی کو غنیمت جاننے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راہ دور است لے پسر ہشیار باش خواب باگور افکن و بیدار باش

راہ می رو جہد می کن ہوشدار بار میکش خار می خور گوشدار

(اے لڑکے! راہ لمبی ہے ہوشیار رہو نیند کو قبر میں ڈال دے اور بیدار رہو راہ طے کرتا رہو گوش

میں نگارہ اور باہوش رہو سختیاں سہتا رہو کانٹے چباتا رہو کان کھول کر سن لے۔)

اے بھائی! بندے کے کمالی کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے۔ عمر کی پونجی ختم ہوئی جو کچھ لے جانا ہے لے

سے لے جانا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

راحت و محنت از این جامی برند دوزخ و جنت از این جامی برند

(آرام و تکلیف اسی دنیا سے لے جاتے ہیں دوزخ و جنت دونوں یہیں سے لے جاتے ہیں۔)

آج ہی اپنے حال اور کردار کا جائزہ لے لو کہ کون سی پونجی تمہارے پاس ہے اور کس کام میں لگے ہوئے

ہو وہی لے جاؤ گے جس میں لگے ہوئے ہو اور ابد الابد تک وہی ساتھ رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

ھر چہ دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ و مسالت آں بود

(دنیا میں جس خیال میں تم رہے ابد تک وہی چیز تمہارے ساتھ رہے گی۔)

غفلت میں نہ رہو کام بہت سخت و مشکل اور راہ اٹھا بیٹھ کی ہے شیطان و نفس پیچھے لگا ہوا

ہے۔ موت، قبر، آخرت کی گھلاٹیاں اور اس کی مشکلیں وہ ہیں کہ جس کے سننے سے پتہ پانی ہے

اور جگر کباب ہے وہ سب سامنے ہے اسی درد و غم میں کسی نے نالہ کیا ہے وہ بیچارہ اسی دھندلک

اور بے پناہی میں کہہ گیا ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زاری مادر م تانہ کردی کشتہ نفس کا فرم

کاش کہ ہرگز نبودی نام من تمانہ بودی جنبش و آرام من
(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔
کاش کبھی میرا نام ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی فعل وجود میں نہ آتا۔)

افسوس ہزار افسوس کہ سارا وقت غفلت میں گزر گیا عمر ختم ہوئی کام کچھ نہ بنا اور ہوارہ گیا اور آخرت
کا سفر پیش آگیا باقی ماندہ عمر میں اگر کچھ نہیں ہو سکتا ہے اتنا تو ہو کہ عمر گذشتہ پر رنج و افسوس طاری رہے
اور یہ کہنا چاہیے۔

بر غفلت روزگارم چوں کنم بر نیاید هیچ کارم چوں کنم
وادرادار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد
(غفلت میں سارا وقت گزر گیا کیا کروں کوئی کام بنائے نہیں بتا کیا کروں۔ اس درد کا
مداوا کہاں جا کر کروں گا عمر تو ختم ہوئی اب اس کا ماتم کہاں جا کے کروں گا۔)
مات کے آخر حصہ میں گنہگاروں، بدکاروں کی کیفیت طاری کرتے ہوئے پورے درد بھر
دل اور آنسو بھرے آنکھوں کے ساتھ بے مائیگی و بیچارگی میں یہ مناجات کریں۔

(۱) اے وفا از توجہا بر من گیر دے عطا از تو خطا بر من گیر
(۲) گر نخواہد خواست عذر، هیچ کس عذر خواہ جرم من معفو تو لبس
(۳) چوں سیہ آمد مرا رنگ غلیم تو سپید شس کن چو مویم لے کریم
(۴) از در خویشم مگر داں نا امید از سر لطف سیاہم کن سفید

(۱) (اے وہ کہ آپ کی جانب سے وفا ہوئی ہے، جفا مجھ پر نہ کھی جا۔ اور اے وہ کہ عطا و نوازش آپ کی
شان ہے میری خطا کی گرفت نہ فرمائی جائے۔ (۲) اگر کوئی شخص میرا سفارشی نہیں میری جانب سے معذرت خواہ
نہیں تو میرے گناہوں کا عذر خواہ آپ کا معفو ہی کافی ہے۔ (۳) میری کبل کارنگ گناہوں کے سیل سے سیاہ
ہو گیا ہے آپ میرے اُجلے بالوں کی طرح اسے سفید کر دیجئے۔ (۴) اے کرم فرماتے والے کریم اپنے درپاک
سے مجھے ناامید نہ ٹوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے نامر سیاہ کو سفید کر دیجئے۔)

والسلام

حقیر شرف مینری



مکتوب ۱۱۸

افلاس کا بیان (دوسرے طور پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عمر روزی پنج و شش می بگذرد خواه ناخوش خواه خوش می بگذرد

(ایہ پنج و شش روزہ زندگی کسی نہ کسی طرح گزری جائے گی خواہ خوش گزے خواہ ناخوش۔)

آن عزیز سلمہ اللہ کا خط ملا، پڑھا، وقت کی شدتیں زمانہ کے حادثوں کا ذکر تھا۔ اے بھائی!

الدنیا دار بلاء و فتنہ دنیا بلاخانہ اور فتنوں کا گھر ہے کوئی ایسا ہے جو اس دنیا میں آزمائشوں

اور فتنوں سے خالی رہا ہو؟ یہ محال ہے سبحان اللہ۔ باپ کا ستراج خلافت سے مزین فرشتے ان کے آگے

سبز جودان تمام نوازشات و انعامات کے ساتھ بہشت جیسی جگہ میں، فتنہ و آزمائش سے سلامت ہے

یہاں تک کہ بہشت کی نعمتوں اور راحتوں سے نکل کر رنج و غم کی دنیا میں ڈال دیئے گئے تو ان کی اطلاع ہوا

کی اس درجہ آلودگیوں اور نفس کا فر کے ساتھ رہتے ہوئے اس دنیا میں جو بلاخانہ سلامت رہ جائے خود محال ہے۔

اے بھائی! سلامتی عدم یعنی نہ ہونے میں ہے وجود میں نہیں جس وقت آدم علیہ السلام

کا وجود ہوا اسی وقت سلامتی اٹھ گئی۔

اے کاش نبودی اے عراقی کزنت ہمہ فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہونے سے ہیں۔)

ایک فقیر سکرات موت میں تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کوئی آرزو ہے؟ کہا عدم اللہ وجودہ

ایسے عدم کی جس کے لئے وجود نہ ہو یہی آرزو ہے۔

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودی جنبش و آرام من

(کاش مرا وجود نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی حرکت و سکنت کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

ایک شخص بیماری میں مبتلا تھے کسی عزیز نے پوچھا کیا مرض ہے کون سی تکلیف ہے؟ کہا وجود

یعنی اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ اے بھائی! آدمی کے لئے وجود کے سوا اور دوسری کیا بیماری ہوگی۔
 ایک بزرگ کا قول ہے کہتے ہیں اگر "جہان عدم" کی توصیف کروں تو لاکھوں میں کوئی ایک یہ نہ کہے کہ میں
 وجود میں رہوں اور اگر "عالم وجود" کی ناخوشی درج کا تذکرہ کروں تو لاکھوں میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہوتا۔
 اے بھائی! جب تمام نبیوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت کا تاج اور لولہ المخلقت
 الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی خلعت کے باوجود یہ فرمائیں کہ لَیْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ
 یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمدؐ کا پروردگار محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) تو اور دوسرے بیچاروں کو کیا کہنا چاہیے یہاں یہ
 اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ آدم کی اولاد کی دشواریوں، سختیوں کا حال دنیا میں کیا ہے اور کیوں ہے۔
 سبحان اللہ! ایسا حیوان ذی جان جواں کے پیٹ میں خون سے پرورش پائے خون ہی کھاتا
 رہے جب۔۔۔ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو کیا کھائے گا۔ آج اس دنیا میں جس چیز کا نام کھانا اور پانی
 ہے اگر نگاہ حقیقت میں سے دیکھو تو سب کا سب خون ہی ہے۔ کہاں تک کوئی لکھ سکتا ہے عمر میں تمام ہو گیا
 دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں لیکن یہ قصہ ختم و انتہا کو نہ پہنچے۔ ان سب کے ساتھ آخرت کی گھاٹیاں اس کی شکلیں
 سختیاں جوا و لا د آدم کو درپیش ہیں ان کو غور و تأمل کی نظر سے دیکھو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب ایسا ہے
 جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ پانی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے یالیت رب محمد
 یخلق محمدًا نہ فرماتے اس لئے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا غم تھا ہم کو اور تم کو مرن اپنا غم ہر
 یہ قصہ طوالت کا متقاضی ہے مختصر کیا گیا چنانچہ کسی نے کہا ہے۔۔۔

شب رفت حدیث ما بپایاں نہ رسید شب را چہ کند حدیث ما بود دراز
 گرچہ شب یلدا نہ یکے صد باشد آخر ز سر عتاب محمود و یاز
 درات گذر گئی ہمارا قصہ خستم ہوا رات کا کیا قصور ہمارا قصہ ہی بہت بڑا
 تھا۔ اگرچہ لمبی تاریک رات ایک کیا تھی بھی ہو تو محمود و یاز کے ناز کی دان
 ختم نہ ہوگی۔)

یا غیاث المستغیثین اغثنی یا مغیث

والسلام
 فقیر شرف میزی



مکتوب ۱۱۹

دین کی راہ میں استقامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قطب الدین کے نام۔

فرزند قطب الدین! الشرب العزت دونوں جہان میں باعزت رکھے

کاتب مکتوب شرف نسیری (قدس سرہ) کے سلام و دعاء کے بعد واضح ہو۔

جانو! کہ پیغمبران علیہم السلام کی مثال طیبوں کے مانند ہے اور لوگوں کی مثال بیماروں کی ہے اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانے کی ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفا و رحمت ہے مومنوں کے لئے) کہ جو خلق کے لئے مختلف معجون و شربتوں کا سارا بیان شرح و بسط سے ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ (ہم نے قرآن مجید میں کوئی چیز نہیں چھوڑی) یعنی لوگوں کے لئے دینی و دنیاوی جتنی چیزیں ہیں ان کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر ہم نے قرآن میں نہیں کیا ہے لیکن جب تک کسی کو ظاہری و باطنی طہارت حاصل نہ ہو چکی ہو وہ اس وقت تک قرآن کے اسرار کا محرم (جاننے والا) نہیں ہو سکتا ہے لَا یَمَسُّهَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (اسے پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے) سب کو دروازہ پر رکھا ہے جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے ہوئے نہ ہو اور کام کی حقیقت کا آشنا نہیں ہو چکا ہو وہ قرآن کے لطائف، نکات و اشارات کو نہیں سمجھ سکتا اسی معنی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چرماہ کند

(یہ سارے علم مختصر جسم ظاہر کے ہیں راہ حق تعالیٰ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے دل جو تار یک ہے لے کب اہ تاہاں بناتا ہے۔)

اور خدائے تعالیٰ کی راہ دل سے طے کر سکتے ہیں اور دل کے لئے شقاوت، سعادت، صحت و مرض سب کچھ ہے کہ جس کو دل کے اطباء ہی جانتے ہیں اور وہ طبیبان پیغامبران علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد مشائخ طریقت اور علماء آخرت ہیں رضوان اللہ علیہم اور آج پیغامبری کا دروازہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے تو بلاشبہ بیچارے مبتدی طالبوں کو اہم ترین مہمات و مشقیں پیش آتی ہیں اس کے لئے ان کی جوتیوں کی خدمت کرنا کہ جو مشائخ طریقت و علماء آخرت ہیں اور اس راہ کو طے کئے ہوئے ہیں دل کی بیماریوں کے طبیب ہو چکے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

راہ دور است پر آفت لے پسر راہ دور امی بسباید را ہبہر
کور ہرگز کے تواند رفت راست بے عھاش کور را رفتن خطاست
گر ترا در دست پیر آید پدید قفل دردت را کلید آید پدید

دائے لڑکے راہ لمبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے
اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاطھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔ اگر تجھے درد
ہے تو پیر مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔

”عالم حقیقتاً ویسے لوگوں کو کہئے نہ ان کو جنہیں لوگ عالم کہیں یا عالم و دانشور جانیں روایتوں
کو رٹنے والے اور قولوں کو نقل کرنے والے اور اہل جدال و بحث و مباحثہ و تکرار کرنے والے دوسرے ہیں مثلاً
ممثل الحمار یحمل اسفارا (ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت
مثلہم مثل الانبیاء و مامن نبی الاولہ نظیر فی امتہ (نبی کی نظیر ان کی امت میں موجود ہوتی ہے) قول ہے
علماء امتی کا نبیاء و بنی اسرائیل (میری امت کے علماء و بنی اسرائیل کے نبیوں کے مانند ہیں)
خواجہ فیض عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت صوفیہ کے وہ بزرگ ہیں کہ جواہل دل اور اہل بصیرت
ہیں اور ملک و ملکوت کو طے کر کے اس سے آگے بڑھے ہوئے ہیں ان کا علم و فہم ہی دوسرا ہے جس کی ایک
عالم کو خبر نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اہل دل را ذوق دہنہ و گریاست کان زہنہ ہر دو عالم بر تراست
ہر کرا این فہم در کار انگستند خویش را در بحر اسرار انگستند
تا بیاں فہمہ کو ہنجو دی خاست در کلام اد سخن گویند راست

(اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہیں ان کی یہ فہم دونوں عالم کے فہم سے بالاتر ہے جس کی نے

اپنے عمل میں اس فہم سے کام لیا اس نے خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وحی کے سمجھنے کا جہاں تک حق ہے سمجھتے ہیں اس لئے کلام حق تعالیٰ میں ان کی گفتگو صحیح و درست ہوتی ہے۔

خبردار! ہرگز کوئی اپنے ناقص عقل سے ان کے حق میں تصرف نہ کرے اور ان کے بارے میں فضول بکواس نہ کیا کرے۔ اے بیچارو! تم کیا جانو جو تلوار کھاتے ہیں اور تلوار پلاتے ہیں دوسرے ہی لوگ ہیں اور خرید کھانے والے پیالہ چاٹنے والے دوسرے ہیں ایسے لوگ ہرگز ان مردانِ راہ کے برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایک بزرگ کو یہ جواب میسر ہوا۔

گر ترار وزے دریں میدان کشند این رقم بینی کہ بر مرداں کشند

انگھے این شیوہ معنی مسہزار بینی ودانی دداری استوار

اگر تجھے کسی دن اس میدان میں لے جائیں تو تو اس تحریر کو دیکھ لے جو ان مردانِ خدا کے حق میں لکھی ہوئی ہے۔

تو اس وقت اس طور درویش کے سہ ہزار معنی تو دیکھ لے 'جان لے' اور اس پر یقین کر لے۔

یہ درست نہیں کہ کوئی یہ کہے مبتدی بیچارہ کیوں کر جانے کہ یہ علماء و آخرت میں ہیں اور یہ راہ طے کئے ہوئے صاحبِ دل ہو چکے ہیں حاذق طیب ہیں اس کام میں ان کی اقتداء کرنا چاہیئے۔ یا یہ علماء دنیا میں سے ہیں جھوٹے و عویدار ہیں اس کام میں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

اے بھائی! جس کسی کو اس کام کے لئے بنایا ہے تو یقیناً کسی صاحبِ دل کو اس کے پاس بھیج دیں گے۔ اس کو کسی صاحبِ دل کے در پر پہنچا دیں گے تاکہ ازل میں جو حکم ہو چکا ہے وہ نافذ ہو جائے اور جس کو بد نصیبی و بلاقبالی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ہرگز یہ دولت اس کو میسر نہیں ہوگی مگر مہیسا خلق لئے یہ دونوں کے حق میں اور دونوں کے لئے مکمل شرع و بیان ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دونوں بندہ ہیں فرق کس وجہ سے ہے تو کہہ دو مدت ہوئی کہ آسمان و زمین میں اعلان کر دیا گیا ہے لَا یَسْئَلُ أَحَدٌ عَمَّا فَعَلَ کوئی اس کے لئے ہوئے پر سوال نہیں کر سکتا، اسی کو کہا ہے۔

گر چہ رہ بستند ہر سوئے ازیں پئے نہ بردند لب عجب مرئے ازیں

ایں چہ درگاہیت قفارش بے کلید ایں چہ دریائیت قعرش ناپدید

(اللہ رب العزت کے کاموں کے رموز کو معلوم کرنے کے لئے ہر سمت جستجو کی گئی لیکن بال برابر بھی کوئی اس کا پتہ نہ پاسکا۔)

سبحان اللہ! یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے تالاک کی گئی نہیں یہ کون سا دریا ہے جس کے تہ کا پتہ نہیں۔

جب کاتب کاغذ میں الف یا فون لکھ دے تو ہرگز وہ قاف و کاف نہ ہوگا اور اگر تہ یا یہ لکھ دے کسی کو ابوجہل

پیدا کیا ہے تو وہ ہرگز ابوزید (بیطاعتی) نہیں ہو سکتا۔
 بدبختی راگرہ کشودن نتوان احوال بہر کے نمودن نتوان
 گرچہ رخ فلک بہرہ ماغم کارو شادی بہمہ حال درودن نتوان
 (بدبختی کی گرہ کھولی نہیں جاسکتی حالات ہر شخص کو دکھلائے نہیں جاسکتے۔ اگر آسمان نے
 ہمارے لئے غم کا بیج بویا ہے تو کسی حال میں بھی ہم خوشی کا پھل نہیں کاٹ سکتے۔)
 یہ وہ مقام ہے جہاں کہتے ہیں۔

غزلے می نوشت خاقانی قلم ایں جا رسید و سر شکست
 (خاقانی نے ایسی غزل کہی کہ قلم وہاں پہنچا اور اس کا سر شکست ہو گیا۔)
 حضور سرور عالم بہتر و بہتر از نبی آدم علی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنو اور دلائل نشین کرو اور سلامتی کیساتھ
 گذر جاؤ اذاکر القدر فامسکوا (جب تقدیر کا ذکر آجائے تو خاموش ہو جاؤ) ایک عزیز نے بھی معذرت
 کرتے ہوئے کہا ہے۔

لے درینا ہرچہ گفتم، پیچ بود دیدہ کور و راہ پیچا پیچ بود
 (افسوس جو کچھ کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچا پیچ در پیچ تھی)

والسلام

شرف منیری



مکتوب نمبر ۱۲۰

خداوند جل شانہ کی جانب لوٹ آنے معنی توبہ کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک محمود کے نام:-

میرے عزیز بھائی ملک محمود۔ اللہ رب العزت عزت عطا فرمائے۔
 کاتب مکتوب شرف ذیقر کے سلام کے بعد واضح ہو۔ کتنا ہی زیادہ گناہ کی گندگی اور معصیت

کی آلودگی ہو تو بہ استغفار اختیار کرنا چاہیے خود صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فتویٰ ارشاد فرمایا ہے اِذَا كَثُرَ الذُّنُوبُ لِأَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَكَثِرِ الْإِسْتِغْفَارَ فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ إِنَّمَا قَاتَلَ الْخَطَايَا كَمَا قَاتَلْتُ الْبُحَارَ الْحَطَبَ (جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو لے جاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے) اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے مَا أَصْرَمَ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَبْرَةً (جس نے استغفار کیا تو اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ ایک دن میں ستر بار گناہ کا اعادہ کیا ہے)۔

لے بھائی! اول سے آخر تک گناہ سے پاک ہونا فرشتوں کا کام ہے اور ابتداء سے آخر تک گناہ میں آلودہ ہونا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گرنا اور پھر گناہ سے اٹھ کھڑے ہونا آدمؑ اور آدمؑ کی اولاد کا کام ہے۔ جب آدمی نے گناہ کیا تو گر پڑا اور جب توبہ کر لی اٹھ کھڑا ہوا اور جب کھڑا ہو گیا تو یہ دولت پالی الثَّابِتُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ، (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے جیسا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے) آدمی سے گناہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ خواہشات و شہوات اس کی سرشت میں ملی ہوئی ہے اس کا توبہ کرنا یہ العجۃ ایک نادر بات ہے۔ سبحان الشہداء بہشت کے جیسا مقام جناب آدم علیہ السلام جیسے بندہ نبوت کا تاج زریں سر خلافت کے تخت پر جلوہ گر مانعت صرف وہی ایک وَلَا تَقْرَبْنِي هَذِهِ الشَّجَرَةُ (کہ اس درخت کے قریب تم دونوں نہ جانا) اس سے بچ نہ سکے گر پڑے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا (اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسی جگہ بلاؤں سے بھری ہوئی بیچارہ آدم کی اولاد اتنے سارے ادا مرد و نواہی میں مبتلا شیطان جیسا دشمن درپے آزار پھر نفس جیسا عدو خود اپنے جسم کے اندر چھپا ہوا گناہ نہ کرے یہ ممکن نہیں اور دوسری بات یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَلَوْ لَمْ تَنْبِذُوا الذَّنْبَ اللَّهُ بِكُمْ وَجَاءَ بِقَوْمٍ يُدْثَبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ (اگر تم گناہ نہ کرتے تو حق تعالیٰ تمہیں اٹھا لیتا اور یقیناً ایک ایسی دوسری قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور عفو و بخشائش پناہی اور خداوند تعالیٰ اسے معاف فرماتا چنانچہ یہ اشعار اسی حسی میں ہیں۔

بود عین عفو تو عاصی طلب
عزم عصیاں گرفتہ زیں سبب
چوں بستاریت دیدم کار ساز
ہم بدست خود در یدم پردہ باز

گر نخواہد خواست عذر من بیچ کس عذر خواہ جسم من عفو تو بس

(آپ کا عفو عین گنہگاروں کی تلاش میں ہے اسی سبب سے میں نے گناہ کا میدان اختیار کیا۔

چوں کہ میں نے آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کار ساز دیکھا اس لئے اپنے ہاتھ سے اپنے گناہ کا پردہ
چاک کر ڈالا۔ اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی عذر خواہی نہ کرے گا تو میرے گناہ کے لئے آپ کا عفو ہی کافی عذر خواہ ہے)
جانتے ہو یا یہ کیا ہے؟ یہ وہ ہے کہ کہتے ہیں کہ بندہ کے گناہ کرنے میں بہت بڑا راز اور حکمت
عظیم ہے اگر ہمارا تمہارا گناہ نہ ہوتا تو اس کی غفاری و ستاری (ان دونوں صفتوں) کا اظہار نہ ہوتا اور ایک عزت
آب کا قول ہے کہ خداوند عزوجل کے دو خزانے ہیں ایک خزانہ ثواب اور کرامت سے بھرا ہوا ہے دوسرا
خزانہ رحمت و مغفرت سے بھرا ہوا ہے اگر ایمان والے بندے بندگی و عبادت کریں تو ثواب و کرامت ان
پر نثار ہوتی ہے اور اگر گناہ نہیں کرتے اور ان سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تو اس کی رحمت و مغفرت کا خزانہ
فنا یں جاتا اسے اچھی طرح جان لو اور سمجھ لیکن اس کے معنی نہیں ہیں کہ یہاں اپنی خواہشات کا گھوڑا اپنی مراد
کے میدان میں ڈال دے اور گناہ کا ارتکاب اپنے دل پر آسان کر لو خبردار ہوشیار کبھی ایسا نہ ہو۔ وہ تو اس
کا انعام اس کی کرامت ہے اس کا فضل اس کی رحمت ہے بندہ کے لئے ادب ہر وقت ملحوظ رکھنا ہے قدم
بندگی کی حد سے باہر نکلنے نہ پائے اور گناہ دیے ادبوں سے ایسا ڈرنا چاہیے کہ اگر کل قیامت کے دن میدان
حشر میں اعلان کیا جائے کہ آج دوزخ میں ایک شخص کے سوا کوئی دوسرا نہیں جائے گا تو وہ یہ سمجھ لے
کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ آخر انبیاء علیہم السلام کے نوحہ و ماتم کا حال تم نے سنا ہے جو زلت و غرہوں
آزمائشوں میں انہوں نے کیا ہے خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ دن میں چند مرتبہ آئینہ دیکھتے تھے ایک
شخص نے پوچھا حضرت یہ بار بار آئینہ دیکھنا کیا ہے اس نے کیا معنی میں؟ فرمایا اس خوف سے دیکھتا
ہوں کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ تو نہیں ہو گیا ہے۔ بندہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے جس قدر زیادہ انعام
و نوازش دیکھے لازم ہے کہ اتنا ہی زیادہ ڈرتا ہے اور ادب عاجزی و انکساری اس کے بھی زیادہ کرے اس
خلعت و نوازش میں خود کو گم نہ کر دے اپنی کمزوری مجبوری بے وسر سامانی کو سامنے رکھے جیسا کہ کسی عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔

چوں سید آمد مرا زنگس گلیم تو سفیدش کن چو مویم لے کریم

از در خویشم مگر دان نا امید از سر لطف سیام کن سپید

زمیری کلی گناہوں کے میل سے کالی ہو گئی ہے آپ اس کو میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے اے کریم۔ اپنے درپاک سے

۱۰ امید نہ لٹائیے اپنی نوازش خاص سے میرے سیاہ مارا اعمال کو سفید بنا دیجئے۔ ❀❀❀
شرف زمیری

مکتوب ۱۲۱

خداوند تعالیٰ سے پرامید رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از درخویشم مگر داں ناامید از سرِ لطف سیاهم کن سپید

(اپنے در اقدس سے ناامید نہ لو مایہ اپنے لطف خاص سے میرے کانے کر نو توں کو سفید بنا دیجئے۔)

اے بھائی! جہاں رہو جس کام میں رہو ناامید نہ ہو اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے کام فرمانبرداروں کی فرماں برداری، عبادت گزاروں کی عبادت گزاری سے پاک ہیں اور گنہگاروں کی گنہگاری سے منزہ اور پاک ہیں وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے کام میں کوئی علت نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔
اور خوب کہا ہے۔

نے ہماں آں جائیگہ طاعت خرد عجز نیز و ضعف ہر ساعت خرد

(وہ بارگاہ پاک ایسی جگہ نہیں جہاں طاعت ہی خریدی جاتی ہے بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوروں کی کمزوریاں

ہمہ وقت خریدی جاتی ہیں۔) اسی مقام کو بزرگوں نے کہا ہے اَلْفَضْلُ لِمَنْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ لَا بِاَلْعَمَلِ

وَلَا بِاَلْجُوهْرِ فَضْلٌ تُوَدُّہُ ہے جو خداوند تعالیٰ کسی کو فضل عطا فرمائے فضل کا تعلق نہ کسی کے عمل سے نہ

اور نہ کسی کے جوہر سے اس لئے کہ اگر فضل کا تعلق عمل سے ہوتا تو یقیناً اگلی اُمتوں کو اس اُمت پر فضیلت

ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں سات سو سال اور آٹھ سو سال یا ہزار سال ہوتی تھیں تو ان کا عمل ان کے خیر

بھی بہت زیادہ ہوتے تھے اور اس اُمت میں زیادہ تر لوگوں کی عمریں ساٹھ ستر سال ہوتی ہیں تو ضروری

ہے انکا عمل ان کا کام بھی تھوڑا ہوگا ان سب کے ساتھ اس اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت ہے۔ اور اگر فضل

کا انحصار جوہر پر ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ شیطان روشن آگ سے ہے اور آدم

تاریک مٹی سے اس کے باوجود آدم کو شیطان پر فضیلت ہے تو ہم نے یہ جان لیا کہ فضل نہ عمل سے متعلق ہے۔

اور نہ جوہر سے یعنی عمل و جوہر یہ دونوں فضل خداوندی کی علت نہیں ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ فضل کسی کو نہیں

ہوتا اس وقت تک جب تک خداوند تعالیٰ فضل نہ عطا فرمائے۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا اگر کسی کو اعلیٰ علین پہنچا دے
بغیر کسی عمل و کارگزاری کے تو یہ اسے حاصل ہوگا اور اگر کسی کو اسفل السافلین میں گرا دے بغیر کسی گناہ و گندگی
کے تو یہ اس کے حق میں ہوگا۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر آری خلیے ز جہانہ کنی آشنائی ز بیگانہ
گئے زان چناں گوہر خانہ خیز چو بوطاہے را کنی سنگ ریز

(آپ بھی بت خانہ سے خلیل پیدا کر دیتے ہیں اور بیگانوں کو اپنا بنالیتے ہیں۔ کبھی اس ہیرے
جو اہر پیدا کرنے والے گہرانہ سے ابو طاب جیسے سنگریزہ کو پیدا کر کے پتھر کے آگے سجدریز کر دیتے ہیں)
اور یہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ علین پہنچا دیا اس وقت جب کہ آپ سے کوئی عمل و طاعت
و بندگی بھی وجود میں نہ آئی تھی بلکہ ظہور ذات بابرکات کے قبل ہی۔ اور ابو جہل کو اسفل السافلین میں گرا دیا
بغیر اس کے کہ کوئی گناہ اور کسی معصیت کا ارتکاب اس سے ہوا ہو بلکہ اس کے پیدا ہونے کے قبل ہی یہی ہے
کہ ھولاء فی الجنة ولا ابالی وھولاء فی النار ولا ابالی (یہ جنت میں رہیں مجھے پرواہ نہیں وہ دوزخ میں ہے
مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں) اسے ہرگز کسی کا ڈر نہیں کسی سے خوف نہیں وہ جو چاہے کرے خون و ڈر تو کسی
دوسرے کی ملک میں تصرف کرنے سے پیدا ہوتا ہے جب اپنی ملک میں تصرف ہے تو کوئی ڈر نہیں سارے
جہاں کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے خوف نہیں اگر سارے عالم کے لوگ صدق میں خباب صدیق اکبرؓ جلیں
لا یزید فی ملکہ شئی تو اس کی ملکیت میں ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ انا
ربکم الاعلیٰ میں تمہارا بڑا رب ہوں کا دعویٰ فرعون کی طرح کریں لا ینقص من ملکہ شئی تو بھی اس
کے ملک میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

آپخہ درگاہیت قفلش بے کلید آپخہ دریاہیت قعرش نا پدید
از بدیں دریا در آئی یکدے حیرت جانسوز بینی عالمے

(یہ وہ دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ وہ دریا ہے جس کے تہ کا پتہ ہی نہیں اگر اس دریا
میں تم ایک لٹ کے لئے غوطہ لگاؤ تو ایک جانسوز حیرت کا عالم مشاہدہ کر دگے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۲۲

نفس کی نیچ کنی (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیت کن ہرچہ رہ و رائے بود تبادلت خانہ خداے بود
در دوی عقل راست بچپا پیچ چشم ایماں دوی نہ بیند، پیچ
(تم اپنی عقل و تدبیر اور اپنی روش کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے۔ دوی کی پیچیدگیاں
عقل ہی سے ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ دوی نہیں دیکھتی ہے۔)

فرزند عزیز عبدالملک اکاتب مکتوب شرف میری کا سلام و دعاؤ۔

ایک دو بار فرزند عزیز کا خط پڑھنا تھا مطالعہ میں آیا۔ اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ
بہت زیادہ نماز کیسے ادا کروں، بہت زیادہ روزہ کیسے رکھوں کوشش اس کی کر دو کہ اس نفس کافر کو جس
نے تمہاری راہ روک رکھی ہے اسے راہ سے کس طرح دور کروں طالب کا اصل کام یہی ہے جس طرح بھی ہو اس
نفس کافر کو رامے ہٹایا جائے حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب پر غلبہ حال کے قانون کے تحت یہ فرض عین ہے۔
خواہ جبرہ و دستار کے ذریعہ خواہ نہ تار بندی کے ذریعہ خواہ سجد میں رہ کر خواہ۔ تنخانہ میں بیٹھ کر۔ اسی کو کہا ہے۔

در بستکہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از دلوے نثار کنش است یا بوئے وصال او کنش کعبہ ماست

اگر تنگدہ میں معشوق کا جمال ملے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی رُو سے غلطی ہے۔ اگر کعبہ میں

محبوب کی خوشبو نہ میسر آئے تو وہ تنگدہ ہے اور اگر محبوب کا وصال کنشت میں میسر ہو تو ہمارا کعبہ وہی ہے۔

اور وہ جو کہتے ہیں کہ ارباب بصیرت اہل نظر حضرات بے راہ روی سے اپنی راہ سیدھی کرتے

ہیں یہی ہے اور اس شعر میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔

بر درخت بقاے دو جہانی از رہ کفر در مسلمان

فقرِ حقیقت از گمراہی رہ کردن است وز دو عالم دست کو تہ کردن است
 (بقائے دو جہانی کے درختِ برقیام کفر کی راہ سے سلمانی میں داخل ہونے سے ہوتی ہے
 فقر کیا ہے؟ گمراہی کی راہ سے دین کی راہ اختیار کرنا ہے اور دونوں عالم سے ہاتھ سمیٹ لینا ہے)
 یہی وہ منزل ہے جہاں ظاہر پرستان اور اہل عقل کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور دیوانگی کا داغ
 لگاتے ہیں جیسا کہ مسکین احمد بہاری کو کہتے ہیں اور وہ جیسے ہیں اپنے کام میں صحیح راہ پر گامزن
 ہیں لوگ جب ان کو نہیں سمجھتے ہیں ضرور یہی کہیں گے۔ جیسا کہ کہا ہے۔
 گرچہ غافل بریں عمل خند لیک عاقل جزایں نہ پسند
 (اگرچہ اہل غفلت اس عمل پر ہنستے ہیں لیکن سمجھدار لوگ اس کے سوا اور کچھ پسند نہیں کرتے ہیں)
 اے فرزند! آدمی تمام موجودات کا خلاصہ یعنی انتخاب و نچوڑ ہے اس کا معاملہ معمولی
 نہیں ہے اس کا راز یہ ہے۔

نیت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک
 صد ہزاراں پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود
 (آدمی محض مٹی و پانی کا نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے۔
 عالم ہستی جو لاکھوں فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اس کے تمام فرشتے آخر ایک قطرہ آب کو سجدہ کیسے کرتے)
 سبحان اللہ! اے فرزند! پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم لاکھوں حیوانوں کی
 پامال کی ہوئی کدرو آلودہ مٹی کو سجدہ کرے اور یہ بے قدر و قیمت مٹی خلیفہ ہو جائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟
 ہَذَا اَبْنُ عَظِيمٍ لَا يَقْدِرُ احَدٌ عَظْمُ كَشْفِهِ (یہ ایک عظیم راز ہے جسے کوئی کھول نہیں سکتا ہے) تو
 جو تمہیں طلب کرنا ہے اس کی تلاش خود اپنے اندر کرو اسی کو کہا ہے۔
 آپنچہ تو گم کردہ کڑ کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای
 (وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری گنجی ہے وہ تو خود تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنے آپ پردہ بنا ہوا ہے)

یہ غالباً ہی احمد بہاری ہیں جن کا قتل اعز کا کوئی کے ساتھ دہلی میں فیروز شاہ کے عہد میں ہوا۔ اور شاید
 کہ شعر بھی کہتے ہوں گے ممکن ہے مسکین تخلص کرتے ہوں۔ مسکین بہاری کے اشعار مخدوم جہاں کے کتبوبات
 ملفوظات تصنیفات میں بہت آتے ہیں۔ کاش مسکین بہاری کا دیوان یا مجموعہ کلام میری نظروں سے گذرنا۔ (رقیم)

اور وہ جو کسی نے کہا ہے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں مشرق و مغرب میں بھی نہیں ہے بلکہ لوح و قلم عرش و کرسی میں بھی نہیں ہے وہ تجھ میں ہے یہی ہے جہاں ہشیار رہو اور مکمل غور و فکر کرو لو یہ اشعار یہاں سنو۔

تاما ملک کر دند آدم را سجود عشق خاں یکذر رہ آمد در وجود
 رہ بحق چوں جان آدم یافتند تا ابد در غمتش بشتافتند
 تا نیامد جان آدم آشکار رہ نداشتند سوائے کردگار
 رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد و کسید ہر دو عالم شد پدید
 (فرشتوں نے اس وقت آدم کو سجدہ کیا جب اس کے عشق کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ جب آدم کی روح پھایا تو اب تک اس کی خدمت گزاری کے لئے دوڑ پڑے۔
 جب تک جناب آدم علیہ السلام کی جان ظاہر نہ ہوئی تھی اس وقت تک کسی نے اللہ کی جانب پہنچنے کی راہ نہیں پائی تھی۔
 جب جناب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی ظاہر ہو گئی اسی سے دونوں جہان کے تالاک کبھی ہاتھ آئی۔)
 فرشتوں نے اس تقدس و طہارت کے ساتھ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں)
 کا مقام پایا لیکن یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں)
 کے خطاب و سرفرازی کے لائق ہی مٹی و پانی کا پتلہ ہوا۔ اسی سے جان کو کہ جو کچھ رکھتا ہے وہ یہی آب
 خاک رکھتا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک افتاد پیش آدم عرش در خاک افتاد

(اسی مٹی کے پتلہ کو جب اس روح پاک سے معاملہ ہوا تو آدم کے آگے عرش پست ہو گیا۔)

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَبَارَكُ فِيهِ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
 کہتے ہیں اے علی صلی علیہ وسلم (اپنی صفت پر پیدا کیا۔) اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ انسان
 کی حقیقت اسرار ربوبیت کی مظہر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرون تو معشوقے دگر

چوں بیرونی نور عقل و معرفت نے تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمد است اینہمہ در تو محقق آمد است

(تجھ سے بسند اور کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے ہر کوئی معشوق نہیں۔)

چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو تو شرح میں آ سکتا ہے اور نہ تیری صفت ہی بیان ہو سکتی ہے۔
 توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق اور نخست ہے۔)۔ اس سے زیادہ لکھنے کی
 اجازت نہیں فیرت کے کو تو ال نے سیاست کی سولی نصب کر رکھا ہے چنا پنچہ قول ہے مَنْ صَوَّرَ
 بِالتَّوْحِيدِ فَقَتْلُهُ أَذْلَى مِنْ أَحْيَاءِ غَيْرِهِ۔ (جس نے توحید کو کھول کر بیان کیا اس کا قتل کرنا بہتر ہے
 غیر کے زندہ رکھنے سے) اسی کو کہتے ہیں ۔

زہن ہار گوی تو بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار
 دیدی کہ سبک عشق رنرے علاج بگفت و رفت بردار
 (خبردار اگر تم سچے عاشق ہو تو جمع عام میں راز کی بات نہ کہو دیکھا نہیں کہ مستی میں عشق کا ایک
 راز منہوڑنے کھول دیا اور دار پر چلے گئے۔)

والسلام
 شرف منیری

مکتوب ۱۲۳

حسرت و ندامت (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میرے عزیز بھائی شیخ سلیمان! اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں بزرگی عطا فرمائے۔
 کاتب مکتوب شرف منیری (قدس سرہ) کا سلام و دعا قبول کریں۔
 برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، پڑھا، ہر طرح کی بات لکھی گئی ہے
 اس کے لکھنے میں زحمت بہت اٹھائی۔

اے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی ہجری کے رہنے والے ہیں آج سارے عالم میں ایمان
 اجنبی کمزور اور نادار ہے اور مومن سُرخ گندھک ہیں یہ جو تم نے سنا ہے کہ بَدَاُ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا
 وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ اسلَام ابتداء میں اجنبی اور کمزور تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا زمانہ

اوقات وہی زمانہ ہے۔ کیا کیا جائے مصیبت کی دھول ہم لوگوں کو اپنے سروں پر ڈالنی چاہیے اور اپنے رنج و غم میں رہنا چاہیے۔

با حیات تو دیں بروں نیاید شب مرگ تو روز دیں زاید
آں ہوا سے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
(جب تک تو زندہ ہے یعنی تیری اس طرح کی زندگی کے ساتھ دین پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس رات تیری موت آئے گی دین کا روز روشن اسی وقت نمودار ہوگا۔ وہ سب بظاہر عبادت کی خواہشیں جو اس سے قبل تھیں وہ رسم و عادت تھیں دین نہیں تھا۔) اور دوسرے کاموں کے بارے میں آج کیا پوچھتے ہو وہ سب کام مڑوں کے ہیں منحنیوں کے نہیں ہیں۔ وہ دولت ہم بد اقبالوں کو کہاں دی ہے۔ وہ جو آج اہل سلوک اور اصحاب بصیرت ہیں وہ یہ کہتے ہیں۔

نمی دانم کرام نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم
(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)
اے بھائی! اس کے بعد ہم لوگوں کو کیا کہنا چاہیے۔
آں را کہ نمود روئے خویش نے حال بود نہ قال باشد
حسیراں شود و بخود نہ ماند کے دم زدنش مجال باشد
(جس کسی کو اپنے روئے اور کمال دکھا دیتے ہیں اس کے لئے نہ حال ہے نہ قال ہے۔ وہ توحیرت میں گم ہو جاتا ہے اپنے آپ میں نہیں رہتا اے کچھ کہنے کا یا را کہاں ہوتا ہے۔)
اے بھائی! وہ جماعت جو اس کام سے وابستگی رکھتی تھی اس کے لوگ ہمارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں آج مرنے لگی ہیں جو اپنی خود پرستی میں پڑے ہوئے ہیں اپنے آپ کو ان مردان خدا کی صورت و شکل میں وضع و لباس میں آراستہ کئے ہوئے ہیں معرفت خداوند جل و علا کا دعویٰ کر رہے ہیں اگر غور کر کے دیکھو تو ان کو خود اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے۔ ایمان کیا ہے یہ کیا جانے۔ اسی کو کہا ہے۔ مصرع جہاں پر زبیاں از میاں رفته۔ (سارا عالم بیماروں سے بھرا ہوا ہے اور طبیبانِ خست ہو چکے۔) یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

صحبت نیکاں ز جہاں دو گشت خوان غسل خانہ ز بنور گشت
(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی ہے شہد کا دسترخوان ز بنور کا گھر بن گیا ہے۔)

اس زمانہ میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ یا حضرت حضور مینیا مبر علی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟ فرمایا وہ لوگ ایسے تھے کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ سب کے سب دیوانہ ہیں اور اگر وہ تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے یہ سب شیاطین ہیں۔ یہ خود اس وقت کی بات ہے جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا عہد ہے اور جو صحابہؓ سے بالکل متصل ہے اس دور میں کیا کہا جائے اور کیا چلیں خسرو کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

خلق گویندم بروز نار بندے بت پرست در تن خسرو کدامی رگ کہ آن زنا رست

(لوگ کہتے ہیں اسے بت پرست جا از نار باندھے۔ اسے خسرو کے جسم میں کون سی رگ ہو جو نار نہیں ہے۔) اے بھائی! وہ لوگ جنہوں نے سر اور داڑھی کے بال منڈوا لئے ہیں اور شراب خانہ و تنگدہ میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ اسی لئے ہے اور اسی کو کہا ہے۔

بر درخت بقائے دو جہان از رو کفر در مسلمان

(دونوں جہاں کی بقا کے درخت پر جنہوں نے آشیانہ بنایا ہے وہ اسی کفر کی راہ کی مسلمان ہیں۔)

اور وہ جو کہا ہے۔

فقر چیت از گمراہی رہ کردن است وز دو عالم دست کوتہ کردن است

(فقری کیا ہے گمراہی اختیار کرنے کے ذریعہ راہ درست کر لینی مرا کا ستقیم بنانا ہے اور دونوں جہاں ہاتھ سے لٹکانا ہے۔)

اس شعر کا مطلب یہی ہے چوں کہ یہ لوگ آنکھ والے ہو چکے ہیں ان کی نظر جب کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی تو دیکھا کہ یہ سب کا سب گمان گھنڈ اور زنا رست ہیں بعض دعویٰ دڈینگا ہے اسلام نہیں ہے اس لئے کہ مسلمان چیر ہی کچھ اور ہے اور مسلمان ایک دوسرے ہی پرندہ اور شہباز ہیں چنانچہ ثنوی کے اشعار ہیں۔

(۱) نیست کشتہ ہمہ بعزت ہست علم بے نیازی اندر دست

(۲) معتکف در سرائے راز ہمہ بے نیاز از پئے نیاز ہمہ

(۳) چشم ہشان تا ولایت آدم اسم شان تا نہایت عالم

(۴) ماعبدالکاف اجتہاد ہمہ ماعرفناک اعتقاد ہمہ

(۵) خور وہ یکبادہ بر رخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در باقی

(۶) چنگ در حضرت خداے زودہ ہرچہ آن نیست پشت پا زودہ

(۱) اس حقیقی کی عزت میں سب نیت و معدوم ہو چکے ہیں، سارے جہاں سے بے نیاز ہونے کا جھنڈا اٹھوں میں

لئے ہوئے ہیں۔ (۲) اس بانگاہ راز میں سب متکلف ہیں۔ اور اس بارگاہ پاک میں نیاز مندی کی وجہ سے سب

سے بے نیاز ہیں۔ (۳) ان کی نظر آدم کی ولایت تک۔ ان کا نام انتہائے عالم تک۔

(۴) سب کا فیصلہ ہے کہ ہم سے آپ کی عبادت نہ ہو سکی اور سب کا اعتقاد ہے کہ آپ کی معرفت ہم حاصل نہ کر سکے۔

(۵) ساقی کے روبرو اس کی دید کی شراب پی ہے اور جو اس کے علاوہ تھی وہ سب چھوڑ دی ہے۔

(۶) بس مرنے خدا کو اختیار کر لیا اور سب کو قدموں کے نیچے چھوڑ دیا۔

وہ عاشق فانی عین القضاۃ، ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو انمردوں کو سارا غلط خاص اسی کام

کہ "ایمان ہے یا نہیں ہے" اور تم اس پر نازاں و مغرور ہو کہ ہم ایمان والے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو ایمان کا

جمال مشاہدہ کرو تو کسی مومن کی تلاش کرو جو نفس کا فری کا فری کا زناں تمہاری گردن سے کاٹ ڈالے

اس وقت تم ایمان کے جمال کا مشاہدہ کر سکتے ہو اور عالم میں یہ صلا لگا سکتے ہو۔

آں کس کہ تر اندید او بیچ ندید و آں کس کہ تر اندید او بیچ ندید

(جس نے آپ کو نہیں دیکھا اُس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اور جس نے آپ کو نہیں پایا کچھ نہیں پایا)

حال چوں کہ یہ ہے اس لئے معطل رہنا اور ناامید ہونا شرط نہیں ہے۔

اندریں رہ اگر تو آں نہ کنی دست و پائے بزر زیان نہ کنی

(اگر تم اس راہ میں جو انمردوں کے کام نہیں کر سکتے کم سے کم تم ہاتھ پاؤں تو مار دو گھٹائے میں نہ رہو گے)

اگر اس راہ کے مردوں کا ایمان حاصل نہیں ہوتا تو کم سے کم بوڑھی عورتوں اور مخموشوں جیسا ایمان

تو ہو گا کیا کیا جاسکتا ہے اگر آفتاب کی دولت غروب ہو چکی تو کم سے کم چراغ تو ہے۔ ورنہ کیا ہم اور

کیا فرعون، نمرود، یہود، آتش پرست یا غیاث المستغیثین اغشنا

دل گم گشتہ را انابت جوای مردم دیدہ گشت مردم شوی

دل گم گشتہ را رہے بنمائی مردم دیدہ را درے بکشائی

یا قبول تو اے ز علت پاک چہ بود خوب زشت شستہ خاک

کہ نداند ز کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

(دل گم گشتہ کو "انابت جو" یعنی توبہ کا متلاشی بنا دیجئے۔ پتلیاں پھیر آگئی ہیں ان کو حسرت و ندامت کے شکوک و صو کر کام

کی بنا دیجئے۔ بھٹکے ہوئے دل کو راہ دکھلا دیجئے۔ آنکھوں کی پتلیوں کے لئے دروازہ کھول دیجئے۔

اے وہ کہ آپ کے کام ہر عطلت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے یعنی آدمی کی نیکیاں اور
 برائیاں کیا چیز ہیں۔ کون ہے جو آپ کی کارساز یوں کو نہیں جانتا کون ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ڈرتا۔
 خلاصہ یہ کہ ہمارا قصہ ہی دراز ہے لکھتے لکھتے ختم نہیں ہو سکتا جیسا کہ کہا ہے۔
 شب رفت حدیث مابایاں نہ رسید شب را چہ گنہ حدیث مابود دراز
 (رات ختم ہو گئی میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا قصور ہے میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی۔)
 جب برادر عزیز نے خط لکھا اور اس خط کے لکھنے میں رحمت بہت اٹھائی تو جواب دنیا بھی
 ضروری تھا۔ اس بنا پر چند سطریں غدر کے ساتھ تحریر میں آئیں۔ عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔
 والسلام



فقر شرف منیری

مکتوب ۱۲۲

بہ معلوم چیزیں مبتلا ہوجانے کے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے فرزند! روایت ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون و قرار نہ تھا اتلار
 و آزمائش کے خوف سے فرماتے وَمَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ بِنِّیْ وَلَا بِکُمْ نہیں معلوم کہ مجھے کس چیز میں
 مبتلا کریں گے اور تمہیں کس بلا میں ڈالیں گے۔ بندہ خداوند عزوجل کی ابتلاء و آزمائشوں سے لرزاں ترسلا
 نہ رہے تو کیا کرے۔ ہر آن یہ ممکن ہے کہ چشم زدن میں کسی چیز میں مبتلا کر دیں اور اسل بتلار کے بعد سلامتی
 آدمی کو میسر ہوگی یا نہیں جو جتنا زیادہ قوت والے ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی اسی قدر سخت تر ہوتی ہے۔
 کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو صبح علی الصباح ان کی ماں سے جدا کر دیا اور مغرب کی نماز
 تک ان کی ماں سے ان کو ملا دیا اس لئے کہ وہ ایک کمزور عورت تھیں اور جناب یوسف بنیاعبر علیہ السلام
 کو والد ماجد سے جدا کر دیا پھر چالیس سال کے بعد اور بعض روایت سے اسی سال کے بعد باپ بیٹے کو
 ملا یا کیوں کہ یہ دونوں صاحبان قوت تھے۔

اور آزمائش دو طرح پر ہے یا نعمت کے ذریعہ آزمایا جائے یا محیہ جناب سلیمان علیہ السلام کو نعمت دے کر آزمایا۔ یا یہ آزمائش رنج و محن میں ڈال کر ہوتی ہے جیسے جناب یعقوب علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا۔ چنانچہ جب نعمت میں مبتلا کرتے ہیں تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب رنج و مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تو صبر کا مطالبہ فرماتے ہیں یہ دونوں قسمیں وجود انسانی میں داخل ہیں اور دونوں میں اس کا اندیشہ موجود ہے کہ توفیق صبر و شکر کسے گی یا نہیں۔ اگر توفیق پاتا ہے تو سلامتی ہے نجات ہے اور اگر توفیق سے محرومی ہوئی تو ہلاکت ہے اور سارا دین اسی دو نوع کی طرف لوٹتا ہے یا شکر کی طرف یا صبر کی جانب اسی موقع کی یہ حدیث ہے اَلْاِيْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفَانِ لِنِصْفِ الشُّكْرِ وَنِصْفِ الصَّبْرِ (ایمان کے دو حصے ہیں ایک شکر دوسرا صبر ہے) جب تک موت نہیں آتی ابتلا و آزمائش باقی ہے تو لازم ہے کہ بندہ ہمیشہ تضرع و زاری کیا کرے اور لرزاں ترساں رہے اور اس خوف میں رہے کہ کہیں ابتلا میں نہ پڑ جاؤں اور صبر و شکر کی توفیق نہ ملی تو ہلاک ہو جاؤں گا اگر ایسا ہو تو امید ہوتی ہے کہ یہ تضرع و زاری اور خوف و ڈر بندہ کی نجات و رہائی کا سبب ہو جائے۔ اور اگر آزمائش میں پڑ گیا تو توفیق صبر و شکر پائے گا۔

اے بھائی! یہ وہ بارگاہ ہے جہاں دو جہان کے سرور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو عصمت کا تاج سر پر رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (اے کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لَوْ تَزِنَ اِيْمَانُ اَبِي بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمِّ حَنِيٍّ لَوْ جِجَ (اگر ابو بکر کے ایمان کا میری امت کے ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پتہ جھک جائے) وہ کہتے ہیں اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھالیتیں۔ اور وہ جن کا رتبہ و مقام یہ ہے کہ اَنَا مِدْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش! میں اپنی ماں کے حیم کا خون ہی رہتا تو اور دوسروں کے لئے کہاں حیم و آرام کا موقع ہے۔ وہ حق تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسے کسی کا خوف نہیں۔

صد ہزار سال ساعت کر دنی طوق لعنت می کند در گردنی
بے نیازش را چہ کفر و چہ دیں بے زبانش را چہ شک و چہ یقین
گرگ یوسفی ہست خرد و برگ ورنہ زری او یکیت یوسف و گرگ
(سو ہزار سال تک بندگی و عبادت کرتا رہا۔ آخر لعنت کا طوق گلے میں ڈال دیا گیا۔)

اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر کیا دین۔ اس کی خاموشی کے لئے کیا شک اور کیا یقین۔
یوسفؑ اور یوسفؑ کا بھیڑیا تیرے اندازہ کے مطابق چھوٹے بڑے ہیں اس کے نزدیک بھیڑیا اور یوسفؑ
سب یکساں ہیں۔)

یہی بات ہے کہ ایک عارف سکرات موت میں تھے ان سے لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہے؟ تو
فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا، ہاں ہے تو عدم کی ہے ایسا عدم جس کے لئے وجود نہ ہو۔
اے کاش، نبودی لے عراقی کز تست ہم فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہی ہونے سے ہیں۔)
اور یہ ہے کہ ایک درویش بیمار ہوئے ان کے ایک عزیز بیمار پرسی کے لئے آئے پوچھا طبیعت
کیسی ہے کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا الوجود اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ ایک عزت مآب نے کہا ہے۔
"عالم عدم کی راحت اور خوشیوں کا بیان جتنا بھر ممکن ہے کرتا ہوں تو اس کے شواہد
میں سے ایک حصہ بھی بیان میں نہ آسکے۔ اور "عالم وجود" کی ناخوشی اور رنج و الم کا جتنا بھر ممکن ہے بیان
کروں تو اس کے سوا گونا گونا گونا بھی بیان میں نہ آسکے۔"

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادر ممانہ کردی کشتہ نفس کا فرم
(کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ اس کا فر نفس کے ہاتھوں مارا نہ جاتا)

والسلام
فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۲۵

فقر و فقر کی فضیلت و متمندی اور متمندی کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فقیر "مکمل راحت ہے اس میں دنیا کی ساری آفتوں سے امن ہے۔ ہاں فقیر کے معاملہ
میں انتہائی سختی یہ ہے کہ فقیر پر فاقہ گذرے، فقیر کے فاقہ کی رات اس کی سراج ہے جیسا کہ اہل صفت

اور ارباب تصوف کا قول ہے **مِعْرَاجُ الْفَقِيرِ فِي سِلَّةِ الْفَاقَةِ** فقیر کی معراج کے معنی یہ ہیں کہ اس پر فاقہ گذرے تو کوئی نعمت درویشی یعنی فقری کی نعمت سے افضل و برتر نہیں ہے۔

گرچہ چند انی سلیمان کا درداشت کز زمیں تا عرش گیر و دار داشت
مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل بانی ساخت او

(جناب سلیمان علیہ السلام اگر چہ اس درجہ مشغولیت رکھتے تھے کہ زمین سے عرش تک ان کی عمرانی تھی۔

مسکنت درویشی کی جب قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کے کسب کو اپنی غذا کا ذریعہ بنا لیا۔)

اے بھائی! فقر اسرار الہی میں سے ایک اہم راز ہے۔ ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) میں جو کچھ ہے۔ سب معراج کی رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئی لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا **الْفَقْرُ فُخْرِي** فقر ہی میرا فخر ہے اور جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو سجود ملائک بنایا گیا آنکھوں بہشت تحت تصرف یعنی ان کی حکمرانی میں دیدی گئی جب ان کی نظر فقر کے راز پر پڑی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گیہوں کے عوض بیچ دیا اور فقر کا فرقہ زیب تن فرمایا۔

جانِ آدم چوں بستر فقر سوخت بہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کی حقیقت اور اس کے راز سے روشن ہو گئی تو آنکھوں بہشت کو انہوں نے ایک دانہ گیہوں کے عوض بیچ دیا۔)

فرعون و خرد کو جو کچھ دیا ہے وہ اگر آج تم کو نہیں دیتے ہیں تو اس کے اندر ایک حقیقی راز پوشیدہ ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ تمام نبیوں کے شہنشاہ اور تمام ولیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج سے واپس تشریف لاتے ہیں تو گھر میں ایک دن کی خوراک بھی موجود نہیں ہے۔ ایک یہودی سے ایک صاع ایک پیمانہ جو اُدھار قرض مانگتے ہیں وہ یہودی طعنہ دیتے ہوئے کہتا ہے آپ کے پاس نہ باغ ہے نہ کھیتی ہے نہ زمین ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے یہاں تک کہ اپنی زرہ مبارک گر و رکھ دی تو اس نے ایک صاع جو قرض دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

مصطفیٰ چوں آہماز معراج در دام می خواست از جہودی جو مگر

از برائے قوت جو می خواستش و آں جہودی سک گر می خواستش

۱ صاع یعنی پیمانہ ۲۲۲ تور کا ہوتا ہے یعنی تقریباً ۲ سیر ڈھائی سیر قریب سوا دو کیلو گرام۔

ہر دو عالم دیدہ آن شب از زنی تا نبودش روز آن جو یک منی
لا جرم چو لیں و آن یکسانش بود ہر دو عالم زیر یک فرمالش بود

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے ایک یہودی کے یہاں گئے اس سے دو ڈھائی
کیلو گرام جو قرض مانگا۔ خوراک کے لئے جو حضور نے اس سے طلب کیا تھا اس یہودی نے کہا اپنی زرہ گرد کیجئے
تب دیں گے۔ (یہ وہ رات تھی جس رات کو حضور نے دونوں جہاں کو ایک طاق چھینا یا کوئی کے برابر بھی نہ دیکھا لیکن
دن کے وقت ایک پیام جو بھی آپ کے غارتہ مبارک میں نہ تھا۔ جب یہ اور وہ دونوں حال حضور کے لئے
یکساں میں تو لازماً دونوں جہاں آپ کے حکم کے تحت ہیں)

والسلام

حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۲۶

ملک، فلک اور جملہ موجودات پر بشر کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام مظفر! بعد سلام و دعاء کے واضح ہو

- | | | |
|-----|-----------------------------|------------------------------|
| (۱) | سالك راحت طلب ریحان راہ | پیش روح آمد بعد دل رُوح خواہ |
| (۲) | گفت اے عکسی ز خورشید جلال | پر تو از آفتاب لایزال |
| (۳) | ہرچہ در توحید مطلق آدست | آہنمہ در تو محقق آدست |
| (۴) | چوں بر دنی تو ز عقل و معرفت | نہ تو در شرع آئی و نہ در صفت |
| (۵) | نیست بالائے تو مخلوقے دگر | نیست بیرون تو معشوقے دگر |

(۱) اے وہ سلك! ماہ کی خوشبو سے فرحت چاہنے والے تو نے روح (زحمت و غشو) پالی ہے اب دل کی گہرائی سے روح

کی طلب کر۔ (۲) اس نے کہا "اے آفتاب جلال کا عکس تو آفتاب لایزال کا پر تو ہے۔"

(۳) توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے ہی اندر محقق ہے۔

(۴) چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو شرع و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہو سکتی ہے۔

(۵) تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار میں خوب غور و فکر کیجئے اور اس کے رموز و اشارات کو قانون کے مطابق سمجھئے جس کی طلب ہے اسے خود اپنے اندر تلاش کیجئے چنانچہ اس پر قرآن شریف ہے سُنُّنَّی دَفِی الْفُسُکُمْ اَفْ لَا تُبْصِرُوْنَ (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) اور وہ جو قول ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں خود تیرے اندر ہے۔ وہ یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہوش میں رہنے کی ضرورت ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔
آدمؑ اول سوئے ہر ذرہ شتافت تا بخود راسے نہ رفت اور نہ یافت

(آدمؑ ابتدا ہر ذرہ کے پیچھے تلاش و جستجو میں دوڑے جب تک انہیں اپنی معرفت حاصل نہ ہوئی اس کی معرفت حاصل نہ کر سکے۔)

سبحان اللہ! ایک عالم پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا اس گدلے آلودہ مٹی کے پتلے کو سجھ کیسے کرتے اور یہ گدلے قیمتی خاک کا پتلہ خلیفہ (نائب) کیسے ہو جاتا اور آٹھوں بہشت کی جاگیر کے لائق کیسے بن جاتا ہذا سُبْحَیْ عَظِیْمٌ (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) یہ عقل کی پہنچ سے آگے ہے غریب عقل تو بندگی کا آلہ ہے اس کا اسرار ربوبیت کے علم تک کہاں گزر ہے۔

عقل باید تا عبودیت کند جانت باید تا ربوبیت کند
عقل گرا فروں بود نقصان تراست جاں اگر راجح شود جنان تراست

(عقل چاہیے تاکہ عبادت صحیح طور سے کی جا سکے تجھے خود اپنی جان کا عرفان ہونا چاہیے کہ ربوبیت حاصل ہو جائے۔)

عقل اگر حد سے بڑھ جائے تو سنگین نقصان ہے اور جان اگر غالب اور فائق ہو جائے تو جاناں محبوب معشوق ہو جائے

چنانچہ ! سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَآئِیْ (پاک ہے میری ذات اور بڑی ہے میری شان) اور

اَنَا الْحَقُّ (میں ہی حق ہوں) کا قول اس گدلے مٹی کے پتلے سے کیسے برآمد ہو سکتا ہے یہ وہ معمہ ہے جسے ہر شخص پر نہیں کھولتے ہم اور آپ کیا ہیں؟ کہاں ہیں؟ لیجئے اس وقت یہ شعر سنئے اور کافی غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمیں منم مانند در دو عالم از انم پدید نیست

(سارے جہاں میں جو کچھ ہے سب میں ہی ہوں میری مثال دونوں جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

پسچ ہستم من ندانم یا نیم چوں ہمہ ہم اوست آخر من کیم
(میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں، میں نہیں جانتا، جب سب کچھ وہی ہے تو آخر میں کون ہوں۔)
حالم میں کون ایسا ہے جو اس مشکل کو حل کرے؟ کاغذ کی اتنی ساری جلدیں سیاہ کرتے ہیں
فتوے لکھتے ہیں لیکن اپنے غال کی خود ان کو خبر نہیں ہے کہیں کیا یہ معمر ہی ایسا ہے۔ کسی کی وہاں تک پہنچ
نہیں۔ ان اشعار سے سُنئے۔

پشہ تو می کنی بر پیل جائے تاب دست خویش اندازی ز پائے
صعۂ تو میردی بر کوہ قاف تا بمنقار تو بشکاغذ چوکاف
ذرۂ تو میزنی چوں چشمہ جوش تا کنی دریائے اعظم جلد نوش
کار بیردست از تصویر تو چند جنبانم بگو زنجیر تو

(تو ایک پھڑپھڑے اور ہاتھی پر چڑھ کر اسے اپنے ہاتھ سے پانا چاہتا ہے۔
تو ایک چھوٹی سی چڑیا مولا ہے کوہ قاف پر جا کر اپنی چوخی سے اس پہاڑ میں کاف کی طرح شکاف کر رہا ہے۔
تو ایک ذرہ ہے چشمہ کی طرح جوش مارتا ہے تاکہ بحیرۂ اعظم کو گھونٹ جائے۔
یہ کام تیرے تصور سے باہر ہے۔ بتا کہ تک ہم تیری زنجیر ہلا کر تجھے ہشیار کرتے رہیں۔)
لیکن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں کہا ہے قَدْ تَحَدَّثْتُ فِیْكَ خُذْ بَیْدَیْ
(میں آپ کی فات میں متیرا دھیراں ہو گیا ہوں میری دستگیری فرمائیے) یہاں معذوری ہے اس سے زیادہ لکھنے
کی راہ نہیں۔ ایک عزیز نے معذرت کی ہے۔

سے دروغا ہرچہ گفتم ایچ بود دیدہ کور و راہ پیچا تیچ بود
گرچہ رہ بستند ہر سوسے ازیں پئے نہ بردند لے عجب سوسے ازیں
خون مدلیقاں ازیں حسرت بر نخت آسماں برفرق ایساں خاک نخت
(وایے حسرت جو کچھ میں نے کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ و خم سے بھری تھی۔

اگرچہ ہر طرف اس راہ کی تلاش میں دوڑے لیکن ایک بال برابر بھی راہ نہ ملی۔

اس حیرت میں مدلیقوں کے کلیجے خون کے فوارے ابل رہے ہیں اور آسمان ان کے سروں پر خاک
ڈال رہا ہے۔)



مکتوب ۱۲۷

اپنے حال کی تیری درخوائے ذوالجلال سے امیدواری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز شمس الدین برہان عداوی! اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے اولیاء کی محبت سے عزت بخشے
آن عزیز کا خط پہنچا پڑھا۔ اے بھائی! ہمارے تمہارے حال کے اعتبار سے تو ایسا ہی ہے کہ
کافر و مشرک کو ہماری تمہاری مسلمانی سے تنگ ہے اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین سے
سو گونا گوار ہے۔ یہی ہے جو نالہ و فریاد کیا ہے۔

کاشکے ہرگز نزا دی مادرم تا نکر دی کشتہ نفس کافرم
کاشکے ہرگز نہ بودی نام من تا نہ بودی عطش و آرام من
برد غفلت روزگارم چون کنم بر نیاید هیچ کارم چون کنم
کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔
کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکت ظہور میں نہ آتی۔

آہ غفلت نے میری راہ ماری ہے کیا کروں اب کسی طرح بنائے نہیں بنتی کیا کروں۔
لیکن اے عزیز مطمئن رہیں سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی بد اعمالیاں اس
کے دریائے رحمت میں ایک قطرہ کی مقدار میں بھی نہیں ہمارے تمہارے گناہ اس دریا کے مقابلہ میں
کس مقدار میں ہیں قطار کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

گر گناہ اولین و آخرین بیش باشد از آسمان و از زمین
بر حواسی بساطش آں گناہ ہو گرد و جملہ بر یک جائے گاہ
قطرہ چند از گنہ گر شد پدید در جہاں دریا کج آب پدید
اگر تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں۔

اس کے فرش کے حاشیہ پر ہی، اسی جگہ وہ سارے گناہ مٹ جائیں گے۔

گناہ کے چند قطرے اگر پیدا ہو گئے تو ایسی رحمت کے دریا میں کب نظر آتے ہیں۔

اے بھائی! بندہ کی گنہگاری میں ایک بڑا راز اور عظیم حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اس کی ستاری و غفاری کا نظارہ نہ ہوتا یعنی اس کی ستاری و غفاری ظاہر نہ ہوتی حضورؐ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں اسی کا اشارہ ہے۔ **وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَعَمْرُؤُا لَدَٰهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَأُ بِقَوْمٍ يَذُنُّونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ**۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اٹھالیتا اور ایک ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور پھر استغفار کرتی اور اس کی مغفرت ہوتی۔)۔

بود عین معفو تو عاصی طلب عرصہ عصیاں گرفتہ زیں سبب

چوں بستاریت و یدم کار ساز ہم بدست خود در یدم پرہار

رحمت راتشنہ دیدم برگناہ آب دیدہ پیش بردم از گناہ

(آپ کا غوغا من گنہگاروں کا تلاشی تھا اس لئے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔

جب آپ کی ستاری (پردہ پوشی) کو میں نے کار ساز دیکھا تو پھر اپنے گناہوں کا پردہ خود اپنے ہاتھ سے پھاڑ ڈالا۔

آپ کی رحمت کو میں نے گناہ کا پیاسا دیکھا تو اپنی آنکھوں کے پانی کو غد خورای کے لئے پیش کر دیا۔)

اے بھائی! آدمی سے گناہ نہ ہو تعجب کی بات ہے۔ یا آپؐ صغی اللہ جب صفوت کا تاج

رکھنے اور خلافت کے مسند نشیں رہنے، مسجود ملائک ہونے کے باوجود دارالسلام میں گناہ سے

سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد غریب اس بلاخانہ میں رہتے ہوئے ابتلا سے محفوظ رہے حیرت

و تعجب اسی کو کہا ہے **كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَاٌ وَ خَلِیُّوْا الْخَاطِیِّیْنَ الشُّوْا اَبُوْنَ** (ہر آدمی خطاکار و

گنہگار ہے اور بہترین گنہگار تو بہ کرنے والے لوگ ہیں) یہی ایک رمز ہے اور یہی پاشنی ہے۔

اے عزیز! ابتداء سے آفرینش سے آخر تک جو گناہوں سے پاک ہیں وہ فرشتے ہیں

اور جہاں سے آخر تک گناہوں میں ملوث و آلودہ ہیں وہ شیاطین ہیں لیکن آدم کی اولاد کا گناہ میں

گر پڑنا اور پھر اٹھ کھڑے ہونا سرشت میں داخل ہے، سمجھو! یہی حال ہے یہ ضرر ہمارا تمہارا حال نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن

ہو اپنے ریاضت و مجاہدہ سے رکنا نہیں چاہیے یعنی اس درد و اندوہ کی طلب میں جلتے رہنا چاہیے اگرچہ

یہ درد ایک ذرہ کی مقدار میں ہو تو بھی ہمارے تمہارے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔

ذرة در خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہان حاصل ترا
کفر کا فر را و دین دیندار را ذرة در دلت دل عطار را
گر نمازد در د تو عطار را اوندہ خواہد کافر و دیندار را

(اگر خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرہ تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پونجی تیرے لئے بہتر ہے۔
کفر کا فر کو چاہیئے دین دیندار کو عطار کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرہ چاہیئے۔
اگر آپ کے عشق کا درد عطار کو نہ ہو تو اسے کافر و دیندار سے کیا کام۔)

اے بھائی! یہاں کام اس کے فضل پر ہے۔ وہ آنِ واحد میں گرے پڑوں کو اٹھا کر
ملک و فلک سے گزار دیتا ہے۔ آخر سحرانِ فرعون کے معاملہ میں غور کرو ان کے پاس کون سا
عمل تھا اور کون سی عبادت تھی۔ مطلق (یعین) کفر و کافری میں اپنے عرفان کا تاج ان کے سروں
پر رکھ دیتا ہے اور سارے جہاں کو دکھلا دیتا ہے کہ میرے کام بے علت و سبب ہوا کرتے ہیں
ہم جسے چاہتے ہیں اعلیٰ علین پر پہنچا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اسفل السافلین میں گرا دیتے
ہیں اور اس میں کوئی علت و سبب نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے۔

ملک و دست شبانے میدہند منت او بر جہانے میدہند
صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کند در گردنی

(ملک و بادشاہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں اور ایک عالم کو اس کا احسان مند بنا دیتے ہیں
دوسرا وہ ہے کہ سو ہزار سال تک عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔)
چنانچہ جس طرح اس کی بارگاہِ پاک میں سارے عالم کے گناہوں میں آلودہ ہونے
کے باوجود ناامیدی نہیں ہے۔ اسی طرح سارے عالم کی طاعت و عبادت کی پونجی رکھتے ہوئے
بھی کوئی مومن نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ

شرفِ مینری



مکتوب ۱۲۸

راہ کی طلب اور نفس بدخواہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام افتخار! اللہ تعالیٰ نفس کے عیبوں کو دیکھنے کی بصارت عطا فرمائے اور نفس کی

بیخ کنی میں مدد عنایت کرے۔

آپ کا مکتوب مرغوب ایک عزیز نے تحفہ کے ساتھ پہنچایا غلوں بھٹا اس میں اور زیادتی ہو۔ بلاشبہ جو شخص کام میں لگا رہتا ہے تو زیادتی ہوتی ہے مقصود تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

صوفی باید ترا اندیش کن تاکہ داند گنج یا بی پیشہ کن

لیک جدوجہد می باید ترا تاکہ ایں گنج کبشاید ترا

(تجھے ایک ایسا صوفی چاہیے جو غور و فکر کر سکے تاکہ خزانہ پانے کے پیشہ کے طور و طریقہ کو تو جان لے۔

لیکن تجھے اپنی طور پر کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تیرے لئے کھل جائے۔)

لیکن یہ مجاہدہ و ریاضت قانون و اصول کے تحت ہونا چاہیے تاکہ طلب کی مشقتیں برآ

نہ جائیں چنانچہ اس جماعت کے بزرگوں نے اشارہ کیا ہے اور اس کا پتہ دیا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در رنج و کار نشان دہ اند جد کن چوں سربراہت دادہ اند

جد می کن روز و شب کوئے رنج بو کہ ناگاہے بہ بینی رُئے گنج

(جس راہ کا تجھے پتہ دیا ہے اس راہ میں چل کوشش کر جب کہ تجھ کو راستہ کا واقعہ کار دیا ہے۔ (پیر)

محنت و مشقت کی گلی میں کوشش کرتا رہ شاید تجھے یکایک خزانہ کا چہرہ نظر آجائے۔)

اور وہ پتہ و نشان جو ان بزرگوں نے بتایا ہے نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں

ہے نہ مغرب میں ان لوگوں نے القلب بیت اللہ کہا ہے قلب کی نشاندہی کی ہو موشیاری ہو۔

مخرب جہان جمال خسارہ ماست سلطان جہاں درد دل بجا رہا است

(عالم کا بالا خانہ ہمارے زخار کا حسن ہے۔ سارے عالم کا بادشاہ ہمارے دل میں ہے)

یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں نہ مغرب میں حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ خود تیرے اندر ہے اور وہ وہ ہے جسے دل کہتے ہیں۔ وہ راز یہی ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

تا نسیا ید جان آدم آشکار رہ نہ دانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد کسید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہیں ہوتی تھی کوئی بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف جانے کی راہ نہیں جانتا تھا۔

راہ اس وقت ظاہر ہوئی جب آدم پیدا ہوئے انہیں سے دونوں جہاں کے تالاکبھی ہاتھ آئے۔)

اے بھائی! ایک جہاں پاک اور ظاہر فرشتوں سے بھرا ہوا گدلے مٹی کے پتلہ کو سجدہ

کیسے کرتا اور وہ مٹی جو ہر ایسے ویسے کے پاؤں سے روندی ہوئی ہے وہ خلیفہ کیسے ہو جاتی ہذا ایسٹ

عظیم (یہ ایک عظیم راز ہے) اس میں کافی غور کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ معنی کی سمت راہ مل جائے گی۔

در جان منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کی حیثیت سے جب تو میری جان کے اندر ہے تو میں نے پایا اور جب پایا تو تجھے پھر کیوں ڈھونڈھوں؟)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں، بہت سارے روزے

کیسے رکھوں بلکہ اس میں کوشش کرو کہ نفس کا فرج جس نے ہماری راہ روک رکھی ہے اُسے کیسے ہٹائیں۔

جس طور سے بھی تم اس کو راہ سے ہٹا سکتے ہو ہٹاؤ۔ اس پر عمل کرنا تمہارے لئے اس جماعت صوفیہ کے

فتویٰ سے فرض عین ہے غلبہ حال کے قانون کے تحت خواہ مسجد میں رہ کر خواہ بتخانہ میں بیٹھ کر خواہ جُبہ و

دستار کے ذریعہ خواہ زناں باندھ کر جیسے بھی ہو نفس کے ہٹانے کے سوا اور دوسری تمام چیزیں سب

ہوس ہیں۔ اس معنی کی رُباعی سنو۔

در بستکہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ ز عقل خطاست

گر کعبہ ز دلوں نہ درکش است یا بوسے وصال او کنش کعبہ ماست

(اگر تبکہ میں معشوق کا خیال آتا ہے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی زد سے غلطی ہے۔ اور اگر کعبہ میں

محبوب حقیقی کی بوند ملے تو وہ آتش پرستوں کا آتشکدہ، اور معشوق کے وصال کی خوشبو اگر آتشکدہ میں ملے تو وہ ہمارا کعبہ ہے)

اور وہ جو تم نے سنا ہے کچھ لوگوں نے زنا باندھ لی ہے اور بعض بتخانہ میں داخل ہو گئے اور بعضوں نے شراب خانہ جا کر شراب کا مٹکا سو پیر کر لیا ہے یہ کیفیت ان سب کی غلبہ حال میں ہوئی ہے ان اشعار میں اس معنویت کی سیر کرو اور اس میں اصول و قانون کے تحت کافی غور و فکر کرو۔

بارِ دگر پیرِ ماخسرقہ بزنا داد نقد نو دس سالہ را برد بکفار داد
پیش بستے سجدہ کر دین مجازی گزشت مصحف و سجادہ رازقت بجمار داد
زہد یک سو نہاد راہ قلند رگرفت بہر یکے کوزہ مئے خرقہ و دستار داد
قبلہ بدل کر دزد و دزد متکف دیر شد رفتے محبوب کرد دوست اورا بار داد

(یہ دوسرا موقع ہے کہ ہمارے پیر نے خرقہ زنا پر قربان کر دیا نوے سال کی کمائی لے گئے اور کفار کے حوالہ کر دیا۔
بت کے آگے سجدہ کر لیا اور (حقیقی دین نہیں) مجازی دین کو چھوڑ دیا وظیفہ کی کتاب اور بمانا شراب فروش کو دیدی۔
زہد کو کنارہ کر دیا اور آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک پیارے شراب کے عموں خرقہ و دستار دے دیا۔

بہت جلد انہوں نے قبلہ بدل دیا اور تہکدہ میں متکف ہو گئے رُخِ محبوب حقیقی کی طرف کر لیا دوست نے ان کو باریائی کی بد تمیزوں، فضولیوں اور دودھ پیٹے بچوں کی طرح جو لوگ ہیں ان سے اس خط کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ لوگ اپنی فضول کو اس میں آلودہ نہ کر دیں اور جو لوگ اہل ہیں ان سے نہ چھپاتیں اور بچا کر نہ رکھیں اس لئے کہ علم جس طرح نا اہلوں کو دینا حرام ہے اسی طرح اہل سے اسے روک رکھنا بھی حرام ہے۔ اس گروہ صوفیہ کے لوگوں نے اپنے مذہب میں ایک الگ اصطلاح عام الفاظ کے خلاف وضع کر رکھا ہے جیسے بقافنا، سکر، صحو، جمع، تفرقہ حضور وغیرہ یہ اسی لئے ہے کہ علم نا اہلوں کو دیا نہ جائے اور اہل سے اسے روکا نہ جائے اس لئے کہ دونوں حرام ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نونیاں را دہند

(خوراک کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں نئے نیاز مندوں کو نہیں دیا جاتا ہے۔)

اگر ان سچاویں کو اس گروہ صوفیہ کی اس دولت سے کچھ حصہ دیدیں تو یہ جان لیں کہ کیسی دولت ہے جیسا کہ پہلے ہے

گر ترارِ وزے دریں میداں کشند این رقمِ بینی کہ بر مرداں کشند

آنگے این شیوہ معنی صد ہزار بینی و دانی و داری استوار

(اگر تجھے کسی دن اس میدان (مقام) میں لے جائیں تو تو دیکھ لے کہ ان مردانِ خدا کے لئے کیا نعمتیں مقدر ہوئی ہیں۔

اس وقت اس شیوہ سے سو ہزار معنی تو دیکھ لے جان لے! (یقین کر لے۔) ❦ والسلام

مکتوب ۱۲۹

تونگری کی مذمت اور دنیا کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشائی می کند
چوں ترانانے و خلقانے بود ہر سر موئے تو سلطانی بود

(دھوڑے پر گزرتے ہوئے اگر آدمی اگر فقیر کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہی کر رہا ہے۔

اگر تیرے پاس ایک سوکھی روٹی اور ایک ہی کرتا پھٹا پٹانا لباس ہو تو تیرے جسم کا ہر رونگٹا ایک بادشاہ ہے)

اے بھائی! فقری میں بہت ساری خوبیاں ہیں اس میں طرح طرح کی راحتیں ہیں چین و

سکون ہے تونگری میں بے انتہا عیوب ہیں دکھ، مصیبت، قسم قسم کی مشقت و پریشانیاں ہیں اسی کو

کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی در نہ بچوں چرخ سرگرداں شوی

ہر چہ آں باتو فرو نہ آید بخاک آں ہمہ دنیا بود نے دین پاک

(دنیا ترک کر دو تاکہ تم بادشاہ ہو جاؤ ورنہ آسمان کی طرح سرگرداں چکر میں رہو گے۔

ہر وہ چیز جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جائے گی وہ سب دنیا ہے پاک دین نہیں ہے۔)

لیکن لوگوں کو مال کی محبت جو پلیدی و ناپاکی ہے اور جاہ و مرتبہ کی الفت جو طاغوت و بے

اس نے اندھا کر رکھا ہے۔ تونگری، دولت مند کے جملہ عیبوں کو خوبی جانتے ہیں اور فقری کی جملہ خوبیوں

کو عیب شمار کرتے ہیں نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ نمرود نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو درویشی

و غریبی کا طعن دیا تھا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو غریب و فقیر کا عیب لگایا تھا۔ تو جو لوگ آج

اس دنیا میں فرعون و نمرود کے مذہب میں ہیں انہیں کل قیامت کے دن عرصہ محشر میں فرعون و نمرود

کے ساتھ کھڑا کر دیں تو تعجب نہیں مَن تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ

اسی میں سے ہے۔)۔

حرب در دنیا خیالات آں بود تا بد راہ و مسالت آں بود

(دنیا میں تو جس خیال میں رہا ہے ابد تک تو اسی کے ساتھ رہے گا۔)

تمام علماء و علماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ درویشی کے مقام سے کوئی مقام بالا

تر نہیں ہے اور مملکت قناعت کی مملکت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہیچ کس را در جہانے بحسب ویر از قناعت نیست ملکہ بیشتر

ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او سر دشد

(اس زمین و سمندر کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کسی کے لئے کوئی بادشاہت نہیں۔)

جو قناعت کی راہ کا مرد ہو دنیا کی بادشاہت و مملکت اس کے دل پر سر ہو گئی۔)

اہل بصیرت کا قول ہے آدمی کے لئے معرفت خداوند تعالیٰ کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا ترک

کئے ہوئے ہو تو جہاں دنیا کا ترک ہے وہاں معرفت بھی ہے اور جہاں دنیا کا ترک نہیں تو معلوم ہوا

کہ وہاں معرفت بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک اور معرفت دونوں کلمہ شہادت کا معنی ہیں اور کلمہ شہادت

نفی و اثبات سے مرکب ہے نفی دنیا کا ترک ہے ادا اثبات معرفت خداوند تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی نفی کر دی اس

نے مکمل نفی کی۔ اور جس نے خداوند تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اس نے کامل اثبات کیا لا الہ الا اللہ حقیقی طور پر

کہنا یہی ہے اور اگر عادت کے طور پر لا الہ الا اللہ کہتے ہو تو اس کا کیا فائدہ۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود

گردت آگہ ز معنی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(دنیا کا ترک اختیار کرنا کہ تیرا دین خالص ہو جائے دنیا ہاتھ سے دیدے تاکہ حقیقی دین ہاتھ آجائے۔)

اگر تیرا دل معنی و حقیقت سے آگاہ ہے تو تیرے دین کا اصل کام دنیا کا ترک کرنا ہے۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۳۰

فیض کا حصول خاص مستعد کے لئے (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنر کا چناں جمال باشد گر ناز کند حلال باشد
در عالم خویش عاشقان گر بار دہد مجال باشد
زود منع جمال خوب دالہ نقصان نبود کمال باشد

(جو ایسا صاحب جمال ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے۔

اگر عاشقوں کو اپنی حریم خاص میں باریابی کا شرف بخشے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔

حسن و جمال کی حسین منعت کو اللہ کی قسم نقصان نہیں ہوگا اس کا کمال کمال ہی رہے گا۔)

خواجہ ہندب اکرم اللہ بحجتہ

آن عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا۔ دلنشیں کر لیں۔ ہاں ایسا ہی ہے کہ فیض منقطع نہیں ہے
لیکن مَنْ تَمَنَّاهُ لَآئِدَ اس کے لئے جو اس کا اہل ہو اس لئے کہتے ہیں کہ دولت مستعدین
سے نہیں گزری اگر کوئی مستعد ہو اور اس دولت کے پہنچنے میں تاخیر ہوتی ہے اس لئے کہ الْأُمُورُ
مَوْجُودَةٌ بِمَوَاقِيتِهَا (تمام کاموں کا وقت متعین ہے) اس تاخیر میں حکمت ہے کہ بندہ اس وقت
کے انتظار میں قاضی الحاجات کے در پر بیٹھا رہے جب وقت آجاتا ہے تو فیض سوال اور تقاضا کے
بغیر لہذا کام کر جاتا ہے اور کہتا ہے اَنَالَكَ اللهُ شَيْئًا اَم ابیت (تم چاہو یا نہ چاہو تمہارے ہیں) اسی کو کہا ہے

حق بشباں تاج نبوت دہد در نہ نبوت چہ شناسد شباں

(حق سبحان تعالیٰ ایک چرواہے کو نبوت کا تاج عطا فرماتا ہے در نہ چرواہا نبوت کو کیا پہچانے)

لیکن مشتاقوں کی یہ خامیت ہے کہ جس کا وعدہ ہے اسے وہ نقد چاہیئے اور جس کے لئے

وقت متعین و مقرر ہے اسے وہ موجود چاہتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا مراد مابده یا فارغم کن از مراد وعدہ فردار ہا کن یا چنان کن یا نہیں
 (یا میری مراد دیجئے یا مجھے مراد سے آزاد کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑیئے بھی یا یہ کیجئے یا وہ کیجئے)
 محب ہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا ہوت اسی فی النظر ایضاً اسی قبیل سے ہو
 وگرنہ انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عارف ہوتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں
 کہ دنیا اس دیدار کی دولت کی جگہ نہیں جہاں دیدار کے جائز ہونے کا تعلق ہے اس کا وعدہ کل کے
 لئے اسی غلبہ شوق سے مغلوب ہو کر کل کے وعدہ کو آج ہی نقد طلب کرتے ہیں۔ اور جس کا وقت مقرر ہے
 اسے اسی وقت موجود چاہتے ہیں۔

چہ کس است خاک بارے کہ نظر شوق ہوا آرتی رسد نہ ترسد ز جواب نُن ترانی
 (یہ خاک کا پتہ بھی کیا چیز ہے کہ غلط شوق سے ہر دم آرتی کا غم لگاتا ہے اور نُن ترانی کے جواب سے نہیں ٹکتا)
 چوں عاشقِ خاص رازِ حضرت ہر فور جواب نُن ترانی ست
 اے دوست ہاں کہ درخورد ما چونی دچائی و شبہانی ست
 (جب کہ عاشقِ خاص کو اس بارگاہِ پاک سے جواب فی الفور نُن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا جاتا ہے
 تو اے دوست یہ اچھی طرح جان لو کہ ہمارے تمہارے لائق ایسے وسیعے اور چرمایہ کے سوا کیا ہے)
 اگرچہ جائز تھا لیکن محنت کے تقاضا کے مطابق نہ تھا اس لئے نُن ترانی کا جواب ملا خواہ مظاہر
 رحمتہ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کیا وہ تم نہیں جانتے؟

عشق نا امروز فردا کے بود کفر و دین ایں جاو آں جا کے بود
 کار عاشقِ انظارِ اوست و ان ز فردا دستاری اوست
 (عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے۔ کفر دین یہاں وہاں کب ہوتا ہے۔
 عاشق کے کام بے اختیار ہوتے ہیں اور یہ سب محبت کی زیادتی میں من سے ہو جاتا ہے۔)
 الْعُشْقُ جُنُوقٌ إِلَهِي (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) اس سلسلہ میں مقلِ محراب اس سے بہت دور ہے
 حرم ستر عشق مہر دم نیست حرم ستر او جز اللہ نیست
 (اسرار عشق کا حرم آدمی نہیں ہے اس کے اسرار کا راز خدا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔)

اے بھائی آفتاب اپنی فطرت سے ضیا بار آور ضیا من ہے لیکن اس کی یہ ضیا منی و ضیا بار
 اہل استعداد و قبولیت کی قابلیت دیکھنے والے کے لئے اگر کوئی دیوار کی اوٹ میں چلا جائے تو

وہ حجاب میں ہوگا تو محرومی آفتاب کی طرف سے نہیں ہوگی آفتاب کی طرف سے دھوپ کی رکاوٹ نہیں تو ہم لوگوں کو شکایت خود اپنی بد اقبالیت سے ہے۔ سر پر خاک ڈالنی چاہیئے اور اپنا ماتم کرنا چاہیئے اگر یافت کی خوشی نہیں ہے تو رنج و مصیبتِ نایافت تو ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:۔
وصل خاصاں راست من ذلیشاق نیم اے نخت بد۔

بہر من اندازہ ادبار من کارے بہ میں۔

(اے مری بری قسمت وصل تو خواص کے لئے ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں تو اے بخت بد میرے

بد اقبال کے اندازہ کے موافق کوئی کام تلاش کر۔)

اے تو سر فضل من نداری من عادت بخت خویش دائم



والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۱

مولانا مظفر (قدس سرہ) کے سوالات کے جواب میں

جو مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات سے متعلق ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گفتگوئے انا بحالت کشف ہر کہ گوید از خط انبود

حاصل اندر زمانہ استغراق شاہد روح مجر خدا نبود

(حالت انکشاف میں جو بھی انا کہتا ہے خطا نہیں۔ زمانہ استغراق میں شاہد روح خدا کے سوا نہیں ہوتا۔

جب سالک پر اس آیت کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَاَنْ يَّيْقِنْ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

زمین کے اوپر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی اللہ بزرگ و برتر کی ذات کا کشف ہوا تو دَحْدُ ۛ
لَا شَرِيكَ لَهُ نے اس پر جلوہ فرمایا اس وقت اَنَا کے سوا کیا کہے گا لیکن جب غیرت کے کو تو ال نے
سیاست کی سولی لگا رکھی ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ مَنْ مَّوْرَحَ بِالتَّوْحِيدِ فَقَتْلُهُ اَدْلٰی مِنْ اِحْيَاءِ غَيْرِ
(جو توحید کو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کیا جانا دوسروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) ایسے میں لب بند نہ رکھیں
تو کیا کریں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ۛ

زستی گر بگوید رسن عشقش جزالیش در طریقت دار باشد

(مستی میں اگر کسی نے اس کے عشق کا راز کھول دیا تو طریقت میں اس کی سزا دار ہے)

ایک اہم بات :- اے بھائی! ذکر والوں نے ذکر کے بارے میں جو کہا ہے ۛ یہ ہے ۛ

اِنَّ اَوَّلَ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ بِهِ نَفْسَهُ هُوَ اَنَّا فَذَكَرَهُ عَلَى الْحَقِيقَةِ اَنَا وَبَاقِي الِاذْكَارِ
كلها بل جميع كلام العالم حتى صَوْت الْحَيَوَانَ صَدَا ع لَتَلِك الْكَلِمَةِ اعْنٰی اَنَا
فَمَا دَامَ الذَّاكِرُ يَسْمَعُ مِنْ بَاطِنِهِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْ هُوَ اَوَّانْتَ اَوْ اِيْ اِسْم
كَانَ فَهُوَ - يَمْعُ الصَّدَا وَاِذَا سَمِعَ اَنَا وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى رَفْعِهِ فَهُوَ
الذَّكْرُ الْحَقِيقِي۔ (کہ بیشک اللہ نے اپنا جو ذکر کیا وہ اَنَا تھا اور یہ اَنَا اُس کا ذکر حقیقی تھا باقی تمام اذکار
سب کے سب بلکہ عالم کا سارا کلام یہاں تک کہ حیوانات کی آواز اسی کلمہ اَنَا کی صدا ہے ذکر جب باطن میں لَا اِلَهَ
اِلَّا اللّٰهُ یا هُوَ یا اَنْتَ یا کُوْنُ ادا سم سنتا ہے وہ اسی صدا سے سنتا ہے اور جب اَنَا سنتا ہے اور اس کو منع
کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو یہی ذکر حقیقی ذکر ہے۔)

لیکن حق سبحانہ تعالیٰ جو کچھ سالک کو خود اس کے جسم کے اندر کی آواز کے ذریعہ بلکہ تمام
جمادات، نباتات، حیوانات کی آواز کے ذریعہ سنوا تا ہے تو یہاں پر دیکھنا اور غور کرنا ہوگا کہ اگر سالک
وہی ذکر اُن سے سنتا ہے جو وہ خود کرتا ہے تو وہ ذکر اس کے معنی سالک کے ذکر کی صدا (بازگشت ہے) اور
یہ کشف، کشف خیالی ہے کشف حقیقی نہیں۔ اور وہ ذکر جو ہر اس چیز کے لئے مخصوص ہے ان سے اگر سنتا
ہے تو یہ کشف صحیح ہوتا ہے اور حقیقی ہوتا ہے ان دو حقیقتوں پر غور و فکر کریں وہ ساری باتیں جو آپ نے لکھی تھیں
حل ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہم بات :- اے بھائی! نمناء محبت سے جتنا بھی پلایا جا رہا ہے پیالہ پر پیالہ پیتے جائیے اور
بدستی نہ کیجئے۔ ۛ

لابند زبان کہ عاشقانش در عشق نمی خسرو گفتار
دید ی کہ بسکر عشق رمنے علاج بگفت رفت بردار
(لا یعنی نہیں۔ ان کے عاشقوں کی زبان کا قفل ہے عشق میں کچھ بولنے کی اجازت نہیں۔)

کیا نہیں دیکھا کہ نشہ میں عشق کا ایک راز منصور نے کہہ دیا اور دار پر چلے گئے۔
اپنی اس سے نوشی پر خوش رہیں خوب ہے، مبارک ہو۔ ہر روز تشنگی بڑھتی رہے۔
ہمت دریا ئے محبت بے کنار لاجرم یک تشنگی شد مد ہزار
(محبت کا دریا اتنا ہے یقیناً یہاں کی ایک پیاس سو ہزار تشنگی ہے۔)

یہاں کے کام ہمت کے اندازہ سے ہوتے ہیں۔ ہمت جس قدر بلند تر ہوگی پیئے دلا اتنا
ہی زیادہ تشنہ ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہمو خورشید از بندی فرد شد
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدست گر گدائی می کند شاہ آمدست
(اس راہ میں جو صاحب ہمت ہیں وہی مرد ہیں اپنی اس بلند ہمتی سے فرد ہو چکے ہیں۔)

جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا، اگر گدائی کرتا ہے تو وہی بادشاہ ہے۔

(نادربات) اے بھائی! وقت کی افتاد و پریشانیوں کو بھیلنا، ہی ہے سالک کو اس کے سوا چارہ
نہیں ہے۔ لطف و جلال کے سایہ و دھوپ میں پرورش پانا، ہی ہے ورنہ خامی رہ جائے گی سب کے
ساتھ ہی معاملہ ہے یہ محض آپ ہی کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

تاگردی نقطہ درد اے پسر کے توان گفتن ترا مرد اے پسر

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ نہ رسی بر در سراپردہ

(اے لڑکے! جب تک تو سراپا درد نہیں ہو جاتا اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہہ سکتے ہیں)

تو نے زمانہ کا سرد و گرم چکھا نہیں ہے اس لئے تو اس خیمہ کے دہک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

(ایک بات) سالک کے ساتھ یہ سب کچھ جو ہوتا ہے وہ درمیان سے غیرت کا پردہ ہٹانے کے لئے ہوتا
ہے اس کی ہلاکت کے لئے نہیں ہوتا آپ دل مطمئن رکھیں۔ اور سنئے کیا کہا گیا ہے۔

در محبت تا کہ غیرے ماندت در درون کعبہ دیرے ماندت

(جب تک محبت میں غیر کا وجود باقی ہے یوں سمجھ لو کعبہ میں تہخانہ چھپا ہوا ہے۔)

چوں نماند در دل از اغیار نام پڑدہ از محبوب برخیزد تمام
(جب دل سے غیر کا نام منٹ جاتا ہے تو محبوب و محب کے درمیان پردہ پورے طور پر اٹھ جاتا ہے۔)
(خاص بات) اسے بھائی! مکاشفات کی جب کوئی انتہا نہیں تو وہ تحریر میں کیسے آ سکتے ہیں۔ اور وہ
مکاشفے عبارت و بیان میں کتنے بھر آئیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔

شرح دادن حال عاشق جاوداں از عبارت بر تراست و از بیاں
گزباں گردد و گیتی ساہا ہم نیار داد شرح حالہا
(زندہ جاوید عاشق کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔ اگر یہ دونوں جہان سراپا زبان
بن جائیں اور ساہا سال عاشقوں کے احوال بیان کرتے رہیں جب بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔)
(اہم بات) ایسے سمندر کو جس کے تہہ کی انتہا نہیں اسے پینا، گھونٹ جانا اور سب صاف کر لینا
یقیناً بہت مشکل ہے ایسی شکل ہے کہ پہاڑ نیست و معدوم ہو جائے کہیں جب وہ ہمت کی بلندی
کے ساتھ ہے تو سمندر اس کی لامحدود بلند مہمتی کے آگے ایک قطرہ ہو جاتا ہے اس حال میں امام شبلی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے رَبِّ زِدْنِي تَحِيُّرًا (میری حیرت کو اور افزوں کیجئے) جب پی کر مست ہوتا ہے
تو تشنگی زیادہ ہو جاتی ہے جتنا بھی پینا چاہے پی سکتا ہے۔

مست ستم مرا شراب دہید غرقہ و سیرام بآب دہید
ہر کرا یک ذرہ غلت دست دار ہر دش صد گونہ دولت دست دار
(میں مست ہوں مست مجھے شراب دو شراب۔ میرے تیسرے غرقہ کو بھی پانی میں ڈال دو۔)
جس کسی کو دوستی کا ایک ذرہ حاصل ہوا تو ہر لمحہ اس کو سینکڑوں گونہ دولت حاصل ہوتی ہے۔)
(خاص بات) جب کوئی شخص بلا کا خوگر ہو جاتا ہے تو بلائیں اس کے لئے و عیش بن جاتی ہیں اس بلند مہمتی
کے رُو سے یہ ہو سکتا ہے کہ بلاؤں کا سمندر گھونٹ جائے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔ اسی کو کہا
ہے۔

بردار چومی بینی بیو سطر جمال او در چار سوئے عشقش بے دار نباید بود
(تو جب دار پر سسل متواتر اس کا جمال دیکھتا ہے تو اس کے جہان عشق کے چاروں طرف دار سے خالی نہیں بن جاتا)
(ایک بات) اسے بھائی! توحید کی راہ جو مردوں کا دین ہے وہ اتھاہ سمندر ہے وہاں علم و عقل سب
غرق ہیں اسے تحریر و بیان میں کیوں کر لایا جاسکتا ہے جو شخص اس دریا میں گیا وہ عالم حیرت میں ڈوب
گیا۔ اسی کو کہا ہے۔

قطرہ کو غرق نہ دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے لئے دونوں جہاں سوائے خدا کے دیوانہ پن اور جنون ہے)

اور ایک عزیز نے اسی معنی میں یہ بھی کہا ہے۔

بگو با من چہ دینداری خوشم با دین توحیدش

ہمیں دینم صواب آمد دگر دینہا خطا دیدم

نہ من بے او نہ او بے من و لیکن من دو چوں گویم

کہ در دین کے گویاں دو گفتن ناروا دیدم

(کہو؟ تمہاری کون سا دین ہے میں تو اس کے توحید والے دین سے خوش ہوں میرے نزدیک یہی دین صحیح

ہے باقی تمام دین کو میں نے غلط دیکھا۔)

نہ میں بغیر اس کے نہ وہ بغیر میرے میں وہ اور وہ میں پھر دو کیوں کہوں موحدین اہل توحید کے دین میں

دو کہنا ہی ناروا ہے۔)

(ایک خاص بات) اے بھائی! فیض رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھئے اسی قدر عاجزی و کمتری

نیاز مندی، انکساری پیش کیجئے اور سب کچھ اس کی جانب سے سمجھئے اپنے عمل کا ثمرہ نہ جانئے تاکہ

سلامتی سے منزل تک پہنچ جائیئے اور کسی قسم کا کوئی چوٹ نہ کھائیئے۔

ہر چہ از ہدیہ داری اے درویش ہدیہ حق شمر نہ کدیہ خویش

(اے درویش جس قدر نوازشات کے تحفے تجھے ملے ہیں اے حق سبحانہ تعالیٰ کی عطا سمجھ اپنے عمل کا

ثمرہ نہ جان۔) اور کسی ایک نے اسی معنی میں کہا ہے۔

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہمہ غلیل است

عاشق ز براے عزیز معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس شخص نے خود کو ذلیل و خوار کر لیا وہ اس کی نگاہوں میں اس کا کامل غلیل ہے عاشق معشوق کی عزت کے

لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے)

(ایک بات) اے بھائی! سالک کے لئے ایک شرط قناعت ہے جس کی کو سامان معاش میں

لے یہ پوری نظم بہشت کے مکتوب ۵ ا میں ہے اور خوب ہے۔ (قیم)

تقاعد نہ ہو اس سے کہو کہ بازار جا کر سودے بیچے اسے ان باتوں سے کیا سروکار قناعت
ایک ایسا ملک ہے جس سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔
بیچ کس را در جهان بگرد
از قناعت نیت ملکہ بیشتر
ہر کہ در راہ قناعت مرد شد
ملک دنیا بر دل او مرد شد
(اس زمین و مہندریں کسی کے لئے قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ جو شخص قناعت کی راہ میں
مرد ہو اور دنیا کا ملک اس کے دل پر مرد ہو گیا۔)

(ایک بات) جہاں تک ممکن ہو حقوق کی رعایت کا خیال رکھیں کہ یہ شرط راہ ہے تاکہ سلاہتی سے راہ
طے ہو عقل کا نادر طریقہ سیدھی راہ اختیار کرنا ہے سچ بولنے اور سیدھی راہ چلنے میں بلاشبہ نعمت کی
زیادتی ہوتی ہے کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جو سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں وہی منزل
تک پہنچتے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔

ہر کہ در راہ محمدرہ نیافت
تا ابد گردی ازیں در گہ نیافت
دولت آنجا جو دیں آنجا طلب
مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نہیں پائی اگر قیامت تک تلاش و جستجو میں چکر کاٹتا رہے اس کا گناہ تک
اس کی گزر نہیں ہو سکتی دولت یہیں ڈھونڈھو دیں یہیں تلاش کرو اگر اہل یقین کے مرجع کی تلاش ہو تو وہ بھی ملے گی
اسی کو کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ اپنی جہالت اور خود رانی سے بغیر کسی راہبر کے اپنے فاسد گمانی
اور باطل خیال کے ساتھ اپنی خواہش سے اس راہ میں چل پڑے مین لازم کسی منزل و مقام میں نہیں
پہنچ سکتے اگرچہ وہ ساری عمر اس میں بسر کر دیں اسی کو کہا ہے۔

کو رہر گز کے تو اندرفت راست
بے عصاکش کو در رفتن خطاست
راہ دور است و پرافت لے پسر
راہ دور می بساید راہبر
گر ترادر است پیر آید پدید
قفل دردت را کلب آید پدید

(اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاکھی پر کر چلانے والے کے بغیر اس کا چننا ہی خطا ہے۔

بے عزیز راہ بہت لمبی اور آفتوں سے بھری ہوئی ہے ایسی راہ کے چلنے والے کے لئے ایک
راہ تیلانے والا ضروری ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود آجائیں گے تیرے درد کے تالا کی
کنجی تجھے حاصل ہو جائے گی۔)

آپ کے خط میں بہت ساری اہم باتیں ہیں جب یہ قصہ ہی بہت دراز ہے تو اختتام تک کیسے پہنچے اسی کو کہا ہے۔

شب رقت حدیث مایاں نرسید شب راچہ گنہہ حدیث مایود دراز
(رات ختم ہوگئی اور میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا قصور ہے، میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی)
اس مکتوب میں جتنا بھر لکھا گیا انشاء اللہ اس سے غرض حاصل ہو جائے گی ایک زمانہ سے یہ مثل مشہور ہے ”آجاکہ کس است حرفے پس است“ جہاں کوئی اہل ہے وہاں ایک حرف ہی کافی ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۳۲

مرید کی رہنمائی اور ہمت افزائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در موعده وصال اگر باریافتی قدسی شدی لذت افکاریافتی
در بارگاہ قدس بہمت درآمدی پس قوت نہفتن اسرار یافتی
زاں مرتبہ کہ بود تر النفس اندران بر تر شدی صحبت ابرار یافتی
اگر وصال کی وعدہ گاہ میں تو نے باریابی حاصل کر لی تو تو فرشتہ ہو گیا اور اذکار کی لذت تو نے پایا۔
اور اگر بارگاہ پاک میں تو ہمت کے ساتھ داخل ہوا تو اسرار چھپانے کی قوت تو نے پاسیا۔ اس غلام
مقام کی بدولت کہ جہاں تیرا نفس ذیل و خوار تھا تو بلند و بالا درجہ پر پہنچ گیا اور برادر کی صحبت تو نے پایا۔
فرزند فخر الدین! اللہ تعالیٰ سالکین کے مقام کی بلندی عطا فرمائے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔ فرزند عزیز کا خط ملا جس میں آپ نے
پنے احوال و معمولات کو صراحت و وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، پڑھا، اس کے پڑھنے میں فرحت،

خوشی اموانست بہت ہوتی الحمد للہ علی ذالک . مبارک ہو۔ اے فرزند! اپنے کام میں
پل جاؤ اور مردانہ وار راہ توحید میں جو مردوں کی راہ ہے قدم بڑھاتے چلو تاکہ استقامت و ترقی ہر
روز افزوں ہوتی جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

چوں ہم یاد تو از مولی بود ہچو مجنونت ہم لیلی بود
نہست کن ہر چہ رہ در لے بود تادلت خسانہ خداے بود
جب تیری ساری یاد تیرا سارا ذکر خود نہ کر یعنی مولی ہو جائے تو پھر مجنوں کی طرح تیرے لئے
سارا عالم لیلی ہی لیلی ہو جائے۔ جو کچھ ہے ان سب کو نیست و معدوم کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔
جب تم نے اپنے کام کو ایسا کر لیا تو پھر تم اس دولت تک پہنچ گئے جو قلب المؤمنین علیہ
(مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اور الرحمن علی العرش استوی کا راز ہے وہ تمہارے اندر ظاہر و پید ہو جائے
گا۔ اس وقت تم یہ صدائے غیبی سنو گے۔

وعدہ وصل دیگران فرودا وعدہ وصل عاشقان اکھوں ست
(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے لئے وصل کا وعدہ آج اور اسی وقت ہے)
اور یہ فرمان شاہی تمہارے نام لکھا جائے گا۔

ہر کہ در ستر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد
(جو شخص اس راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے محرم اور زندہ جاوید ہو گیا)
لیکن اے فرزند! وقت کی سختیاں جھیلنا ہی ہے اور اس کا بوجھ اٹھانا ہی ہے
بال بچوں کے ہنگاموں کو ختم کرنا چاہیئے اس راہ توحید کی مشکلات کو شہد و شکر کی طرح نوش
جاں کرنا چاہیئے۔ آخر یہ تو تم نے سنا ہی ہے تاکہ خزانہ بغیر مشقت و تکلیف اٹھائے نہیں
ملتا ہے چنانچہ کہا ہے۔

لیک جڈ جہدی باید ترا تادریں رہ گنج بکشاید ترا
زانکہ در راہ ہے گنج آنجا نہند ایچ شک نبود کہ رنج آنجا نہند
(لیکن تجھے مجاہدہ و ریاضت کرنا چاہیئے تاکہ اس راہ توحید کا خزانہ تجھ پر کھول دیا جائے۔
یہ اس لئے کہ جس راہ میں خزانہ رکھا جاتا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس کے ساتھ مشقت و محنت بھی کھدی جائے)
اور یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہے اس راہ کے تمام سالکوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

فرزند عزیز کے کام کو مولانا مظفر کے حوالہ کر دیا گیا ہے جو کچھ ان سے سنیں اسے ایسا تصو
کریں کہ وہ مجھ سے سنا ہے چنانچہ اس کام کے تمام امور میں ان کی فرماں برداری کریں اور اس راہ
سلوک میں جو پیش آئے اسے ان کے آگے پیش کریں اور اس کامل ان سے طلب کریں اور ہمت بلند
رکھیں اس لئے کہ بے ہمت مرید کو ترقی نہیں ہوتی۔ چنانچہ کہا ہے۔

چنگ در حضرت خداے زودہ ہرچہ آن نیست پشت پائے زودہ

خوردہ یک بادہ بر رخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ در باقی

(بارگاہ خداوندی پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے پاؤں سے کچل دیا ہے
ساقی کے روبرو اس کے دید کی شراب کا ایک جام چڑھاتے ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب
کو چھوڑ دیتے ہیں۔)



والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۳

خداوند عالم کی بے نیازی و ربی آدم کی آزمائش میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باقبول تو اسے زعلت پاک چہ بود خوب وزشت مشیت خاک

بدمانیک شد چو پذیرفتی نیک ماگشت بد چو بگرفت

(اسے وہ ذات کہ آپ کے کام علت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے کی

نیکیاں اور برائیاں کیا ہیں؟ میری برائی نیکی ہو جائے اگر آپ اپنے فضل سے قبول فرمائیں اور

اگر آپ مواخذہ فرمائیں تو میری تمام نیکیاں برائی بن جائیں۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے

آگاہی ہوئی۔ جہاں بھی تم ہو اور جس کام میں لگے ہوئے ہو اس کے لئے دل شکستگی اختیار کرو اس

لئے کہ ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن دل جس قدر ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے نا امید نہ ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اطاعت گزاروں کی اطاعت و فرمانبرداری سے منزہ و پاک ہے اور گنہگاروں کے گناہوں سے مقدس ہے نہ تو نیکو کار فرماں برداروں کے فرماں برداری سے اس ذات پاک کے حسن و کمال میں کوئی زیادتی داتا اور نہ گنہگاروں کے گناہوں سے اس کی مملکت و بادشاہت میں کوئی کمی و زوال ہے اگر سارے عالم کے لوگ صدق میں صدیق اکبرؑ کے جیسے ہو جائیں تو لَا یَزِیدُنِی مَلْکَ شَیْءٍ اس کی مملکت بادشاہت میں کسی چیز کی ایک ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ فرعون کی طرح اَنَا رَبُّکُمْ (الاعلیٰ) (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کریں تو بھی لَا یَنْقُصُنِی مَلْکَ شَیْءٍ (اس کی بادشاہت میں ذرہ برابر نقصان نہ ہو) اسی کو کہا ہے ۔

چہ مسلمان چہ گبر بردار او چہ کشت و چہ صومعہ در برابر او
پارسا گر بہہ است اور ابہہ بادشاگر بدست اور اچہ
بر در بے نیازی از کہہ بہہ گر تو باشی و گر نہ باشی چہ

(اس کی بارگاہ میں کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک آتش پرستوں کا آتشکدہ کیا اور عبادت خانہ کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے تو وہ خود اپنے لئے بہتر ہے بادشاہ اگر برا ہے تو اسے اس سے کیا۔ اس کی بے نیازی کی بارگاہ میں اگر تو بزرگوں میں سے ہو یا کمتر نیوں میں سے ہو اسے کیا) اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہو گا ایسا کہ اگر کسی اعلیٰ علین پر پہنچا دے بغیر کسی عمل و کردار کے تو یہ اس کے فضل و کرم کا حق ہے اور اگر کسی ایک کو اسفل السافلین میں گرا دے اس کے بغیر کسی پلیدی و گنہگاری کے تو یہ اس کی قدرت اس کے غلبہ و جلال کے مناسب ہے۔ اسی کو کہا ہے ۔

گہ آری خلیے ز تجھ نہ کنی آشنائی ز بیگانہ
گہ از آں چنناں گو ہر خانہ خیز چو بوطالبے را کنی سنگریز

(کبھی تنگدہ سے حضرت خلیل اللہ پیدا کرتے ہیں اور غیروں کو دوست خاص بنا لیتے ہیں۔ کبھی ہیرے اور جواہر پیدا کر کے نوالے گھرانے سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کرتے ہیں) اس ذات بے نیاز بے خوف بے پرواہ سے اسی طرح کے کام وجود میں آتے

ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے کرے اسے کسی کا خوف نہیں خوف تو غیر کی ملک میں
تصرف کرنے سے ہوتا ہے جب تصرف اس کے اپنے ملک میں ہے تو خوف کہاں سے ہوگا ابلیس
کا قصہ سب کے لئے ایک نصیحت ہے اس سے عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ کہا ہے ۔

صد ہزاراں سال طاعت کر دنی طوق لعنت می کند در گردنی

(سو ہزار سال تک طاعت کرتا رہا آخر لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔)

لیکن آدمی آج جب دنیا میں مبتلا ہے دنیا کے غم و اندوہ سے جو بلا خانہ ہے اس سے
بیچارے کو کہاں چھٹکارا ہے اس پر غفلت نے راہ مار رکھی ہے۔ کیا کرے ۔

آدمی بہرہ بخشی را نیست پاپے در گل جز آدمی را نیست

شادی از اہل عصر بیکانہ است آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کیلئے نہیں ہے)

خوشی زمانہ والوں سے بیکانہ ہے۔ آدمی کو رنج و غم خود اس کے وجود اور اس دار بلا سے ہے ۔

اے بھائی! آدمی ایک ایسا حیوان ہے جو شفیق ماں کے پیٹ میں خون کھاتا رہا

جب ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں جو بلا خانہ ہے آیا تو کیا کھائیگا۔ اس زمانہ میں جہاں تک ممکن

ہو آخرت کا غم و اندوہ بھی کھانا چاہیئے اور شکر کی گول پیدا کرنا چاہیئے اور حسرت و ندامت سے

خالی نہیں رہنا چاہیئے اور خوف و اُمید کے درمیان بسر کرنا چاہیئے اور کبھی بھی اچانک نفس کے

ساتھ لذات و شہوات میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ کہا ہے ۔

ترا با نفس کافر در کمین است کجا تور ہبری آنجا کہ دین است

(جب تک نفس کافر تیری گھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے)

اے بھائی! آدمی زادہ کی ذات میں ایک نفس کافر ہے جس کا قبلہ دنیا کا سرلیٹ ہے

اسے کسی حال میں مضبوط نہ ہونے دو ورنہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ جیسا کہ کہا ہے ۔

کافر نفسست چو زبون تو شد گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تیرا نفس کافر تجھ سے شکست کھا گیا تو اگر تو سراپا کفر تھا تو اب مکمل ایمان ہو گیا)

بہادری اور مردانگی یہ نہیں ہے کہ مردوں سے جنگ کی جائے اور ان پر فتح

پائی جائے۔ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کافر نفس کو پچھاڑ دے اور اس پر غالب آجائے۔ اسی کو کہا ہے ۔

مردی نہ باشد آنکہ کنی باکے تو جنگ باخوش جنگ کردن مردی دست
(مردانگی بہادری یہ نہیں ہے کہ تو کسی کے ساتھ جنگ کرے اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرنا یہ بہادری
و پہلوانی ہے۔)



والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۴

عشق و عاشقی کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
گر مرد رہی محال بگذار تحقیق طلب خیال بگذار
ایں زہد تو باز نامہ تست ز ناز تن تو جامہ تست
(اگر تم اس راہ کے مرد ہو تو کسی کام کو ناممکن سمجھنا ختم کر دو، وہم و خیال کو ترک کر کے
حقیقت تک پہنچ جاؤ۔ تمہارا یہ زہد تمہارے لئے دیرینہ تنگ کار ڈبے۔ تمہارے بدن کا
زنار تمہارا لباس ہو گیا ہے۔)

عزیز بھائی شیخ سلیمان! اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہے کاتب
مکتوب کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

آں برادر کو معلوم ہو۔ استاد ابو علی و قاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیس للجنة
شغل معنوا ولا للنار سبیل الینا (نہ جنت کو مجھ سے کام نہ آگ کو میری جانب راہ ہے) بہشت
و دوزخ کو ہمارے دل کے احاطہ میں راہ نہیں۔

نے در غم دوزخ و بہشت اند ایں طائفہ را چنین سرشت اند
(اس جماعت کو بہشت و دوزخ کی پرواہ نہیں۔ ان لوگوں کی تھلستہی ایسی ہوتی ہے۔)
حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں نے بہشت و دوزخ کو عدم یعنی غیبتی میں ڈال
یا ہے۔ اس کے بعد اس راہ طلب میں قدم رکھا ہے اسی کو کہا گیا ہے۔

مارانہ غم دوزخ و نہ حرم بہشت است بردار دوزخ پردہ کہ مشتاق نقایم
(ہم کو نہ دوزخ کا غم نہ بہشت کی لالچ ہی ہے۔ چہرے سے نقاب الٹ دیجئے کہ ہم تو آپ کے
دیدار کے مشتاق ہیں۔)

مشہور مثل ہے کہ اگر اپنے وصال کا خیمہ دوزخ میں نصب کریں تو اس کے طالبان
دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر اس بلند و اعلیٰ جنت الفردوس میں ایک ذرا
دیر کے لئے بھی حجاب میں مبتلا ہوں تو اس قدر شور و اویلا کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آجائے۔
یہ اسی مقام کی بات ہے جو کہی گئی ہے۔

گویند بہشت ہمانی ست بے دیدن میرباں چہ باشد
چوں دشمن و دوست در حجاب اند پس فرق دریں میاں چہ باشد
(کہتے ہیں کہ بہشت ہمانی کی جگہ ہے ایسی ہمانی جس میں میربان سے ملاقات نہ ہو کس کام کی ہے۔
جب اس کے دوست و دشمن دونوں ہی حجاب میں ہوں تو پھر ان دونوں کے درمیان فرق ہی کیا ہوا)
اے بھائی! پاک و مقرب فرشتوں کے لئے بل عباد مکرمون (وہ لوگ مکرم
بندے ہیں) کا خطاب عطا ہوا۔ یحبہم و یحبونہ یہ اس کو دوست رکھتے ہیں وہ ان کو دوست
رکھتا ہے) کی سرفرازی سے مٹی کے پتیلے نوازے گئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من لیشاء
(وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے) یہیں پر صادق آتا ہے تو لازماً عقل کو رخصت کر کے
ستی و دیوانگی اختیار کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ رباعی

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق و رائے عقل است
سرے کہ فرشتگان راں بے خبر اند اے عقل کہ بے عقل چہ جائے عقل است
(راہ طریقت عقل کی بنیاد پر قائم نہیں عشق کے قدم کی خاک عقل سے بہت دور ہے۔ وہ اسرار کہ
مقرب فرشتے بھی جس سے آگاہ نہیں۔ اے عقل سے عاری بے عقل یہاں عقل کی گنجائش کہاں ہے)
اور اسی مقام کی بات ہے کہ اس جماعت کے لوگ آپس میں کہتے ہیں العشق
هو الطريق و روية المعشوق هو الجنة والفراق هو النار والعذاب (عشق ہی کا راستہ
اصل راہ ہے، معشوق کا دیدار جنت ہے اور جدائی، بجز جہنم اور اس کا عذاب ہے) چنانچہ کہنے
والے نے کیا خوب کہا ہے۔

در عشق آمد دواے ہر دے حل نشد بے عشق ہرگز مشکلا
 عاقلان را شرع تکلیف آیدت بیدلان را عشق تشریف آیدت
 (عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا بن کر آیا ہے۔ یقین کرو بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں
 ہوئی ہے۔ ارباب عقل یعنی مکلفوں کے لئے شرع کی تکلیفات آئی ہیں۔ عاشقوں یعنی
 بیدلوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)

اے بھائی! عقل کی پونجی بے کر عشق کی باتوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور علم کی
 قوت و طاقت سے عشق کا یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے (عشق جنون الہی (عشق ایک جنون الہی ہے)
 حدیث میں ایسا ہی ہے۔

تا توانی با خرد بیگانہ باش عقل را غارت کن دیوانہ باش
 زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من زخم بسیاری خوری در کوی من
 لیک گردیوانہ آئی در شمار ایچ کس را باتو نبود، ایچ کار
 (جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ عقل کو غارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔ یہ اس
 لئے کہ اگر تم عقل دہوش کے ساتھ میری طرف آؤ گے تو جان لو میرے کوچہ میں بہت زیادہ تیر و شر کھائے
 ہوں گے۔ لیکن اگر تم دیوانوں کے شمار میں آؤ گے تو تم سے کسی کو بھی کوئی تعزین نہ ہوگا۔)
 یہ جو تم نے سنا ہو گا کہ لوگوں نے کتب خانہ کی ساری کتابوں کو دریا برد کر دیا ہے۔
 دیوانہ ہو گئے ہیں۔ گھر بار لٹا دیئے ہیں۔ اسی مقام کے لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اندر طلب دوست چو مردانہ شدیم اول قدم از وجود بیگانہ شدیم
 او علم نمی شنید لب بر لبستم او عقل نمی خسید دیوانہ شدیم
 (معتوق کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی ہے کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے وجود سے بیگانہ
 ہو گیا ہوں۔ اس نے علمی دلیلیں نہیں سنی۔ اس لئے لب بند کر لئے ہیں۔ اس نے عقلی شہادتوں کو بھی قبول
 نہیں کیا۔ اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں۔)

والسلام

حقیر شرف میزی



مکتوب ۱۳۵

بندہ ہونے اور بلا کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز محترم و محترم ملک معز الدین اعزہ اللہ

کاتب مکتوب شرف نیری کے سلام و دعاء کے ساتھ مخصوص۔

برادر عزیز کا خط خواہ قبول لائے پڑھا گیا زبانی کیفیت بھی بیان کی۔

اے بھائی! بندگی ہے اور بندہ کا دو مختلف حال ہوتا ہے کبھی موافق اور کبھی مخالف

اسی لئے اللہ جلّ علا کی منشاء کی بنا پر موافق حالات میں بندہ سے شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور خلاف حالت میں بندہ سے صبر کا تقاضہ ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے زبندگان بس کرد

(گرے پڑوں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیتے ہیں اور بندوں کی جانب سے صرف شکر و صبر پر اکتفا کرتے ہیں۔)

اسی دو مختلف حال سے متعلق یہ روایت ہے کہ جس وقت سارے جہان کے خزانہ

کی کنجی فرشتہ (جبریل) نے پیش کی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی الہی میں تو

وہ چاہتا ہوں کہ ایک روز آسودہ ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں تاکہ جب آسودہ

رہوں تو شکر کروں اور جب فاقہ رہوں تو صبر کروں تاکہ بندگی کا کمال حاصل ہو جائے اس لئے کہ

الایمان نصفان نصفہ شکو و نصفہ صبر ایمان کے دو برابر حصے ہیں نصف شکر اور نصف

صبر اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔

بر در حق بگرد زور گرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اللہ کے در پر پڑے ہو زور نہ کھاؤ اس لئے کہ عاجزی و انحراری سے ہی اس راہ میں آئی دی مروی ہے۔)

اے بھائی! ان دو مختلف حال میں جو بندہ کو سرگردان و پریشان رکھتے ہیں اس میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت اور اس کا راز ہے۔ چنانچہ جس کسی نے بھی کہا ہے خوب کہا ہے۔

ہرچہ در خلق سوزی و سازیت اندراں مر خدائے رازیت

(آج جو لوگوں کے اندر تیش ملن اور ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا راز ہے۔) اس وقت دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو نہ تو مقصود و مراد پانے میں شکر ہے اور نہ نامرادی و ناکامی میں صبر ہے۔ کہاں مسلمان اور کہاں ہم لوگ محض زبانی دعویٰ ہے اور ایک مسلمان لباس ہے اسی کو کہا ہے۔

سالک اسلام گر آساں بُدی ہر کے چوں شبلی داد ہم شدی

تا نگر دی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از بروں

(اے سالک راہ! اسلام اگر اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص شبلی داد ہم ہو جاتا۔ جب تک

تم باطن سے مسلمان نہیں ہوتے ظاہری لباس سے تم کیسے مسلمان ہو سکتے ہو۔)

تمام منافقین زبان سے اسلام کا اعلان کرتے تھے زبانی اسلام ان کے پاس تھا سب کے سروں پر دستار وجبہ اور اسلامی لباس بھی تھا اگر اس زبانی مسلمان اور اسلامی لباس سے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو سارے منافقین کو بھی مسلمان کہئے اسی کو کہا ہے۔

گر ترا بستگی ہست با جہاں جانب حق باشد از چہمت نہاں

ہر کرا عظمیٰ ہست در دنیا بحق ایچناں اظمیٰ است در عقبیٰ از حق

ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں ایں خیال است محال است معنوں

اجتماع ایں دو نبود ایں بداں باکے حاصل نہ کرد ایں و آں

(جب تک تیرا دل دنیا میں لگا ہوا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ پاک کی سمت تیری نگاہ پوشیدہ رہے گی۔

جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے اندھا ہے اسی طرح وہ عقبیٰ میں بھی اللہ کی دیکھ اندھا رہے گا۔

دنیا بھی چاہتے ہو اور دنیا کے سوا عقبیٰ و مولیٰ بھی یہ خیال محال ہے اور جنوں ہے۔ یہ دونوں

دنیا اور عقبیٰ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یہ اور وہ دونوں کسی ایک کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔)

یہ قصہ بڑا لمبا ہے اگر لکھا جائے تو جلدیں سیاہ ہو جائیں اور پتہ پانی اور جگر ٹکڑے

ٹکڑے ہو جائے۔ جو بھی اس میں پڑا وہ ناکام رہا۔ یہاں مقصود تو برادر عزیز کا قصہ ہے۔

اے بھائی! دنیا جب کہ بلا خانہ ہے تو یہاں بغیر بلا میں مبتلا ہوئے ایک لقمہ کون کھا سکتا ہے اور ایک لمحہ یہاں خوش و خرم کون رہ سکتا ہے اور ایک لحظہ اس دنیا میں بغیر اندوہ کے کون گزار سکتا ہے۔ برادر عزیز نے آخر سنا ہے اس کا پیالہ بے کھیر اور کرکٹ کے نہیں ہوتا اس کے پیالے کھینوں کی بھینجنا ہٹ سے خالی نہیں ہوتے۔ یہاں کی خوشی و مسرت بغیر ماتم کے نہیں ہوتی اسی پر اور تمام دوسری باتوں کو قیاس کر دو۔ اسی کو کہا ہے۔

از جام او پیش کہ دریں جام زہر ہست گل برگ و بو کہ در آن زیر خار ہست
دہر تیزہ کار ندارد وفا کس دیدیم و آرمودہ شنیدیم بار ہست

(اس کے جام لب سے نہ لگا کہ اس میں زہر مہر ہے اس کے پھول پتوں کو نہ سونگھ کر اس کے نیچے کانٹے ہیں ظالم زمانہ کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا۔ بارہا ہم نے دیکھا ہے آزمایا ہے اور لوگوں ہے سنا ہے۔) لیکن چونکہ برادر عزیز کو اس وقت گھر بار ساز و سامان زن و فرزند اور چاکر ملازمین کی رکھ رکھاؤ سب میں ابتلا و آزمائش درپیش ہے کیا کیا جائے دل مطمئن رکھیں ہر کام اپنے وقت پر موقوف ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس میں برادر عزیز کی صلاح و فلاح ہے وہ عنقریب بہت جلد چند دنوں میں ظاہر ہوگا اور ان آزمائشوں سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ نکل آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے فضل و احسان سے۔



والسلام

فقیر مشرف منیری

مکتوب ۱۳۶

موحدوں کی وحدت اور ان کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درد دوی عقل راست پیچا پیچ چشم ایمان دوی نہ بیند پیچ
درد دوی دان مشقت تمیز نہ در کسی یکیت رستم و خیز

(دونوں میں عقل کے لئے پیچیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ دو نہیں دیکھتی ہے۔ تمیز کی مشقت تو دونوں میں ہوتی ہے وحدت میں ان سب سے چھٹکارا ہی ہے)

اے بھائی! عالم وحدت میں جب کثرت نہیں ہے تو تمیز (ایک دوسرے سے جدا کرنے کی محنت و مشقت) بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمیز دو میں ہوتی ہے اور عالم وحدت میں دو کا اثبات شرک ہے۔ اسی کو کہا ہے۔
ہر چہ راہیت گشتن ازین و بار گفت اورا شرک ہش میدار

اے بھائی! یہ جماعت ان لوگوں کی ہے جو حجاب و پردے گزر چکے ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کے مشاہدہ تک پہنچ گئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کے ذریعہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ ہستی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ہر کہ او دعوی ہستی می کند : آشکارا بت پرستی می کند
(ہر وہ شخص جو اپنے وجود و ہستی کا دعویٰ کرتا ہے وہ اعلانِ بت پرستی کرتا ہے۔)
تو اس رُوسے اس گروہ کو اہل وحدت کہتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ کے سوا ان کی نظر میں اور کوئی باقی ہی نہیں ہے کُل شئی هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ (ساری چیزیں فانی ہاک ہونے والی ہیں مگر اس کا چہرہ) ان پر منکشف ہو چکا ہے جیسا کہ کہا ہے۔
باحثہ اغیر او محال بود در و دربان و پاساں ہمہ ایچ
(خدا کی ہستی کے آگے کسی غیر کا وجود محال؛ دروازہ دربان پہرہ دار سب کے سوا وجود میں)۔
اور اس معنی کی تائید احیاء العلوم میں آئی ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا حضورؐ نے اَصْدَقُ مَا قَالَتِ الْعَرَبُ وَقَوْلُ لَبِيدٍ (سب سے سچی بات عرب نے جو کہی ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے)۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَقَ اللّٰهُ بَاطِلٌ . وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ
(جان لو کہ اللہ کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں اور تمام نعمتیں لامحالہ زایل و فنا ہو نیوالی ہیں۔)
سے تا نطن نبرنی کہ ہست این رشتہ دو تو یک تو ست خود اہل و فرع بگر تو کو
چوں اوست ہمہ لیک پیدا یمن شک نیست کاین جملہ منم لیک بدو

(تاکہ تو گمان نہ کر کہ اس دور کے دو بل ہیں (یعنی استغناء) ایک تو خود اصل ہے اور دوسرا فرع ہے جس کو ابھی طرح دیکھ کر غور کر۔ چوں کہ وہی سبب، لیکن میرے ساتھ ذرا لگا بڑکے شان میں ہے۔ اسلئے شک نہیں کہ یہ سبب ہی ہوں لیکن اس کے ساتھ (یعنی اسی گھول کے وجود میں لائے) میرا وجود ہے اپنا وجود نہیں۔)

اس جماعت صوفیہ کے لوگ وحدانیت کے سمندر کی تہ تک پہنچ چکے ہیں اور محدثات کی تاریکیوں سے نکل چکے ہیں مخلوق کے لئے جو غیب نہاں ہے وہ ان کے لئے شہادت عیاں ہے اور لوگوں نے جو حکایتا اور دایتا سنا ہے یہ لوگ نگاہوں سے اسے دیکھے ہوئے ہیں۔

کو دل کہ بداند نفسے اسرارش کو گوش کہ بشنودے گفتارش

مستوق جمال ی نماید شب و روز کو دیدہ کہ تا بر خور دیدارش

(وہ دل کہاں کہ ایک لمحہ بھی اس کے اسرار کو جانے۔ وہ کان کہاں کہ اس کی باتوں کو ایک لمحہ بھی سنے۔)

مستوق تورات دن اپنے حسن و جمال کے جلوے دکھا رہا ہے وہ آنکھ کہاں ہے کہ دیدار سے بہرہ ور ہو۔)

وحدت کے یہ اسرار اور موجودہ چیزوں کی یہ معرفت کہ جسے محدث (خلق) کہتے ہیں اور ان کا فنا و عدم ظاہری اعتبار سے ان کے ذوات میں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ رنگہائے پر نیرنگ خم وحدت کند ہمہ گیر رنگ

(اور ان تمام پُر فریب رنگوں کو وحدت کے شراب کا چٹکا ایک رنگ بنا دیتا ہے)

کہتے ہیں کہ سالک جب اس مقام میں پہنچ گیا تو قیامت آگئی زمین بدل گئی اور آسمان لپیٹ دیا گیا۔ خدا عز وجل ظاہر ہوا اور خداے عز وجل خود ہمیشہ ظاہر و عیاں ہے لیکن سالک خود اپنی ہستی کے خیال و پندار میں تھا اس خیال و پندار سے نکل آیا تو دیکھا کہ ہستی تو صرف خدا کی ہے اس وقت زبان حال سے کہہ اٹھا۔

مستوق عیاں بود نمی دانستم بامن بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(جب اس مازے تم آگاہ ہو گئے تو اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں

اور بہت سارے روزے کیسے رکھوں لیکن اس میں کوشش نہ کرو کہ اس خیال و پندار ہستی کو جس

کے حجاب میں تم پڑے ہوئے ہو اسے کیسے ہٹاؤں۔)

آپنے تو گم کردہ ای کر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

تو بید و لٹی کا یہ حجاب یہ پردہ اٹھوانا قانون طلب یعنی حکم حال کی بنا پر فرض عین ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

در تبکہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از دلبوے نزار کنش است بابوے وصال او کنش کعبہ ماست
اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ اس گروہ کے کچھ لوگوں نے ایسے کام کر لئے ہیں جس سے ظاہر سرتیوں
کو انکار ہے وہ اسی حال و مقام کی بات ہے انکا یہ فعل اسی حجاب کے اٹھانے کے لئے ہوا ہے
اور لوگ اس راز کو نہیں جانتے ہیں سب بدینہ و بین اللہ، یہ سب درست ہے۔ یہی راز ہے
جس کو کہا ہے۔

مابروں را ننگریم و قتال را مادروں را بنگریم و حصال را
(ہم ظاہر کو اور ظاہری باتوں کو نہیں دیکھتے ہم باطن اور معنی کو دیکھتے ہیں اور حال کو)
بار و گر پیر ما خسرو بزار داد نقد نو د سالار بار و کبشار داد
زہد بیکسو نہاد راہ قلند گرفت بہر یکے کوزہ سے خرقہ و دستار داد
قبلہ بدل کرد زود و متکلف دیر شد رفتے بچوب کبر و دوست را بار داد
(یہ دوسرا موقع ہے کہ میرے پیر نے خرقہ زناں پر قربان کر دیا نوٹے سال کی پونجی بے گئے اور کفار کو دیدی۔
زہد کو کنارے کر دیا آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک کوزہ شراب کے عوض جتہ و دستار شراب فروش کو دے دیا۔
جلد ہی قبلہ کا رخ موڑ لیا اور تبکہ میں جانیٹھے رخ محبوب کی جانب کر لیا محبوب نے انہیں باریابی دیدی۔)
بدتمیزوں کو اسیوں اور دودھ پیتے پتے سے اس مکتوب کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ اپنی
بیہودگیوں سے آلودہ نہ کر دیں اور وہ جواہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اس لئے کہ علم کے دقایق
جس طرح نااہلوں کے سامنے نہیں بیان کرنا چاہئے اسی طرح اہل سے اسے چھپا کے بھی نہیں
رکھنا چاہئے۔ اسی کو کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند

(غذا کا وہ پتھر جو پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو ہرگز نہیں دیتے۔)
اگر ان بیچاروں کو اس گروہ کے لوگوں کی دوات سے کچھ بھی حصہ مل جائے تو جان لیں
کہ کیا عظیم نعمت ہے انکار تو ان کی اپنی بدنسیبی اور کوریشی سے ہے۔

گر تراز وزے دریں میدان کشند این قہم بینی کہ بر مردان کشند
 آنگہ این شیوہ معنی صد ہزار بینی و دانی و داری استوار
 (اگر کسی دن تمہیں اس میدان میں لے جائیں تو تم دیکھ لو گے کہ ان مردان خدا کے لئے کیا کیا
 نعمتیں ہیں۔ اس وقت تم ان کے طور و طریقہ کے لاکھوں معنی دیکھو گے، جان لو گے اور یقین کر لو گے)
 اے بھائی! یہ قہم عقل کے حوصلہ سے اعلیٰ ہے اگر کسی کا عقل کے ماوراء معاطہ ہو تو
 وہ اس رمز و اسرار کے خیمہ کے گرد قدم رکھ سکتا ہے۔

جانان سخن عشق کلا میست بلند بدنام شدن ز عشق تا میست بلند
 در عقل فرو شدیم بر نامد کار از عقل فرا تر و مقام میست بلند
 (اے میری جاں! عشق کی باتیں بہت اعلیٰ و بلند کلام ہیں، عشق و عاشقی میں بدنام ہونا ناموری ہے۔
 ہم نے عقل کے سمندر میں ڈوب کر دکھا، کام نہ بنا عشق کا مقام عقل سے بہت بلند و بالا تر ہے۔)
 اسی معنی میں ایک دوسرے نے بھی کہا ہے۔

آدی بہرہ بینی را نیست پائے در گل جز آدی را نیست
 شادی از اہل عصر بیگانہ است آدی را خود اند وہ در خانہ است
 (آدی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدی کے سوا اور کسی کے لئے
 نہیں ہے۔ خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدی کو اند وہ و غم خود اس کے وجود کے اندر سے ہے)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب ۱۳۷

غفور رحیم کے دربار میں توبہ و اسے تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر مہربان! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔

اے بھائی! صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی حکم صادر فرمایا ہے اِذَا كُنْتَ

ذَلُّبِ أَحَدٍ لَّهُمْ فَلَيْسَتْ كَثِيرًا إِلَّا اسْتَغْفَارَ قَوْلَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ إِنَّهَا قَاتِلُ الْخَطَايَا
 كَمَا تَأْتِي كُلُّ النَّارِ الْحَطَبَ (ببتم میں سے کسی کے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں تو چاہیے کہ کثرت سے استغفار
 کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھاجاتا
 ہے جس طرح آگ بکڑی کو کھاجاتی ہے۔) اور فرمایا مَا أَصْرَمَنْ اسْتَغْفَرَ إِنْ عَادَنِي الْيَوْمَ سَبْعِينَ
 مَرَّةً مِمَّنْ اسْتَغْفَرَ كَمَا اسْتَغْفَرَ لَمْ يَكُنْ فِي سِتْرٍ مِمَّنْ اسْتَغْفَرَ كَمَا اسْتَغْفَرَ لَمْ يَكُنْ فِي سِتْرٍ مِمَّنْ اسْتَغْفَرَ
 اے عزیز! گناہ سے پاک ہونا ابتداء پر پیدائش سے آخر تک فرشتوں کا کام ہے اور
 پیدائش سے آخر تک گناہ میں آلودہ رہنا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گر پڑنا اور پھر گناہ کو
 اٹھ کھڑے ہونا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے اور اس کے لئے اس کا یہ انعام ہے کہ الثَّابِتُ
 مِنَ الذَّنْبِ كَمَا لَا ذَنْبَ لَهُ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔)
 اے عزیز! آدمی سے گناہ کا ارتکاب کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے اس لئے کہ سو گونہ
 خواہشیں اور شہوتیں اس کی ترکیب میں خمیر کی ہوئی ہیں۔ بلکہ اس سے توبہ کا صدور البتہ تعجب خیز
 ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ دیکھو اور پڑھو۔

ہر کہ پیش نفس خود سکیں شور اولسان لحداں بے دیں شور
 رستی کن نفس را گردن بزن گرچہ ادسا لارست اندر بدن

(جو شخص اپنے نفس کے آگے خود بے حرکت کر رہا ہو وہ بیدنیوں کی طرح بے دین ہوتا ہے۔)

پہلوانی کر نفس کی گردن اڑا دو اگرچہ وہ تمہارے جسم کے اندر تمہارا فوجی سردار بنا ہوا ہے۔)

سبحان اللہ! بہشت جیسا مقام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغمبر خلافت
 کا تخت زیر گیس بمانعت صرف وہی ایک ذَلَّاتُ قَرْبَلَاهُذِهِ الشَّجَرَةِ (اس درخت کے قریب نہ جانا)
 سلامت نہ رہ سکے قدم پھسل گیا گر پڑے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا
 (اے میرے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسا مقام جو بلاؤں سے بھرا ہوا ہے نیچا آدم
 کی اولاد اتنے سارے ادا مروا ہی میں مبتلا اور شیطان کے جیسا عدو دشمنی کے درپے اور
 نفس ایسا کہ جو خود جسم کے پیر بن کے اندر بہت گناہ نہ کرے تو یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

ترا تا نفس کافر در کمین است کجا توره بری آنجا کہ دین است
 از ربانمت می شود آن نفس رام پارہ دیگر ندارد والسلام

(جب تک یہ تیرا نفس کا فرگھات میں ہے تو جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔

سخت ریاضت سے وہ نفس سیدھا ہوتا ہے اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ تم پرسلا متی ہو۔)

لیکن چاہیے کہ جب گناہ میں گرے تو گرا ہوا نہیں رہنا چاہیے اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا چاہیے۔

اس لئے کہ وہ ملعون جب گناہ میں گرا تو اسی میں پڑا رہا لازماً اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی

یَوْمِ الدِّیْنِ (میری لعنت تجھ پر ہے قیامت تک کے لئے) کا داغ لگادیا گیا اور اس کی پیشانی داغدار

ہو گئی گرچہ وہ معلم الملکوت تھا اور سات سو ہزار سال کی عبادت کی پونجی کا مالک تھا خاک سر پر

ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔

درد و عالم نیت سرتا پائے

ناگہ سیلاب غمت در رسید

پائے تاسر عین حسرت گشتہ ام

من چہ دانستم کہ بیگانہ منم

(دو دنوں جہاں میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدے نہ کئے ہوں۔ اچانک رنج و محن

کا سیلاب پہنچ گیا اور لعنت کی وہ ماحے جو بخون کی تھی وہ بھی آگئی۔ سر سے پاؤں تک مجسم حسرت

ہو گیا ہوں اور سارے عالم کے لئے عبرت بن گیا ہوں مجھے کب خبر تھی کہ بیگانہ میں ہی ہوں عقل والے

اور لوگ ہیں دیوانہ میں ہوں۔)

اے بھائی! گناہ میں گر کر پڑے رہنے میں اسی کا خطرہ ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت

ہے ہر گھڑی استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

تو دریں رہ می تراش وی خراش

صاحب دل ہر چیچک گفت آن کند

(تو اس راہ میں کاٹ چھانٹ مجا در و مجاہدہ کرتا رہ۔ آخری سانس تک ایک دم مطمئن نہ رہ دل والے

وہ کرتے ہیں جو حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے نفس کیا اپنی جان راہ حق میں قربان کرتے ہیں۔)

تفسیر امام زادہؑ میں مذکور ہے اس امت کی پناہ دو ہیں ایک ہمارے درمیان سے پر وہ

میں ہے اور ایک باقی ہے۔ جو ہمارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں وہ آنحضور رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ جو باقی ہے وہ استغفار ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ کسی نے اپنے

کسی مہم میں یا حاجت میں خواجہ حسن بھیری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ فرمایا استغفار
بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگی معاش اور فقر و فاقہ کی شکایت کرتا تو یہی فرماتے کہ استغفار
کی کثرت کرو اور قرآن مجید میں بھی یہی ہے۔ **وَاسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔**

اے پیر گنہگار و توبہ کشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
بشباب سوئے توبہ کہ از مادر گیتی از گردن تاخیر بے واقوہ زادہ است

(اے بڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ہر قسم کی نعمت تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہے توبہ

کرنے میں جلدی کر تاخیر میں خطرہ ہے اس لئے کہ یہ دنیا روزانہ بہت سارے واقعوں کو جنم دیتی رہتی ہے۔)

اے بھائی! اس کی بارگاہ صمدیت وہ بارگاہ ہے کہ معصومین جو عصمت کا تاج

سر پہ رکھتے ہیں استغفار میں ہیں آخر تم نے سنا ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز
ستر بار استغفار فرماتے جب یہ آیت نازل ہوئی **وَاسْتَغْفِرُ الذِّیْنَ اٰذَنُکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ**
آپ نے سترے سو بار کر دیا اس میں ایک عظیم راز ہے۔

اے بھائی! عزت خداوند تعالیٰ کی صفت ہے ذلت بندہ کی صفت ہے

چنانچہ جس طرح خدا کے شایان شان ہے کہ وہ عزت کی صفت سے ہمیشہ متصف رہے اسی
طرح بندہ کے لئے زیبا ہے کہ وہ ذلت کی صفت کے ساتھ متصف ہو تاکہ ربوبیت
اور عبودیت دونوں متحقق ہو جائے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے کہا ہے
خوب کہا ہے۔

ہر کس کو ذلیل کر د خود را اندر نظرش ہموں خلیل است

عاشق ز برائے عزیز معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کر لیا وہ اس کی نظر میں خلیل ہے۔)

عاشق اپنے معشوق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے۔)

والسلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۳۸

مولیٰ کی طلب میں ہمیشہ رات دن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سعدی از عشق نبار دھچکند ملک وجود حیف باشد کہ ہمہ عمر باطل برود
 (سعدی کو عشق پر ناز ہے وہ ملک وجود کو کیا کرے افسوس ہے کہ ساری عمر باطل میں بسر ہوئی)
 بھائی شمس الدین اکاتب مکتوب شرف نیری کا خصوصی سلام و دعا
 اے بھائی! جہاں کہیں ہو اور جس کام میں ہو اس اندوہ و طلب کے خالی نہ رہو اس لئے کہ
 فیض منقطع نہیں ہے اور یہاں کام فضل پر ہے۔ ناامیدی کیا کرے گی چنانچہ کہا ہے۔
 آنرا کہ دہد یارش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید
 (جس کسی کو اس کا محبوب اپنے حرم خاص میں بغیر کسی عمل کے بار پانی دیتا ہے وہاں عمل کیا کام آتا ہے)
 تو اگر ظاہر دنیاوی مشاغل میں ابتلا کی بنا پر ملوث ہو جائے تو اس سے کیا خوف ہے
 اعتبار دل کا ہے لازم ہے کہ دل میں سوائے خدا کے کوئی غیر نہ ہو۔ اس لئے کہ دل میں حق تعالیٰ
 کے سوا کسی غیر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔
 در دل بجز یکے نشاید کہ بود در خانہ اگر ہزار باشد شاید
 (دل کے اندر ایک کے سوا کسی اور کا ہونا درست نہیں۔ گھر میں اگر ہزاروں ہوں تو ہونا مناسب ہے)
 تو ہمت ایسی ہونی چاہیے کہ کون و مکان کے لوٹ اور تعلق سے پاک ہو اور طلب حق
 سبحانہ تعالیٰ میں دل کا شکستہ ہونا ہمیشہ قیمتی ہوتا ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے
 اپنی مناجات میں کہا اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں۔ حکم ہوا عند المنکوت
 قلوبہم لاجلی ٹوٹے ہوئے دلوں کے قریب۔ عرض کیا۔ خداوند! میرے دل سے زیادہ شکستہ

اور کسی کا دل نہیں ہے ارشاد ہوا تو مجھے دہیں تلاش کیجئے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا ہے
محراب جہاں جمالِ خسارہ ماست سلطانِ جہاں در دلِ بیچارہ ماست

(عالم کا بلاخانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سارے جہان کا بادشاہ ہمارے غریب شکستہ دل کے اندر ہے)
معنی کے اعتبار سے جلول و اتحاد کے داعیہ کے بغیر جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ سہ
ورجہان معنی زراۃ حسنی چوں یافتہ ام حرات جویم

(معنی کے اعتبار سے تو میری جان کے اندر ہے اور جب میں نے پایا تو پھر تجھے کیوں تلاش کروں)
اے بھائی! آخر تم نے سنا ہے قلب المؤمن عرش اللہ (مومن کا قلب ہی اللہ
کا عرش ہوتا ہے) اور الرحمن علی العرش استوی (رحمن نے عرش پر قرار پکڑا) کاراز جس پر شکست
ہو گیا یہ دولتِ نقداے آج ہی حاصل ہو گئی۔ سہ

وعدہ وصل دیگرانِ فرداست وعدہ وصل عاشقانِ کنوئست
(وصل اور دیدار کا وعدہ دوسروں کو کل کے لئے ہے۔ عاشقوں کو یہ وعدہ آج ہی اور اسی وقت ملے گا۔)

ہر کہ در راہِ محبت بندہ شد تا ابد ہم خرم و ہم زندہ شد
(جو اس راہِ محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے خرم اور زندہ جاوید ہو گیا)
اے بھائی! وہ تو عیاں ہے اور اس کا معاملہ ظاہر ہے اگر کوئی خود بخود پردہ

میں آگیا ہے تو یہ اس کی اپنی محرومی و بد نصیبی ہے۔ سہ
آپنچہ تو گم کردہ ای کر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای
(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہ خود تیری اپنی محرومی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پردہ
میں آگیا ہے۔)

بشر کی حقیقت جو کہ سرالوہیت کا مظہر، موجودات کا خلاصہ اور آئینہ جہاں نما ہے۔ یہ
آب و خاک نہیں ہے جو ظاہر بدن کے قید میں مقید ہے۔ سہ

نیمت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد سے جان پاک
صد ہزاراں پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کفند آخسہ سجود

(آدمی محض آب و خاک کا خلاصہ و نطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدمی سر یا روح قدسی ہے۔ ایک ایسا عالم و
جولا کھوں فرشتوں سے بچر ایک نطفہ کو کیوں کر سجدہ کرتا۔)

اس سے زیادہ حیاں اور ظاہر کیا ہو سکتا ہے کہ مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم اس آلودہ کدر مٹی کو سجدہ کیوں کرتا اور یہ خاک خلیفہ و نائب کیسے ہو جاتا ہذا ستر عظیم لا یجوز کشفہ (یہ ایک عظیم راز ہے جس کا کھولنا جائز نہیں۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بخود می کوشند
مے از کف دوست ہر نفس می نوشند سری بازند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو یہ صوفیان باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ اپنے دل کے نکتہ میں خود کو مستغرق رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کے جام پیتے ہیں۔ سر دیدیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے۔)

اور اس لطیف راز کا پتہ اپنی کتاب قرآن حکیم میں یوں دیتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے) اور خواجہ ہرود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر زبان مبارک نے اس راز سر بستہ کو اس مقدار میں کھولا ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صورتہ بمعنی صفتہ کہا ہے اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس راز کی صفت یوں بیان کی ہے
نہست بالای تو مخلوقی دگر نیست بیرون تو معشوقی دگر
چوں برونی تو ز عقل و معرفت نے بود در شرح ای و نہ صفت
ہر چه در توحید مطلق آمدست آہنہ در تو محقق آمدست

(تجہ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجہ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ جب تو عقل و معرفت کی حد سے باہر ہے تو نہ تیری تشریح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تیرے اندر از روئے حقیقت ہے۔)

اس سے تم جان لو میں نے کہا ہے سچ کہا ہے کہ حق تعالیٰ ایک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں۔ نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔ بلکہ یہ حق کی راہ خود تیرے اندر ہے۔

تاما نیا مد جان آدم آشکار رہ نہ استند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد کلید ہرود عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر اور پیدا نہیں ہوئی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ معلوم

نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راء بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کتنی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوئی۔)

انشاء اللہ تعالیٰ اس خط کے مطالعہ سے معافی دل پر خورد خورد منکشف ہوں گے اور ایک دن اپنا کام کر جائیں گے اور اس میں تعجب نہیں ہے شاہ شجاع کرمانی شروانی اور کلاہ میں بلوس رہتے تھے لیکن وہ کمال جوان کو حاصل تھا ہزاروں سالک آتے جاتے رہیں گے مگر ان کے کمال تک پہنچ نہیں پائیں گے اللہ جانے انشاء اللہ۔

والسلام
شرف منیری



مکتوب ۱۲۹

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں لوگوں کے گناہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید در چناں دریا کجا آید بدید
خواجہ احمد! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کر دو دل مطمئن رکھو کہ
سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی نافرمانیاں اس کے دریائے رحمت و غفور بخشش
میں جو بحر بیکران ہے ایک قطرہ ہے۔ تمہارے گناہ کی اس دریا میں کیا حقیقت ہے۔
اسی کو کہا ہے۔

گر گناہ ہے او لیں و آخریں بیش باشد آسمان و ازمین
بر خواشی بسائش آں گناہ ہو گر دو جلد بر یک بجائے گاہ

اگر تمام انگے اور پچھلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں تو۔

ان کے فرشتے کے کتابے وہ سارے گناہ ایک ہی جگہ منٹ کر رہ جائیں۔

حسن و زینہ احب شرع صلی اللہ علیہ وسلم کا شریعی حکم ہے واقعی ہی نفسی پیدا

لَوْلَمْ تَنْبِذِ الْكَذِبَ اللَّهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يَذُنُّونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ
 لَهُمْ یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہیں کرتے تو
 یقیناً حق سبحانہ تعالیٰ تم کو اٹھالیتا اور تمہاری جگہ ایک ایسی دوسری قوم لے آتا
 جو گناہ کرتی اور مغفرت چاہتی استغفار کرتی پھر خداوند تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرماتا
 اسی کو کہا ہے۔

بود عین عفو تو عاصی طلب عرصہ عصیاں گرفتہ زین سبب
 چوں بستاریت دیدم کار ساز ہم بدست خود دریدم پردہ باز
 چوں سیاہ آمد مرا رنگ گلیم تو سپیدش کن چو یوم اے کریم
 (آپ کے عفو خاص کو گنہگار کی تلاش تھی تو میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔ اور
 جب آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کار فرما دیکھا تو ہم نے اپنی گنہگاری کا پردہ بھی اپنے
 ہاتھ سے چاک کر دیا۔ جب ان گناہوں کے سیل سے میری کبلی کا رنگ کالا ہو رہا ہے تو اپنے
 کرم سے آپ اے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اے کریم۔)
 اے بھائی! ہمارے تمہارے گناہ میں ایک عظیم راز اور حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے
 گناہ نہ ہوتے تو غفاری و ستاری کی صفت کا ظہور نہ ہوتا یعنی اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ چنانچہ
 کہا ہے۔

دولت اسرار کار اتقیا ست عام را آن دانش و فہم از کجاست
 (اسرار کی دولت کو پانا متقیوں کا کام ہے عام لوگوں کو سمجھ بوجھ کہاں حاصل ہے۔)
 ہرچہ در خلق سوزی و سازی ست اندراں مرخدا ی را رازی ست
 (آج جو لوگوں میں یہ تپش اور یہ ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا ایک خاص راز ہے۔)
 بزرگوں کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ عزوجل کا دو خزانہ ہے ایک ثواب اور
 کرامت و نوازش سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا عفو و مغفرت سے پر ہے۔ اگر بندہ مومن طاعت کرتا
 اور اس سے گناہ ہوتا تو ثواب و کرامت اس پر نثار نہ ہوتے۔ اور اگر گناہ نہ کرتا اور مصیبت
 کا صدور اس سے نہ ہوتا تو عفو و مغفرت کا خزانہ ضائع اور برباد ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے۔
 کہ نداند ز کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

باتیولی تو ز علت پاک چہ بود خوب زشت زشت پاک

دکن ایسا ہے جو آپ کی کار سازی کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ڈرتا۔
اے دو کر آپ کے کام علت سے پاک ہیں۔ آپ کی قبولیت کے آگے ایک مٹی خاک کے پتلے کی نیکیا

اور برائیاں کیا ہیں۔

اے بھائی! جہاں پر قبولیت آتی ہے وہاں سے غیب اور برائیاں اٹھ جاتی ہیں۔
جب فرشتوں نے کہا اَتَجْعَدُ فِیْهِ قَلْبًا مِّنْ قَلْبِیْ خَشِیْعًا کیا آپ ایسی مخلوق کو تخلیق بنائیں گے جو
زمین میں فساد کرے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ لوگ فساد نہیں کریں گے فرمایا
اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) تم لوگوں کو میری الوہیت کے
رموز و اسرار سے اطلاع نہیں ہے اور میری ربوبیت کے الطاف و اکرام جو آدمیوں پر
ہیں ان سے تم سب واقف نہیں ہو۔ اگر یہ نا اہل ہیں تو ہم انہیں اہل بنادیں گے۔ اگر ہم سے دور
ہیں تو ہم نزدیک کر لیں گے اگر ذلیل ہیں تو ہم معزز اور عزت والا بنادیں گے۔ اگر تم سب ان
کی ظاہری جفاؤں اور ظلم و ستم کو دیکھتے ہو تو میں ان کی باطن کی صفائی اور پاکیزگی کو دیکھتا
ہوں۔ اگر تم سب کو اپنی عصمت یعنی معصومیت پر بھروسہ ہے تو یہ لوگ میری رحمت کو اختیار
کئے ہوئے ہیں اور اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں، تمہاری پاکدامنی اور عصمت کی کیا قدر ہے
اگر میری قبولیت نہ ہو۔ اور ان کو ان کی گنہگار یوں سے کیا نقصان ہو سکتا ہے جب میری مغفرت
اور بخشش ان کے ساتھ ہے۔

مانہ گدا یم چہ سلطان عشق از مدد حسن تو سلطان ماست

(میں بھکاری نہیں ہوں جب عشق کا شہنشاہ آپ کے حسن کی مدد سے میرا بادشاہ ہے)

وز سحر از غیب شنیدیم دوش در دو جہاں در دو نور دان ماست

(کل علی الصباح میں نے غیب سے یہ آواز سنی کہ دو توں جہاں میں آپ کا مدد ہی میری دوا ہے۔)

یہ سارا فقل و کرم نوازش و اکرام اللہ جل شانہ و علم نواز کا ہے لیکن بندہ کو ہمیشہ
اپنی بسندگی کی حد میں رہنا چاہیئے اور ہر گھڑی دہر لچا پئے گناہوں کی مغفرت مانگنی چاہیئے
کیوں کہ یہ وہ دربار ہے کہ جہاں مطیعان و فرمانبرداران اپنی طاعت و عبادت سے استغفار
کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ نقل ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز سو بار استغفار

فرماتے اور یہ معلوم ہے کہ ان کا دامن نبوت اس تپاک ہے کہ گناہ کا ایک غبار بھی اس پر لگ
پڑے۔ لیکن حضور کا وہ استغفار خود حضور کی اپنی طاعت سے ہے۔

در وجود خویش منکر ذرہ تا بدار ذرہ نگر دی غرہ
بر در حق بگرد زور مگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اپنے وجود اور اپنی ہستی کو ذرہ برابر نظر میں نہ لاؤ۔ تاکہ اپنے وجود کے ذرہ سے تم غور میں
نہ بڑ جاؤ حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر خاک بن جا بڑائی نہ دکھلا کیونکہ انکساری و عاجزی سے اس
راہ میں آدمی مرد بنتا ہے۔



وَالسَّلَام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۲۰

سالك كو ہلاڪ كے مواقع سے شیار رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلوں نہ بنیم من جمالت سد جہاں دید گیر چوں حدیث تو نباشد سر بسر شنیدہ گیر
چوں نباشم در وصال لے زمینیاں نہاں در بہشت و حوض کوثر تا ابد پاشیدہ گیر
(میں آپ کا وہ جمال کیوں نہیں دیکھوں جو سو جہان کے دیدہ و بصارت کی کمت اور دام
نگاہ ہے اور آپ کی باتیں آپ کی گفتگو سر بسر مکمل طور پر شنوائی کو سحر و قبضہ میں
کرنے والی کیوں نہ ہوں۔ اسے وہ کہ آپ تمام نظر بازوں، نگاہ والوں کی بینائی سے نہاں
ہیں۔ میں آپ کے وصال یعنی دید میں کیوں نہ رہوں اگرچہ آپ بہشت میں اور حوض کوثر
پر ہمیشہ کے لئے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔)

۱۔ یہ راہی کی نسخوں میں مختلف فرق کے ساتھ ہے۔

آپؐ برادر عزیز کے خط کے جملہ مضامین پڑھے گئے۔ قاضی زاد بھی موجود تھے انہوں نے بھی پڑھا۔ ہوشیار رہیں تاکہ مکار اور دغا باز رہن لوٹ نہ لے۔ اگر کسی کو تماشوں اور نمائشوں (کشف و کرامت) میں وقفہ ٹھہرا دیا ہو گیا تو آنرایت من اتخذ اللہ ہواہ (کیا آپؐ غور کیا جنے اپنی خواہشات کو اپنا مہو بنالیا) اسے پیش آجائے گا۔ اور لا کے دائرہ میں الا اللہ کے دربان کے قید میں قید ہو جائے گا۔ معلوم ہے الا اللہ کا دربان کون ہے وہی ہے جسے لوگ ابلیس کے نام سے جانتے ہیں۔ اسی سے سُنئے وہ کیا کہتا ہے۔

مشتوق مرا گفت نشیں بر در من مگذار دروں ہر کہ ندارد در من

(مشتوق نے مجھے کہا ہے میرے در پر بیٹھا رہ۔ پہرہ داری کر اور اے اندر آنے نہ دے جس کے سر میں میرا سودا نہیں ہے۔)

اے بھائی! عالم ملکوت کی سیر کی سخت ترین گھاٹیوں کے طے کر لینے کے بعد بہت سارے لوگوں کی راہ ماری گئی ہے اور ان کی اس کوتاہ نگاہی نے انہیں یہ دکھلایا کہ فتحیٰ ہو گیا اور قصود تک مجھے راہ مل گئی ہے۔ افسوس و مآلل اللہ اب در باب۔ اسی کو کہا ہے

انگندہ دلم رخت بمنزل گاہے کا بنجا بود بصددیل آں راہے
چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے کی کشتہ شوند و بر نیاید آہے

(میرے دل نے سامان سفر ایسی منزل میں رکھا جہاں سینکڑوں نشانیوں کے باوجود راہ نہیں ملتی۔)

مجھ جیسے ہزاروں عاشق اس ایک ماہ کے اندر مارے گئے ہیں اور ایسا کہ ایک آہ بھی نہیں کر سکے۔)

اے بھائی! اہل معرفت مآزاغ البصر و مآطغی (نہ نظر بہکی اور نہ نگاہ مٹی) کی تختی کو مکتب ہی میں درست کر چکے ہیں۔ ملک ملکوت کی یہ طاقت نہیں کہ انہیں قید کر لیں۔

منزل ہمت بعالم قدس کے قدمگاہ جب میل بود

(میری ہمت کی منزل وہ عالم پاک ہے جہاں جبریل بھی قدم نہیں رکھ سکے۔)

سبحان اللہ! اس ہجران زدہ کے سردار کے کاموں میں شور کر داور سنو

زاد الارواح میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا فرایت

سے یہ مکتوب حضرت مولانا مظفر پٹنہ کے نام ہے اور مکتوبات لبست و ہشت نیلاس کا نمبر ۱۰۱ ہے (مترجم)

فی بعض الکتاب ان ابلیس فقی، موسیٰ علیہ السلام عند الطور فقال موسیٰ لابلیس
مَا صَنَعْتَ اِذْ لَمْ تَسْجُدْ لَادَمَ فَقَالَ ابلیس مَا اَسْهَدْتُ اَنَا رَجِعْ مِنْ دَعْوَايَ فَاَكُوْ
مِثْلَكَ اِنِّیْ اَدْعِیْتُ مَحْبِیَّةً فَلَمْ اَسْجُدْ لِسَوَاهِ فَلَاخَرْتُ الْعُقُوْبَةَ عَلٰی اِنِّیْ وَاَنْتَ
اَدْعِیْتُ مَحْبِیَّةً فَقَالَ لَكَ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاَنْتَ اَسْتَقِرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِیْ فَتَنْظُرُ
وَوَعَضَّتْ عِیْنِیْكَ لِرَايْتِهِ۔ میں نے بعض اگلی کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابلیس حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے طور کے پاس ملا۔ حضرت موسیٰ نے ابلیس سے فرمایا تو نے یہ کیا کیا کہ آدمؑ کو سجدہ نہ کیا؟۔
ابلیس نے کہا میں نے یہ نہیں کیا اگر اپنے دعویٰ سے پھروں۔ آپ کی طرح ہو جاؤں، میں نے اس کی عبت کی اور
کیا تلاش کی اس کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ اور سخت سزائیں جو مل گئیں قبول کر لی۔

آپ نے اس کی عبت کا دعویٰ کیا۔ اس نے آپ سے کہا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا تو تم تنقیریب گئے
دیکھ گئے چنانچہ آپ نے دیکھا بھی وہاں اگر آپ پہاڑ کی طرف تے نظریں نہی کر لیتے تو ضرور اسے دیکھ لیتے۔
اہل ذوق کی نگاہیں ایسے ہی کاموں اور اسرار و رموز پر رہتی ہیں، چنانچہ عین القضاة
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم کیا جانتو کہ ابلیس کون ہے، جبرئیل صفت ہونا چاہیے کہ اس کے
کاموں پر درویدہ نگاہ رکھیں۔ اسی کو کہا ہے

سراختہ آں رہ رواں سجدہ غیر او گر مردہ او ای زد کم بہ نباید بود
(اس راہ رونے غیر کے سجدہ کرنے کے مقابل میں سر کی باری نگاہی اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی راہ کے زندہ
ہو تو اس سے کمتر نہیں رہنا چاہیے)

ایک مرتبہ اہل حیرت میں سے کسی نے اپنا دل مانگیا ان کے باطن میں جواب ملا۔ اسے
جھوٹے وعویدار یا مجھے چاہو یا اپنا دل طلب کرو۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے یہ
ہشت جنت گر دھندت سر بسر تو مشوراضی ازینہ سادہ گذر
عالی ہمت باش و دل با حق بہ بند تو ہمای قاف قری رولبت
(اگر تجھے آٹھوں بہشت مکمل طور پر دیدیں تو تو اس پر راضی نہ ہو اور اس سے آگے بڑھ جا۔ بلند ہمت
ہو جا اور دل کو حق سبحانہ تعالیٰ سے لگا دے تو قافِ قربت کا ہٹا ہے۔ اور بلند ہو جا۔)
اٹھارہ ہزار عالم میں کوئی جماعت آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت نہیں پیدا کی گئی اس کو
کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ایں جا نبود قدرے بردوزخ و جنت را باشند حجاب ما آنہا کہ تو میدانی
(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ یہ سب کے سب ہمارے لئے حجاب ہیں یہ تم جانتے ہو۔)
اے بھائی! یہ جو کہا ہے من منع عن النظر یتسلی بالاشرف (جسے دیدار حاصل
نہیں اے اس کی نشانیوں سے تسلی ہوتی ہے) اور یہ اس صورت میں ہے کہ محبوب پردہ میں ہو۔ اگر
محبوب بے نقاب ہے اور سامنے ہے تو نشانیوں پر نظر رکھنا ظلم و ستم ہے۔
چوں بود دیدار یوسف حاضر در نیاید، پیچ پیوندے دگر

(جب یوسف کا دیدار حاصل ہے تو دوسرا تعلق مغل نہیں)
عالم محبت کے عجائبات تک عقل کی پہنچ نہیں ہے۔ اے تو اہل محبت اچھی طرح
جانتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام جناب یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے غائب ہو گئے
تو یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بنیائی بھی غائب ہو گئی جب یوسف علیہ السلام نظروں سے
ادھل ہو گئے تو برادران یوسف بھی دکھائی نہیں دیئے۔ اور جب یوسف علیہ السلام کے پیر
کی بوجہ مل گئی تو ان کی بنیائی بھی واپس آ گئی۔

ہر کہ اورا یوسف گم کردہ نیست گر چہ ایمان آورد آوردہ نیست
جس کے پاس یوسف گم کردہ نہیں ہے اگرچہ اس کے پاس ایمان ہے لیکن اس کے پاس کامل ایمان نہیں ہے)
اے بھائی! عشق کے طور ایک مخصوص مدرکات ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے
عاجز ہے۔ اور ان مدرکات کے ادراک سے اس کا عاجز ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم معقولات
کے ادراک سے عاجز ہے۔

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق و رائے عقل است
سرے کہ فرشتگان ازاں بے خبراند ای عاقل بے عقل چہ پائے عقل است
(طریقت کی یہ راہ عقل کی بنیاد پر نہیں ہے۔ عشق کے قدم کی خاک عقل سے بالاتر ہے۔
جس راز سے فرشتے بے خبر ہیں۔ اے عقل سے عاری عقلمند یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے۔)
جب حق سبحانہ تعالیٰ کی کششوں میں سے کوئی کشش پیدا ہو جاتی ہے تو اسفل السالین
سے مزاج کو نکال کر اعلیٰ علین پر پہنچا دیتے ہیں اور تمام معانی و لطائف طور عشق کے بغیر صحت
و صوت کے اس پر کھل جاتے ہیں۔

جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔

جاناں سخن عشق کلا میت بلند بدنام شدن ر عشق نامیت بلند
در عقل فرو شدیم بر تادم کار از عقل فرا تر کہ مقامیت بلند
(اے دوست! عشق کی باتیں بہت اونچی ہیں۔ عشق اور عاشقی میں بڈنام ہونا بہت
بڑی موری ہے۔ عقل میں مستغرق ہونے لیکن کام نہ بنا عشق کا مقام عقل کی پہنچ سے
ایک بلند تر مقام ہے۔)

اللہم ارزقنا ولجميع الطالبين برحمتك يا ارحم الراحمين۔
درد عشق آمد دووائے ہر دلے حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلے
(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل کبھی بھی حل نہ ہوئی ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۱

دنیا کے ترک و عاقبت کی طرف متوجہ ہونے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہدی بکن از پند پذیری دو سٹہ روز تا پیشتر از مرگ بمیری دو سٹہ روز
دنیا زن پیرست چہ باشد گر تو با پیر زنی انس نگیری دو سٹہ روز
(میری نصیحت پر چند روز عمل کرنے کی کوشش کرو تا کہ مرنے سے کچھ روز پہلے ہی مر جاؤ (موتوا قبل
ان تموتوا) یہ دنیا تو ایک بوڑھیا فرسودہ ہے کیا ہوگا۔ اگر چند روز موت سے پہلے ہی اس سے تعلق
منقطع کر لو گے۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔

اے بھائی! آخر یہ حدیث سنی ہے کُنْ فِی الدُّنْيَا سَكَانًا غَرِيبًا وَ عَابِرًا

سَبِيلٍ وَعَدَ نَفْسِكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ارشادات 'حدیثوں' پر سب لوگوں کا ایمان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک مسافر سڑک پر راستہ میں رہتا ہے اور خود کو قبرستان کے رہنے والے مردوں میں شمار کر دے) دنیا میں مسلمانوں کی صفت یہ ہونی چاہیے۔ نہ یہ کہ فرعون و نمرود کی پیروی کی جائے چند روزہ ناز و نعمت کی دنیا کے لئے جو خاکی و زنگین ہے اور احمقوں کو فریب دینے والا نقش و نگار ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اِس كِبَابِ وَاِسْ شَرَابِ وَاِسْ شَكْرِ خَاكِ زَنْكِينِ سِتْ نَقْشِ اَبِ پَسْرِ
(اے لڑکے! یہ شراب، یہ کباب، اور یہ شیرینیاں سب زنگارنگ نقش مٹی ہیں۔)

اس پر نازاں و مغرور ہیں اور دعویٰ یہ کہ میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔

بَانَا زِ گَرِ آرمیدہ باشی ہمہ عمر لذاتِ جہاں پشیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخر کار مرگِ با شد دانگِ خوابی باشد و دیدہ باشی ہمہ عمر

(اگر تمام عمر ناز و نعمت میں بسر کرتے رہے ہو دنیا کی لذتوں سے لطف اٹھاتے رہے ہو۔ آخر کار

موت کی گھڑی آجائے گی اس وقت وہ خواب تمہارے سامنے ہوگا جو ساری عمر دیکھتے رہے ہو۔)

لیکن لوگوں کو دنیا کی محبت دنیاوی مال و جاہ و مرتبہ کی الفت جو خبیث ہے اور دوسرے

تمام بت و شیطاں نے اندھا بہرہ بنا دیا ہے۔ تو نگرانی دولت مندی کی جملہ برائیوں کو خوبیاں

سمجھتے ہیں اور درویشی و فقری کے جملہ خوبیوں کو جو انبیاء علیہم السلام کی نشانی و علامت

ہے اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کا حلیہ، شناخت و صورت ہے، اسے عیب شمار کرتے ہیں۔

نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ فرعون نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو افلاس و غریبی کا طعنہ دیا

تھا۔ نمرود براہیم علیہ السلام کو درویشی و ناداری کا عیب لگایا تھا اور ہر وہ شخص جو آج اس

دنیا میں فرعون و نمرود کے مذہب کے طور طریقہ پر ہیں تعجب نہیں کہ کل قیامت کے دن میدانِ

حشر میں اسے انہیں لوگوں کے ساتھ لاکھڑا کیا جائے گا کہ من تشبہ بقوم نہ ہو منہ حمر۔

(جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں ہے۔) شرع کا یہ فیصلہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود تا بدیادِ وصال آں بود

(آج اس دنیا کی جس چیز میں تمہارا خیال لگا ہوا ہے وہی ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔)

کہتے ہیں جو سمجھ والے ہیں وہ دنیا کو چبا ڈالتے ہیں اور جو نا سمجھ ہیں ان کو دنیا نگل جاتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دن جناب موسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو دیکھا کہ ایک بوڑھیا زنگار زنگار نگ کی طرح کپڑے میں ملبوس اور طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ اس چادر کے اندر خود کو جوان ظاہر کر رہی تھی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے بیوقوف! بدھی اپنے شوہروں کو تو نے کیا کر دیا۔ اس نے جواب دیا اے موسیٰ جنہوں نے مجھے پہچان لیا میری حقیقت معلوم کر لی انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور چبا ڈالا اور جنہوں نے مجھے نہیں پہچانا میں نے انہیں فرود خلق کر دیا،

عشق این دنیا پرستاریت نام در زر و سیم و کینزک در غلام
چرب شیریں را چو قبلہ کردہ اند مست غافل گشتہ باز آوردہ اند
آن موافق نیست با عشق خدا زیں سبب این ترک کردہ انبیاء
ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دول ایں خیال ست و محال ست و جنوں

(سونہ چاندی لونڈی غلام کا نام ان دنیا پرستوں نے عشق رکھ لیا ہے۔ مرغن اور شیریں چیزوں کو قبلہ بنا لیا ہے اسی میں مست و غافل ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا ہے۔ یہ سب خداوند عزوجل کے عشق کے موافق ہرگز نہیں ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے ان سب کو ترک کر دیا ہے۔ خدا کے بھی طالب ہیں اور مکنی دنیا کے بھی خواستگار ہیں۔ ان کا یہ خیال محال ہے اور جنوں و دیوانگی ہے۔)

بعض کتابوں میں یہ مرقوم ہے کہ ابلیس کو جب بہشت سے نکال دیا گیا تو وہ غم زدہ ہو گیا ہو گیا اور جب دنیا اس کے تحت تصرف میں دیدی گئی خوش ہو گیا۔ اس نے کہا الہی مجھے دانہ و دام بھی عنایت فرمائیے تاکہ میرے دام میں جو آجائے اسے میں راہ سے بھٹکا دوں۔ خداوند تعالیٰ نے اسے دانہ و دام دے دیا۔ وہ تالیاں بجا بجا کر ناچنے لگا اور کہا فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِينَ هُمْ اَجْمَعِينَ الْاَعْبَادُ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ (قسم ہے آپ کی عزت کی میں ان سب کو بہکاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندہ ہیں) اسی کو کہا ہے۔

آن گندہ پیر دنیا چشمک زند و بکین مرچم عارفان ز دھرم ملال گیر
شویان اولنیش شکر کہ در چہ حالند ہر کہ ایں دلیل داند کی آن دلال گیر

(یہ پیدا اور بوڑھی دنیا آنکھ چلاتی ہے لیکن عارفوں کی آنکھیں اس کی ان دزدیدہ سے نفرت کرتی ہیں اس کے تمام سابق شوہروں کو دیکھو وہ کس حال میں ہیں جس نے اس دلیل کو معلوم کر لیا وہ اس دلال کے دام میں کب آئے گا) والسلام

مکتوب ۱۴۲

اللہ کی طلب اور ماسوا اللہ کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ، چو خورشید از بلندی فرد شد
ہشت جنت گرد ہندت سر بسر ، تو مشوراضی از آہنہا در گذر
اور حسنت ہر چہ آید در نظر ، ہمتے بر بند از اں مسم در گذر

(جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا وہی مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرد ہو گیا ہے۔ اگر آکھوں جنت تمہیں کامل طور پر دیدیں تو تم اس پر راضی نہ ہو بلکہ اسے بھی ترک کر دو جس قدر بھی وہ اپنے حسن و خوبصورتی کے ساتھ تمہارے سامنے آئے ہمت کو قائم رکھو اور اس کے بڑھ جاؤ۔ کاتب مکتوب شرف نسیریؒ کا سلام و دعاء قبول کریں۔ برادر عزیز پر سلام و دعاء کے بعد واضح ہو شریعت کے قانون کے تحت دنیا راہ ہے اور بہشت مطلوب لیکن حقیقت کے حکم کی بنا پر بہشت راہ ہے اور مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ تورات میں ہے یَا دَاوُدْ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا۔ (اے داؤد جہاں کہیں بھی میرے طالبوں میں سے کسی ایک طالب کو بھی دیکھو اس کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔)

ہر کجا مردم خدا بینی ز حباں سرہ ساز از خاک پایش در زماں
خاک شو تو رہ رواں رازیر پا تا بیابی قرب پیش کبریا

(جہاں کہیں تمہیں خدا کے مرد نظر آئیں تو جان و دل سے اسی وقت ان کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگاؤ۔ تم اس راہ کے روندہ کے قدموں کے نیچے کی خاک بن جاؤ تاکہ خدائے کبریا کے مقرب بن جاؤ۔)

صاحبان ہمت کا قول ہے جناب سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کسی کو اس کی تقدیر سے مل جائے اور وہ اس کی سمت ایک نظر اٹھا کر اگر دیکھے تو اسے اہل ہمت میں شمار نہیں کیا

جلے گا چنانچہ یہی وہ ہمت ہے جس کے متعلق ایک بزرگ نے کہا ہے کہ خداوند جل شانہ نے آدمی کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دیدی ہے جس کا چلہ جناب جبریل اور جناب میکائیل اگر کھینچا جائیں تو نہیں کھینچ سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے ۔

حق کہ نیرہ نیاوردی کرد جہنم فلک اے لیسر کمانم

(اے رٹکے! قسم خدا کی یہ آسمان ہمارے کمان کو نہیں جھیکا سکتا۔)

اور یہ دولت عظمیٰ اس فلک کے پتلے کو اسی مقام ہمت سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت پیدا نہیں ہوا۔ اسی معنی میں کہا ہے ۔

عالی ہمت باش دل با حق یبند تو ہمانی قاف قرب رو بلند

(عالی ہمت ہو جاؤ۔ دل خدا سے لگاؤ۔ تم قاف قربت کے ہما ہو اس بھی بلند پرواز کرو۔)

جس وقت بادشاہت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی تو حضور کا فرمانا اکون عبدًا اشبع یومًا واجوع یومًا میں ایسا بندہ ہوں کہ ایک روز بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں) اسی ہمت عالی کی بنا پر تھا ۔

منزل ہمت بعالم قدس کے قد نگاہ جبرئیل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم قدس میں ہے وہاں جبرئیل کی رسائی کہاں ہوتی ہے۔)

عالم ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) میں جو کچھ تھا معراج کی رات وہ سب حضور کی نظر مبارک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ لیکن گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہی ہمت عالی تھی۔ اسی کو کہا ہے ۔

ہر کہ از ہمت دریں رہا دست گر گدائی می کند شدہ آمدست

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا وہ اگر گمراہی کرتا ہے تو بھی حقیقت میں وہی بادشاہ ہے۔)

اور جناب آدم علیہ السلام کا ایک دانہ گندم کے عوض آٹھوں بہشت کو فروخت کر دینا

وہی ہمت تھی چنانچہ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے ۔

جان آدم چوں بستر فقر سوخت بہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کے راز سے روشن ہو گئی تو انہوں نے آٹھوں جنت ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

اے بھائی! جتنی چیزیں لفظ گن کے تحت آئی ہیں اور جن پر مخلوق ہونے کا دارغ

لگا ہوا ہے اس پر ٹھہرنا قرار پکڑنا مردوں کی ہمت کے شایان شان نہیں اگرچہ وہ فردوس اعلیٰ
ہی کیوں نہ ہو اسی کو کہا ہے ۔

باقی جمع وز خود پریشاں لایعہ فہم شعار ایشاں
نے در غم و دوزخ و بہشت اس طائفہ را چنین سرشتند
حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ جمع اور اپنی ہستی و وجود سے تفرقہ اولیائی تحت قبائی لایعہ فہم غیری
(میرے اولیا میری قبا کے اندر ہیں انہیں میرا غیر نہیں پہچانتا) ان کی نشانی ہے۔ یہ بہشت اور دوزخ
دونوں کے غم سے آزاد ہیں۔ اس گروہ کے لوگوں کی یہی خصلت ہے۔
اے بھائی! بشر کی حقیقت ربوبیت کا منظر ہے۔ نفخت فیہ من روحی
اس کی دولت ہے۔ بحبہم ویحبونہ اس کا اکرام و انعام ہے۔ یہ بشر مٹی اور پانی ہونے
سے مقدس و مطہر ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ۔

نیت مردم لطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک
صد جہاں پر فرشتہ در وجود لطفہ را کے گند آخر سجود
(آدی آب و خاک کا خلاصہ یعنی لطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدی سر تا پا پاک جان اور مقدس روح ہے۔
وجود میں فرشتوں سے بھرا ہوا سینکڑوں عالم آخر ایک لطفہ کو کیسے سجدہ کرتے۔)
اس سے واضح اور بین دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جہان مقدس و مطہر فرشتوں سے
بھرا ہوا خاک کو سجدہ کرے اور یہ خاک نائب و خلیفہ کیسے ہو گیا۔ ہذا صبر عظیم لایجوز
کشفہ (یہ ایک بہت عظیم راز ہے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں) چنانچہ یہ سنو ۔
دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بخون خود می کوشند
مسی از کف دوست ہنس می توشند سری بازند سر حق می پوشند
(جانتے ہو صوفیان! صفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں رہتے
ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام پیتے رہتے ہیں۔ سر ویدیتے ہیں مگر برہنہ نہیں کھولتے ہیں۔)
قرآن مجید میں اس لطیف راز کا یہ نشان دیا گیا ہے۔ قل الودح من امر ربی۔ رکبہ بجئے
روح میرے رب کے حکم میں ہے) اور خواجہ روز مشرعلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ظاہر و مطہر نے اس
راز سرستہ کو اس مقدار میں عیاں فرمایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورہ تہ و جیک اللہ نے ہم

کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے علی صفتہ یعنی صفت پر اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اشارہ یوں فرمایا ہے۔

نہیست بالای تو محسول تو درگ
نیست بیرون تو معشوق تو درگ
چوں برونی تو ز عقل و معرفت
نی تو در شرح آئی وئی در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمدست
آں ہمہ در تو محقق آمدست

(تجھ سے آگے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں، جب تو عقل و معرفت سے بالا ہے تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ صفت۔ توحید حقیقی میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق ہے)۔
اے بھائی! آخر نہا ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) تو الرحمن علی العرش استوی (وہ رحمن عرش پر قائم ہوا) کارا نہ انہیں نقد حاصل ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تانا آید جان آدم آشکار رہ نہ استند سوئے کردگار
رہ پدید آید چو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید
(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر و پیدا نہیں ہوئی تھی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ معلوم نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالاک کئی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوتی)۔
کنت کنزاً مخفیاً فاحبت ان احوت (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پھر مجھے یہ پسند آیا کہ میں پہچان جاؤں)
کا آئینہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اور من عرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا)۔ اسی معنی کا راز ہے۔

فرستادیم آدم را چو بیروں جمال خویش در صحرانہادیم
(ہم نے آدم کو جو باہر بھیجا اپنے ہی حسن کو صحرائے عالم میں رکھ دیا۔)
سننے میں آیا ہے کہ برادر عزیز کو استعداد اور قابلیت بہت ہے اور ہمت بھی بلند ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مکتوب کے مطالعہ سے معانی دل پر کھل جائیں گے اور ایک دن اپنا کام کر لیں گے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ شاہ شجاع کرمانی جڑو پی اور شروانی میں لمبوس رہا کرتے تھے۔ لیکن جو کمالات ان کو حاصل تھے ہزاروں سالک آتے جاتے رہیں گے۔ کیا پتہ ان کمالات تک کوئی ایک پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔ اور محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ

قبلا پوش تھے۔ ایک عزیز صاحب عزت کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن صد لقیوں کو اس کی تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں میں مٹی ہوتا۔ کہ جس خاک پر محمد معشوق قدم رکھتے۔

اے بھائی! کام جب فضل پر موقوف ہے تو اس کے فضل سے کچھ بعید نہیں ہے۔
آنرا کہ دہریارش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید
(جس کسی کو اس کا محبوب اپنی حریم غام میں بغیر اس کے کسی عمل کے بدریابی دیدے تو ایسے میں عمل کیا کام آتا ہے۔)

ان سب کے باوجود بندہ کی جانب سے کوشش ضروری ہے۔ عبودیت کے اعتبار سے۔ اسی کو کہا ہے

گرچہ دولت وادش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است
(اگرچہ دولت کی عطا اس کی جانب سے بے علت و سبب ہے۔ لیکن صاحبان دولت کا کام حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔)
عاقبت و خاتم بخیر ہو۔ آمین۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۲۲

علمائے آخرت کی صحبت کو غنیمت جاننے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر کہ از ہمت دریں رہ آمدست گر گدائی می کند شہر آمدست
سگ دوں ہمت استخوان جوید پنچہ شیر مغز جاں جوید
(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگرچہ گدائی کرتا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔
مکینہ ہمت والا کتا ہڈیاں تلاش کیا کرتا ہے شیر کا پنچہ زندہ جان کی جستجو میں رہتا ہے۔)

کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعاء آں عزیز مطالعہ کریں۔ غرض یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے آں عزیز کی پوری کیفیت بیان کی۔ واضح ہو۔ اس جانب سے قبول ہے لیکن راہ طے کرنا آں عزیز کی جانب سے ہے۔ جب آپ نے مشائخ قدس سرہ العزیز کا طاقیہ پہن لیا ہے تو عبادت و ریاضت میں رسم کو توڑ دینا چاہیئے۔ اور عادت کے زنا کو کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ راہ طریقت میں قدم صدق دل سے رکھنا چاہیئے اور حقیقت کی طلب میں ہمت بلند کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ بے ہمت مرید کی مقام تک نہیں پہنچتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہرچو خورشید از بلندی فرو شد
عالی ہمت باش دل در حق بہ بند تو ہمائے قاف قرنی زو بلند

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں آیا وہ مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرو ہوا۔ ہمت عالی رکھو اور دل حق تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ۔ تم قاف قربت کے ہما ہو بلکہ اس بھی بلند ہو۔) اسے بھائی! یہ علم خاص اہل طریقت کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت سنوارنے والے علماء ہیں العلماء و سرشتہ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) خلافت انہیں کو زیبا ہے اور انہیں نیک صحبت اور خدمت خلعت انعام حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بوئی ایشان ز رکند مس ترا راہ میں گردند این حس ترا
گرچہ خارستانی ای گلشن شوی چوں بصاحب دل سی روشن شوی

(ان کی خواہش ان کی طبیعت، تمہارے مس قلب کو سونا بنا دے گی۔ ان کے قدموں کی آواز تمہیں راہ میں کو دے گی۔ اگرچہ تم خارستان ہو لیکن چمنستان بن جاؤ گے۔ اگر کسی صاحب دل کی خدمت میں پہنچ جاؤ تو روشن ہو جاؤ گے۔)

لیکن دنیا دار علماء کی صحبت سے ہرگز یہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن رسم و عادت جو حقیقتاً پرستی ہے۔ وہ طے کی اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفیق برائے حق دگر است
حرف کو کاغذی سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چو ماہ کند

(یہ سارے علم مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلتے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف کو کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ دل جو سیاہ ہو رہا ہے اسے کہا روشن کرتا ہے۔)

واسطہ میں قوم را بر خاست ست قول ایشان لاجرم پس است ست
چوں نمی بینند غیرے جز مجاز جملہ زو شنوند از و گویند باز
(اس قوم کے سامنے سے چوں کہ واسطہ اٹھ گیا ہے تو ان کا قول لازماً سچ اور درست ہوتا ہے۔
جب وہ ان کی نگاہوں میں غیر کا بحر مجاز حقیقی وجود ہی نہیں ہے تو جو کچھ سنتے ہیں اسی سے
سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں۔)

تو ہر شخص کے لئے جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواہش پرستی کی عادت سے خدا پرستی میں
پہنچ جائے اور دین کا در داس کو دامن گیر ہو جائے اور اس گروہ کی صحبت کی دولت کی تلاش
کرے جو علماء آخرت ہیں اور العلماء امتی کا نبیاء عربی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی
اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) جن کا تمغہ امتیاز ہے تاکہ ان کی خدمت و صحبت میں ان کی خدمت
کی برکت سے دن بدن بُرے عادات و خصائل نیک اور اچھی صفتوں اور خصلتوں سے تبدیل
ہوتی جائیں۔ اور کافر نفس کے ہاتھ سے چھٹکارا پالیں۔ اور اسلام کا جمال مشاہدہ کر لیں۔ اور
توحید مطلق تک پہنچ جائیں۔ اور بارگاہ وحدۃ لاشیئہ لہ میں باریابی پالیں۔ اسی کی طرف
اشارہ ہے جو کہا ہے۔

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد
چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ نعرہ انا الحق
ایں جاست نہایت طریقت این ست خلاصہ حقیقت
آں ہوای کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
رجب بری عادتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو تیری متنی شکلیں تھیں سب حل ہو گئیں۔
جب تیرے وجود کا معدوم ہونا محقق ہو گیا تو انا الحق کا نعرہ شروع ہو گیا۔ یہیں طریقت
کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا خلاصہ ہے۔ وہ ساری خواہشیں جو اس دولت کے حصول کے
قبل تھیں وہ سب رسم و عادت تھیں۔ دین نہیں تھا۔

اے عزیز! اگرچہ یہ سعادت و دولت اللہ جل و علاء کے فضل سے ہے لیکن
بندہ کو بندگی کے حکم کے تحت بندگی پر قائم رہنا چاہیئے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور خود
کو دنیا کی آفتوں، نفس کافر کی لذتوں، شہوتوں سے باہر نکالنا لازم ہے تاکہ اس دولت و

سعادت کے لائق ہو جائے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

گر تراہست آرزو اندر وصال تا بہ بینی حسن و الوارِ جمال
کم خورد کم خست تن را میگذار خواستش آن آرزو و آن نیاز
بر تراست زین تیرگی و آب و گل تارسی در روشنی و جان و دل

(اگر تجھے وصال کی آرزو ہے تاکہ تو اس حسن و جمال کے انوار کو دیکھے
تکم کھانا اور کم سونا اختیار کرتا آسانی چھوڑ دے نفس کی آرزو و نیاز مندی کو ترک کر دے۔
وصال یا آب و گل کی اس تارگی سے برتر ہے اس لئے اس تیرگی سے گل آتا کہ تو
روشنی و جان تک پہنچ جائے۔)



والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۲

مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان کے مغلوب کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اگر مسلمان تو بیداری چاہتا ہے چونکہ بیداری مسلمان کی بجاست
خلق آزاری تو بادست و زبان سود خود بینی زبان دیگران
اگر تم مسلمان ہو تو تمہاری یہ ستمگری کیا ہے اور جوں کہ تم ظالم و ستمگر ہو لہذا تم میں مسلمان
کہاں ہے۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ستاتے ہو تکلیف پہنچاتے ہو۔ اپنے
نفس کی خاطر دوسروں کے نقصان کے خواہاں ہو۔

اے بھائی! مسلمان وہ ہے جس پر شرع کا یہ حکم وارد ہے المسلم من سلم
المسلمون من یدہ ولسانہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے مسلمان

سلامت و محفوظ رہیں اور اس کے دل کو کسی قسم کی تکلیف اس سے نہ پہنچے اس لئے کہ مومن کا دل خالصاً و مخلصاً خداوند جل و علا کا گھر ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مومن کے دل کو تباہ کرتا ہے اس نے خدا کے گھر کو تباہ و برباد کیا۔ اس لئے کہ مَنْ هَدَمَ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ فَقَدْ هَدَمَ بَيْتَ اللَّهِ۔ جو شخص مخلوق کو تکلیف پہنچانے والا ہے اس کے بارے میں یہ ثنوی ہے

ہر کہ آزار است حق بیزار او نام او مومن سخاں مومن گو

نامبارک باشد آزار کسان موزی را تو مسلمانی بدان

(جو شخص مردم آزار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اس کو مومن کے نام نہ یاد کرو۔

اے مومن نہ کہو۔ لوگوں کو ایذا پہنچانے والا نامبارک اور منحوس ہے کسی موزی کو تم مسلمان نہ جانو۔)

اے بھائی! مسلمان ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بہت

ہے لیکن حقیقی مسلمان عالم میں شاذ و نادر یعنی بہت ہی کم ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے

سالك اسلام گر آساں بدے ہر کے چوں شبلی وادھم شدے

تا نگردی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از بروں

(اے روندہ راہ اگر اسلام اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص اپنے وقت کا شبلی اور ابراہیم بن ادم

ہوتا۔ جب تک تم دل سے یعنی باطن سے مسلمان نہیں ہوتے۔ ظاہری مسلمان ہونے سے کب تم حقیقی

مسلمان ہو سکتے ہو۔)

آدمی کی سرشت میں ایک کافر نفس ہے کہ دنیا کی پونجی اس کا قبلہ ہے اور دنیا کی لذتیں

شہوتیں اس کی محبوب ہیں۔ اسی معنی کے رو سے آدمی مردہ ہے اگرچہ صورتاً دیکھنے میں زندہ معلوم

ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

نفس اگرچہ زیر کست و خرد و اں قبلہ اش دنیا ست اور مردہ و اں

(نفس اگرچہ بہت ہوشیار ہے لیکن اے کینہ جانو کیوں کہ اس کا قبلہ دنیا ہے اور جب دنیا

اس کا قبلہ ہے تو اسے مردہ سمجھو۔)

اس کی تمام ہمت مال و اسباب سمیٹنا اور جاہ و مرتبہ حاصل کرنا ہے لامحالہ وہ آدمی کو

گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ غمزد و فرعون کو اس نے گمراہ کیا۔

ترا تا نفس کافر در کین ست کجا تورہ روی آنجا کہ دین است

ازیں کافر کہ مارا در نہادست مسلمان در جہاں کمتر فتادست
(جب تک یہ نفس کافر تمہارے گھات میں ہے اس وقت تک تمہیں وہاں تک کیسے پہنچنے دے گا
جہاں دین ہے۔ یہ کافر نفس جو ہم لوگوں کی سرشت میں ہے اس کی وجہ سے دنیا میں حقیقی مسلمان
بہت کم ہیں۔)

مگر اس وقت جب کہ اس نفس کافر کی گردن مجاہدہ و ریاضت کی تلوار سے اڑا دو۔ اور
اس کی خواہشوں، آرزوؤں، مرادوں سے اسے محروم کر دو اور اس کے کاموں سے اپنی نفقت
نہ دکھلاؤ اس وقت مسلمانی کا رخ تاباں دیکھو گے اور موحدوں کی توحید کو پاؤ گے، جیسا کہ کہا ہے
کافر نفست چوں زبون توشد گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تمہارا نفس کافر تم سے مغلوب ہو گیا تو تم ایمان مجسم ہو گئے۔ اگرچہ مجسم کفر تھے۔)
بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مردانگی و بہادری مرنے سے نہیں ہے کہ آدمی سے جنگ کریں
اور اس پر غلبہ پائیں کافروں سے قتال کریں اور اس پر فتح پائیں۔ بہادری تو یہ ہے کہ اپنے اس
نفس کافر کی گردن اڑا دیں النفس ہی الضم الکبر (تمہارا یہ نفس کافر ہی سب سے بڑا بت ہے)
تو جس نے خداوند جل و علا کی محبت میں قدم رکھا اور خداوند تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا اس پر
فرض عین ہے کہ اس مبت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اس سے جہاد و جنگ کرے۔ ایسی جنگ
جس میں کبھی صلح نہ ہو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

سہل بشیری داں کہ صفہا بشکند شیر آں باشد کہ خود را بشکند
(اس بہادری کو بہت آسان جانو جس سے دشمنوں کی صفیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ شیر تو وہ ہوتا ہے
جو خود اپنے نفس کو چیر ڈالے۔)

ماقت و خاتمہ بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف میزی



مکتوب ۱۲۵

گمردش و روش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ای خواندہ خدائے رابعات دوری ز شہادت حقیقت
تا کے بزبان خدا پرستی این نیت مگر ہوا پرستی
(اے عادت کے طور پر زبانی اللہ اللہ کرنے والے تم مشاہدہ یعنی کلمہ شہادت کی حقیقت
سے بہت دور ہو۔ کب تک محض زبان سے خدا پرستی کرتے رہو گے۔ یہ خدا پرستی نہیں ہے بلکہ
خواہش پرستی ہے۔)

کاتب مکتوب کا سلام و دعا قبول کرو۔ برادر عزیز کا خط ملا تھا۔ پڑھا۔ اے
بھائی۔ ہوشیار رہو۔ جب تک گردش، تبدیلی، اوصاف نہیں ہوتے اس وقت تک روش
نہیں ہوتی اور جب تک روش نہیں کشش نہیں ہوتی۔
کشش جسے جذبہ کہتے ہیں، مقصود تک وصول رسائی اللہ تعالیٰ کے طریقہ جاریہ کے دستور
کے مطابق بغیر اس جذبہ کے نہیں ہوتی اور یہ کام یہ مقصود چاشت و اشراق پڑھ لینے سے
نہیں حاصل ہوتا۔ اگر پوچھو کہ پھر وہ کون سا کام ہے کس طریقہ سے پورا ہوتا تو سنو وہ یہ ہے
جو کہا ہے۔

خود را بر کاب رہبرے بند تا باز رہباندت ازیں بند
تار ہر تہست عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش
(تم خود کسی رہبر کامل کی رکاب پکڑ لو تاکہ تمہیں اس قید ہوا و ہوس سے رہا کر دے جب تک
تمہاری عادت تمہاری رہبر ہے اس وقت تک تم شیطان، منافق ہو۔ درویش نہیں ہو۔)
خواہی کہ شود مراد حاصل پیرے طلب اے جوان غافل

پیرہ کبریت احمد آبدست سینہ او بکرا خضر آبدست
(اگر تم چاہتے ہو کہ مقصود حاصل ہو تو اے غافل جوان! کسی پیر کی تلاش کر۔ پیر سرخ
گندھک نایاب ہو رہے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہو گیا ہے۔)

جس کی ہمت یہ ہوگی کہ عادت پرستی سے نکل کر خدا پرستی تک پہنچ جائے تو اس پر فرض ہے
کہ رات دن اس گروہ کے فرد کی خدمت و صحبت میں لگا رہے تاکہ دن بدن اس کے بُرے عادات
و خصائل نیک اور اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جائیں نفس کافر کے حجاب سے نکل آئے توحید کا
جمال مشاہدہ کرے اور حقیقی موحّد ہو جائے۔

ادھاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد
چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ غمرہ انا الحق
آں ہوائی کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
(جب بری خصلتیں اچھے اخلاق سے بدل گئیں تو تیرے جتنے عقدے تھے سب حل ہو گئے
جب تیری ہستی ثابت ہو گئی تو پھر تجھ سے انا کا ذکر جاری ہو گیا۔ اس سے قبل جو خواہشیں
تھیں وہ رسم و عادت تھیں دین نہیں تھا۔)

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۶

فضول بات کو ترک کرنے اور راہِ مسلمانی میں قدم

رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذرۂ درخشاں در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اللہ کی طلب کے درد کا ایک ذرہ بھی اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہان کے سرمایہ سے تیری یہ یونہی کہیں بہتر ہے۔)

عزیز بھائی محمد دیوانہ کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعا قبول کرو۔
برادر عزیز پر واضح ہو۔ بکواس اور گفتگو کی یہ کیفیت کب تک۔ ایک بزرگوار سے سنو کیا کہتے ہیں۔
لے غرہ شدہ بگوچہ سودا است کارے بسر زباں نشد راست
تا کے بزباں خدا پرستی این نیست مگر ہوا پرستی

(اے مغرور بتایہ کیا ضبط ہے کوئی کام صرف زبانی دعویٰ سے درست نہیں ہوا ہے کب تک
زبان سے خدا پرستی کا دعویٰ ہوگا۔ یہ خدا پرستی نہیں یہ تو خواہش پرستی ہے۔)

اے بھائی! اگر صرف زبان سے ایمان کا اقرار۔ ایمان لسانی کسی کے کام آتا تو
کوئی منافق کافر نہ ہوتا۔ ہوش میں رہو حقیقت کی طلب کرو مجاز کو چھوڑ دو یہی ہے جو کہا ہے
گر مرد رہی محال بگذار تحقیق طلب خیال بگذار
توحید نہ کار آب خاک است کاندردل صاف مہمان پاک است
تا کے نفس از گمان بزاری ایماں بدل ست و دل نداری
(اگر تو اس راہ کا مرد ہے تو محال اور ناممکن کا لفظ چھوڑ دے حقیقت کی طلب کرو واپمہ کو ترک کر دے۔
توحید آب و خاک کا کام نہیں۔ توحید پاک جان اور ظاہر و مظهر دل کے اندر ہے کب تک سانس
اس واپمہ و گمان میں لیتا رہے گا کہ تو ایمان والا ہے ایمان تو دل سے ہے اور تیرے پاس دل
ہی نہیں ہے۔)

اے بھائی! اگرچہ یہ کام خدا کے فضل سے ہے۔ ہمارے تمہارے علم و عمل سے
نہیں۔ لیکن بندہ ہونے کے علم کی بنا پر جہاں تک ممکن ہے کوشش و کاوش کرنی چاہیئے۔ بندگی
کے ثبوت و حقیقت کے اظہار کے لئے اسی کو کہا ہے۔

از کوشش دانش و عمل نیست این جز بعنایت ازل نیست

با این ہمہ جہد خویش بنمای توفیق چو ہست کار فرمای

(یہ دولت کوشش اور علم و عمل سے نہیں یہ تو محض عنایت ازل یعنی فضل خدا سے ہے

ان سب کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھو جب کہ توفیق خداوندی کار فرما ہے۔)

رسم و عادت میں رہنا بت پڑتی ہے اسلام نہیں۔ اس لئے کہ مسلمانی دوسری چیز ہے اور رسم و عادت دوسری ہے، اسی کو کہا ہے۔

از کوشش و دانش و عمل نیست این جز بعنایت ازل نیست
اے گشتہ مرید رسم و عادت دوری ز حقیقت ارادت
تار ہیرت عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش

(یہ اپنی کوشش اور علم و عمل سے نہیں ہے یہ محض عنایت ازل ہے۔ اے وہ کہ تو رسم و عادت کا مرید ہو گیا ہے تو ارادت کی حقیقت سے بہت دور ہے جب تک تیرا پیر تیری عادت ہے اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں ہے۔)

اے بھائی! فضول کاموں میں عمر گزر گئی اور جو باقی ہے وہ بھی گزر جائے گی۔ اس درجہ دوڑ دھوپ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی چکر کیوں ہے۔ اس کا غم کھانے اور فکر کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

چندیں چہ طلب کنی چپ و راست سرمایہ زیاں شد این چہ خواست
اے گم شدہ پیش و پس چہ گردی انیک رہ خود بر و بمسری
جانی بکن لے پس کہ بے رنج ممکن نشود کثا دن اندر گنج

(اس درجہ دائیں بائیں طلب و تلاش کیا ہے۔ سرمایہ تو ضائع ہو چکا اب یہ کیا سودا ہے۔)

اے گم گشتہ راہ! آگے پیچھے کیا کر رہا ہے اب تو اپنی راہ جو فریدی کے ساتھ چل۔ اے

بیٹے! جان کی بازی لگانے کا اس خزانہ کا کھنا بغیر محنت و مشقت کے ممکن نہیں ہے۔) وَالسَّلَام

شرف منیری

مکتوب ۱۲۷

خاکساری، انکساری اور دل کی صفتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در زہد بود منیر و محراب تحقیق در عشق بجز بادہ و خمار نباشد

(یہ حقیقت ہے کہ میں نبرد محراب چاہیے، لیکن عشق میں سوائے نشا اور خرابی کے اور کچھ نہیں ہے۔)
برادر مولانا محمد وسو جعل اللہ صاحب المجد بالنبی والہ۔ کاتب مکتوب

شرف گیری کے سلام و دعا کے بعد واضح ہو۔

آں برادر نے اپنے حسن ظن کی بنا پر اس شخص کی جس کی (مری) صفت میں افراہیت
من اتخذ الہدھواہ (بتاؤ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا) ہے تو صیف مقبولین
کی نعمت اور مقربین بارگاہ پاک کی صفت سے کی ہے اور اس میں غلو کیا ہے اور زحمت بھی گوارہ
فرمایا ہے اسے پڑھا۔ آں برادر کو اپنے اس حسن ظن کا ثواب اور اجر ملے گا۔ انشاء اللہ۔

لیکن اے بھائی! لیس الخبر کا المعاینہ (سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے جیسی
تو نہیں ہوتی) یہ فقیر اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن جب ظن المؤمن لا یخطی (مومن کا
نیک گمان غلط نہیں ہوتا) منقول ہے تو امید بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسے نیک فال سمجھتا ہوں۔
اس حکم کی بنا پر کہ انا عند المنکسیر قلوبہم لاجلی (میں شکستہ دلوں کے قریب ہوں) اور
یہ اس بارگاہ پاک سے ایک عطا ہے جو آپ کے تصور میں آئی کہ محب حب محبوب میں گم اور فنا ہوا
توصفات کے ساتھ قائم اور متصف ہو گیا۔ اور اس مرتبہ و درجہ کو پہنچ گیا کہ کنت سَمْعَهُ و
بصرَهُ ولسانہ ویدہ تو میں اس کا کان اس کی آنکھ اس کی زبان اور اس کا ہاتھ ہوں۔ اب
یہ محب جو بھی بولتا ہے محبوب کی زبان سے بولتا ہے۔ اور اس کا کیا ہوا فعل محبوب کا فعل ہوتا ہے
جیسا کہ مولانا روم کہتے ہیں۔

کارے کہ کنی تو درسیانہ آں کردہ حق بود یقیں داں

(جتنے کام تو کرتا ہے تو مرن درمیانی ہے وہ سب حق تعالیٰ کا کیا ہوا ہے اے یقین کر لو۔)

اے بھائی! دل ایسا ہونا چاہیے جو خود ہی اپنے وجود و ہستی سے گذرا ہوا ہو۔ اور محبوب کے
واصل و ملا ہوا ہو محبوب کے جملہ صفات سے مالا مال ہو اور اس پر سلیٰ محنوں کا قصہ شاید ہو

چوں کہ محنوں درگذشت از خشک تر آنگہ شد سس قلبش، سمجھو ز ر

مونس سلیٰ شد و سلیٰ گزید ہجو و ششی انس از خلقاں برید

پُر شد از سلیٰ زیاں تا بسر ہجو لعلے از صفات ماہ خور

(جب محنوں اس بجزوہ سے گذر گیا اس وقت اس کا تانبہ کا قلب سونا ہو گیا۔ سلیٰ کا مونس ہو گیا

میلی کو پسند کر لیا۔ سارے جہان سے وحشی کے مانند انس منقطع کر لیا۔ سراپا میلی کے صفات سے متصف ہو گیا ایسا کہ جس طرح سنگریزے آفتاب و مہتاب کی کرنوں کی تاثیر سے نعل بن جاتے ہیں اس معنی و حقیقت سے جو حقہ آں برادر کو مل گیا ہے وہ مبارک ہو اور جو ملنے والا ہے اس سے بھی مالا مال ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اجداد کی حرمت کے طفیل۔
اے بھائی! خلاصہ یہ ہے کہ قلب المومن عرش اللہ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اللہ کو یہیں تلاش کرو۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

مخراب جہاں جمال خسارۂ ماست سلطان جہاں درد دل بیچارۂ ماست
حلول و اتحاد ایں جا محال است کہ در وحدت دوئی عیب ضلال است

(عالم کا مخراب ہمارے رخسار کا جمال ہے۔ سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے غریب دل کے اندر ہے۔ حلول و اتحاد کے بغیر اس لئے کہ یہاں حلول و اتحاد محال ہے کیوں کہ وحدت میں دوئی عیب و گمراہی ہے) حلول و اتحاد کے وہم و گمان کے بغیر بلکہ معنی کے رو سے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در حسان منی زراہ معنی چوں یافتہ ام حرات جویم

(آپ میری جان کے اندر ہیں معنی کی راہ سے۔ جب میں نے آپ کو پایا تو پھر آپ کو ڈھونڈھوں کیوں)۔

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔

آخر ہم کجبار سی نکوئی چوں گم شد است آنچہ جوئی

بگذار کہ جلد سرگذشت است بنشین نفسے کہ جائے گشت است

(آخر ہم نکوئی کہاں حاصل کر سکو گے، وہ گم ہو چکی ہے جسے تم ڈھونڈتے ہو۔ اب چھوڑو کہ سب کچھ چلا گیا لیکن تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ کہ شاید وہ نکوئی واپس آجائے)

وہو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ عاشقوں کا یہ حاصل قوت اور سرمایہ نقد ہے۔

وعدہ وصل دیگران فردا وعدہ وصل عاشقان کنوست

(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے ساتھ وصل کا وعدہ آج ہی ہے)۔

جیسا کہ ایک دوسرے عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔

رہبر چہ کند چو عشق دلدار اورا سوئے خویش رہنموش

از عقل گریخت جان مکینش در روضہ شرم جنوں شد
 (رہبر) دلاں کیا کرے گاجیب محبوب کا عشق خود اپنی طرف رہنمائی کر رہا ہو۔ اس کے سکین کی
 جان عقل سے گریزاں ہوگئی جب وہ خوشی و شادمانی کے اس باغ میں پہنچا تو اسے جنون ہو گیا۔
 اے بھائی! توشہ اور عقل کے سرمایہ کے ساتھ یہ راہ طے نہیں ہو سکتی۔ اس راہ کی
 سحاری اور ان کا توشہ عشق ہے وہ عشق جسے دیوانگی کہتے ہیں کہ العشق جنون الہی (عشق
 ایک جنون الہی ہے) معشوق عاشق کو یہ پیغام بھیجتا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کہا ہے
 سنا تو انی باخرو بیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش
 زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من زخم بسیاری خوری در کوئی من
 نیک گر دیوانہ آئی در شمار هیچ کس را یا تو نبود هیچ کار
 (جہاں تک تجھ سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جا۔ عقل کو غارت کر دے اور دیوانہ ہو جا۔ اس لئے
 کہ اگر عقل و ہوش کے ساتھ میری جانب آئے گا تو میری گلی میں بے حساب چرٹ کھائے گا۔ لیکن
 اگر دیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو کر آئے تو کسی کو بھی تجھ سے کوئی سروکار نہ ہو گا۔)
 الحمد للہ خدا کا شکر ہے یہ پیغام جو آں برادر کے حق میں آپ کے مشاہدہ میں آتا ہے
 امید ہے اس میں اور ترقی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ عاقبت بخیر ہو اور عشق پر ہو اور شہید
 عشق ہو جاؤ۔

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں کشیدنی باشد
 عشق ایماں کی حلاوت کو چمکنے والا ہوتا ہے جب کہ عقل فرماں برداری کرنے والی ہوتی ہے۔
 عاشقان جام قدح آنگہ کشند کہ بدست خویش خواں شاں کشند
 ہر کہ در راہ خدا مقتول شد کشتہ حق است او مقبول شد
 نیم جاں بستان و صد جانی دہد آنچہ اندر وہم نیاید آں دہد
 (عشاق خوشی کے جام اس وقت نوش کرتے ہیں جیسا کہ معشوق اپنے ہاتھوں سے انہیں پلاتا ہے جو
 خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ وہ حق سبحانہ تعالیٰ کے مقتول ہیں اور اس کے مقبول ہیں، وہ تمہاری
 ادھوری جان لیتا ہے اور سو جان عطا فرماتا ہے اور اس کے عوض وہ دیتا ہے جو تمہارے وہم و غم میں بھی نہیں سکتا۔)

وَالسَّلَام



مکتوب ۱۲۸

بندگی کرنے اور صبر و شکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود کہ خداوند آنچه خواہد آں رود
عمر روز پنج و شش می بگذرد خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں برداری کرتا رہے۔ خداوند جل شانہ اس سے جو چاہے وہی کرتا ہے۔

یہ پنج روزہ عمر تو گزر ہی جاتی ہے خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش۔)

کاتب مکتوب شرف گیری کا سلام دو دعا و مطالبہ کرے۔

حاجی عمر قسندہ سے گذشتہ تمام کیفیتیں معلوم ہوئیں۔ اے بھائی! بندگی ہے
بندگی میں بجز صبر و شکر اور کوئی دوسری چیز نہیں اور یہ خود لطف و کرم ہے۔ ہم لوگوں سے
بس اسی صبر و شکر کو پسند کیا گیا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(یہ قدروں کو اپنی ہیرانی سے قابل قدر بنا دیا ہے اور بندہ سے صرف صبر و شکر کے مطالبہ ہی پر اکتفا کیا)

اے بھائی! جس طرح چر کے لگتے ہیں تو راحت بھی پہنچتی ہے نیش مارتے ہیں تو

مرہم بھی رکھتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گر ترا ضرب جراحت نبودت تا ابد امید راحت نبودت

(اگر تجھے جراحت کی چوٹ نہ پہنچی تو ہمیشہ کے لئے تجھے راحت کی امید بھی نہ ہوئی۔)

بندہ بھی ہوا اور اپنی مراد بھی ہو یہ دونوں چیزیں ہرگز یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس خیال کو

دل سے نکال دینا چاہیئے۔ انبیاء اور اولیاء امراء اور سلاطین نے کچھ چیزیں ایسی چاہئیں کہ

ہو جائیں لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی بھی تھیں جسے چاہا کہ نہ ہوں لیکن وہ ہو گئیں۔ اسی کو

کہا ہے۔

می نیا بیم آنچہ می جو بیم ہی زیر سبب ساکن نمی گردم دی
در میانِ ایں و آن در ماندہ ام تاکہ جاں دارم بجاں در ماندہ ام
(جو میں چاہتا ہوں اور تلاش کرتا ہوں وہ نہیں پاتا اسی سبب سے سکون کی ایک سانس بھی نہیں لیتا۔
اس کے اور اس کے درمیان دوڑتے دوڑتے تھک گیا ہوں۔ اس دوادوش میں جان کا یہ حال
ہو گیا ہے کہ اس سے بھی عاجز آ گیا ہوں۔)

ایک بزرگ نے ایک نیا غلام خریدا۔ اس سے پوچھا۔ تیرا کیا نام رکھوں اس نے کہا جو آقا
چاہیں۔ کہا تیرے کھانے کے لئے کیا سامان کروں اس نے کہا جو آپ چاہیں۔ پھر سوال کیا تیرے
پہننے کے لئے کون سا کپڑا بناؤں؟ جواب دیا جو مالک چاہیں۔ ان بزرگ نے کہا میں نے یہ بندہ
یعنی غلام نہیں خریدا ہے بلکہ یہ استاد ہے جسے میری تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تاکہ یہ مجھے
بندگی سکھائے۔ اسی کو کہا ہے۔

چند پرسی کہ بندگی چہ بود بندگی جو فلک بندگی بود
بے رضائے حق از چہ راحت تست آن نہ راحت کہ آن جرات تست
(کب تک یہ پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہوتی کیا ہے؟ سنو۔ بندگی خود کو ڈال دینے کے سوا اور
کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت کی خوشنودی سے خالی راحت اگر تجھے ہو تو ایسی راحت تیرے
لئے جرات زخم ہے)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ آج تمہاری مراد اور آرزو پوری ہو جائے۔
کوشش اس میں کرو کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی و رضا تمہیں حاصل ہو جائے۔ اور جب
اس کی رضا حاصل ہو گئی تو من لہ المولیٰ فلہ انکل (مولیٰ جس کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا) کی
دولت اے حاصل ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے۔

در بہشت فلک ہمہ خا ماں در بہشت تو دوزخ آشا ماں
بہ درت خوب و زشت راجہ کنم چوں تو ہستی بہشت ماچہ کنم
(آسمان والے بہشت میں تو تمام خام کار رہتے ہیں آپ کی لقا اور دیدار کی بہشت میں
خون کے گھونٹ پینے والے رہتے ہیں آپ کے در پر جوئے نیکو اور بلائوں کی نظر کیا کروں جب آپ میرے ہی تو

بہشت کو لے کر میں کیا کروں

لیکن اگر تم یہ چاہو کہ یہ معلوم کرو کہ حق سبحانہ تعالیٰ ہم سے راضی و خوشنود ہے یا نہیں ؟
تو اہل معرفت کا قول ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ طاعت ہی طاعت ہے یا معصیت ہی معصیت
ہے یا دونوں ملے جملے ہیں اگر تمہارے سارے اعمال طاعت یعنی صالح ہیں تو اللہ جل شانہ تم سے
خوشنود و راضی ہے۔ اس لئے کہ خوشنودی کی علامت طاعت و بندگی ہے اور اگر تمہارے
اعمال گناہ کے ہیں تو خدا تم سے ناخوش ہے۔ کیوں کہ اس کی ناخوشی کی پہچان گنہگاری ہے۔ اور
اگر دونوں ملے جملے ہیں تو دیکھنا ہو گا کہ غالب کیا ہے۔ کیوں کہ ایسے میں حکم غالب پر ہوتا ہے، تو تم
کو تم کو اور ہمارے تمہارے جیسے دوسروں کو یہ دولت کہاں کہ طاعت ہی طاعت ہو۔ یہ بھی کچھ
کم نہیں ہے کہ طاعت کا حصہ غالب ہو۔ خدا اپنے پناہ میں رکھے۔ اگر طاعت کا حصہ مغلوب
ہوا تو اس کے عذاب و عتاب کے لائق ہو جاؤں گا۔ اور جو اس کے عذاب و عذاب کے لائق ہوا
تو اس کے لئے رہائی نہیں ہے۔ ہاں ہم لوگوں کے لئے رستگاری و نجات کی ہی ایک صورت
ہے کہ استغفار اور توبہ کریں کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

اے پیر گنہگار و توبہ کشادہ است انواع نعم ہر توبہ آمادہ نہادہ است

بشتاب سوئے توبہ کہ از مادر گیتی کو کردن تاخیر بے واقعہ زار دست

تقصیر مکن، بیچ تو از کردن طاعت کا نہا کہ بیالیت ترا جملہ بد دست

(اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں۔ تو

توبہ کرنے میں جلدی کرو کہ اس دنیا نے تاخیر کرنے کی وجہ سے بہت سے واقعات کو ختم دیا ہے

بندگی کرنے میں تو کوتاہی نہ کر اس لئے کہ تجھے جو کچھ چاہیئے تھا وہ سب دیدیا ہے۔

اے بھائی! چونکہ دنیاوی مشغلہ سے یکایک نکل آنا ذرا مشکل ہے اس لئے جہاں

تک ممکن ہے اپنی قوت اور طاقت کے مطابق غم، اندوہ، حسرت، اور تہمت سے خالی نہ رہو۔

اور جہاں تک میسر ہو اگلے گناہوں کی معافی چاہتے رہو۔ اس لئے کہ عمر ساٹھ ستر سال کی ہو گئی۔

جو سانس باقی ہے فرصت باقی ہے۔ خود کو سمجھو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کار خود را ز ندگانی کن بہرگز زانکہ نتوان کرد کارے روزمرگ

ایں زماں دریاب کا ساں باشت ورنہ دشواری فراوان باشت

(اپنا کام اسی زندگی میں کرے اس لئے کہ مرنے کے روز کچھ نہ کر سکے گا۔ اسی وقت سب کچھ حاصل کرے کہ ابھی تیرے لئے آسان ہے ورنہ پھر تجھے بڑی مشکل پڑے گی۔)

جب معاملہ آخر عمر کو پہنچ گیا ہے تو استغفار کو اپنا وظیفہ بنا لو اور پانچوں وقت خاص طور پر راتوں کو استغفار بے انتہا کرو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص استغفار بہت زیادہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو غم سے رہائی دیتا ہے روپیہ پیسہ کی تنگی سے نکالتا ہے اور اسے روزی دہاں سے دیتا ہے جہاں اس کا دایمہ بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث آئی ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفار بہت زیادہ کرے۔

قسم ہے خدا کی جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے استغفار اس کے گناہوں کو ایسا کھا جاتی ہے جیسے لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔ اور حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے کہ حضور اس تاج نبوت کے ساتھ روزانہ ستر بار استغفار فرماتے اور آخر میں سو بار پہنچا دیا تھا۔ تفسیر امام زاہد میں مرقوم ہے کہ اس امت کی دو پناہ ہے ایک تو ہمارے سامنے سے پردہ میں ہے یعنی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ایک باقی ہے اور ابھی قائم ہے اور وہ استغفار ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترا تانفس کافر در کمین است کجا تو رہبری آنجا کہ دیلاست
نفس گر چہ زیر کاست تو خردہ داں قبلہ اش دنیا ست اور مردہ داں
از ریاضت ہی شود این نفس رام چارہ دیگر ندارد والسلام

(جب تک یہ نفس کافر تیرے گھات میں ہے تو اس مقام تک کیسے پہنچ سکتا ہے جہاں دین ہے۔ یہ نفس اگرچہ بہت چالاک ہے لیکن تم اسے کینہہ جانو۔ یہ مردار دنیا اس کا قبلہ ہے اس لئے اسے مردہ خور سمجھو۔ یہ نفس ریاضت ہی سے سیدھا نکوا ہوتا ہے اس کے سوا اور دوسری کوئی ترکیب نہیں۔ اللہ تمہیں اس کے شر سے سلامت رکھے۔)

نقل ہے کہ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی کسی مہم میں یا حاجت براری کے لئے امداد چاہتا تو آپ اسے حکم دیتے استغفار بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگی معاش کے دفع کے لئے کہتا تو اس وقت بھی یہی فرماتے کہ استغفار بہت زیادہ کرو۔ جیسا کہ کسی نے مناجات کی ہے

بود عین عفو تو عاصی طلب
 عرصہ عصیاں گرفتہ زمیں سبب
 چوں سیاہ آمد مرار نگ گلیم
 تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
 از در خویشم گرداں ناامید
 از سر لطفے سیاهم کن سفید
 (آپ کے حقیقی عفو کو گنہگار کی طلب تھی اسی سبب سے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا ہے۔
 میری کہنی کا رنگ گناہ کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے اے میرے کریم! آپ اپنے کرم سے اے
 میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اپنے در اقدس سے ناامید نہ لوٹائیے اپنے لطف فاس سے
 میرے نام سیاہ کو سفید بنا دیجئے۔)



والسلام
 شرف منیری

مکتوب ۱۴۹

صبر میں ۱۴۹ دوسرے طور پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آدمی بہر بیغمی را نیست
 پائے در گل جز آدمی را نیست
 شادی از اہل عصر بیگانہ است
 آدمی را خود اندوہ از خانہ است
 (آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے۔
 خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدمی کو یہ حزن و غم خود اس کی اپنی ذات کے اندر سے ہے۔)

والدہ ماجدہ۔ دامت سیرتھا و عفتھا

کاتب مکتوب شرف منیری کا دعاء سلام قبول فرمائیں۔ اور معلوم کریں۔ حادثوں کی تمام کیفیت اور گزشتہ

حضرت مخدوم جہاں کا یہ مکتوب والدہ ماجدہ کے نام ہے۔ اور کسی خاص حادثہ و واقعہ کے متعلق ہے مکتوب
 ۱۴۸ بھی اسی مضمون سے متعلق ہے جو کسی عزیز کے نام ہے۔ دونوں مکتوب میں حاجی سمرقندی کے ذریعہ
 حادثہ کی اطلاع ملنے کی خبر دی گئی ہے۔ (مترجم)

واقعات حاجی سمرقندی سے معلوم ہوئے۔ واضح ہو۔ آدمی ایسا جانور ہے جو اپنی ماں کے پیٹ کے اندر خون کھا کر پرورش پاتا رہا جب وہاں سے باہر آیا تو اس بالافغانہ میں آ بیٹا۔ جاننا چاہئے کہ یہاں خون کے سوا کیا کھائے گا۔ یہی وہ منزل ہے جس کو تمام لوگوں نے کہا ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نکر دی کشتہ نفس کا فرم
کاش کہ ہرگز نہ بودے نام من تا نہ بودے جنبش آرام من
ہرگز اور پیش این مشکل بود چوں تواند کرد اگر صد دل بود

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہیں کرتی تاکہ اس نفس کا فر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرا نام ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کسی حرکت و سکون کا وجود ہی نہ ہوتا۔ جس کو یہ مشکلیں درپیش ہوں وہ کہتے ہی دیر ہو کر ہی کیا سکتا ہے۔)

چوں کہ عمر کو گذرنا ہی ہے تو آسانیوں میں گذرے یا مشکلوں میں۔ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں۔ سب برابر اور یکساں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

عمر روز پنج و شش می گذرد خواہ ناخوش خواہ خوش می گذرد
چوں چنین می گذرد عمر کہ هست چیت جز ادا ز چنین عمرے بدست

(پانچ چھ دن کی عمر گذر رہی جائے گی خواہ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں جب یہ عمریں ہی

گذر جاتی ہے تو ایسی عمر کے گذر جانے کے بعد سوائے ہوائے خیالی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔)

بس اس درمیان جہاں تک فرصت ہے موت اور قبر کی تیاری کریں سفر آخرت کا

توشہ مہیا فرمائیں دوسری اور تمام باتوں کو اپنے آگے سے دور کر دیں۔

ترک دنیا گیر کارے مرگ ساز راہ بس در است رہ را برگ ساز

مرگ را بر خلق عزم لازم است جملہ را در خاک خفتن لازم است

(دنیا ترک کر دیجئے موت کی تیاری کے لئے کام کیجئے راہ بہت دور ہے۔ راستہ کا سامان

مہیا فرمائیے موت کے لئے آمادہ رہنا آدمی پر لازم ہے سب کو قبر میں ہونا ضروری ہے۔)

باقی عمرات دان تو بہ واستغفار میں بسر کیجئے اور اپنے ایمان کا غم کھاتی رہئے۔

اپنی تمام گزشتہ کوتاہیوں کے لئے مغفرت مانگئے۔ بے انتہا گریہ و زاری کے ساتھ

فریاد کیجئے۔ اور یہ مناجات کیجئے۔

چوں سیاہ آمد مرا رنگ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
خالتا کن اہل عادت بودہ ام بارے آخر در شہادت بودہ ام
از در خوشم گرداں ناامید از سر لطف سیاہم کن سفید
قطرہ چند از گنہہ شد پدید در چناں دریا کجس آید پدید

(میری کلی کارنگ میرے گناہوں کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے۔ اے کریم! میرے بالوں کی طرح
اے سفید کر دیجئے۔ اے میرے خالق! میں تو اہل رسم و عادت ہو کر رہ گئی ہوں۔ دیکھئے۔ پھر
نئے سرے سے کلمہ شہادت پڑھتی ہوں۔ اپنے در پاک سے محروم نہ ٹوٹا بیٹھے اپنے لطف
خاص سے میرے سیاہ نامہ کو سفید کر دیجئے۔ گناہ کے اگر چند قطرے گر پڑے ہیں تو اس بحر
مفود کرم میں وہ کب نظر آتے ہیں۔)



والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵

دل کی صفائی اور نیت کے خلوص میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیت کن ہر چہ رہ و راے بود تادلت خانہ خدائے بود
ہر چہ جز حق لبسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں از و طہارت کن
(جو کچھ تمہاری اپنی روش اور رائے ہے سب کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر ہو جائے۔ حق سبحانہ
تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب میں آگ لگا دو اور تباہ و برباد کر دو دین کے سوا جو کچھ ہے اس
سے پاک و ظاہر ہو جاؤ۔)

اے بھائی! ظاہر کو دنیاوی مشغولیتوں میں بے قراری اور کراہیت کے ساتھ اگر
آلودہ رکھتے ہو تو کیا اعتبار کہ باطن آلودہ نہ ہو۔ دل تو وہ ہے جو دنیا کی آلودگیوں سے بالکل

پاک ہو۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ کا منظورِ نظر دل ہوتا ہے گل (مٹی) نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰی صُوْرِكُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔) اور دوسرے وہ ہے جو اس عزیز نے کہا ہے ۔

ازباں را نسگریم و قال را مادر دل را بسگریم و حال را
(ہم زبانی دعویٰ ایمان اور گفتگو کو نہیں دیکھتے ہم تو تمہارے دل اور حال کو دیکھتے ہیں۔)
آخر سنا ہے ناکہ القلب بیت اللہ تعالیٰ (دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس شعر میں اسی کی طرف

اشارہ ہے ۔
تشنہ از دریا جدائی می کند بر سر گنجی گدائی می کند

(پیا سا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے۔ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک کا پیالہ ہاتھ میں

لئے پھر رہا ہے۔)

اے بھائی! مطلوب تو سارے جہاں والوں پر ظاہر و عیاں ہے۔ اگر کوئی شخص
اپنی بد اقبالی اور بد نصیبی سے خود حجاب میں آگیا ہے تو یہ محرومی اس کی جانب سے ہے ۔
آپنچہ تو گم کردہ ای کز کردہ ای ہست اندر خود تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پر ڈھیل گیا ہے)

سبحان اللہ! اس سے زیادہ ظاہر اور نزدیک تر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ جل شانہ

فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من جبل الوسید (میں تو تمہاری رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہوں)
عقل جو شکل قائم کر سکتی ہے اور خیال جہاں تک اسے لے سکتا ہے وہم و فہم کی جہاں تک رسائی
ہے اور اسے پاسکتا ہے اللہ رب العلمین کی ذات اور اس کی صفات اس سے منزہ اور
پاک ہے اس کے باوجود وہ تمہاری رگ گردن سے بھی نزدیک تر ہے۔ چنانچہ کہا ہے ۔

اے در طلب گرہ کشائی مردہ با وصل بزادہ از جدائی مردہ

اے بر سر تشنہ در خاک شدہ ہے بر سر گنج در گدائی مردہ

(اے وہ کہ طلب کے عقدے حل کرنے میں مر رہا ہے اس کے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے)

اے وہ کہ سمندر کے کنارے پیا سا خاک پر لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مر رہا ہے

اے بھائی! جناب آدمؑ کی ذات اسرارِ غیب کی امانت گاہ تھی۔ در نہ ایک مٹھی خاک کی یہ آبرو کہاں تھی کہ خلیفہ و نائب ہو۔ وَهَذَا اسْتَرْعَظْنِمُ یہ ایک عظیم راز ہے۔ اور خواجہ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مہر اس رازِ سرستہ کا یہ پتا دیتی ہے۔ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ (آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صورتہ کو صفتہ کے معنی میں فرمایا ہے۔ اسی کو کہا ہے ۔

تانیاد جان آدم آشکار رہ نہ استند سوئے کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد کلبہ ہر دو عالم شد پدید
(جب تک جناب آدم کی جان ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے خداوند تعالیٰ کی جانب راہ نہیں پائی تھی
جب آدم کا ظہور ہوا تو راستہ بھی کھل گیا اور انہیں سے دونوں جہاں کے تالا کی کنجی ہاتھ آگئی۔)
اس سے زیادہ سننے کی طاقت کان کو نہیں ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنے اور لکھنے
کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کے لئے معذرت ہے۔ آخر وہ تو سنا ہے جو کسی نے کہا ہے
رستی گر بجوید رمز عشق جز ایش در طریقت دار باشد
(اگر رستی میں کوئی اس کے عشق کے راز کو افشا کر دیتا ہے تو طریقت میں اس کی سزا سولی ہے۔)
پس راز کا چھپانا اور خاموش رہنا ضروری اور واجب ہے۔ ہاں! رمز و اشارہ میل جلالاً
کچھ کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ۔

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بخود می کوشند
مے از کف دوستم نفس می نوشند سر بازند و سر حق می پوشند
(جانتے ہو کہ یہ مونیان با صفا کیوں خاموش رہتے ہیں خود کو دل کے نکتہ میں محور کھننے کی کوشش میں رہتے ہیں۔
محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام نوش کرتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے راز کو افشا
نہیں کرتے ہیں۔)

اے بھائی! اگر یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لئے بازار لے جائیں اور میرے
پاس وہ پونجی نہیں کہ خرید سکوں اس لئے کہ پیدا لشی مفلس ہوں لیکن ان کے حسن کا تماشا دیکھنا
تو درست ہے ۔

گرتنگ شو خرید می توانم بے مکن از تنگ شکری رانم

(اگر شکر کے بورے خرید نہیں سکتا ہوں تو شکر کے بورے سے مکھیاں تو ہنکاتا رہوں۔)
 جب جناب یوسف صدیق علیہ السلام کو مصر کے بازار میں لاکر کھڑا کیا گیا، ڈاک ہوئی اور
 بڑھوا اور بڑھو ہوتا رہا تو آپ کی قیمت بادشاہوں کے خزانہ سے بھی آگے ہو گئی۔ ایک ضعیفہ
 عورت چند سیر ریشم کے دھاگے جو اس کے پاس تھے لے کر بازار میں آئی۔ اور اس نے کہا میں
 اس غلام کو خریدوں گی لوگوں نے کہا اے ضعیفہ! کیا دیوانہ ہو گئی ہے۔ ان کی قیمت بادشاہوں
 کے خزانہ سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ ان دھاگوں سے تو کیسے خرید سکتی ہے؟ اس نے کہا میں
 جانتی ہوں لیکن اپنی پونجی لے کر آئی ہوں اس لئے کہ میرا نام بھی ان کے خریداروں میں شامل
 ہو جائے۔ وہ راز یہی ہے جو کہا ہے۔

ہر کہ درو نیست ازین عشق رنگ نزد خدا نیست بجز چوب و رنگ
 (جس شخص میں عشق کا یہ رنگ نہیں ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ لکڑی و پتھر کے سوا اور
 کچھ نہیں ہے۔)



والسلام
 حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۱

معوذتین

سورہ فلق اور سورہ ناس کے قرآن ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ کا گرامی نامہ لطیف عبارت سے آراستہ ملا پڑھا معوذتین کا تذکرہ فرمایا ہے
 کہ یہ قرآن سے ہے یا قرآن سے نہیں ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں قرآن سے نہیں ہے لہذا انہما نزلاً
 علی رجبہ الرقیۃ فی قصۃ سحر الیہود علی النبی علیہ السلام فلا تکن من القرآن ولہذا
 رری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لہم ینکتہما فی مصحفہ (کیوں کہ یہ دونوں صورتیں

جھاڑ کے طور پر اتری ہیں جب کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حکم کیا تھا لہذا یہ قرآن میں سے نہیں ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اپنے مصحف میں نقل نہیں کیا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

قول صحیح یہ ہے کہ معوذتین "سورۃ فلق و سورۃ ناس" اس مصحف میں داخل ہے اور مرقوم ہے جسے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہم لوگوں کے امام ہیں صحابہ کے وقت سے آج ہمارے وقت تک۔ اور مغرب و مشرق کے تمام ممالک کے رہنے والوں کے مصحف میں اسی طرح مرقوم ہے جس طرح دوسری تمام سورتیں مرقوم ہیں۔ اور جس طرح دوسری سورتوں کے متعلق صحابہ کا اور تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح معوذتین کے متعلق صحابہ کا اجماع تھا اور تمام مسلمانوں کا اجماع تھا۔ کیونکہ مجموعہ پر سب کا اجماع و اتفاق اس کے اجزا پر اتفاق اور اجماع کو واجب کرتا ہے۔ کیونکہ مجموعہ کا جز مجموعہ میں داخل ہے۔ اور اسی طرح دوسری روایت ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قرآن کی جمیع سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ^{۱۱۴} ہے اور یہ قول تمام صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایسا ہی امام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے اور تمام ممالک کے اور شہروں کے مصحفوں میں وہی ایک سو چودہ سورتیں سورۃ فلق و سورۃ ناس کے عاتقہ ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معوذتین قرآن کے معنی داخل قرآن ہے۔ لہذا ناپاکی و پلیدی میں معوذتین کا پڑھنا ممنوع ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے جس طرح ناپاکی میں تمام سورتوں کا پڑھنا منع ہے۔ چنانچہ اگر نماز میں ان دونوں سورتوں کو پڑھیں تو بہ اتفاق جائز ہے جس طرح اور تمام سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

اور دوسری بات۔ جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سورہ برأت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں آپ نے لکھی۔ تو فرمایا۔ سورہ برأت نازل ہو چکی تھی اور میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ سکا تھا کہ سورہ برأت کوئی علیحدہ سورہ ہے یا سورۃ انفال کا تتمہ و آخر ہے۔ یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے جب حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے احتیاط کا یہ حال تھا تو معوذتین کو اور دوسری سورتوں کے ساتھ جمع کیا اور اپنے مصحف میں لکھا جو صحابہ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک ہم سب کے امام ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو یہ ہدایت ہوئی کہ معوذتین

قرآن سے ہے یعنی داخل قرآن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز آپ معوذتین کو اور دوسری سورتوں کے ساتھ جمع نہ کرتے اور مصحف میں نہ لکھتے تو جو کوئی ایسا کہتا ہے کہ معوذتین قرآن نہیں ہے خارج از قرآن ہے تو وہ گویا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بہتان رکھتا ہے اور افتر کرتا ہے کہ جو خارج از قرآن ہے اس کو بھی قرآن میں آپ نے جمع کر دیا ہے اور مصحف میں لکھ دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں کوتاہی و فتور کس حد تک ہے اور کتاب و سنت کے احکام کی طلب و تلاش کسے ہے اس کام میں کس درجہ خلل واقع ہو چکا ہے اور اس زمانہ کے خاص و عام کو اس باب میں اہتمام نہیں رہا ہے اور اس کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ عجوبہ روزگار ہے یعنی زمانہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ دین کے احکام میں سے ایک حکم کی آل عزیز نے تحقیق کی ہے یعنی دین کا حکم ہے کہ دینی احکام کی تحقیق و تلاش کرو اگرچہ مسافت کی دوری ہے لیکن تحقیق کے لئے بعد مسافت کو طے کرنے اور معلومات حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے (حکم ہے) اطلبوا العلم ولو کان بالین علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

آل عزیز کے بارے میں ثابت ہوا کہ آپ کو علمی اور دینی تحقیق کی لگن ہے یعنی جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری عاقبت و خاتمت بخیر فرمائے۔



والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۲ توکل میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر عزیز! تمہیں معلوم ہو کہ قرآن مجید فرقان حمید میں مسطور ہے داعیہ ربی

حتی یا تیک الیقین (عبادت کرو اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آجائے تم کو موت) مفسرین نے یقین کی تفسیر موت سے کی ہے۔ یعنی بندگی جیسا کہ قول ہے من نظر الی معبودہ سقط عن عبادتہ عبادت کرنے والے کی نظر جب معبود پر پڑتی ہے تو اس کی نظر اپنی عبادت سے ساقط ہو جاتی ہے۔ یعنی اس عبادت سے وہ محجوب نہیں ہو جاتا ہے المحبة سواء الحضور والغیبة وارتفاع البعد والقرب (محبت حضور اور غیبت میں یکساں ہوتی ہے اور قرب و بعد کے نشیب و فراز (بیچ) میں حائل نہیں ہوتے)

اے بھائی! محبت جب کمال کے درجہ کو پہنچتی ہے تو حضوری اور غیبت دونوں ایک ہو جاتی ہے اور قرب و بعد اٹھ جاتا ہے۔ وحدت میں قربت کیا اور دوری کیا۔ غیبت کیا اور حضوری کیا۔ حضوری خود ایسی ہونی چاہیے کہ قرب و بعد، نزدیکی و دوری، حضور و غیبت سب حضور ہو جائے۔ اسی کو کہا ہے انا لیلئی و لیلئی انا حکایت ہے کہ ایک شخص نے مجنوں سے کہا لیل آئی ہے۔ اس نے سرگرمیاں میں ڈال لیا اور کہا لیل تو میرے ساتھ ہے اور میں لیل کے ساتھ ہوں۔ (یہ آنا جانا)

لیکن توکل تسلیم رضایہ تین چیزیں ہیں :-
توکل۔ حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔
تسلیم۔ اللہ کے حکم پر اکتفا کرنا ہے۔
رضا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھنا ہے۔

خواجہ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک صحرا سے گزر رہا تھا ایک مرد کو دیکھا کہ بھول کے کانٹوں پر ہاتھ مار رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت اور اس کا یہ فعل دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا کہ اس شخص میں حیات و زندگانی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے مجھے تعجب ہوا میں نے کہا شاید مردہ ہے یا یہ کانٹے اس کے لئے گلاب کی پیٹیوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا ہے

إِنَّ قَلْبِي لَدَيْكَ مَوْتٌ ودمع عینی علیک منذ دون
 یا حسرتا یا حسرتا عیش بہا لم یکن لی الیک معروف
 خواص کی حیات موت کی صفت پر ہوتی ہے (یعنی زندگی میں وہ مردہ جیسے ہوتے ہیں)
 جب خود کو وقف کر دیا تو نفس کا حصہ نفس سے زایل ہو گیا۔ وقف قیام یعنی کھڑا ہونا ہے اور وقف
 دل کا اس کے حکم پر راضی ہونا ہے۔ اور تمامی خلق سے صرف حق سبحانہ تعالیٰ کو کافی کر لینا یعنی

اللہ تعالیٰ پر توکل و قناعت کر لینا ہے۔ اور یہ مشہور شائع کی کتابوں سے منقول ہے۔ لیکن رسالہ
قشیری کی عبارت ہے قال سہل بن عبد اللہ التوحلی حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و
الکلب سنة فمن بقى عن حاله ولا يترك سنة وكان ابراهيم الخواص لا بفارقة
وحنوط ومقراظ۔



وَالسَّلَام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۲

بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالیٰ انک میت وانهم میتون (بیشک تو مردہ ہے اور وہ سب بھی مردہ)
کار عالم زادست و مردن است کہ پیدا آوردن و گہ بردن است
لا جرم این کار بے پایاں فتاد تا بدایں درو بے درماں فتاد
(اس عالم کے کارخانہ کا کام پیدا ہونا اور مرجانا ہے کبھی لانا اور کبھی بے جانا ہے۔ یقیناً
یہ کام لامتناہی ہے ہمیشہ کے لئے اس درد کا درماں نہیں ہے۔)

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے کہ سب سے پہلی چیز جو لوح محفوظ میں لکھی
گئی وہ یہ تھی اِنِ اِنَّا لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اِنَّا مَن لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعْمَائِیْ
وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلِیَطْلُبْ رِبًا سِوَاِیْ یعنی یہ درست اور سچ ہے کہ خدا میں ہی ہوں
میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو میری نعمتوں میں شکر نہ کرے اور
میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو۔
اہل بعیتؑ ارباب معرفت اس حدیث کی ہیبت اور سیاست و تنبیہ سے ہر لحظہ ہی چاہتے
ہیں کہ نیت و پست ہو جائیں اور معدوم ہو جائیں۔ لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں۔
سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں سہ

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے خیش و آرام من
(کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکت کا صدور ہی نہ ہوتا)
اے بھائی! بندہ اس کی تضا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں۔ تو یہ
بیقراری و گھبراہٹ خود مستقل ایک مصیبت اور گناہ ہے فلپطلب رتبا سوائی (میرے
سوا کوئی اور رب تلاش کرو) کا خوف اور خطرہ ہر وقت لگا ہوا ہے سے

آں کہ دلہای آشنا دارند دل ز چون و چرا جدا دارند
جان و تن را بہ کردگار سپار تا درون سرائے یابی بار
(وہ لوگ جن کے قلوب آشنا ہیں وہ اپنے دل کو چون و چرا سے ملحدہ رکھتے ہیں جسم و جان
سب اس پاک پروردگار کے حوالہ کر دیا کہ اس کی بارگاہ پاک میں تمہاری رسائی ہو جائے۔)
دیکھو! ہر وقت باخبر اور ہوشیار رہو نہ ہر دین تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کرلو
اور مردان دین کی اقتدا کرو۔ دنیا دار نمشتوں کی نہیں سے

حکم حق سوی تو چو کردنگاہ جاں بآر از پی نہ آہ
ہر بلائی کہ دل نماید ازو از یکی تا ہزار شاید ازو
اے بھائی! جب بندہ نے اللہ کی تضا اور تقدیر پر نگاہ رکھی تو وہ مشاہدہ حق سبحانہ
تعالیٰ میں مشغول ہو گیا۔ اگر دونوں جہان کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک
برابر ہو۔ اور جس کی نگاہ خود اپنی طرف ہوئی وہ نالہ و فریاد میں مشغول ہو گیا۔ بلا و مصیبت
کا ایک ذرہ اس کے لئے ویسا ہے جیسے ایک تنکا پر ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ جانتے ہو صبر
کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار بات جو بندہ پر آئے اس پر وہ نالہ و فریاد
نہ کرے۔ اور رضا کیا ہے؟ جانتے ہو جب کوئی بلا و ناخوشگوار امر بندہ پر پہنچے تو وہ خمیدہ
و ناخوش نہ ہو۔ اللہ ما اعطی واللہ ما اخذ فمن انت فی البین (جو دیا وہ اللہ کا دیا ہوا ہے
اور جو اس نے لے لیا وہ اللہ ہی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے) سچے مومن بن جاؤ اور اپنے ایمان
کی حفاظت و نگہداشت جان کی طرح کرو۔ جان کیا چیز ہے ایمان کی حفاظت میں سو جان قربان
کر دو۔ ایمان کے مقابلہ میں بیوی بال بچے، ماں باپ کیا چیز ہیں سے
بندہ ادب باش تا باشی کے روئے گئے ادب باش تا باشی بے

(اس کے پکے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہو سکو جاؤ اس کے در کے کتابن جاؤ۔
اس سے تم بہت کچھ ہو جاؤ گے۔)

حدیث شریف میں ہے الایمان نصفان نصفہ شکو و نغفہ صابو۔ یعنی ایمان کے دو برابر حصے لازم ہیں، ایک نصف نعمت میں شکر اور دوسرا نصف بلا میں صبر ہے اور اس دنیا میں آزمائش کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک نعمت کے ذریعہ ایک بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبر سے زندگان بس کرد
دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو محض دعویٰ ہے اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سنی ہوگی مکمل مدعی کذاب
راہ زد مشغولی عالم ترا نیست پروای خدا یکدم ترا
(دنیا کی مشغولیتوں نے تری راہ مازی ہے تجھے خدا کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔)
اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصبر من الایمان بمنزلۃ
الواس من الجسد۔ ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے جس طرح جسم کے لئے سر ہوتا ہے اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کے جسم کس کام کا ہوتا ہے۔ اسی طرح بلا فرق بغیر صبر کا ایمان ہوتا ہے۔

زیر کاں را چوروز معلوم است کہ شب و روز عاقلان شہم است
اے بھائی! دل خوش رکھو کہ بلا کی تہہ میں بہت سارے اسرار ہیں اور کام ہیں۔
اپنے کام کا قاعدہ اسی طرح مقرر فرمایا ہے کہ اپنے دوستوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ
بلا کے پردہ کے پیچھے رکھا ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم بہادہ است
چنانچہ بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب
ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد
نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑہ بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی تو خوفِ ساس کا

پیدا ہوا کہ جیب با ختم ہو گئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی۔ بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہہ اٹھے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔) فرعون کو ملک و بادشاہت اور آرام و راحت چار سو سال تک بلا طلب عطا فرمائی۔ اگر وہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے درد و سوز کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اسے نہیں ملتا۔

فرعون زانہ وادیم اے دوست درد سر زیرا کہ او نہ داشت سر درد ہاے ما
اے مبنائی! بندہ کا بلا بھیلا نہ حق سبحانہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی دلیل ہے۔ اسی کو
کہا ہے

عزت چو در باشد بے بیع شکستے سالک در کون و مکان مارا جز خوار نہ باید بود
نقل ہے کہ ابو بصیر رحمۃ اللہ علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات
کرتیں۔ الہی تو نے روتی تو دی لیکن میری اپنی وہ غذا کہاں ہے؟
کہاں ہیں دستار بند اور جبہ پوشان مردانگی کا دعویٰ کرنے والے! ذرا ایک دوپٹہ
اڑھنے والی کو دیکھیں اور اپنے جبہ و دستار سے شرم کریں۔

اور جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقر کے درمیان اختیار
دیا گیا کہ ان میں سے جو چاہیں قبول فرمائیں چوں کہ حضور تمام عارفوں کے سردار ہیں آپ نے
یہ جان لیا تھا کہ فقر بلا کا گھر ہے اور جس قدر نوازش و اکرام اپنے دوستوں کے لئے اللہ
نے رکھا ہے وہ سب بلا خانہ ہی میں رکھا ہے اس لئے آپ نے فقر اختیار فرمایا۔ اسی کا
اشارہ اس شعر میں ہے

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہوں خلیل است
عاشق ز برائے عز معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ عالم محبت اور خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و عمرو
کی قسمت اور حصہ میں نہیں آیا۔ اور ان سب کو بادشاہت اور مال و جاہ کا مالک بنا دیا تاکہ
سارا جہان یہ جان لے اور دیکھ لے کہ اپنے دوستوں اور محبوں کے ساتھ اللہ جل شانہ کا معاملہ
دوسرا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے منقول ہے کہ ان اللہ یجرب المؤمن بالبلاء

کما یجرب احد کمال الذہب بالنار حق سبحانہ تعالیٰ مومن کو بلا میں ڈال کر اس طرح آزماتا ہے جس طرح تم سونا کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو۔ یہاں دیوانوں کی دیوانگی کام آتی ہے جیسا کہ کہا ہے

تا توانی باخرو بیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش
زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من زخم بسیاری خوری ر کوی من
زانکہ گر دیوانہ آئی در شمار هیچ کس را با تو نبود هیچ کار

اے بھائی! بندہ نے جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو سب سے رخ پھیر لیا اور خدا کی محبت کا دعویٰ کیا فلا بد من البیتۃ والبرہان تو اس کو دلیل و برہان کے بغیر چارہ نہیں ہے ورنہ محض دعویٰ بغیر دلیل و ثبوت کے جھوٹ ہے۔ اور دلیل و برہان یہاں نعمت میں شکر اور بلا میں صبر ہے۔

یہ تو جانتے ہو کہ اس بارگاہ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر صاحب عزت، محب، مکرم، بزرگ تر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ دنیا میں کوئی فرزند عزیز، شریف، عالی مرتبت اور محبوب نہیں ہے۔ اگر شیطان بہکائے نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت حضور کے اسوۂ حسنہ اور سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی مصیبتوں اور بلاؤں کو دیکھو۔ اور وہ جو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من اسابہ مصیبة فلیذکو مصیبتی اپنی امت کے دل کی تسکین و تسلی کے لئے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو کہ وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔

ان تمام تحریر و بیان سے کاتب مکتوب کا مقصد برادر عزیز کے دل کی تسکین و تسلی پہنچانا ہے۔ بار بار اس خط کو پڑھیں تاکہ صبر کرنے اور اس کی رہنمائی پر راضی رہنے میں عانت و مدد حاصل ہو۔ اب اس مکتوب کو مصیبت کے اس آیت پر ختم کرتا ہوں جو قرآن یعنی کتاب خداوندی میں بندوں کی تعلیم کے لئے آئی ہے۔ اذا اسابہم مصیبة قالوا ان الله وانا

الیہ راجعون ہ

والسلام

شرف نیازی



مکتوب ۱۵۲

امراء و سلاطین کے دربار میں جانے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتب حروف کا خصوصی سلام و دعا آں برادر کا خط اس فقیر کے اشتیاق سے پر نظم و نثر میں تحریر و بیان ہوا ہے، لاطمنا لہ میں آیا دوستوں اور محبتوں کا یکجا ہونا ان کی ملاقات بظاہر بہت خوب معلوم ہوتی ہے اگرچہ یہ ملاقات تھوڑے ہی دیر کی کیوں نہ ہو ہاں ایسا ہی ہے لیکن اس رُوسے کہ وصال کے بعد جدائی سخت دشوار ہوتی ہے اور دوستوں عزیزوں کی ملاقات بغیر جدائی کے اس دنیا میں محال ہے تو دوستوں کی جدائی کی یہ حالت وصال حقیقی کی امید پر رہتی ہے اگرچہ کتنا ہی سخت معلوم ہوا اور جان و دل پر دشوار گذرے۔ اسی نظر سے کسی نے کہا ہے۔
برآتش فرقتست بامید وصال این آب حیات عاشقان چہ خوش باشد

(وصال کی امید جدائی کی آگ میں ہے، یہ آب حیات عاشقوں کے لئے کیا ہی خوب ہوتا ہے)

اس کے ساتھ الموعود مع من احب (جو جس کو دوست رکھتا ہے قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہوگا) جب شرع کا یہ فتویٰ ہے تو دل کی تسلی کے لئے کافی ہے اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی کتنا ہی دور مغرب و مشرق میں ہو تو بھی ہم زانو ہے اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو کہتے ہیں لا بعد مع المحبة (محبت کے ساتھ دوری نہیں) یہ بھی وہی بات ہے۔ انشاء اللہ اس معنی سے آپ کو تسکین حاصل ہوگی۔

اے بھائی جس طرح سوال اپنے لئے مذموم ہے اسی طرح امراء و سلاطین کے دربار میں اپنے لئے بجا مذموم ہے لیکن یہی دوسروں کے نفع کے لئے اور کسی مسلمان کے مقصد برآری کے لئے ہو تو محمود ہے جس طرح سوال اور یہ کام بہت بڑا کام ہے۔ اس کا تعلق حریت آزادی سے ہے، بعض بزرگوں نے اپنے حظ و نفع سے کلیتاً آزاد ہو کر یہ کام کیا ہے امراء و سلاطین کے پاس آئے گئے ہیں۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے کہ سچا بڑے کے لئے آپ نے ایسا کیا ہے۔
والسلام

مکتوب ۱۵۵

قناعت و ترک دنیا میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمال الدین! اللہ تعالیٰ امر خیر پر خاتمہ فرمائے۔

جانو کہ آں عزیز کا مکتوب سید اشرف الدین لائے پڑھا گیا، اے فرزند! دنیا دوزخ کے اس گڈھے کی مثال ہے جسے حاویہ کہتے ہیں اور تم نے سنا ہے کہ دوزخ کے حاویہ کی گہرائی اور اس کی انتہا نہیں ہے اسی طرح جانو کہ دنیا کی بھی گہرائی اور اس کی انتہا ظاہر نہیں ہے تو جو دنیا کے کاموں میں مبتلا ہو وہ حاویہ میں گر پڑا ہمیشہ ہمیش کے لئے اب وہ کہاں اور نجات و چھٹکارا کہاں۔ ہاں ضرورت بھری جہنم کی ضرورت ہے اگرچہ صورتاً وہ دنیا ہے مگر معناً آخرت ہے کہ مایستعان بہ الی العبادۃ فہو عبادۃ (جس چیز سے عبادت میں استعانت و مدد لی جاتی ہے وہ عبادت ہے) ”حد ضرورت“ ضرورت کی حد یہ ہے مالا یمکن دفعہا (جس کا دفع کرنا ممکن نہیں) اسی بنا پر ہے کہ ضرورت کی مقدار یعنی جتنا ضروری ہے اس کا ترک جائز نہیں ہے۔ اور اگر یہ پوچھو کہ دنیا ہے کیا؟ بزرگوں نے کہا ہے، کل قیامت کے دن جو کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے اگرچہ نماز، روزہ، علم، تلاوت قرآن ہی کیوں نہ ہو اسی سے سمجھ لو کہ اور دوسری چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں رَبُّنَا الْقَرَّانُ وَالْقَرَّانُ یَلْعَنُہُ رَبُّ صَائِمٍ لِّسَ لَہُ مِنْ صِیَامِہُ إِلَّا الْجُوعَ وَالْعَطَشَ وَصَلَاۃَ مَہَا ی (کتنے ایسے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کے روزوں کا حاصل بھوکا پیاسا اور دیکھائے کی ناز کے سوا کچھ نہیں ہے) علمائے دنیا کے علم کو ایسا ہی جانو ان یاد دہندہ لائق عن عالمہ استکبر وہ حب الدنیا فیقطع عاقل عن محبتی اولئک قطاع الطریق علی عبادی (اور یہ کہ اے داؤد ایسے عالم کے بارے میں سوال نہ کرو جس کو دنیا کی محبت نے تنکیر بنا دیا) کچھ میری محبت سے دور کر دے گا یہی لوگ میرے

بندوں کے لئے رہزن ہیں۔) جب یہ جان لیا کہ جو کچھ کل قیامت کے دن کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے
نواب ہوشیار ہو جاؤ اپنے اندر غور کرو، جو کچھ تم رکھتے ہو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کل قیامت میں کام
نہیں آئے گا اور ہاں اپنے اندر خوب غور و خوض کرو اور اچھی طرح دیکھو کہ کفر رکھتے ہو یا ایمان
توحید رکھتے ہو یا شرک، اخلاص رکھتے ہو یا نفاق، بت پرستی رکھتے ہو یا خدا پرستی، اگر کوئی
کافر طیب تم سے یہ کہے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ نقصان دہ مضر ہے باوجود اس کے کہ اس کی سچائی
پر یقین نہیں ہے پھر بھی اسی وقت اس چیز کو تم ترک کر دیتے ہو اور اس سے پرہیز کر لیتے ہو مگر
نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور سب کے سب یہی
فرماتے رہے کہ حب الدنيا اس کل خطیئة (دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے) اس کے
باوجود تم دنیا کے کاموں سے باز نہیں آتے ہر روز دنیا طلبی میں حریص تر ہوتے جا رہے ہو تو یہ ایسا
ہے کہ تمہیں طیب کافر کے قول پر ایمان ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار بیسوں کے قول پر ایمان
نہیں ہے اور یہ وہ ہے کہ زبان سے تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا تمہارے حق میں جھوٹ ہوتا ہے۔
یہ ایمان زبانی اور کفر دلی ہے کیا کہتے ہو ایسا ہی ہے نا؟ یا ائی رحمہ اللہ ما من النصف۔
(اے ائی اللہ ان پر رحم کر جو انصاف والے ہیں) شرک کو بھی ایسا ہی سمجھو اور نفاق کو بھی ایسا
ہی جانو اگر تم اپنا جائزہ لو تو یقیناً اپنے اندر یہی پاؤ گے لیکن تم تو زن و فرزند کے غم میں درجاء
منزلت کی فکر میں مبتلا ہو گئے ہو دین کے غم نے تمہارا دامن کہاں پکڑا ہے۔ افسوس کہاں دین
کا غم اور کہاں تم دین کا کام ایسا آسان نہیں ہے کہ تم رکھتے ہو اور تم جیسے دوسرے۔ تم ذرا
خلیل اللہ کو دیکھو کہ جب دین نے اپنا جمال خاص دکھایا تو جلالت نبوت کے تاج اور خلعت
خلیلی کے خلعت کے باوجود کہہ اٹھے وَاجِبُنِي ذِبْنِي اِنْ نَعْبُدَاكَ الْاَصْنَامُ (اے میرے اللہ
آپ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور رکھئے) انہوں نے کب بتوں کی پوجا کی تھی اس کے
باوجود اپنے اوپر یہ گمان بد آپ نے فرمایا۔ تم یہ جان لو کہ مردانِ خدا ہی دین کے کاموں کو جاننے
ہیں کہ دین کا معاملہ کیا ہے اور کیسا ہے مخنشان کیا جانیں۔

دوسری نقل یہ ہے کہ ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے لوگوں نے بہت
ڈھونڈھا ان کا پتہ نہ ملا آخر ایک روز ان کو دیکھا مخنثوں، سجدوں کا لباس پہنے ہوئے انہیں کی
جماعت میں اس بے کدائی پر ان کی شکل بنائے بیٹھے ہیں لوگوں نے پوچھا اے مقتدائے عالم

یہ کیا حال ہے؟ فرمایا بظاہر میں عورت نہیں ہوں: باطن مرد نہیں ہوں اور جب میں یہ دونوں نہیں ہوں تو محنت ہوں بس یہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کیا ہے اور دین کے کام کیا ہیں۔ لیکن شکم پرستوں! ہوس پرستوں کو اس غم سے کیا غم ہے۔ اب تمہیں بتاؤ تم کیا کہتے ہو عمر بچا پس سے آگے گذر چکی اس طرح غفلت میں پڑے رہنا اور شیطان کے غرور سے مغرور ہونا یہ کب تک۔ زن و فرزند اگر دین میں تمہارے مددگار و معاون ہیں تو ان کے ساتھ رہنا چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان سے علیحدگی و کنارہ کشی خود فرض ہے اِنَّا مَوَالِئُكُمْ وَادْلَٰؤُكُمْ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ (بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے دین کے دشمن ہیں ان سے احتراز کرو) ان کے چلے جانے اور مرنے کا اس درجہ قلق و اضطراب کیا ہے۔

اپنے کفر کو اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا جیسا کہ میں نے کہا۔ شرک و نفاق کو بھی اپنے اندر ایسا ہی جان لو بلا فرق۔ اگرچہ ہر سمت سے کھول کر میں نے نہیں لکھا: سبب طوالت مکتوب اگر ڈھونڈو تو پا لو گے جیسا کہ کفر کو تم نے دریافت کر لیا۔ وقت کو غنیمت سمجھو ابھی فرصت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کفر و نفاق کو قبر میں لیجاؤ اپنے اوپر توجہ کرو نہ کہ زن و فرزند پر جس طرح میں کرتا ہوں اپنا ماتم کرو نہ کہ زن و فرزند کا ماتم جیسا کہ میں ماتم کرتا ہوں۔ ہمارے اور تمہارے لئے اتنا بھی بہت ہے اگر ہو سکے۔ اور یہ شعر یہاں پر حسب حال ہے۔

از بخت بدم اگر فروشد خورشید از نور رخت ہا چراغے گیرم
(اگر میری بدبختی سے سورج چھپ گیا ہے تو کیا ہوا۔ لے چاند سے چہرہ والے محبوب کیوں نہ میں

ترے رخ سے روشنی لوں۔)

اگر دین نہیں ہوگا تو کم سے کم دین کا ماتم تو ہوگا وگرنہ یہ نہ وہ پھر اور کیا رہ گیا
اَوَّلِيْلِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چوپائوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) پڑھو
اور جان لو جھوٹے پندار، فاسد گماں اور خیالی مغرور نہ بنو۔

افسوس! افسوس! کہاں تم اور کہاں دین مسلمان! شیطان نے تمہارے دماغ میں ڈال
دی ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دین مسلمان رکھتا ہوں۔ اگر آج دین کا غم تم نہیں کھاتے تو ساری
عمر اسی میں بسر کرنا پڑیگا۔ اور نداء الہی فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم ورحمتہ
رسواب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ (غفلت) اٹھا دیا سو آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے) تم تک پہنچ جائیگی

تمہاری آنکھ تیز میں کر دی، تو یقیناً جو کچھ تمہارے اندر ہو گا وہی نظر آئے گا۔ اب دیکھو کہ بت و زنا رہے یا مسلمانی لیکن جب کام ہاتھ سے نکل چکا تو اب کیا فائدہ۔ یہی وہ ہے جس کو کہا ہے۔

سوف تری اذا تجلی الغبار التجتک فرس ام حمار
حاصل کن ازیں جہان فانی ہنری منشیں تو دیریں سرے چوبے خبری
نشیندایں غبار و شک بر خیزد کاسپت است بریر انت یا لاشخری

(اس فانی دنیا سے بہترین ہنر حاصل کرو، اس سرے فانی میں غافل نہ رہو جب یہ غبار چھٹ جائے گا تو شک ختم ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھے کی لاش ہے۔) مدت ہوئی بزرگوں نے کہا ہے آجکل خلل ایمان ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اہل غفلت اسی غرور سے مغرور ہیں کہ ہم مومنوں میں ہیں اور اس آیت کو بھول گئے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (اور ان میں سے بعض نے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن (یعنی قیامت) پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں ہیں) ہوشیار رہو اگر کسی وقت تمہارا نفس کافر دعویٰ ایمان کرے اور خود کو مومن جتلائے ہرگز ہرگز یقین نہ کرو اور اس کے اس دروغ پر مغرور نہ ہو کیونکہ یہ نفس جھوٹا مدعی ہے جب تک اس کو کسوٹی پر پرکھ نہ لو اگر پوچھو کہ اس کی کسوٹی کیا ہے تو کسوٹی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جن کے ایمان کی دولت یہ ہے لو اتزن ایمان امتی مع ایمان ابی بکر لو حج زاگر میری تمام امت کے ایمان کا ابو بکر کے ایمان سے موازنہ کیا جائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ گراں ہو جائے گا کس طرح فریاد کرتے اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ما لا ایمان (یا رسول اللہ ایمان کیا ہے) سبحان اللہ کیا خوب حیرت ہے کہاں وہ 'سرور صدیقان' اور کہاں یہ سوال۔ ایمان جیسا چاہیے وہ خود آپ رکھتے ہیں کہ آپ اہل دل ہیں ہم لوگ زبان والے ہیں۔ اور دین جیسا ہونا چاہیے وہ خود ان کے پاس ہے اس لئے کہ آپ اہل حقیقت ہوئے ہیں اور ہم لوگ اہل رسم و عادت ہیں اور زبانی دعویٰ کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود خود کو حضرت نے مفلس دیکھا اور اپنے نفس پر بدگمان رہے ایسے بدگمان کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایمان کیا ہے یا رسول اللہ اس طرح جیسے کسی نا آشنا کو تم دار حرب سے لے آؤ اور وہ پوچھے کہ ایمان کیا ہے۔ اسی سے اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کا غم ان لوگوں میں کیسا اور کس درجہ تھا یقیناً دین

رکھتے تھے اس دولت کے باوجود گمان ایسا رکھتے تھے کہ نہیں رکھتا ہوں۔ آج کل سارے جہاں کو دیکھ لو دعویٰ ہے پڑ ہے اس کے بیچ کوئی ایک بھی نہیں سب کے سب تھوٹے دعویٰ ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جو جتنا زیادہ جاہل ہے وہ اتنا ہی زیادہ کذاب ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری طرح تمام لوگوں کو اس شقاوت و بدبختی اور ادبار کے ساتھ قبر میں نہ لے جائے اور ہماری اس فریاد کو سن لے اپنے کرم اور اپنے فضل سے۔

چوں کہ سید اشرف الدین سے تم فرزند کے اشغال اور تفرقہ و دل کا حال سنا گیا اسی بنا پر چہند سطر میں لکھی گئیں خوب غور سے مطالعہ کرو ان خطوط اور نامے کو دوسرے لوگ نہ دیکھیں اور کسی دوسرے کے ہاتھ نہ پڑے راقم کی یہ ہدایت ہے۔ ان چند سطروں میں فوائد بہت ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ تم فرزند کے حصہ میں آتا ہے یا نہیں اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرحع والماب استغفر اللہ من جیع ما کرہ اللہ مالیس فی مکتوب اکتابضاً

والسلام

خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۵۶

کشف اور تمثیل و تشکل میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام تاج الدین طاہر! اللہ تعالیٰ علماء دنیا کی صحبت سے محفوظ رکھے۔ سلام و دعاء کاتبِ حروفِ شرف منیری مطالعہ کریں بکھنا یہ ہے کہ جس وقت آن عزیز کا خط آیا اس کا جواب ظفر آبادی ایک جوان کے معرفت بھیجا گیا جب دوسری بار آپ کا خط ملا اس کا جواب بھی ایک عزیز جو قصبہ اندلی جا رہے تھے ان کے معرفت بھیجا گیا تیسری بار پھر آپ کا مکتوب پہنچا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خط لیجانے والوں نے جواب خط نہیں پہنچایا۔ آخر تیسری بار خط کا جواب برادر مولانا مظفر کی معرفت بھیجا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ آپ تک پہنچ جائے گا۔

ایک بات کشف کے بارے میں کشف حقائق اشیا کا دیکھنا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت ہے وہاں اس کی تعبیر کی کوئی حاجت نہیں اور خواب میں دیکھنا مثال ہے نہ کہ اشیا کی حقیقت جیسی کہ ہے اس کا دیکھنا ہے۔ ہاں یہاں تعبیر کی حاجت ہے پس وہ دوسری چیز ہوئی اور یہ دوسری چیز ایک اور بات۔ تمثیل مثل سے ہے اور مثل کے معنی مانند و نظیر کے ہیں اور تشکل، شکل سے ہے شکل کے معنی نماز کے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں امزاة ذات شکل (شکل والی عورت) اور شکل کے دوسرے معنی طریق کے ہیں لہذا کسی جگہ اور کہیں پر بھی "تشکل" تمثیل کے معنی میں استعمال ہوتے ہوئے دیکھا نہیں گیا ہے۔

ایک خاص بات۔ روح خواب کی حالت میں ویسی ہی ہے جیسی کہ بیداری کی حالت میں جس طرح حالت بیداری میں روح ہی دیکھنے والی ہے بصر کے آلہ کے ذریعہ حالت خواب میں بھی روح ہی دیکھنے والی ہے بصر و بصیرت کے آلہ کے ذریعہ بغیر فرق کے۔

ایک خاص بات شیطان کے تمثیل کی نفی خصوصی ہے کہ فان الشیطان لایتمثل (شیطان حضورؐ کے مانند و مثل نہیں بن سکتا) اور دوسروں کے لئے عمومی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں تو اس معنی میں کیا آدمی، کیا فرشتے اور کیا نوری اپنے انوار سے حضورؐ کے مانند و مثل نہیں ہو سکتے اس میں سب کے سب براہر ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

اے بھائی! یہ کیا بحث ہے اور یہ کیا سوال ہے۔ پہلے مراطہ پر پچاس جگہ ٹھہرنے کی ہے اور ہر ایک ٹھہراؤ سے دوسرے ٹھہراؤ تک ہزار سال کی راہ ہے۔ ہر ٹھہراؤ میں ایک سوال کیا جائے گا۔ ان سولات کے جواب کا غم کھاتے رہنا چاہیے کہ صحیح جواب ہو سکے۔

وَالسَّلَام

خاکسار شرف میزی



مکتوب ۱۵۷

حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام تاج الدین ظاہر اسلام و دعار کاتب حروف شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کریں۔
آں عزیز کو معلوم ہو کہ فرض کی مقدار سے زیادہ علم حاصل کرنا اپنی ذات سے مستحسن ہے۔ یہ
کمال علم کی صفت ہے اور تجر ہے دین میں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل اکثر و بیشتر دینی امور
اور دوسرے کسب کمائی کی طرح ہو گئے ہیں دنیا کا حصول اور امیروں، دولتمندوں کے توشہ
خانہ اور ان کے املاک سے نفع حاصل کرنے کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہلاکت
ہے۔ مثنوی سے

علم سوئے دالہ برد نہ سوئے نفس مال بجاہ برد

علم را چوں تو خوانی از باز آت ساز جہ از ازاں سازی

(علم توالفہ کے در کی طرف رہبری کرتا ہے نہ یہ کہ نفس و مال و مرتبہ کی سمت، اگر تم علم کو یونہی نہیں

پڑھتے ہو کہ مال و دولت و جہ و منصب حاصل کرو تو یہ بیکار ہے)

اور آج کل اس بلا میں علماء دنیا مبتلا ہیں مثلاً ہم کمثل الحماد یحمل اسفار (ان
کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت وہ ہیں جن کے حق میں ہے
مثلاً ہم کمثل الانبیاء کما نطق الشرع علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (کہ ان کی
مثال انبیاء کی ہے جیسا کہ شرع ناطق ہے مری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں،
علماء آخرت ان آفات سے پاک ہو گئے ہیں اور پاک ہیں ان کی صفت یہ ہے جو کہی گئی ہے۔ مثنویات

با علم و عمل زباں شاں راست میزان صفت اند بے کم و کاست

چوں نیک و بد از خدائے دیند روئے از ہمہ خلق در کشیدند

بزرگوارشان ز ناس و از عام یکساں شدہ آفرین و دشنام
 (علم و عمل کے ساتھ ان کی زبانیں سچی ہیں۔ لوگ ٹھیک ترازو کی طرح ہیں۔ چوں کہ یہ خیر و شر کو اللہ
 کی طرف سے دیکھتے ہیں اس لئے تمام مخلوق کی جانب سے رُخ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے کُنہی
 و عام کی جانب سے مدح و ذم، تعریف و تذلیل سب یکساں ہے۔)

دین کو ان لوگوں کے سایہ دولت میں پاسکتے ہیں اور اسلام کا منور چہرہ اور توحید کے
 حقیقت کا جمال انہیں لوگوں کی خدمت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ثمنویات
 در دست دی بگرد عیسیٰ کرد واری رہنیشیں چہ خواہی کرد
 (مسیحانی کرنا جناب عیسیٰ کا کام ہے۔ مسافر کسی کا علاج کیا کر سکے گا۔)

اس وقت جب کہ علماء آخرت کبریت احمر ہو گئے ہیں لایسمع ولایرئی سننے میں آتے
 ہیں نہ دیکھنے میں جس کسی کو دین کا درد ہے وہ بیچارہ کیا کرے اپنے ماتم و مصیبت میں لگا رہے
 نہ یہ کہ چوپائے کی طرح کھانے پینے میں دن کا ناکرے جیسا کہ کسی قابل نے کہا ہے۔ ثمنوی
 گر بر آید از سر در دیت آہ می برد بویے جگر تا پیش گاہ
 آہ اگر از جائے خاص آید پدید مرد را حائے خلاص آید پدید
 (اگر درد کی وجہ سے یہ آہ کریں تو ان کے جگر کے جلنے کی بواس بارگاہ تک پہنچ جائے۔ اگر یہ آہ
 خاص مقام سے ظاہر ہو تو آدمی کو چھٹکارا مل جائے۔)

اے بھائی! جتنا بھیر زمین کی مقدار میں علم حاصل ہو چکا ہے اگر دین کا درد اور اپنا
 غم ہے تو اسی کو کام میں لانا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے اگر وہ دولت و نعمت یعنی مردان
 خاص میسر نہیں ہیں پھر بھی بوڑھی عورتوں کے چراغ کی طرح کی روشنی تو ہے۔
 از بخت بدم اگر فرزند خورشید از نور رخت مہا چراغ گیرم
 (اگر مری بدبختی سے سورج ڈوب چکا تو اے چاند سے محبوب تمہارے چہرے کی چمک سے چراغ کا کام
 لوں۔) اور اگر یہ بھی فوت ہو جائے تو پھر ادبار مادر زاد پیدائشی بدبختی کی کیا مدد
 ہرچہ استاد در پیشہ براند طفل در کتب آں تواند خواند

(جو کچھ استاد نے لکھ دیا ہے لڑکا کتب میں وہی پڑھے گا۔)

والسلام
 شرف منیری



مکتوب نمبر ۱۵۸

توبہ، قناعت، وضو اور تمہت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شہنوی

نفس قانع گر گدا ئی می کند در حقیقت بادشاہی می کند

گر ترانہ مانے و خلقا نے بود بر تخت ہر موعے سلطانی بود

(قناعت یعنی تھوٹے پر خوش رہنے والا اگر گدا ئی بھی کرے تو حقیقتاً وہ بادشاہی کرتا ہے اگر ترے

پاس ایک روٹی اور پھٹا ہوا کپڑا ہو تو تیرے بدن کا رواں رواں بادشاہ ہوتا ہے۔)

فرزند اعز انام سلیمان اسلام و دماء کاتب حروف شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطلقہ کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ برادر ممولینا مظفر نے اس فقیر سے آپ کے اشتیاق طاقات اور دین کے غم و اندوہ کا جو آپ کو ہے اس کا تذکرہ کیا اور طاقیہ کے لئے التماس کی اسی بنا پر شائع رضوان اللہ علیہم کا طاقیہ بھیجا جا رہا ہے۔ اول تو بے نفع و بیگانی کی توبہ کیجئے اور دل کو دنیا سے سرور کیجئے فقر و فاقہ اختیار کیجئے اور اسی پر قناعت کر لیجئے اور اسی ملک و بادشاہی تصور کیجئے جیسا کہ انبیاء و اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہم کے صفات روشن منے گئے ہیں۔ ان لوگوں کا طاقیہ نہیں اور دو گانہ شکر ادا کریں اور ہمیشہ با وضو رہیں جس وقت وضو کی ضرورت ہو وضو کریں خواہ کتنا ہی پانی ٹھنڈا ہو کسی ہی سخت سردی ہو ایک لحوہ ایک گھڑی بھی بے وضو نہ رہیں اور اس کام کا اچھی طرح خیال رکھیں اس حد تک کہ پانی کا ایک گھونٹ اور روٹی کا ایک لقمہ بھی بے وضو نہ کھائیں جس وقت حاجت ہو وضو کر لیا کریں اور دو رکعت شکرانہ وضو ادا کریں۔

اور اس امر میں پوری کوشش کریں کہ اپنے حرکات و سکنات کو اس جماعت صوفیہ کے حرکات و سکنات میں تبدیل کر لیں کہ اسی کو گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہو جاتی ہے تو ہر وہ شکل

جو اس راہ میں ہے وہ سب حل ہو جاتی ہے۔ مثنوی سے
 اوصاف ذیسمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد
 اور ہمت بلند کھنسی چاہئے اگر یہ گھر میں روٹی کا ایک ٹکڑہ نہ ہو کیوں کہ مرید بے ہمت کسی مقام
 میں نہیں پہنچتا مثنوی سے

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است گر گدائی می کند شاہ آمدہ است
 (جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا ہے وہ اگر بیک منگافقیر بھی ہو تو وہی بادشاہ ہو جاتا ہے)
 عاقبت و خاتم ہمارے اور تمام مسلمانوں کی بخیر ہو۔

والسلام
 شرف منیری



مکتوب ۱۵۹

تبدیلی صفات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرزند عزیز سلیمان! کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔
 جب تم فرزند مشائخ قدس اللہ ارواحہم کے طاوہ سے مشرف اور متجلی ہو چکے ہو تو دن بدن بری
 خصلتوں کو اچھی صفتوں سے بدلنے کی کوشش کرتے رہو کیوں کہ مذہب تصوف میں اصل کام یہی
 ہے اسی کو کسی نے کہا ہے۔ شعر سے

اوصاف ذیسمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

(جب بری خصلتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو حق تعالیٰ تیرے اندر بھیں وہ سب حل ہو گئیں)
 اور اس کو اس جماعت کے لوگ گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہو گئی تو اس میں اہل
 طریقت کے کام کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو گردش کہتے ہیں جب اتنا بھر حاصل
 ہو گیا تو عادت پرستی سے حق پرستی تک تم پہنچ گئے۔ اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ شعر سے

آن ہوائے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بودند دیں باشد
 (وہ آرزو جو اس سے پہلے رہی ہے وہ سب رسم و عادت تھی دین نہ تھا۔)
 لیکن چاہئے کہ تدریجاً ہوتا کہ حاصل ہو جائے اور اس پر استقامت ہو انشاء اللہ۔
 چار رکعت چاشت کی نماز ادا کیا کرو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی ایک
 بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی جائے۔ اور چار رکعت ادا بین پڑھا کرو پہلے دو گانہ کے ہر رکعت
 میں بعد سورہ فاتحہ قل یا ایہا الکافرون یا پنج بار اور دوسرے دو گانہ کی پہلی رکعت میں سورہ
 فاتحہ کے بعد سورہ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطلاق اور دو گانہ
 عشر کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ادا کیا کرو پہلے دو گانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
 سورہ اخلاص دس مرتبہ جب سلام پھیر دو تو سو بار نہایت رقت کے ساتھ یا وختاب پڑھو پھر
 اٹھ جاؤ دوسرا دو گانہ ادا کرو ہر رکعت میں وہی قرأت ہوگی جو پہلے دو گانہ میں بتایا گیا سلام
 کے بعد سو بار یا فتاح۔ پھر چھ رکعت تہجد کی آخرات میں ادا کرو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ
 کے بعد آیتہ الکرسی ایک بار دوسری رکعت میں امن الرسول آخر سورہ تک۔ اور دوسرے
 وقتوں میں خواہ تنہائی میں ہو یا مجمع میں ذکر لا الہ الا اللہ میں مشغول رہو۔ اور حد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں۔ شر سے

در ذات مقدست کے راہ نیست وز عین تو ایچ کس آگہ نیست
 سرمایہ رہ رواں کہ راہت طلبند جز گفتن لا الہ الا اللہ نیست
 (تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیرے عین، گنہ سے کوئی شخص آگاہ نہیں، اس راہ کے
 چلنے والے جو تیری راہ کی طلب میں ہیں، ان کی پونجی بحر ذکر لا الہ الا اللہ اور کچھ نہیں۔)

والسلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۶۰

بندگی کرنے اور مشغولی طائف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شعر: راہ دور است اے پیر شیار باش خواب با تو رفتن و بیدار باش
(راہ ایسی ہے اے لڑکے ہوشیار رہ۔ نیند اپنی پاس سے دور کر دے اور بیداری اختیار کر)

اما آج الدین! دعاء خاص

آں برادر کا خط ملا نظر سے گذرا۔ اے عزیز زنجب کوئی ولیوں کی خلعت سے شرف ہوتا ہے
اور ان کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو اس کو بقدر اپنی وسعت اور طاقت کے ان کی اتباع کے بغیر
نہیں ہے تاکہ ان کے وقت پاک کے برکات اس کا دامن بھر دیں اور خواہش پرستی سے خدا پرستی
تک پہنچا دے۔ سہ

آں ہواے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

از سر دینداری اے بے پاوسر راہ دیں این است زیں رہ در گذر

نیست کن ہر چہ رہ و راے بود مآدلت خانہ خند اے بود

اس سے پہلے دل میں جو خواہشیں ہوں گی وہ سب رسم و عادت ہوں گی دین نہیں۔

اے بے ڈھنگے دینداری کے خیال سے اس راہ میں داخل ہوا اس لئے کہ دین کی یہی راہ ہے۔

جو کچھ تیری رائے اور تیری راہ ہے ان سب کو مٹا دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔

اے عزیز اگرچہ بندہ کا کاروبار خداوند عزوجل کے فضل پر ہے اس کے باوجود بندہ کی جانب

سے جدوجہد ضروری ہے تحقیقاً لایعوبودیتہ بندگی ثابت کرنے کے لئے تاکہ اس کے لئے نواز

کا دروازہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ کہا ہے۔

لیک جدوجہد می باید ترا تا در ایں گنج بکشايد ترا

(لیکن تیرا جانب سے کوشش و کاوش ضروری ہے تاکہ اس خزانہ کا دھماکہ ترے لئے کھول دیا جائے۔)

پہلی چیز یہ کہ رات دن ہر وقت با وضو ہو اگرچہ موسم سرد ہو اور پانی کتنا ہی ٹھنڈا ہو نفلت میں درویش کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ روٹی کا ایک ٹکڑا یا پانی کا ایک گھونٹ بھی بے وضو پیئے اس بات کا کافی خیال رکھنا ہے کیوں کہ اس میں فوائد بہت زیادہ ہیں اور ہر مرتبہ جب بھی وضو کرے تو دو گانہ شکر و وضو ضرور ادا کرے۔ اور اشراق کی دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ چاشت کی چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون پانچ بار اور دوسرے دو گانہ میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطارق اور تیسرے دو گانہ کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات بار اور سورہ قلق اور سورہ والناس ایک ایک بار۔ عشا کی نماز کے بعد وتر سے پہلے دو گانہ ادا کرے پہلے دو گانہ میں سورہ اخلاص دس بار سلام کے بعد سو بار یا ذھاب۔ اور دوسرے دو گانہ میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس بار سلام کے بعد سو بار یا فتاح پڑھے۔ اور تہجد بارہ رکعت ہے چھ سلام کے ساتھ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی خالص تک اور دوسری رکعت میں امن الرسول آخر سورہ بقرہ تک اور اس درمیان میں جودل چاہے اس کا وظیفہ کرے اور ہاں تہجد کے بعد سو بار استغفر اللہ من کل ذنب و اتوب الیہ پڑھے۔

اے عزیز اس باب میں اصل چیز دنیا کا ترک ہے۔ ثنوی۔

ترک دنیا گیر و کارے حرک ساز	راہ بس دور است رہ را برک ساز
گر ترا دیں باشد از دنیا مناز	ہر دو با ہم راست نیاید کژمباز
صد جہان علم با معنی بہم	دو رخ آرد باریا دنیا بہم
گردت آگہ ز معنی آمدہ است	کار و نیت ترک دنیا آندہ است
ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد	نور مطلق گشت گرچہ خاک شد

(دنیا کا ترک اختیار کرو کام کو آسان بناؤ راہ بہت لمبی ہے اسے طے کرو۔ اگر تمہیں دین چاہیے تو دنیا پر نازاں نہ ہو، دین و دنیا با ہم راست نہیں آتے اس کج فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ اگر سو جہان کا علم معنی کے ساتھ جمع ہو جائے تو عذاب کا بوجھ لے آئے گا یا دنیا لا کر اٹھا کر دیگا

اور اگر تمہارا دل سنی سے آگاہ ہو چکا ہے تو دنیا کا ترک تمہارا حال ہو کر تمہارے دین کا کام بن گیا ہے۔
 ہر وہ آدمی جو اس دنیا سے پاک ہو اور نور مطلق ہوا اگرچہ خاک ہو۔
 یہ چند فوائد جو اس مکتوب کے تحت آگئے ہیں حضرت شیخ عظیم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نے
 مسالوں کے سوال کے جواب میں اور کچھ رغبت دینے اور دلانے کے لئے فرمایا ہے۔
 عاقبت دعا تمت بخیر ہو۔



والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۶۱

خواجہ مہذب علیہ رحمت کے سوال کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آزرا کہ جنال جمال باشد گر ناز کند حلال باشد
 و آنکس کہ چنین جمال بیند عاشق نشود و بال باشد
 در عالم خویش عاشقان را گر بارود محال باشد
 از منج جمال خوب و الله نقصان نبود کمال باشد

(وہ جو ایسا صاحب جمال ہوتا ہے اگر وہ ناز کرے تو اس کے لئے حلال و جائز ہے،
 اور وہ جو یہ حسن و جمال دیکھ لے عاشق نہیں ہو تو اس کے لئے وبال ہی وبال ہے،
 اور اگر اپنے بارگاہ حسن میں عاشقوں کو باریابی دے تو یہ محال ہے، اور اس حسن و جمال
 سے حجاب، قسم ہے اللہ کی خوب ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ کمال حسن ہے)

برادر عزیز خواجہ مہذب کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعا و مطالعہ کریں۔
 واضح ہو آن برادر کا خط پہنچا مٹا نہیں آیا، سوال معلوم ہوا۔ اسے برادر جب یہ قاعدہ
 تمہیدی ہے کہ الامتظار موت الاحمر (انتظار سرخ موت ہے) بیچارے محب کو انتظار

کی قوت کہاں لازماً جس کا وعدہ ہے اس کو مفقود پاتے ہیں اور جس کا وقت مقرربے اس کو موجود جانتے ہیں۔ قلق و اضطراب میں کہہ اٹھتے ہیں۔ شعر

یا مراد من بدہ یا فارغ من کن از مراد وعدہ فردا رہا کن یا چاہا کن یا چہن

(یا میری مراد دیکھئے یا مراد سے فارغ کیجئے، کل کا وعدہ چھوڑ دیکھئے یا یہ کیجئے یا وہ۔)

’جواب میں‘ غیب سے ندا آتی ہے تمہاری خواست اور میری خواہش۔ ہو گا وہی جو میں چاہوں گا۔ سبحان اللہ! اے برادر اشتیاق موسیٰ علیہ السلام کے اشتیاق کے مثل نہیں، سوز موسیٰ علیہ السلام کے سوز جیسا نہیں، درو موسیٰ علیہ السلام کے درد کے مانند نہیں، دعاء موسیٰ علیہ السلام کی دعاء جیسی نہیں، اس کے باوجود اُن کو جواب لے کر آئی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) ملا۔ اسی معنی میں کسی نے کہا ہے۔ قطعہ

چوں عاشق خاص راز حضرت بر فور جواب لے کر آئی

اے دوست بدایاں کہ درخور ما چوں ویرانی و شبانی

(جب ایسے عاشق خاص کو اس بارگاہ سے فوراً جواب میں نہ آئی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا گیا)

تو اے دوست ہمارے تمہارے حق میں یوں، ووں، ایسے، ایسے اور چرواہی کے سوا کیا ہے)

اور یہ نہ تنہا ہم کو اور آپ کو ہے بلکہ سب کے لئے یہ مصیبت داندہ ہے۔ وہ جو اس

دنیا سے جا چکے اور گور میں آرام فرما، میں کل قیامت میں جب قبر سے اٹھیں گے سب اسی مصیبت و اندوہ کے ساتھ اٹھیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔ قطعہ

ز درد دیں ہمہ پیران رہ را محاسنہا بخون دل خضاب است

ہمہ مردان دیں رازین مصیبت جگر آتشہ و دلہا کباب است

(دین کے اس درد میں سارے پیران راہ کے ریش ان کے دل کے خون کے خضاب سے رنگین

ہیں اور اس مصیبت سے تمام مردان دین کے جگر آتشہ اور دل جل بجھ رہے ہیں۔)

ایک بزرگ اسی حال میں نالہ کرتے ہیں اور دل کے درد سے کہتے ہیں۔ ایک قوم وہ ہے

جس کو پتھر کے بتوں کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے اور دوسری قوم کو رنگ و بو میں ڈال دیا، ایک

قوم کو جستجو و تلاش میں لگا دیا، اور ایک قوم کو گفتگو و بحث و مباحثہ میں مبتلا کر دیا، والحق

عزیز الطریق لعید و سید الخلق قیل و قال (وہ حق تعالیٰ بڑی عزت والا ہے اور اس تک

راہ بڑی لمبی ہے لوگوں کے پاس سے بحر قیل و قال اور کیا ہے) اسی کو کہا ہے۔ رُبای س

گر در غم تو نیست شوم نیگی نیست مدیاں تیرا زوئے تو چوں نیگی نیست

من در طلب تو از تو ام ایگی نیست مورا رفلک پیر مرند جیگی نیست

(اگر میں ترے عشق میں فنا ہو جاؤں تو کوئی شرم کی بات نہیں۔ اگر ترے ترازو میں سینکڑوں جانیں

رکھی جائیں تو بے وزن ہیں میں تری جستجو میں پریشان ہوں اور مجھ پر کوئی عنایت نہیں ہے اگر آسمان

نیکو حیونئی نہیں اڑ سکتی تو کوئی بھگڑے کی بات نہیں۔)

آدی جب آئینہ دیکھتا ہے تو اپنی صورت نظر آتی ہے قیاس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاتھ

بڑھاؤں اس صورت کو بیکار کر اپنے قبضہ میں کر لوں ساری عمر اس کوشش میں اس کی گزر جائے

پھر بھی یہ طیسر نہیں ہو سکتا اسی کی جانب یہ اشارہ ہے جو کہا ہے۔ شعر س

در عشق تو صد ہزار عمر آبدار رفتند و نیافتند از وصل اثر

(اگر تیرے عشق میں سو ہزار عمر بسر ہو جائے تلاش و جستجو کرتے رہیں ترے وصل کا نشان تک نہیں پا سکتے)

اے عزیز! جباری و قہاری اور عزیزی محبوب کی صفت ہے وہ کسی کے فرمان و حکم میں نہیں

تو یہاں یہی صادق آتا ہے جو اس بزرگ نے کہا ہے لا سبیل اللہ الیہ ولا ید منہ وللعباد

الیوم عرفانہ وعند اغفرانہ ورضوانہ (اللہ کا راستہ اس کی طرف نہیں ہے اور اس سے

مفر بھی نہیں ہے آج بندہ کے لئے اس کی معرفت ہے اور کل اس کی مغفرت اور اس کی رضاء ہے۔

اور آج بندہ کے لئے اس کا عرفان اور کل قیامت میں اس کے لئے اس کا عفو و غفران ہے لیکن

حقیقت صمدیت و ستر احدیت بشر کے ادراک اور عقل مختصر کی دریافت سے پاک ہے جیسا کہ

کہا ہے۔ قطع۔ س

ہزار عاشق آمد بطح صحبت ما نثار کرد دل و دیدہ خادمان مرا

ہمہ زانہ و تیمار عشق سوخت گشت کہ کس نہ دید و نہ آنت کس نشان مرا

(ہزاروں عاشق ہم سے ملنے کی تمنائیں آئے اور سفارش کے لئے ہمارے نوکروں پر اپنا دل اور

اپنی آنکھیں تصدق کر دیں۔ سب اس کی جدائی کی آگ میں جل کر خاک ہو گئے۔ ایسا کہ ان کا نام و

نشان بھی کسی نے نہ دیکھا۔)

سبحان اللہ اے بھائی! پاک ہے اس کی ذات واللہ یدہوالی داد اللہ سلام

(اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) کی ندائے ایک شمع روشن کی گئی ہزاروں ہزار بیچارہ محبوب نے پروانہ وار خود کو اس شمع پر ڈال دیا اور جل بھن گئے ذرہ برابر اس شمع کی نو پر نہ کمی ظاہر ہوئی اور نہ زیادتی پیدا ہوئی۔ اسی حال میں روتے ہیں اور نالہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ رباعی۔

فرماں براغم کہ بیچ فرماں نبرد غم خوارہ آنم کہ غم من نہ خورد

من جو روح جفا اول بعد جان محرم او ہر دو فائے من بیک جو نخرد

غور و تامل کافی کیجئے یہاں تک کہ اپنے سوال کا جواب پالیں۔ عاقبت بھی بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

شرف منیری



مکتوب ۱۶۲

روح کا بیان دوسری عبارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے برادر! جانو روح کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اکثر کا یہ خیال ہے کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خود کلام مجید میں فرمایا ہے وَلِیْسَ لَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلُوبٌ مِّنْ اَمْرِ دِی (آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم میں ہے) اس سے زیادہ حضور کو حکم نہیں ہوا جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قل الروح من امر ربی سے زیادہ بیان کرنے کا حکم نہیں ہوا تو حضور کے علاوہ کسی غیر کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس سے زیادہ کچھ اور کہے، اور جمہور رضوان اللہ اسی کو اختیار کئے ہیں کہ روح کے بارے میں قل الروح من امر ربی کی مقدار سے زیادہ گفتگو نہ کی جائے بس اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

لیکن کچھ ایسے بھی ہیں کہتے ہیں کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنے میں کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے بارے میں قل الروح من امر ربی کی

مقدار سے زیادہ کچھ نہیں کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل تھی کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور کو اُمتی بنایا تھا حضور نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا یہ اُمتی ہونا حضور کی نبوت کی دلیل تھی، لیکن اور دوسرے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کے لئے روح کے باب میں گفتگو کرنا جائز ہے چنانچہ اسی بنا پر کہتے ہیں کہ ہر شخص روح کی صفتوں اور اس کی تاثیر میں گفتگو کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر عتابی میں آیا ہے کہ روح اس صفت پر ہے کہ اگر نفس کا حجاب اٹھ جائے تو دونوں جہان اس کی نظر میں آجائیں اور کونین میں کوئی چیز اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے اور اس کا تصرف ہر چیز میں نافذ ہو۔

لیکن خداوند جلّ علانے جسمانی کو روحانی پر غالب گردانا ہے یہاں تک کہ اس کا دیکھنا اور اس کا تصرف ناقص ہو گیا جیسا کہ کسی نے اپنے عالم میں کہا ہے۔

دل مغز حقیقت است تن پوست بہیں در کسوت روح صورت دوست بہیں
ہر چیزے کہ آن نشان ہستی دارد یاسایہ نور دوست یا دوست بہیں
دل حقیقت کا مغز ہے جسم کو پوست سمجھو۔ روح کے جامہ میں دوست کی صورت کا مشاہدہ کرو
ہر ایک چیز اس کے ہستی کا نشان دیتے ہیں۔ یا اس کو اس کے نور کا سایہ سمجھو یا وہی ہے یہ جانو۔
حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ فرشتے اگرچہ لطیف ہیں ایسے کہ پلک مارنے سے بھی کم وقفہ میں جہاں چاہیں پہنچ سکتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ وہ حرکت کے محتاج ہیں روح کے لئے حرکت کی حاجت بھی نہیں حرکت اس کے کمال کے منافی ہے لطافت کا کمال روح انسانی کو حاصل ہے انسان کی روح انتہائی لطیف ہے کوئی مخلوق لطافت میں اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی، عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی ذرہ اس سے دور نہیں اس کو حرکت کی حاجت نہیں ہے۔ ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ دنیا و آخرت روح کے نزدیک برابر ہے۔

اور تفسیر لطائف میں اللہ تعالیٰ کا قول الرحمن علی العرش استوی (وہ بڑی رحمتوں والا عرش پر قائم ہوا) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش آسمان میں تو معلوم ہے زمین میں اس کا عرش اہل توحید کے قلوب میں آسمان کا عرش فرشتوں کی طواف گاہ ہے، عرش زمین لطائف کی طواف گاہ ہے۔ آسمان کے عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں و سجّل

عَدِشَ رَبِّكَ فَوَقَّعَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةً (اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز اٹھ فرشتے اٹھاتے ہوں گے) اور دل کے عرش کو خداوند جلّ علاہ اٹھائے ہوئے ہے۔ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُرُودِ الْحَرِّ (اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سواری دی) آسمان کا عرش خلق کی دعاء کی قبولیت کی جگہ ہے اور دل کا عرش حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے تو ان دونوں عرشوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔

اور اکہ ازیں سخن نشان است عنقا صفت ازیں نہاں است

ہر دل کہ برد در کشاوند تو قیع دلا تیش بدادند

ایک جماعت کا قول ہے کہ روح 'دل' اور نفس و عقل یہ چاروں ایک ہی ہیں کیوں کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے قالب اور روح۔ لہذا حشر و نشر روح و قالب کے لئے ہے اور ثواب و عذاب بھی اسی قالب و روح کو ہے پس از روئے حقیقت یوں ہے کہ روح کے چار حال ہیں ہر حال کی مناسبت سے اسے ایک نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک حال کی نسبت سے اسے نفس کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے دل کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے عقل اور ایک حال کی نسبت سے روح کہتے ہیں اور یہ سب اپنی ذات سے ایک ہی چیز ہے نام کی زیادتی تسمیٰ کی کثرت کا تقاضا نہیں کرتے اور روح اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں یا مختلف وہ مختلف ہے بعضوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں اور کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں مختلف ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کسی ایک میں ایمان و جود میں آتا ہے اور کسی دوسرے میں کفر تو میں نے جانا کہ ہر ایک کی حد و حقیقت دوسرے سے مختلف ہے اور وہ قائل کہتا ہے کہ حد و حقیقت متحد ہے کہتے ہیں کہ افعال کا اختلاف مزاج کے اختلاف کی رو سے ہے چوں کہ مزاج مختلف ہوتے ہیں تو یقیناً افعال بھی مختلف ہوں گے پس افعال کا اختلاف اسی رو سے ہے نہ یہ کہ اختلاف حد و حقیقت کی جہت سے۔ اور رسالہ اخرویہ میں عبارت آئی ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا روح بدن میں حال ہے جیسے ظرف و برتن میں پانی کا حلول یا جوہر میں عرض کا حلول ہوتا ہے یا خود جوہر ہے قائم بنفسہ اگر جوہر ہے قائم اپنی ذات سے تو متیج ہے یا غیر متیج اگر متیج ہے تو اس کا مکان کون ہے دل ہے یا دماغ یا کوئی دوسری جگہ ہے اور اگر متیج نہیں ہے تو جوہر غیر متیج کیسے ہوگا۔ حضرت امام غزالی

نے فرمایا یہ سوال روح کے سترے ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا اہلوں پر اس رائے کے منکشف کرنے کی اجازت نہیں ہوئی ہے۔ اگر تم اہل ہو تو سنو کہ روح جسم نہیں ہے اور نہ بدن میں وہ حلول کئے ہوئے ہے جس طرح برتن میں پانی حلول کئے ہوئے ہوتا ہے اور نہ وہ عرض ہے اور نہ وہ دماغ میں اور نہ دل میں حلول کئے ہوئے ہے جس طرح کہ سیاہی سیاہ میں بلکہ روح جو ہر ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانتی ہے اور اپنے خالق کو بھی اور معقولات (عقل کی باتوں) کو بھی پالیتی ہے اور عرض ان صفات سے موصوف نہیں ہوتا۔ جسم بھی نہیں ہے کیوں کہ جسم تقسیم کے قابل ہوتا ہے عقلاً کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جزو لا یتجزی ایسا جزو ہے کہ جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ تقسیم کو قبول نہیں کرتا جب یہ معلوم ہو گیا کہ تقسیم پذیر نہیں ہے اگر متجزی ہوتی تو تقسیم پذیر بھی ہوتی اور اس کی نفی ہے۔

اس کے بعد پھر لوگوں نے سوال کیا جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی صورت کیا ہے؟ داخل ہے جسم میں یا اس سے خارج ہے یا جسم سے متصل ہے یا منفصل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ بدن سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے اس لئے کہ متصل کے صحیح ہونے کی شرط اتصال کی صفت سے ہے۔ اتصال انفصال خروج و دخول سے متصف ہوتا ہے اور یہ صفت جسم کو ہے۔ بحر و ایاں اور دونوں روح سے منتفی ہے پس اس کو انفکاک ہو گا ان چند چیزوں سے جیسے جماد کہ جسے نہ علم کی صفت ہے اور نہ جہل کی اس لئے کہ شرط صحت اتصاف بعلم و جہل ویلے ہے جیسے حیات منتفی ہے ضدین بھی منتفی ہے۔ یہ اور اس کے مانند بہت ساری مثالیں کتابوں میں مذکور ہیں بشر میں بھی اور نظم میں بھی لیکن کسی شخص نے روح کی حقیقت ماہیت میں ایک بات بھی نہیں لکھی یہ دروازہ بند ہے۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ثنوی

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرون تو مشوقے دگر

چوں برونی نور عقل و معرفت نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است آہنہ در تو محقق آمدہ است

(مجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں اتجھ سے باہر کوئی مشوق نہیں چوں کہ تو عقل و معرفت کا ہر اس لئے تو شرح و بیان میں سکتا

ہے اور نہ تری توصیف ہی ہوتی ہے توحید مطلق میں جو کچھ حقیقاً وہ سب ترے ہی اندر ہے۔) والسلام

مکتوب ۱۶۳

ترقی روح انسانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو کہ انسان کی روح نے جب انبیاء کی تصدیق کی تو وہ انسان ایمان کے مقام میں پہنچا اس کا نام مومن ہوا اور جب انبیاء کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں گزارا تو عابدی کے مقام میں پہنچا عابد کہلایا اور جب اس نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور ترک جاہ و مال کیا اور لذات بدنی سے آزاد ہوا تو زہد کے مقام میں داخل ہوا اس کا نام زاہد ہوا اور جب اس زہد کے ساتھ ساتھ خدا کو اور خدا کی صفات اور اس کے اسماء و افعال کو پہچانا اور اشیاء و اشیاء کی حکمتوں کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق ہو جانا اور دیکھ لیا تو مقام معرفت میں پہنچا اس کا نام عارف ہوا اور جب اس معرفت کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنی محبت اور الہام کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ ولایت میں داخل ہوا اور اس کا نام ولی ہوا اور جب محبت و الہام کے وجود کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی اور معجزہ کے لئے مخصوص فرمایا اور اُن کو خلق کے پاس پیغام لے جانے والا بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کو دعوت دیں نبوت کے مقام میں پہنچے ان کا نام نبی ہوا اور جب وحی و معجزہ کے ساتھ ساتھ ان کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام رسالت میں پہنچے ان کا نام رسول ہوا اور جب کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ پہلی شریعت کو منسوخ کیا اور دوسری شریعت قائم کی اور الواعزم کے مقام میں پہنچے اُن کا نام الواعزم ہوا اور جب باوصف اس کے کہ پہلی شریعت منسوخ کی اور دوسری شریعت قائم فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ختم نبوت کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام ختم میں پہنچے ان کا نام خاتم ہوا۔

اور اہل شریعت کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ہر نو مرتبہ عطائی ہیں اور ہر ایک کا مقام

معلوم ہے سعی و کوشش سے بھی اپنے مقام سے نہیں بڑھ سکتے ہاں اہل حکمت یعنی حکماء کہتے ہیں کہ یہ نو درجے اور مرتبے کسی ہیں اور کسی کو بھی کسی کا مقام و مرتبہ معلوم نہیں اور ہر شخص کا ہر مقام ان کے علم اور ان کی طہارت کی جزا ہے جو شخص اس قالب میں علم و طہارت زیادہ حاصل کرتا ہے اس کا مرتبہ بالاتر ہوتا ہے۔

اور اہل وحدت کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر ہی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اگر کسی صاحب استعداد آدمی کی ہزار سال عمر ہو اور اس ہزار سال کی عمر میں مجاہدہ کرتا ہے اور سیر میں ہو تو وہ ہر روز ایک نئی چیز کا علم حاصل کرے کہ اُس سے پہلے وہ اس چیز سے آگاہ نہ تھا اور وہ پائے ایسی خبر کہ اس سے پہلے اس نے اس کو نہ پایا ہو یہ اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی انتہا نہیں ہے اور اسی جہت سے کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر و پیدا نہیں ہے۔



والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۶۴

دل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی! تم جانو کہ دل ہے کیا اور دل کس کو کہتے ہیں؟ ان فی ذلک جنات اور جو کھڑے مکوڑے کی جگہ ہے وہ دل نہیں ہے بلکہ دل وہ جگہ ہے جس میں قرآن کی سورۃ ق ماکوۃ ۱۷ میں یہ آیت یوں ہے۔ ان فی ذلک لَذِکْرِیْ لَمَنْ کَانَ لَهُ قَلْبٌ (اس میں اس کے لئے عبرت و نصیحت ہے جس کے پاس فہم دل ہے) ہر آدمی کے پاس دل نہیں ہے اگر ہوتا تو یہ قول درست نہ ہوتا اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا اس کو بیدل کہا گیا ہے۔ اور وہ دل جو گوشت کا لو پھڑا ہے کہ جسے سینہ کی ہڈیاں احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اس کو حقیر سے مطلب نہیں بلکہ اس بستر سے غرض ہے کہ جو عالم امر

ہے یہ گوشت عالم امر سے نہیں ہے یہ عالم خلق سے ہے دل اس کا عرش ہے سینہ اس کی کرسی اور دوسرے تمامی اعضاء اس کے عالم مملکت ہیں۔ اور خلق و امر و دنوں خدا ہی سے ہیں لیکن وہ سر کہ جس کے بار میں حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح مرے رب کے حکم میں ہے) وہ بادشاہ و امیر ہے یہ اس لئے کہ عالم امر اور عالم خلق کے درمیان فرق ہے۔ عالم امر عالم خلق پر بادشاہ ہے اور وہ لطیف ہے کہ جب صلاح و خیر پر ہوتا ہے تو اس کے سارے بدن خیر و صلاح پر ہوتے ہیں۔ تو جس شخص نے اس لطیف کو پہچان لیا خود کو اس نے پہچان لیا اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اور جب بندہ اس مقام میں پہنچتا ہے تو بوستان معنی کے مبدار کی خوشبو میں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ان اللہ اخلق آدم علی صورتہ (ہم نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) میں ہے وہ لے پالیتا ہے اور رحمت کی آنکھ سے دیکھتا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر لفظ میں پڑے ہوئے ہیں۔ دل کا قصہ بیان میں نہیں آسکتا جس طرح روح کی حکایت بیان میں نہیں آسکتی۔

اے بھائی دل کی صفت یہ ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من خلس

اللہ اربعین صباحاً ظہرت ینابیع الحکمة بین قلبہ علی لسانہ الاخلاص فی الطاعة ترک الریاء الینبوع العین وجمعه ینابیع الحکمة المعنی الذی لاجلہ المصنوع الفقہ الوقوف علیہ والمعنی ان من عبد اللہ اربعین صباحاً علی الاخلاص و ترک الریاء اظہر الیہ عیون الحکمة فی قلبہ ثم اجری من قلبہ علی لسانہ حتی یکون ناطقاً بالحکمة والصواب ولا سلم من فی السموات والارض اے القاد والہ اہل السموات وہم الملائکة طوعاً و اہل الارض بعضهم طوعاً وہم من ولد وافی الاسلام و بعضہم کرہاً وہم من ادخلوا من دار الحرب و کان اسلامہم کرہاً ثم صار طوعاً (جس نے غلوں کے ساتھ چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دئے۔ حکمت کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر) اس کی زبان پر ظاہر ہوں گے طاعت میں اخلاص کے معنی زیادہ نالاش کا ترک کرنا ہے نبوع بمعنی چشمہ اس کی جمع ینابیع ہے۔ حکمت سے مراد وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بنایا ہے۔ فقہ کے معنی اس مقصد کی واقفیت۔ پوری عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اللہ کی عبادت چالیس دنوں تک اخلاص کے ساتھ کیا اور بھلاؤ

دنمائش کے جذبہ سے خالی ہو کر کی تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری فرمادیتا ہے پھر قلب سے نکال کر اس کی زبان پر جاری فرماتا ہے یہاں تک کہ اس کا کلام حکمت و صحت پر مبنی ہو جاتا ہے۔ اور لفظاً اسلام لے آتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی اللہ کے مطیع ہوتے ہیں آسمانوں والے یعنی فرشتے برضا و رغبت اور زمین والے بعض تو برضا و رغبت اور یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور بعض بے دلی سے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دار الحرب سے داخل ہوئے اور ان کا اسلام بے دل سماعتاً پھر وہ خوش دلی سے ہو گیا۔)

اے بھائی! جس طرح نفس کے انوار مختلف ہیں کسی وقت زرد کسی وقت سبز اسی طرح دل کے انوار بھی مختلف ہیں کسی وقت سفید ہوتا ہے کسی وقت زرد ہوتا ہے کسی وقت سُرخ لیکن نور سبز وہ حجاب ہے کہ اس کے بعد حجاب نہیں ہے یعنی اس کے بعد حجاب نہیں ہے عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

شرف مینری



مکتوب ۱۶۵

ذکر کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو جب مرید ذکر میں صادق ہوتا ہے تو اس کے دل میں ایسی آگ پیدا ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ ان سب کو جلا دیتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ذکر کا مزہ اس کے ذائقہ میں آتا ہے اور طرح طرح کی خوشبوئیں مشک، عنبر، اور کافور کی اس کے شامہ میں مشرق و مغرب سے پہنچتی ہیں اور یہ چکھنے کی بات ہے کہنے کی نہیں (یعنی اس کا مزہ وہی جانتا ہے جس نے چکھا ہے یہ بتلانے کی بات نہیں) اور کہا گیا ہے کہ زبان کا ذکر کبھی ہے اور قلب کا ذکر و سوا اس۔ اعمال میں سب سے افضل عمل ذکر ہی ہے اور ذکر کے تین

پوست ہیں پہلا پوست زبان کا ذکر ہے اور دوسرا پوست ذکر دل ہے تکلف کے ساتھ یعنی دل کو ذکر میں تکلف لاتے ہیں اور تیسرا پوست دل کا ذکر ہے طبع کے ساتھ یعنی بغیر تکلف کے دل کا ذکر ہوتا ہے اور چوتھا مغز ذکر ہے اور یہ جس کا ذکر کیا جاتا ہے (یعنی مذکور) کا غلبہ اور تسلط ہے دل پر۔ اور ذکر کا نہاں ہو جانا ہے اور یہی مطلوب مطلوب ہے اگر ذکر ایسا ہے تو یہاں پر ذکر فانی ہو جاتا ہے اس کی اپنی ذات کا اور کسی چیز کا بھی ظاہر و باطن احساس نہیں رہتا و ہذا عین الجمع والتوحید و انما التفارقة قبل ذالک مادام الذاکر فی مقام ذکر اللسان و ذکر القلب (اور یہ عین جمع و توحید ہے اور تفرقہ تو اس سے قبل اس وقت تک کہ یہ بت تک ذکر رسائی ذکر قلبی کی منزل میں رہتا ہے) تو اسی سے کہا ہے جس نے بھی کہا ہے کہ ذکر زبان بکواس ہے اور ذکر قلب بکواس یعنی چوتھے درجہ کی نسبت سے اور اس مرتبہ کے مقابلہ میں ذکر زبان و ذکر دل ہندیان و ہوس ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ہندیان و ہوس اس ہے کیوں کہ زبان اور دل کے ذکر میں ایک طرح کی تشویش ہوتی ہے انتشار رہتا ہے اور یہ تفرقہ ہے اسی بنا پر کہا ہے کہ ذکر زبان ہندیان اور ذکر قلب و ہوس ہے۔

نماز (یعنی تہجد کی نماز) حاجت برآری کے لئے نقل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آرزوئیں تھیں اور تمام آرزوئیں سب سے بڑی آرزو اُمت کی شفاعت کی تھی تو خداوند عزوجل نے حاجت پوری ہونے کے لئے آپ کو تہجد کی مناسزا ادا کرنے کی تاکید فرمائی تو تہجد کی نماز حاجت پوری ہونے کے لئے سب سے اولیٰ و برتر ہوئی۔ پانچوں وقت کے فرض نمازوں کی پابندی کے بعد جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی آرزو پوری ہونے کے لئے وعدہ ہوا ہے ایسا ہی جو شخص بھی ادا کرے گا تو اس کی حاجت پوری ہونے کی امید ہے۔

اور ایک دوسری نماز ہے خواجہ حضرت حاجتوں کے پوری ہونے کے لئے اور یہ آزمودہ ہے یہ نماز دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار اور قل یا ایہا الکافرون ایک بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار قل حوالہ ایک بار سلام کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم دس بار یا غیاث المستغیثین اغثنی دس بار اور یہ درود اللہم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم دس بار پھر حاجت چاہے اور یہ پڑھے "خداوند! بدست نفس در ماندہ ام مرا فریاد رس و از پیش من این حجاب بردار" امید ہے کہ جو حاجت بھی چاہے

وَالسَّلَامُ
فَقِيرَتُ شَرَفِ مَنِيْرِي



مکتوب ۱۶۶

نفس و خطرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے برادر! جانو! اہل طریقت کہتے ہیں کہ نفس قالب میں رکھا ہوا ایک لطیفہ ہے اور وہ جملہ بُرے خصائل اور ہلاک کرنے والی صفتوں کا محل ہے آدمی کے لئے اس نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے کیوں کہ آدمی کی ہلاکت اسی دشمن سے ہے اور یہ اسی کی جانب اشارہ ہے جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اعدی اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک (ترا سب بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے) کافر کو تلوار سے دور کیا جاسکتا ہے، شیاطین کو اپنے آگے سے لاحل و لا قوۃ الا باللہ سے ہٹایا جاسکتا ہے لیکن نفس کا فر ایک ایسا اندرونی دشمن ہے کہ اس کے ہٹانے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون و محفوظ نہیں اس کی تمام مراد و خواہش ہے جو خداوند تعالیٰ کی ہے اور اپنے اس دعویٰ میں وہ خدا کے ضد ہے اور اپنے مطلوب میں وہ خداوند تعالیٰ کے مطلوب کے خلاف ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سب لوگ اسی کی حمد و ثنا کریں نفس کافر بھی خلق سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ سب اُس کی تعریف و توصیف کیا کریں۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق سے طلب کیا ہے کہ سب اسی کے حکموں کو مانیں اور جس چیز کو منع کیا ہے اس سے دور رہیں نفس کافر خلق سے تقاضا کرتا ہے کہ سب لوگ اسی کے حکم پر چلیں اور جس چیز سے وہ منع کرتا ہے اس سے دور رہیں حق سبحانہ تعالیٰ لوگوں سے طالب فرماتا ہے کہ سب لوگ اس کے عطا

کرم کی توصیف کرتے رہیں نفس کا فر لوگوں سے چاہتا ہے کہ تمام لوگ اس کے سخاوت و داد و دہش کا گن گاتے رہیں۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتا ہے کہ سب کو اسی سے رغبت ہو سب اسی کی طرف مائل ہوں سب کو اسی سے خوف ہو یہ ساری صفیتیں اللہ جلّٰوہ علا کی ہیں اور حال یہ ہے کہ نفس کا فر بھی خود یہی دعویٰ کرتا ہے اور سارے لوگوں سے یہی سب کچھ چاہتا ہے اور جب تک یہ ساری صفیتیں آدمی میں کام نہ کریں خدائی کا دعویٰ اس سے سرزد ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ فرعون نے خود کو دیکھا کہ میں کوئی شخص ہوں، اور یہ صفیتیں نہ صرف فرعون ہی میں تھیں ایسا نہیں ہے کہ ہمارے تمہارے اندر نہ ہو۔ سارے لوگوں کے نفس میں یہی صفات ہیں اور تمام لوگوں کے نفس کو یہی دعویٰ ہے۔ ہاں اس نے اعلان کیا انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کیوں کہ اس جملہ پر اس کے مار ڈالنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا اس لئے کہ اس وقت اس کے مقابلہ کا کوئی دوسرا نہ تھا ہم لوگوں کا نفس اس لئے ڈرتا ہے کہ اگر اعلان کیا کہتا ہوں جس طرح اس نے کہا تو لوگ قتل کر دیں گے فرق یہی ہے کہ اس کی فرعونیت اعلان کیا کھلم کھلا تھی اور ہم لوگوں کے نفس کی فرعونیت پوشیدہ ہے اہل معرفت و اہل بصیرت ان سب آشنا ہیں اور ان سب کو دیکھے ہوئے ہیں۔

اے بھائی! نفس کے مکر سے سولے خداوند عز و جل کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا دعویٰ مسلمان کے باوجود اگر تم نے نفس کو ایک پل کی بھی مہلت دی اور موقع دیا تو وہ ہزاروں زنار باندھ دیگا اور ہزاروں بت تمہارے آگے لا کر ڈال دیگا۔ اگر ایک لاکھ برس تک نفس کے ساتھ تم مجادلہ کرتے رہو اور اس کو مغلوب رکھو اس درمیان میں ایک مرتبہ بھی اگر تم نے اس کی مراد پر قدم رکھا تو تمہارے سارے اسلام کو زمین پر دے مارے گا کسی وجہ سے بھی اپنے ساتھ بھلائی کرنے والا نہ جانو اور خود کو اس سے مامون و محفوظ نہ سمجھو جب وہ دعویٰ مسلمان کرے اور اپنی پاکی دکھلائے تو اس پر یقین نہ کرو اور اس کے دعویٰ سے مغرور نہ ہو جب تک کہ اس کا امتحان نہ کرو جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے عصمت و تاج نبوت کے باوجود اس کا امتحان کر لیا ہے۔ اہل اشارت نے یہ اشارہ دیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کے نفس نے دعویٰ طہارت کیا اور اپنی پاکی دکھلائی تو آپ نے اطمینان نہیں کیا اس کی طرف سے بدگمان ہی رہے جب تک کہ اس کا امتحان نہ کر لیا۔ بے شرکت ملک و بادشاہی

کی طلب اسی نفس کے امتحان کے لئے تھی کیوں کہ نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد سلطنت و بادشاہی ہے یہاں تک کہ حضرت سلیمان نے کہا دہبہ بلی مدحکا (اے میرے رب مجھے سلطنت دیجئے) اور جب کسی کی شرکت اس کے مال میں یا ملک میں ہو تو وہ کمال مراد میں نقصان دہی ہوتی ہے اسی وجہ سے کہا لا ینبغی لاحد من بعدی (جس میں میرے علاوہ کوئی شریک نہ ہو) تاکہ اگر نفس کا مکر و فریب چھپا ہوا ہو گا جب اپنی پوری مراد پائے گا تو یقیناً اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائے گا۔ چوں کہ یہ لوگ خداوند تعالیٰ کے حاصل الخاص بندے ہیں اسی خصوصیت کی بنا پر بلاشبہ انہیں کامل طہارت اور پاکیزگی حاصل ہے لیکن چوں کہ یہ لوگ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف ہیں اور نفس کے شر اور اس کی تمام آفتوں اس کی بلاؤں اور مکر سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اسے خوب جانتے پہچانتے ہیں اسی لئے اس پر یقین نہیں کرتے جب تک اس کا امتحان نہ کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسی سلطنت جو بے شرکت غیر تھی عطا فرمائی اس کے ہوتے ہوئے بھی ان کا حال ویسا ہی رہا جیسا کہ ملک و بادشاہی کے پہلے تھا وہ زمیل بانی تھیلے بننے کا کام کرتے رہے اور اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دو روٹیاں خریدتے ایک فقیروں کو دیتے اور ایک روٹی سے مسکینوں کیسٹا خود افطار کرتے اور فرماتے ”میں مسکین ہوں اور مسکینوں کا ہم نشین وہم نوالہ ہوں۔ اے بھائی! بزرگان دین اس نفس کا فر کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اسکے مکر و فریب اور دھوکہ سے کبھی غافل نہیں رہے خود کو ہلاکت پہنچاتے رہے اور کبھی اسکے جنگل میں نہ پھنسے۔ وہ جو تم نے سنا ہے کہ بعض سالکوں نے زنا باندھ لی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خود کو اس نفس کا فر کے جنگل میں کبھی نہ آنے دیا اور ان کی یہ زنا بندی اسی لئے تھی۔

سلطان العارفین حضرت بابزید بسطامی قدس سرہ العزیز کی نقل ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت میں خداوند عزوجل سے درخواست کروں گا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ خود کو دو رخ میں ڈال دوں اور اس نفس کا فر کو دو رخ کی آگ میں غوطہ دوں اس لئے کہ اسکے ہاتھوں نیامیں خون کھونٹ پیتا رہا ہوں۔ جس کی کہنا، کیا خوب کہا ہے ازیں کافر کہ مارا در نہاد است : مسلمان در جہاں کمتر فساد است

لے پیش نظر نسخہ چھواری کے خطوط میں یہاں دو سر مضمون ہے جس کو مکتوب کے اس عنوان سے مناسبت نہیں مضمون غیر مربوط ہو جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتابت میں غلطی ہوئی ہے اور کسی دوسرے مکتوب کا مضمون نقل ہو گیا ہے جو شرک ظاہر و پوشیدہ اور بت زنا سے متعلق ہے۔ ہمارے ذاتی نسخہ میں جو مضمون یہاں سے ہے ہم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

نفس کے شر اور بلا کا یہ ایک ذرہ برابر یعنی مختصر سا بیان ہے جو لکھا گیا اگر جلد کے جلد اس پر سیاہ کرتا رہوں تو بھی پوری طرح بیان نہ ہو سکے۔ اور یہ علم علماء آخرت ہی کا خاصہ ہے علماء دنیا تو اس علم سے محجوب ہیں ان کو اس کی اطلاع ہی نہیں۔

اے بھائی! خطرہ چار ہے۔ ایک خطرہ نفس ہے اور وہ خطرہ لذتوں اور شہوتوں کا خطرہ ہے دوسرا خطرہ شیطان ہے اور یہ خطرہ بُرے خصال اور گنہگاروں کا خطرہ ہے تیسرا خطرہ ملک اور یہ خطرہ خیر بھلائی اور طاعت کا ہے چوتھا خطرہ من اللہ بے واسطہ اور یہ خطرہ شوقِ محبت اور اس کے مانند دوسری چیزوں کا ہے۔

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۱۶۷

بُت و زُتار میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو جو چیز سالک اس راہ کے چلنے والے کو خداوند عزوجل سے باز رکھے اور اپنے میں مشغول کرے وہ بُت ہے جو کچھ بمعنی بُت ہی ہے جب اس معنی کو تم نے جان لیا تو اب یہ جان لو کہ کسی ایک کو اپنے ظاہر کو سوار نا محبوب ہے یہی اس کا بُت ہے اور کسی کو کثرت نماز بُت ہے اور کسی کو کثرت روزہ بُت ہے اور کسی کو ہمیشہ سجادہ پر بیٹھ رہنا محبوب ہے یہ سجادہ اس کا بُت ہے اور کوئی ایک چاہتا ہے کسی کے آگے نہ اٹھے یہ ہیر اٹھنے کی خواہش اس کا بُت ہے اور کسی کو زن و فرزند کی محبت ہوتی ہے اور اس جیسی تمام چیزیں اس کے بُت ہیں تمہیں اسی قیاس پر اسے پہچاننا چاہیے اسی سے کہتے ہیں کہ مرید جو عمل کرے وہ پیر کے اشارہ پر کرے اس وجہ سے کہ کوئی شخص اپنے بُت کو نہیں پہچانتا اور کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ بُت یرست ہے ہر شخص خود کو موصلا و ربّ شکر سمجھتا ہے اور ان تمام بتوں کا سردار

یہی نفس ہے کہ النفس ہی الصنم الا کبر (وہ نفس ہی ہے جو سب سے بڑا بت ہے) اور دوسرے
 بت اسی کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں جو کام بھی نفس کی مراد اور اس کی خواہش پر کوئی کرتا ہے
 اسی کو پوجتا ہے اور اسی کی بندگی کرتا ہے اگرچہ اس کی خبر خود اس کو نہیں ہے انراایت
 من اتخذ الهة هواہ (کیا تم نے غور نہیں کیا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا ہے) کا اشارہ اسی جانب ہے
 چنانچہ کچھ سالکوں نے اپنا حال جب ایسا دیکھا اور پایا تو خود کو سارے عالم کے بت پرستوں میں
 شمار کیا ہے اور یہ حکم حال ہے نعوذ باللہ (خدا پناہ میں رکھے) بحکم اعتقاد نہیں۔ بت و زنا کی
 کیفیت یہی ہے جو بیان ہوئی اور یہ سب اشعار جو بت و زنا کے بارے میں کہے گئے ہیں
 ان سب سے ہی معنی کھلے گا اور پھر کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔
 گفتم کہ از چوں تو بتے زنا ر بندم گفت رو در کفر ہم صادق نہ زنا ر رارسوا مکن
 بدل زنا ر بستم بگشتم از مسلمانی زہے مومن کہ من بودم بخودایمان نمی بینم
 دروں بت خانہ و بیرون مناجات مسلمان شود لازنا ر بگسل
 بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ ہستم
 (میں نے کہا "اے صنم میں نے میری طرح زنا ر باندھ لی ہے اس نے کہا جاؤ بھی تم کفر ہی
 میں سچے نہیں ہو زنا ر کو ذلیل نہ کرو۔ میں نے دل سے زنا ر باندھ لی ہے اور مسلمانی سے
 پھر گیا ہوں۔ میں کیا خوب مومن ہوں کہ اپنے اندر ایمان نہیں دیکھتا۔ باطن میں ہزاروں بت
 اور ظاہر میں خدا کے حضور دعائیں "اے دل زنا ر توڑ دے اور مسلمان ہو جا۔ ہاں ہاں میں
 بت پرست ہوں میں بتوں کی پوجا کرتا ہوں میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں۔)

والسلام
 شرف منیری



مکتوب ۱۶۸

مسلمانی کی بنیاد میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! مسلمانی کی بنیاد طہارت و پاکی پر ہے جیسا کہ حضور نبی مصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بُنِیَ الْاِسْلَامِ عَلَی الطَّهَارَةِ (اسلام کی بنیاد پاکیزگی پر ہے) پاکی اور طہارت کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ لباس کپڑے اور جسم کی پاکی ہے، بخاستوں اور حدث سے۔ دوسرا درجہ اعضاء کی پاکی ہے گناہ اور خلاف شرع سے، تیسرا درجہ دل کی پاکی ہے تمام بُری خصلتوں سے۔ چوتھا درجہ سر کی پاکی ہے ماسوا اللہ سے۔ جب تک یہ پاکی حاصل نہیں ہوتی ہرگز اسلام اپنا جمال نہیں دکھاتا، اور یہ ہیں پر اس شعر کے معنی پورے طور پر معلوم ہوتے ہیں۔

صوفی و سبز پوش شدی شیخ چلہ دار ایں جملہ شدی دلی مسلمان نہ شدی

(صوفی ہوئے سبز پوش ہوئے شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن تم مسلمان نہ ہوئے)۔

من عرف اللہ اعرف عہما سواہ (جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس نے ماسواے رُخ پھیر لیا ہے) خدا تک راہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں ہے نہ کرسی میں نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں ہے خدا تک راہ خود تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں ڈھونڈو دُفِی الْفَسْکِ مَا فَلَ تَبْصِرُونَ (میں تو تمہارے اندر ہوں تم دیکھتے نہیں)۔ رُبَاعِی سے

اے آں کہ ہمیشہ درجہاں می پوئی ایں سعی ترا چہ سود و اِرد گوئی

چیزے کہ تو جو یائی نشانِ اَدنیٰ باتست ہمہ تو جالتے و گرجوئی

(اے وہ شخص کہ ہمیشہ سارے جہاں میں چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا

کام دے گی۔ جس چیز کو تو ڈھونڈھ رہا ہے وہ تو تیرے پاس ہی ہے اور تو اسے دوسری

جگہ تلاش کر رہا ہے)۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) یہ مکمل ہے اس قدر شور و غوغا کہ
ہے کہ کہاں ڈھونڈھوں۔ رباعی سے

من بسندہ بجاں رضات جویم حیراں شدہ ام کجات جویم
درجاں منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام پسرآت جویم

(میں تیرا بندہ جان سے تیری رضا ڈھونڈھتا ہوں، میں تو حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈھوں۔

معنوی حیثیت سے جب تو میرے اندر رہے اور جب میں نے پایا پھر تجھے کس لئے ڈھونڈھوں)

ہر وہ چیز کہ وہم کی جہاں تک رسائی ہے اور عقل جس کو تصور کرتی ہے، خیال جس کو پکارتا
اور فہم جس تک پہنچ سکے ذات و صفات رب العالمین ان سب سے منزہ اور پاک ہے ان سب
کے باوجود وہ تیری رگ جاں سے بھی قریب تر ہے اور تیری آنکھ کی بینائی سے بھی تیری آنکھ
سے نزدیک تر ہے، تیرے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تیرے کان کے قریب، تیری زبان
کی گویائی سے بھی بڑھ کر تیری زبان سے نزدیک ہے اور تیرے دل سے بھی زیادہ تیرے دل
سے نزدیک ہے، جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں وہ فرماتا ہے نحن اقرب من حبلى
الوردید (اہم تمہاری رگ جاں سے بھی قریب ہیں) شعر سے

من اولشوم ولیک لجاو واللہ کہ نیم یقیمین امین است

(میں وہ تو نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کا غیر بھی نہیں ہوں اس پر میرا یقین ہے)

اے بھائی جانو! شریعت، طریقت اور حقیقت ہر ایک ایک راہ ہے۔ شریعت چلنے
کی راہ ہے کہ جس سے بدن کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور طریقت کی وہ راہ ہے کہ جس پر چلنے
سے بری صفتوں سے باطن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور حقیقت وہ راہ ہے کہ جسے اختیار کرنے
سے اللہ کے سوا اس کے غیر کی جانب اضافات کا اسقاط حاصل ہوتا ہے۔

طالب اور مرید کو لازم ہے کہ وہ اپنے لئے مجاہدہ اختیار کرے اور اس پر سختی سے عمل کرے

نوٹ: اسلئے خیر و شر یا کسی فعل اور کسی چیز کو اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف اضافت دینا منسوب کرنا اور

غیر کی جانب سے اس کو جاننا۔ اس کے ختم ہونے کو اسقاط اضافات کہتے ہیں۔ اور یہی توحید ہے

کہ التوحید اسقاط الاضافات۔ خیر و شر من اللہ تعالیٰ ایمان ہے۔

لیکن مجاہدہ اللہ رب العزت کے یافت کی علت نہیں ہوتا ہے، مگر مجاہدہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کو پاتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی راہ خواہشات کے غبار سے پاک ہے آدمی جب خواہشات سے کلیتاً پاک ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کے در تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تک پہنچتا اور ہے اور اللہ کے در تک پہنچتا اور ہے کیوں کہ در کے لئے مکان ثابت ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ مکان سے منزہ اور پاک ہے تو یہ درست ہوا کہ حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں راہ سے کٹ جانے پر تنہا ہو کر تو مرید طالب جب خواہشات سے بالکل پاک ہو گیا تو وہ حق تعالیٰ کے در پر پہنچا لیکن چاہیے کہ راہ کو خدا پر قیاس نہ کرے اور وہ یہ ہے جو کہا ہے: مصرعہ۔
در گردن دینداری ز نارچہ خوب آید (دینداروں کی گردن میں زناں کیا ہی خوب ہوتا ہے)

قوے متحیر اندر راہ یقین قوے دگر بماندہ اندر غم دیں
می ترسم از اں بانگ برآید روز کاغذ بے خبراں راہ نہ آنت و نہ این

(ایک گراہ یقین میں حیران ہے اور دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں اس پکار سے ڈرتا ہوں کسی روز یہ ندانہ آجائے کہ اے نادانوں راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)
اور جب خود اپنے اندر سیر میں ہوا تو پھر فہم و گماں سے وہ غائب ہو گیا اور اس کے سر میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کچھ بھی نہیں رہا اور وہ حق تعالیٰ تک پہنچ گیا اس کو علم وحدت کہتے ہیں۔ شعر۔

گویم بہر زباں بہر گوش بشنوم ایں طرف ترکہ گوش دزبانم پدید نیست
چوں ہرچہ بہت در ہمہ عالم ہیں منم ماند در دو عالم از انم پدید نیست
(ہر زبان میں باتیں کرتا ہوں اور ہر شخص کی بولی میں سنتا ہوں اس پر انوکھا پن ہے کہ میں زبان اور کان نہیں رکھتا۔ سارے جہاں میں جو کچھ ہے میں ہی ہوں، میری مثال دو ٹوٹے جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۶۹

حضرت مولانا علیہ رحمۃ کے سوالوں کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آن خسرو نیکو ایا حسن و جمال می گفت مرا ز در دیہودہ منال

زیرا کہ بہ تیغ تہر در مذہب ما خون ریزش عاشقاں حلال استلال

(وہ حسینوں کا بادشاہ اپنے حسن و جمال کے ساتھ مجھ سے کہتا تھا دیکھو در دے فضول ناز کرو)

اس لئے کہ میرے مذہب میں تہر کی تلوار سے عاشقوں کا خون بہانا حلال ہے حلال۔

برادر اعز مولانا مظفر اکا تب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے

کہ آپ کی باتوں کا مجموعہ جو بہت دنوں سے جمع تھا فرزند شبلی نے پہنچایا، پڑھا گیا شور و غوغا، تالہ

و فریاد بہت زیادہ تھا۔

اے بھائی جب اس کام کی سنت ابھی تک اس طور پر ہے تو دوسروں کے لئے بھی یہی روش ہوگی آخر آپ نے سنا ہے۔

ہر کہ در عشق دار دسوزیم شب کجایا ید قرار و روزیم

(جو شخص عشق کا در دا اور اس کی پیش بھی رکھتا ہے، وہ رات ہو یا دن کب کسی وقت چین پاسکتا ہے)

اے بھائی جو معشوق کی جفائیں نہیں اٹھاتا وہ معشوق کی وفا کو کیا جانے جیسا کہ کہا ہے

گر دوست مرا بلا فرستاد شاید کیں دوست خود از بہر بلای باید

اور وہ اسی مقام کی بات ہے جو امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے۔ "خداوند تجھے لوگ نعمت

کیلئے دوست رکھتے ہیں اور میں تجھے بلاؤں کے لئے محبوب رکھتا ہوں۔" یقیناً آفتاب کے

عاشق کے لئے راحت و سکون محال ہے۔ مصرع۔

حلوہ بکے وہ کہ محبت بخشیدہ است (حلوہ اُسے دیکھئے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو)

اے بھائی! اس گروہ کے لوگوں کا قول ہے کہ معشوق کی طلب ناز کے لئے کی جاتی ہے
راز کے لئے نہیں۔ عاشق پر معشوق کے ناز و غمزے اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ بیچارہ عاشق نیست
ہو جانا چاہتا ہے۔ اور ہر وقت اس کے پاس یہ حکم پہنچتا رہتا ہے فاصبر لحکم ربك فانك
بأعيننا اور اسی کو کہا۔

از آتش عشق اگر بسوزی جاں را ما شہب کنی خسرا نہ ایماں را

اندر طلب وصال او عجب اں بوالعجبی چو ہست جاں را

اے بھائی! عشق ایک جنون ہے العشق جنون الہی (عشق ایک جنون اپنی ہے) جس کسی کو
یہ دیوانگی پیدا ہوتی ہے پہلے تو اس کے ظاہر خراب کر دیتی ہے پھر باطن کو، نہ عقل کو چھوڑتی
ہے نہ علم کو ان الملوك اذا دخلوا قرية فافسدوا بها و اجعلوا اعزاة اهلها اذلة (جب
بادشاہ کسی آبادی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت باشندوں کو
بے عزت و ذلیل بنا دیتے ہیں) اسی موقع پر کہا ہے رُبائی

عقل آمد و عقل کرو غارت لے دل تو بجاں بریں اشارت

ترک عجبی است عشق دانی کن ترک عجب چو نیست غارت

جب آپ اپنے کام میں منہمک ہیں تو انشاء اللہ جلد ہی ایسا ہوگا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے جذبات
میں سے ایک جذبہ پہنچ جائے گا جو کیمیاگری کرے گا۔ عشق کے وہ سارے معانی و لطائف
کہ جس کے ادراک سے عقل عاجز ہے بغیر تحریر و تقریر کے آپ برادر کے علم و فہم میں ذوق
کے ساتھ آجائے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ رُبائی

جانا سخن عشق کلامیت بلند بدنام شدی ز عشق نالے است بلند

در عقل فرو شدیم بر نادم کار از عقل فرا ترک مقامے است بلند

اے بھائی! جو کچھ عشق کے طور و طریقہ میں ہے عقل بیچاری اس کے ادراک سے عاجز
ہے اس کا تصور و فتور وہم کے اس تصور و فتور کی طرح ہے جو معقولات کے ادراک میں وہم کو
پیش آتے ہیں اسی کو کہا ہے۔

ایں راہ طریقت نہ بپائے عقل است خاک قدم عشق و راے عقل است

سرے کہ فرشتگان ازاں بے خبر اند لے عاقل بے عقل چہ جا عقل است

(طریقت کی راہ عقل کی بنیاد پر قائم نہیں ہے، عشق کے قدم کی خاک عقل سے آگے ہے، یہ وہ راز ہے کہ جس سے فرشتے بھی آگاہ نہیں۔ اے بے عقل، عقلمند! یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے) اے بھائی! حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں کے لئے عشق فرضِ راہ ہے کیوں کہ عشق بندہ کو حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ اسی مقام کی بات ہے کہتے ہیں کہ جو عشق کے لائق ہوتا ہے وہی خدا کے لائق ہوتا ہے کیوں کہ العشق هو الطريق درویدۃ المعشوق هو الجنة والفراق هو النار والعذاب (یہ وہ راہ ہے کہ جہاں معشوق کا دیدار ہی جنت ہے اور معشوق کی جدائی ہی دوزخ اور اس کا عذاب ہے) جیسا کہ یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

دردِ عشق آید دل ہر دے حل شد بے عشق ہر گز مشکل

عاقلاں را شرع تکلیف آمد است بیدلاں را عشق تشریف آمد است

(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل ہر گز حل نہ ہوئی، عاقلوں یعنی مکلفوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں اور بے دلوں یعنی دیوانوں کے یہاں عشق تشریف فرما ہو گیا ہے) جو شخص اس راہ میں داخل ہوا اُسے چاہیے کہ بلا وجہ سے گھبرائے نہیں۔ منع اور عطا، جفا اور وفا اس کے لئے ایک ہو جائے تاکہ وہ اپنے کام میں کامل و مکمل ہو جائے ناقص نہ رہے۔ یہیں کی بات ہے جو کہی ہے۔

ہر کہ اور کار خود مآشت تمام جان خود در کار باز و السلام

(ہر وہ شخص جو اپنے کام میں مکمل ہو گیا وہ اپنی جان کی بازی اس کام میں لگا دیتا ہے والسلام) یہ حکایت مشہور ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چور کو دیکھا کہ وہ تختہ دار پر لٹکا ہوا ہے خواجہ نے اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی دستار مبارک اس کے آگے ڈال دی لوگوں نے پوچھا اے شیخ یہ کیا حال ہے؟ جواب میں یہ مثنوی پڑھی۔

چوں بدیدم دارچوبیں جلے او بوسہ زان دادم بے برہائے او

چوں تمام افتاد اور کار خویش زان نہادم پیش او دستار خویش

(جب میں نے اس کا مقام بھانسی کے تختہ پر دیکھا تو اس کے پاؤں پر بہت سارے بوسے دیئے اور جب کہ وہ اپنے کام میں کامل ہو گیا تو میں نے اپنی دستار اس کے آگے ڈال دی۔) اندوہ افزوں ہوا۔ عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

والسلام



مکتوب ۱۰۰

معرفت اور معرفت کی انتہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جاکو کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی کنہ تک نہیں پہنچا ہے۔ کیا تم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں نہیں سنا ہے بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ الیٰ فرعون قال قل هل لك ان تزكى واحديك الى ربك فتخشى وان يفعل قال موسیٰ وكيف اوجب اليه وقد علمت انه يفعل فاوحى الله اليه ان امض كما امرت به فان في السماء اثني عشرة الف ملك يطلبون علم القدر فلم يدركوه ولم يبلغوه۔)

اے بھائی! نہایت معرفۃ اللہ العارفین عجزہم عن المعرفة وعرفوا انه يتحيل بكنه الصفات الربوبية الا الله عرفوا اے بلغوا المنتهى الذى امكن فى حق الخلق من معرفته كذا لك فى تبيين داود عليه السلام سبحانه الله من جعل اعتراف العبد بالعجز من شكره شكرا كما جعل اعتراف العبد بالعجز عن كنه معرفته معرفته (عارفوں کا معرفت خداوندی سے عاجز ہونا ہی معرفت الہی کی انتہا ہے وہ یہ جان لیتے ہیں کہ صفات ربوبیت کی کنہ کا جاننا محال ہے سواے اللہ کے۔ وہ اس منتہی تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک معرفت الہی میں کسی مخلوق کا پہنچنا ممکن ہے جیسا کہ جناب داود علیہ السلام کی تسبیح میں ہے۔ "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے فضل سے بندہ کے اعتراف عجز کو شکر قرار دیا۔ جیسا کہ اس نے اپنی معرفت کی کنہ سے بندہ کے اعتراف عجز کو اپنی معرفت قرار دیا۔)

اے بھائی خداوند تعالیٰ اپنی ذات میں یگانہ رہے اور اپنے صفات میں یکتا ہے اس کی تمام صفتیں کامل و مکمل ہیں۔ علم اسی کا علم ہے، اسی کا علم اس کے علم کو پاتا ہے اور زبان اسی

کی زبان ہے اسی کی زبان اس کا نام لے سکتی ہے بشنوائی اسی کی شنوائی ہے جو اس کے کلام کو سن سکتی ہے۔ آنکھ اسی کی آنکھ ہے کہ جو اسے دیکھ سکتی ہے۔ اس کے کمال تک کوئی نہیں پہنچ سکا اور کسی نے نہیں جانا، کسی نے نہیں دیکھا، تمام عرفائے دارالبقار میں دیکھیں گے اسی کے نور سے۔ تو اس معنوی اعتبار سے وہی تھا کہ جس نے خود کو دیکھا تھا۔

والسلام



حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۷۱

علم ظاہر اور علم باطن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو اس گروہ کے لوگ وہ ہیں صدقت مجاہد تھم فنا لواعلم الوراثة (وہ لوگ اپنے مجاہدہ میں پہنچے تھے تو انہیں علم وراثت (یعنی وراثت انبیاء) حاصل ہو گیا) جنہوں نے علم حاصل کرنے میں کوششیں کیں اور یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس علم کا حاصل کرنا تو وہی ہے جو صرف خدا کے لئے حاصل کیا جائے نہ یہ کہ جاہ و مرتبہ و ریاست اور حصول دنیا کے لئے رخصت علیہا معاملات تھم فاعطوا علم الوراثة یعنی جب اس علم سے ان کے معاملات کا علم خالصاً اللہ کے لئے ہو گیا تو اللہ نے ان کو اس وعدہ کے حکم کے تحت علم وراثت عطا فرمایا کہ من عمل بما علم اللہ اعلم اللہ اعلم ما لم یعلم (جو شخص ان باتوں پر عمل کرتا ہے جسکا اسے علم وراثتاً حاصل ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باتوں کا علم عطا فرماتا ہے جنہیں وہ نہیں جانتا) علم وراثت علم ظاہر کو کہتے ہیں، علم وراثت علم باطن ہے، تو اس گروہ صوفیہ کے لوگ دو علم کے مالک ہوتے ہیں ظاہری علم کے بھی اور باطنی علم کے بھی جیسا کہ ہم نے کہا۔

اے بھائی! الاشتغال بالعلوم الشرعیة و کتابتہا و مطالعتہا و تلاوة القرآن

امور حسنة یختص بها العلماء الصالحاء ولا لکن شان طالب الحق شان آخر

(شرعی علوم ان کی کتابت ان کے مطالعہ اور تلاوت قرآن میں لگے رہنا اچھے کام ہیں یہ علماء و صلحا کا طریقہ کار ہے لیکن طالب حق کی شان تو کچھ اور ہی شان ہے۔)

اے بھائی! علم ظاہر ہے اور علم باطن ہے۔ علم ظاہر علم معاملہ ہے اور علم باطن علم مکاشفہ ہے اور عبارت اس نور سے ہے کہ جب سالک کا دل بری صفتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو علم مکاشفہ سالک کے دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نور سے وہ تمام کام کہ اس سے پہلے جس کا نام سن چکا ہے اور اس پر تصدیق بھی کر چکا ہے لیکن ان تمام کاموں کے معانی اس پر نہیں کھلے ہیں۔ وہ سب معانی اس پر کھل جاتے ہیں۔ ”کشادگی“ یہ عین مجری سے جاری ہے نہ یہ کہ عین عیاں ہے، جیسے کہ حقیقی معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور اس کی صفات تامہ میں اور اس کے افعال میں اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا معنی اللہ تعالیٰ کے جوار میں پہنچنے کا معنی اور دیدار کا معنی اور معنی النظر لوجہ الکریم اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت اور نبوت کا معنی، وحی کا معنی اور پیغمبروں کے پاس فرشتوں کے ظاہر ہونے کی کیفیت، ان پر وحی کے پہنچنے کی کیفیت اور دل کا معنی بہشت و دوزخ، صراط، میزان، حساب اور اس کے مانند دوسری چیزیں۔ ان سب کے کھل جانے، کشف ہونے کو معرفت کہتے ہیں جس کسی کو یہ علم مکاشفہ جسے علم باطن اور علم معرفت کہتے ہیں نہ ہو تو وہ دنیا میں نابینا آیا، نابینا رہا اور اندھا گیا۔

اے بھائی! نبیوں کا علم لدنی ہے علماء کا علم کسی ہے۔ کیا کہتے ہو یہ علماء ”ظاہر“ اس مخصوص علم کے ترکہ دار و وارث ہوتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ کہا گیا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) اس بار میں یہی روا ہے کہ نہیں ہوتے ہیں۔ وہ روایت یہ ہے علوم الانبیاء علیہم السلام لدنیۃ فمن کان علمہ مستفاداً من الکتب والمعلین فلیس ہومن ورثۃ الانبیاء فی علمہ لایستفاد الا من طریق التوسع فی العبارة عن لفظ المیراث و علم الانبیاء لایستفاد الا من اللہ تعالیٰ بما قال عز وجل و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ولا تظن ان تعلیم الحق بالنبی فقد قال اللہ تعالیٰ والقواللہ و یعلمکم اللہ کل من وصل فی ملوہ الی حقیقۃ التقویٰ فلا بد ان یعلمہ اللہ ما لم یعلم (انبیاء کے علوم علم لدنی ہیں جس کا علم کتابوں اور معلمین کے ذریعہ حاصل کر وہ ہو تو وہ اپنے علم میں انبیاء کے علم کا وارث نہیں ہوتا بطریق توسع اس علم کو

میراث انبیاء کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کا علم اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "اور تیرا بزرگ برتر پروردگار جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو وہ سب بتایا جس کا وہ علم نہیں رکھتا تھا۔ یہ گمان نہ کرو کہ ربانی تعلیم نبی ہی کے لئے مخصوص ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَرَوَّاهُ" اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے تو اس کی مملکت میں جو بھی تقویٰ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا وہ علم نہیں رکھتا۔

وَالسَّلَام
فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۷۲

آخرت کا علم اور علماء آخرت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! علماء آخرت جو اپنے وقت خاص میں کوئی ایسی بات بولتے ہیں یا کوئی ایسا کام کرتے ہیں کہ بظاہر ان کا وہ قول یا فعل شریعت کے موافق نہیں معلوم ہوتا ہے اور اہل ظاہر اس پر انکار کے طور پر اعتراض زبان دراز کرتے ہیں تم اس سے نجسیدہ اور فکر مند نہ ہو نظر اس پر کھو کہ قرآن مجید منکروں کے حق میں یوں شکایت فرما ہے۔ اذلم تھید و ابہ فسیقون هذا افک قدیم یعنی جب ان کی باتوں کو سمجھ نہ سکے تو کہنے لگے یہ پُرانا جھوٹ ہے یعنی ہم لوگوں نے قرآن جیسی بات اپنے باپ دادا سے نہیں سنی ہے۔ جواباً کہا گیا انتم و اباءکم فی ضلال مبین تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں تھے اس بارے میں یہ جو کچھ کہا گیا وہ تمہید کے طور پر بیان ہوا ہے۔

جاننا چاہیے کہ آج کل علماء ظاہر بزرگان طریقت کے اقوال و افعال کے انکار میں یہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اور خلاصہ میں یہ روایت اس طرح آئی ہے "اس روایت کی صراحت یوں ہے راویوں نے اس طور پر نقل کیا ہے۔ مگر ان نادانوں نے اپنی حماقت سے یہ گمان کر لیا ہے کہ علم بس اتنا ہی

بھرے جتنا کہ ان لوگوں نے حاصل کیا ہے اور جتنا یہ جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا یا جو کچھ اور جتنا یہ علم رکھتے ہیں اتنا اور دوسرے نہیں رکھتے اگر ایسا ہی ہوتا تو فوق محل ذی علم علیہم (ہر ایک صاحب علم سے برتر کوئی اور صاحب علم ہے) کیا ہے؟ یا یہ کہ اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ خداوند عزوجل کے علم و حکمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حضور پینا صلی اللہ علیہ وسلم تمام عارفوں کے سردار تھے خدا کو پہچانے ہوئے تھے اور خدا تک پہنچے ہوئے تھے اس کے باوجود اپنی دعا و زاری میں کیوں یہ فرماتے تھے اللہم ارننا الاشیاء کما ہی (اے میرے اللہ دکھلا دیجئے اشیا کی حقیقت جیسی وہ ہیں۔ اور حضور کو یوں دعا کرنے کا حکم تھا رب زدنی علماً (اے میرے اللہ میرے علم کو اور زیادہ فرما)

اے بھائی! ایک صاحب عزت ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بیچارے مسکینان و دودھ پیتے بچے ہیں بلکہ ماں کے پیٹ ہی میں ہیں بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں۔ ان بچاؤں کو قرآن اور اس کے اسرار و معانی کی کیا خبر؟ ان لوگوں نے تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی نہیں سنی ہے فرمایا ہے ان اللہ انزل القرآن علی عشر ابطن یعنی خداوند تعالیٰ نے قرآن کو دس بطن پر نازل فرمایا ہے اور ہر بطن میں ایک منزل ہے۔ تمام اہل لغات، نحویان، مفسران، محدثان پہلی منزل میں ہیں دوسری منزل سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ اہل حقیقت جو خدا تک پہنچے ہوئے خدا کو پہچانے ہوئے ہیں، اشیا اور اشیا کی حکمت یعنی جیسی کہ وہ چیز ہے اور جیسی اس کی حقیقت ہے اسے جانے پہچانے اور دیکھے ہوئے ہیں، قرآن کے معانی و اسرار کے محرم ہو چکے ہیں اور تمام منزلوں سے گزر چکے ہیں اس منزل سے بھی جو تمام طالبان و سالکان راہ حق کا مقصود ہے اس تک پہنچے ہوئے ہیں، ایسے بزرگوں کے اقوال و افعال پر جس کسی کو اعتراض و انکار ہو ان پر افسوس ہی افسوس ہے اس کو ان لوگوں کی بے سادگی پر محمول کیا جائے گا۔ اس بارے میں جو کچھ ہے اس کی غایت و غرض یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس پر تصدیق و ایمان نہ ہو تو بھی اس پر تو ایمان رکھتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں کہ جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا ہم تقضی یا معاذ (وہاں تم کس بنیاد پر فیصلہ کرو گے اے معاذ رضی اللہ عنہ؟) انہوں نے عرض کیا بکتاب اللہ (اللہ کی کتاب) پھر کہا فان لم تجد (اگر اس میں نہیں پایا؟) تو کہا (بسنۃ رسولی) (اپنے رسول کی سنت سے)

پھر سوال ہوا فان لم یجد (اگر وہاں بھی تم کو نہ ملا) عرض کیا اجتہد برائی (اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) پس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب سے شاداں و فرجاں ہو اور خداوند عزوجل کا شکر اس عبارت میں ادا فرمایا الحمد للہ الذی وفق رسول رسولہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے بھیجے ہوئے حاکم کو توفیق عطا فرمائی) اور ایک روایت میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اقس الامور برائک ارشاد ہوا جب تم کو کوئی مشکل پیش ہو تو اپنے دل سے فیصلہ طلب کرو و یجوز ولا یجوز (یہ صحیح ہے یہ غلط ہے) فتویٰ دل سے طلب کرو یہ سب کو معلوم ہے بزرگان طریقت بشریت کی تاریکیوں نفس کے حجابات و دنیا کی لذتوں شہوتوں خواہشوں سے پاک ہو چکے ہیں، اصحاب قلوب صاحبان دل بن چکے ہیں ملک و ملکوت (ظاہر و باطن) ان پر کھل چکا ہے۔ ایسے لوگوں پر اگر ان کے اپنے عالم میں کوئی شکل چیز آجاتی ہے تو وہ دل سے فتویٰ طلب کرتے ہیں اور اسی فتویٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اپنے مریدوں مسترشدوں کو اس پر عمل کرنیکا حکم دیتے ہیں اس میں انکار و اعتراض جہالت محض کی دلیل ہے اور اگر یہ کہیں کہ مجھے ان بزرگوں کے قول و فعل پر اعتراض و انکار نہیں ہے لیکن تم لوگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض و انکار ہے تو ہم کہیں گے ہاں یہ تمہارے لئے صحیح ہے تم تمہارے ساتھ میں ہمارے بارے میں تم جو کچھ بھی کہو وہ سب ہم مانتے ہیں اور قبول کرتے ہیں منکروں کے حق میں ہی گمان غالب تھا کہ وہ یہی جواب دیں گے۔ سب کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۷۳

عزالت و گوشہ نشینی کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز مولانا رفیع الدین اکاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ

کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ آپ براور کا خط ملا تھا مطالعہ میں آیا آپ کے خلوت گزینی اور اپنے کام میں مشغول ہونے کی کیفیت معلوم ہوئی حق سبحانہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

اے بھائی جس طرح دنیا، آخرت کا حجاب ہے اور شیطان دین کا حجاب، نفس خداوند جلّ علاہ سے حجاب ہے اور خلق عبادت کے لئے حجاب و رکاوٹ ہے تو مرید کے لئے خلوت یعنی تنہائی اس کی تمام مہمات میں نہایت ہی اہم ہے تاکہ عبادت کر سکے اور اپنے کام میں مشغول رہ سکے، دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکے۔ جیسا کہ ایک شخص نے خواجہ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کوئی وصیت کیجئے فرمایا دنیا اور آخرت کی بھلائی تنہائی اختیار کرنے میں ہے اور یہ تنہائی لوگوں میں میں نے کم پایا، دنیا و آخرت کی بُرائی لوگوں سے میل جول میں ہے اور لوگوں میں یہ میں نے بکثرت پایا۔

اے بھائی! گوشہ نشینی و تنہائی ہر زمانہ میں قابل تعریف رہی ہے خصوصاً اس زمانہ میں جو فتنہ کے ہجوم اور فسق و فجور کے غلبہ کا ہے تو اور بھی قابل ستائش ہے چنانچہ خواجہ جنید قدس سرہ العزیز کا قول ہے تجویہ چاہے کہ اس کا دین سلامت رہے اور اس کے جسم و دل کو سکون و آرام میسر ہو تو اس سے کہو گوشہ نشینی اختیار کرے۔ کیوں کہ یہ زمانہ دشت کا ہے عقل مند وہی ہے جو تنہائی اختیار کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جب یہ چاہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ بندہ کو گناہوں کی بلا سے نکال کر طاعت میں پہنچا دے اور تنہائی کے ساتھ اُنس دے، قناعت کے ذریعہ تو نگر بنادے، اپنے ذات کے عیسوں پر بنیا کر دے تو جس کسی کو یہ سب عطا فرمایا اُسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں عنایت کر دیں۔

اے بھائی! فقر و فاقہ بیویوں کی زربائش و لیوں کی زینت ہے چاہیئے کہ اس فقر و فاقہ میں ایسا خوش و خرم رہے جیسا کہ دوسرے لوگ سارے عالم کی ملکیت پالینے سے خوش رہتے ہیں۔ اگر شیطان و سوسہ ڈالے تو وہی کہے جو ایک بزرگ نے شیطان کو اس کے جواب میں کہا تھا۔

حکایت۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ہر روز صبح کو شیطان اُن کے پاس آتا اور ان سے کہتا۔ آج کھاؤ گے کیا؟ وہ بزرگ جواب دیتے موت اور اگر یہ کہتا آج کیا پہنؤ گے؟ تو کہتے کفن۔ اور اگر یہ کہتا رہو گے کہاں؟ تو فرماتے قبر میں، شیطان ان سے یہ جواب سن کر ناامید

ہو جاتا اور لوٹ جایا کرتا تھا۔ اس راہ میں یہ تین چیزیں شیطان کے پھندے ہیں جس سے ایک عالم کو وہ شکار کیا کرتا ہے، جو شخص اس کے ان تین پھندوں اور جال سے نکل آیا اس نے شیطان کے منہ میں خاک ڈال دی اور سلامتی سے گزر گیا۔

اور خلوت میں اپنے وقتوں کو لا الہ الا اللہ کے ذکر سے معمور رکھے اس درجہ ذکر کرے کہ ذکر زبان سے گذر کر دل تک پہنچ جائے اور دل پر ذکر کا غلبہ ہو جائے ایسا کہ اگرچہ زبان ساکت ہو تو بھی دل ذکر میں رہے چنانچہ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی ہے۔

ور ذات مقدست را رہ نیست وز عین جلال بیچ کس آگہ نیست

سرمایہ رہ رواں کہ را ہش طلبند جز گفتن لا الہ الا اللہ نیست

(تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیری عظمت و جلال سے کوئی آگاہ نہیں، اس راہ

کے طالبوں اور راہی کی پونجی بجز ذکر لا الہ الا اللہ اور کچھ نہیں ہے۔)

جملہ مسلمانوں کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۷۲

قدرت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو یہ جو تم نے پوچھا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں کہا گیا ہے

اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ وَآمَنَ (اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو

اور ان کی ماں کو) تو یہ حکمت نہ ہوگی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکمت کے جواز کے لئے نہیں ہے

بلکہ یہ قدرت کا جواز ہے اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحُ اے یعذب و قیل ان اراد ان یعذب

المسیح و امہ و من فی الارض جمیعاً یوم القیمۃ ولو کان عیسیٰ الہا المنع اللہ العذاب

عن نفسه وامه وهذا الخبر عن جواز القذلة لا عن جواز الحكمة (اگر اللہ سبح کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے یعنی عذاب دینے کا اور یہ بھی کہا گیا ہے اگر ارادہ کرے سبح اور والدہ سبح کو اور جو زمین میں ہیں ان سبھوں کو عذاب دینے کا) قیامت کے دن۔ نو اگر عیسیٰ مجبور ہوتے تو بلاشبہ اپنی ذات اور اپنی والدہ محترمہ کی ذات سے عذاب روکنے پر قادر ہوتے۔ اور یہ قرآنی خبر جواز قدرت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ جواز حکمت سے۔ یہ نقل تفسیر امام ناہید میں سورہ مائدہ اور سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے تحت آئی ہے قوله تعالى اذا لاذ قنالك ضعف الحيواة وضعف المساة اے ضعف عذاب الحيواة وضعف عذاب المساة کہ میں تم کو اور دوسروں سے ڈوگوں عذاب زندگانی میں چھھاؤں گا اور مرنے کے بعد بھی اوروں کے مقابلہ میں دوچند عذاب کروں گا، یہ وعید حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئی ہے اور یہ اس کی قدرت کے جواز و اظہار کے لئے ہے نہ کہ حکمت کے جواز کے لئے ہے۔ اور سورہ زمر میں بھی وعید کی یہ آیت آئی ہے لان اشركت ليحبطن عملك (اگر تم نے کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال مٹا دے گا۔) ولتكون من الخاسرين (اور تم ہو جاؤ گے گھاٹے والوں میں) یہ وعید شرک کے جواز کے لئے نہیں (یعنی خدا نخواستہ حضور سے شرک وجود میں آئے) یہ قدرت کے نفاذ اور اس کے اظہار کے لئے آگاہی و تنبیہ کے طور پر ہے۔ کفایہ صابونی میں آیا ہے لان اختصاص القذلة ان تكون صالحة الضدين باتفاق بيننا وبين الخصوه لان مالا يصالح الا للضد واحد اضطرار وليس..... (اس لئے کہ قدرت کے ساتھ متصف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ضدین پر عمل کی صلاحیت ہو (یعنی ایسے کام جو ایک دوسرے کی ضد ہوں دونوں کو کر سکتا ہو) یہ ہمارے اور مخالفین کے درمیان متفق علیہ ہے نہ کہ ضدین میں سے صرف ایک کو کرنے کی صلاحیت ہو؟ یہ اضطرار کی حالت ہے۔

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو

وَالسَّلَام
شرف منیری



مکتوب ۱۷۵

اللہ تعالیٰ سے شرم کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحبوا من الحق حق الحیاء قالوا اننا نستمی والحمد لله قال لیس ذلک ولكن من استحي من الله حق الحیاء فليحفظ الراس وما حوى وليحفظ البطن وما حوى وليذکر الموت والبلى ومن اراد الاخرة ترك زينة الدنيا فمن يعمل ذالك فقد استحيى من الله حق الحیاء شرم کرو ہو خداوند تعالیٰ سے جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے صحابہؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم کو خداوند تعالیٰ سے شرم رکھتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شرم خداوند تعالیٰ سے شرم کرنا نہیں ہے۔ حق شرم یہ ہے کہ محفوظ رکھے سر کو یعنی سر میں جتنی چیزیں شامل ہیں جیسے کان، آنکھ، زبان ان تمام چیزوں کو خلاف شرع کسی کام میں لگنے نہ دیں۔ اور خیال رکھیں شکم کا یعنی پیٹ میں جتنی چیزیں شامل ہیں پیٹ کو حرام کھانے سے محفوظ رکھیں، فرج کو زنا کرنے سے بچائے رکھیں۔ اور ہمیشہ مسلسل یاد کرتے رہیں موت کو۔ اور قبر میں پھول پھٹ جانے اور گل سڑ جانے کو یاد کرتے رہیں اور جو شخص آخرت چاہے وہ دنیا کی زیبائش و آرائش ترک کر دے تو جس نے اس پر عمل کیا بے شک اس نے خداوند تعالیٰ سے شرم کیا جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی نامشرع یعنی خلاف شرع چیز بندہ کے سامنے آئے تو یہ جلنے اور ایمان رکھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے وہ سب کچھ جانتا اور دیکھ رہا ہے اور خود کو اس سے دور رکھے ہرگز وہ خلاف شرع کام نہ کرے اللہ تعالیٰ سے شرم اس سے کہ حق سبحانہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے یہی حقیقی شرم ہے تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ



مکتوب ۱۷۶

اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے عزیز تم جانو! فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ ثم اختلفوا فی الایمان والاسلام
قال بعضهم هما واحد لقوله تعالى ومن يتبع غير الاسلام ديناً فدن يقبل منه
وقال بعضهم هما متضادتان الا ان الاصح ما قال ابو منصور تغمداه الله بالرحمة
والمغفرة الاسلام معرفة الشكائيف ومحل الصدور لقوله تعالى افمن شرح
الله صدره للإسلام والایمان معرفة الله تعالى لكن معرفة بالایة والبینة و
محل القلب لقوله تعالى لكن الله حبيب الیکم الایمان وزینة فی قلوبکم القلب
داخل الصدور والمعرفة محله السر وهو داخل الفؤاد فيقوم به فعل المعرفة
فیصیر عارفاً لله تعالى بجميع صفاته ثم يتلألاً نوره وهذا هو المعنى
الاصح لقوله تعالى الله نور السموات والارض مثل نوره كمشكاة فیها مصباح
المصباح فی زجاجة الزجاجه كأنها کؤب درى یوقد من شجرة مبارکة
الی اخر الایة انه جعل الصدر بمنزلة المشكاة والقلب بمنزلة الزجاجه والفؤاد
بمنزلة المصباح والسر بمنزلة الشجرة والداخل السر موضع خفی وهو موضع
نور الهدایة ولا صنع للعبد فیہ سوى ان الله تعالى اذا اراد ان یهدى العبد
النضال بلغ نوره فی الموضع الخفی فیتلألاً النور فهو معنی قوله تعالى فهو
على نور من ربه ثم يتلألاً النور الی السر فيقوم للعبد فعل التوحید
فیوحده الله تعالى ویبیراً من الاصنام ثم لا یسکن ذلک النور حتى يتلألاً
ذلک النور الی الفؤاد فيقوم فعل المعرفة عارفاً لله تعالى بجميع صفاته ثم يتلألاً

ذلك النور الى القلب فيقوم له فعل الايمان ثم يتلا ذلك النور الى الصدر
فيقوم له فعل الاسلام ثم يتلا ذلك النور الى الاعضاء فيتقاضى للعبد بالا
جتنب عن المعاصي والايثار فاذا جاء ذلك صار مومنا نقبا دخل
تحت قوله تعالى ان اكرمكم عند الله اتقكم فاذا قبول اربعة التوحيد
والمعرفة والايمان والاسلام فاذا جمعت صارت دنيا وهو معنى قوله تعالى
ان الدين عند الله الاسلام

(علماء) میں ایمان اور اسلام (کی تعریف) کے بارے میں اختلاف رائے ہے، بعض کہتے ہیں کہ
دونوں ایک ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس نے اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کر لیا
تو وہ نامقبول ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ دونوں (اسلام و ایمان) مختلف ہیں لیکن زیادہ صحیح ابو منصور
تریدی کا قول ہے کہ اسلام تکالیف شرعیہ کی معرفت کا نام ہے اور اس کا مقام صدر ہے۔ جیسا کہ ارشاد
باری تعالیٰ ہے جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا۔

اور ایمان اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے۔ اور اس کا مقام قلب ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے
”لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اے تمہارے دلوں میں رغبت مزین کر دیا“ اور قلب صدر کے
اندر ہے اور معرفت کا محل سر ہے اور وہ فواد میں ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ معرفت کا عمل بروئے کار آتا ہے
اور پھر وہ (سالک) اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی تمام صفات کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اس کا نور
جگمگا اٹھتا ہے۔ اور یہ زیادہ صحیح معنی اس آیت کے ہیں ”کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نور
ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے چراغ قندیل میں
ہے۔ قندیل گویا ایک روشن ستارہ ہے۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت بابرکت مفید
درخت کے تیل سے وہ زیتون کے درخت کا ہے جو نہ پورب رخ ہے نہ پچھم رخ (کسی آڑے) اس
کا تیل ایسا ہے کہ گویا خود بخود جل اٹھے گا اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے، وہ نور ہی نور ہے۔ اللہ اس نور
سے جس کو چاہتا ہے ہدایت (روشنی) دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے یہ مثال بیان کرتا ہے اور اللہ
ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔“

صدر کو بمنزلہ چسراغ دان رکھا اور قلب بمنزلہ شیشہ فواد بمنزلہ چسراغ، ہر بمنزلہ درخت
داخل ہر مقام خفی اور وہ نور ہدایت کا مقام ہے اور اس میں بندہ کی کوئی کارگزاری نہیں ہے بجز اس کے

کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بھٹکے ہوئے بندہ کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے تو اپنے نور کو مقام حنفی میں پہنچاتا ہے تو نور جگمگا اٹھتا ہے یہی مفہوم ہے اس ارشاد گرامی باری تعالیٰ کا فہو علی نور من ربہ (وہ اپنے رب کے نور کے واسطے ہوتا ہے) پھر نور مقام سر میں جگمگاتا ہے تو بندہ کے لئے مقام توحید واضح ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور معبودان باطل سے برأت اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے پھر وہ نور ٹھہرتا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ نور قلب میں جگمگا اٹھتا ہے تو اس کے لئے معرفت کی منزل آتی ہے اپنے تمام صفات کے ساتھ پھر وہ نور صدر (یعنی سینہ) میں جگمگاتا ہے تو اس کے لئے اسلام کا مرحلہ آتا ہے پھر وہ نور اعضاء و جوارح کو روشن کر دیتا ہے تو وہ (نور) بندے سے معاصی سے بچنے اور طاعات کے اختیار کرنے کا متقاضی ہوتا ہے (جب یہ سب ہو جاتا ہے) تو وہ مومن متقی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کہ ان اکو کم عند اللہ اتقکم (یعنی تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو بڑا متقی ہے) کے تحت داخل ہو جاتا ہے (تو یہ چار چیزوں کا قبول کرنا ہے) توحید، معرفت، ایمان اور اسلام تو جب کہ یہ سب جمع ہو جائیں تو وہی دین ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد گرامی کے اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔



وَالسَّلَامُ
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۷۷

دنیا کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! دنیا عالم حکمت ہے یعنی یہاں زیادہ تر کام اسباب کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ عقبتی عالم قدرت ہے یعنی یہاں کام بے اسباب واسطہ کے ہوا کرتے ہیں۔ اہل معرفت کہتے ہیں دنیا اور عقبتی دونوں ہی نفس کا نصیب و حصہ ہیں اور جو شخص اپنے نصیب و حصہ کے ساتھ ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی کے ساتھ ہے وہ خدا کے محبوب ہے یہی اس شعر میں ہے۔

تا تو باخویشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ
(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے تعدد میں ہے تجھے عدد ہی دکھائی دیتا ہے جب تو خودی
سے نکل آیا فنا ہو گیا تو تجھے ایک ہی ایک نظر آئے گا۔)

بزرگوں کا قول ہے اگر سید کو نین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے آنکھ نہ پھیر لیتے عقبیٰ تک
نہیں پہنچتے اور اگر عقبیٰ سے نگاہیں نہ ہٹا لیتے تو قاب تو سین تک نہ پہنچتے مازاغ البصر وما
طغیٰ (نہ نگاہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی) اسی کی شہادت میں ہے۔ قطعہ

دنیا ست بلاخانہ عقبیٰ ہو س آباد مافارغ ازیں ہر دو نہ انیم و نہ آنیم
اس فتنہ بد نیا شد و آن غرہ بعقبیٰ ما حاصل ایں ہر دو بیک جو نہ ستانیم
اے بھائی وہ جو کہتے ہیں کہ اہل دنیا اور ہیں، اہل عقبیٰ اور ہیں۔ بھائی! اہل اللہ دوسرے
ہی لوگ ہیں دنیا والوں سے بھاگنا ایسے جیسے شیر و سانپ سے وہ بھاگتے ہیں۔ اور اہل دین
نہ ان سے بھاگتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ ٹھہرتے ہیں ہاں اللہ والوں کی جوتیوں کی خدمت
طلب کرو، اگر میسر ہو تو سبحان اللہ۔

اے خضر چہ می نازی زان جو ہے کہ داندست زدگم شدگان را چوں تشنہ بہ بیا باہنا
اے بھائی اہل تصوف اگرچہ لوگوں کے ساتھ ہیں لیکن وہ مخلوق سے جدا ہیں، اور اگرچہ
نفس کے ساتھ ہیں، لیکن نفس سے علیحدہ ہیں، اور اگرچہ دنیا میں ہیں اس کے باوجود دنیا سے
باہر ہیں۔

جس نے یہ پہچان لیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا جو ممدوح ہے وہی ممدوح یعنی قابل تعریف ہے
اور جو اللہ کے نزدیک مذمت کے لائق و برا ہے وہی مذموم ہے ہوا الضار ہوا النافع ہو
المعطی ہوا المانع ہو (وہی نقصان پہنچانے والا ہے، وہی نفع دینے والا ہے، وہی عطا کرنے والا،
اور وہی روکنے والا ہے) تو ایسا شخص اگرچہ مخلوق کے درمیان ہے اس کے باوصف وہ مخلوق سے
علیحدہ ہے اور جس نے نفس کی خواہشوں، لذتوں اور شہوتوں سے نجات پالیا وہ نفس سے باہر آ گیا
اور جس کسی کی دنیا میں اپنی کوئی مراد نہ ہو اگرچہ وہ کسی درجہ میں دنیا میں ہو وہ دنیا سے علیحدہ ہے
ابد انہم فی الدنیا و قلوبہم فی العقبیٰ (ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبیٰ میں ہیں)
ایسے شخص کے لئے بالکل صادق آتا ہے اور تسلیم شدہ ہے تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔ والسلام

مکتوب ۱۷۸

فقر اور فقرائے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو اذاتم الفقر فهو الله اس قول کے معنی میں اختلاف ہے واللہ اعلم کچھ لوگ اس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ جو شخص آخر میں ایسا ہو جائے جیسا کہ اول میں یعنی پیدائش کے وقت تھا تو اس کا فقر پورا ہو گیا اور اس کے کام آراستی و درستی کے ساتھ انجام پا گئے۔ قطعہ

گر باز شوی بعالم خود فقر تو ہمہ تمام گرد
چوں فقر تمام گشت حقا چرخ فلک غلام گرد

ایک بزرگ کا قول ہے الفقر هو ان يرجع اخر العهد الى اوله فيكون كما كان قبل ان يكون۔ یہاں تک کہ وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ ازل میں عہد توحید کے انہی تھا خلیفہ کہتے ہیں کہ حق کو جواب دینے والا اسی ذرہ کا پتہ دے رہا ہے۔

اور دوسرے طور پر اذاتم الفقر فهو الله کی تفسیر یوں ہے کہ اذاتم الفقر یعنی لا حول ولا قوۃ فهو الله یعنی الا بالله اسی سے جاننا چاہیے کہ فقر کی حد و انتہا کہاں تک ہے؟ یوں کہا گیا ہے کہ اگر دنیا میں سے بال کے برابر کوئی چیز فقیر کے ملک میں ہو تو اس کا فقر کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ اس کے ملک میں ایک سر مو بھی وئی چیز نہ ہو مگر اس کی نظر کسی ایسی چیز پر جائے جس پر چیز ہونے کا نام ہو تو بھی اس کا فقر مکمل نہیں۔ اور اگرچہ اسباب میں سے کوئی سبب پائے ہوئے نہ ہو لیکن اس کی نظر اپنی قوت و حیلہ پر پڑتی ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اپنے حیلہ و قوت کے واسطے سے فلاں چیز حاصل کروں گا تو کھ۔ اس کا فقر مکمل نہیں ہوتا اور یہ جو کچھ بیان ہوا ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے اندر نہ پائی جائے اور اس کے باطن سے یہ نہ

آنے لگے لا حول ولا قوۃ یعنی کوئی چارہ نہیں رکھتا اور کوئی طاقت بھی نہیں رکھتا ہوں جب اس حد اور درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا فقر کامل ہو جاتا ہے اور یہ جو کچھ کہا گیا اذا تضر الفقر لا حول ولا قوۃ کے معنی میں ہے وہ یہی تھا جسے بیان کئے ہیں یعنی جب فقر کامل و مکمل ہو گیا تو پھر کسی حیلہ و قوت کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور جب اپنے حیلہ و قوت کی راہ اپنے اوپر بند پاتا ہے تو سب سے کلیتاً ناامید ہو جاتا ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کہ کسی شخص سے کام بننے والا نہیں ہے اور جب یہ حال ہو جاتا ہے تو سب سے منہ موڑ لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جاتا ہے کہتا ہے خداوند اپنے فضل و کرم سے مری دستگیری فرما اور مجھے سہارا دے اس لئے کہ کوئی حیلہ، وسیلہ، قوت و طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ جب یہ حال ہو جاتا ہے تو اس کی ساری امیدیں حق سبحانہ تعالیٰ سے وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس کا پورا اعتماد حق سبحانہ تعالیٰ ہی پر ہو جاتا ہے اور سارا حال و احوال اس کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اس کی تمام باتیں حق ہوتی ہیں فہو اللہ کے معنی یہی ہیں۔

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۱۷۹

محبوب و مطلوب کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! محبوب دو نوع کے ہیں محبوب لذاتہ اور محبوب لغیرہ۔ محبوب لذاتہ خداوند جل جلالہ کی محبت ہے اور ”محبوب لغیرہ“ انبیاء و اولیاء اور جملہ عبادات بدنی و مالی اور وہ تمام چیزیں جو محبوب و مقصود اصلی سے زیادہ نزدیک و قریب ہیں ان سب کی محبت ہے۔ اے بھائی! اس بار میں اگر کوئی نقل و سند چاہیے تو حدیث شریف ہے قال لنبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب عمل قوم خیرا و شرا کان کمین عملہ ای

المحبة دليل على الايثار والاختيار وكأنه عمله فجازى به فان كان خيراً فخير وان
 شراً فشر وقال من احب قوما جزا الله فيهم اى جمعه الله فيهم يوم القيمة ومغناه.....
 اخرا المصنف من احب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی قوم کے عمل کو پسند کیا اچھا ہو
 یا برا تو گویا اس نے وہ کام کر لیا۔ یعنی محبت ترجیح و اختیار اور ایثار کی دلیل ہے اور جس نے کسی قوم کے عمل کو کر لیا تو
 جس حیثیت سے پسند کیا ہو اس عمل اور اختیار کرنے کا اثر ہوگا (اور وہ یہ ہے کہ) گویا اس نے وہ عمل کیا
 اس کو اس کا بدلے گا اچھا کام ہوگا تو اچھا بدلہ برا کام ہوگا تو برا بدلہ ملے گا اور فرمایا جو شخص کسی قوم کو
 محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اس قوم کے ساتھ قیامت کے دن ملا دے گا۔ آدمی کا انجام اُسی
 کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے۔)

اے بھائی! ہر وہ محبت جو علت کے ساتھ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایسی محبت علت کے ختم
 ہونے سے عداوت میں تبدیل ہو جائے اور مخلوقات کی محبت و عداوت علت کے ساتھ
 معلول ہے۔ علت والی محبت میں منفعت معلول ہے اور علت والی عداوت میں مضرت معلول
 ہے تو معلوم ہوا کہ (علت والی محبت و عداوت میں) منفعت و مضرت ہے اور محبت عداوت ہوتی
 ہے لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت و عداوت معلول نہیں ہے یہ انہی ہے جس کا وہ تبارک تعالیٰ
 محب ہے اس کا عدو نہیں ہوتا اور جس کا عدو ہے اس کا محب نہیں ہوا کرتا۔ لیکن وہ شخص کہ حق
 تعالیٰ جس کا محب ہے وہ اعداء کفار کی صفت میں ہے مثلاً ساحران فرعون، اعداء کی صفت
 یعنی کفر میں تھے۔ جب سلطان محبت حق سبحانہ تعالیٰ غالب ہوا تو ان کو دوستوں کی صفت
 میں لے آیا۔ اور جس کا حق سبحانہ تعالیٰ عدو و دشمن ہے اگرچہ وہ دوستوں کی صفت
 میں ہو جیسے ابلیس علیہ اللعنة جب سلطان عداوت خداوند تعالیٰ کا غلبہ ہوا تو اس کو اعداء
 کفاروں کی صفت میں لے آیا۔

اب میں مطلب کی طرف آتا ہوں یعنی کافروں کے بارے میں کہتا ہوں کہ وہ اگرچہ اپنے
 کفر کے سبب خداوند تعالیٰ کے عدو ہیں لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ
 اس کا عدو ہے کیونکہ حال چھپا ہوا ہے اور اس کے عدو ہونے کا حکم موقوف و رکا ہوا ہے
 یہاں تک کہ اگر کفر کے ساتھ اس دنیا سے گیا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی عداوت اس کے لئے محقق
 ہوگئی۔ یا کفر اس کا ختم ہو گیا ایمان لے آیا اور ایمان کے ساتھ اس جہاں سے رخصت ہوا تو حق

سبحانہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے حقیقت بن گئی۔

مومن اگرچہ محکم ایمان یعنی ایمان ہونے کے سبب محب خداوند تعالیٰ ہے لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی محبت اس کے لئے محقق ہے یا اگر ایمان کے ساتھ اس عالم سے رخصت ہوا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے حقیقت بن گئی اور تعوذ باللہ خدا اپنی پناہ میں رکھے اگر ایمان زایل ہو گیا تو یہ حقیقت ہو گئی اس کے لئے کہ خداوند تعالیٰ اس کا دشمن تھا۔ لیکن ہاں خوب یاد رہے کہ محبت و عداوت کا یہ توقف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام خداوند تعالیٰ کے اخصل الخواص حبا میں ہیں۔ اور نبوت سے بڑھ کر کوئی مقام خاص تر نہیں ہے تو خداوند تعالیٰ کی محبت خاص، انبیاء علیہم السلام کے لئے درست اور محقق ہو چکی ہے اور یہ لوگ کفر سے مومن و محفوظ ہو چکے ہیں۔

وَالسَّلَام

شرف منیری



مکتوب ۱۸۰

شیخ ماتنا اور جلاتاہری کی معنوی تشریح میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! یہ جو قول ہے الشیخ یحییٰ دیمیت (شیخ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے) اس قول کے تین معنی ہیں واللہ اعلم۔ ایک معنی سے یہ مراد ہے کہ شیخ مرید کو طاعت و بندگی کے ساتھ زندہ کرتا ہے اور گناہ و معصیت کے ساتھ جو اس کی زندگی تھی اس سے مردہ کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ طاعت و بندگی حیات ہے اور معصیت و گنہگاری موت ہے۔ اور دوسرا معنی یحییٰ سے مراد اس کے دل کو زندہ بنانا ہے اور دیمیت سے مراد اس کے نفس کو مردہ کرنا ہے۔

اور تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کسی کو اپنے فضل سے استجاب الدعوات بنا دیتا ہے

تو وہ خداوند عزوجل کے حکم سے واقعی مردہ کو زندہ کر دیتے ہیں اور اسی طرح اللہ جل شانہ کے اذن و فرمان سے زندہ کو مردہ بھی کر دیتے ہیں۔

اے بھائی! مرید کو چاہیے کہ پیر کے ساتھ قلب کا لگاؤ و ربط ہر وقت رکھے ربط قلب کے معنی یہ ہیں کہ مرید اس بات کو اچھی طرح جان لے اور اس پر یقین کرے کہ میرے پیر کے سوا مجھے خدا تک کوئی نہیں پہنچا سکتا ہے اگرچہ اس وقت اور اس زمانہ میں ان کے جیسے ہزاروں ہوں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر مرید یہ سمجھے کہ میرے شیخ سے بہتر کوئی اور دوسرا ہے تو اس مریدی کی راہ میں یہ جائز نہیں ہے اور اس کی غرض اس کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ مرید کو چاہیے کہ ہر وقت پیر کے قول و فعل کی تقلید کرتا رہے بغیر کسی اعتراض و انکار کے۔ ہاں تقلید کو جاننا چاہیے کہ تقلید کسے کہتے ہیں اور کون سی تقلید درست و جائز ہے اور کون سی تقلید ناجائز ہے۔ تقلید چار قسم پر ہے۔ مجتہد (یعنی صاحب اجتہاد امام) کی تقلید کسی مجتہد کے ساتھ ایسی تقلید جائز نہیں ہے اور کسی مقلد کی تقلید کسی مقلد کے ساتھ یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے اور کسی عالم کا کسی مقلد کی تقلید کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں ایک مقلد کا کسی عالم کی تقلید کرنا یہ جائز و درست ہے۔

مرید کی نظر ایسی کشادہ اور کھلی ہونی ہونا چاہیے کہ اس کی وہ نگاہ ہمیشہ پیر کے کمال پر اور اپنے نقصان و کمی پر پڑتی رہے یہاں تک کہ اگر کوئی ایسی چیز اور ایسا فعل دیکھے جو اس کی سمجھ و عقل میں نہ سما سکے تو وہ یہ سمجھے اور اس پر اعتقاد رکھے کہ یہ بات جائز و درست ہی ہے ہاں میں اس کے معنی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ میری سمجھ اور پہنچ سے بالاتر ہے۔

اور یہ کہ مرید ان پیروں کے ہاتھ اور پادوں چوما کرتے ہیں یہ درست ہے اور روایت میں یہ نقل آتی ہے کہ ہاتھ پادوں چومنا صحابہ رضوان اللہ کی سنت ہے کہ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بہت مرتبہ بوسہ دیا ہے۔ ردی أن جماعة من اليهود أتوا الرسول عليه السلام فسألوا عن تسع آيات بينات فاجابهم بها فقبلاوا يده ورجله وصدقوا الحديث (روایت ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ سے حضرت موسیٰؑ کی کھلی ہوئی ٹوٹناریوں کے متعلق سوال کیا آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا تو انہوں نے آپ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا اور آپ کے کلام کی تصدیق کی۔ الحديث)

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے کبھی کسی کو منع نہیں فرمایا اگر یہ فعل شرع کے موافق نہ ہوتا تو ان لوگوں کو حضور ضرور منع کر دیتے تو معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں جو منا خلایہ شرع نہیں ہے۔
 روی عن وراع بن عامر، انا قبلنا ید النبی ورجلیہ وروی عن صہیب مولی العباس
 انہ قال رأیت یقبل ید العباس ورجلہ علی نقل من قواعد التصوف لا وراع بن
 عامر سے مروی ہے ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ (حضرت عباسؓ کے
 غلام صہیبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ حضرت عباسؓ کے دست و پائے مبارک
 کو (حضرت علیؓ نے بوسہ دیا) (منقول از قواعد التصوف)

عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

حقیر مشرف منیری



مکتوب ۱۸۱

تفکر، غور و فکر اور اس کا معنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! آدمی جب اس راہ میں داخل ہوتا ہے پھر اس کے بعد تمام
 کاموں کو وہ پورا کر چکا یعنی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعہ تزکیہ و تصفیہ اسے حاصل ہو چکا
 تو اس سے بڑھ کر کوئی مہم اور اس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ تفکر کیا
 کرے اور ہاں غور و فکر کرنا محض یہی نہیں ہے کہ سرگریبان میں ڈال لیا اور اپنی خواہشوں کا غم
 کھانے لگے ہر ایک چیز میں لالچ کی نظر ڈالنے لگے یا خواب کے بستر پر آرام کرنے لگے بلکہ
 تفکر یعنی غور و فکر کرنا ہے۔ اور یہ غور و فکر مخلوقات کے اندر جاتر ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے
 حق میں جاتر نہیں اور ہاں تفکر کرنے والے کو پہلے تفکر کے اسباب و سامان مہیا کرنا
 چاہیئے۔ جیسے دنیا اور دنیا والوں سے وحشت، ان کی جفاؤں اور ان کی بیوفائیوں کی

کچھ پرواہ نہ کرے، درویشی و ناداری سے رغبت نہ ہو اور نہ اس کا خوف ہونے پائے اور تمام مشغولیتوں سے فارغ ہونا چاہیے، دعویداروں کو خوشنود کر لینا چاہیے اور خود اپنے آپ کو صرف خدائے تعالیٰ کے لئے یکتا و تنہا کر لینا چاہیے اب ان سب سامان کے بعد تفکر، غور و فکر کرنا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے نیت سے ہست کیا، ناپاک پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا ایسا ناپاک قطرہ کہ اگر کپڑے پر پڑ جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز نہ ہو سکے، اور مالک الملک کے احسان و نوازش کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس نے مجھے پسندیدہ اور بزرگ بنایا اور ایمان کی خلعت اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا کہ اس تبارک و تعالیٰ ہی کی جانب چکر لگاتا رہوں۔ اور خود اپنے کو پہچنوا یا بھی یہاں تک کہ اس کی معرفت ایسی حاصل کی کہ اُس کو پہچان لیا۔ اور توحید کے کلمہ کا راز دار بنایا یہاں تک کہ اس کی الوہیت و قدوسیت کے ساتھ میں نے اسے پہچانا۔ اور اپنی دوستی سے نوازا یہاں تک کہ اس تبارک و تعالیٰ کو اپنا دوست بنا سکا اور ان تمام نعمتوں کے علاوہ اور دوسری نعمت کا وعدہ بھی فرمایا اور وہ عظیم نعمت اس کا دیدار ہے۔ اب جب کہ اس نے ناپاک قطرہ کو پاک بنا دیا اور اپنی ساری نعمتوں کے لائق کر دیا تو ان سب کے باوجود کب یہ جائز و درست ہو گا کہ آدمی کے دل کو اس کے علاوہ کسی اور سے لگا دے، جب یہ ساری باتیں مرید میں پیدا ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ اب وہ بیٹھے محض جسم و بدن سے نہیں بلکہ دل سے یعنی خلق کے ساتھ قائم رہتے ہوئے بھی اس کا دل خلق کی آویزش سے پاک ہو اور زمین پر ساکن ہو جائے جب ایسا ہو جائے تو اس وقت یقین کے دامن میں سر نیاز ڈال لے اور اس تفکر کے ذریعہ توحید کی تصدیق میں ڈوب جائے اور اس غور و فکر میں غرق ہو جائے کہ خداوند تعالیٰ غیب کے بھیدوں کا جاننے والا ہے وہ تمام چیزوں کا علیم دان ہے غیب کی خبر رکھتا ہے گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ وہ مجھ سے یہ اقرار پورے طور پر لینا چاہے گا اور اسل قرار کے لئے صدق کا تقاضہ ہو گا کیوں کہ وہ میرے ضمیر و دل کے اندر جو کچھ ہے اس سے مطلع اور آگاہ ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اس راہ سے یعنی اس طور و طریقے سے تفکر میں جائے اور تفکر اختیار کرے اور اپنے آپ سے اس صدق کو طلب کرے اور اپنے اندر ڈھونڈھے کہ جب اس کے ساتھ میں لگ گیا ہوں اس کی ہستی کا اقرار میں نے کر لیا ہے تو اس کے علاوہ کسی اور ہستی کا خیال مرے دل میں کیوں آئے اور یہ اندیشہ یعنی اس کے غیر کا خیال میرے دل میں کیا کرے گا۔

اور مجھے مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہو اس کا اظہار و بیان بھول چوک سے بھی کیوں ہو اور جب میں نے اسے پہچان لیا تو پھر اس کے غیر سے آشنائی میرے دل میں پیدا کیسے ہوگی اور مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہوگا کہ اگر کسی دوسرے کی ہستی کی آشنائی دل کی نیاز مندی میں آئے کیوں کہ آنا جانا آشنائی کی علامت ہے اور جب اس کے غیر کو غیر جان چکا اور اس کی پاکی کا اقرار کر چکا ہوں تو کسی چیز کی بھی دوستی و محبت میرے دل میں پیدا ہو یہ کیوں کر۔ اور جب اس نے اپنے دیدار کا وعدہ کیا ہے تو مجھے اس کے غیر کی طرف نظر کیوں کرنی چاہیے یا تو میں اپنے اس اقرار میں صحیح نہیں ہوں کیوں کہ مخلوق میرے متعلق نیک گمان رکھتی ہے یا صدق میں درست نہیں ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ سے شرم اور اس سے ہیبت نہیں ہوتی ہے یہ کون سی افتاد مرے کاروبار میں آپڑی یا تو میرا اقرار جھوٹ ہو یا میرے اس تصدیق میں کذب پوشیدہ ہے میرے نفس کی ہستی پھر گئی ہے۔ اس کی بندگی کرنے کا اقرار میں نے کیا ہے پھر دل غیر کے دام میں کیسے پھنس گیا ہے آہ وزاری میرے اس کاروبار پر اور وائے حسرت و افسوس میرے اعمال و معاملات سب برباد گئے جو کچھ محنت و مشقت رنج و تکلیف اٹھائی وہ سب رائیگاں گئیں میرے صدق میں مکر و فریب چھپا ہوا ہے۔ کہاں ڈھونڈھوں ایمان کے اس جوہر کو کیا پتہ کون سی وادی میں ہلاک ہو جاؤں گا جب دل کی گہرائی سے خوب روئے نالہ و فریاد کرے۔ اپنی مصیبت پر نوحہ کرے۔ اس کی ہمت سارے حجابات سے مجرد ہو جائے اس کا دل خون عذاب سے اس کا ستر عالم کشوں سے محجوب ہو جائے۔ اس کے جگر سے حسرت کے خون اُبھنے لگیں پھر ناامیدی کے پانی سے سیلاب آجائے اور خون جگر دونوں دیدیے سے بہار کے بادل کی طرح ٹپکنے لگے، مضطرب بے قرار، خستہ اور ہجور ہو جائے۔ اپنی زندگی سے خون میں رہے ہر وقت اندوہ گیں و خائف رہے اور اس بات کا ڈر اس میں سما جائے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت اس پر ہیبت طاری ہو جائے، لرزائے ترساں، اور گریزاں ہو جائے۔ اگر لوگوں کے درمیان ہے تو ایسا متحیر ہو کہ اس کی تمیز اس کا تصرف سب سے منقطع ہو جائے ایسا ہو جائے کہ خود اس کو اپنے آپ کی خبر نہ ہے اور نہ خلق سے باخبر ہو اور قبض کے حکمراں کا قیدی ہو جائے ایسا کہ اُسے خبر نہ ہو کہ اس پر کیا گزری اور کیا افتاد آئی اپنے آپکے بیگانہ ہو جائے اپنے معاشی مصلحتوں سے بھی کنارہ کش

ہو جائے ایسا کہ گرا پڑا بن جائے اور اس بات کا منتظر رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آتش دوزخ میں ڈال دیا جاؤں اور کہیں قربت سے منقطع کر کے جدائی کا داغ نہ دیدیا جائے۔ نیند بھوک اس کی غائب ہو جائے اپنی معاش سے پھر گیا ہو بیگانہ ہو گیا ہو، حکم بھی ادا نہ کر سکے اور بھی دوسرے کام نہ کر سکے جب ایسا ہو جائے تو حق سبحانہ تعالیٰ اس پر بخشش و انعام فرماتا ہے اور اس کی امیدیں برآتی ہیں بلکہ ساری امیدوں پر اسے اختیار دے دیا جاتا ہے اور اپنی جانب سے بہترین چیزیں اس پر ظاہر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی امید کا درخت پھل لے آتا ہے اپنے عجز کا ہاتھ اس کی شاخ پر لے جائے اور اس کے احسان کے میوے کھائے اور صاحب قوت و عظمت ہو جائے اور محبوب کے وصال کی جنبیلی کی خوشبو سونگھے یعنی مشام جاں معطر کرے اس وقت حیا اس کی مشکبہ ہو عاجزی کے ساتھ یہ فکر کرے کہ اس کی جانب سے اتنی ساری بھلائیاں اور میری جانب سے اس درجہ خطائیں اس وقت دلیری کے عالم میں داخل ہو یہاں تک کہ اس قبض کی اسیری سے باہر آجائے اور اس کا دل خوش ہو جائے۔ اس کا جسم آتش شوق کے شعلوں کی پٹ میں آجائے اور اس کے شعلے کی گرمی اس کے دل میں پہنچے آرزو مندی کا یہی شوق ہمت کہ امید داری کی راہ سے دم سادھ لے خاموش ہو جائے اور یہ دم سادھنا اسی دم اس کے دل تک پہنچ جائے اور اسے جنبش دے تاکہ محبت کی یہ آگ اسے اچھی طرح جلا ڈالے لیکن ایسا دم سادھنے کے بقا حاصل کرے۔ اور جب کبھی دل میں یہ خلش پیدا ہو کہ اس حال سے نکل آتے تو جگر خون کے پر نلے بہا دے یہاں تک کہ اس روش سے حسرت میں پڑ جائے اس وقت جب کہ نفس تکسب پہنچے تو خون کا ایک سیلاب بہتا ہوا دیکھے اور وہ اپنی ہلاکت سے ڈرنے لگے اس کی آنکھیں اس پر خون کی بارش کر دیں پھر آنکھوں کا وہی خون پانی کے رنگ یعنی آنسو میں تبدیل ہو جائے اور دونوں آنکھوں سے وہ پانی اللہ جل شانہ کی شرم سے برسنے لگے اور یہ دونوں طرح کا رونا آدمی کے لئے لازم مسلم اور ضروری ہے۔ جب اس تفکر کے سفر میں ہوگا تو شرم و ہیبت حق تعالیٰ اس پر ظاہر ہوگی، پھر وہ تمام احوال میں آداب کو ملحوظ رکھے۔

پھر اس کے بعد اگر موت، گور، قیامت میں غور و فکر کرے تو یہ درست ہوگا ہاں جب اس تفکر میں ہوگا تو علامت اس کی یہ ہے کہ اگر موت کے سوچ میں ہو تو اس فکر سے جینا اسے اچھا معلوم نہ ہو اور وہ دنیا و دنیا کے اسباب جمع کرنے کے ور پے نہ ہو اور ہمیشہ وہ شکستگی میں

ہو، میٹھی نیند اس سے بہت دور ہو جاتے، کھانے کی کسی چیز میں اسے لذت نہ ملے اور کسی لباس کی تمنا نہ رہے اس کی خواہش ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے ضائع کر دے اور پھینک دے اور جب خلق سے کنارہ کش ہو کر تنہا رہے تو روتا رہے اور جب مخلوق کے ساتھ ہو تو تکلیف میں ہو اور سب سے گریزاں۔

اس کے بعد پھر جب تفکر کرے تو یوں سوچے کہ قبر میں جب رہوں گا تو تنہا رہنا ہوگا تو آج ہی اس زندگی میں وحشیوں کی طرح ہو جائے صحبت سے تنہائی زیادہ بھلی معلوم ہو کسی چیز کے لینے سے چھوڑ دینا نہایت خوب معلوم ہو، بھوکا رہنا کھالینے سے زیادہ پسندیدہ ہو رات دن طاعت و عبادت کرنے والا ہو جائے۔

پھر جب تفکر کرے کہ قیامت میں ننگا اٹھایا جاؤں گا تو آج اس دنیا میں کسی بھی لباس کی تمنا میں دل کو لگنے نہ دے اور اپنے تمام کاموں کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ پھر جب یہ غور کرنے لگے کہ نیکی و بدی کو تو لیں گے تو آج ہی اس عالم میں نیکیاں بہت زیادہ کرے ذرہ برابر بھی نافرمانی کی طرف میلان نہ ہو اور کسی شخص کو نہ ستائے اور خود کو دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہونے دے۔

پھر اس کے بعد جب یہ سوچنے لگے کہ قیامت میں اپنی برائیوں کا نامہ پڑھنا پڑے گا تو خاموشی اختیار کر لے اور غیر سنجیدہ گفتگو نہ کرے اور قیامت میں جن چیزوں کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا اس کی طلب اسے نہ ہو اور یہ سوچے کہ قیامت میں اس کا نامہ اعمال کتنا زیادہ دراز ہوگا تو آج ہی اپنی زبان کو تباہ کرنے۔

اور جب یہ غور و فکر کرے کہ مجھے قیامت میں حساب دینا ہوگا تو آج ہی اس عالم میں حلال چیزوں کی طرف سے ہاتھ روکے کیوں کہ حلال کا بھی حساب دینا ہوگا۔ اور جب اس تفکر میں ہو کہ دوزخ کو دھکایا گیا ہے تو آج ایک پلک مارنے بھر بھی حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور کسی طاعت کو اٹھانہ رکھے۔

اور اگر اس بات میں غور و فکر کرے کہ بہشت سچی ہوئی ہے اگر ساری دنیا اسے دیں تو اس پر ذرہ بھر رغبت کی نظر نہ کرے۔ پس ہر آدمی اس کی فکر سے خالی نہ ہو اس غور و فکر کے بعد یہ کہ مردہ ہو جانے کی کیفیت اگر پیدا نہ ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس کے تفکر میں پُرانا نفس

اور دنیا کا ساز و سامان چھپا ہوا رہا ہے وہ جھوٹا ہے صادق نہیں۔ یہ راہ تو صادقوں کی ہے جب تک آدمی کے دل میں حق تعالیٰ کی ہیبت قوی نہ ہوگئی ہو یا ان چیزوں کا خیال جس کو میں نے کہا۔ شرم کے ساتھ اس کا تفکر کرنا غفلت ہوگی یا فاسد سوچ و فکر پیدا ہوگی یہاں تک کہ نیت و بوج لے گی کہ آدمی جب ہیبت کے ساتھ تفکر کرنے کے لئے بیٹھتا ہے اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی حفاظت نہ ہو تو اگر سو ہزار جان رکھتا ہو تو بھی وہ بے جان ہو جائے اور اگر اس کے دل کی آگ ظاہر ہو جائے تو اس کے جسم کو جلا ڈالے اور جس کسی کو اس کا علنا دیکھنا پڑے وہ زندہ نہ رہے مر جائے۔ اگر وہ حیا و شرم اس کے تفکر میں ہو اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ اس پر بخشش نہ فرمائے اور اپنا احسان اس کے ساتھ نہ کر دے تو وہ آدمی پانی ہو جائے اور ہر وہ آنکھ اور دیدہ جو اس پر پڑے وہ آنکھ اندھی ہو جائے اور دیدہ بھٹ جائے۔ اور اگر اس پانی کا ایک قطرہ بھی پہاڑ پر پڑ جائے تو وہ پہاڑ اسی وقت پانی ہو جائے اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے جو اے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک گھنٹہ کا ایسا تفکر اس نماز سے جو خشوع و خضوع و غیبت کے ساتھ چند سال تک پڑھی گئی ہو اس سے بہتر ہوگا۔

والسلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۱۸۲

ترتیب و فکر تعین وقت و فکر کے ثمرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! غور و فکر مخلوق کے اندر جائز ہے کیوں کہ اپنا اقرار صدق طلب کرتا ہے اور چگونگی (کیسا ایسا، ویسا) مخلوق کے لئے تو جائز و درست ہے لیکن خالق کے حق میں چگونگی (یعنی وہ کیسا ہے کیوں کر ہے وغیرہ) یہ آدمی کو شبہ میں مبتلا کر دیتی ہے آدمی میں تفکر سے پہلے شکستہ دلی اور دل کی حاضری پیدا ہونا چاہیے اگر یہ نہ ہو اور شرم و حیا

ہیبت حق سبحانہ تعالیٰ بھی اس کے دیدہ معرفت میں ہمیشہ اور ہر وقت نہ رہے تو ایسے
تفکر کا اجر و ثواب اور فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ تفکر کی سختیوں کو مریدانِ صادق ہی جانتے
ہیں جو مسلسل اس عمل میں لگے رہتے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تفکر کس وقت کرنا چاہیے کیوں کہ
آدمی اگر ہر وقت تفکر میں رہے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ تفکر آدھی رات کو کرنا چاہیے یا وقت
سحر یا ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان۔ ہر وہ تفکر جو ان وقتوں میں کیا جاتا ہے اس تفکر میں دل کی
حاضری، رضا و تسلیم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر وہ تفکر جو آدھی رات کو کیا جاتا ہے اس
وقت کے تفکر سے دلیں نور یقین کی تابش و چمک پاتا ہے، شک و شرک کی تاریکیوں سے
چھٹکارا مل جاتا ہے اور نفس خواہشات کی برائیوں کو دیکھ لیتا ہے اور وہ تفکر جو صبح کے وقت کیا جاتا
ہے اس وقت کے تفکر میں کشف باطن حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو کھول دیتے
ہیں اور معرفت کا جمال وہ پالیتا ہے عقبتی یعنی آخرت کے عجائبات اور وہاں کی چیزیں اس کے
سامنے آ جاتی ہیں اور ہر وہ دعائیں جو اس وقت وہ کرتا ہے وہ سب قبول ہو جاتی ہیں اور اگر اس کو
اہل ولایت کرنا چاہتے ہیں تو دوستی کی خلعت اسے پہنا دیتے ہیں اور اگر اسے حکمت دینا
چاہتے ہیں تو اسی وقت دیدیتے ہیں اور اگر اس کی شکلوں کو حل کرنا چاہتے ہیں تو اسی وقت حل
کر دیتے ہیں اور ایک حال روشن کر دیتے ہیں اور مخلوقات و دنیا کی فنا اسے دکھا دیتے ہیں
کیوں کہ صبح کا وقت تمام وقتوں میں بہترین وقت ہے۔ یہ وقت دوستوں کے خلوت کا ہے
عارفوں سے راز کی باتیں کہنے کا ہے اور حاجتمندوں کی حاجت بیان کرنے کا وقت ہے
اور مظلوموں کی داد خواہی کا وقت ہے مشتاقوں کے رونے دھونے کا وقت ہے دل جلوں کے
نالہ و بیقراری کا وقت ہے لیکن ہر ایک وقت کے آداب ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے کہ جب
اس تفکر سے باہر آئے تو کیا مانگنا چاہیے اگر سوال کرنے پر صریح ہے تو دن کے تفکر میں حاضری
ہونا چاہیے دوست کے احسان و نوازش پر غور و خوض کرنا چاہیے اور اپنے اعمال پر نظر رکھنی
چاہیے۔ اور جب سوال کرے تو یوں دعا کرنی چاہیے۔

اے میرے بادشاہ، اے میرے مالک اگرچہ میں نے نافرمانی کی ہے لیکن بندہ آپ ہی کا
ہوں، مری حاجتوں کو آپ کے سوا کون پورا کرے، میرے نفس کے عیبوں کو مجھے دکھلا دیجئے،
دنیا و مخلوق کی محبت میرے دل کے راستہ سے اٹھا دیجئے۔

اور آدھی رات کے تفکر میں معرفت کے حکم کے تحت بیٹھنا چاہیئے اور یوں کہنا چاہیئے کہ یہ آپ کی مرضی تھی جو آپ نے اتنی ساری بھلائیاں اپنی طرف سے مجھ پر اپنے فضل سے عطا کیں تو اب کیا نقصان ہو جائے گا کہ مجھے میرے اپنے آپ سے نکال کر کلیتاً اپنا بنالیں اور میری حاجتمندیوں اور میری امیدوں کو آپ اپنی طرف سے پورا کر دیجئے اور مجھے بجز اپنے سب سے یکتا و تنہا کر دیجئے اور صبح کے تفکر میں چاہیئے کہ محبت خداوندی کے حکم کے تحت بیٹھے، سرگوزانو کے درمیان ڈال دے بے انتہا یعنی بہت زیادہ زار و قطار روئے نالہ و فریاد کرے اور دھول و مٹی کو اپنے دیدہ کافر شس بنائے پھر حسرت کے اشکوں سے اس پر چھینٹے مارے، امیدواری کی خلوت کے صحن کو اپنے مٹرگاں اور پلکوں سے بہا کرے اور بہت زیادہ روئے یوں عرض کرے۔

اے بادشاہ آپ کی محبت تمام دلوں کی مالک بن گئی ہے، مخلوق اور اپنے آگے طاقت و قوت نہیں رکھتا ہوں یا مجھے ان سب سے نکال کر اپنے ساتھ آرام دیجئے اور جس جس چیز سے میں محبوب ہوں اس پر میرے دل کو کھول دیجئے اگر میں آپ کا دوست ہوں تو مجھے اپنا محرم اسرار بنالیں اور اگر میں اپنا دوست ہوں تو مجھے ہلاک کر دیجئے۔ اس وقت اس کے دل میں نور کی تجلی منکشف ہوگی یہاں تک کہ ساری ہستیاں اس کے آگے پست ہو جائیں گی اور وہ اپنے آپ سے بھی گزر جائے گا پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے سر میں ندا ہوگی کہ میں تیری آن ہوں غمگین نہ ہو۔ یہی ہے اس کی دوستی کی خلعت۔ تو ایسے آدمی کو کون شخص خوش نہیں دیکھ سکتا۔ سرگرداں و پریشاں ہو جائے اور مخلوق یعنی لوگوں کے نزدیک دیوانوں کی طرح معلوم ہو عالم حیرت میں متحیر ہو جائے اور یہ بھی ہوگا کہ اس کی عقل معرفت کے سمندر میں غرق ہو جائے اور رات دن خود کو تفکر میں اس امید پر ڈال دے کہ شاید دوسری بار وہی ندا اس کے کانوں میں پہنچے اور یہ نہیں کی بات ہے کہ محب اگر سوتا ہے تو بھی اس کا دل نہیں سوتا یہ اس لئے کہ وہ انتظار میں رہتا ہے۔ ہر وہ آدمی جو تفکر میں اس اصول پر چلتا ہے امید ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دوستوں و لیوں کے زمرہ میں داخل کرے اور ان کے کاروبار تک ان کو پہنچا دے اور اس کا نقارہ بج جائے کہ مرید سارے عالم سے کٹ جائے اور اپنی نیندوں کو اپنے اوپر حرام کرے یہاں تک کہ شاید قیمتی موتی اس کے ہاتھ آجائے بزرگان دین کا قول ہے کہ آدمی پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ اس زمین پر ایک موتی پالیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود مٹی سے بنا ہوا

اور عین اسنی ٹی سے یہ گوہر آبدار نکال لایا ہے اس پر حکمت حق تعالیٰ صادق آتی ہے اور ہر اک
پیز کے پالنے اور نہ پالنے سے وہ خوش رہے اور جس طرح بھی حق سبحانہ تعالیٰ اسے رکھے۔
اس پر بغیر کراہت کے راہنی رہے اس کے لئے عزت و ذلت ایک ہو جائے فقر و تو فگری یکساں
بن جائے۔ سارے دن وہ اس معنی کا منتظر رہے اور ساری رات اسی معنی کی طلب میں بسر کرے۔
تمام رات سب سے کٹا اور ٹوٹا ہوا رہے اور اسی طرح دن کے وقت اس کے اوپر علائق کاغذ
باقی نہ رہے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر کسب و کمائی کرے تو اسی قدر کہ جتنے میں زندہ و
سلامت رہ سکے اور یہ کسب بھی ملال کے ساتھ کرے رغبت کے ساتھ نہیں اور جو کچھ بھی
کرے وہ غیر کے لئے نہ یہ کہ خود اپنے لئے۔ عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام



فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۸۳

دل کے احوال میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! کہ دل کی صفتیں دو طرح کی ہیں نیک، بد، اچھی و بُری آدمی کے
جملہ افعال و اعمال اسی کا ثمرہ ہیں کوئی آدمی بُری صفت سے خالی نہیں ہے اور جب تک
بری صفت دل میں ہے ہر فعل و عمل جو آدمی سے ظہور میں آئے گا وہ صرف بُرا ہی ہوگا،
یا اچھے اور بُرے افعال ملے ہوتے ہوں گے۔ کیوں کہ صفتیں دل کی سرزمین میں اسی طرح ہیں
کہ جس طرح درخت زمین میں ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر درخت بہترین اور
اچھے قسم کے ہیں تو اس کا پھل بھی عمدہ اور اچھا ہوگا اور اگر درخت بُرے قسم کا ہے تو اس کا پھل
بھی خراب و بُرا ہی ہوگا۔ اسی طرح بلا فرق دل میں صفتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا دل ہو جو
اچھے اخلاق اور اچھے اوصاف سے آراستہ ہو تو ہر عمل اور ہر فعل جو اس کے ظاہر اعضاء

سے صادر ہوگا وہ سب کاسب نیک و اچھا ہی ہوگا۔ ایسے شخص کو اہل دل کہتے ہیں اور ایسے
 دل کو دل زندہ کہتے ہیں۔ اور اگر تمامی ملکوت عیاں درویشن ہو جائیں تو اس علم کو علم مکاشفہ
 کہتے ہیں۔ اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں خداوند
 تعالیٰ کی راہ خود تیرے اندر ہے یہی کافی ہے وَفِي الْفُسْطُحِ افلا تبصرون (وہ تمہارے اندر
 کیا تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے اور القلب بیت اللہ اور القلب عرش اللہ (دل
 اللہ کا گھر ہے دل ہی عرش الہی ہے) اس جملہ کی گواہی دے رہا ہے جس کسی نے کہا ہے خوب کہا ہے

محراب جہاں جمال خسارہ ما سلطان جہاں در دل بیچارہ ما
 گفتہ ملکاترا کجا جویم من وز خلعت تو وصف کجا گویم من
 گفتا کہ مرا بجوی بر عرش بہشت نزد دل خود جو کہ دل تویم من
 اور اگر کوئی دل ایسا ہو جو نامحسوسوں سے آلودہ اور بُری خصلتوں میں گرفتار ہو
 تو ہر وہ فعل و عمل جو اس کے ظاہر اعضاء سے وجود میں آئے وہ سب کاسب فائدہ ہو جتنا
 بھر بھی ذمہ داریوں سے وہ نکل آئے ظاہر شرع کے حکم کے تحت لیکن کل قیامت کے دن
 کچھ کام نہ آئے گا اور آج اس دنیا میں اس کا دل ملکوت یعنی باطن کے اسرار کے دیکھنے سے
 کور و نابینا ہوگا اور اس راہ کے مردوں کی دولت و نعمت سے محروم رہے گا دست و پا
 یں نظرون الیہم لا یبصرون یہ اندھے دلوں کے حق میں ہے و گرنہ ظاہری آنکھ
 سے تو وہ بھی دیکھتے ہی ہیں اور تمام بُری صفتوں اور بُرے اخلاق کو نفس کہتے ہیں اور
 ایسے شخص کو صاحب نفس کہا جاتا ہے۔ صاحب نفس نفس کی آلودگی کے ساتھ برہا برس
 اگر جان سے مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے تو بھی اس پر کچھ نہ کھلے گا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

راہ پاکاں است این آلودگاں را نیست راہ
 مرد این رہہ مستی بیہودہ جانی میسکنی

یہ پاک لوگوں کی راہ ہے گندے اور ناپاکوں کی راہ نہیں ہے جب تم اس راہ کے مرد نہیں ہو
 تو فضول جان ہلکاں کر رہے ہو۔

والسلام
 حقیر شرف میزی



مکتوب ۱۸۴

ظاہر و باطن کی طہارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمودات وہ اچھی خصلتیں جو نجات دینے والی ہیں۔ مذمومات وہ بری خصلتیں جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ظاہر و باطن کی پاکی طریقت میں شرط ہے جس طرح ظاہر شرع میں وضو نماز کے لئے شرط ہے اور یہ معلوم ہے کہ بغیر وضو کے نماز محال ہے۔ اور ظاہری پاکی کے چار درجے ہیں۔

- پہلا درجہ۔ ظاہری اعضاء کی پاکی نجاستوں اور جراثیم سے۔
- دوسرا درجہ۔ اعضاء کی ظاہری طہارت برائیوں کے لگاؤ سے۔
- تیسرا درجہ۔ دل کی پاکی جملہ بری خصلتوں اور برے اخلاق سے۔
- چوتھا درجہ۔ سیر کو غیر حق سے پاک رکھنا۔

پاکان جہاں اس طہارت کے عالم میں اس جہاں میں رہتے ہوئے یہ لوگ اس درجہ مجاہدہ و ریاضت جو کرتے ہیں وہ اسی طہارت و پاکی کے لئے کیا کرتے ہیں اور جب اس پاکی و طہارت سے سطر ہو جاتے ہیں تو اس بارگاہ پاک کے لائق ہو جاتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ طَیْبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیْبَ (بے شک اللہ پاک ہے اور وہ قبول نہیں فرماتا طہارت کے سوا) بارگاہ پاک میں پاک لوگوں ہی کو باریابی ملتی ہے۔ علمائے آخرت کہتے ہیں کہ ظاہر کے سنوارنے میں لگے رہنا اور دل کے تزکیہ و طہارت کو چھوڑ دینا ایسا ہی ہے کہ مرض اندر میں ہے اور ظاہر جسم پر دوا ملی جا رہی ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کو اپنے یہاں مہمان بلائے گھر کے باہر ہی جھٹے کو طرح طرح کی زینتوں سے سجائے اور گھر کے اندر دینی حصہ میں نجاست و گندگی کو ڈال کر کٹ چھوڑ دے۔ اسی کو کہا ہے۔

کوشش تادل زندہ گردن چہ آرائی برنگ
مردہ را کے سود دار دگور با نقش و نگار

جانو! کہ بری صفتیں جن کو مہلکات، ہلاک کرنے والی کہتے ہیں اس کی بہت سی قسمیں ہیں جس طرح اچھی صفتیں کہ جن کو منجیات، "نجات دینے والی" کہتے ہیں، کی بہت سی قسمیں ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ اصل مہلکات دس ہیں کہ آدمی اگر اس سے چھٹکارا پالے تو کامل ہو جائے۔ بخل، کبر، عجب، ریا، حسد، بد مزاجی، غصہ و کھانے پر بہت زیادہ صریح اور بہت زیادہ بوشنے کی حرص، جاہ کی محبت، مال کی محبت۔ اور اصلی منجیات بھی دس ہیں اگر کوئی شخص اسے حاصل کرے تو وہ کامل ہو جائے گناہ پریشانی، بلائیں صبر، قضا پر راضی رہنا، نعمت میں شکر، خوف و امید کا یکساں ہو جانا، زہد یعنی دنیا کا ترک، طاعت میں اخلاص، لوگوں کے ساتھ نیک جوئی اور خداوند عزوجل کی محبت۔

عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۸۵

بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! محبت دو طرح کی ہے۔ ایک محبت عام۔ دوسری محبت خاص۔ محبت عام جملہ مقامات میں سے ہے اور وہ بندگی کرنا اور گناہ و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

تَعْمَى الْاِلٰهَ وَانْتَ تَظْهَرُ حَبِیْبَهٗ هٰذَا الْعَمَرِ فِی الْفَعَالِ بَدِیْعَ
لَوْ كَانَ حَبِیْبٌ صَادِقًا لَا طَعْتَهٗ اِنَّ الْمَحَبَّ لَمِنْ یَحِبُّ مَطِیْعَ

(تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم یہ عجیب طرز عمل ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کافراں بردار ہوتا۔ کیوں کہ محبت کر نیوالا اپنے محبوب کا مانع اور فرماں بردار ہوتا ہے۔)

خداوند تعالیٰ کی دوستی و محبت کا دعویٰ تو نے کیا اور اس دعویٰ کے باوجود تجھ سے گناہ سرزد ہوئے یہ تو انکار کی قسم ہے۔

گر دوستی بصدق بدی طاعت آدمی زان رو کہ دوست از ہمہ اطاعت آری
لیکن محبت خاص ایسا معنی ہے جو باطن میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا سے ہوتا ہے جب یہ دوستی حقیقت میں پیدا ہو جاتی ہے اس وقت دوست کی جانب سے جو کچھ دیکھتا ہے اس کو اپنے لئے دوست بنا لیتا ہے خواہ وہ خوش دلی سے ہو یا ناخوشی سے جیسا کہ کہا ہے۔

و لوبید الحبيب سقى سما كان السقم من يده يطيب
(اگر محبوب کے ہاتھ میں زہر (کا جام نوش کرو) تو اس کے ہاتھ سے زہر بھی خوش گوار (شراب) ہے)
گر من از دست دوست زہر خورم زہر قاتل مرا چو جلاب بود
اور حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے اس آیت کا تذکرہ آیا قال احسنو فیہا ولا تکلموا

نقل ہے کہ ہزاروں ہزار سال کفار و بنا دینا پکارتے رہیں گے انہیں خطاب ہو گا۔ میری رحمت سے دور ہو جاؤ اسی جہنم میں پڑے رہو، خاموش مجھ سے بات نہ کرو۔ جناب شبلیؒ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کاش یہ خطاب مجھ سے ہوتا۔ یہ بات محبت ہی کا خاصہ ہے محبوب سے ہم کلامی چاہیے خواہ وہ کلام لطف کے ساتھ ہو یا تہر کے ساتھ محبت کے مذہب میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ہے تو محبوب کا کلام محبوب مجھ سے مخاطب ہو۔ اور اسی مقام کی بات ہے بعض مشائخ نے شیطان کے بار میں تعریفی کلمے کہے ہیں کیوں کہ تمام صفتوں کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل ان دو صفتوں پر ہے۔ ایک لطف اور دوسرے تہر پر۔ کہ جب شیطان کے حق میں تہر کی صفت کا اثر اور اس کی علامت بدرجہ دیکھیں تو یہ اثر و علامت ان کے نزدیک محبت کے غلبہ کے رُوسے لطف کے اثر و علامت

کے برابر ہوئی۔ دونوں ہی اثر و علامت چوں کہ محبوب کی جانب سے ہے تو ان کے نزدیک دونوں ہی ایک طرح کے ہوتے ہیں۔

زہر گر دوست است خوش از حلوہ است خار گر دوست است بہر از ضررہ است

اور یہ اسرار میں سے ایک سر ہے فہم من فہم وجہل من جہل (سمجھا جس نے سمجھا اور جاہل رہا وہ جس نے نہیں سمجھا) اس کے علاوہ ہر وہ تفصیل طلب جملہ جو مشائخ نے منسوب ہے وہ عذر بہانہ دکھلانا جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے بارے میں اور آدم و آدمی سے اس کی دشمنی بھی خداوند تعالیٰ کے فرمان کے برخلاف ہے اور اس میں کلام یعنی قرآن کے نص کار و اور اس کی تکذیب ہے اور از روئے تحقیق اس جیسی تصریح ہے خدائے تعالیٰ کے کلام سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ اس مردود کی دشمنی کی وجہ سے ہے محبت کے مذہب میں دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے جس طرح دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔ تو خدائے تعالیٰ کے دشمن کی طرف سے عذر دکھلانا قول خدا کے خلاف اور محبت خدا کے مذہب کے خلاف ہوتا ہے اور یہ بہت بڑی غلطی اور زبردست لغزش ہے عصمنا اللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ بچائے ایسی باتوں سے) تو حاصل کلام یہ ہوا کہ جب وہ محبت پیدا ہوئی تو بے شک یہاں پر صبر ہو گا خوشی طبع کے ساتھ۔ جس طرح اس بیقراری کے پہلے خوشی طبع کے ساتھ کتنی یہاں پر بندہ کے لئے خدا کے اختیار کے آگے اپنے اختیار کا ترک لازم آتا ہے اس کی رضا کے حکم کے تحت۔

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

شرف منیری



مکتوب ۱۸۶

اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! کہ جب بندہ خداوند تعالیٰ کے اختیار سے راضی و خوشنود ہوا تو اس بندہ کے لئے اپنی جانب سے اپنے تصرف و اختیار کا ترک کرنا لازم ہے اور جب یہ حال پیدا ہو جاتا ہے تو بندہ کے لئے راحت ہی راحت ہے اور اس کی طبیعت کی تمام ناخوشی اس کی خوشی بن جاتی ہے اس کے تمام حرکات و سکنات طاعت و عبادت ہو جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صحابی یعنی حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے کہا الفقرا حب الی من الغناء والمرض احب الی من الصحیة والموت احب الی من الحیاة والحزن احب الی من السرور یعنی غربت و فقری تو نگری سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور بیماری صحت سے زیادہ پیاری ہے موت زندگانی سے کہیں زیادہ مجھے محبوب ہے غم خوشی سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ ابو دردا رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب اہل بیت نبوت یعنی حضرت حسن ابن علی اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا رحمہم اللہ ابا الدرداء ما احب غیر اختیار اللہ یعنی ابو دردا پر خدا کی رحمت ہو (جو انہوں نے یہ جملے کہے) کہ خدا کے تعالیٰ جس چیز کو میرے لئے اختیار فرماتا ہے میں اس کے علاوہ کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا۔

اور حضرت جنید قدس اللہ روحہ سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اسی کے مثل جملہ پر عمل کرتا ہوں خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات وہ اس وجہ سے کہتا ہے کہ خود کو اور ان تمام برائیوں کو جو وہ کرتا ہے اسے اپنا فعل نہیں جانتا ہے خود کو معذور سمجھتا ہے اور اپنے ان سارے بُرے افعال کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے اور تقدیر خداوندی کو اپنے فعل کا بہانہ بناتا ہے تو یہ کفر اور گمراہی ہے لیکن ہاں یہی بات اگر کوئی سچا اور صادق آدمی اس رد سے کہتا ہے کہ

■ ہر قسم کی طاعت و عبادت بجالاتا ہے اور تمام نافرمانیوں منہیات و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرتا ہے اس کے باوجود وہ خود کو ایسا جانتا اور سمجھتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور تمام خطا کاروں و گناہ میں گرفتاروں سے خود کو کمتر دیکھتا ہے جہاں اس کے نفس کا یہ حال ہو گیا ہو۔ اور ہر وہ نیکیاں جو وہ کرتا ہے یا کرے اسے اپنی جانب سے نہ جانے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی عطا کی ہوئی قوت و مدد سے جانے اس کو اور اپنے آپ کو جمادات کے مانند بے تصرف دیکھے اور جانے مشائخ کا قول ہے کہ الاختیار شوم (اپنا اختیار خوش ہے) کہتے ہیں کہ جس طرح آدمی طفولیت بچہ ہونے کی حالت میں بے اختیار ہوتا ہے اور اس کی اس بے اختیاری میں حق سبحانہ تعالیٰ اس کے تمام اسباب و ساز و سامان اس کی بے تدبیری یعنی کوئی تدبیر اس کے بغیر نہیں آدیتا ہے اور اس کے کام بنادیتا ہے۔ اور جب اختیار کے لائق ہو جاتا ہے تو پھر تمام مصیبتیں اور تکلیفیں اس کے سامنے آجاتی ہیں تو اس راہ کے چلنے والے کو چاہیے کہ آخر کار وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ طفولیت میں تھا۔ اور یہ کہ کسی شیخ سے کسی نے پوچھا ما النہایۃ یعنی کام کی انتہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا الرجوع الی البدایۃ یعنی ابتدا کی طرف لوٹ آنا ہے۔ اور یہ قول اسی معنی میں ہے۔

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری



مکتوب ۱۸۷

سیرۃ البان حق تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! اگر کسی کو حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کام کا درد اس کے دامن گیر ہو، ہمت کی بلندیاں اسے میسر ہو جائیں اور طالب میں صادق ہو تو چاہیے کہ اس کے کام بھی اور دوسروں کے کام کے برعکس ہو جائیں۔ اول اپنے باطن کو کیا کریں، کیا کھاؤں کیا پہنوں کی فکر سے خالی کرے پھر ہمیشہ پاک و طاہر رہے ظاہری طہارت اور باطنی طہارت

دو دنوں طہارت پر قائم رہے۔ جب ظاہر کی طہارت پر ہوگا تو احکام کی بجا آوری سے نہیں رکے گا اور جب باطن کی طہارت میں رہے گا تو حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوگا۔

ظاہر کی طہارت۔ خون، پیشاب اور اس جیسی دوسری چیزوں سے۔

باطن کی طہارت۔ دنیا کی محبت، جاہ و منزلت، خلق کی آویزش اور ان کی گندگیوں کی آلودگی اور خداوند جلّ علانے اسے جو حکم فرمایا ہے اس کی بجا آوری اور جن باتوں سے منع کیا ہے اس سے دور ہونا اور سرور عالم خواجہ روز محشر حضور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قائم ہونا ان کی اتباع و پیروی کرنا تاکہ بدعت و گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ اور جہالت کو چھوڑ دے علم حاصل کرے۔ حرص و لالچ چھوڑ دے قناعت اختیار کرے۔ مخلوق کی صحبت ترک کر دے گوشہ نشینی اختیار کرے۔ سرداری بڑائی چھوڑ دے عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے طاعت و بندگی بجالائے۔ بخیلی ترک کر کے سخاوت کی صفت پیدا کرے۔ غصہ و خفا چھوڑ

دے علم و بردباری اختیار کرے۔ تہقہ کے ساتھ ہنسنا ترک کر دے اندوہ و گریہ اختیار کرے۔ درشتی و سختی سے باز آئے شفقت و نرمی برتا کرے۔ نام و ننگ چھوڑ دے گمنامی اور نیکی اپنائے۔ لوگ کیا کہیں گے اس خیال کو ترک کر دے خدا کیا کہے گا یہ اختیار کرے۔ مخلوق کی خوشنودی کو ترک کر دے رضا و خوشنودی حق تعالیٰ اختیار کرے۔ مخلوق کی عیب جوئی چھوڑ دے ان کی نیکیوں کی جستجو کیا کرے۔ لوگوں سے لینا چھوڑ دے بلکہ دینا اختیار کرے۔ قبول خلق ترک کر دے قبول حق تعالیٰ اختیار کرے۔ لوگوں کی بدخواہی ترک کر کے دعویداروں کو خوش کرنا شروع کر دے۔ خود اپنا دعویٰ، خصومت و دشمنی کو بھول جائے راضی ہونا اور بھلائی کرنا اختیار کرے۔ سونا اور آرام کرنا چھوڑ دے بیداری و بقراری اختیار کرے۔ خلق کی تعریف و تحسین چھوڑ دے حق سبحانہ تعالیٰ کی تعریف و تحسین اختیار کرے۔ اسباب پر تکیہ و بھروسہ ترک کر دے حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھے۔ شیطان کی باتوں کو چھوڑ دے حق سبحانہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہو جائے۔ اپنی خواہشوں کو ترک کر دے سنت کی پیروی اختیار کرے۔ فضول گوئی ترک کر دے حق سبحانہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرے۔ کھانے کی تمنا ترک کر دے فاقہ اختیار کرے۔ پہننے کی آرزو چھوڑ دے خرقہ اختیار کرے اگرچہ مندر یا پلاس کا ٹکڑہ یا کبیل کا پھٹا ہوا حصّہ ہی کیوں نہ ہو اور اس میں ایسا خوش و خرم رہے کہ اور دوسرے لوگ جس طرح دنیا کی

ساری دولت مل جانے سے خوش رہتے ہیں اور بے مرادی میں ایسا خوش رہے جیسا کہ دوسرے لوگ مراد پانے سے خوش رہتے ہیں درویشی کے زوال سے ایسا ڈرتا رہے جیسا کہ دوسرے لوگ دنیاوی نعمت کے زائل ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر تمامی عمر اس کی مراد بر نہ آئے تو مراد کے بر آنے سے جو خوشی ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ خوش رہے۔ اور یہ جانے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اسے دنیا سے محفوظ رکھتا ہے نہ کہ دنیا کو اس سے اور اس کو اپنی ذات سے اس لئے تو نگر بنا دیا ہے کہ تمام چیزوں کو بجز اللہ وہ چھوڑ سکا ورنہ نفس اسے اپنا لقمہ بنا لیتا۔ اس وقت موت اسے اچھی معلوم ہوتی ہے اور لمبی امیدیں کوتاہ ہو جاتی ہیں اور نامرادی کی خود خصلت اختیار کر لے اور اپنے سے کٹ جاتے اپنی بھلائی و بُرائی میں مشغول نہ ہو، نیند و بھوک اس سے غائب ہو گئی ہو اور اپنے گھر والوں کے درمیان بیگانہ ہو جائے۔ لوگوں کے بیچ وحشیوں کی طرح ہو جائے۔ کوئی چیز رغبت و خوشی سے نہ کھائے اور کوئی لباس رغبت و خوشی سے نہ پہنے مگر ناخوشی و باطن کی نفرت کے ساتھ۔ جیسے عاجزی کرنیوالوں کا چلنا اور لوگوں سے ایسا ہو جائے کہ اگرچہ کھانے اور پہننے کی کوئی چیز نہیں رکھتا ہو اس کے باوجود امیروں پر فراغت و قناعت ظاہر کرے کہ جب امیروں سے طمع ختم ہو جاتی ہے تو ان امیروں سے کہیں زیادہ امیر و تو نگر ہو جاتا ہے۔ اور یہ اچھی طرح یقین کر لے کہ زندہ رکھنے والا خداوند تعالیٰ ہے خواہ روٹی کے ساتھ زندہ رکھے خواہ بغیر روٹی کے۔ اور نفس سے کہیں کہ تیرا ہلاک ہو جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو خدا کے سوا کسی غیر کی جانب نگاہ کرے۔ جان دیدے یا خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر ایمان لا۔ جیسا کہ تو نے زبان سے اس کے رزاق ہونے کا اقرار کیا ہے تو اپنے باطن سے بھی اس کی تصدیق کر مومن ہو جا ورنہ مر جائے گا۔ اور رات کے پہلے حصہ میں یارات کے آخر حصہ میں یوں دعا کرے۔

اے میرے بادشاہ میں بھاگا ہوا تیرا بندہ ہوں۔ لیکن ہمیشہ تری محبت میں لگا ہوا ہوں تو خوب جانتا ہے کہ میرا مقصود تیری نافرمانی نہیں تھی لیکن اس بُرے نفس کے ہاتھوں گرا پڑا ہوا ہوں اگرچہ بہت زیادہ میں نے بُرائی کی ہے اس کے باوجود آپ کی مہربانی اور آپ کا احسان مجھے لوٹا لایا ہے کوئی طاقت میرے پاس نہیں، اخلاص کی پوئجی نہیں، زہد بھی نہیں وہ ساری چیزیں جو آپ کے بندگان رکھتے ہیں اُن سب سے میں مفلس ہوں۔

اے میرے بادشاہ جس قدر میں اپنے اعمال و افعال میں نظر دوڑاتا ہوں سوائے ناداری

کے کچھ بھی نہیں پاتا ہوں۔ گنہگاروں پر رحمت کرنے والے آپ ہی ہیں گرے پڑوں کو سہارا دینے والے آپ ہی ہیں بندوں کی دعائیں قبول کرنے والے بھی آپ ہی ہیں میں آپ ہی کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں کہ مجھے اس بدکردار نفس کے ہاتھوں سے نکال لیجئے تاکہ آپ کا مخلص بندہ بن جاؤں۔ رات دن کام میں لگا رہے اور ہمیشہ قائم رہے اور اپنے کام کرے جس سے نفس سخت بار پڑے اور وہ سخت کام نفس کی مرادوں کی مخالفت کرنا ہے جو کچھ نفس کی مراد ہے اور جو چیز نفس کو اچھی معلوم ہو اسے ترک کر دینا ہے۔ نفس پر جب سخت کام ہی اس کی مخالفت ہے اور جب طالبانِ صادق میں سے ہو جائے تو نفس سے ہشیاری کے ساتھ مقابلہ کرے تاکہ روز بروز نفس کے عیبوں سے آگاہ و بینا ہو جائے جتنا زیادہ کوشش کرتا رہے گا اتنا ہی زیادہ بینا ہوتا جائے گا اور مجاہدہ کے ذریعہ اسے پاک بنائے اور اس نفس سے پاکی کے برابر اس بارگاہ پاک میں قربت و نزدیکی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اس بارگاہ پاک میں سوائے پاک لوگوں کے اور کسی کی گزر نہیں اور جب تک ایک ذرہ برابر بھی نفس باقی ہے ناپاکی باقی رہتی ہے جیسے کسی جنبی کے جسم پر ایک بال بھی بغیر دھوئے ہوئے باقی رہ جائے تو جنابت یعنی ناپاکی باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر کسی میں استعداد و صلاحیت نہیں ہو اور اس کا درد بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے اور اگر اس کی ہمت اس میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ آخرت کی راہ میں علم ظاہر کے حکم کے تحت چلے اور سلامتی پسندی اپنی فضول گوئی کو اس راہ میں نہ ڈالے کیوں کہ یہ راہ مردوں کی ہے آدمی کو مرد ہونا چاہیے تاکہ اس راہ میں چل سکے اگر ہوس کے ساتھ اس راہ میں کوئی چل سکتا تو یہ راہ یوں نہیں خالی نہ رہتی راہ چلنے والوں سے بھری رہتی تو ایسے شخص کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ توبہ نصوح (پکی توبہ) کرے اور گناہوں کے قریب نہ جائے اس بارگاہ رب العزت میں گریہ و زاری کے ساتھ مناجات کرے کہ

”اے گناہوں کے بخشنے والے! عیبوں کو چھپانے والے! تجھی سے تیرے پاس فریاد کرتا ہوں کہ تو مجھے میرے نفس سے محفوظ رکھ تاکہ میں اس کی طرف سے پلٹ کر تیری طرف آ جاؤں کیوں کہ گرے پڑوں کی دستگیری کرنے والا تو ہی ہے مجھے اس توبہ پر استقامت عطا فرما اور وہ دعویٰ داران جو اس توبہ کے قبل ہو چکے ہیں ان کو اپنے خزانہ رحمت سے دے کر خوشنود کر دے تاکہ اس کی راہ مخاصمین و عویداروں سے خالی ہو جائے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے حرص

نہ کرے، دنیا حاصل کرنے کے لئے طبیعت کا میلان نہ ہونے دے اور ایسے لوگوں سے جو اس میں مبتلا ہیں اُن سے میل جول نہ رکھے اور تھوڑے پر قناعت کرے اور جب اس نے توبہ کر لی ہو تو موت، قبر، قیامت کی فکر میں لگا رہے تاکہ لمبی لمبی اُمیدیں کوتاہ ہو جائیں فاسد سوچ و فکر کم ہو جائے اور تمام اعمال ظاہری جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے فرائض و واجبات اور سنتوں سے اپنے ظاہر کو آراستہ کرے اور جتنا بھر ہو سکے اپنے اوقات کو اور ادو وظائف سے معمور رکھے علماء دین اور صلحاء کے گردہ اور پارسا پر سینر گاروں کے پاس رہنا اپنا معمول بنائے تاکہ اگر مردانِ حق میں سے نہ ہو سکا تو کم سے کم اہل آخرت کے گردہ میں سے تو ہو سکے اور کل قیامت میں عذاب و دوزخ کی ہلاکت سے چھٹکارا پا جائے اور وہ بہشت کی نعمتوں تک پہنچ سکے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگرچہ یہ مقدار خلاصہ و مختصر ہے لیکن خوش نختوں کے لئے اتنا کافی ہے اور ان کی غرض حاصل ہے۔ جملہ مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ
مُشَرَفِ مَنَسِيرِي



مکتوب ۱۸۸

صبر و شکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! پیغامِ مبر علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کے دو برابر حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا نصف شکر ہے تو جس کسی کو مصیبت و تنگی میں صبر نہیں ہے اور جسے نعمت و کشادگی میں شکر نہیں ہے اس کو ایمان نہیں ہے۔

اور حدیث میں ہے صبر ایمان کا سر ہے جس طرح بدن میں سر ہوتا ہے وہ ایمان جس میں صبر نہ ہو وہ بے سر کا بدن ہوتا ہے اور ایسا جسم جو بغیر سر کا ہو کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بغیر صبر کا ایمان کوئی کام نہیں آتا۔

جناب موسیٰ پیغامبر علیہ السلام ایک دن کوہ طور پر تھے انہوں نے عرض کی اسے میرے خدا بہشت میں وہ کون سی منزل ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ وہ جگہ خطیرہ قدس ہے جناب موسیٰ نے پوچھا اس جگہ کون لوگ ہوں گے؟ جواب ملا میرے وہ بند جن کو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور جب میں نعمت بھیجتا ہوں تو وہ شکر کرتے ہیں اور جس وقت ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اسی حال میں کہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (میں اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے اللہ ہی کی طرف جانا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جو خطیرہ قدس میں رہیں گے۔

حکماء کہتے ہیں کہ بہترین چیزوں میں سے یہ چار چیزیں ہیں۔ ایک فاقہ کا چھپانا دوسرے درد و بیماری کا چھپانا تیسرے خیرات و صدقہ دینے کو چھپانا چوتھے مصیبت کی پردہ داری۔ اور ایک حدیث ہے کہ صبر مصیبت پہنچنے کے وقت میں ہے تو اگر کوئی شخص بلا مصیبت کے پہنچنے کے وقت نالا کرے اور اس کے بعد صبر کرے تو ایسا شخص صابر نہیں ہوتا۔ جب مصیبت پہنچتے ہی کوئی کہے اٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون تو اس کے لئے یہ تین چیزیں ہیں صلوات اور رحمت اللہ کی طرف سے اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوگا اور اللہ کی جانب سے صلوات، اس کی رحمت ہی ہوتی ہے۔ ابیعباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خداوند جل شانہ نے کسی پیغامبر یا کسی پیغامبر کی امت کو انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں دیا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو حق سبحانہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں پر یہ تین چیزیں نثار کر دی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہم اولئک ہم المہتدون (وہ لوگوں پر خدا کی رحمتیں اور مہربانیاں ہیں اور وہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں) کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے جو کچھ دنیا میں پیدا کیا ہے وہ سب کا سب کسی ایک شخص کو مل جائے پھر خداوند عز وجل وہ سب اس سے لے لے اور اس کے عوض بہشت کے پانی کا ایک گلاس دینے کا وعدہ فرمادے تو وہ وعدہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو اس کو دیا گیا تھا اور پھر اس سے لے لیا گیا ہو بلکہ اگر تمہارے جوتے کا فیتہ ٹوٹ جائے تو صبر کرو اور کہو انا للہ وانا الیہ راجعون کیوں کہ ان میں انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ صلوات رحمت اور ہدایت ایک دفعہ چراغ بجے گیا ایلمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ اٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہی مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں جو چیز مومن پر گزرے اور اس کے گزرنے سے ناخوش پیدا ہو وہ مصیبت ہے۔



مکتوب ۱۸۹

غیبت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ غیبت ایسی بات کو کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص سُنے تو اسے رنج پیدا ہو۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس روزہ کا جس میں غیبت کی گئی ہو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا۔

اور دوسری حدیث ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو کسی مومن کی غیبت کرتا ہے تو یہ سپح اور دُرست ہے کہ وہ اس کا گوشت اس کے مرنے کے بعد کھاتا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا کہ مُردار کی جیسی بو آنے لگی حضور نے پوچھا جانتے ہو یہ کیسی مہک ہے، صحابہؓ نے کہا ہم لوگ نہیں جانتے۔ فرمایا یہ بو اس شخص کی ہے کہ جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

اور دوسری بات حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دنیا میں مومن بھائی کا گوشت کھایا ہو قیامت کے دن اس شخص کا گوشت اسے پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا کھاؤ اس شخص کا گوشت جیسا کہ زندگی میں تم نے کھایا تھا تو وہ اس گوشت کے کھانے سے ڈرے گا اور فریاد کرے گا۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے جو کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے وہ کل قیامت کے دن جب اس کے سامنے ہوگا تو اس کی پشت کو اس کے سامنے کر دیں گے۔ اور ایک حدیث یہ بھی ہے کہ غیبت سے دور رہنا چاہیے اس لئے کہ اس میں تین آفتیں ہیں

غیبت کرنے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اس کی نیکیاں مقبول نہیں ہوتیں اور اس کے گناہوں میں انا ذکر دیا جاتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ غیبت کرنے والے کو دنیا میں مزا ملتا ہے اور آخرت میں وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک روایت ہے کہ ایک عورت پستہ قد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیسی فصیح اور کیا خوش کلام ہے اگر یہ کوئی قد نہ ہوتی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عائشہ تم نے غیبت کی، حضرت عائشہ نے عرض کی جو بات اس میں تھی وہی میں نے کہی ہے ارشاد ہوا غیبت یہی ہے ایسی بُری چیز کو کہنا جو اس کے اندر ہو۔

ایک اور حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے اپنی ساری عمر میں ایک مرتبہ غیبت کی ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ اسے دس چیز سے عذاب کریں گے پہلے یہ کہ خدا کی رحمت سے وہ دُور ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ فرشتے اس سے اپنا میل جول اٹھالیں گے تیسرے یہ کہ اس کی جان سرنگوں ہو کر نکلے گی۔ چوتھے یہ کہ دوزخ کی آگ سے وہ قریب ہوگا۔ پانچویں یہ کہ بہشت سے وہ دُور ہو جائے گا چھٹے یہ کہ اس پر عذاب بہت سخت ہو جائے گا۔ ساتویں یہ کہ اس کے عمل کا ثواب ختم ہو جائے گا اور آٹھویں یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پاک اس سے نجسیدہ و ناخوش رہے گی۔ نویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس پر ہوگا اور دسویں یہ کہ قیامت کے دن میزان کے قریب وہ مفلس ہوگا۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے کہ غیبت کی بدلو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ظاہر ہو جاتی تھی اور ہم لوگوں کے زمانہ میں نہیں ہوتی ہے انہوں نے کہا ہم لوگوں کا زمانہ غیبت سے بھر گیا ہے، اسی وجہ سے غیبت کی بدلو کا پتہ نہیں چلتا ہے جس طرح وہ مکان جہاں غلاطت بھینکی جاتی ہے وہاں بدلو کی وجہ سے کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا اور گندگی پھینکنے والوں کے زن و فرزند اسی جگہ کھاتے پیتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے کوئی گندی بو معلوم نہیں ہوتی ہے اسی طرح غیبت کی بو ہوتی ہے۔

اور ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کوئی ایسا شخص ہے جو غیبت سے توبہ کر لے قبل اس کے کہ جس کی غیبت اس نے کی ہے اس کے پاس اس کی وہ غیبت پہنچے، کیا یہ توبہ اسے فائدہ دے گی؟ انہوں نے کہا ہاں نفع بخش ہوگی۔ یہ سچ ہے اور درست ہے کہ غیبت کی یعنی گناہ کیا اور پھر اس گناہ سے اس وقت اُس نے توبہ کر لی کہ وہ غیبت یعنی جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس نہیں پہنچی پھر غیبت کرنے والے کے توبہ کر لینے کے بعد جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس پہنچی تو اس کی وہ توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ خداوند بزرگ و برتر دونوں کو بخش دے گا۔ غیبت کرنے والے کو اس کی توبہ کی وجہ سے اور اس شخص کو جس کی غیبت کی گئی ہے اس کو اس غیبت کے سبب جس کے سُننے سے اسے سچ پہنچا۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مہیری



مکتوب ۱۹۰

خاتمہ کے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! ڈرنا اس سے کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر غم کھانا اس لئے کہ دنیا سے مسلمان ہو کر جانا فرض ہے۔ ڈرنا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں معاملہ اُلٹ جائے اور دنیا سے کافر ہو کر رخصت ہونا پڑے اس سے ڈرنا بھی فرض ہے اور جب بندہ کفر اور گناہ سے دور ہوتا ہے اور ایمان کے زائل ہو جانے سے ہمیشہ خائف رہتا ہے تو موت کے وقت فرشتے اسے دو خوش خبریاں دیتے ہیں ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں اپنے ایمان کے زوال سے مت ڈر بیشک ایمان کے ساتھ جاؤ گے۔ اور دوسری بشارت یہ دیتے ہیں کہ یقیناً خداوند تعالیٰ تجھے بخش دے گا اور تیرے ساتھ اپنے فضل و کرم کا برتاؤ کرے گا اس وقت بندہ ان دو خوشخبروں

سے خوش ہو جائے گا۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ مومن کو قیامت کے دن تہتر خوف و دہر کا پیش آئے گا ایسا کہ ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہوگا تو اگر مرنے کے وقت یہ دو بشارتیں اس کے کان میں نہ پہنچیں کہ مت ڈر اور غم نہ کھا، تو ہر طرح پورے طور سے میرے امان میں ہے۔

خواجہ حسن بھری رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدائے عزوجل اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ پر دو امان نہیں جمع کروں گا کہ جب بندہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا ہے تو قیامت کے دن اُسے مامون کر کے اپنے امان میں لے لوں گا اور جب دنیا میں مجھ سے نہیں خائف رہا تو قیامت کے دن اُسے ترساں ڈرنے والا بنا دوں گا تو جو شخص آج خائف ہے اسے کل قیامت میں خوش کر دیں گے اور جو آج شاد و فرحان ہے اسے کل قیامت کے دن غمگین بنا دیں گے۔

اور وہ بھری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ستر زاہدا ایسے تھے کہ ان کے زمانے میں زہد و عبادت میں ان کے جیسا کوئی اور نہ تھا اس زمانہ کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی آئی کہ یہ ستر کے ستر زاہد اس دنیا سے کافر ہو کر جائیں گے پیغمبر نے مناجات کی خداوندیہ کس سبب، حکم پہنچا کہ یہ لوگ اپنی عاقبت و خاتمیت سے نہیں ڈرتے تھے تو پھر کیوں کر مامون ہو سکتے ہیں۔

اور ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنی آخرت اور خاتمہ سے نہیں ڈرتا ہے کہ خاتمہ کس پر ہوگا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

نقل ہے کہ جب بندہ کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کا خال پانچ قسم پر تقسیم ہوتا ہے۔ مال و ارث بانٹ لیں گے۔ جان ملک الموت لیجائیں گے۔ گوشت کیڑے کھا جائیں گے۔ ہڈیاں مٹی بن جائیں گی۔ اور طاعت و تمام نیکیاں و عویدار ان سے لیں گے پس مال اگر وارث لے جائیں تو جائز، جان ملک الموت لے لے یہ بھی جائز، گوشت کیڑے کھا جائیں یہ بھی صحیح۔ ہڈیاں مٹی لے لے یہ بھی درست اور نیکیاں و عویدار لے لیں یہ بھی جائز۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت

شیطان ایمان ہی لے جائے۔

سیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے کہ جب ایک مجوسی کو دیکھا تو نہ ہوش ہو گئے
لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم یہ کیا ہے؟ فرمایا ڈرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کہیں میرا حال
نہ پلٹ دے اور اس منحوس کی طرح نہ ہو جاؤں۔

خواجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکہ گئے خواجہ سفیان
ثوری رحمۃ اللہ علیہ رات کے پہلے حصہ سے آخر رات تک روتے رہے شیبان راعی نے کہا
اے سفیان کس لئے روتے ہو؟ فرمایا ایک شیخ کو میں نے دیکھا ہے کہ لوگ جن سے چالیس
سال تک علم حاصل کرتے تھے اور وہ سالہا سال خانہ کعبہ میں مجاور رہے ہیں جب اس دنیا
سے گئے تو کافر ہو کر گئے۔

خواجہ معاذ نسفی رحمۃ اللہ علیہ مسائل دُعا کرتے مرنے سے تین دن قبل میری عقل اٹھالے
لوگوں نے پوچھا اے بزرگ یہ کون سی دُعا ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ غاتمہ کے خوف سے
ہے کہ خدا نخواستہ موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسی ویسی بات نکل جائے تو اس قول
پر میری پکڑ نہ ہو کیونکہ بے عقل و دیوانہ ہوں گا۔

خواجہ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کہ اے بزرگ
محترم آپ کا حال کیا؟ انہوں نے کہا بہت غمگین ہوں پوچھا کیوں؟ فرمایا دس جنازے
گورستان میں لائے گئے ان سب میں کسی کا ایمان سلامت نہیں تھا سوائے ایک کے۔
خواجہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک کفن چور نے تو بہ کی آپ نے پوچھا تو نے کتنے قبروں
سے کفن چوری کیا ہے؟ اس نے کہا سات ہزار قبروں سے۔ خواجہ نے پوچھا کتنے برسوں میں؟
اُس نے کہا بیس سال کی مدت میں خواجہ حاتم پر نہ ہوشی طاری ہو گئی کچھ دیر کے بعد جب ہوش
میں آئے تو پوچھا یہ سات ہزار قبر مسلمانوں کی تھی یا کافروں کی اس نے کہا وہ سب مسلمانوں کی
تھیں۔ خواجہ نے کہا مجھے بتا کتنے ایسے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے چہرے قبلہ کی طرف سے
پھر گئے تھے؟ اس نے کہا یہ نہ پوچھئے بلکہ یہ پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے رخ
قبلہ کی طرف تھے۔ ان سات ہزار میں تین ہزار لوگ ایسے تھے جن کا منہ قبلہ کی طرف تھا
اور باقی دوسروں کے چہرے پھرے ہوئے تھے۔ خواجہ پھر بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے

تو فرمایا کہ اتنا ہی میرے لئے کافی ہے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گھل کر بالکل ڈبل ہو گئے ہیں انہوں نے کہا آپ کو زار و نزار دیکھتا ہوں حال کیا ہے ؟ فرمایا آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے میرا کھانا پینا مجھ سے ترک کر دیا ہے پوچھا وہ آٹھ چیزیں کیا ہیں ؟ کہا اول مرنے کی ہیبت کہ جان اسلام پر نکلی گی یا کفر پر سیر ہو نہ کرے کس چیز پر بند کریں گے اسلام پر یا کفر پر۔ دوسری جب مجھ کو قبر میں رکھیں گے تو میری قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ۔ تیسری جب منکر نکیر مجھ سے سوال کریں گے تو میں جوابے سکوں گا یا نہیں۔ چوتھی جب میں قبر سے باہر آؤں گا تو میرا چہرہ سیاہ ہوگا یا سفید۔ پانچویں جب مجھے قبر سے باہر لائیں گے اور براق پر بٹھائیں گے تو براق کو بہشت کی طرف ہانک دیں گے یا دوزخ کی جانب چھٹے جب مجھ سے حساب کریں گے تو میں حساب دے سکوں گا یا نہیں ساتویں جب نامہ اعمال اڑائے جائیں گے تو میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ آٹھویں کل قیامت کے دن راہ دو ہوگی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ مجھے دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے یا بہشت کے راستہ میں چلائیں گے۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام
شرف منیری



مکتوب ۱۹۱

قیامت کے دن کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! قیامت کا دن حساب کا دن ہے ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا حساب کے بعد جزا ہے نیکوں کے لئے ناز و نعمت سے بھری ہوئی بہشت ہے ہمیشہ کے لئے اور جہنم کے لئے عذاب و عقوبت سے بھرا ہوا دوزخ، ہمیشہ کے لئے۔ اس روز کی ہیبت سے پہاڑ ٹوٹ

اور مستحکم ہے اپنی اس سختی و استحکام کے باوجود اڑتے ہوئے رست کی طرح ہو جائے گا۔
 حدیث شریف میں ہے پیغامبران صلوٰۃ اللہ علیہم اس روز کی ہیبت سے خوف و ناامیدی
 میں پڑ جائیں گے ایسا کہ نفسی نفسی کہتے لگیں گے مگر ہمارے پیغامبر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 امتی امتی کہیں گے۔

قیامت کا دن وہ دن ہے کہ بچوں کے سر کے بال سفید ہو جائیں گے اور اس دن کی ہیبت و دہشت
 سے اولاد اپنی ماں اور باپ سے بھاگنے لگیں گی۔ شوہر اپنی بیویوں سے اور بھائی بھائی سے بھاگے
 گا۔ اور آسمان پھٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہو جائیگا قیامت کے دن کی ہیبت ایسے مقام پر پہنچ جائے گی
 کہ جہاں جناب ابراہیم اللہ کے خلیل اور اللہ کے حبیب حضور محمد صلوٰۃ اللہ علیہما اپنے اپنے ماں
 باپ سے بھاگیں گے تو پیغامبر علیہ السلام اپنی بیوی نوح علیہ السلام اپنے بیٹے سے بھاگیں
 گے اور تمام ستارے جو سب آتش میں قیامت کے دن دریا بہا دیں گے اور ان سب بادلوں
 کا پانی آگ کے مانند ہو جائے گا عالم کے تمام مخلوق میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہیں رہے گا
 کہ جو پانی کا ایک گھونٹ پی سکے۔ اور جب اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور بھوکیں گے ساری مخلوق
 مردہ ہو جائے گی پھر دوسری بار صور بھوکیں گے تو تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ صور مثل قرنا کے
 ہوگا اس قرنا کے سر کا دائرہ سات آسمان اور سات زمین کی مسافت کے مانند ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگ جب قبر سے اٹھیں گے تو ہر شخص اپنے گور کے اوپر تین سو
 سال تک ننگے، بھوکے، پیاسے کھڑے رہیں گے کسی کو مجال نہ ہوگی کہ کچھ بول سکے۔
 اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ عورتوں کی کیسی قضیعتی اس دن ہوگی۔
 ارشاد ہوا عائشہ قیامت کے دن کی دہشت ایسی ہوگی کہ کسی کو ہوش نہیں رہے گا کہ ننگا
 ہوں یا کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور نہ اس کی خبر ہوگی کہ عورت کون ہے اور مرد کون ہے۔

نقل ہے کہ جب ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی مخلوق، فرشتے، دیو، آدمی، پری، حیوان،
 جانور، پرندگان کو زندہ کریں گے بعد سب کو ننگے پاؤں بھوکا پیاسا محشر کی زمین میں ہانک دیں
 گے۔ محشر کی زمین سفید ہے اور برابر ہوگی کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا بلندی و گہرائی نہ ہوگی کہ
 کسی کو پناہ مل سکے پھر آفتاب کی تابش ان لوگوں پر ہوگی یہ تابش چہرے کی جانب سے ہوگی جبکہ
 آفتاب آج پشت کی طرف نکلتا ہے چوتھے آسمان سے قیامت کے دن اس آفتاب کو تمام

مخلوقِ عالم کے سر پر بالکل قویب لے آئیں گے یعنی ایک نیزہ پر آفتاب آجائے گا اور حشر کی زمین میں کوئی سایہ نہ ہوگا مگر عرشِ خداوند جلّ علاہ کا سایہ اور اس سایہ میں سوائے مقرب بندوں کے اور کسی کی جگہ نہ ہوگی۔ آفتاب کی گرمی اس درجہ کی ہوگی کہ لوگ اپنے پسینہ میں ڈوب جائیں گے، کوئی پنڈلیوں تک غرق ہوگا اور کوئی زانوں تک اور کوئی مقعد تک کوئی سینہ تک کوئی دہن تک اور کوئی بالکل ہی غرق ہو جائے گا۔ پھر حکم ہوگا سب کو پل صراط پر لا کر کھڑا کر دو تاکہ ان لوگوں سے حساب لیا جائے پل صراط ایسا پل ہے جو دوزخ کے دہانہ پر قائم ہے اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک۔ کوئی تو ایسے ہوں گے جو پل صراط پر ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور کوئی ایسا ہوگا جو ایک تیز گھوڑے کی طرح گزرے گا کوئی دُل کی چال کی طرح اور کوئی چاروں پاؤں کوئی ایسا ہوگا جو زانو کے بل چلے گا اور کوئی بیٹھ کر مقعد کے بل کھسکتا ہوا چھوٹے بچوں کی طرح اور کوئی ایسا ہوگا جو پل صراط سے گزر ہی نہیں سکے گا پھر اسی جگہ دوزخ میں گر پڑے گا اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ لوگوں کے اعمال نامے اٹتے ہوئے ہوں گے ہر شخص پر اس کے اعمال روشن ہو جائیں گے اور ہر شخص کے ہاتھ پر اس کا یہ اعمال نامہ رکھا جائے گا۔ کافروں کا ان کے بائیں ہاتھ میں رکھیں گے انہیں دلہنے ہاتھ میں نہ دیں گے اور کہا جائے گا کہ پڑھا اپنے کردار نامہ کو کسی مومن کو اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں نہیں دیں گے اور پیٹھ کی طرف سے بھی نہیں دیں گے اگرچہ کسی درجہ کا فاسق و گنہگار کیوں نہ ہو جس طرح کسی مومن کا چہرہ سیاہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار ہو۔ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اس کا کردار نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پیٹھ کی طرف ہاتھ گھما دیا جائے گا اور گھما دیا ہوگا کہ کافران خود دیکھیں گے کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں آجائے وہ نجات اور چھٹکارا پاتا ہے اور جس کسی کے بائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے کفار داہنا ہاتھ بڑھائیں گے اور اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ کی طرف کر لیں گے اس خیال میں رہیں گے کہ اس طور پر رہائی مل جائے گی۔ فرشتہ اس کے بائیں ہاتھ کو اوپر اٹھا کر اس کے سینہ پر ماریں گے ایسا کہ اس کے پیٹھ کے پیچھے سے باہر لائیں گے اس وقت آگ کے کڑے کو لپیٹ کر اس کے چہرہ کو گردن کے پچھلے حصہ یعنی گدی کی طرف کر دیں گے پھر اس کا کردار نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کی طرف سے دیں گے۔ اور جب مومن اپنے نامہ اعمال کو پڑھے گا تو وہ پورا نامہ طاعت و عبادت سے بھرا ہوا ہوگا پھر وہ لوگ اس

خوشی میں اپنے دوستوں سے کہیں گے آدمیرے نامہ کو پڑھو دیکھو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے پڑھنے سے تمہیں ناخوشی پیدا ہو۔ اور جب کافر اپنے نامہ کو پڑھے گا تو وہ چیخ اٹھے گا اس وقت زبانہ جو دوزخ پر تعینات ہے اُسے حکم ہوگا پکڑو اور آگ کی زنجیریں جس کی لمبائی فرشتوں کی رسی سے شتر رسی ہے اس کے چہرہ میں داخل کر دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے منہ میں ڈال دیں گے اور مقعد سے باہر نکالیں گے اور جو اس سے بڑھ جائے گی وہ اس کی گردن میں پیٹ دیں گے نعوذ باللہ منہا۔ (اللہ اپنے پناہ میں رکھے)۔

نقل ہے کہ کوئی شخص میدان قیامت سے اس وقت تک قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ دہم و دینار روپیہ پیسہ یا سامان و اسباب کسی کالے لیا ہو یا ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو ان سب کے حقوق ادا نہ کرے گا اور تمام دعویداروں کو خوش و راضی نہ کرے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ تمام مظلومین اپنے ظالموں سے انصاف لے لینا چاہیں گے۔ بادشاہان اور سلاطین وہاں ذلیل و خوار اور شرمندہ ہوں گے اور مخلوق کے پاؤں کے نیچے جیونٹی کی طرح مسل و سہ جائیں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک شخص کو لائیں گے اور ترازو کے دونوں پلوں کے درمیان کھڑا کریں گے پھر جب ترازو کا پلہ طاعت و عبادت سے جھک جائے گا تو اس وقت فرشتہ بہ آواز بلند پکار کر کہے گا ایسا کہ تمام لوگ سنیں گے کہ فلاں شخص خوش قسمت ہوا ایسا خوش قسمت کہ اس کے بعد بھی بد بخت نہ ہوگا۔ اور اگر عبادت و بندگی کا پلہ ہلکا ہو گیا اور گناہ و محصیت کا پلہ بھاری ہو گیا تو فرشتہ بہ آواز بلند اس وقت ندا کریگا ایسا کہ تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص بد بخت ہوا ایسا کہ کبھی خوش قسمت نہ ہوگا نعوذ باللہ منہا۔

قیامت کا دن اس سختی و دشواری کے ساتھ پچاس ہزار سال تک روزانہ رہے گا صحابہ رضوان اللہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول قیامت کا روز اس سختی و دشواری پر اور اس لمبی مدت تک رہے گا۔ حالت کیسی ہوگی؟ ارشاد ہوا قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن پر یہ سختیاں اور یہ عرصہ ایسا آسان اور سہل ہوگا کہ جیسے نماز میں وقت دنیا میں گزارتے ہو۔ انشا اللہ انہیں مومنین میں سے ہم لوگ ہوں گے۔

والسلام

حقیر شرف میری



مکتوب ۱۹۲

موت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو! حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہوگا؟ ارشاد ہوا ہاں وہ لوگ ہوں گے جو ہر روز موت کو بیٹے بار یاد کرتے ہیں۔ اور حدیث ہے کہ اگر جانوران یہ جانتے کہ مرنا ہوگا جیسا کہ تم جانتے ہو تو کوئی شخص ان کا گوشت ہرگز فریبہ نہیں پاتا۔

نقل ہے کہ جب خداوند عز و جل نے موت کو بھینس کی صورت میں پیدا کیا اس کو حکم ہوا کہ جس شکل پر تجھے پیدا کیا ہے اسی شکل میں فرشتوں کی صف میں جا۔ موت فرشتوں کی قطاروں میں گئی کوئی فرشتہ ایسا نہیں تھا جو بیہوش نہ ہوا ہو سب کے سب دو سال تک بیہوش رہے بعد دو سال کے جب ہوش میں آئے تو پوچھا اے میرے پروردگار یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا یہ موت ہے۔ پھر پوچھا خداوند نمایہ کس کے لئے ہے؟ فرمان ہوا ہر ایک جان کے لئے پھر پوچھا اے خداوند پاک دنیا تو نے کس لئے پیدا کی ہے؟ فرمایا تاکہ آدم کی اولاد وہاں سکونت اختیار کرے۔ پھر پوچھا عورتوں کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ ارشاد ہوا تاکہ ان کی اولادوں کی نسل ان سے ہو۔ ان فرشتوں نے کہا کیا ہم لوگ ان لوگوں کے بارے میں یہ گمان نہ کریں کہ یہ ساری چیزیں جو پیدا کی گئی ہیں یعنی نیا اور عورتیں لوگ اس میں مبتلا نہ ہو جائیں گے؟ خداوند تعالیٰ نے کہا ایک لمبی امید ان پر غالب ہو جائے گی ایسی کہ وہ لوگ موت کو بھول جائیں گے یہاں تک کہ دنیا اور عورتوں میں مشغول ہو جائیں گے۔

اور حدیث میں ہے کہ لذتوں کے شکنجہ کو بہت یاد کر لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ لذتوں کا شکنجہ کیا ہے؟ فرمایا موت۔

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیں ارشاد ہوا موت کو اس درمیان یاد کرو کہ موت کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب کو بھول جاؤ۔ اور موت کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ تاکہ دنیا کو آباد کرنے سے تجھے چھٹکارا مل جائے۔ اور دعاء بہت کیا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سی دعاء قبول ہوگی۔ اور شکر بہت زیادہ کرو کیونکہ شکر نعمت کو بڑھانے والا ہے۔

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ ہر روز صبح کو یہ کہتے میں نے خود کو موت کے لئے تیار کر لیا ہے اے ملک الموت میری جان لے لو خواہ بیٹھے ہوئے میں خواہ کھڑے ہوئے میں۔

خواجہ براہیم ادم رحمۃ اللہ علیہ گھر سے جب باہر نکلنا چاہتے ایک پاؤں جب باہر رکھتے اس وقت غور و فکر کرتے کہ موت کے لئے پوری تیاری ہو گئی یا نہیں اگر دیکھتے کہ ہر طرح پر تیاری ہو گئی ہے تو باہر آتے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو گھر کے اندر لوٹ جاتے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ بندہ جب موت کو یاد کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ چار چیزیں اسے عطا کرتا ہے۔ پہلی چیز یہ کہ دنیا کی سختیاں اس پر آسان کر دیتا ہے دوسری چیز دنیا کی خواہشات سے اسے فاسخ کر دیتا ہے۔ تیسری چیز تو یہ پر وہ ہاتھ مارتا ہے اور گناہ کونے سے باز آ جاتا ہے چوتھی چیز اگرچہ کتنا ہی زیادہ طاعت و عبادت اس کی ہو وہ اسے تھوڑا ہی جانتا ہے۔

اور یہ روایت آئی ہے حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں تھے جناب جبریل ؑ آپ کے سر مبارک کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے پیغمبر علیہ السلام دیکھ رہے تھے صحابہ کو نظر نہیں آرہے تھے مگر صحابہ سُن رہے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے اے جبریل تم میرے دوست ہو میل س سختی میں ہوں اور تم مجھ سے مُنہ پھیرے ہوئے ہو۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا دوست ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ آپ کو اس وقت موت کی سختی سے واسطہ ہے تو دوست سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ دوست کو سختی میں دیکھے اسی سبب میں نے رُخ پھیر لیا ہے۔ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر موت کی سختی میں سے ایک بال برابر آسمان والوں پر رکھ دی جائے تو سب مرجائیں۔ اور قیامت کے لئے تہتر تہتر دھڑکے ہوں گے سب سے چھوٹا بول جو ہوگا وہ موت کا ہوگا۔

ایک دن جناب عیسیٰ علیہ السلام جناب یحییٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس آکر کھڑے ہوئے کہا اٹھئے یعنی زندہ ہو جائیے اللہ کے حکم سے بس جناب یحییٰ علیہ السلام قبر سے باہر آئے سر سے دھول و مٹی در کر رہے

تھے دیکھا ان کے آدھے سر کے بال سفید ہو گئے تھے جناب عیسیٰ نے پوچھا آپ کے سر کے بال سیاہ تھے یہ سفیدی کبھی ہے؟ فرمایا قبر میں جس دم میں نے یسنا کو اٹھو مجھے گمان ہوا قیامت پہنچ گئی اسی کی ہمت سے بال سفید ہو گئے ہیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں خدائے تعالیٰ سے یہ درخواست کروں کہ آپ کو پھر دنیا میں بھیج دے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں میری اس قربت کا واسطہ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کی حرمت کے طفیل ایسی درخواست نہ کرو کیونکہ جانکئی کی تلخی ابھی تک میرے حلق سے نہیں گئی ہے۔

کہتے ہیں کہ ملک الموت جب جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں جناب موسیٰ نے کہا تھوڑی سی فرصت دو کہ میں موت کی تیاری کروں حکم پہنچا کہتے کہ بھیڑ پر ہاتھ رکھیں ان کے بالوں کی تعداد میں جو آپ کی تھیلی کے نیچے آئیں اتنے سال کی عمر اور دی گئی۔ جناب موسیٰ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا موت جناب موسیٰ نے کہا پھر تو اسی گھڑی۔ ملک الموت نے ایک پھول موسیٰ کے ہاتھ میں دیا اس کا سونگھنا تھا کہ جان دے دی پھر جناب موسیٰ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا موت کو کیا پایا؟ کہا ایسا جیسے ایک سیخ تم تنویریں ڈال دو پھر اس سیخ کو کھینچ لو۔

کہتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا گدما ایک قبر کے قریب ہوا آپ نے اس قبر میں سخت عذاب ہوتے ہوئے دیکھا عرض کیا خداوند اس بندہ کو زندہ کر دیجئے حق سبحانہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تجھے اس قبر میں عذاب کس سبب سے ہو رہا تھا اس نے کہا ایک دفعہ میں نے کوئی چیز کھائی خلال کی ضرورت ہوئی کسی آدمی کے گٹھے سے ایک تشکا میں نے لے لیا اس سے خلال کیا آج مجھے مرے ہوئے چار ہزار سال ہو گئے اس عذاب میں مبتلا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک خلال کے سبب یہ عذاب ہے کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو لوگوں کی کردیاں ستون ظلم سے لے لیتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھا موت کو تو نے کیا پایا اور جان کنی کی تلخی کیسی تھی؟ اس نے کہا آج چار ہزار سال مجھے مرے ہوئے ہو گئے۔ لیکن جانکئی کی تلخی آج تک حلق میں باقی ہے۔ پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی خداوند! مجھ پر جان کنی کی تلخی آسان فرما دے۔

کعب احبار سے لوگوں نے پوچھا کہ موت کیسی چیز ہو؟ انہوں نے کہا یوں سمجھو کہ ایک درخت کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اس درخت کو آدمی کے پیٹ میں داخل کریں پھر اس درخت کا ہر ایک کانٹا

ایک رگ اُس کی پکڑ لے پھر کوئی زبردست قوت والا آدمی زور لگا کر کھینچے اس کھینچنے میں اندر کا تھ جو کٹ جائے وہ کٹ جائے اور چونچ رہے وہ بچ رہے۔

روایت ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ بی بی مریم پارسا کی قبر کے سر پر لے کھڑے ہوئے انہوں نے کہا اے میری ماں آپ نے موت کو اور جان کنی کی تلخی کو کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا اب بیٹے جان کنی کی تلخی حلق سے ابھی تک نہیں گئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے لوٹ گئے اور مسافرت اختیار کر لی۔

جب حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے دوزخ کی کیفیت بیان کی جاتی تھی تو آپ نہیں روتے تھے اور جب قیامت کی حالت بیان کی جاتی تھی تو بھی نہیں روتے۔ لیکن جس وقت گور کا نام سُنتے تھے ہی بیقرار ہو جاتے اور زار و قطار رونے لگتے لوگوں نے پوچھا یہ کیا حال ہے یا امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا 'خدا نخواستہ اگر دوزخ میں ہوں گا تو لوگوں کے ساتھ رہوں گا اور جب قیامت میں رہوں گا تو وہاں بھی آدمیوں کے ساتھ رہوں گا لیکن قبر میں تنہا رہنا ہوگا وہاں کوئی بھی میرے ساتھ نہیں رہے گا۔'

وَالسَّلَام

حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۹۲

دفن کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! مرنے کے بعد اور جان کنی کی تلخی چھیننے کے بعد قبر میں دفن کرنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا جیسے ہی مردہ کو دفن کرتے ہیں دو فرشتے جن کو منکر نکیر کہتے ہیں، ہیبت ناک شکل میں قبر کے اندر داخل ہوتے ہیں مردہ کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تمہارا خدا کون ہے اگر وہ مردہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے میرا خدا اللہ تعالیٰ ہے پھر سوال کرتے ہیں تمہارے پیغمبر کون ہیں وہ جواب دیتا

ہے میرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پھر کہتے ہیں تمہارا دین کیا ہے تو وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر اس کی قبر میں بہشت سے ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھ لو اپنی جگہ پھر اس سے کہتے ہیں سو جاؤ اس طرح جیسے ناز و نعمت کے ساتھ دہن سوتی ہے۔ اور اگر وہ مردہ کافر ہوتا ہے تو گور میں اس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا ہوں اس کو آگ کے گریزا کہتا ہے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ و پکار عالم میں جوبھی ہے سوائے آدمیوں اور پریوں کے سب سنتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ سو جا ایسے جیسے مہوس سوتا ہے مہوس اس کو کہتے ہیں جو سانپ بچھو کے بیچ ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ منکر نکیر کی آواز اور ان کی ہیبت کا حال جس وقت سے سنا ہے اور قبر کے ضغط کو جو آپ نے بیان فرمایا اس وقت سے کوئی چیز مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ منکر نکیر کی آواز مومن کے کان میں ایسی معلوم ہوگی جیسے آنکھ میں سرمہ لگانے کی آواز اور قبر کا ضغط (اس کا دبوچ) مومن پر ایسا ہوگا جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ انے میری ماں میرے سر میں درد ہو رہا ہے تو اس کی ماں شفقت و پیار سے اس کے سر کو ہلکے ہلکے دباتی اور سہلاتی ہے۔ اے عائشہ لیکن گور میں کافر ایسا چور ہوتا ہے جیسے ایک انڈا کسی بڑے پتھر کے نیچے حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم منکر نکیر کے ساتھ کیسے بیٹو گے؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ منکر نکیر کیا ہے؟ فرمایا یہ دو فرشتے ہیں جو قبر کے فتنہ یعنی عذاب و دشواری ہیں یہ قبر میں داخل ہوتے ہی بڑی ڈراؤنی صورت میں یعنی ان کے بال زمین تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں ان کے دانتوں سے آگ جھڑتی ہے ان کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی اور گھومتی ان کی آواز بجلی کی کڑک سے بھی زیادہ سخت اور ان کے پاؤں آگ جلانے والے پتھر یا لوہے کی طرح ہوں گے اگر دنیا کی تمام مخلوق جمع ہو جائے اور ان کو اپنی جگہ سے ہلانا چاہے تو نہیں ہلا سکتے۔ مردہ سے وہ سوالات کرتے ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔ کہ تمہارا رب کون ہے اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے وہ کہتا ہے اسلام پھر سوال کرتے ہیں تمہارے نبی کون ہیں جواب دیتا ہے میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ کہتے ہیں تم نے سچ کہا۔ اور اگر وہ مردہ کافر ہوتا ہے اس سے پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر ایک ایسا ضرب لگاتے ہیں کہ اگر پہاڑ ہو تو وہ ریزہ ریزہ

ہو جائے اور وہ چیخ و پکار کرتا ہے کہ سارے عالم کی مخلوق سنتی ہے سوائے آدمی اور پری یعنی اجنا کے وہ ہرگز نہیں سنتے جو سنتا ہے اس پر لعنت کرتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کس حال میں ان کو دیکھوں گا یا رسول اللہ؟ اسی حال میں کہ اس وقت آپ ہیں یعنی عاقل و بالغ و باہوش۔ کیا میں اس وقت جواب نہ دے سکوں گا یا رسول اللہ؟ امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کے وفات کے بعد آپ کے ایک رفیق نے خواب میں دیکھا انہوں نے پوچھا منکر نیکر کا حال کیا تھا؟ فرمایا جب مجھ کو قبر میں رکھا تو وہ اپنی پوری بیبت ناک کے ساتھ پہنچے اور کچھ دور کھڑے ہوئے انہوں نے پوچھا تمہارا رب کون ہے مجھ میں ایک ڈر اور حیرت پیدا ہوئی اگر خدا کا فضل اور اس کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو مجھ سے جواب نہیں چلتا۔

کہتے ہیں قبر ہر روز پانچ بار نوحہ کرتی ہے کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں میرا منس قرآن کی تلاوت کو بناؤ۔ میں اندھیرے کا گھر ہوں پس رات کی نماز سے روشنی کا سامان کرو۔ میں مٹی کا گھر ہوں تو نیک کاموں سے بستر لگانے کا سامان کرو۔ میں سانپ بچھو کا گھر ہوں تو ہزاروں ہزار صدقہ کرو۔ میں منکر نیکر کے سوال کا گھر ہوں تو آج ہی میری بیبت یعنی اس زمین پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کیا کرو۔



والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹۲

قبر کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! نقل ہے کہ قبر زندہ کرتی ہے اپنے اندر آئینہ والوں کے لئے بھاری چیز کہتی ہے۔ اے شخص اپنے لئے سفر کا سامان کرے گور کی تنہائی کے لئے طاعت سے، قبر کی تنگی کے لئے یہاں کی کشادگی سے، اور سامان سفر کرے اپنی دولت مندی سے وہاں کی ناداری کے لئے اور اپنی ان

روشنیوں سے قبر کی تاریکی دور کرنے کا بندوبست کرے۔ پھر جب اس بندہ کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو قبر اس سے کہتی ہے کہ ان چار چیزوں میں سے کون سی چیز لے کر آئے ہو۔

اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی مومن مسلمانوں کے قبرستان سے گزرتا ہے تو اس قبرستان کے رہنے والے کہتے ہیں اے غافل انسان اگر تو وہ جانتا جو ہم جانتے ہیں تو تیرے جسم کا گوشت ایسے گھل جاتا جیسے برف آگ پر گھل جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کا دن یا جمعہ کا دن یا عاشورہ کا روز یا شب بڑا جب آتا ہے تو مرنے والوں کی رُوں قبر سے باہر آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازہ پر کھڑی ہوتی ہیں پھر کہتی ہیں ہے کوئی ایسا شخص جو مجھے یاد کرتا ہو۔ ہے کوئی ایسا آدمی جو مجھ پر رحمت بھیجتا ہو۔ ہے ایسا کوئی جو میری غربت و مسافت کو یاد کرتا ہو اے وہ لوگ جو ہمارے گھروں میں بس گئے ہو اور میری بیویوں سے تم نے نکاح کر لیا ہے۔ میرے یتیم بچوں کو میری اس مسافت سے تم نے ذلیل و رسوا کر دیا ہے ذرا سوچو غور کرو کہ ہمارے ناموں کو لپیٹ دیا گیا ہے اور تمہارے نام پھیلے ہوئے ہیں۔ مردہ کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ بعضوں کو قبر مہربان ماں کی طرح پہلو میں لیتی ہے اور بعضوں کو ایسا دبوچتی ہے کہ ان کی پسلیوں کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبرستان کے اندر داخل ہوئے ہیں اور ان کے درمیان سوئے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ زمین کھل گئی ہے کسی کو خاک کے بستر پر سویا ہوا دیکھتے ہیں کسی کو ریشمی بستر پر اور کسی کو پھولوں کی سیج پر۔ پھر انہوں نے مناجات کی خداوند اگر تیرے کرم و سب برابر ہوتے کہ یہ سب تیرے بندے ہیں تو پکارنے والے نے ندا کی اے فلاں یہ عمل کے بدلہ کی جگہ ہے جس نے جس قدر نیک عمل کئے ہیں اس کے لئے بہترین بستر لگائے گئے ہیں۔

ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ زائد کون لوگ ہوتے ہیں؟ ارشاد ہوا جو قبر کو نہیں بھولتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ دنیا کا ترک کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل میں زندہ رہوں گا۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ جو کوئی چاہے کہ نصیحت حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ قبرستان کی طرف نظر کیا کرے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مومن کو اگر کوئی عذاب نہ ہو تو یہی بہت ہے کہ اُسے قبر میں رکھیں گے ایک ضغط ہوگا یعنی قبر کی دونوں دیواریں ایسا دبوچیں گی کہ اس کے تمام اعضا زریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس کے دونوں پہلو کو آنٹے کی طرح بیس ڈالیں گی یہی بہت ہوگا پھر کیا حال ہوگا کہ اس کے بعد طرح طرح کے عذاب اور دوزخ سامنے ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ مردہ کے ساتھ تین چیز جاتی ہیں اور پھر لوٹ آتی ہیں 'ایک اس کے گھر والے اور اس کے مال' صرف اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔

والسلام
شریف منیری



مکتوب ۱۹۵

دوزخ کے تذکرہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! کہ جب دوزخ کو قیامت کے میدان میں لائیں گے اس جگہ سے کہ وہ جہاں ہے اس وقت تمام مخلوق ہاتھ کے بل چلے گی اور پاؤں سے داخل ہوگی۔ حدیثوں میں ہے کہ دوزخ کو لانے کے لئے فرشتوں کو بھیجا جائے گا وہ کہیں گے اے دوزخ اپنے پروردگار کی فرماں برداری کر۔ ستر ہزار سیال اس پر ڈالیں گے اور قیامت کی زمین پر لا کر حاضر کریں گے جب بیس سال کی راہ طے کرے گی تو شرارے جھوڑے گل اور اس کا ہر شرارہ ایک بڑے محل کے برابر ہوگا اس وقت تمام پیغمبران علیہم السلام اپنے اپنے منبر سے اتر آئیں گے ساری مخلوق ان کے قدموں پر گرے گی اس وقت پیغمبران کہیں گے نفسی نفسی (مجھے اپنی پڑی ہو مجھے اپنی پڑی ہے)

روایت ہے کہ کافروں کو لائیں گے ان کی پیشانی کے بالوں کو الٹی طرف سے ان کے پاؤں میں لپیٹیں گے اور ان سب کو جمع کر کے گیند کی طرح دوزخ میں ڈال دیں گے جب دوزخ میں

پر بھوک کا غلبہ ہوگا تو ہزار سال تک بھوک سے نالہ و فریاد کریں گے اس وقت تھوہڑ کے درخت سے انہیں کھانے کو دیں گے تھوہڑ کا وہ درخت آتشیں ہے دوزخ کے گڑھے سے اوپر نکلا ہوا ہے دوزخ کا کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوگا کہ اس درخت کی شاخیں اس کے در تک نہ پہنچی ہوں اس درخت کا پھل بد صورتی میں دیو کے سر کے مانند ہوگا اور اس کا زہر بڑے سانپ کے زہر کی طرح زہر کی تھیلی ایسی ہوگی جیسے ایک گھڑا زہر سے بھرا ہوا ہو جب ان دوزخیوں کے پیٹ کو اس درخت سے بھرا جائے گا تو اس وقت پیاس ان پر غالب ہوگی پھر دوبارہ ہزار سال تک پیاس سے فریاد کرتے رہیں گے تو گرم پانی جسے حمیم کہتے ہیں جب ان کے سامنے آئے گا تو ان کے گوشت اور ان کی جلدیں یہاں تک کہ ان کے چہرے بھی گھل جائیں گے وہی ان کو کھانے پینے کو دیا جائے گا جتنا بھی کھائیں گے سیری نہیں ہوگی۔

نقل ہے کہ دوزخ کی آگ ہزار سال تک دہکائی گئی ہے یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سیاہ ہو گئی پس اس زمانہ میں دوزخ کی آگ سیاہ اور تاریک ہے۔

نقل ہے کہ دنیا کی آگ ستر بار رحمت کے پانی سے دھوئی گئی ہے جب اس لائق ہوئی ہے کہ آدمی اس کے قریب جاسکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ اپنے پروردگار کے آگے رومیٰ اور کہا کہ اب میرے پروردگار میرے بعض حصہ نے میرے بعض حصہ کو کھالیا ہے تو اسے اجازت ملی کہ دو سانس باہر نکال ایک گرمی کے موسم میں اور دوسری سانس جاڑے کے موسم میں کہتے ہیں کہ موسم سرما اس کی ایک سانس سے ہے اور موسم گرما اس کی ایک سانس سے ہے دوزخ کے آگ کی یہی حالت ہے۔ دوزخ میں جانے کا سب کو یقین ہے اور وہاں سے باہر آنے میں شک ہے۔ اور حدیث ہے کہ دوزخ کا سب سے معمولی و کمتر عذاب یہ ہے کہ دوزخیوں کو آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی کہ جس کی گرمی سے دماغ کھولنے لگے گا۔ دوزخ کا ایندھن دو چیز ہے ایک تو آدمی اور دوسرے گندھک کے پتھر گندھک میں پانچ غاصتیں ہیں جو اور کسی پتھر میں نہیں ہے یہ بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے اس کی بونہایت بڑی ہوتی ہے اور بدن میں چپک جانے والا ہوتا ہے کوئی ایسا کافر نہ رہے گا جسے گندھک کا یہ پتھر ایک پہاڑ کی مقدار میں گھیرے ہوئے نہ ہو۔

نقل ہے دوزخ ہر روز کہتی ہے خداوند میری گرمی سخت ہوگئی ہے اور میرے گڈھے بہت دور ہو گئے ہیں میری زنجیریں میرے پاؤں کی بندھن اور میرے اندر کے تمام سانپ اور سب کچھ بہت بڑھ گئے ہیں حکم دیجئے کہ گنہگاروں سے میں اپنا بغض نکالوں اور انصاف لوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی ایک بڑی وادی ہے اگر سارے جہاں کے تمام پہاڑوں کو اس وادی میں ڈال دیں تو سارے پہاڑ اس میں سما جائیں نعوذ باللہ منہا۔ جس وقت دوزخیوں کو یہ حکم ہوگا کہ اپنے کفر کے سبب دوزخ میں داخل ہو جائیں تو وہ کہیں گے کہ ہم لوگ دنیا میں کافر نہیں تھے اور قسمیں کھائیں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کے الزام کی دلیل کے لئے ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اس طور پر کہ ان کی زبانیں ان کے منہ میں سوج جائیں گی ایسی کہ بات نہ بول سکیں گے خداوند تعالیٰ کے حکم سے اور ان کے ہاتھ پاؤں کو خداوند تعالیٰ گویائی عطا فرمائے گا تاکہ اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں پھر اس وقت دوسری مرتبہ ان کی زبانوں کو صحیح کر دیں گے جیسی پہلے تھی زبان اپنے جوارح سے کہے گی مجھ پر تم نے کیوں گواہی دی جوارح کہیں گے خداوند تعالیٰ نے مجھے گویائی دی اس وقت زبان اس کا اقرار کرے گی جو کچھ اس نے دنیا میں کیا ہے۔ دوزخ کافروں کے لئے پیدا کی گئی ہے جس طرح بہشت مومنوں کے لئے اگرچہ گنہگار ہو گنہگار مومن تھوڑی دیر دوزخ میں رہیں گے پھر ایمان کی حرمت کے طفیل دوزخ سے نکال دیں گے مومن کو عذاب اس کی رسوائی کے لئے نہ ہوگا بلکہ یہ عذاب اسے پاک و صاف کرنے کے لئے ہوگا لیکن کافروں کو اس کی ذلت و رسوائی کے لئے ہوگا اور یہ عذاب دردناک ہوگا۔ اور دوزخ مخلوق یعنی فانی ہے مگر وہ فنا نہیں ہوگی اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہاں تک دوزخ کے سانپ کچھو اور اس کے اندر کے تمام عذاب و عقوبت سب باقی رہیں گے۔ اور بہشت بھی مخلوق ہے وہ بھی قابل فنا ہے اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی اپنی تمام نعمتوں راحتوں محلوں، منزلوں کے ساتھ اور مومنوں کے لئے جو کچھ اجر و ثواب اس کے اندر ہے وہ سب باقی رہیں گے۔

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۱۹۶

پُل صراط کے بائے میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے بھائی جانو! پکھڑا کے اوپر سے گذرنا ہے۔ قیامت کی سختیوں سے عہدہ برآ ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی غلام کو آزاد کر دو تو پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَكَفَّ عَنْهُ الْعَبْدُ — قیامت کی سختیوں کا گذرنا کسی غلام کو غلامی سے آزادی دلوانا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ نے عرض کی ہماری صلاحیت غلام آزاد کرانے کی نہیں ہے یہ ہم کیونکر کریں تو یہ آیت اتری اَوْ اطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَا اِنْ دُلُّوا عَلٰى كَهَانَ کھانا کھانا کہ جس وقت تمہارے یہاں کھانے کی دشواری ہو جب تنگی کے وقت کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر سیر کرو تو پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے۔

والسلام
شرف منیری



مکتوب ۱۹

بہشت کے فوت اور دوزخ میں داخل ہونے کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی کو اس کا خوف نہ ہو کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر، اور منکر نکیر کے سوال کا غم ان کے دیکھنے کے بعد کہ وہ کیسے ہوں گے اس کا اندوہ نہ ہو اور جسے اس کا غم نہ ہو کہ قیامت کے دن اسے بہشت میں داخل کرینگے یا دوزخ میں تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رحلت کے وقت زار زار رورہے تھے لوگوں نے کہا آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ فرمایا نہیں جانتا کہاں جانا ہوگا بہشت میں یا دوزخ میں۔ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ انتقال کے وقت رورہے تھے لوگوں نے پوچھا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپ کس لئے روتے ہیں؟ فرمایا ایسی راہ میں جا رہا ہوں کہ جس راہ سے میں کبھی نہیں گذرا ہوں مجھے پیغمبروں اور شہیدوں کے زمرہ میں داخل کریں گے یا کافروں اور شیطانوں کے ساتھ دوزخ میں رکھیں گے تو پھر رؤس نہیں تو کیا کروں۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجئے انہوں نے کہا اے خلیفہ یہاں سے جانے کے بعد رہنے کی دو ہی جگہ ہے۔ ایک بہشت دوسری دوزخ۔ بہشت میں لے جائینگے یا دوزخ میں ڈال دیں گے۔ یہ سننا تھا کہ ہارون رشید بیہوش ہو گیا قریب تھا کہ مر جائے ہر شخص نے اُسے گھیر لیا اور سنبھالنا شروع کیا ابن سماک نے کہا چھوڑ دو کہ مر جائے۔ جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا آپ نے ایسا کیوں کہا کہ مر جانے دو؟ فرمایا میں نے اس لئے کہا کہ یہ تمہارے لئے فخر کی بات ہو لوگ کہیں کہ خلیفہ نے خداوند تعالیٰ کے

خوف سے یاد دوزخ کے کھڑکا سے جان دی۔ کہتے ہیں کہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عورت سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تجھے حامل کر دوں اس عورت نے کہا اے ثابت رہ تمہیں موت کی فکر نہیں ہے کہ دنیا سے مسلمان جاؤ گے یا کافر اور تمہیں سوچ نہیں ہے کہ متکبر کے سوال کا جواب دے سکو گے یا نہیں اور تمہیں پل صراط کا غم نہیں ہے کہ اس پر سے سلامتی کے ساتھ گزر سکو گے یا نہیں اور تمہیں اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ ماہ دو ہوگی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ تمہیں بہشت کی راہ چلائیں گے یاد دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے۔ خواجہ ثابت رونے لگے اور معذرت کی۔

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے کہا مجھے وصیت کیجئے فرمایا بہشت نیک کام کرنے والوں کے لئے ہے جہاں تک تم سے ہو سکے بڑے کاموں سے بچو۔

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہشت فرماں برداروں کے لئے ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے اگرچہ وہ قرشی بادشاہ کیوں نہ ہو۔ علماء کہتے ہیں بہشت کا فوت یعنی چھوٹ جانا مصیبت ہے اور دوزخ میں داخل ہونا بھی مصیبت ہے میں نہیں جانتا کہ ان دو مصیبتوں میں کون مصیبت زیادہ بڑی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ دنیا اشغال کا گھر ہے اور آخرت اہوال کی سرائے ہے اور تعلل و اشغال کے درمیان ہے تیری جگہ بہشت میں ہوگی یاد دوزخ میں پتہ نہیں۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ جس دن بادشاہی ترک کر کے فقیر ہوئے اور سفر اختیار فرمایا اس وقت ایک صاحبزادہ شکم مادر میں تھے جب وہ تولد ہوئے اور بڑے ہو گئے تو ایک سال حج کے لئے مکہ آئے خواجہ ابراہیم نے ان کو پہچان لیا۔ انہیں پہلو میں لیا اور روئے کچھ دیر کے بعد پہلو سے الگ ہوئے تو آپ نے کہا اے بیٹے لوٹ جاؤ اور اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا۔ صاحبزادہ نے کہا اے باوا جان جب سے بالغ ہوا ہوں آپ کی تلاش میں ہوں تاکہ آپ کی خدمت کروں آج جب میں نے آپ کو پایا ہے تو کیسے چھوڑوں خواجہ ابراہیم نے فرمایا اے بیٹے تم اس حال کو برداشت نہ کر سکو گے میں ایک مسافر آدمی ہوں جاؤ تم اپنی ماں کے پاس لوٹ جاؤ۔ صاحبزادہ نے کہا کل قیامت کے دن بھیڑ بہت زیادہ ہوگی آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پل صراط کے قریب پھر کہا اگر وہاں نہ پاؤں تو کہاں ڈھونڈھوں کہا میزان کے نزدیک صاحبزادہ نے کہا اے میرے باوا جان ترازو کے ایک پلے سے دوسرے پلے کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ ہے آپ کو ترازو کے کس

پلہ کے پاس ڈھونڈھوں فرمایا گناہوں اور برائیوں کے پلہ کے پاس پھر کہا میرے والد اگر وہاں آپ نہ ملے تو فرمایا میدان حشر میں فیصلہ کی کرسی کے آگے کہا اے میرے باپ وہاں دو صف ہوگی ایک جماعت گنہگاروں کی اور دوسری نیکوکاروں کی کس صف میں دیکھوں کہا گنہگاروں کی صف میں پھر پوچھا اے پدر بزرگوار اگر آپ وہاں نہ ملے تو کہا دوزخ کے در پر جا کر خازن سے پوچھنا کہ ابراہیم گنہگار کو دوزخ میں ڈالا ہے؟ کہا اگر وہاں بھی نہ پتہ چلے فرمایا اس وقت بہشت میں دیکھنا کیونکہ راہ دومی ہیں بہشت یا دوزخ جب دوزخ میں نہ ہوں گا تو انشاء اللہ بہشت میں رہوں گا۔ ایک بزرگ نے اپنے ایک دوست کو لکھا۔ اے بھائی! کام دشوار ہے اور راہ لمبی و پریش ہے غافل نہ رہیں۔ نہیں معلوم اس دنیا سے آپ کا زہت ہونا ایمان کے ساتھ ہوگا یا کفر کے ساتھ اخلاص کے ساتھ یا انفاق کے ساتھ، سنت کی پیروی میں یا بدعت کے ارتکاب میں، طاعت کے ساتھ یا معصیت کے ساتھ، خاتمہ صالحین و متقیوں کے مذہب پر ہوگا یا فاسقوں اور بدکاروں کے مذہب پر اس کے بعد بھی نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ کو اپنے اوپر خوشنودیاؤں کے یا غضبناک، ملک الموت جان کس طرح نکالیں گے رحمت و نرمی کے ساتھ یا غضب و سختی سے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قبر میں منکر نیکر کے ساتھ کیا حال ہوگا ان کے سوال کے جواب دے سکو گے یا نہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ بہشت میں پیغامبروں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ بھیجیں گے یا کافروں، ابلیسوں، شیطانوں اور منافقوں کے ساتھ دوزخ میں۔

ایک بزرگ رات دن روتے رہے لوگوں نے پوچھا اس درجہ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا کعب احبار سے یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ کوئی ایسا دن نہیں گذرتا جس میں پانچ بار تائب نہ کرتی ہو اور کہتی ہو کہ اے آدم کی اولاد میری پیٹھ پر تم خوش ہوتے ہو میرے پیٹ میں آکر ناخوش ہو جاؤ گے اے آدم کی اولاد میری پشت پر گناہ کرتے ہو میرے شکم میں آکر عذاب کی سختی اٹھاؤ گے۔ اے آدم کے فرزند و امیری پشت پر کھاتے ہو میرے اندر یہاں کے کیڑے تمہیں کھائیں گے۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مہتری



مکتوب ۱۹۸

بہشت اہل بہشت بہشت کی عورتیں وہاں کی خوریں اور
وہاں کے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف و توصیف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی ہیں، بہشت کی خاک زعفران ہے اور بہشت کی مٹی مشکبار ہے۔ سب سے پہلی جماعت جو بہشت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی صورت میں ہوں گے۔ کھانے پینے اور مباشرت میں ہر ایک آدمی کو سومردوں کی قوت ہوگی۔ لعاب دہن، ناک کے پانی، اور حاجت انسانی مثلاً پیشاب، پاخانہ یہ سب کچھ بھی نہ ہوگا ان کے بدن سے ایسا پسینہ آئے گا جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی اس خوشبو سے انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ جتنا چاہیں اور جو چیز چاہیں کھائیں پئیں اور بہشت میں تمام مومنین آدم علیہ السلام کے قدم قامت کے ہوں گے تیس گز ان کی لبانی اور سات گز چوڑی ہوگی، عمر میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یعنی تیس سال کے جوان ہوں گے کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے حسن و جمال میں یوسف علیہ السلام جیسے آواز ان کی داؤد علیہ السلام کی طرح اخلاق اور صفات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابریں گے۔

نقل ہے کہ بہشت کی عورتیں ظاہری اور باطنی گندگیوں، نجاستوں سے پاک و صاف کی ہوں گی بلغم، عقوق، کھنکھار، بول، براز، منی کی تری، یہ سب چیزیں ان میں نہ ہونگی اور لوہے کے برے عادات و خصال سے پاک ہوں گی جیسے حسد، رشک، بخیلی اور اس جیسی دوسری تمام باتوں سے اور بیماریاں جیسے جاذبہ بخار، دق، زکام، برص اور اس کے مانند دوسری علتیں

بھی ان میں نہ ہوں گی۔ اس دنیا کی عورتیں خون بستہ اور آب منی سے پیدا ہوئی ہیں بہشت کی حوروں کو خداوند عزوجل نے بہشت کے زعفران اور شک سے پیدا کیا ہے اور آب حیات سے دھوئی گئی ہیں وہ اپنے حسن و جمال اور صفائی میں اس حد تک ہیں کہ ان کی ہڈیوں کا مغز دیکھا جا سکے ایسا کہ جیسے موتیوں سے دھاگہ نظر آتا ہے۔

بہشت کی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ایسے ہی حسن و جمال و پاکیزگی و صفائی میں ہوں گی جیسا کہ عورتوں کا جگر مردوں کے لئے اور مردوں کا جگر ان کی عورتوں کے لئے آئینہ ہوگا انتہائی صفائی اور لطافت کے سبب دنیا کی عورتیں بہشت میں حسین ترین ہوں گی کیوں کہ جنت کی حوروں پر دنیا کی عورتوں کو فضیلت ہے یہ اس لئے کہ دنیا کی عورتوں نے اس دنیا کی مصیبتیں رنج و تکلیف اٹھائی ہیں اور حوریں دنیا کی عورتوں کے پہلو میں دسی ہوں گی جیسے آج یہاں حوروں کے مقابلہ میں دنیا کی عورتیں حسن و جمال میں وہ یا قوت اور مونگکا کے مانند ہوں گی ان کے چہرے بہشت کے لباس کے اندر سے نمایاں ہوں گے آئینہ سے بھی زیادہ شفاف سب سے کمتر جب کہ موتی جو حور عین کے زیور میں ہوگا اس کی چمک دمک اور روشنی مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ ہر ایک حور کے جسم پر ستر لباس ہوں گے ان کے وہ کپڑے اپنی لطافت و پاکیزگی میں ایسے ہوں گے کہ ان کی پنڈلیوں کے مغز اس لباس کے اندر سے نظر آئیں گے اگر وہ حوریں اپنی ایک انگلی اس دنیا کی طرف کر دیں تو ساری دنیا روشن ہو جائے۔ ان کی انگلی کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی۔ اور اگر یہ حوریں تلخ و کھاری سمندر میں اپنا لعاب دہن ڈال دیں تو سارا سمندر کا پانی شیریں ہو جائے ہر گز تلخ و کھار نہ رہے۔ اور یہ حوران بہشتی اپنے اس حسن و جمال کے باوجود مسلمان عورتوں کے پہلو میں بہشت کے اندر قریبی کی طرح معلوم ہوں گی۔ یہ اس لئے کہ حوریں کی ایک خوبی ہے جو غلطی ہے اور دوسری نہیں لیکن دنیا کی عورتوں کو دو خوبیاں ہیں ایک عطائی یعنی اللہ جل شانہ کی عطا و بخشش سے اور دوسری خوبی جزائی یعنی ان کے نیک اعمال کے بدلہ میں کیوں کہ انہوں نے دنیا کی مصیبتیں اور بلائیں جھیلی ہیں اور دنیا کی عورتیں بہشت میں حوروں کے درمیان مانند ملکاء جہاں کے ہوں گی اور حوریں کنیزوں کی طرح۔

بہشت کے میوہ جات دو قسم کے ہیں گے ایک قسم وہ ہوگی جو اس دنیا میں دیکھے

اور کھائے گئے ہیں۔ دوسری قسم کے میوے وہ ہوں گے جو نہ دیکھے گئے ہیں اور نہ کھائے گئے ہیں۔ بہشت کے میوے اور بھیل دنیا کے میوے اور بھیل کی طرح ہوں گے کیوں کہ دنیا کے بھیل اور میوے لطیف نہیں ہیں یہاں کے میوے دانہ دار، ریشہ دار، تیز ذائقہ والے ہوتے ہیں ان پھلوں کی بعض چیزیں پھینک دی جاتی ہیں یہ میوے ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہو کر بدمزہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے میوے کی ہر چیز کھانے کے لائق نہیں ہوتی ہے لیکن بہشت کے میوے کی سب چیزیں کھائی جاتی ہیں کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہیں ہوتی اور نہ وہ ایک حال سے دوسرے حال میں متغیر ہو کر خراب ہوتی ہیں یہ میوے مومن سے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ اگر کھڑے ہوں اور چاہیں تو ان تک پہنچ جائے اگر بیٹھے ہوئے چاہیں یا کہ لگائے لیٹے ہوئے چاہیں یا ہاتھ میں لے لینا چاہیں یا منہ میں آجانے کی خواہش ہو فوراً اس کا حکم ہوتا ہے اگر ایک بھیل توڑ لیں تو دوسرا بھیل اسی وقت وہیں موجود ہو جائے کیونکہ بہشت کی نعمتیں بڑھتی ہی رہتی ہیں اس میں کمی نہیں ہوتی اور اس کو زوال نہیں۔ جنت کے میوے میں ستر مزے ہوتے ہیں بہشت کی نعمتوں اور میووں کا کھانا بھوک و پیاس کی وجہ سے نہیں ہوتا کیوں کہ بھوک اور پیاس بہشت میں نہیں ہے یہ سب لذت، ذائقہ اور فرحت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں شیرینیاں اور مشروبات فرحت و ذائقہ کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

نقل ہے بہشت میں چار نہریں رواں ہوں گی یہ نہریں ہر مومن کے حکم کے تحت ہوں گی۔ ایک نہر شراب کی ایک شہد کی ایک دودھ کی چوتھی نہر پانی کی۔ بعضوں کا قول ہے نہر ایک ہی ہوگی جس میں شراب، شہد، دودھ اور پانی چاروں بہتے رہیں گے ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوں گے جس طرح آج اس دنیا میں کھار دریا کا پانی اور میٹھے دریا کا پانی ساتھ ساتھ بہتا ہے ایک دوسرے میں نہیں ملتا۔

نقل ہے مومنین بہشت میں ایسی شراب پئیں گے جس کی بو کا فوراً کی خوشبو جیسی ہوگی دنیا کی شراب کی طرح تلخ اور عقل و ہوش پر آگندہ کرنے والی نہ ہوگی اس کا فوراً ملی ہوئی شراب کا چشمہ جنت میں رواں ہے اور یہ چشمہ مومن کے حکم کے تحت رواں رہے گا جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔ بہشت میں گرمی، سردی اور برسات کا موسم نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں کہ بہشت کی ہوا ایسی ہوگی جیسی دنیا میں صبح کی ہوا ہوتی ہے نہ گرم نہ سرد نہ دن نہ رات۔ خدمت گاران اور غلامان

تھوڑے چھوٹے پیدا کئے گئے ہیں مومنین کے چاروں طرف قبائیں پہنے گھومتے رہیں گے اور وہ دُشمنوں میں ایسے ہوں گے جن کو دیکھ کر یہ گمان ہو کہ موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ تقری پیا لے ہاتھوں میں لے گھماتے رہیں گے چاندی کے یہ پیالے شیشہ کی طرح شفاف و چمکدار ہوں گے شیشہ کتنا ہی شفاف کیوں نہ ہو وہ چاندی کا ہم پلہ نہیں ہوتا کیوں کہ نقرہ قیمتی ہوتا ہے شیشہ شفاف تو ہوتا ہے لیکن چاندی کی طرح قیمتی نہیں ہوتا۔ بہشتیوں کے یہ جام و پیالے سب کے سب چاندی کے ہوں گے صفائی و چمک دمک میں شیشہ کی طرح جھلا جھل ہوں گے یہ بہشتی غلامانِ آواز لگاتے رہیں گے مومنین ضرورت بھر پیئیں گے نہ کم نہ زیادہ کیوں کہ اگر کم پیئیں گے تو حسرت رہے گی اگر خواہش سے زیادہ پیئیں گے تو بار آور تکلیف ہوگی لوگوں میں یہ مثل شہور ہے کہ لذیذ ترین شراب وہ ہے جو ضرورت بھر پی گئی ہو بہشت کی شراب میں نشہ نہیں ہوتا اور لغویات اور دوسرے خمار اور بد بو نہیں ہوتی محض فرحت و خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔

نقل آئی ہے کہ مومن تخت پر بیٹھے ہوں گے ایک پرندہ طوبی کی شاخ پر اس کے سامنے آکر بیٹھنے کا نہایت خوش آوازی میں اپنی تعریف کرے گا۔ کہے گا میں وہ ہوں کہ بہشت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے جس کا پھل میں نے نہیں کھایا ہو اور کوئی ایسی شراب نہیں جسے میں نے نہ پی ہو اور بہشت میں کوئی مرغزار ایسا نہیں جس پر میں نے نہ پرواز نہ کی ہو۔ میرا ذائقہ تمام ذائقوں کے زیادہ مزہ دار ہے مومن کے سامنے اس درجہ ستائش کرے گا کہ مومن کو اس کے کھانے کی آرزو پیدا ہوگی اُسی وقت وہ مومن کے آگے بکا ہوا اس کے دسترخوان پر آجاتے گا جیسا کہ مومن کو اس کے کھانے کی آرزو ہوئی تھی جتنی خواہش ہوگی اس سے کھائیں گے پھر اس کے بعد وہ پرندہ آفتابی گھنٹہ نہیں بلکہ عرش کے نور کے گھنٹہ سے ایک گھنٹہ میں خداوند عزوجل کی قدرت سے اڑ جائے گا اور زبان سے کہے گا تنج تنج میری طرح کون ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے دوست نے لقمہ بنایا ہے اور اپنے اس کھائے جانے سے دوسرے پرندوں پر فخر کریگا پھر اس کے بعد اپنی جگہ پر آکر بیٹھا رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

تفسیر میں ہے کہ بہشت ساتویں آسمان میں ہے خداوند عزوجل کے عرش کے نیچے اور عرش بہشت کی چھت ہے ہر جگہ مسلسل سایہ ہی سایہ ہے کہیں دھوپ نہیں۔ جیسا کہ دنیا میں ہے کہیں سایہ کہیں دھوپ۔

نقل ہے کہ بہشت میں تمام عورتیں (زال) جوان و باکرم ہوں گی چنانچہ روایات ہے کہ ایک

بوڑھی عورت تھیں جو حضور پینا مصلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں آئیں اس وقت حضور نے ان کو دیکھا اور فرمایا کہ بوڑھی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی وہ ضعیفہ روئے لگیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کو غم زدہ کر دیا ارشاد ہوا اے عائشہؓ کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ سب کو جوان و باکرہ بنادے گا بوڑھی کہاں رہیں گی۔ اس وقت وہ ضعیفہ ہشاس و بشاش ہو گئیں۔ یہ وہ ایک مزاح ہے جو پینا مصلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور اہل بہشت کا ثواب ان کی نیکیوں کا اجر عظیم ہے اتنا عظیم کہ کوئی شخص اگر اس کی صفت کے کمال کو بیان کرنا چاہے تو بیان نہیں کر سکتا۔ ان صفتوں میں سے ایک صفت "ملک کبیر" ہے حضور پینا مصلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت میں "ملک کبیر" کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ جب فرشتے اللہ جل شانہ کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ کے ساتھ مومن کے پاس آئیں گے ورنہ ستر بار اس طرح کہ ہر مومن کے لئے ستر جگہ دفتر ہوں گے تو وہ فرشتے ہر ایک دفتر سے اجازت پالینے کے بعد مومن کے پاس پہنچیں گے کون سا ملک اس ملک سے عظیم تر ہوگا جہاں فرشتگان خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ و تحفہ کے ساتھ ستر جگہ سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد بندہ کے پاس پہنچتے ہوں۔



وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب ۱۹۹

الشَّارِبُ الْعَزِيزُ کے دیدار کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! قیامت کیدن تمام مومنین بہشت میں داخل ہونے کے بعد خداوند عزوجل کو بے چونی و چگونگی (یعنی بے مانند و مثل کے) دیکھیں گے جس طرح انہوں نے دنیا میں

اسے پہچانا ہے اور اس کی پیچکنوگی پر ایمان لایا ہے۔ لیکن کلام اس میں ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے یا دل سے دیکھنا درست ہے یا نہیں ہے اجماع علیٰ اندہ لایروئی فی الدنیا بالابصار اس پر اجماع ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے دیکھنا درست و روا نہیں ہے وَلَا بِالْقُلُوبِ اور نہ دل سے لیکن یقین کی رُو سے دیکھنا ہاں یہ درست ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دیدار یعنی آنکھ سے اس دنیا میں دیکھنا جائز نہیں ہے نہ آنکھ سے اور نہ دل سے۔ اور یہ زور دے کر اس لئے کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کو جائز جانتے ہیں کہ بندہ اپنے خدا کو اس جہاں میں عیاں دیکھتا ہے چشم ظاہر سے بھی اور دل سے بھی، ایسے لوگوں کے بارے میں تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اس گروہ کے تمام لوگ گمراہ بدعتی اور کذاب ہیں۔ ” مگر اس معنی سے کہ یقین دل سے رکھتے ہیں کہ ہے اور جب بندہ کے لئے بندہ کا یہ یقین جائز ہوا تو یہ گویا ایسا ہی ہوا کہ دیدار ہوتا ہے۔ اور یہ عبارت شرح تعرف کی ہے۔ اور بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ رب العالمین کا دیدار دنیا میں ممتنعات سے ہے، قیامت میں جائزات سے اور بہشت میں واجبات سے ہے اور یہ بہت بڑی خطا ہے یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ رب العزت کی صفت میں ممتنع ہوگی وہ ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں اور تمام احوال و اوقات میں متنع رہے گی اللہ رب العزت کے دیدار میں ممتنع ہوا نہ روا ہرگز نہیں کہنا چاہیے۔ اللہ رب العزت کے وصف میں جو چیز تم نے ثابت کی ہے وہ ازل سے ابد تک ثابت رہے گی اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں تم تغیر لاتے ہو اور تغیر مخلوقات کی صفات کی علامت ہے ” اللہ کی صفات میں نہیں ” اور یہ گمراہان کہتے ہیں کہ بہشتیان اللہ رب العزت کے دیدار سے اس وقت تک محبوب رہیں گے جب تک کہ ایک گنہگار بھی دوزخ میں رہے گا۔ ان کا قول ہے کہ دیدار کا وعدہ عمل سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ محض فضل پر موقوف ہے اور جب فضل پر ہے تو یقیناً سب یکساں درجہ ایک ساتھ دیکھیں گے بیان کی خطا ہے ہرگز یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ کوئی مطہر کسی گنہگار کی وجہ سے دیدار سے محروم رہے اگر کسی گنہگار مومن کا یہ مقام ہوتا کہ اس کے سبب انبیاء اور اولیاء دیدار سے محروم رہیں تو اس کے لئے اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ عذاب و سختیوں کو وہ اپنے آپ سے دور رکھتا ہذا لا یجوز فی الحکمة یہ اس کی حکمت میں جائز نہیں کہ گناہ کوئی کرے عقوبت اور حجاب کا عذاب دوسرے کو ہو۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ دیدار کا وعدہ عمل پر نہیں ہے یہ بھی خطا

ہی ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند عزوجل فرماتا ہے الذین احسن احسنی زیادة
یہ زیادت احسان، ایمان، عمل ہے اور خستی بہشت کا نام ہے، زیادت خداوند تعالیٰ کا دیدار
ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً
صالحاً (جس کو اپنے رب کے دیدار کی آرزو ہو وہ نیک عمل کرے) اعمال کے زیادتی کی وجہ سے
دیدار فرق کے ساتھ ہوگا۔ عام مومنین ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ کی مدت میں دیکھیں گے۔
تفسیر امام ناہد سے یہ نقل ہے کہ جب مومن کے حق میں اللہ رب العزت کا دیدار اس جہاں کے
لئے ثابت ہو گیا تو جانا چاہیے کہ اہل بہشت جیسا کہ دیدار کی نعمت تک پہنچے اس کے بعد بہشت
کی اور نعمتوں کے ساتھ مشغول ہوں گے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیدار کی نعمت پانے
کے بعد جو بہشت کی تمام نعمتوں سے افضل و عظیم ہے بہشت کی اور دوسری نعمتوں میں مشغول ہونا
نیچے آنا ہے (یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف) اور یہ نقص و کمی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہے کہ بہشت کی
نعمت میں نقصان جائز نہیں ہے، وہ چیز جو بہشت کی اور نعمتوں سے بڑھ کر ہو تو یہ اور اولیٰ تر ہے
کہ اس میں نقصان نہ ہو۔ یہ سوال بہت زیادہ توجہ طلب اور بہت مشکل ہے اس کے باوجود جواب
ہونا چاہیے۔ نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ جل شانہ کے دیدار کے بارے
میں پوچھا گیا ارشاد ہوا منہم من ینظر الی ربہ فی شہرۃ ومنہم من ینظر الی ربہ بکرة
وعشیا (ان میں سے بعض وہ ہیں جو ہر ماہ میں ایک بار اپنے رب کی طرف نظر ڈالتے ہیں اور ان میں
سے بعض وہ ہیں جو صبح و شام اپنے رب کا نظر رکھتے ہیں)۔

دیدار کا یہ فرق کمالات کے تفاوت کے مطابق ہے کہ ہر شخص اپنے کمال کی مقدار کے موافق
تجلی کا بار اٹھا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کے کمال کی مقدار میں تجلی ہوتی ہے اگر ان کے
کمال کی زیادتی سے زیادہ تجلی ہو جائے تو وہ اس تجلی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ہیں کہ فان بظہور الحق
بنور الخلق سبحان اللہ (حق کے ظہور سے مخلوق منور ہوتی ہے سبحان اللہ) پہاڑ جو عالم اجسام
میں سب سے زیادہ بڑا مضبوط، مستحکم ہے صرف ایک تجلی سے ریزہ ریزہ ہو گیا آدمی اپنی اس
مختصر سی ہمت کے ساتھ تجلی کا وہ بار کیسے اٹھائے تو معلوم ہوا کہ تجلی کا بار اپنے کمال کی مقدار
میں اٹھا سکتے ہیں تو یہ نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ مقتضائے حکمت ہے اور آج اس دنیا میں
اہل تصوف کے درمیان حکم بھی اسی پر ہے کہ تجلیاں مشاہدے اور انکشافات آدمی کے کمال اور

قوت کی مقدار میں اُس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اس کے کمال و قوت سے زیادہ تجلی ہو تو وہ ہلاک ہو جائے اِذَا الْخَلْقُ لَا يِقَاءُ لَهُمْ مَعَ وَجُودِ الْحَقِّ (جب حق جلوہ افروز ہو تو مخلوق کا کہاں پتہ) اور دوسرے یہ کہ خداوند جل شانہ کی رویت ایک فضل محض ہے عمل کا بدلہ نہیں ہے اور فضل دینے والا فضل دینے میں مخیر صاحب اختیار ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو چاہے جیسے چاہے جس کو چاہے دے اور یہ نقصان دہی نہیں ہے خواست فضل دینے والے کی ہوتی ہے۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف تیری



مکتوب ۲۰۰

روح کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! روح کی حقیقت کا بیان اور اس کی ماہیت و کیفیت نہیں آئی ہے تفصیل کے ساتھ اس کا بیان نزام ہے لیکن اجمالاً اہل تصوف نے گفتگو کی ہے۔ اے بھائی! روح جو خلیفہ حق ہے جب تجلی میں آتی ہے تو اپنی خلافت سے انا الحق کا دعویٰ شروع کر دیتی ہے اور جملہ موجودات کو اپنے تخت خلافت کے آگے سجدہ ریز دیکھتی ہے، دھوکہ کھاتی ہے۔ سمجھ لیتی ہے کہ یہی حضرت حق ہے۔ اس حدیث کی رد سے کہ اِذَا تَجَلَّى اللّٰهُ بِشَيْءٍ خَصَّ لَهُ شَيْئًا (جب کسی چیز پر اللہ کی تجلی ہوتی ہے تو اس کیلئے ساری چیزیں نیست ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہیں اور کہہ اٹھتی ہیں۔

هَآ اَنَا اَمْ اَنْتَ هٰذَا الْاِلٰهِيْنِ حَاشَاكَ حَاشَاكَ عَنْ اِثْبَاتِ اِثْنَيْنِ

فَاَيْنَ ذَاكَ حَيْثُ كُنْتَ اَسْرٰی فَقَدْ تَبَيَّنَ ذَاتِي حَيْثُ اِلٰی اَيْنَ

(یا میں ہوں یا تو ہے۔ دو خدا نہیں ہے۔ تیری قسم تیری قسم دو خدا کے اقرار سے پناہ مانگتا ہوں)

تیری ذات ہرگز ویسی نہیں ہے جیسی میں سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی ذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ میں ہوں کہاں؟

یہ وہ گھاٹی ہے کہ اس راہ کے بہت سارے راہی تمام گھاٹیوں کے طے کرنے کے بعد اس گھاٹی میں مارے گئے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ رُبَاعِی

ست انگستہ دلم رخت بمنزل گاہے کا بنجا نبرد بصد دلیل آں راہے
چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے می کشتہ شود کہ بر نیاید آہے

اور یہ قول اسی معنی میں ہے کہ اس راہ خدا میں آخری فتنہ اسی تجلی میں ہوتا ہے، اگر یہ تجلی اس راہ کے چلنے والے کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے تو وہ خداوند جل علا سے رک جاتا ہے اور اس کی راہ ماری جاتی ہے۔ اگر مازناغ البصر (نہ نگاہ بہکی) کی صفت سے متصف ہو جائے تو مردانہ وار اس فتنہ سے گزر جائے اور کسی کامل کے سایہ دولت میں آجائے تو کام کی حقیقت تک پہنچ جائے۔ اور یہیں اہل بصیرت پر روشن ہو جاتا ہے کہ عاشق کرامت کون ہے اور عاشق مکرم کون ہے۔ اور نعمت کا طالب کون ہے اور نعمت دینے والا کا طالب کون ہے جیسا کہ کہا ہے۔

مادیبا دانیم و برد رازی دانیم عاشق حقیقی ز مجازی دانیم
(ہم ریشی پٹوں کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو بھی، ہمیں معلوم ہے کہ مجازی سے عشق حقیقی کس طرح حاصل ہوتا ہے)
اے بھائی! روح کا معاملہ اگرچہ مخلوق ہے لیکن اور دوسری مخلوق کے معاملہ کی طرح نہیں ہے
کسی بزرگ کے نزدیک روح کا ذکر کسی نے کیا انہوں نے کہا جل جلالہ اللہ بڑا ہے۔ رُبَاعِی

نیت بالائے تو مخلوق تھے دگر نیت بیرون تو معشوق تھے دگر

چوں برونی نور عقل و معرفت نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہرچہ در توصیف مطلق آمدہ است ایں ہمہ نور محقق آمدہ است

(تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ چوں کہ تو عقل و معرفت

سے باہر ہے۔ اس لئے تو نہ شرح و بیان میں آ سکتا ہے اور نہ تیری توصیف

ہی ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے اندر ہی محقق ہے۔)

استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ رُبَاعِی

شہر وطن مازن شاں بیرونست یعنی برہرہ مثل زنی ازاں بیرونست

ایں راز ہفتہ از نہاں بیرونست یعنی کہ خدا از دو جہاں بیرونست
(ہمارے وطن کی آبادی کا کوئی نشان نہیں، جس چیز کی بھی مثال دو وہ اس جیسا نہیں، یہ چھپا
ہوا راز نہاں نہیں ہے یعنی کہ خدا اس دونوں جہاں سے باہر نہیں ہے۔)

اور ایک صاحب عزت نے کہا ہے إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْاَرْوَاحَ مِنْ نُورٍ اِلَيْهَاذَلَوْلَا اِنْ سَتَرْتُكَ بِنُورٍ
وَجْهِهِ، يَسْجُدُ لَهَا كُلُّ مَلَكٍ يَرَاهَا کہ انا من اللہ، والمومنون منی (روحوں کو اللہ نے اپنے
نور سے بنایا اور اگر اللہ اس پر اپنے نور خاص کا پردہ ڈالنا — ہوتا تو جہاں کہیں بھی فرشتے روحوں کو
دیکھتے سجدہ میں گر پڑتے کہ میں اللہ سے ہوں (اللہ کا پو) مومنین مجھ سے ہیں (میرے ہیں) اور ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ اس
قائل کے قول پر اور وہ جو کہا حکایتاً عن اللہ انت لا انا ولا غیری (اللہ تعالیٰ سے حکایتاً بیان
کرتے ہوئے، تو نہ میرا عین ہے اور نہ میرا غیر) اس کو سمجھنے کے لئے بہت بڑے فہم کی ضرورت ہے
اور یہ اسی مقام کی بات ہے جو کسی بزرگ سے منقول ہے کہ ایک دن میں اس کو ڈھونڈھتا تھا
خود کو پاتا تھا اور اب خود کو ڈھونڈھتا ہوں اس کو پاتا ہوں۔ بیت سے

گذشتہ آئندہ زبوتے تو مستملاً صبا کنون خرابم ہم ہوئے خود کہ از منی زند بوش
(اے صبا میں تری اس خوشبو سے مست ہوں جو ابھی ادھر سے گزری ہے۔ اور اپنی بہک سے بھی میں
خراب ہوں کیوں کہ میرے اندر سے بھی اسی کی بو آتی ہے۔)

ایک صاحب عزت نے کہا کہ میں آئینہ ہوں تو آئینہ میں معائنہ ہے تو پھر یقیناً آئینہ کون ہوتا ہے
اس میں تو تیری پیدائی ہے تو تو مجھ سے جدا نہیں ہے میرے ساتھ ہے خواجہ ابوسعید ابوالخیر
رحمۃ اللہ علیہ اسی معنی میں کہتے ہیں۔ رباعی سے

اے دروغا جان قدسی کز ہمہ پوشیدہ است بس کہ دید است رئے او چون نام او شنید است
ہر کہ بیند حسن او اندر زباں کا نسر شود اے دروغا کہیں شریعت گفت ما بریدہ است
(وہ حسرت، وہ جان پاک جو سب پوشیدہ ہے کس نے اس کا پاک چہرہ دیکھا ہے جب کہ نام بھی نہیں
سنا ہے، اس کا حسن جو دیکھ لے اسی وقت وہ کافر ہو جائے، افسوس یہ شریعت جو ہمارا قال تھی
وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔)

عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح اللہ کا ایک حکم ہے)

لیکن یہ پوری شرح ہے اہل معرفت کے لئے ہم مخفیوں کے لئے یہاں راہ نہیں۔
 اے عزیز! جب "آمر" فرمایند (حاکم) ہوتا ہے اور ظاہر و پیداکرنے والا اشیاء و مخلوقات
 کا ہوتا ہے اور روح پورے طور پر "آمر" حاکم ہوا تو "آمر" ہوگا نہ مأمور (محکوم) اور فاعل ہوگا نہ مفعول۔
 قاہر (زبردست) ہوگا نہ مقہود (زیر دست) اور کہتے ہیں شریعت کی بڑی دیوانگی میں لگی ہوئی ہو
 (اگر یہ بڑی نہ ہوتی) تو لکھتا اور کہتا کہ روح ہے کیا؟ لیکن اللہ رب العزت نے آزادی نہیں بخشی
 ہے کہ روح کے بارے میں کچھ کہا جائے ان اللہ غیور! (بیشک اللہ غیور ہے) روح کی تشریح
 کرنا غیرت کی بنا پر حرام کر دیا ہے۔ رباعی

لے در یغا جان قدسی در درون دو جہاں کس ندید انش عیاں کس بدستش نشان
 گر کے گوید کہ دیدم در مکان لامکاں بردخت غیرت او آویختہ شد پیش ازاں
 افسوس اس جان پاک کو دونوں جہاں میں نہ تو کسی نے کھلم کھلا دیکھا اور نہ اس کا نشان و پتہ پاسکا،
 اگر کوئی کہنا چاہے کہ اُس لامکاں کو مکان میں دیکھتا ہوں تو قبل اس کہنے کے اسے غیرت کے درخت
 پر سولی دے دی جائے گی۔

لے بھائی! کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًا (میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ) کی معرفت میں من عرف نفسه
 فقد عرف ربه (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا) پر حاصل ہو جاتی ہے۔ ارباب
 بصیرت سے یہ معاملہ پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ بیت
 چوں تو اں از خلق مستوری شدن بس بر ملا مشعلہ در دست و مشک اندر گریباں داشتن
 (خلق سے تیرا یہ چھپنا کس طرح کا ہے جب کہ تو ظاہرِ اُلمجہ میں مشعل اور گریباں میں مشک رکھتا ہے)
 اگر اس سے زیادہ لکھا جائے تو حوصلہ عقول بشری اس کا تحمل نہیں ہو سکتا اس مقدار میں اختصار واجب
 ہوتا ہے بلکہ ترک واجب ہے۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ مصرعہ
 کے سرش نمیدانند زباں درش زباں درش
 (اس کا بھید کوئی نہیں جانتا زباں بند کرو زباں بند کرو)

اے عزیز! وصلک اللہ بحقائق هذا الكتاب (اللہ تجھے اس کتاب کے حقائق تک
 پہنچائے) یہاں ہوشیار و خبردار رہنے کی ضرورت ہے اس سحر میں علم کے قدموں سے سفر نہیں
 کر سکتے بلکہ علم و عقل اس معزز راز تک پہنچ بھی نہیں سکتے کیوں کہ علم و عقل جس طرح رہنمائی کرتے

ہیں اسی طرح اسی علم و عقل سے راہ بھی ماری جاتی ہے جیسا کہ فلسفیوں میں دیکھنے میں آتا ہے اور بہتر فرقے یا مذہب بھی اسی علم و عقل سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی کو ایک راز داں نے کہا ہے۔ ربائی

در علم بے شوری و شیون باشد در عقل بے رہبر و رہزن باشد

در تکتہ آئی و خاموشی باشد کا بجا بت خاموشی و برہمن باشد

(علم میں بہت زیادہ بحث و مباحثہ شور و غوغا ہوا کرتا ہے۔ بہت عقل میاں گراہ دکھلانے والے

ہوتے ہیں تو اسی عقل سے بہت سارے راہ مارنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اگر تم تکتہ میں آئے ہو تو

ساکت و خاموش ہو جاؤ کیوں کہ یہاں کے بت و برہمن خاموش رہتے ہیں۔)

اسے کچھ سمجھے یہ کیا ہے؟ علم اس بارگاہ کا نقیب ہے یہ خیل و خدم و حشم کی ترتیب کا خیال رکھتا ہے

لیکن بادشاہی رموز و اسرار کے ادراک سے اسے سروکار نہیں۔ اور عقل اگرچہ تو نے کی اچھی

تراز وہے لیکن وہ پر یانی جس سے سونا اور چاندی تولاجاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں وزن کیا جاسکتا۔

آخرت کے احوال اور دین کے حقائق جس کا تعلق وصل الہی سے ہے جیسے ذات و صفات کی

معرفت اور افعال جس کسی کو دکھائے جائیں یہ ایک عظیم دولت ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی بے وقت

اس میں غور و خوض کرے تو یہ حرام ہے کسی ایک نے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا

علمنی من غرائب العلوم (اے اللہ کے رسول مجھے نوادرات علم کی تعلیم دیجیے) ارشاد ہوا۔

ماذا اعدت للموت (موت کی تم نے کیا تیاری کی ہے؟)

جاؤ اقیامت کے اسرار و ارواح کا علم، اور قدر کے راز کھجانا تمہارا کام نہیں ہے۔ اور جو

چیز دین سے تعلق رکھتی ہے معاملات سے نہیں اسے تفصیل کے طور پر بیان کرنا اور اس کی تشریح

حرام ہے ہاں اجمال کے طریقہ پر کہنا حرام نہیں ہے اور اسی بنا پر بزرگوں نے روح کے مسئلہ

میں رمز و اشارہ کے طور پر رغبت و شوق دلانے اور آگاہی کے لئے کچھ گفتگو کی ہے۔ یہ

ایک بڑی اصل ہے اس جماعت کی گفت و شنید اسی سے تعلق رکھتی ہے ہاں غور و فکر سے کچھ

پاسکتے ہیں استغفر اللہ استغفر اللہ عن الذل والخذل وعن کل مالا یرضی عن

قول و فعل و اقوال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اے اللہ میں تجھے بخشش چاہتا ہوں گمراہی سے

اور تمام ایسی باتوں سے اور ایسے کاموں سے جسے تو ناپسند کرتا ہے اور میں قرار کرتا

ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔



مکتوب ۲۰۱

کفر و شرک ظاہر و پوشیدہ اور بت و بتار کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جالو! اہل بصیرت اور ارباب معرفت جو اپنے اندر کفر و شرک، نفاق اور بت
زنار دیکھتے ہیں وہ اعتباری ہے اعتقاد کی بنا پر نہیں۔ اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں لوگوں کی
منظروں کے سامنے تم گناہ اور فساد نہیں کر سکتے اور مخلوق سے پوشیدہ ہو کر تنہائی میں خدا کی نظر کے
سامنے کرتے ہو تو معلوم ہوا کہ مخلوق سے ڈرتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے اور جو شخص خلق سے
ڈرتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا وہ کافر ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم الصلوٰۃ
والسلام دنیا میں تشریف لائے اور سب کے سب یہی کہا کہ حُبُّ الدُّنْیَا اس حل خطیۃ
(دنیا کی محبت تمام برائیوں اور خطاؤں کا سرچشمہ ہے) ان کی اس ہدایت کے باوجود تم دنیا نہیں
چھوڑتے اور دنیا کو محبوب رکھتے ہو۔ اگر ایک کافر طبیب تم سے کہتا ہے روٹی اور گوشت نہ کھاؤ
کہ یہ تمہارے لئے نقصان ہے تم اسی وقت اسے ترک کر دیتے ہو اور نہیں کھاتے تو ہمیں کہو کہ
ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام 'طیب روحانی' کے قول پر تم نے یقین نہیں کیا اور عمل
پیرا نہیں ہوئے۔ ایک طبیب کافر کے کہنے پر یقین کر لیا اور اس پر یقین رکھا اور قائم رہے تو یہ
کفر ہوا۔ اور ہاں شرک کے بارے میں کہتے ہیں کہ شرک دو ہے ایک شرک جلی دوسرا شرک خفی۔
شرک جلی دوسرے کا اثبات ہے اور شرک خفی ان لوگوں کے نزدیک دوسرے کا اثبات ہے۔
اگر دوسرے کا اثبات کیا تو شرک کیا اور شرک کیا لایا اور بعضوں کا قول ہے کہ نفع و نقصان کو غیر اللہ
کی جانب سے جاننا شرک ہے۔ بت و زنارے بارے میں کہتے ہیں کہ جو چیز بھی تجھے خداوند تعالیٰ
کی جانب سے مشغولی چھڑا کر اپنی جانب مشغول کرے وہ تیری راہ کی رکاوٹ اور تیرا بت و زنار ہے
معنوی حیثیت سے چنانچہ کہتے ہیں کہ عارفوں کا بت ان کی کرامتیں ہیں جب انہوں نے اپنے

اندر کوئی کرامت پائی حق سبحانہ تعالیٰ سے ہٹ کر کرامت میں مشغول ہوئے اور اس کے ساتھ آرام سکون اختیار کیا تو اس کرامت میں کرامت دینے والے کی جانب سے توجہ ہٹ گئی تو وہ کرامت ان کا بت و زنا بنا۔ بت و زنا میں معنی یعنی اس کی معنوی حیثیت یہی ہے اور وہ ساری ہلاکت آفریں صفتیں اور برائیاں جو تیرے دل میں ہیں جیسے کبر، حسد، حقدا اور بھی اس جیسے خصائل یہ اور وہ سب کو بت و زنا رکھا گیا ہے۔ عوام کے بت یہ ہیں ایک شکم کے شہوت کی محبت، دوسرے فرج کے شہوت کی محبت تیسرے بیوی بال بچوں کی محبت اور بھی جو مشاغل ہیں وہ تین بت ہیں ایک اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی چاہ دوسرے مال کی محبت و چاہ تیسرے جاہ و مرتبہ کی محبت و لگن جو تھے سب سے بڑا بت نفس ہے کہ جو سب کی جزا اور سب کا سرچشمہ ہے۔ جاہ و مرتبہ کو لوہے کا زنا کہتے ہیں کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس آہنی زنا کو توڑ سکتے ہیں۔ آخری چیز جو صدیقیوں کے باطن میں پہنچنے والی ہوتی ہے وہ جاہ ہے۔ چوں کہ سالکین کا دیدہ بصیرت یعنی ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں یہ لوگ وہ سب چیزیں جو بیان کی گئیں ان سب کا ایک ایک کر کے اپنے اندر معائنہ کرتے ہیں تو خود کو اصلی کفار کے ساتھ شمار کرتے ہیں اپنے حال کے حکم کی بنا پر اعتقاد کے حکم کے مطابق نہیں اور یہ توصیفی ایمان کے حاصل ہے اس پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور یہ اشعار پڑھتے ہیں

صوفی و سبز پوش شدی شیخ چلہ دار ایس جملہ شدی دے مسلمان نشدی
در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دنیا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بنامدم
پوشیدہ بے خدمت بت کردم لبس زنا رہوس می کندم از توجہ بوسم
بت پرستم بت پرستم راست گویم ہر چہ ہستم
(صوفی ہوئے، سبز پوش ہوئے، شیخ چلہ دار بنے، سب کچھ ہوئے مگر مسلمان نہ ہو سکے۔ افسوس بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گزار دی۔ لیکن اس بوڑھے برہمن کی طرح میں بت خانہ کے لائق نہ ہوں۔ بتوں کی پوجا چھپ چھپ کر بہت زیادہ کی، لیکن تم سے کیا چھپاؤں ہوس ہی کا زنا باندھے رہا۔ ہاں ہاں میں بت پرست ہوں میں بتوں کی پرستش کرتا ہوں میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں۔)

اس طرح کے بہت سارے اشعار ہیں اسی نظر سے سب کو دیکھنا چاہیئے
ہنوز از کاف کفرت ہم خبر نیست حقائقہائے ایمان را چہ دانی
(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے۔ اپنے ایمان کی حقیقت کو تم کیا جانو۔)

اور ہاں کفر پوشیدہ" چھپے ہوئے کفر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے گناہ اور فساد نہیں کر سکتا ہوں اور تنہائی میں وہی گناہ و فساد حق تعالیٰ کی نظر کے سامنے کر سکتا ہوں۔ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی نظر کے سامنے گناہ و فساد کرتا ہوں اور خدا کے عزوجل اس فساد و گناہ کو دیکھتا ہے تو خلق سے ڈرتا ہوں حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہوں اور جو خلق سے ڈرتا ہے حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ کفر پوشیدہ یہ ہے۔ یہ کفر اعتبار کی جہت سے ہے اعتقاد کی رو سے نہیں۔ اور معنوی صورتیں بہت زیادہ ہوا کرتی ہیں۔

اور ہاں نفاق یہ دو طرح کا ہے ایک عقیدتی اور دوسرا معاملتی۔ نفاق عقیدتی تو معلوم ہے مگر نفاق معاملتی یہ ہے فعل بر خلاف قول اور باطن کے خلاف ظاہر۔ راہ سلوک میں سخت ترین گھائی ہے اور بڑا مشکل معاملہ ہے کچھ سالکین راہ ایسے ہیں جو اس نفاق سے مطلع ہوئے ہیں اور اس کے ازالہ سے عاجز آگئے ہیں آخر مغلوب ہو کر انہوں نے زنا رگلے میں ڈال لی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر مخلص مسلمان نہیں ہو سکا تو منافق بھی نہیں ہوں کیوں کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

ان المنافقین فی الدرك الاسفل من الناس (بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے گڈھے میں رہیں گے) انہیں وجہ سے خلق ان لوگوں کو دیوانہ کہتی ہے اور ان کی زنا ر بندی کو دیوانگی پر محمول کرتی ہے یا معاف کر دیتی ہے۔ مصرعہ۔ در کوئے تو مردہ بہ نہ از روئے تو دور (تجھ سے دور رہنے سے بہتر ہے کہ تیری گلی میں جان دیدی جائے) کچھ لوگوں پر علم کی کیفیت غالب ہوتی ہے کہ اُنکے کہ قالب کی عصمت شرط ہے اگر مجھ کو رکھا ہے تو اپنی مراد تک پہنچ جاؤں گا۔

واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام

حقیر شرف منیری



مکتوب ۲۰۲

وحدت اور اہل وحدت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! اہل وحدت وہ لوگ ہیں جو حجابات سے گذر کر اللہ جل شانہ کے مشاہدہ تک پہنچے ہوئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کو وہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ وجود اپنی ذات سے ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدا تعالیٰ کا وجود ہے خداوند عز وجل کے وجود کے بغیر کسی دوسرے کا اپنی ذات سے وجود ہی نہیں ہے اور نہ ایسا ہونے کا امکان ہی ہے لیکن وجود حقیقی کہ جو خداوند تعالیٰ کا وجود ہے اس کے اثر سے موجودات منظر آتے ہیں اور ان کی اسی ہمت کی بنا پر اس گروہ کے لوگوں کو اہل وحدت کہتے ہیں کیوں کہ خداوند تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی غیر کا وجود ہی ان کی نظر میں نہیں آتا ہے بس اسی ایک خدا کو دیکھتے ہیں اس کی ایک خدا کو جانتے ہیں جس طرح شرع میں دو معبود کا اثبات شرک ہے لیکن فرق یہ ہے کہ شرعی شرک اصل توحید کا منافی ہے اور یہ شرک خفی کمال توحید کا منافی ہے۔

وحدت کا معنی ایگانگی یعنی یکتائی ہے، وحدت میں کثرت نہیں ہے، دوئی نہیں ہے اور یہی وہ وحدت ہے کہ جو طالبوں کا مطلوب، سالکوں کا مقصود ہے۔ جب سالک اس وحدت تک جو سب کا مقصود ہے پہنچ جاتا ہے تو وہ شرک سے چھٹکارا پالیتا ہے، کثرت اٹھ جاتی ہے دوئی باقی نہیں رہتی، حلول و اتحاد باطل ہو جاتے ہیں، تفرقہ اور سرگردانی سے گذر جاتا ہے اور توحید اعظم تک پہنچ جاتا ہے اور جب اس توحید تک پہنچ گیا کہ جسے وحدت کہتے ہیں تو اُس نے دیکھ لیا اور جان لیا کہ ہستی صرف اُسی خدا کے ذوالجلال کی ہے اور بس۔ اس مقام میں خود سالک بھی نہیں رہتا یہ اس سبب سے کہ اگر سالک رہے گا 'یعنی اس کی خودی رہے گی' تو کثرت باقی رہے گی کہتے ہیں کہ وحدت میں کثرت نہیں ہے تو سالک اٹھ گیا، کثرت اٹھ گئی، شرک اٹھ گیا، حلول و اتحاد

بھی اٹھ گیا، نزدیکی و دوری ختم ہوئی، فراق و وصال ختم صرف خدا ئے عزوجل رہتا ہے اور بس۔ اور خدا ہمیشہ تھا، ہمیشہ رہے گا۔ لیکن سالک اس خیال و گمان میں تھا اور یہ قیاس کرتا تھا کہ جس طرح خدا کی ہستی ہے اسی طرح غیر خدا کی بھی ہستی ہے۔ اب وہ اپنے اس خیال و گمان سے نکل آیا اور جان لیا دیکھ لیا کہ وجود ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدا ئے تعالیٰ ہے کہ جو وجود حقیقی ہے۔ یہ وحدت کا بیان تھا اور اسے وحدت کہتے ہیں۔ ایک بزرگ کی یہ رُبائی ہے۔

مستوثقہ عیاں بود نمیدانستم با من بمیاں بود نمیدانستم
گفتم بطلب مگر بجای برسم خود تفرقہ آن بود نمیدانستم
(میرا محبوب تو میرے سامنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ پتہ نہیں چلا، میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں جاؤں۔ یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔)
تو دور و گم کر دو توحید ایں بود گم شدن گم کن کہ تفسر دیاں بود
یک را دو وزن بریں ظریفی یک بیک بر خواں اگر سریفی
(تم اپنے وجود کو گم کر دو کہ توحید یہی ہے بلکہ گم ہونے کو بھی گم کر دو کہ تفرید یہی ہے۔ اپنی خوش طبعی سے ایک کو دو نہ کہو، ایک کہ ایک ہی کہو اگر تم اس مشرب کے ہو۔)

اہل وحدت کہتے ہیں وجود کی دو قسم ہے۔ "وجود حقیقی" اور "وجود خیالی" وجود حقیقی خداوند جل جلالہ کا وجود ہے اور وجود خیالی عالم کا وجود ہے کیوں کہ عالم خیال و نمائش ہے حقیقت میں وہ اپنا وجود نہیں رکھتا مگر ہاں وجود حقیقی جو وجود خدا ہے اسی کے اثر سے یہ سب اس طرح موجد دکھائی دیتا ہے۔ وہ موجودات جو خواب میں یا پانی و شراب میں دکھائی دیتے ہیں وہ سوائے عکسِ ظلی، خیالی وجود کے وہ خود اپنا وجود نہیں رکھتے۔ لیکن یہ خیال و نمائش۔ وجود حقیقی جو وجود خدا ہے اس کی دلیل ہے تو اس خیال و نمائش کو عبور کر جانا چاہیئے تاکہ اس حقیقت سے باخبر و آگاہ ہو جائے اور معبر، تعبیر کہنے والے ارباب دانش اس وجہ سے ہیں کہ وہ آدمیوں کو اس خیال و نمائش سے گذار کر حقیقت سے کہ جو وجود خدا ہے آگاہی دیتے ہیں۔ تعبیر کرنے والے کو معبر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آدمی کو اس خیال سے جو خواب میں اُس نے دیکھا ہے اس سے آگے بڑھا کر اس خواب کی حقیقت تک پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہم کیسے خیال و نمائش ہیں یا ہو سکتے ہیں کیوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ خوشی میں اور کچھ ناخوشی میں

ہیں۔ بعض حاکم بن بعض محکوم ہیں اور کوئی گویا کوئی خاموش ہے۔ اس خوشی ناخوشی۔ حاکمی و محکومگی۔ خاموشی و گویائی کے باوصف کس طرح سے خیال و نمائش ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیا تم نے کبھی خواب نہیں دیکھا ہے اور خواب میں اس طرح کی چیزیں نہیں دیکھی ہیں۔ کوئی خواب میں دیکھتا ہے کہ اُسے کوئی شخص ستارہا ہے رنج و آلام دے رہا ہے تو وہ رنج و رحمت میں ہوتا ہے۔ اور کسی ایک کو کوئی نواز رہا ہے تو وہ شخص آرام و آسائش میں ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے کو کوئی مار ڈالتا ہے اور کسی کو تخت شاہی پر بٹھادیا جاتا ہے اس کی طرح اور دوسری چیزیں۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خواب میں یہ سب خیال و نمائش ہے۔

اے بھائی! العالَمُ كُلُّهُ خِیَالٌ وَمَنَامٌ (عالم اور اس کی ساری چیزیں خواب و

خیال ہیں۔)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف مینری



مکتوب ۲۰۳

ارادت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانتو! عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ مردانِ خدا کے ایک جو انمرد نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا کہ اس جماعت کے لوگ ان کے معتقد ہو کر ان سے مرید ہونے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کبھی حکم ترک کیا کر دیوں کہ معشوق کا فرمان اور ہے معشوق کا ارادہ اور ہے۔ کبھی کبھی معشوق کا فرمان کسویٰ بن جاتا ہے کہ جس پر عاشق کے نہاد و سرشت کو باپنچا جاتا ہے اگر حکم کی تعمیل کر لیتا ہے تو قہار ہے اور اگر فرمان کی تعمیل نہیں کرتا تو پختہ و کامل ہے۔ جو انمردوں کو قہار سے آزاد کر لیا گیا ہے۔ مگر جس چیز کی کوئی روایت یا نقل نہ آئی ہو وہ تم نہیں سمجھ سکتے تو روایت سن لو معشوق عاشق کو فرمان کی کسویٰ پر یوں چاٹتے

ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی سے خریدا تھا اور اس کی غلامی سے آزاد کرایا تھا ایک دن حضور پینچا مبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابابکر اشوحنی فی بلال اے ابو بکر! مجھے بلال میں اپنا شریک بنا لو یعنی ان کی قیمت جو تم نے ادا کی ہے اس میں کچھ ہم سے بھی لے لو تاکہ بلال ہمارے اور تمہارے دونوں کی شرکت میں رہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نہیں بلکہ شریک یہاں پر فرماں برداری نہیں کی بلکہ ترک فرمان ہوا کم عقل و نادان لوگ یہ خیال کریں گے کہ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ ابو بکر کو فرمان کی کسوٹی پر جانچا جائے کہ ان کے نہاد و مشرت میں کچھ باقی ہے یا نہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نہاد میں ذرہ برابر شرکت نہ تھی تو کہا میں مٹا، شریک یعنی بلال خدا کے بندہ ہیں اور اس کی خدائی میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔ پینچا مبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ابو بکر یہی جواب دیں۔ ہاں یہاں پر اگر تعمیل حکم کر لیتے تو ناقص رہتے کامل نہیں۔ ابلیس کو خدا کے ارادہ کی اطلاع تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ سجدہ کرے۔ جب حکم ہوا اسجد و اسجد کرو یہ فرمان اس کے لئے ایک کسوٹی تھا۔ وہ ہوتا ہی کون ہے کہ اپنے ارادہ سے سجدہ کرے۔ غیر کو سب نے سجدہ کیا مگر معلم الملکوت جو تمام فرشتوں کا استاد تھا یقیناً اُسے ایسا ہی ہونا تھا کیوں کہ استاد شاگرد سے پختہ تر ہوتا ہے جیسا کہ کہا ہے ولو قطعنی فی الحب لمأحن القوادی سواک راگر تو محبت میں مجھ سے قطع تعلق کر لے پھر بھی دل تیرے سوا کسی کا مشتاق نہیں ہوگا) سے

گر بر سر من خار خشک بارانی باران ترا دوختہ ام بارانی

(اگر تم میرے سر پر کانٹوں کی بارش کرو۔ تو تمہارے لگائے ہوئے ان زخموں کو انہیں کانٹوں سے میں مٹانے دے چکا ہوں۔)

غیر کو سجدہ کرنے سے معشوق سے کٹ جانے اور اس کی جدائی کو اس نے قبول کیا۔ کیا ہی یہ عشق کا کمال ہے تم کیا جانو کہ ابلیس کیا ہے۔ اس جگہ ابلیس اپنی ابلیسیت میں جو انحراف ہے تمہیں یہاں راہ نہیں اس کی یہ دولت تم کہاں سے لاسکتے ہو اگر کسی وقت اس کے خیمہ تک رسائی ہو جائے تو یہ دیکھ لو گے۔ رباعی

ہم جو رستم ہا و ہم بستی نرم باہر نو مہر و نگرے نامیزم

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سر کارت نشو و نگریزم

(اے میرے چاند سے چہرہ والے محبوب میں ستم بھی سہتا ہوں اور جدال بھی کرتا ہوں میں تری عنایتوں کے ساتھ کسی اور کی عنایت کو نہیں ملاتا ہوں۔ میں وہ جان رکھتا ہوں جو تمہارے عشق کا بار اٹھائے، جب تک یہ سر تمہارے کا نہ آجائے میں ہٹنے والا نہیں ہوں۔)

جبریل جیسی صفت ہونی چاہیے کہ وہ ابلیس کے حال میں وزیدہ نگاہی سے نظر کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ ہرگز شیخ ابوالقاسم گرگانی

رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں کہا ہے کہ ابلیس نے کیا نام پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ خواجہ خواجگاں اور کہاں

وہ ہجراں نصیبوں کا سردار۔ اور وہ ساری غلطیاں جو اس راہ میں سالک سے سرزد ہوتی ہیں اُن

میں سے ایک یہ ہے کہ ابلیس پر رحمت بھیجیں اور یہ غلطی ہے لیوں کہ اس کو دوست کی طرف سے

لعنت کا تحفہ ملا ہے "تو کوئی اگر صلوٰۃ و رحمت کا تحفہ اسے بھیجے تو نہ یہ جائز ہوگا اور نہ وہ قبول

ہی کرے گا۔ کیا کہتے ہو اس بارے میں کہ اگر تمہارا معشوق تمہیں لعنت کی سیاہ کھلی تحفہ میں دے

تو کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ معشوق کے اس یادگار تحفہ کو کوئی تم سے لے لے اور اس کے عوض تمہیں

تبیح دیدے۔ افسوس یہ عاشق ہی جانتا ہے کہ معشوق کی یادگار کیا چیز ہوتی ہے عاشقوں

کے لئے رحمت و لعنت دونوں ہی برابر ہے۔ وھذا کمال فی العشق اور یہ عشق کا اعلیٰ کمال

ہے۔ اور یہ عشق کا ایک مسئلہ ہے عقل سے غور و خوض نہیں کرنا چاہیئے اسی باتوں کو کہتے

والے پر چھوڑ دینا چاہیئے کیوں کہ یہ بات شطحات (بیاک کھلی اور عریاں) کے قبیل سے ہے

اور شطحات کے بارے میں مشائخ رضوان اللہ علیہم کافیصلہ ہے کہ نہ اسے قبول کریں اور نہ

رد کریں۔

والسلام

شرف منیری



مکتوب ۲۰۲

صدق طلب کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو! مردان خدا کی معرفت جب ٹھیک ہو جاتی ہے یعنی جب ان میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے نیست سے ہست کیا ہے پانی کے ایک لیلے قطرہ سے کہ اگر کپڑا پر وہ لگ جائے تو اس کپڑہ میں نماز جائز نہیں ہو۔ اور اپنے احسان و کرم سے مجھے بزرگ بنایا ایمان کی خلعت اپنے فضل سے عطا فرمایا یہاں تک کہ ہم اس پر ایمان لگے اور ہمیں اس نے اپنی پہچان دی یہاں تک کہ ہم نے اسے پہچان لیا اور کلمہ توحید میں مجھے راز دار بنایا یہاں تک کہ ہم نے اس کی یکتائی و پاکی کو جان لیا اور مجھے اپنی محبت کی خلعت پہنائی یہاں تک کہ ہم نے اسے محبوب بنالیا اور ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک دوسری نعمت کا وعدہ فرمایا وہ نعمت خود اس کا دیدار ہے تو ان سب کے باوجود اس جل شانہ کے غیر کے ساتھ مشغول ہونا کفرانِ نعمت ہوگا اور اب صرف اس کے سوا کسی اور چیز کا طلب کرنا دیوانگی ہوگی بلکہ دیوانے بھی اس کو دیوانہ کہیں گے محبت کا دلولہ ان کے باطن میں جوش مارتا ہے اور ان کی ہمت مردانہ کار فرما ہوتی ہے دوست کے طلب کا درد ان کا دامن پکڑ لیتا ہے جتنی چیزیں اس کے سوا ہیں ان سب سے وہ رخ موڑ لیتے ہیں اور ان سب کو بت و زنا کے مانند جانتے ہیں راہ طلب میں داخل ہوتے ہی پہلا قدم اپنی جان پر رکھتے ہیں اور عالم میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

اگر طلب دوست چومردانہ شدیم اول قدم از وجود بیگانہ شدیم
(محبوب کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے آپ سے بیگانہ ہو گیا ہوں۔)

پھر اس کے بعد گھروں کو ٹٹا دیتے ہیں، بیویوں کو بیوہ بنا دیتے ہیں اولادوں کو یتیم بنا کر چھوڑ دیتے ہیں، بہشت و دوزخ کی سوچ و فکر کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں، اہل دنیا کو مردوں کی طرح دیکھتے ہیں اور دنیا کو مردار و مزبلہ شمار کرتے ہیں۔ اگر شیطان نے ان سے کہا کیا کھاؤ گے؟ تو جواب دیتے ہیں موت۔ اور اگر یہ کہے کہ پہنو گے کیا؟ تو کہتے ہیں کفن۔ اور اگر اس نے یہ کہا ہمو گے کہاں؟ تو کہیں کہ قبر میں۔

یہ ان کے اپنے نفس کا فرکوزیر کرنے کی راہ ہے اس نفس کا فر پر نامرادی کی تلوار کا ایسا وار کرتے ہیں جیسے لوہے کی تلوار میدان جنگ میں کافروں پر چلاتے ہیں اور نفس کے ساتھ دشمنی ایسی ہوتی چاہیے جیسی دشمنی اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے ہوتی ہے۔ برسوں سے ایک روٹی اور بھری کی اوجھڑی کی تمنا کر رہا ہے مگر اس کی یہ مراد بھی پوری نہیں ہونے دیتے اور کبھی اس کی کوئی مراد پوری کرنے کے لئے ایک قدم بھی نہیں بڑھاتے اگرچہ ایک پیالہ ٹھنڈے پانی ہی کی تمنا اس کی کیوں نہ ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بے دوستی کی دیوار کو اپنے دل کے آگے سے ہٹا دیتے ہیں اور دوست کے مشاہدہ کی نعمت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے دیدہ بھیر سے ملک و ملکوت کے اسرار کو دیکھتے ہیں اور ابدی آب حیات کا مزہ چکھتے ہیں اور اس بقا کی خلعت جس میں فنا نہیں اور ایسی عزت کی پوشاک کہ جس میں ذلت نہیں اور ایسی تو نگرانی کا جامہ جس میں غربت و ناداری نہیں ہے وہ پہنتے ہیں۔ مردانِ خدا یہی لوگ ہیں اور یہ ساری دولت ان لوگوں کو دل کی راہ سے ملی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو کہنے والے نے کہی ہے کہ اللہ کی راہ عرش میں نہیں کرسی میں نہیں ہے آسمان و زمین میں بھی نہیں ہے خود وہ تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں تلاش کر اسی کو کہا ہے۔

خاک تو آئینہ رنجہاست بر سر این خاک بے گنجہاست

(تیرا یہ وجود خاکی رنج و تکلیف کا مجموعہ ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس خاک میں بہت سارے خزانے ہیں۔) اور فخ النفس کما فلا تبصرون (ہم تمہارے اندر ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

محراب جہاں جمال زخارہاست سلطان جہاں درد دل بیچارہاست
(یہ آفتاب جہاں تاب ہمارے کالوں کا من ہے، سائبہ جہاں کا بادشاہ ہمارے دل کے اندر ہی تو ہے)

اور اس شعر کے معنی یہ ہیں۔ سبحان اللہ اگر کسی کا یہ معاملہ ہو جائے اور اس پر یہ معنی کھل جائے
اور یہی کام اس کے سامنے آجائے اور اسی کام میں وہ مشغول ہو جائے تو گمان غالب ہے کہ اس کی عمر
کا ایک دن جو گذرا وہ اس سے بہتر ہے کہ دس سال یا بیس سال نماز روزہ رغبت دل کے ساتھ
اس نے ادا کیا یا چند بار حج و زیارت خانہ کعبہ کرتا رہا۔

والسلام

فقیر شرف مہیری



مکتوب ۲۰۵

عشق و محبت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے کشتہ بعشق من گرفتار مر عشق مرا توی سزاوار
زاں عقل محبت اے شکستہ برتست درست او نگہ دار
(اے میرے عشق میں مبتلا مقبول میرے عشق کے لائق تو ہی ہے۔ اے شکستہ دل محبت
اس عقل کی پرواز سے بلند ہے یہ محبت تیرے لئے زیبا ہے۔ دیکھ اس کی اچھی طرح حفاظت کر۔)
میرے بھائی مولانا تقی حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو اپنے ساتھ
مشغول و مستغرق رکھے۔

کاتب مکتوب شرف مہیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے آپ برادر کا خط پہنچا مطالعہ میں آیا۔ کیفیت اچھی ہے۔ خاطر جمع رکھیں اور
ہمت بلند۔ آپ یہ جان لیں۔ وہ کہ جس نے بشر کو مسجود ملک کیا ہے اور مجسود ملک بنایا ہے یہ بڑا
عظیم معاملہ ہے اور بہت بڑا راز ہے یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقرب فرشتے اس گدے
خاک کے آگے تواضع کی پیشانی ہرگز نہ رکھتے تو یقیناً اس گدے خاک کے وجود میں عالم غیب
سے کوئی راز ہے کہ فرشتوں کے اسرار اور بشر کے وہم و گمان جس کے ادراک سے عاجز ہیں

اور محبہم و محبوبہ کے محبت کی گرہ باندھ دی گئی ہے اسی نظر سے یہ کہا ہے۔

ماخسروان عالمیم :- و ما بادشاہان جہانیم

اصل ما اگرچہ خاکیت :- فعل ما پاکیت

(میں دونوں عالم کے سرداروں کا سردار ہوں :- دونوں جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔)

ہماری اصلیت غاکی ہے اور ہمارے کام پاک ہی پاک ہیں۔)

یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

درستی عشق گر بگویم کہ منم مقصود ہمہ جہاں ولے خوشیستم

والشکر کہ و ابود تو قسیدتی بکن تا آتش عشق در وجودت نرزم

(میں عشق کی مستی میں اگر یہ کہوں کہ میں ہی ہوں سائے جہاں کا مقصود میری ذات ہے، قسم ہے اللہ

کی برائے کہنا بالکل جائز و درست ہے تم اسے دل سے سچ مان لو۔ یہاں تک کہ اپنے وجود میں عشق

کی آگ نہ لگا دوں۔)

تو محبہم کی خلعت سے وہ محبوب ہیں اور محبوبہ کی دولت سے محب میں یہاں یہ ثابت

ہوتا ہے کہ محب بھی ہیں اور محبوب بھی۔ اگر اس مقام میں کوئی اپنی بادشاہی کا ذکر کرے تو وہ ایسا

کرنے کا اہل ہے اور اس کے لئے یہ زیبا ہے اور مقبول بھی ہوگا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ما بادشاہیم و ملک عالم داریم ہر چند کہ نسب و منصب آدم داریم

(ہم بادشاہ ہیں سارا عالم ہماری سلطنت میں ہے، اگرچہ نسب میں ہم آدمی ہیں۔)

اے بھائی! یہ ثابت ہے کہ انسان کو قوت انسانی کے واسطے سے ہرگز یہ نہیں روا ہے

کہ وجوب کے خیمہ کے گرد چکر لگائے اور محدث کو ہرگز اس کا یا را نہیں کہ حضرت قدم کے عشق

کا دعویٰ کرے اِمالیس فی حب مشورۃ (لیکن یہ بھی ہے کہ محبت میں رائے و شورہ نہیں ہے)

عشق با مشورۃ ندارد کار تو فضولی خود از درمیاں بردار

(عشق کو رائے و شورہ سے کوئی سروکار نہیں۔ تم اپنی بکواس درمیان سے اٹھا لو۔)

جیسا کہ کہتے ہیں کہ یہی اظہار عشق وجود میں اذالنسیت بعشق المنازعۃ (وجود کے بارے میں

عشق کا اظہار غلطی اور جھگڑا ہے۔)

آتش شوق، دل کے اندر نہاں ہے یہی امر ہے کہ طلب میں آگے کی طرف بڑھتے جاتے ہیں

یہ ہے جو کہا ہے ۔

برخیزد لا بعشق صادق در راہ طلب ہمیں قدم زن
بر بام فلک بر آہمیت بر سدرہ منتهی علم زن
آنگاہ بعون حضرت او بگذر ز حدوث بر قدم زن

(اے دل عشق صادق کے ساتھ اٹھ) اس راہ طلب میں قدم بڑھا، آسمانوں کے بالا خانہ پر اپنی
ہمت سے چڑھ جا اور سدرہ المنتهی پر جھنڈا نصب کر دے، پھر اس بارگاہ پاک یعنی اللہ جل
شأن کی مدد سے حدوث سے گذر کر قدم تک پہنچ جا۔)

تو اب یہ چاہیے کہ اپنی مفلسی اور اپنے افلاس پر جو ظاہر ہے نگاہ نہ کرے اور یہ اچھی طرح جان لے
کہ سلطنت و بادشاہی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ بزرگ و برتر کے فضل پر ہے اگر
استحقاق پر ہوتا تو نہ سلطنت پاتے اور نہ اس سے آگے ۔

ہر گداے مرد سلطان کے شود پشتہ آخر سلیمان کے شود

(ہر ایک بھکاری بادشاہ کب بن سکتا ہے، یہ پھر آخر سلیمان کا ہم مرتبہ کب ہو سکتا ہے۔)

اگر کوئی بینوا بھکاری بادشاہ کے عشق کا دشوی کرے تو ظاہر حیا ست سلطانی اس کی
سزا کا حکم دے گی لیکن اگر خود بادشاہ اپنے کرم و اختیار سے اس بھکاری کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف
کھینچ لے اور مقبولیت کا شرف عطا فرمائے اور کہے انا لاک دامت لی شئت ام ابیت (تو
چاہے یا نہ چاہے میں تیرا ہوں تو مسیہ اس ہے) فقیر تھا بادشاہ ہو گیا۔ رباعی ۔

در عشق بگو من و توئی نیست وانگو بمیان ما دوئی نیست

ایں نکتہ عشق بے جہان ست چوں نقطہ کول ہر سوئی نیست

(کہہ دو: عشق میں من و تو نہیں ہے اور ہمارے درمیان دوئی بھی نہیں ہے، یہ ایک سدا

ہے کہ عشق کا کوئی مکان نہیں یہ ہستی کا وہ نقطہ ہے جس میں طول و عرض و جہت سمت نہیں۔)

عقل یہاں متحر ہے اس کے تعیب میں حیرت ہی ہوتی ہے کیوں کہ عشق کے عالم کے کام ہی کچھ دوسرے طور کے
ہوتے ہیں۔ عالم عشق میں ننگ نام کا طریقہ مسدود ہے۔ یہاں محمود یا زہرے اور ایاز محمود ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
دلہیں پیدا ہوں گے اولہ پنا کا خود کریں گے اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اس گروہ صوفیہ کے کلمات و نغمے زمین
میں خدائی لشکر ہیں ان کے یہ کلمات نامرد کو مرد اور مرد کو شیر مرد بنا دیتے ہیں ۔ والسلام

مکتوب ۲۰۶

محبت اور درد کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کہ از ہمت دریں رہ آئدہ است گر گدائی می کند شہ آئدہ است
(ہمت کے ساتھ اس راہ میں جو داخل ہوا وہ بادشاہ ہے اگرچہ گدائی کرتا ہے۔)
برادر اعز مولانا تقی الدین اللہ تعالیٰ اپنی خاص محبت کرامت فرمائے۔ کاتب مکتوب
شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر کا خط مولانا مظفر نے پیش
کیا میں نے پڑھا کیفیت اچھی ہے آپ برادر کی عاقبت بہنی بخیر ہو۔
آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اس راہ میں آتا ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں
ہے کہ یہاں اس درد و اندوہ کے ساتھ رہے اور اس درد و اندوہ کو قبر میں لے جانا چاہیے اسی درد
اندوہ کے ساتھ قبر میں رہنا چاہیے اور اسی درد و اندوہ کے ساتھ قبر سے نکلنا بھی ہے چنانچہ خواجہ
عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

زندہ زیں در دم بدنیا ہر نفس ہم دم در گور ایں دردست و بس
در قیامت موسم ایں درد باد پیشہ من مجاس ایں درد باد
گر نہ ماند درد تو عطار را او نخواہد کافر و دیندار را

(اس دنیا میں ہم دم اس درد کے ساتھ زندہ رہوں۔ قبر میں بیسی درد میرا ہم بنے۔ قیامت
میں یہ درد میرا نہیں جاں ہوا اس درد کی مجالست ہم نشینی میرا ہنر ہو جائے۔ اگر آپ کا
یہ درد عطار کو نہ ہو تو اسے کوئی غرض نہیں کہ وہ کافر رہے یا دیندار۔)

آپ برادر کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام
شرف منیری



مکتوب ۲۰۷

کامنو خداوند تعالیٰ کے پروردگار اور اپنے علم کو کنارے رکھ دینے میں

بنام سلطان محمد بزرگ (یعنی سلطان محمد شاہ تغلق سلطان ہند کے نام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برا دراز محب الفقرا والمساکین محمد شاہ الشہر شائے آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو
سنوار دے اور اس حال میں اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرمائے۔ کاتب مکتوب شرف میری کا
سلام و دعا مطالعہ فرمائیں اور جانیں اللہ رب العزت کا فرمان ہے دعسی ان تکرمو اشیاء و هو
خیر لکم و دعسی ان تحبوا شیئا و هو شر لکم بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جسے تم ناپسند
کرتے ہو اور اس میں تمہارے لئے نیکیاں اور بہتری ہوتی ہے اور بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی
ہیں کہ جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بدترین چیزیں ہوتی ہیں۔ اس کی مثال ثعلبہ صحابی
کے قصہ میں ہے کہ ان کو لوگ کبوتر مسجد کہا کرتے تھے ایک روز دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں آئے اور اپنی پریشان حالی اور ناداری کا رونا رونے لگے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا خداوند جل جلالہ سے غایت مانگو لیکن وہ نہیں مانے الحاح و زاری بہت زیادہ کی حضور
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی دعاء مقبول ہوئی ثعلبہ کے کاروبار میں بے حساب ترقی ہوئی
ساری تمنائیں پوری ہونے لگیں دنیا نے اپنا رخ ان کی طرف کر دیا اونٹ، بھیڑ، بکریاں اور اس
جیسی دوسری چیزیں ان کے دائیں بائیں پہنچنا شروع ہو گئیں ان کی محبت میں ان کا دل مشغول
ہو گیا وہ جو کبوتر مسجد تھے اب یہ حال ہوا کہ جماعت بھی چھوٹنے لگی آخر معاملہ یہاں تک پہنچا
کہ دنیا کی اس فراغت کی نحوست سے وہ اسلام ہی سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ اللہ اپنی پناہ میں
رکھے اور قارون جو زمانہ بنی اسرائیل کا ایک زائد تھا جب تک غربت کی حالت میں تھا وہ سلاستی

میں تھا جب اس کی برادری پوری ہوئی تو اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا۔ نعوذ باللہ منہا۔
 اسی طرح فرعون جب تک فاقہ میں تھا اور نامراد تھا اس وقت تک ذرہ برابر کبھی بھی
 خدائی کا دعویٰ اس نے نہیں کیا اور جب وہ سیر ہو گیا تو دعویٰ خدائی کرنے لگا اور کہہ اٹھا
 انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ اسی طرح نمرود، شداد اور عاد بھی جب تک نامراد
 تھے تو کسی نے بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اور جب وہ بامراد ہو گئے تو دعویٰ خدائی کرنے لگے۔ اس
 طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے یہی بہتر اور اچھا ہے کہ اللہ
 رب العزت سے اپنے لئے خیر و عافیت اور صلاح و فلاح مانگتا رہے تاکہ وہ سلامت رہے۔
 اور اس خط کے لکھنے والے نے آں برادر کے اتھاس کے حکم کے تحت عمل کیا جیسا کہ اوپر
 لکھا گیا اللہ تعالیٰ آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو سنوار دے اور اصلاح فرمائے انشاء اللہ
 تعالیٰ قبولیت کے آثار بہت جلد ظاہر ہوں گے اور ان نوازشات و انعامات میں آپ برادر کو
 شکر گزار بنائیں گے کہ شکر نعمتوں کی زیادتی اور افزودنی کا موجب ہوا اور نقصان کا سبب پیدا
 ہو سکے اور اپنے فضل و کرم سے عاقبت بھی بخیر فرمائے۔

دوسرے یہ کہ آں برادر نے درخواست کی تھی کہ خط سے غلطیوں کے علم میں سے کچھ لکھا جائے۔
 آں برادر کو معلوم ہوا اس گروہ صوفیہ کے علوم نہایت عزیز و غایت عظیم ہیں جتنا کہ حروف و کلمات
 میں گنجائش ہے اور جس قدر تحریر و تقریر میں آسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں لکھتے ہیں اور اتنا
 کھریں نے خود بھی لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے میری تحریروں میں سے دو جلدیں آں برادر
 کے پاس پہنچ گئیں ہیں لیکن ان میں سے وہ جو حروف و کلمات یعنی تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے اسے
 اس جہان میں کس نے لکھا ہے؟ کہ میں لکھوں گا۔ اس کا جواب یہی ہے من لحدیذ بقلم ید
 جس نے چکھائی نہیں وہ اسے کیا جائے جس کسی کہ وہ مال نہ ہوا اور اس کے وہ کام نہ ہوں وہ اسے
 نہیں جانتا۔

والسلام

حقیر شریف منیری



مکتوب ۲۰۸

خوفِ خاتمہ کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از موصوعہ براند بیگانہ خواندش از تہجدہ بیارد گوید کہ آشناست
(ایک کو عبادت خانہ سے نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غیر ہے۔ دوسرے کو تہجدہ سے لے آتے ہیں
اور کہتے ہیں یہ اپنا ہے۔)

برادرِ اعز مولانا قطب! کاتبِ مکتوب شرفِ نیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔
آپ نے لکھا تھا، خاتمہ کا خوف مجھ پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ذرہ برابر جنبش
نہیں کرتے اور باطن میں دیکھتا ہوں کہ دیوانگی چھا گئی ہے۔
اے بھائی! خاتمہ کے خوف سے مردانِ راہ کے ہنر ٹوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے
دل جل بھین کر کباب بن جاتے ہیں رات دن حیرت میں رہتے ہیں کہ مشیت کے پردوں کے اندر
سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ روایا قبول مسجد میں لے جائیں گے یا بت خانہ میں ڈال دیں گے۔ اسی
کو کسی نے کہا ہے۔

زور دیں ہمہ پیرانِ رہ راہ محاسنہا بخونِ دل خضاب است
ہمہ مردانِ دیں را از مصیبت جگر پاشنہ و دلہا کباب است
(دین کے درد و اندیشہ سے اس راہ کے کہن سال رہروں کی داڑھیاں دل کے خون سے رنگی
ہوتی ہیں۔ اس مصیبت سے مردانِ خدا کے دل اور جگر جل بھین کر کباب ہو رہے ہیں۔)
وہ تعالے جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کا اسے ڈر نہیں، وہ مالکِ مطلق ہے، اس کا تصرف بھی
مطلق ہے۔ اگر وہ قبول کرے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر قبول نہ کرے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ کس
کا جگر ہے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رباعی

مشتوق چو بادشاہ است ذرا نشو دست بر کردہ اد چون دچرا ز ہرہ کراست
 گرنہ پذیرد خوشے پسندیدہ دست در ہر گرد در زنجست شوریدہ دست
 (مشتوق جب شائق العنان بادشاہ ہے تو کس کا جگر ہے کہ اس کے کئے ہوئے پر چین دچرا کرے۔
 اگر وہ قبول نہ کرے تو اس کی پسندیدہ فعلت ہے اور اگر نکال دے تو میرزا پریشاں قسمت کیونستے
 معلم الملوک، فرشتوں کا استاد سات سو ہزار برس تک عبادت کرتا رہا اس کی بے نیازی کی
 ہوا کا ایک تھوٹکا ایسا آیا کہ ساری عبادت اس کی خاک میں ملا دی۔ مشیت کا راز نمایاں ہوا لغت
 کا داغ اس کی پیشانی پر ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ۷

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت کی کند در گردنی
 (سو ہزار سال تک عبادت میں لگانے کے بعد اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیتے ہیں۔
 اور وہ مردود، بچراں زدہ سرور خاک دھول ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔ رباعی ۷
 اول ہزار ناز خواستیم و آخر ہزار درد بگدا خستیم
 چوں ہمرہ بوالعجب مرا ستیم چوں جملہ ترا شدیم بر انداختیم
 (پہلے مجھے ہزاروں لاڈ و پیار سے نوازا گیا آخر میں درد کی بھٹی میں پھٹنے کے لئے ڈال دیا
 اور تعجب خیز باز نگری سے مجھے کاروبار بنا ڈالا۔ جب میں پورے طور پر ترا ہو گیا تو مجھے کال بھینکا
 جب اس ملعون کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا تو جبریل و میکائیل ہر دو نے لگے۔ استفسار ہوا تمہارا
 یہ رونا کس لئے ہے؟ وہ خوب جانتا ہے ان لوگوں نے کہا من امن من مکرک (کون تیرے
 کرشموں سے امن ہے) حکم ہوا ہاں اسی طرح رہو میرے کرشموں سے بے خوف مت ہو سبحان اللہ
 پاک بے تیری ذات کیا ہی مشکل مرحلہ ہے اس رب العزت کے مقربین اور معصومین کے حق میں
 جب ان لوگوں کے حوالے میں ایسا ہے تو ہمارے حال میں کیا ہوگا اس کا کیا پتہ جس کسی نے کہا ہے
 اس کی جان پر رحمت ہو جیو۔ ۷

ہر کرا دیشیں ایں مشکل بود چوں تواند کردا اگر سد دل بود
 ہیبت ایں راہ کا شے کل است صد جہاں میں سہم پر خون دل است
 (جس کی خوشنودی و پیش ہوگا اس کے پاس سونے کا بھی ہو تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس راہ کا دبدبہ
 سخت شکل کا ہے سبکدوشوں کا عالم کے دل اس خوف کے خون سے بھر گئے ہیں۔

اے بھائی! تم ہارا یہ خوف جو تمہیں پیدا ہوا ہے یہ تمہارے لئے بشارت و خوشخبری ہے اس لئے کہ آج جو شخص خاتمہ سے ڈرتا ہے اُمید ہے کہ اس کا خاتمہ بخیر ہوا اور رحلت کے وقت اپنے رب سے بھوری اور دوری و کٹ جانے سے مامون و محفوظ ہو جائے اس کی دلیل وہ ہے جو وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ستر زائد ایسے تھے کہ اس زمانہ میں نہ میں ان کے مثل کوئی اور نہ تھا پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ یہ ستر زائد دنیا سے بغیر ایمان کے جائیں گے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے وہ پیغمبر حیرت و استعجاب میں پڑ گئے انہوں نے مناجات کی خداوندان کے کس عمل کی وجہ سے ایسا فرمان صادر ہوا؟ جواب ملا یہ سب خوفِ خاتمہ سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا: مست چہ خسی کہیں کردہ اند کار شناسا بچنیں کردہ اند

(مست وہ ہوش کی طرح کیا سو رہے ہو، گھات لگاتے ہوئے ہیں جانے پہچانے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں۔)

کہتے ہیں خواجہ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ایک مجوسی کو دیکھا تو ان پر بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش میں آئے تو کہا میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کی منشاء و مشیت کے پردہ سے کہیں شقاوت و بدبختی میرے لئے ظاہر نہ ہو اور میرے احوال و اعمال برباد نہ ہو جائیں اور کہیں اسی کی طرح نحوست نہ آجائے کیوں کہ معاملہ جب پردہ کے اندر ہے تو ہمیشہ اسی کا ڈر لگا رہنا چاہیے جیسا کہ کہا ہے۔

زندہ سابقہ نہ اندم چیت خواندہ خاتمہ نہ اندم چیت

(کچھ پتہ نہیں ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے۔ خاتمہ کس چیز پر ہو گا کچھ پتہ نہیں۔)

نقل ہے کہ سلطان العارفین بایزید بطلانی قدس اللہ سرہ جب وہ فرماتے اور یہ چاہتے کہ مسجد میں داخل ہوں تو حضرت کے اعضاء میں لرزہ پڑ جاتا۔ لوگ جب یہ پوچھتے کہ شیخ یہ کیا حالت ہے؟ تو فرماتے میں ڈرتا ہوں کہیں مشیت کے پردہ سے بدبختی نہ آئے ہو اور مجھے بت خانہ میں ڈال دیا جائے۔ اسی کو کہا ہے۔

کس چہ داندا چہ حکمت میرود برو جودے راجہ قسمت می رود

(کوئی کیا جانے اس کے کاموں میں اس کی کیا معلومت ہوتی ہے اور کسے اس کی خبر ہے کہ کس کی قسمت میں کیا ہے۔)

ایک بزرگ اپنی مناجات میں کہتے خداوندِ موت کے قیل مجھے دیوانہ بنادیتے لوگوں نے پوچھا اے شیخ کیسی مناجات ہے؟ انہوں نے کہا جب دیوانہ ہوں گا تو اگر موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل آئے تو میرا ایمان محفوظ رہے کیوں کہ دیوانہ معذور ہوتا ہے۔ اور یہی ہے جسے کسی نے کہا ہے۔

در روزِ یسر چراغِ عہدِ نکستی تا جاں بدہم براحت و خوش منشی
در جامہٴ اسلام زیں بر نکستی مرگے کہ در اسلام بود نیست خوشی

(خاتمہ کے دن برے وعدہ کے چراغ کو گل نہ ہونے دیجئے۔ تاکہ میں خوش مزاجوں کی طرح راحت و خوشی میں جان دوں۔ اسلام کے جامہ میں سے نہ اتارے، کیوں کہ حقیقی خوشی وہی ہے کہ اسلام پر فائز ہو۔)

اے بھائی ازل میں کیا حکم ہو چکا جیسا کہ جانتا ہے اور خاتمہ کو رکھ چھوڑا ہے جیسا کہ اس کی منشا و مشیت ہے کسی شخص کو اس کی اطلاع نہیں اس کے تمام کام بے علت و سبب ہوتے ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسے حال میں سوائے نیرت و فریاد کے اور کیا ہے ایک شخص اپنے استاد کے سامنے آیا اور اس نے فریاد کی یاد او ویلاہ یا معیتاہ استاد نے پوچھا فریاد کس سے؟ بیچارہ نے کہا خدا سے۔ اسی کو کہا ہے۔

قد تحیزت نیک خذ بیدی یاد لیل لمن تحیزت لیسکا

(میں تجھ سے متحیر ہوں میری دستگیری کر، اے اسکو سہارا دینے والے جو تجھ میں متحیر ہے) اے بھائی! جیسا کہ وہ کسی کے ساتھ نہیں اس کے کام بھی کسی سے متعلق نہیں جسے چاہے مقرب بنالے اور جسے چاہے دور کر دے اس کے اندر کوئی علت و سبب نہیں۔ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی کفایہ میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے لو فعل اللہ، مع عبادہ بالعدل ما یجاہد مع جلالہ و طہارتہ (اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ کرے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی اپنی جلال و طہارت نفس کے باوجود بچ سکے) یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

گر فضل کنی یقین برستم ہمہ و ز عدل کنی واس بر سوائی ما

اگر تو اپنا فضل فرمائے تو پورے طور پر سب سے نجات پانچاؤں اور اگر عدل کرے تو ہائے

افسوس اس وقت کیسی رسوائی ہماری ہے

الحاصل :- اے بھائی! اس سٹلہ میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک کی نگاہ قسمت میں لگی ہوئی ہے پتہ نہیں کیا قسمت میں ہے؟ رد یا قبول۔ اور ایک کی نظر قاتمہ پر پڑتی ہے کہ فائدہ خوش بختی پر ہوگا یا بد بختی پر۔ اور تیسرے کی نظر وقت پر اٹکی ہوئی ہے کہ کس وقت اور کس ساعت میں پردہ مشیت سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ رد یا قبول۔ بیتخانہ یا مسجد۔ دستار یا زنا۔ اسی کو کہا ہے۔

آں کس کہ بود شیفتہ در کار تولے دست ناچار کشد بردل و جاں بار تولے دست
یک شہز عشاق دل سوختگانند عاجز شدہ در قاعدہ کار تولے دست
الے دوست تیرے کاموں کا جو دیوانہ و فریفتہ ہوا۔ وہ بیچار اپنے دل و جان پر تیرا بار اٹھانیکے لئے مجبور ہے۔ ان دل جلے عاشقوں سے ایک شہر آباد ہے اور وہ تمام سوختہ دلاں تیرے کاموں کے دستور سے عاجز و مجبور ہیں۔

والسلام
حقیر شرف منیری



مناجات

خالتا بیچارہ راہم ترا
بے تنے بے دولتے بے جا
دین زدستم رفت دنیا گم شد
من نہ کافر نے مسلمان ماندہ ام
نہ مسلمان نہ کافر چون کنم
یارب اشک و آہ بسیاریم ہست
ہم تن زندا نسیم آلودہ شد
ماندہ ام در چاہ زنداں پابست
پاک کن این گرد راہ از جان من
گرچہ بس آلودہ در راہ آمدم
(اے میرے پروردگار میں تیری راہ میں بے یار و مددگار ہوں، تیرے آستانے پر ایک لنگری چوٹی
کی طرح پڑا ہوا ہوں۔ میں ایک سکیں غریب اور مفلس ہوں۔ بے ساز و سامان بے دل اور بے چین ہوں
دین بھی میرے ہاتھ سے گیا اور دنیا بھی کھو گئی۔ صورت بھی باقی نہیں ہی اور جان بھی کھو بیٹھا۔ میں
نہ کافر ہوا اور نہ مسلمان ہی رہ گیا۔ اب ان دونوں کے بیچ میں حیران پریشان پڑا ہوا ہوں۔ جب میں
کافر بھی نہیں اور نہ مسلمان بس پریشان اور بے چین ہوں تو میں کروں تو کیا کروں۔ بارالہا: میری
آہیں بہت ہیں اور آنکھوں میں آنسوؤں کی فراوانی ہے۔ اگرچہ اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہی دونوں
میرے مددگار ہو سکتے ہیں۔ یہ قید میں گرفتار میرا جسم کٹافوت سے آلودہ ہے اور یہ محنت اٹھانوالا
میرا دل خیف و زار ہو چکا ہے میں کنویں کی قید میں مقید پڑا ہوا ہوں۔ ایسے تاریک کنویں کے سوائے
تیرے اور کون میرا ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہے۔ راستے کی گرد و غبار سے میری جان کو پاک و صاف کر دے۔
اور میرے ہی آنسوؤں سے میرا نامہ اعمال دھو دے۔ اگرچہ تیرے راستے میں گناہوں کی بہت ہی آلودہ
ہو کر آیا ہوں تو مجھے معاف فرمادے۔ کیونکہ میں دنیا کی قید اور حرص ہوس کے کنویں سے نکل کر آ رہا ہوں)

مناجات

— ۱ —

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد سیوہری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ وَتَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ اَنْتَ مَالِكِيْ وَاَنَا فَعْلُوْكَ

الہی عاجز ترین عاجز الخ الہی جاہل ترین جاہل الخ۔ الہی بنی دالم تاجہ گو نہ رضائے تو جویم
 الہی بنی دالم تاجہ گویم۔ الہی عجز و در ماندگی من توی بینی۔ الہی حاجت من توی دانی۔ الہی من پیارہ
 و عاجز بیخ حیلہ و قوت و وسیلہ نہ دارم و آنچه جز تست ازان بزارم۔ الہی من منیعت و در ماندہ را
 و من نخیفت در ہائے زندہ را و من مدہوش سیاہ کار گناہگار را و من بدکردار را و من القیاد فرمان
 شیطان را و من استاد مکتب عاصیان را و من مدہوش سرگشتہ را و من عاجز بدگشتہ را و من گنہگار
 بد افعال را و من خاکسار بد اعمال را و من ثابت نامتام را و من عہد شکن خود کام را و من گندم خالے
 جو فروش را و من زنا دار خرقہ پوش را و من سیاہ رو نامہ سیاہ را و من منافق تہ کار را بہ فضل گویم و
 لطف قدیم خود از بند نفس امارہ خلاصی دہ و توبہ نصوحا عطا کن کہ طاقت معرفت عدل تو ندارم۔
 الہی مرا توفیق دہ کہ ترا بہ پرستم کہ بے توفیق تو ترا نتوان پرست۔ الہی مرا تعریف دہ کہ ترا بشناسم کہ
 بے تعریف تو ترا نتوان شناخت۔ الہی صلاح کردم عمر خویش بران چیز کہ رضائے تو نبود۔ و من نہ دانستم ازان توجہ
 کردم و بیزار گشتم۔ اے دشگیر ہر شکستہ و اے دلیل برد ماندہ و اے فریاد رس دشوار ہائے و اے چارہ ساز پیارگان
 و اے قبول کنندہ توبہ عاصیان و اے پذیرندہ گریختگان۔ و اے حلیم کہ حلم تو مارا گستاخ کرد۔ و اے رحیم کہ
 رحم تو مرا بیباک گردانید۔ این گستاخی و بیباکی از ما عفو کن خلعت معرفت ہمہ اعصنائے مارا پہوشان۔
 الہی بحق طفیل و بیع و تمجید و تمجید جملہ روحانیان و کروبیان۔ الہی بکرمت عابدان و زاہدان،
 الہی بکرمت خواصگان و رگاہ تو، الہی بکرمت لواحقان حضرت تو، الہی بکرمت غریبان شہادت

جو انان، الہی بکرمیت آپ ویدہ مناصیان، الہی بکرمیت عفو توبہ عاصیان درگاہ تو الہی بکرمیت
عز و جلال تو، الہی بکرمیت عظمت و کمال تو کہ حجابات من و بنات مسلمان ہوا کئی، و ایمان مارا د
دنیا و آخرت بر ما ازانی داری۔ الہی چون دوران حیرت و تارک و تارک بے شمع مارا بیتا کئی ایمان
مارا چراغ لکھ گردانی۔ بقی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَحْيُوبَ إِلَّا اللَّهُ لَا
مُطَلَّوْ بِرَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَقْصُودَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ
خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

ترجمہ مناجات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تو قوی اور میں عاجز ہوں۔ اے اللہ! تو ہی میرا مالک
ہے اور میں تیرا مملوک۔ اے اللہ! میں عاجزوں میں سب سے زیادہ عاجز ہوں۔ اے اللہ! میں جاہلوں
میں سب سے زیادہ جاہل۔ اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ کس طرح تیری رضا حاصل کروں۔ اے اللہ!
میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ الہی! میرے بجز وہ بیچارگی کو تو دیکھتا ہے۔ الہی! میری حاجتوں
سے تو واقف ہے۔ اے اللہ! میں بیچارہ و عاجز ہوں اور کوئی حیلہ، قوت اور وسیلہ نہیں رکھتا ہوں۔
تیرے سوا جو کچھ بھی ہے اس میں بیزار ہوں۔

الہی! مجھ منہیت و در ماندہ کو، مجھ کمزور اور در بدر ٹھکرائے ہوئے کو، مجھ سیہ کار گنہ گار اور
بد ہوش کو، مجھ بد کردار کو، مجھ کو جو شیطان کا مطمع و فرمانبردار ہے، مجھ کو جو گنہ گاروں کے مکتب کا
استاد ہے۔ مجھ کو جو بد ہوش و سرگشتہ ہے، مجھ عاجز کو جو در در کا ٹھکرایا ہوا ہے اور مجھ گنہ گار بد اعمال
کو، مجھ خاکسار بد اعمال کو، مجھ ثبات نامتام کو، مجھ عہد شکن مطلب پرست کو، مجھ گندم نما جو فروش کو، مجھ
زنار دار فرقہ پوش کو، مجھ سیاہ رو سیاہ کار کو، مجھ منافق تباہ کار کو اپنے فہل عمیم اور لطف قدیم سے
نفس امارہ کی قید سے نجات دے اور توبہ لغو و عطا فرما۔ اس لئے کہ میں تیرے دربار عدل کی قوت
نہیں رکھتا۔ اے اللہ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری پرستش کروں، اس لئے کہ تیری توفیق کے بغیر
تیری پرستش ممکن نہیں۔ اے اللہ! مجھے معرفت عطا کر تاکہ تجھے پہچانوں اس لئے کہ معرفت حاصل

کئے بغیر تجھے نہیں پہچانا جاسکتا۔ اے اللہ! میں نے اپنی تمام عمر اس چیز کے حصول میں ضائع کر دی جس میں تیری رضائے تھی۔ اور اسے میں نہیں جانتا تھا میں نے اس سے توبہ کی اور بیزار ہوا۔ اے دستگیر ہر شکستہ، اے دلیل ہر در ماندہ، اے مشکلات میں فریاد سننے والے، اے بیچاروں کے چارہ ساز، اے گنہ گاروں کی توبہ قبول کرنے والے، اے منکروں کو قبول کرنے والے، اے حلیم کہ تیرے علم نے مجھے گستاخ بنادیا۔ اے رحیم کہ تیرے رحم نے مجھے بے باک کر دیا۔ ہماری اس گستاخی اور بے باکی کو معاف کر دے۔ اور محنت کی خلعت ہمارے تمام اعضا کو پہنا دے۔ اے اللہ! تمام روحانیوں اور فرشتوں کی تجید و تحمید اور تسبیح و تہلیل کے صدقے میں، اے اللہ! تمام غائبوں اور زائدوں کی حرمت کے صدقے میں، اے اللہ! اپنی درگاہ کے خواص کے طفیل میں، اے اللہ! اپنے لواحقین دربار کے واسطے سے، اے اللہ! جوان شہیدوں کی شہادت کے واسطے سے، اے اللہ! گنہگار بندوں کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل، اے اللہ! گنہگاروں کے طفیل جنہوں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی، اے اللہ! اپنی عزت و جلال کی حرمت کے واسطے سے، اے اللہ! اپنی عظمت و کمال کے صدقے میں میری اور تمام مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کر، ہمارے ایمان کو دنیا اور آخرت میں ہم پر زیادہ کر دے۔ اے اللہ! جب تو اس حجرہ تنگ و تاریک میں بے شمع ہمیں مبتلا کرے تو اس وقت ہمارے ایمان کو چراغِ حید بنا دے۔

نہیں ہے کوئی الہ مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی محبوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مطلوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مقصود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کاملہ سے رحمتیں نازل فرما ان پر جو بہترین مخلوق ہیں۔ یعنی ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اور ان کے تمام اصحاب پر۔



قطعہ تاریخ تکمیل ترجمہ مکتوبات دوصدی

برونق

عظمت انسان و حقیقت الزمان

از مترجم

شرف الحق منیری الحق نشان حق ہیں
مکتوب پاک حضرت ہے مرآت حقیقت
انسان کی حقیقت تجھ سے کروں بیان کیا
یعنی ظہور کنت کثرًا کا راز پنہاں
شمس و قمر کی گردش ہر روز و شب کا عنوان
ہے لازمان خود وہ ہر لامکاں خود وہ
اول بھی تو وہی ہے آخر بھی تو وہی ہے
مستقبل حال ماضی یہ سب عبارتیں ہیں
حضرت سے سن ہجری حضرت شرف علیہ السلام
مکتوب پاک حضرت کس درجہ عالی شان ہے
اس آئینہ میں اللہ کیا حسن بے نشان ہے
راز نفخت فیہ اسجود قدسیاں ہے
مکتوب دوصدی کو دیکھو تو کیا عیاں ہے
سار النظام عالم خود اس کا اک نشان ہے
پھر یہ زمانہ کیا ہے ہاک راز جالتان ہے
یہ دریاں میں کیا ہے ہاک طر فہاں ہے
خود ہی زمانہ ہے وہ اور خود ہی لازماں ہے
تکمیل ترجمہ کی تاریخ یہ عیاں ہے

یہ بے نوا نسیم اور اس ترجمہ کی ہمت

مد شکر خاکپاے مخدوم دو جہاں ہے



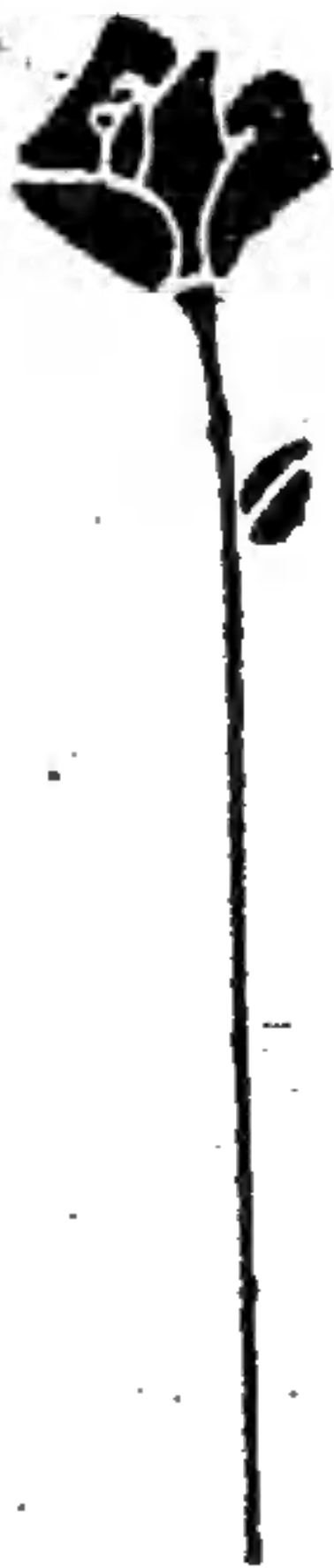
عظمت مشرف

۱۴۱۰ھ ۶ ۶۱۹۹۰

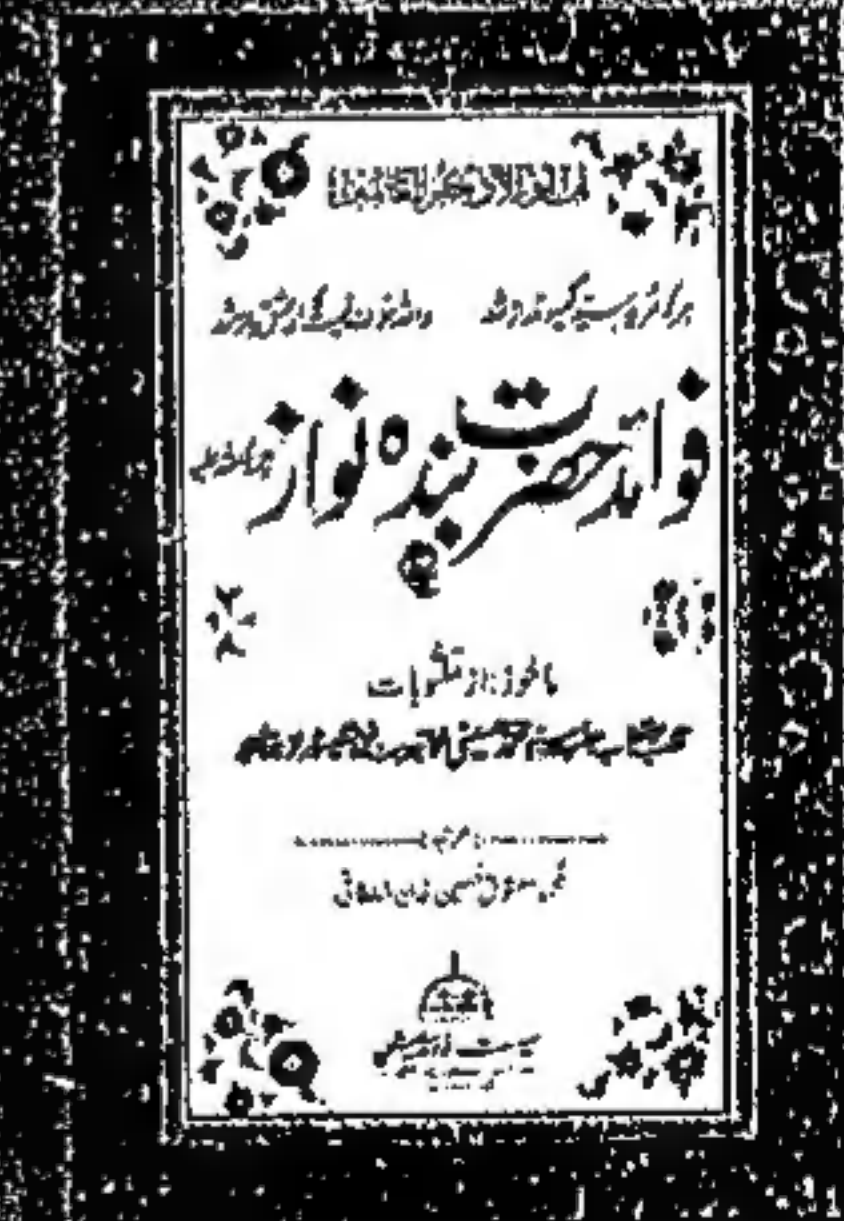
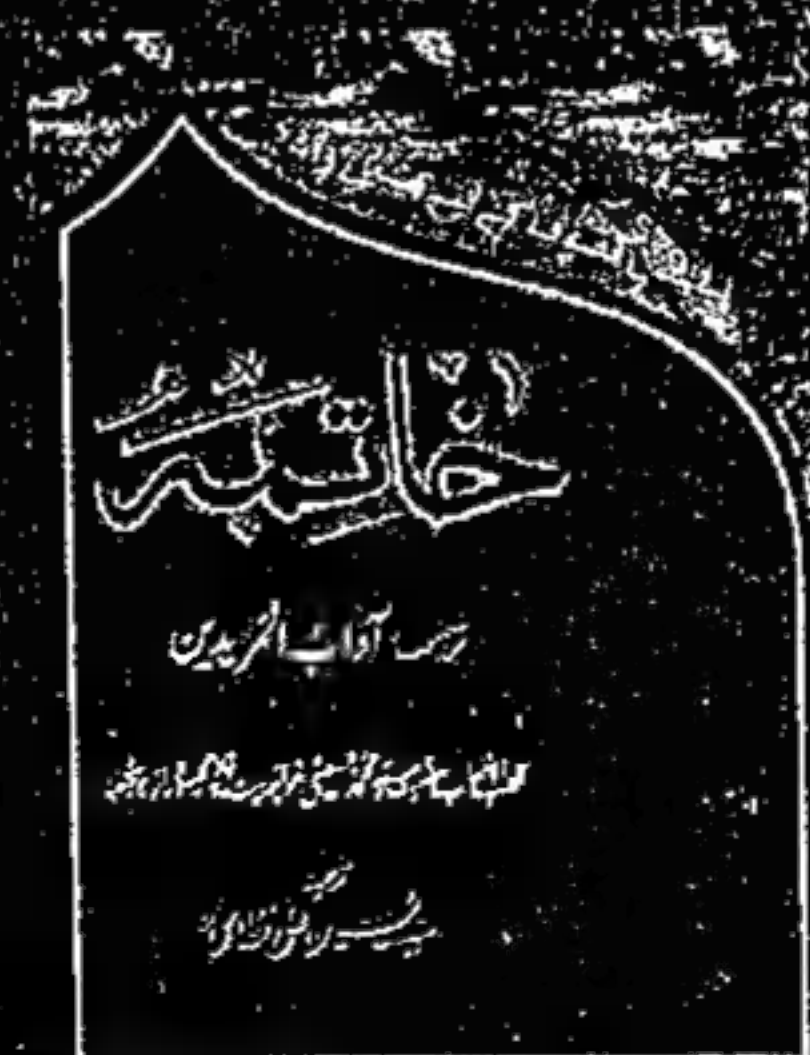
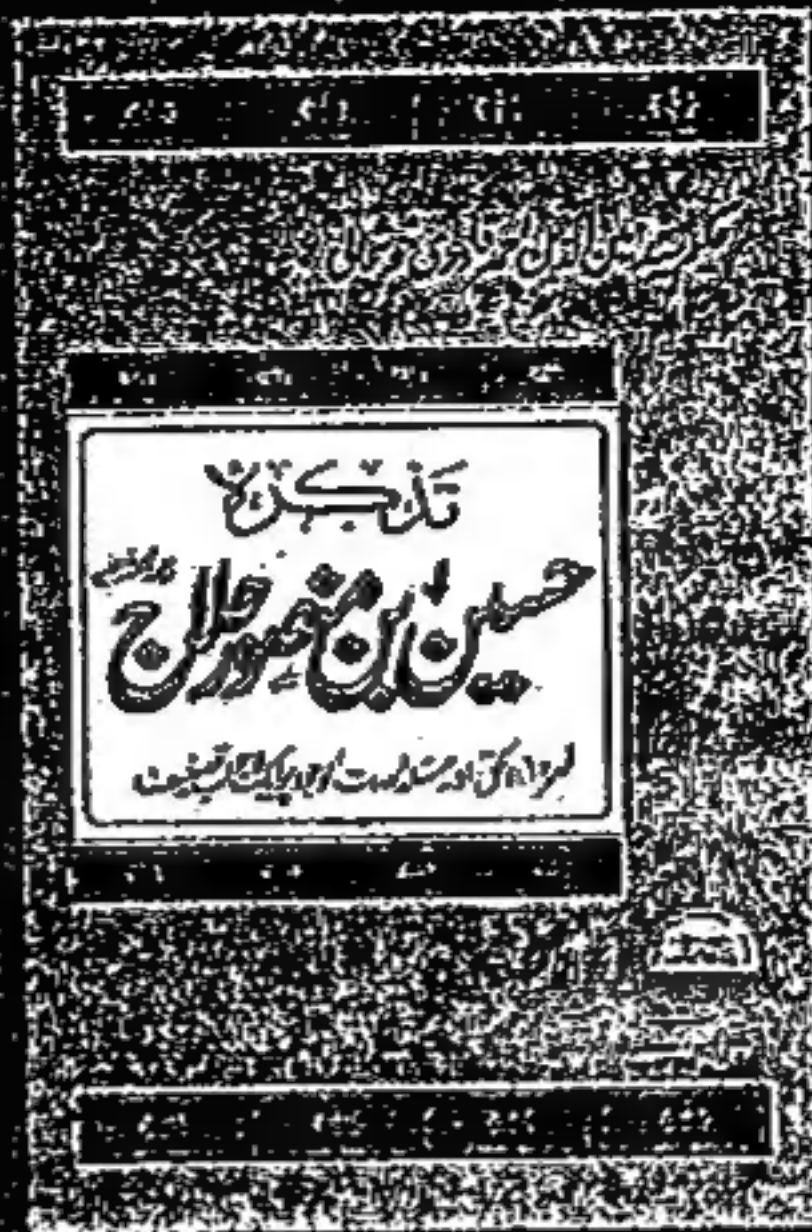
تاریخ اتمام کتابت

از مترجم

برتر ہے فکر سے جو وہ ذات مشرف کی مکتوب دو صدان کی عظمت کا اک نشان ہے
 ہے عظمت مشرف سے ختم کتابت اسکی ، بھری بھی عیسوی بھی دونوں ہی سن عیاں ہے



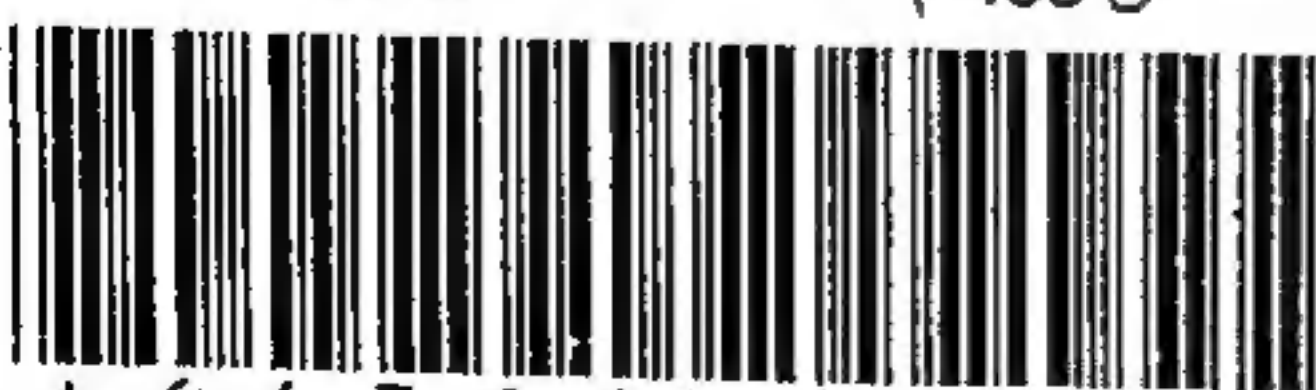
دیگر کتب



ملنے کا پتہ:

297.62

ش 453 م



* 6 4 7 1 6 - U - 6 7 *

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

کے دو سونادرونا یاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اُردو ترجمہ

مکتوبات دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرقی فردوسی مدظلہ

تصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی



سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵ این ایف ۷ گمن آباد لاہور